

زکوٰۃ	فطرہ	صدقہ	کھن کو سوال حلول	صحارت	عرقہ کی	بہترین	خامو نہ کے سال سے	گون عرقہ	روزہ کا	چاند	سحری
			وہ عرقہ	مکتل	قنیت	عرقہ	پیری کا ضرورت دینا	والیں نہ لے	بیان	دیکھنا	کھانا

الْحَمْدُ لِلّٰهِ خَالِقِ الْاَرْضِ وَالسَّمَوَاتِ
جلد سوم

از کتاب الاجاب مفید شیخ و شاب مسبحہ

فطرہ - عیلتکاف - قرآن
زکوٰۃ - عیلتکاف - قرآن

الملئک حج

اردو ترجمہ و شرح

المصنف

تاریخی نام

ذو المرات حکیم الامت مولانا حاج مفتی احمد یار خاں صاحب نعیمی شرفی بدایونی رحمۃ اللہ علیہ

صاحبزادہ اقدار احمد خاں مالک نعیمی کتب خانہ گجرات

ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
کتاب الزکوٰۃ: الفصل الاول عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مَعَاذًا إِلَى الْيَمَنِ فَقَالَ إِنَّكَ تَأْتِي قَوْمًا أَهْلَ كِتَابٍ
 فَأَدْعُهُمْ إِلَى شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا ذَلِكَ
 فَأَعْلَمُهُمْ أَنَّ اللَّهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ خُمْسَ صُلُوتٍ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا

زکوٰۃ کا بیان ۱۔ پہلی فصل روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کو یمن کی طرف روانہ کیا کہ تو
 فرمایا کہ تم اہل کتاب قوم کے پاس جا رہے ہو مسئلہ تو انہیں اس گواہی کی دعوت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یقیناً محمد اللہ
 کے رسول ہیں کہ اگر وہ اس میں فرماں برواری کریں تو انہیں بتانا کہ اللہ نے ان پر دن رات میں پانچ نمازیں فرض فرمائی ہیں
 ۵۔ پھر اگر وہ یہ بھی مان جائیں

۱۔ زکوٰۃ کے لغوی معنی ہیں پاکی اور بڑھنار بقاء ہے قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّى چونکہ زکوٰۃ کی برکت سے نفس انسانی بھل کے میل سے پاک و
 صاف ہوتا ہے نیز اس کی وجہ سے مال میں برکت ہوتی ہے اس لئے اسے زکوٰۃ کہتے ہیں زکوٰۃ کا سبب بڑھنے والا مال ہے، اور اس کے
 شرائط اسلام، آزادی، عقل، بلوغ اور قرض سے مال کا خالی ہونا ہے، لہذا کافر، غلام، بچے اور دیوانے پر زکوٰۃ فرض نہیں حتیٰ یہ ہے
 کہ زکوٰۃ کا اجمالی حکم ہجرت سے پہلے آیا، اور اس کی تفصیل ۳۔ میں بیان ہوئی۔ لہذا آیات قرآنیہ میں تعارض نہیں، گل چارہالوں
 میں زکوٰۃ فرض ہے، سونا چاندی، مال تجارت، جنگل میں چرنے والے جانور، زمینیں پیداوار اور مراعات (اشعہ) تفصیل احکام کتب فقہ
 میں دیکھو۔ پیداوار کی زکوٰۃ دسواں یا بیسواں حصہ ہے، باقی مال تجارت دسویں چاندی کا چالیسواں حصہ ۲۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم
 نے حضرت معاذ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا، اور خود بنفس نفیس انہیں شیعۃ الوداع تک پہنچانے گئے حضرت معاذ بحکم سرکار سولاری پر تھے
 اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پیدل، ان سے جدا ہوتے وقت فرمایا کہ اب تم میری قبر پر آؤ گے اور مجھے نہ پاؤ گے، جس پر حضرت
 معاذ بہت روئے، خیال رہے کہ حضرت معاذ یمن پر جہاد کرنے نہیں جا رہے تھے، وہ تو پہلے ہی قبضہ میں آچکا تھا بلکہ وہاں کے
 حاکم بن کر ۳۔ اگرچہ یمن میں اہل کتاب بھی تھے اور مشرکین بھی مگر چونکہ اہل کتاب مشرکین سے بہتر ہیں۔ اس لئے خصوصیت سے ان کا ذکر
 فرمایا ۴۔ یعنی صرف مشرکین کو لا اِلهَ اِلَّا اللَّهُ کی دعوت دو، اور تمام کفار کو مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ کی کیونکہ مشرکین توحید کے منکر ہیں
 اور باقی موجد کفار و اہل کتاب توحید کے تو قائل ہیں مگر رسالت مصطفوی کے منکر، علامہ شامی فرماتے ہیں کہ ہر کافر کو مسلمان بناتے
 وقت وہ ہی چیز پڑھائی جائے جس کا وہ منکر ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کفار شرعی احکام کے مکلف نہیں، اور یہ کہ کفار کو
 اسلام لانے پر مجبور نہ کیا جائے گا لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّينِ اور یہ کہ تبلیغ نرمی و خوش اخلاقی سے چاہیئے، اور یہ کہ ذمی کفار کو تبلیغ اسلام
 کرنا سنت ہے، اور یہ کہ حکام اور آفیسران صرف ملکی انتظام ہی نہ کریں بلکہ دینی تبلیغ بھی کریں، حاکم مبلغ بھی ہونا چاہیئے۔ اور یہ کہ آفیسر
 ان و حکام خود بھی شرعی احکام سے واقف ہونے چاہئیں، ورنہ وہ تبلیغ نہیں کر سکتے ۵۔ یعنی جب وہ مسلمان ہو جائیں تو انہیں نماز

إِنَّكَ فاعلمهم أَنَّ اللَّهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً تُتَوَخَّذُ مِنْ أَغْنِيَاءِهِمْ فَتُرَدُّ
عَلَىٰ فَقَرَاءِهِمْ فَإِنَّهُمْ أَطَاعُوا ذَلِكَ فَيَأْتِيكَ وَكَرَّائِمًا مَوَالِهِمْ وَاتَّقِ دَعْوَتَ
الْمُظْلُومِ فَإِنَّهُ لَيْسَ يَدِينُ بَيْنَ اللَّهِ وَبَيْنَ الْمُظْلُومِ عَلَيْهِ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ

تو انہیں سکھانا کہ اللہ نے اُن پر زکوٰۃ فرض کی ہے اے جو اُن کے مالداروں سے لی جائے گا اور انہیں کے فقروں
پر لوٹائی جائے گی اے پھر اگر یہ بھی مان لیں تو اُن کے بہترین مالوں سے بچنا اے اور ستم رسیدہ کی بددعا سے
ڈرنا کہ اُس کے اور رب کے درمیان کوئی آڑ نہیں اے (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں

کے احکام سننا سکھانا چونکہ اسلام میں سارے احکام سے پہلے نماز کا حکم آیا، نیز یہ عبادت بدنی ہے، نیز یہ ہر مسلمان پر فرض ہے، اسی لئے کلمہ پڑھانے
کے بعد ہی اس کا ذکر فرمایا، خیال رہے کہ یہاں نماز جنازہ، عیدین، و تہ و غیرہ کا ذکر نہ فرمایا، صرف پانچ نمازوں کا فرمایا، یا تو اس وقت ان
کا حکم نہ ہوا تھا یا وہ تمام چیزیں پانچ نمازوں کے تابع فرمادی گئیں یا یہاں تمام احکام شرعیہ کا ذکر نہیں ہے خاص حال کا ہے اسی لئے روزے کا
ذکر نہیں زکوٰۃ کا ہے، حالانکہ روزہ زکوٰۃ سے پہلے فرض ہو چکا تھا، لہذا اس حدیث کی بنا پر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ نماز عید یا تہ و تہ واجب نہیں اور
نیز حدیث حقیقوں کے خلاف ہے ۔

اے یہاں ان بجھے اذا ہے یعنی جب وہ نماز کے احکام سیکھ لیں تو زکوٰۃ کے احکام سکھاؤ، آہنگی سے تبلیغ کرو کہ انہیں سکھانا مقصود ہے نہ صرف
بتا دینا، حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ اگر وہ مسلمان ہونے کے بعد نماز کو فرض مان لیں، تب تو زکوٰۃ سکھانا اور اگر نماز کی فرضیت سے انکار کر دیں تو زکوٰۃ
نہ سکھانا، کیونکہ مسلمان کا نماز سے انکار کرنا ارتداد ہے اور کسی کو مرتد ہو جانے کی اجازت نہیں، لہذا حدیث پر کوئی بھی اعتراض نہیں
اور زکوٰۃ کے لئے نماز شرط ہے ۔ ۱۰ یعنی ہم ٹیکس کی طرح تم سے زکوٰۃ وصول کر کے مدینہ منورہ نہ لے جائیں گے اور خود نہ کھائیں گے ۔
تاکہ تم سمجھو کہ اسلام کی اشاعت کھانے پکانے کے لئے ہے، بلکہ تمہارے مالداروں سے زکوٰۃ لے کر تمہارے ہی فقر و کوہلو کو دے دی جائے گی، اس سے جو مسئلے
معلوم ہوئے، ایک یہ کہ اگر کوئی زکوٰۃ نہیں دے سکتا، دوسرے یہ کہ بلا سخت مجبوری ایک جگہ کی تمام زکوٰۃ دوسری جگہ منتقل نہ کی جائے، تیسرے
یہ کہ مالدار صاحب نصاب زکوٰۃ نہیں لے سکتا، جیسا کہ لفظ فقر اور ضعیف سے معلوم ہوا۔ ضرورت زکوٰۃ کو منتقل کرنا بالکل جائز ہے جیسے کہ غنی کے
اہل قربت فقیر دوسرے شہر میں رہتے ہوں، یا دوسری جگہ سخت فقر و تنگدستی ہو، یا دوسری جگہ صدقہ کا ثواب زیادہ ہو لہذا اپنی کچھ
زکوٰۃ مکہ معظمہ یا مدینہ منورہ بھجوانا جیسا کہ آج کل رواج ہے بالکل جائز ہے۔ خیال رہے کہ یہاں اغنیاء سے مراد بالغ عاقل مالدار مراد ہیں
کیونکہ نماز کی طرح زکوٰۃ بھی پتے اور دیولے پر فرض نہیں، یہ بھی خیال رہے کہ باطنی مال لینے سونے چاندی وغیرہ کی زکوٰۃ خود غنی ہی
ادا کرے گا، اور ظاہری مال جانور پیداوار کی زکوٰۃ حاکم اسلام وصول کر کے اپنے انتظام سے خرچ کرے گی یہاں تو بخند میں دونوں صورتیں
داخل ہیں ۔ ۱۱ یعنی زکوٰۃ میں اُن کے بہترین مال نہ وصول کرو بلکہ درمیانی مال لو ہاں اگر خود مالک ہی بہترین مال اپنی خوشی سے دے
تو ان کی مرضی یہ لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ اس جملہ سے اشارہ معلوم ہوا کہ ہلاک شدہ مال

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ صَاحِبٍ ذَهَبٍ وَلَا فِضَّةٍ لَا يُؤَدِّي مِنْهَا حَقَّهَا إِلَّا إِذَا كَانَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ صُفِّحَتْ لَهُ صَفَائِمُهُ مِنْ نَارٍ فَأُخِجَ عَلَيْهِ نَارُ جَهَنَّمَ فَيُكْوَى بِهَا جَنْبَاهُ وَجَبِينُهُ وَظَهْرُهُ كُلُّ مَرْدَةٍ أُعِيدَتْ لَهُ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ حَتَّى يَقْضَى بَيْنَ الْعِبَادِ فَيَرَى سَبِيلَهُ إِمَّا إِلَى الْجَنَّةِ وَإِمَّا إِلَى النَّارِ قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ إِبْلِ قَالَ وَلَا صَاحِبُ إِبْلِ لَا يُؤَدِّي مِنْهَا حَقَّهَا وَمَنْ

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایسا کوئی سونے چاندی والا نہیں جو اس کا حق (زکوٰۃ) ادا نہ کرے۔ اے مگر جب قیامت کا دن ہوگا تو اس کے لئے آگ کے تپتے بنائے جائیں گے پھر ان پر دوزخ کی آگ میں دھونکا جائیگا۔ جس اُس کے پہریشانی اور پیٹھ دانی جائے گی۔ اُسے جب بھی لائے جائیں گے تو لوٹائے جائیں گے۔ اُسے یہ دن بھر ہوتا ہے کہ جس کی مقید پچاس ہزار سال ہے سچے کہ بندوں میں فیصلہ کر دیا جائے۔ اُسے تو یہ جنت یا دوزخ کا اپنا راستہ دیکھے۔ اُسے عرض کیا گیا یا رسول اللہ تو اونٹ کے فرمایا ایسا کوئی اونٹ والا نہیں جو ان کا حق ادا نہ کرے اور

کی زکوٰۃ نہ کی جائے گی کیونکہ اموالہم ارشاد ہوا ہے۔ یعنی اے معاذ تم ماکم بن کرین جائے ہو وہاں کسی پر ظلم نہ کرنا، نہ بدنی ظلم نہ مالی، نہ زبانی، کیونکہ اللہ تعالیٰ مظلوم کی بہت جلد سنتا ہے، اس میں درحقیقت تا قیامت حکام کو عدل کی تعلیم ہے، ورنہ صحابہ کرام ظلم نہیں کرتے، حضرت سلیمان علیہ السلام کی حیوانی نے کہا تھا اے حکمتم سلیمان و جنودہ وھم لا یشعرن۔ کہیں تم اسے حیوانیو حضرت سلیمان اور ان کے لشکر سے کچل نہ جاؤ اور انہیں خبر بھی ہو حیوانی کا عقیدہ تھا کہ غمیر کے صحابہ حیوانی پر بھی ظلم نہیں کرتے لہذا اس حدیث سے صحابہ کا ظلم ہونا ثابت نہیں ہو سکتا۔

اُسے ظاہر یہ ہے کہ حق سے مراد زکوٰۃ مفردہ ہے، کیونکہ فقرہ، قربانی یا حقوق العباد ادا کرنے پر وہ وعید نہیں جو یہاں مذکور ہے۔ اُسے یعنی اس کا سوا چاندی اور لاشعظ گرم پتر بنائے جائیں گے جو گرمی کی وجہ سے گویا آگ ہی ہوں گے، پھر ان گرم پتروں کو اور بھی گرم کرنے کے لئے دوزخ کی آگ میں رکھ کر دھونکا جائے گا، اس کی تشریح قرآن کریم میں یوں ہے یوم یحییٰ علیہما فی نار جہنم۔ لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ آگ کے پترے نہیں ہوتے، نیز آگ کے پتروں کو پھر آگ میں دھونکا سمجھ میں نہیں آتا۔ اُسے چونکہ یہ سخیل فقراء سے منہ موڑ لیتا تھا، انہیں دیکھ کر پہلو پھیر کر چل دیتا تھا، اس لئے یہ دونوں مقام ہی پر داغ لگائے جائیں گے، جیسے چور کے ہاتھ کاٹے جاتے ہیں کہ اُس نے ان سے ہی چوری کی۔ اُسے یعنی یہ پترے جب بھی اس کا بدن داغ کر دوزخ میں پھر لائے جائیں گے تو پتا کہ پھر اُس کے بدن پر ہی لٹائے جائیں گے، بار بار گرم کر کے لگائے جائیں گے۔ اُسے یعنی یہ داغ جانا قیامت کے دن، دن بھر ہوتا ہے گا، لوگ اپنے حساب و کتاب میں مشغول ہونگے اور یہ سزا بھگت رہا ہوگا بعد قیامت سزا جزا علیحدہ ہے، اور اس تکلیف کی وجہ سے اُسے یہ دن پچاس ہزار سال کا محسوس ہوگا، نیک کاروں کو بقدر چار رکعت نماز اُسے یعنی بعد قیامت اپنا راستہ جنت یا دوزخ کا دیکھے یا دکھایا جائے، یوٹی معروف ہے یا مجھول یعنی یہ عذاب تو زکوٰۃ نہ دینے کا ہوا اب اگر اور گناہ ہوں یا ہوں تو رب تعالیٰ بخش دے تو جنت میں بھیج دے، اور اگر نہ بخشے تو ان گناہوں کی سزائیں کچھ عرصہ کے لئے دوزخ میں بھیج دے اس جگہ پر یہی

حَقًّا أَحْلَاهُ يَوْمَ وَرَدَهَا إِذَا كَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَطْرُقُ لَهَا بَقَاءٌ قَرَقَرًا وَفَرَمًا كَانَتْ لَا يَفْقَدُ مِنْهَا فَصِيلًا وَاحِدًا تَطَاءُهَا بِأَخْفَافِهَا وَتَعْصُهُ بِأَفْوَاهِهَا كُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ أَوْلَاهَا رَدَّ عَلَيْهِ أُخْرَاهَا فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ حَتَّى يَقْضَى بَيْنَ الْعِبَادِ فَيُرَى سَبِيلُهُ إِمَّا إِلَى الْجَنَّةِ وَإِمَّا إِلَى النَّارِ قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَالْبَقَرُ وَالْغَنَمُ قَالَ وَلَا صَاحِبُ بَقَرٍ وَلَا غَنَمٍ لَا يُؤَدِّي مِنْهَا حَقًّا إِلَّا إِذَا كَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَطْرُقُ لَهَا بَقَاءٌ

اُن کا حق انہیں دودھنا بھی ہے انہیں گھاٹ پر لانے کے دن لے کر جب قیامت کا دن ہوگا تو یہ ان اونٹوں کے سامنے کھلے میدان میں اونٹنیاں ڈالاجائیں گی جن میں سے ایک بچہ بھی کم نہ ہوگا یہ اونٹ اُسے اپنے ستم سے روندھیں گے اور اپنے منہ سے کانیں گے لے جب اُس پر پہلا اونٹ گزرسے گا تو پچھلا اونٹ واپس ہوگا لے یہ اُس دن ہوتا رہے گا جس کی مقدار پچاس ہزار برس ہے ستم کے بندوں کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے گا تو یہ اپنا راسہ سجدت یا دوزخ کی طرف دیکھے عرض کیا گیا یا رسول اللہ پھر کلمے بکریاں لے فرمایا ایسا کوئی گائے اور بکریاں ولا انہیں جو ان کا حق (زکوۃ) نہ دیتا ہو وہ مگر جب قیامت کا دن ہوگا تو اُن کے سامنے کھلے

توجہ قوی ہے : کہہ لیئے سوئے چاندی تو نخیل کو تیار کر لگائے جائیں گے، اگر اونٹوں کی زکوۃ نہ دی ہو، تو اُن کی سزا کیا ہے اونٹ تو تپائے نہیں جاتے : لے عرب میں دستور تھا کہ اونٹوں کو ہفتہ میں ایک دو بار پانی پلانے کے لئے گھاٹ یا کنوئیں پر لے جاتے تھے، اُس دن فقراء کا وہاں مجمع لگ جاتا تھا، اونٹ والے اونٹنیاں دودھ کر اُن فقراء اور مسکینوں کو دودھ پلا دیتے تھے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ یہ دودھ پلانا بھی ان اونٹوں کا حق ہے، خیال رہے کہ جانوروں کی زکوۃ تو فرض ہے مگر یہ دودھ پلانا مستحب ہے اور مستحب چھوٹے پر خطاب نہیں ہوتا لہذا تو اس سے مضطر فقراء کو دودھ پلانا مراد ہے جن کی بھوک سے جان نکل رہی ہو، یا پہلے یہ فرض تھا اب مستحب ہے جیسے تنگی کے زمانہ لیئے شروع اسلام میں قربانی کا گوشت صرف تین دن رکھنا جائز تھا، مہرقات نے فرمایا اس جملہ کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ پیاسی اونٹنیوں کو نہ دودھ صرف گھاٹ پر لانے کے دن پانی پلا کر دھو، یہ بھی خشک سالی کے زمانہ کے احکام میں سے ہے : لے لیئے اس نخیل کی سزا یہ ہوگی کہ اسے ہموار میدان میں اونٹنیاں ڈال کر اس پر اس کے سارے اونٹوں کو گھمایا جائیگا، یہ سب بہت اونچے اور موٹے ہونگے اسے اپنے پاؤں سے روندیں گے، لے لیئے یہ روندنے والے اونٹ لمبی قطار میں نہ ہونگے کہ اُس پر یہ قطار روندتی گزرجائے اور اس کا چھٹکارا ہو جائے بلکہ گول دائرہ کی شکل میں حلقہ باندھے ہونگے، اور آخری اونٹ کے گزرنے پر پھر پہلا اونٹ اس پر آجائیگا، اصل عبارت اس کے برعکس تھی لیئے آخری کا ذکر پہلے تھا اولیٰ کا بعد میں، جیسا کہ مسلم کی بعض روایات میں ہے، مبالغہ کے لئے آخری کو اولیٰ فرمادیا گیا لیئے اس طرح لگاتار ہو کر اس پر گھومیں گے کہ گویا پچھلا اونٹ پہلا ہو جائیگا اور پہلا پچھلا، چونکہ اس کا نخیل بھی دائمی تھا اس لئے یہ سزا بھی دائمی ہوئی، درمیان میں وقفہ نہ ہوا کہ اسے کچھ آرام مل جائے، لے ان کا کیا حکم ہے جو شخص بقدر نصاب ان کا مالک ہو پھر ان کی زکوۃ نہ نکالے تو اس کی سزا کیا ہے ۴۵ منہا میں ۴۵ منہا اہل یا بھنے لام ہے لیئے بکریوں کی وجہ سے جو زکوۃ فرض ہوئی وہ ادا نہ کرتا ہو لہذا اس حدیث سے یہ لازم نہیں کہ جانور کی زکوۃ میں جانور ہی دیا جائے بلکہ جانور کی قیمت بھی دے سکتے ہیں، (مرات)

قَدْ يَفْقَدُ مِنْهَا شَيْئًا لَيْسَ فِيهَا عَقْصَاءٌ وَلَا جُلْحَاءٌ وَلَا عَضْبَاءٌ تَنْطَحُ بِقَرُونِهَا وَ
تَطَّاءُكَ بِأَظْلَافِهَا كُلُّهَا مَرَّ عَلَيْهِ أَوَّلُهَا رَدَّ عَلَيْهِ أَخْرَافِي يَوْمٍ كَانَ مَقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ
سَنَةٍ حَتَّى يَقْضَى بَيْنَ الْعِبَادِ فَيُرَى سَبِيلُهُ إِمَّا إِلَى الْجَنَّةِ وَإِمَّا إِلَى النَّارِ قِيلَ يَا
رَسُولَ اللَّهِ فَالْخَيْلُ قَالَ فَالْخَيْلُ ثَلَاثُ رُحَى لِرَجُلٍ وَزُرُوهى لِرَجُلٍ سِتْرُوهى لِرَجُلٍ
أَجْرُهَا مَا اللَّتَى هِىَ لَهُ وَزُرُوهى لِرَجُلٍ رَبَطُهَا رِيَاءً وَفَخْرًا وَنَوَاءً عَلَى أَهْلِ الْإِسْلَامِ فَرَى لَهُ

میدان میں اٹنا ڈالا جائیگا جن میں سے کوئی جانور کم نہ ہوگا ان میں نہ تو کوئی ٹیڑھے سینگ والا ہو نہ بند لہ یہ اسے لینے سینگوں سے
گھونپیں اور گھروں سے روئیں گے لہ جب بھی پہلا گڈے کا توپ کھلا دالیں ہوگا یہ اس دن ہوتا رہیگا جس کی مقدار پچاس سزار ہر ہے
حتیٰ کہ بندوں کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے لہ تو یہ اپنا راستہ جنت یا دوزخ کی طرف دیکھ لے عرض کیا کیا یا رسول اللہ تو گھوڑا
فرمایا کہ گھوڑے تین طرح کے ہیں لہ ایک کے لئے گھوڑا گناہ ہے دوسرے کے لئے آڑ تیسرے کے لئے ثواب لہ جس کے لئے
گھوڑا گناہ ہے وہ تو وہ شخص ہے جو دکھلا دے شہمی اور مسلمانوں کی عداوت کے لئے گھوڑا باندھے اس کے لئے

لہ لینے اگرچہ دنیا میں اس کی بعض گائے بھینسیں لڑے سینگ والی بھی تھیں، اور بعض بالکل بندی، مگر قیامت میں سب کے نوکیلے سینگ ہونگے، خیال
رہے کہ قیامت میں ہر چیز اپنے دنیاوی حالت پر اٹھے گی، رب تعالیٰ فرمایا ہے اَوَّلُ خَلْقٍ نَجِيدَةٍ پھر بعد میں اُن کے حالات بدلیں گے، لہذا یہ
جانور دنیا میں جیسے تھے ویسے ہی اٹھیں گے، بعد میں سب کو سینگ ملیں گے، لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں ہے لہ عربی میں
گائے بھینس کے کھر کو ظلف کہتے ہیں حج اظلاف، اور گھوڑے کی ٹاپ کو سُم یعنی بخیل کے یہ جانور اسے سینگ بھی گھونپیں گے اور گھروں سے بھی
روئیں گے، مگر فکر قربانی کے جانور پر سخی خود سوار ہوگا اور بے زکوٰۃ جانور بخیل پر سواری کریں گے، جیسے اچھے معدہ والا جو بقدر ضرورت
کھانا کھائے تو وہ کھانے پر سوار ہوتا ہے اور زیادہ کھا جانے والے پر کھانا سوار ہو جاتا ہے جسے یہ اٹھائے پھرتا ہے لہ اس کی شرح پہلے
گندہ مکی لینے قیامت کے دن دورانِ حساب میں تمام مخلوق تو حساب و کتاب دیتی ہوگی۔ مگر یہ بخیل اس عذاب میں مبتلا ہوگا لہ خیال رہے
کہ احسان کے نزدیک سائر گھوڑوں میں بھی زکوٰۃ فرض ہے شوافع کے ہاں نہیں، لہذا ہمارے ہاں اس جواب کا مقصد یہ ہے کہ گھوڑے میں
علاوہ زکوٰۃ کے اور بھی پابندیاں ہیں جو آگے مذکور ہیں لینے ان میں فقط زکوٰۃ کا سوال نہ کرو بلکہ غیر سائر لینے گھر کھانے والا گھوڑا سواری کے لئے
بھی ہو جس میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی اس کا بھی یہ حکم ہے، اگر گھوڑے میں زکوٰۃ فرض نہ ہوتی، تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم فجر گدھوں کی طرح
یہاں بھی فرمادیتے کہ ان کے متعلق مجھ پر کوئی خاص حکم نہیں آیا۔ لہذا اس حدیث سے شوافع یہ دلیل نہیں پکڑ سکتے کہ گھوڑے میں زکوٰۃ نہیں،
حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ جواب بطریق حکیمانہ ہے، جیسے صحابہ کرام نے سوال کیا تھا کہ ہم کیا خیرات کریں تو رب تعالیٰ نے جواب دیا فلاں
فلاں بگو خیرات کرو (قرآن کریم) لینے جواب سوال کے مطابق نہیں بلکہ سائل کے حال کے مطابق ہے لہ لینے پالتو گھوڑا جو تجارت کے لئے
نہ ہر وہ کسی کے لئے ثواب کا باعث ہے کسی کے لئے عذاب کا اور کسی کے لئے نہ ثواب نہ عذاب یا ایک ہی گھوڑا ایک ہی شخص کے لئے اس کی نیت کے

وَأَمَّا الَّتِي هِيَ لَهُ سِتْرٌ فَرَجُلٌ رَبَطَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ لِأَهْلِ الْإِسْلَامِ ثُمَّ لَمْ
يَنْسَ حَقَّ اللَّهِ فِي ظُهُورِهَا وَلَا رِقَابِهَا فَرَىٰ لَهُ سِتْرٌ وَأَمَّا الَّتِي هِيَ لَهُ أَجْرٌ فَرَجُلٌ رَبَطَهَا
فِي سَبِيلِ اللَّهِ لِأَهْلِ الْإِسْلَامِ فِي مَرْجٍ وَرَوْضَةٍ فَمَا أَكَلَتْ مِنْ ذَلِكَ الْمَرْجِ أَوْ الرَّوْضَةِ
مِنْ شَيْءٍ إِلَّا كُتِبَ لَهُ عَدَدُ مَا أَكَلَتْ حَسَنَاتٌ وَكُتِبَ لَهُ عَدَدُ أَوْثَارِهَا وَأَبْوَالُهَا حَسَنَاتٌ

گناہ ہے لہ اور جس کے لئے گھوڑا پروہ ہے وہ وہ شخص ہے جو اللہ کی راہ میں مسلمانوں کے لئے گھوڑا باندھے لہ پھر اس کی پیٹھ میں
اللہ کا حق بھجوائے لہ نہ ان کی گردنوں میں لہ وہ گھوڑے اس کا پروہ ہیں لہ لیکن وہ گھوڑے جو اس کے لئے ثواب
ہیں وہ وہ شخص ہے جو اللہ کی راہ میں مسلمانوں کے لئے کسی چر آگاہ یا باغ میں باندھے لہ تو وہ گھوڑے اس چر آگاہ یا باغ میں کچھ نہیں
کھاتے مگر جس قدر کھاتے ہیں اسی قدر اس کے حق میں نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور ان کے لیدہ پشیاب کے برابر نیکیاں لکھی جاتی ہیں لہ

اعتبار سے کبھی ثواب ہے کبھی عذاب اور کبھی کچھ نہیں، جیسی نیت دیا پھل یہ ہی حکم عمارتیں بنانے اعلیٰ اباس پیٹنے کا ہے ۔

لہ یعنی جو گھوڑا اس نیت سے رکھے کہ لوگوں پر میری بڑائی ظاہر ہو، دوسرے مسلمان میرے سامنے ذلیل و خوار نظر آئیں، اور اگر کسی مسلمان سے میری
بڑائی ہو جائے، تو اس گھوڑے پر سوار ہو کر اس کے غلات جنگ کروں، چوری دیکھتی اسی کے ذریعہ کروں، جیسا کہ عام غمبار، چوہدری اور چور ڈاکو گھوڑے
اسی لئے رکھتے ہیں، ان کے لئے گھوڑا رکھنا سخت عذاب کا باعث ہے نہ لہ یہاں اللہ کی راہ سے مراد جہاد نہیں، یہ تو تیسری قسم میں آئیگا بلکہ
اللہ کی راہ سے مراد اپنی دینا دی ضرورتیں پوری کرنا ہے، کیونکہ مسلمان کا دنیا کا بھی سبیل اللہ ہے یا تجارت کیلئے پانا مراد ہے کہ تجارت بھی
سبیل اللہ ہے، دوسرے معنی زیادہ ظاہر ہیں لہ اس طرح کہ ضرورت کے وقت کسی مسلمان بھائی کو چند روز کے لئے عاریتہ گھوڑا دیدے
جس سے وہ اپنا کام نکال لے، یا کسی کی گھوڑی پر اپنا گھوڑا اہل معاوضہ بھجورے کہ اس میں مسلمان بھائی کا کام نکانا ہے خیال ہے کہ
زگھوڑے، بیل، بھینسے اور بکے کا اجرت لے کر مادہ پر چھوڑنا منع ہے، وہ اجرت ناجائز ہے جیسا کہ آئندہ آئیگا نہ لہ گھوڑے کی پیٹھ کا حق
تو وہ تھا جو اوپر ذکر ہوا، اس کی گردن کا حق یہ ہے کہ اگر تجارت کے لئے ہو تو اس کی قیمت میں چالیسواں حصہ زکوٰۃ دے فی سیکڑہ ڈھائی روپے
یہ جلالہام ابو حنیفہ کی دلیل ہے کہ سائے اور تجارتی گھوڑے میں زکوٰۃ ہے جسے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑے کی گردن کا حق فرمایا، دوسرے
سقوط تو اس کی پیٹھ کے حق میں آگئے تھے، وہ جو حدیث شریف میں ہے کہ مومن پر اس کے گھوڑے اور غلام میں مدد نہیں دیاں گھوڑے سے مراد یا تو
غازی کا گھوڑا ہے یا وہ گھوڑا جو گھر میں گھاس چارہ کھاتا ہو، اس مسئلہ کی پوری تحقیق لمعات شرح مشکوٰۃ میں ملاحظہ کریں: خیال ہے کہ صرف گھوڑوں
یا صرف گھوڑیوں میں زکوٰۃ نہیں بلکہ غلوٹ میں زکوٰۃ ہے کہ یا تو ہر گھوڑے سے ایک دینار اور اگر فی ایدے یا اس کی قیمت لگا کر ہر ستاون روپے
سے چالیسواں حصہ زکوٰۃ نکال دے۔ چنانچہ حضرت عمر نے عبیدہ رضی اللہ عنہما کو جو خط لکھا تھا، اس میں یہ تھا کہ گھوڑے والوں کو یہ اختیار دور
بذریعہ کفایہ وغیرہ) لہ یعنی آج اس کے اور لوگوں کی حاجت کے درمیان پروہ میں کل قیامت میں اس کے اور آگ کے درمیان پروہ ہونے
یہ کمر دونوں کو شامل ہے نہ لہ یعنی جہاد کی نیت سے بغرض ثواب گھوڑا پالے، چونکہ جہاد کا نفع مسلمانوں کو پہنچتا ہے اس لئے لہ اہل الاسلام بھی فرمایا

وَلَا تَقْطَعُ طَوْلَهَا فَاسْتَنْتَ شَرَفًا وَشَرَفَيْنِ إِلَّا كَتَبَ اللَّهُ لَهُ عَدَدًا ثَارَهَا وَارَوَاتِهَا
حَسَنَاتٍ وَلَا مَرِيهَا صَاحِبًا عَالِيًا نَهْدَ فَرَسَتْ مِنْهُ وَلَا يُرِيدُ أَنْ يَسْقِيَهَا إِلَّا كَتَبَ اللَّهُ
لَهُ عَدَدًا مَاشَرَتْ حَسَنَاتٍ قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَالْحَمْدُ قَالَ مَا أُنْزِلَ عَلَيَّ فِي الْحَمْدِ شَيْءٌ
إِلَّا هَذِهِ الْآيَةُ الْفَازَةُ الْجَامِعَةُ فَمَنْ يَجْعَلُ مُثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ وَمَنْ يَجْعَلْ مُثْقَالَ
ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ

اور ایسا نہیں ہوتا کہ وہ گھوڑے اپنی رسی توڑ کر ایک ڈٹیلوں پر چڑھ جائیں مگر اللہ ان کے نشان قدم اور لید کی بقدر
نیکیاں لکھتا ہے لے اور انکا مالک انہیں لیکر کسی نہر نہیں گذرتا جس سے وہ کچھ پی لیں حالانکہ مالک پلانے کا ارادہ بھی نہ کرتا ہو
مگر اللہ انکے پینے کی بقدر نیکیاں لکھتا ہے عرض کیا گیا یا رسول اللہ تو گدھے فرمایا گدھوں کے متعلق اس جامع آیت کے
سوا کچھ حکم نازل نہ ہوا جو ذرہ بھر نیکی کر گیا اسے دیکھے گا اور جو ذرہ بھر برائی کر گیا وہ دیکھے گا لے (مسلم) روایت ہے
انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جسے

گیا، اس سے معلوم ہوا کہ عبادات میں بندگان خدا کی خدمت کی نیت کرنا عبادت کو ناقص نہیں کرتا بلکہ اسے کامل ترک دیتا ہے جیسا کہ قرآن کریم کی صریح
آیت سے ثابت ہے: عَوْنِي فِي مَرْجِ اس وسیع میدان کو کہتے ہیں جس میں گھاس چارہ وغیرہ بکثرت ہو: کہے کیونکہ اس کھلنے اور پیشاب و لید
وغیرہ سے ان گھوڑوں کی بقا ہے اور جیسے نیکی کے اسباب جمع کرنا عبادت ہے ایسے ہی ان کی حفاظت بھی عبادت ہے: نیز یہ چارہ و گھاس
مالک نے اپنے مال سے کھلایا اور یہ لید پیشاب اس چارہ سے بنا، معلوم ہوا کہ نیکی متغیر ہونے کے بعد بھی نیکی ہی رہتی ہے:

لے یہ گھوڑے کیل سے بندھے ہوئے جو حرکت کریں یا کھائیں پیئیں، وہ تو اس مالک کے لئے نیکیاں ہیں ہی، اگر مالک کے بغیر ارادہ رستی کو کوڑا
کر بھاگ جائیں اور اس حالت میں زمین پر ان کے قدم پڑیں یا وہ لید پیشاب کریں تب بھی مالک کو ثواب ہے، خیال رہے کہ ثواب کے لئے
اگرچہ نیت ضروری ہے مگر ہر آن نئی نیت لازم نہیں، مسجد بنانے والا بھی جائے تو اسے قبر میں ثواب پہنچتا رہتا ہے، بناتے وقت کی نیت قیامت
تک کام آتی ہے، لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ، خیال رہے کہ لید و پیشاب کا ذکر فرمانے میں
اس جانب اشارہ ہے کہ جب آلہ جہاد یعنی گھوڑوں کی گندی چیزیں بھی ثواب میں شامل ہو جاتی ہیں تو اصل گھوڑے کا کیا ہو چھنا اور پھر
مالک کے درجہ کا کیا کتنا، گھوڑا صرف مثال کے لئے ہے، اب گولی بارود، بندوق، توپ، ہوائی جہاز اور راکٹ جو جہاد کے لئے ہوں
سب کا یہی حکم ہے: لے یعنی یہ سب کام کرتا ہے، گھوڑا اور نیکیاں پاتا ہے اس کا مالک، اگرچہ مالک نے ارادہ بھی نہ کیا ہو اس
کی وجہ ابھی بیان ہو چکی: لے یعنی گدھوں میں زکوٰۃ واجب نہیں بلکہ ایک قاعدہ کلیہ کے ماتحت ان میں ثواب ہے کہ اگر گدھے، خچر
وغیرہ نیک نیتی سے پالے گئے تو ان میں ثواب ہے، اور اگر بد نیتی سے پالے گئے تو عذاب، اور اگر دنیوی کاروبار کے لئے ہیں تو نہ ثواب
نہ عذاب، چونکہ اس آیت کے الفاظ گھوڑے ہیں اور معنائیں واحکام بہت زیادہ، اس لئے اسے جامع فرمایا گیا اور چونکہ اس مضمون کی یہ

أَتَاكَ اللَّهُ مَالًا فَلَمْ تُزِدْ زَكَاةً مِثْلَ لَهْ مَالَهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ شُجَاعًا أَقْرَعًا زَيْبَتَانِ
يَطْوِقُهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ ثُمَّ يَأْخُذُ بِأُذُنَيْهِ يَعْنِي شِدْقَيْهِ ثُمَّ يَقُولُ أَنَا مَالُكَ أَنَا كُتْرُكَ
ثُمَّ تَلَاوُا بِجَسَبَيْنِ الَّذِينَ يَجْلُونَ الْآيَةَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ رَجُلٍ يَكُونُ لَهُ إِبِلٌ أَوْ بَقَرٌ أَوْ غَنَمٌ لَا يُؤَدِّي حَقَّهَا إِلَّا أَتَى
بِهَا يَوْمَ الْقِيَمَةِ أَعْظَمَ مَا يَكُونُ وَأَسْمَنُ تَطَاكُ بِأَخْفَاءِهَا وَسَتْخَنٌ بِقَمُودِهَا كُلُّمَا جَازَتْ

الشر مال دے لے پھر وہ اس کی زکوٰۃ نہ دے تو اس کا مال قیامت کے دن اس کے سلفے گئے سانپ کی شکل میں ہوگا جس کے دو
گیسو ہونگے لے قیامت میں اس کا طوق ہوگا پھر اس کے دونوں جڑے پڑے گا پھر کے کا میں تیرا مال ہوں میں تیرا خزانہ ہوں پھر حمزہ
انور نے یہ آیت تلاوت کی جو بھل کرتے ہیں آلا یہ لے (بخاری) روایت ہے حضرت ابو ذر سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے
ہیں ایسا کوئی شخص نہیں جس کے پاس اونت یا گائے یا بکریاں ہوں جن کا حق ادا نہ کرتا ہو لے مگر وہ جانور قیامت کے دن اتنے بڑے
اور موٹے جتنے ہو سکتے ہیں کر کے لائے جائیں گے وہ اپنے کھروں سے اسے روندیں گے اور اپنے سینگ گھونپیں گے جب

ایک ہی بے مثال آیت ہے۔ اس لئے اسے فائزہ فرمایا گیا، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گھوڑوں میں زکوٰۃ ہے، گدھوں اور خچروں میں نہیں جیسا کہ دیوبند
کیا گیا، ہاں اگر گدھے و خچر تجارتی ہیں، تو ان میں زکوٰۃ تجارت ہوگی نہ لے وہ مال جس میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اور لے بھی بقدر نصاب جس
میں وجوب زکوٰۃ کی ساری شرطیں موجود ہوں جیسا کہ لکھے مضمون سے واضح ہے، لہذا اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر مال پر زکوٰۃ واجب ہو، لے جب پتے نہ رہے
سانپ کی عمر زیادہ ہو جاتی ہے تو اس کے کھن پر قدرتی بال جم جاتے ہیں اور جب بہت زیادہ عمر ہوتی ہے تو اس کا زہر اتنا تیز ہو جاتا ہے کہ اس کی گرمی اور خشکی
سے اس کے یہ بال جھڑ جاتے ہیں اسے ارد و زبان میں گنجا سانپ کہتے ہیں اور عربی میں شجاع اقرع، ان میں خبیث ترین وہ ہوتا ہے جس کی آنکھوں پر دو کانے داغ
ہوتے ہیں، اس کے زہر کا یہ عالم ہوتا ہے کہ اس کی سانس سے گھاس جل جاتی ہے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ بے زکوٰۃ مال قیامت کے دن اس
سانپ کی شکل کا ہوگا، چونکہ یہ بخیل بھی اپنے مال پر سانپ کی طرح بیٹھ گیا تھا کہ کوئی سزبیل اس کے مال کی ہوا بھی نہ پاسکتا تھا اس لئے آج وہ مال اس کے سانپ
بن گیا، حدیث بالکل اپنے ظاہر پر ہے اس میں کسی تاویل کی ضرورت نہیں دنیا میں بھی مال بشکل سانپ خواب میں نظر آتا ہے، بعض لوگ جب مایا دفن کرتے ہیں تو
اس میں پرانے کا سانپ بنا کر بٹھا دیتے ہیں شہور یہ ہے کہ پھر اس میں قدرتی جان پڑ جاتی ہے۔ لے قیامت کے مختلف مقامات میں ادا نہ کے مختلف حالات، کبھی بخیل کا سونا
چاندی اور سارا مال اس کے گلے کا سانپ ہوگا اور کبھی اس کا سونا چاندی آگ میں تپا یا جاتا ہے جس سے اس کے پہلو اور پیشانی داغے جائیں گے یا بعض مال سانپ
بنے گا اور بعض سے داغ لگے گا لہذا یہ حدیث اور مذکورہ آیت شریف داغ والی احادیث اور آیات کے خلاف نہیں پتہ چلا رہے کہ یہ سانپ
اس کے جڑے چبا لیا گیا اور اس میں اپنے زہر کا میکہ دے گا جس سے اس بخیل کو تکلیف سخت ہوگی مگر جان نہ نکلے گی نہ لے یہاں حق سے
مراد شریعت کا حق فرضی ہے یعنی زکوٰۃ، کیونکہ نفلی حق کے ترک پر عذاب نہیں ہوتا، جو کبھی بھی زکوٰۃ ادا نہ کرے اس کی بھی یہی سزا ہے اور گنڈے دار

خُرَّارَاتٌ عَلَيْهِ أَوْلَاهَا حَتَّى يَقْضَى بَيْنَ النَّاسِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ جُرَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَنْتَ الْمَصْدَقُ فَلْيَصُدَّ عَنْكَ وَهُوَ عَنْكَ رَاضٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَنْتَاهُ قَوْمٌ بِصَدَقَةٍ قَالَ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى آلِ فُلَانٍ فَإِنَّهُ يُؤْصَدُّ قَتَبُهُ

بھی آخری گزر جائے گا تو پہلا ٹوٹا یا چاہیے گا سچے لوگوں کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے گا (بخاری و مسلم) روایت ہے حضرت جریر بن عبد اللہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تمہارے پاس صدقہ وصول کرنے والا آئے تھے تو وہ تم سے راضی ہو کر لوٹے تھے (مسلم) روایت ہے حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی سے کہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جب کوئی قوم اپنا صدقہ لاتی تھی تو آپ فرماتے اے اللہ! فلاں کی اولاد پر رحمتیں نازل کر لے میرے والد اپنا صدقہ لائے

زکوٰۃ دینا ہو کر کبھی دی کبھی نہ دی یا پوری نہ نکالی، اس کی بھی یہی سزا کیونکہ یہاں لایوڈی مطلق ہے نہ اس کی سزا پہلے گندھکی، یہاں اتنا آدرا سمجھ لو کہ یہ وہی دنیا کے جانور ہونگے مگر جو بڑے تھے وہ موٹے ہو کر جو بے سینگ تھے وہ سینگ والے ہو کر اس سخیل پر صدمہ ہونگے اور سخیل کو یہ عذاب دور ان حساب میں ہو گا کہ لوگ حساب دے رہے ہونگے اور یہ بڑا ہوا کچلا جبار ہو گا دوزخ کا عذاب اگر ہو تو اس کے علاوہ ہو گا اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ قیامت میں جن و انس کی طرح جانور بھی زندہ کئے جائیں گے مگر دوزخ یا جنت میں بھیجے گئے ہوں گے کیونکہ دوزخ صرف جن و انس کیلئے ہے اور جنت صرف انسانوں کیلئے بلکہ آپس میں ایک دوسرے کا بدلہ دینے کے لئے فاسق مافکوں کو سزا دیئے اور متقی مالکوں کی خدمت کرنے کے لئے حدیث شریف میں ہے کہ قربانی کا جانور مالک کی سواری ہو کر اسے پھر اڑے اتارے گا اس کے بعد یہ جانور مٹی کر دیئے جائیں گے دوسرے یہ کہ اگر ایک جانور چند شخصوں کی ملکیت میں رہا تھا اور وہ سب سخیل تھے تو ان تمام مالکوں کو اپنے قدحوں روئیں گے اور اگر کوئی جانور پہلے سخیل کی ملکیت میں رہا پھر دوسرے مالک کے پاس قربانی میں ذبح ہوا تو سخیل کو روئیں گے اور اس کے بعد قربانی والے کی سواری بنے گا ۲ مال ظاہری دینے جانور اور پیداوار کی زکوٰۃ سلطان اسلام وصول کرتے اور اسے صحیح معنی پر خرچ کرتے تھے، یہ زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے بہت آدمی ملازم رکھے جاتے تھے انہیں مصدق بھی کہتے تھے اور عامل بھی، سرکار فرماتے ہیں کہ ہمارا یہاں بعد اسلامی عادل بادشاہوں کا زکوٰۃ وصول کرنے والا آدمی تمہارے پاس آئے ۳ اس طرح کہ تم اس سے خندہ پیشانی سے ملو اور سارا ظاہری مال اسے دکھا دو تاکہ وہ آسانی سے حساب کر کے زکوٰۃ وصول کرے اسے دیکھ کر غمگین نہ ہو، مال چھپانے کی کوشش نہ کرو مال مٹول سے کام نہ لو، بلکہ باطنی مال لینے سونے چاندی وغیرہ کی زکوٰۃ بھی خوش دلی سے دی جائے اور مسکین کو خوش کر کے دی جائے۔ خدا کا شکر کیا جائے کہ اس نے ہمیں دینے کے قابل کیا نہ کہ لینے کے ۴ یہ دونوں باپ بیٹے صحابی ہیں اور یہ عبد اللہ کو فہ کے آخر صحابی ہیں جنہوں نے وہاں وفات پائی (اشعری) ۵ ظاہر یہ ہے کہ یہاں صدقہ سے مراد سونے چاندی وغیرہ باطنی مالوں کی زکوٰۃ ہے کیونکہ ظاہری مالوں کی زکوٰۃ تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا حامل جا کر خود ان کے گھروں سے لاتا تھا، صحابہ کرام کی عقیدت یہ تھی کہ ہمارے صدقات حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دست

۱۷ حضرت عبداللہ فرخ پر خدا کا شکر ادا کر رہے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں ہمیں اور ہمارے والد کو بھی مل چکی ہیں بعض نے فرمایا کہ یہاں لفظ آل زائد ہے مگر حق یہ ہے کہ آل اپنے معنی میں ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم صرف ان لوگوں ہی کو کہیں بلکہ ان کے بال بچوں سائے گھر والوں کو بھی دعائیں دیتے تھے ۱۸ مصنفؒ نے فصل صحابہ میں فرمایا کہ ابن جمیل کا ذکر صرف کتاب الزکوٰۃ میں آیا اس کے نام کا پتہ نہیں: فتح الباری میں ہے کہ اس کا نام عبداللہ بن جراح تھا یہی بنو زبیاوی تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مالدار کی دعا کرائی پھر مالدار ہو کر منافق ہو گیا اور زکوٰۃ کا انکار کرنے لگا اسی بابے میں یہ آیت کریمہ آئی وَهُمْ مَكُوتٌ عَاهَدَ اللَّهُ لَهُمْ اِنْ اَنَامُوا مِنْهُمْ فَاَنَّهُمْ فَاِذَا نَامُوا فَزَنُوزُهُمْ كَثُرَ ثُمَّ اخَذَ الْمُذَبِّحُونَ مِنْ قِبَلِ الْمَذْبَاحِ شَوَاحِدَ وَزَنُوزُهُمْ حَبَآءُ الْحَرِّ يَصِيحُونَ

أَدْرَاعَهُ وَأَعْتَدَهُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَأَمَّا الْعَبَّاسُ فَرَمَىٰ عَلَىٰ وَثْلِكَ بِمَا مَعَهَا ثُمَّ قَالَ يَا عُمَرُ
أَمَا شَعُرْتَ أَنَّ عَمَّ الرَّجُلِ صِنُو أَبِيهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ أَبِي حَمِيدٍ السَّاعِدِيِّ
قَالَ اسْتَعْلَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا مِنَ الْأَرْذِقَالِ لَهُ ابْنُ اللَّتْبِيَةِ عَلَى
الصَّدَاقَةِ فَلَمَّا قَدِمَ قَالَ هَذَا الْكُمُ وَهَذَا الْهُدَىٰ فَخَطَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

اشر کی راہ میں وقف کر دیں اے ربے عباس تو ان کی زکوٰۃ ساتھ میں اتنی اور میرے ذمہ ہے اے پھر فرمایا اے عمرہ کیا تمہیں خبر نہیں
کہ انسان کا چچا اُس کے باپ کے برابر ہوتا ہے اے مسلم بخاری اپنی ولایت ہے حضرت ابو حمید ساعدی سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ از د کے ایک شخص کو جنس ابن لبتیہ کا جاتا تھا مقدمہ پر عامل بنایا کہ جب وہ واپس ہوئے تو بوسے یہ
تمہارا ہے اور یہ مجھے ہدیہ دیا گیا ظہ تب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا

معدوری سے اس سے معلوم ہوا کہ حاکم یا استاد سے رعایا یا شاگردوں کی پس پشت شکایت کرنا جائز ہے یہ غیبت نہیں بلکہ اصلاح ہے اے یسے جلیل
کا زکوٰۃ نہ دینا محض کفرانِ نعمت کی بنا پر ہے کسی مجبوری سے نہیں اس سے دوسرے معلوم ہوئے ایک یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے دلوں کا حال
جانتے ہیں، دیکھو یہاں بظاہر تینوں صاحبوں سے ایک فعل واقع ہوا مگر کلامت صرف ایک پر کی گئی جس کے دل میں کھوٹ تھا، دوسرے یہ کہ یہ کہہ سکتے
ہیں اشر رسول غنی کرتے ہیں اشر رسول دونوں جہان کی نعمتیں بخشتے ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے اَغْنِيْهُمْ اللَّهُ وَرَسُولُهُ مِنْ فَضْلِهِ اور فرماتا ہے
اَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَاَنْجَحْتُمْ عَلَيْهِ شُرَكَائِهِ وَالْآيَاتِ وَاَحَادِيثِ میں غور کریں اے یسے خالد اتنے سخی ہیں کہ انہوں نے نفلی طور پر اپنا سامان
جنگ تک وقف کر دیا ہے، تو کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ زکوٰۃ فرضی ادا نہ کریں، ان پر زکوٰۃ فرض ہوگی ہی نہیں تم نے غلطی سے ان سے مطالبہ کیا، یا یہ مطلب ہے کہ ان
نے اپنا سب کچھ دے کر سامان جنگ بھی وقف کر دیا اور مال وقف میں زکوٰۃ نہیں ہوتی، لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں ہو سکتا کچھ وقف کر دینے سے نصاب کی زکوٰۃ کیسے
معاف ہو گئی، اس جملے سے معلوم ہوا کہ منقول چیزوں کا وقف مطلقاً جائز ہے یہی اہم لفظ کا قول ہے شیخین کے نزدیک منقول چیز غیر منقول کے تابع ہو کر وقف
ہو سکتی ہے، یہ بھی معلوم ہوا کہ وقف کا موقوف کو اپنے قبضہ میں رکھنا درست ہے جیسے بعض واقفین اپنی زندگی بھر تولیت اپنے لئے مقرر کر لیتے ہیں ۲۔ اس
جملے کی تفسیر میں بہت قول ہیں بعض نے فرمایا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے دو سال کی زکوٰۃ پیشگی وصول فرما چکے تھے، بعض
نے فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم ان سے وصول کر لیں گے ہم اس کے ضامن ہیں مگر یہ تفسیر لگے جملہ کے موافق نہیں، ظاہر یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم
ان کی زکوٰۃ اپنے ذمہ لے لی اور فرمایا ان سے مت مانگنا ان کی زکوٰۃ ہی نہیں بلکہ اس کے ساتھ اتنا ہی صدقہ نفلی ان کی طرف سے ہم ادا کریں گے، اس سے معلوم
ہوا کہ مالی عبادتوں میں نیابت جائز ہے یعنی ایک دوسرے کی طرف سے ادا کر سکتے ہیں حضرت عباس حضور علیہ السلام کے لسانات کے پیچے ہی عادی تھے انہیں خبر تھی
کہ حضور انور میری زکوٰۃ ادا کر دیں گے ۳۔ لہذا حضرت عباس جو میرے چچا ہیں وہ میرے والد حضرت عبداللہ کی مثل ہیں اس لئے مجھ پر ان کی خدمت لازم ہے
ان کی زکوٰۃ ادا کرنا یہ بھی ان کی خدمت ہے، اور اے عمر تم ان پر نہ تقاضا کرنا نہ ملاعت بلکہ میرے اس رشتہ کی وجہ سے ان کا ہمیشہ ادب کرنا اور ترقی دینا

وَسَلَّمَ فَحَدَّثَ اللَّهُ وَأَتْنَىٰ عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ فَإِنِّي أَسْتَعِيزُ بِرِجَالِ أَمْرِكُمْ عَلَىٰ أُمُورِي
مِمَّا وَلَا يَحْيِي اللَّهُ فَيَأْتِي أَحَدُهُمْ فَيَقُولُ هَذَا لَكُمْ وَهَذِهِ هَدَايَةُ أَهْدَيْتُ لِي قَهْلًا
جَلَسَ فِي بَيْتِ أَبِيهِ أَوْ بَيْتِ أُمِّهِ فَيَنْظُرُ أَهْدَىٰ لَهُ أَمْرًا وَالَّذِي لَفْسِي بِيَدِهِ لَا يَأْخُذُ
أَحَدًا مِنْهُ شَيْئًا إِلَّا جَاءَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ يُجْلِدُ عَلَىٰ رَقَبَتِهِ إِنْ كَانَ بَعِيدًا رِغَاءً أَوْ بَقْرَةً
خَوَارًا أَوْ شَاةً يَتَعَرَّثُ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّىٰ رَأَيْنَا عَفْرَةَ ابْطِيَهُ ثُمَّ قَالَ اللَّهُمَّ هَلْ بَلَغَتْ

انشرکی حمد و ثنا کی پھر فرمایا حمد و ثنا کے بعد سنو کہ ہم تم میں سے بعض کو ان چیزوں پر عامل بناتے ہیں جن کا اللہ نے ہمیں والی بنایا
لے تو ان میں سے بعض انکرکتے ہیں کہ یہ تمہارا ہے اور میرے مجھے ہدیہ نذرانہ دیا گیا تو وہ اپنے آبا ماں کے گھر کیوں نہ بیٹھ کر ہا پھر دیکھا کہ اسے
نذرانہ ملتا ہے یا نہیں لے اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ کوئی شخص اس میں سے کچھ نہ لے گا مگر قیامت کے دن اسے اپنی
گردن پر لٹا کے لایکا لے گا اگر اونٹ ہے تو وہ بلبلا تا ہو گا یا لگائے ہے تو وہ جینختی ہو گی یا بکری کہ میا تی ہو گی لے پھر حضور نے
اپنے ہاتھ اٹھائے تھے کہ ہم نے حضور کی بغلوں کی سفیدی دیکھی پھر عرض کیا الہی کیا میں نے تبلیغ کر دی

خیال رہے کہ ضیو ایک جز کے دودھ خنوں کو کہتے ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے ضیوَانٌ وَغَيْرُ ضیوَانٍ، چونکہ حچا اور والدہ دادا کی اولاد ہوتے ہیں اس
لئے اس اَصْحَمُ الْفَصْحَاءُ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ضیو فرمایا لے ان صاحب کا نام عبداللہ ہے قبیلہ بنی لثب کے ہیں جو قحطان کا مشہور قبیلہ ہے
(مرقات و لمعات) ۱۵ یعنی ان کے پاس وصول کردہ زکوٰۃ سے زیادہ مال تھا جو زکوٰۃ دینے والوں نے انہیں بطور ہدیہ علاوہ زکوٰۃ دیا تھا، بیان صحابی کی
انتہائی دیانتداری ہے کہ اس ہدیہ کو گھر نہ رکھے گئے سب کچھ بارگاہ شریف میں پیش کر دیا اور اصل واقعہ بیان کر دیا ۲۰

۱۵ یعنی متقات زکوٰۃ وصول کرنا ہمارے ذمہ ہے تم لوگ ہمارے نائب ہو کر جاتے ہو اور ہمیں تو صدقہ دینے والوں ہدیہ لینا منع ہے تو تمہیں کیوں جائز ہو گا
۲۰ یعنی یہ نذرانہ نہیں ہے بلکہ رشوت ہے کہ اس کے ذریعہ صاحب نصاب آئندہ اصل زکوٰۃ سے کچھ کم کرنے کی کوشش کریں گے، نیز جب اسے کام کی اجازت ہوئی
ہم مینے ہیں تو یہ ہدیہ کیا چیز ہے، فقہاء فرماتے ہیں کہ حکام کے نذرانے اور عوام و عورتیں رشوت ہیں، ہاں حاکم عام دعوت ولیمہ وغیرہ کھا سکتا ہے، نیز
جو نذرانے، ہدیہ اور ڈالیاں اس کے حاکم بننے کے بعد شروع ہوں وہ سب رشوتیں ہیں، ہاں جن لوگوں کے ساتھ اس کا پہلے ہی سے لین دین ہوا وہ اس کے
معزول ہونے کے بعد بھی وہی لین دین رہے وہ رشوت نہیں، جیسے عزیزوں اور قدیمی احباب کی موت کے بعد بھی دیگران مسائل کی اصل یہ حدیث سے ۲۳
یعنی جو عامل زکوٰۃ میں چوری یا خیانت کئے یا زکوٰۃ دینے والوں سے رشوت وصول کرے اسے رشوت بالواسطہ یا بلا واسطہ جس طرح بھی خفیہ یا علانیہ کچھ لے
لفظ ضیو ان سب کو شامل ہے مرقات اسے رشوت یہاں زکوٰۃ کی چوری ہی مراد نہیں کیونکہ ان صاحب نے کوئی چوری نہ کی تھی خیال ہے کہ یہاں تو گردن
کے اٹھانے کا ذکر ہے مگر قرآن شریف میں بیٹھوں پر لادنے کا ارشاد ہوا وَهُمْ يَحْمِلُونَ أَوْزَارَهُمْ عَلَىٰ ظُهُورِهِمْ کیونکہ آیت میں کفار کا ذکر
ہے اور یہاں گنہگار مسلمان کا چونکہ کفار کے گناہ زیادہ اور بھاری ہونگے اس لئے وہ پیٹھوں پر لادینگے اور مسلمان گنہگار کے گناہ ان سے کم اور

اللَّهُمَّ هَلْ بَلَغَتْ مُتَّفَقٌ عَلَيْكَ قَالَ الْخَطَّابِيُّ وَفِي قَوْلِهِ هَلْ اجْلَسَ فِي بَيْتِ أُمِّهِ أَوْ
 أَبِيهِ فَيَنْظُرُ أَيُّهُمَا إِلَيْهِ أَمْ لَا دَلِيلٌ عَلَى أَنَّ كُلَّ امْرِئٍ يَتَذَرُّ بِإِلْحَظِّهِ قَوْمًا مَحْظُورًا
 وَكُلُّ دَلِيلٍ فِي الْعُقُودِ يَنْظُرُ هَلْ يَكُونُ حُكْمُهُ عِنْدَ الْإِنْفِرَادِ كَحُكْمِهِ عِنْدَ الْإِقْتِرَانِ
 أَمْ لَا هَكَذَا فِي تَرْجُومَةِ السُّنَنِ وَعَنْ عَبْدِ بْنِ عُمَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى

اے مولیٰ کیا میں نے تبلیغ کر دی ہے کہ مسلم بخاری انخطابی نے فرمایا کہ حضور انور کے اس فرمان میں کہ وہ اپنی ماں کے گھر یا باپ کے گھر
 میں کیوں نہ بیٹھ رہا کہ دیکھتا کیا اسے ہدیہ دیا جاتا ہے یا نہیں اس کی دلیل ہے کہ جسے ممنوع کام کا ذریعہ بنایا جائے وہ بھی ممنوع ہے لہ
 اور جو چیز عقدوں میں داخل ہو اس میں خود کیا جائے کہ آیا اس کا علیحدہ حکم دوسرے ملنے کے حکم کی طرح ہے یا نہیں لہ شرح
 سنن میں یوں ہی ہے۔ روایت ہے حضرت عدی بن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم ہوں گے، اس نے گردن پر اٹھائیں گے، یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ بیٹھ کی انتہا گردن ہے، لہذا گردن پر اٹھانا گویا بیٹھ پر ہی اٹھانا ہے مگر پہلی بات زیادہ
 قوی ہے ۴۷ یعنی اگر خیانت یا رشوت اور من گھڑے بکری یا کوئی اور جانور بھی لیا ہو گا، تو اسے بھی اپنی گردن پر اٹھائے پھر گاہ بوجھ سے دبے گا بھی اور دن
 آوازوں کی وجہ سے سانس میں بدنام بھی ہو گا، معلوم ہوا کہ نیکیوں پر قیامت میں انسان سوار ہو گا، اور بدیوں پر انسان سوار ہوں گی، خیال ہے کہ اللہ
 تعالیٰ قیامت میں مسلمانوں کو سخی گناہ نہ کھوے گا ستاری فرمائے گا، مگر جو بے غیرت دنیا میں علانیہ گناہ کریں، اور ان پر فخر بھی کریں وہ ضرور کھلیں گے، لہذا
 یہ حدیث عیب پوشی کی احادیث خلاف نہیں: لہ سبحان اللہ کیا پاکیزہ عرض و معروض ہے، رب تعالیٰ سے کہہ رہے ہیں، بندوں کو سنا رہے ہیں کہ میں اپنے
 فرض تبلیغ سے فارغ ہو چکا، اب کسی مجرم کو یہ عذر نہ ہو گا کہ مجھے خبر نہ تھی، یا قیامت ہر مسلمان پر بقدر ضرورت دینی مسائل سیکھنا فرض ہیں اب کوئی خود نہ سیکھے
 اور بے خبر رہے تو اس کا اپنا قصور ہے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کوئی تاہی نہیں: لہ یعنی جو کام بذات خود تو اچھا ہو مگر اس کے ذریعہ
 سے حرام کا ارتکاب کیا جائے، تو یہ اچھا کام بھی حرام ہو جائے گا، کیونکہ عامل بن کر جانا یا حاکم بننا اچھا کام ہے لیکن اگر رشوتیں لینے کے لئے کیا جائے
 تو حرام ہو گا، جیسے کسی عزیز کو قرض دینا سبکی ہے، یا ضرورت کسی مقروض کی کوئی چیز رہن دے کر دی، لکھ لینا بھلا ہے، لیکن اگر قرض پر سود دیا جائے لکھ کر بھی مکان
 سے نفع لیا جائے، تو یہ قرض بھی حرام ہو جائے گا ۴۸ یعنی جو عقد علیحدہ مکرم ہو گا وہ حلال سے مل کر بھی حرام ہو گا، اور جو علیحدہ ہو کر حلال ہو گا، وہ حلال سے
 مل کر بھی حلال رہے گا، یہ قاعدہ ان لوگوں کے نزدیک ہے جو شرعی جیلے ناجائز کہتے ہیں، مگر ہمارے ہاں ضرورت شرعی جیلے جائز ہیں، لہذا ہمارے ہاں یہ قاعدہ
 کلیہ نہیں، ہماری دلیل وہ حدیث ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے روٹی کھجوریں زیادہ دے کر کھری کھجوریں کم لیں تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
 نے ارشاد فرمایا کہ یہ سود ہو گیا، تمہیں چاہئے تھا کہ یہ روٹی کھجوریں روپے کے عوض بیچتے، پھر اسی روپے کے عوض خریدار سے کھری کھجوریں لے لیتے
 دیکھو حرام سے بچنے کا یہ سبیل ہے، عز منکنا جائز عقد جائز عقد سے مل کر بھی تو خود جائز بن جاتا ہے اور کبھی جائز کر دیتا ہے، یہ قاعدہ خوب یاد
 رکھا جائے، ناپاک پانی پاک پانی میں مل کر بھی خود پاک ہو جاتا ہے جیسے تالاب میں ڈالا جائے، اور کبھی اسے بھی ناپاک کر دیتا ہے جیسے کنڈن میں

اللہ علیہ وسلم مَنْ اسْتَعْمَلَنَاهُ مِنْكُمْ عَلَى عَمَلٍ فَكُنَّا حِطًّا فَهُوَ فَتَوَقَّهْ كَانَ غُلُوًّا
يَأْتِي بِهِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ الْفَصْلُ الثَّانِي عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا
نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ وَالَّذِينَ يَكْتُمُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ كَبُرَ الذَّكْرُ عَلَى الْمُسْلِمِينَ
فَقَالَ عُمَرَانَا أَفْرِجْ عَنْكُمْ فَانْطَلَقَ فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللَّهِ إِنَّهُ كَبُرَ عَلَى أَصْحَابِكَ هَذِهِ
الْآيَةُ فَقَالَ إِنَّ اللَّهَ لَمْ يَقْرِضَ الزَّكَاةَ إِلَّا لِطَيْبٍ مَا بَقِيَ مِنْ أَمْوَالِكُمْ وَأَنَا فَرَضَ
أَمْوَالُكُمْ وَذَكَرُكُمْ لَتَكُونَنَّ لَكُمْ بَعْدَكُمْ فَقَالَ فَكَبُرَ عُمَرُ ثُمَّ قَالَ لَهُ لَا أُخْبِرُكَ

علیہ السلام نے کہ ہم تم میں سے جسے کسی کام پر عامل بنائیں پھر وہ ہم سے سوئی یا اس زیادہ چھپائے تو یہ بھی خیانت ہے وہ قیامت دن لایکالہ وسلم
تیسری فصل روایت ہے حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت اتری کہ جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے ہیں آلا یہ تو مسلمانوں پر بہت بھاری پڑا اللہ تعالیٰ
عمر بڑے کے شمار میں آئے گی تو کس کو کھانا ہوں گے آپ چھ عزم کیا یا نبی اللہ یہ آیت حضور کے صحابہ پر بھاری ہے حضور نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے
زکوٰۃ اس ہی لئے فرض فرمائی کہ تمہارے باقی ہوں کو پاک کر دے اور میرا میں اسی ہی لئے فرض فرمائی را اور کچھ کلام کیا تاکہ وہ پاک مال شمار
بعد والوں کا ہر وہ را دی فرماتے ہیں کہ حضرت عمر نے تکبیر کی تھ پھر حضور نے فرمایا کہ کیا میں

۱۔ یعنی خیانت چھوٹی ہو یا بڑی قیامت میں سزا اور سوائی کا باعث ہے خصوصاً جو خیانت زکوٰۃ وغیرہ میں کی جائے، کیونکہ یہ عبادت میں خیانت
ہے اور اس میں اللہ کا حق مارنا ہے اور فقیروں کو ان کے حق سے محروم کرنا، رب تعالیٰ فرماتا ہے وَمَنْ يَغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَمَةِ
خیال رہے کہ مافوقہ سے مراد یا سوئی سے کم چیز ہے یا سوئی سے زیادہ ۲۔ کیونکہ مسلمانوں نے کنسر کے لغوی معنی مراد لئے یعنی مطلقاً جمع
کرنا، اور یہ سمجھے کہ سونے چاندی کو جمع کرنا ہر حال حرام ہے اور قیامت کے دن داغ کا باعث ہے حالانکہ بغیر جمع کئے دینوی کاروبار نہیں چل سکتے
۳۔ یعنی آیت ظاہری معنی فراہم نہیں ہو سکتے، کیونکہ اسلام دینی دین ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین اور قرآن کریم میانہ روی سکھانے والی
کتاب، یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اس دین میں مال جمع کرنا مطلقاً حرام ہو جائے، پھر جہاد کیسے ہونے اور زکوٰۃ کس چیز کی دی جائے گی، ہماری سمجھ میں غلطی ہے کہ
یعنی یہاں کنسر کے اصطلاحی معنی مراد ہیں کہ مال جمع رکھنا، اس اللہ کے حق نہ نکالنا، فقراء کے حقوق ادا نہ کرنا خیال رہے کہ زکوٰۃ نکلنے سے مال ایسا ہی
پاک ہو جاتا ہے جیسے جانور کا خون نکل جانے سے گوشت یا کیلے اور آم وغیرہ کا چھکا علیحدہ کر دینے سے مغز کھانے کے قابل ہو جاتا ہے
رب تعالیٰ فرماتا ہے خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً قَطْرًا مِنْهُمْ وَتَزَكِّيهِمْ بِهَا۔ ۵۔ یعنی اگر مال جمع کرنا مطلقاً حرام ہوتا تو اس میں سے زکوٰۃ
کیوں دی جاتی، اور مالک کے مرنے کے بعد بطور وراثت دوسروں کو کیسے ملتا، ان احکام سے معلوم ہو رہا ہے کہ مال کا جمع کرنا منع نہیں
بلکہ عبادت ہے، کیونکہ بہت سی عبادتوں کا موقوف علیہ ہے، اور عبادت کا موقوف علیہ بھی عبادت ہوتا ہے، زکوٰۃ جب ادا ہو جیسا کہ
کبر مال مالک کے پاس جمع رہے، اور میراث جب بٹے جب مرتے وقت تک مال مالک کے پاس جمع رہے، خیال رہے کہ ذکر کلمۃ راوی کا

بَخِيرَ مَا يَكْنِزُ الْمَرْءُ الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ إِذَا نَظَرَ إِلَيْهَا سَرَّتْهُ وَإِذَا أَمَرَهَا أَطَاعَتْهُ وَإِذَا
غَابَ عَنْهَا حَفِظَتْهُ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَتِيكَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَيِّئَاتِي كُمْ رُكْبٌ مَبْغُضُونَ فَإِذَا جَاءُوكُمْ فَرَحِبُوا بِكُمْ وَخَلَوْا بَيْنَهُمْ وَ
بَيْنَ مَا تَبْتَغُونَ فَإِنْ عَدَلُوا فَلَا تَنْفِسِيهِمْ وَإِنْ ظَلَمُوا فَاعْلَمِيهِمْ وَأَرْضُوهُمْ فَإِنَّ تَمَامَ
زَكَاةِكُمْ رِضَاهُمْ وَلَيْدٌ عَوَالِكُمْ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَعَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ جَاءَ

تمہیں وہ بہترین چیز نہ بناؤں جو آدمی جمع کرے وہ اچھی بیوی ہے کہ جب سے دیکھے تو پسند آئے اور جب سے حکم دے تو وہ فرماں برداری کرے اور جب مرد
غائب ہو تو اس کی حفاظت کرے لے (ابو داؤد) روایت ہے حضرت جابر بن عتیک سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تمہارے
پاس غیر پسندیدہ سوار آیا کریں گے تو وہ جب آئیں تم انہیں خوش آندہ کیوں اور جو وہ چاہتے ہوں اُن کے سامنے حاضر کرو دیکھ کر اگر وہ نفع
کریں تو اس میں اُن کا فائدہ ہے اور اگر ظلم کریں تو انہیں مضر ہے تمہاری زکوٰۃ کی تکمیل اُن کا راضی ہونا ہے چاہتے کہ وہ تمہیں دعائیں دیں
لے (ابو داؤد) یہ روایت ہے حضرت جریر بن عبد اللہ سے فرماتے ہیں کہ کچھ

قول ہے یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ اور بھی فرمایا جو مجھے یاد نہیں جس کا ترجمہ یہ ہے کہ بعد ازاں کو مال ملے لے یعنی مسئلہ حل ہو جانے پر جناب فاروق اعظم
کو خوشی ہوئی اور خوشی میں اللہ اکبر کہا، اس سے معلوم ہوا کہ دینی مسئلہ معلوم ہونے پر خوش ہوتا اور خوشی میں اللہ اکبر کا نعرہ لگانا سنت صحابہ ہے
لے یعنی لے کر اگرچہ مال جمع کرنا جائز ہے، مگر تم لوگ اسے اپنا اصل مقصود نہ بناؤ، اس سے بھی بہتر مسلمان کے لئے نیک بیوی ہے کہ صحت بھی اچھی ہو اور
سیرت بھی کہ اس کے نفع مال سے زیادہ ہیں، کیونکہ سونا چاندی اپنی ملک سے نکل کر نفع دیتے ہیں، اور نیک بیوی اپنے پاس دہ کر نفع ہے،
سونا چاندی ایک بار نفع دیتے ہیں اور بیوی کا نفع قیامت تک رہتا ہے مثلاً اب تعالیٰ اس سے کوئی نیک بیٹا بخنئے جو زندگی میں باپ کا
وزیر بنے اور بعد موت اس کا خلیفہ، حدیث شریف میں ہے کہ نکاح سے مرد کا دو تہائی دین مکمل و محفوظ ہو جاتا ہے۔ مویائے کرام فرماتے ہیں کہ مجیدہ عورت کا چہرہ
جمال الہی کا آئینہ ہوتا ہے، اور اس کی نیک خصلت صفات الہی کا منظر ہوتی ہے، سبحان اللہ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کتنا جامع ہے عورت کی سیرت
دو کلموں میں بیان فرمادی کہ جب خاندان گھر میں موجود ہو تو اس کی ہر جائز بات مانے اور جب غائب ہو یعنی سفر میں سو یا مری جائے تو اس کے مال، عزت و اسرار کا حفاظت
کرے یعنی آمنہ امینہ و مومنہ ہونے لے آپ نصاریٰ میں و مشہور صحابی ہیں، آپ جنگ بدر کی شرکت میں ختان ہے باقی سائے غر و دوس میں حضور انور صلی اللہ علیہ
وسلم کے ساتھ ہے، آپ کی کنیت ابو عبد اللہ ہے، عمر شریف ۹۱ سال ہوئی۔ لے میں وفات پائی لے یعنی آمنہ زنا نہ میں کچھ سخت دل اور بد اخلاق محتام
بھی ہو گئے، تم ان کی بد اخلاقی کی بنا پر زکوٰۃ کے انکاری نہ ہو جانا کہ تمہاری زکوٰۃ اللہ کے لئے ہے نہ کہ ان کے لئے بلکہ انہیں دیکھ کر خوش ہونا کہ ان
کے ذریعہ تمہارا فریضہ ادا ہوگا، بعض دیندار غنی زکوٰۃ دیتے وقت فقیروں کا احسان ملتے ہیں کہ اس کے ذریعہ ہمارا فرض ادا ہوا لے لے حدیث
کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ ظاہر ظلم کرے کہ زکوٰۃ سے زیادہ لیں یا زکوٰۃ کے ساتھ رشوت مانگیں اور تم دے دو کیونکہ ظلم پر لاء بھی ظلم ہے بلکہ

نَاسٌ يَّعْنِي مِنَ الْأَعْرَابِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا إِنَّ نَاسًا مِنَ الْمُصَدِّقِينَ يَأْتُونَنَا فَيُظْلِمُونَا فَقَالَ ارْضُوا مَصَدِّقِيكُمْ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنْ ظَلَمُونَا قَالَ ارْضُوا مَصَدِّقِيكُمْ وَإِنْ ظَلَمْتُمْ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَعَنْ بَشِيرِ بْنِ الْخَصَّاصِيَّةِ قَالَ قُلْنَا إِنَّ أَهْلَ الصَّدَقَةِ يَعْتَدُونَ عَلَيْنَا أَفَنَكْتُمُ مِنْ أَمْوَالِنَا بِقَدَرٍ مَا يَعْتَدُونَ قَالَ لَا رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَعَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

دیہاتی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے بسے کہ زکوٰۃ وصول کرنے والے ہاں آتے ہیں تو ہم پر ظلم کرتے ہیں حضور نے فرمایا کہ اپنے زکوٰۃ وصول کرنے والوں کو راضی کرو وہ بوسے یا رسول اللہ اگرچہ وہ ہم پر ظلم کریں فرمایا انہیں راضی کرو اگرچہ تم ظلم کے جادو (ابوداؤد) روایت ہے حضرت بشیر بن خصاصیہ سے فرماتے ہیں ہم نے عرض کیا کہ زکوٰۃ وصول کرنے والے ہم پر زیادتی کرتے ہیں تو کیا ہم ان کی زیادتی کی بقدر اپنے مال چھپایا کریں فرمایا انہیں سلمہ (ابوداؤد) روایت ہے حضرت رافع بن خدیج سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

مطلب یہ ہے کہ اگر ان کا کوئی فعل تمہیں ظلم معلوم ہو مگر واقعہ میں ظلم نہ ہو، تو تم اپنی رائے پر عمل نہ کرو ان کے حکم پر عمل کرو مثلاً زکوٰۃ میں درمیانہ جانور لینا چاہیے، ایک جانور کو تم اعلیٰ سمجھتے ہو، وہ درمیانہ یا پیداوار کا سوال حصہ دینا چاہیے، تم ایک ڈھیر کو ستوا میں سمجھتے ہو تو وہ سوا سو میں ہے تو تم ان کی بات مان لو، اب اگر واقعی وہ زیادہ لے گئے ہیں، تو اس کے جواب وہ وہ ہوں گے نہ کہ تم یا یہ کلام بطریق مبالغہ ہے کہ فرض کرو کہ واقعہ میں وہ ظالم بھی ہوں تو بھی تم ان کا مقابلہ نہ کرو کہ اس میں سلطان اسلام کی بغاوت ہوگی، جس کے دبانے کے لئے وہ قوت خرچ کریں گے جس سے گشت و خون و فساد ہوگا بلکہ ان کے ظلم کی شکایت بادشاہ سے کرو اور ان کے خلاف قانونی کارروائی کرو لہذا حدیث بالکل ظاہر ہے، اس میں ظلم کی اجازت نہیں دی گئی، اگر پہلے معنی لے لیے ہیں، کیونکہ ان سے دعا لینے کا حکم دیا گیا، ظالم سے دعا کی جاتی ہے ۛ

۱۷ اس کی شرح پہلے گذر چکی یہ بدوی حضرات شرعی مسائل سے پوچھنے واقف نہ تھے اور زکوٰۃ وصول کرنے والے عامل جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مقرر ہوتے تھے وہ قریباً تمام مسائل سے خصوصاً زکوٰۃ کے مسائل سے پوچھنے خبردار ہوتے تھے، یہ دیہاتی حضرات اپنی کم علمی کی وجہ سے سمجھتے تھے کہ عاملین ہم پر زیادتی کر رہے ہیں، اس لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگرچہ تم ان کے جائز عمل کو ظلم ہی سمجھتے ہو مگر ان کی بات مانو اور ان کے کہے پر عمل کرو، انہیں راضی کر کے واپس کرو کیونکہ میرے صحابہ ظالم نہیں ہو سکتے، وہ میرے صحبت یافتہ و تعلیم یافتہ ہیں اور بشہادت قرآن کریم وہ سب عادل ہیں، لہذا اس حدیث میں نہ تو حکام کو ظلم کی اجازت ہے اور نہ اس سے صحابہ کا ظالم و فاسق ہونا ثابت ہو سکتا ہے، خیال رہے کہ جو کسی صحابی کو ظالم مانے وہ جیڑھی سے بھی زیادہ بے وقوف ہے، قرآن کریم فرماتا ہے کہ جیڑھی نے اپنی ہسیلوں کو شکر سیمانی سے خبردار کرتے ہوئے یہ کہا لَا تَجْعَلْنَكُمْ سُلَیْمَانَ وَجَنُودَهُ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ یعنی ایسا نہ ہو کہ تم لشکر سیمانی یعنی حضرت سیمان علیہ السلام کے صحاب کے پاؤں تلے روندی جاؤ اور انہیں خبر نہ ہو، مطلب یہ ہے کہ وہ حضرات جان بوجھ کر جیڑھی کو بھی نہیں

الْعَامِلُ عَلَى الصَّدَقَةِ بِالْحَقِّ كَالْغَازِي فِي سَبِيلِ اللَّهِ حَتَّى يَرْجِعَ إِلَى بَيْتِهِ رَوَاهُ
أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَعَنْ عُمَرُو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا جَلْبَ وَلَا جَنْبَ وَلَا تُؤْخَذُ صَدَقَاتُكُمْ إِلَّا فِي دُورِهِمْ رَوَاهُ أَبُو
دَاوُدَ وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اسْتَفَادَ

کزکوٰۃ کا سچا عامل اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے حتیٰ کہ اپنے گھر واپس آجائے لے (ابو داؤد (ترمذی) روایت ہے حضرت
عمر و ابن شعیب وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی لے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا نہ مال ایک جگہ تنگ نا جائز ہے نہ دورے
جائنا لوگوں کے صدقات ان کے گھروں میں ہی لئے جائیں لے (ابو داؤد روایت حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بھول حاصل کرے

کچھ لے، صحابہ کرام کی آپس کی جگہیں دھم لائی تھیں دُن کے ماتحت ہوئیں، دیکھیں یہاں حضور علیہ السلام نے ان لوگوں سے ظلم کی تفصیل نہ پوچھی، کیونکہ آپ جانتے
تھے کہ وہ ظلم کرتے ہی نہیں۔ لے آپ کے والد کا نام مبعدا یا مزید ہے، ان کی کنیت خصاصہ ہے، خصاصہ بن کی ماں کا نام تھا کیونکہ وہ قبیلہ خصاص
کی تھیں جو خاندان ازد کا ایک مشہور قبیلہ ہے۔ لے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عاملوں کی شکایت کرنے والوں کا منشاء یہ تھا کہ انہیں
کچھ نصاب چھپا لینے اور زکوٰۃ پوری ادا نہ کرنے کی اجازت دے دی جائے، اور اگر اجازت دے دی جاتی تو یہ سلسلہ ایسا بڑھ جاتا کہ دینا سے زکوٰۃ
ہی مٹ کر رہ جاتی، اس لئے فرمایا گیا چھپاؤ مت، اگر وہ زیادہ مانگیں تو ان سے مسئلہ شرعی پوچھو، نہ مانیں تو ان کے خلاف قانونی کارروائی کرو۔

لے لینے جیسے مجاہد جائے آتے ہر حال میں عبادت کا ثواب پاتا ہے، ایسے ہی انصاف والا عامل ہر حال میں ثواب پائیگا، کیونکہ مجاہد اسلام کے
پھیلانے کا ذریعہ ہے، اور یہ عامل اسلامی قانون پھیلانے، مالداروں کو ان کے فریضہ سے فاسخ کرنے اور فقرہ کو ان کا حق دلانے کا ذریعہ، اس
حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر نیت خیر ہو تو دینی خدمت پر تنخواہ لینے کی وجہ سے اس کا ثواب کم نہیں ہوتا، دیکھو ان عاملوں کو پوری اجرت دی جاتی تھی
مگر ساتھ میں یہ ثواب بھی تھا، چنانچہ مجاہد کو غنیمت بھی ملتی ہے اور ثواب بھی، حضرات خلفائے راشدین سوا حضرت عثمان غنی کے سب نے
خلافت پر تنخواہیں لیں، مگر ثواب کسی کا کم نہیں ہوا، ایسے ہی وہ علماء یا امام و مؤذن جو تنخواہ لے کر تعلیم، اذان، امام کے فرائض انجام دیتے ہیں
اگر ان کی نیت خدمت دین کی ہے تو انشاء اللہ ثواب بھی ضرور پائیں گے۔ ہم نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ شرعی مسئلہ بتانے کی اجرت
لینا حرام ہے مگر فقہائے لکھنے کی اجرت لینا جائز، رب تعالیٰ فرماتا ہے لَا يَصْنَعُ الْكَاتِبُ وَلَا الشَّهِيدُ لَهٗ خِيَالٌ رَّبِّهِ كَمَا عَمَرَ ابْنُ شُعَيْبٍ كِي
اسناد والی احادیث مسلم بخاری نے ہرگز نہ لیں کیونکہ یہ ہر جگہ اسی طرح اسناد کرتے ہیں، حالانکہ ان کی ملاقات اپنے دادا محمد ابن عبداللہ ابن
عمر ابن عاص سے نہیں، اور نہ ان محمد کی ملاقات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے، لہذا یہ اسناد منقطع ہے متصل نہیں یہ بحث پہلے بھی ہو
چکی ہے (مرقات) لے لینے نہ تو عامل کو یہ جائز ہے کہ ایک جگہ بیٹھ جائے اور لوگوں سے کہے اپنے اپنے مال جانور وغیرہ یہاں لا کر مجھے دکھاؤ اور
حساب سے زکوٰۃ دو، کیونکہ اس میں مال والوں کو سخت دشواری ہوگی اور نہ مال والوں کو یہ جائز کہ اپنے جانور وغیرہ بکھیر دیں
دور دور بکھیریں کہ عامل انہیں گنے کے لئے دوڑا پھرے کہ اس میں عامل کو بہت تکلیف ہے بلکہ عامل لوگوں کے ریوڑوں اور ہنوں و کھیتوں

مَا أَفْلَا زَكَاةٌ فِيهِ حَتَّى يَحُولَ عَلَيْهِ الْحَوْلُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَذَكَرَ جَمَاعَةٌ أَنَّهُمْ وَقَفُوهُ
عَلَى ابْنِ عُمَرَ وَعَنْ عَلِيٍّ أَنَّ الْعَبَّاسَ سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي تَعْجِيلِ
صَدَقَتِهِ قَبْلَ أَنْ تَحِلَّ فَرَخَّصَ لَهُ فِي ذَلِكَ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَ
الدَّارِمِيُّ وَعَنْ عُمَرَ بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
خَطَبَ النَّاسَ فَقَالَ الْآمَنُ وَلِي يَتِمَّ لَهُ مَالٌ فَلْيَتَجَرَّفِ فِيهِ وَلَا يَتْرُكْهُ حَتَّى تَأْكُلَهُ الصَّدَقَةُ

تو اس میں زکوٰۃ نہیں تھی کہ اس پر سال گزر جائے لہ (ترمذی) اور ایک جماعت نے اس حدیث کو حضرت ابن عمر پر موقوف
کیا لہ روایت ہے حضرت علی سے کہ حضرت عباس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زکوٰۃ فرض ہونے سے پہلے ادا کرنے کے متعلق
پوچھا تو حضور انور نے انہیں اس کی اجازت دی لہ (ابوداؤد ترمذی ابن ماجہ اور دارمی) نہ روایت ہے حضرت عمر ابن
شعیب سے وہ اپنے والد سے اپنے دادا سے راوی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خطبہ دیا تو فرمایا کہ جو کسی یتیم کا والی
ہو جس کے پاس مال ہو تو وہ اس میں تجارت کرے اُسے چھوڑے نہ رکھے کہ زکوٰۃ کھا جائے لہ

میں جا کر ہر ایک کی زکوٰۃ وصول کرے، سبحان اللہ کیا نفیس تعلیم ہے ۱۔ یعنی ادلے زکوٰۃ اور وجوب زکوٰۃ کے لئے کوئی مہینہ یا تاریخ
مقرر نہیں، جیسا کہ پنجاب میں ماہ رجب کو اور کاشمیر میں ماہ رمضان کو زکوٰۃ کا مہینہ سمجھا گیا ہے بلکہ جب مال پر سال گزرے گا زکوٰۃ واجب ہوگی
خیال رہے کہ سال گزرنے کی زکوٰۃ کے لئے شرط وجوب ہے لہذا اگر کوئی مالک نصاب ہوتے ہی زکوٰۃ دینا شروع کرے اور سال پر حساب کرے یا چند سالوں
کی زکوٰۃ اکٹھا کرے تو جائز ہے، اس حدیث کے خلاف نہیں، نیز اصل نصاب پر سال گزرنا ضروری ہے زائد پر ضروری نہیں، لہذا اگر کسی کے پاس گیا رہ
ہمیشہ تک ہزار روپے رہے اور بارہویں مہینہ دس ہزار روپے اور آگے، تو یہ گیا رہ ہزار کی زکوٰۃ دے گا اگرچہ اس دس ہزار پر تیس دن ہی گزرے
ہیں، کیونکہ اصل نصاب یعنی ہزار پر سال گزر چکا، یہ مسئلہ بھی اس حدیث کے خلاف نہیں، اس کی پوری بحث فتح القدیر اور مرقات میں اسی مقام پر
دیکھو اگر ہر مہینہ پر الگ سال گزرنے کی شرط ہو تو تاجروں کو مصیبت آجائے، کیونکہ ان کے پاس روفانہ سینکڑوں روپے آتے جاتے رہتے ہیں حضور انور
صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان مِّنْ اسْتَفَادَ میں بڑی وسعت ہے، مال جیسے بھی حاصل ہو کم یا زیادہ، وراثت سے یا کسی کے عطیہ سے بہر حال
سال کے بعد اس میں زکوٰۃ ہے کمانے ہی کی شرط نہیں ۲۔ یعنی خود ان کا قول نقل کیا، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تک مرفوع نہ کیا، اور ہم یہ عرض
کر چکے ہیں کہ ایسی موقوف حدیثیں جن میں قیاس کو دخل نہیں مرفوع کے حکم میں ہیں، یعنی ان صحابی نے حضور علیہ السلام سے سن کر ہی کہی ہیں،
۳۔ یعنی اگر کسی کے پاس بقدر نصاب مال آگیا، تو سال گزرنے سے پہلے اس کی زکوٰۃ دے سکتے ہیں، کیونکہ سال گزرنے کی زکوٰۃ کے لئے شرط وجوب
ہے، اس کا سبب مال ہے، اسی طرح فطرہ کہ عید سے پہلے ادا کیا جاسکتا ہے، نماز کے لئے وقت وجوب کا سبب، اس لئے وہ وقت سے پہلے
نہیں ہو سکتی، امام مالک کے ہاں زکوٰۃ بھی سال گزرنے سے پہلے نہیں دے سکتے، یہ حدیث امام ابو حنیفہ اور جہود علماء کی دلیل ہے ۴۔ اس

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ فِي إِسْنَادِهِ مَقَالٌ لِإِنِّ الْمِثْنِيَّ بْنَ الصَّبَّاحِ ضَعِيفٌ ۚ
 الْفَصْلُ الثَّلَاثُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ لَبَّائْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 وَاسْتَخْلَفَ أَبُو بَكْرٍ بَعْدَهُ وَكَفَرَ مَنْ كَفَرَ مِنَ الْعَرَبِ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لِأَبِي بَكْرٍ
 كَيْفَ تُقَاتِلُ النَّاسَ وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُقَاتِلُ النَّاسَ

ترمذی فرمایا ترمذی نے کہ اس کی اسناد میں کچھ گفتگو ہے کیونکہ مثنیٰ بن صباح ضعیف ہے تیسری فصل میں روایت ہے حضرت
 ابوہریرہ سے فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اور آپ کے بعد حضرت ابو بکر خلیفہ ہوئے اور دیہاتوں میں
 جو کافر ہوئے وہ ہوئے اے تو حضرت عمر ابن خطاب نے حضرت ابو بکر سے عرض کیا کہ آپ ان لوگوں سے جنگ کیسے کریں گے رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہ فرمایا ہے کہ مجھے لوگوں سے جنگ کرنے کا حکم دیا گیا

حدیث کی بنا پر امام شافعی و مالک و احمد نے فرمایا کہ نابالغ بچے کے مال میں زکوٰۃ واجب ہے، دیکھو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یتیم کے ولی کو حکم دیا
 کہ یتیم کا مال تجارت سے بڑھاؤ، ایسا نہ ہو کہ ہر سال اس میں زکوٰۃ نکلتی رہے اور مال ختم ہو جائے، امام اعظم کے نزدیک بچے اور دیوانے کے مال میں
 زکوٰۃ نہیں، کیونکہ زکوٰۃ بھی نماز روزہ کی طرح محض عبادت ہے، جب اس پر نماز روزہ اور حج نہیں، تو زکوٰۃ بھی نہیں، ابو داؤد، نسائی اور حاکم نے باسناد
 صحیح روایت کی کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تین شخص مرفوع القلم ہیں، سونے والا حاشی کہ جاگ جائے، بچہ یہاں تک کہ بالغ ہو جائے،
 دیوانہ تا آنکہ عاقل ہو جائے، امام محمد نے کتاب الآثار میں حضرت ابن مسعود سے روایت فرمائی، آپ فرماتے ہیں کہ یتیم کے مال میں زکوٰۃ نہیں، اسی طرح
 حضرت ابن عباس سے بھی مروی ہے، یہی یہ حدیث وہ چند طرح مجروح ہے کیونکہ تیس ہے جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ نہ عمر ابن شعیب
 نے اپنے دادا محمد ابن عمر کو دیکھا اور نہ ان کے دادا نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی، مگر طریقہ بیان ایسا ہے کہ معلوم ہوتا ہے دونوں ملاقاتیں
 ثابت ہیں لیکن غیر متصل، متصل معلوم ہوتی ہے اسی کو تیس کہتے ہیں نیز امام ترمذی نے فرمایا کہ مثنیٰ بن صباح راوی ضعیف ہیں اور امام احمد فرمایا کہ یہ
 حدیث صحیح نہیں، واقفنی نے اس کی دو اسنادیں نقل کیں اور دونوں کو ضعیف کہا، ہر حال یہ حدیث قابل محنت نہیں، مذہب حنفی نہایت قوی ہے خیال ہے کہ محض
 عبادت بچے پر فرض نہیں، لیکن ٹیکس اور خراج بچے کے مال سے لئے جائیں گے، کیونکہ وہ محض عبادت نہیں ان پر زکوٰۃ کو قیاس نہیں کر سکتے ۚ

اے خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد تبیلہ عطفان فنزادہ، نبی شمیم وغیرہم نے وجوب زکوٰۃ کا انکار کر دیا اور بولے
 کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ خُذْ يَارَسُولُ اللَّهِ ان کے مال کی زکوٰۃ آپ وصول کرو جب وصول کرنے والے تشریف
 لے گئے تو زکوٰۃ بھی ختم، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں مرتد قرار دیا اور ان پر جہاد کی تیاری فرمائی، اسی طرف قرآن کریم نے اشارہ
 فرمایا تَعَاوَنُوا بِرَبِّكُمْ عَنْ دِينِهِمْ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ اِذْ هِيَ حِجَابُ قُدُسٍ فِي يَوْمٍ ذُو الْحِجَابِ
 کی سرکوبی کے لئے رب تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہوئی، یہ خدا کو پیاری، خدا سے پیارا خیال ہے کہ اسی عہد صدیقی میں بہت سے لوگ

حَتَّى يَقُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَمَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ عَصِمَ مِنْ مَالِهِ وَنَفْسِهِ إِلَّا بِحَقِّهِ
وَحِسَابِهِ عَلَى اللَّهِ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ وَاللَّهِ لَا قَاتِلَ لَكَ مِنْ فَرَقٍ بَيْنَ الصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ فَإِنَّ
الزَّكَاةَ حَقُّ الْهَالِ وَاللَّهُ لَوْ مَنَعُونِي عَنَّا كَانُوا يُؤَدُّونَهَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ كَقَاتِلَتْنِي عَلَى مَنَعِيهَا قَالَ عُمَرُ قَالَ اللَّهُ مَا هُوَ إِلَّا رَأَيْتُ أَنَّ اللَّهَ شَرَحَ صَدْرَ ابْنِ بَكْرٍ

تھے کہ وہ کہیں لا الہ الا اللہ تو جس نے لا الہ الا اللہ کہہ لیا اس نے مجھ سے اپنے جان و مال بچائے مگر حق اسلام کے ماتحت اور اس کا حساب
اللہ کے ذمہ ہے لہٰذا تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا رب کی قسم میں اس پر جہاد کرونگا جو نماز و زکوٰۃ میں فرق کرے کیونکہ زکوٰۃ مال کا حق ہے نہ
اللہ کی قسم اگر وہ مجھے بکری کا بچہ نہ دیں جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا کرتے تھے تو میں اس منع کرنے پر ان سے جہاد کرونگا
حضرت عمرؓ فرماتے ہیں خدا کی قسم میرا یہ حال ہوا کہ میں نے یہ یقین سے جان لیا کہ اس جہاد کے لئے ابوبکر

مسئلہ کذاب کو نبی ماننے لگے اور مرتد ہو گئے، پہلے مرتدین پر آپؐ نے لشکر کشی کی ہی تھی کہ وہ توبہ کر گئے، مگر ان دوسرے مرتدین سے بہت گھمسان کاٹ
پڑا جس میں اکثر تباری اور حافظ صحابہ شہید ہو گئے جس پر جمع قرآن کی ضرورت پیش آئی، اور حضرت ہدیٰ نے قرآن پاک جمع فرمایا، اس موقع
کی قرآن کریم نے اس طرح خردی قُلْ لِلدُّخْلَيْنِ مِنَ الْعَرَابِ سَتَدْعُونَ إِلَى قَوْمٍ أُوْتُوا بَاسٍ شَدِيدٍ تَقَاتِلُونَهُمْ أَوْ يُسَلِّمُونَ الْخِ
لہٰذا فاروق اعظمؓ اولاً منکرین زکوٰۃ پر جہاد کے مخالف تھے، ان کی دلیل اس حدیث کے ظاہری الفاظ تھے کہ کلمہ گور جہاد کیا جب نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم نے ظاہری کلمہ پڑھنے والے منافقین پر جہاد نہ فرمایا، توبہ مانعین زکوٰۃ تو دل سے کلمہ پڑھ رہے ہیں اور زکوٰۃ کے سوا تمام فرائض کے معتقد ہیں
تو ان پر آپ جہاد کیسے کر سکتے ہیں، فاروق اعظمؓ کی پیش کردہ حدیث کی پوری شرح مکمل بحث کے ساتھ کتاب الایمان کے شروع میں ہو چکی کہ یہاں
تھے یعنی کے ہے ۲۰ صدیق اکبرؓ کا یہ جواب نہایت جامع اور مختصر ہے، خلاصہ یہ ہے کہ اسے عمرؓ نے اپنی حدیث میں یہ لفظ نہ دیکھا اِلَّا بِحَقِّهِ جیسے کلمہ
گو کو حق اسلام کی وجہ سے قتل کیا جاسکتا ہے، نماز بھی حق اسلام ہے اور زکوٰۃ بھی اجران دونوں میں فرق کرے کہ نماز کو مانے، زکوٰۃ کا انکار کرے
وہ یقیناً مستحق جہاد ہے، اسے منافقین، ان کے متعلق حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی حدیث میں فرمایا وَحَسَابُهُمْ عَلَى اللَّهِ جیسے ہم دل سے
بحث نہ کریں گے جو کوئی بظاہر اسلام کے سائے ارکان کا اقرار کرے ہم اس پر جہاد نہ کریں گے دل میں اسکے کچھ بھی ہو منافقین کسی رکن اسلامی کے زبان
سے منکر نہ تھے، سبحان اللہ کیا پاکیزہ استدلال ہے ۳۰ یعنی اسے عمرؓ پر زکوٰۃ کا انکار تو بڑی چیز ہے، اگر وہ لوگ ظاہری مال یعنی پیداوار اور جانوروں
کی زکوٰۃ ہمارے بیت المال میں داخل نہ کریں تب بھی تو وہ سرکوبی کے مستحق ہیں کیونکہ اس میں ایک مفت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دید و دانستہ انکار ہے
اس جگہ مرتبات میں ہے کہ اگر کوئی قوم اذان دینا چھوڑ دے، تو سلطان اسلامؐ ان سے بھی جنگ کرے گا کیونکہ اس میں شعار اسلامی کا بند کرنا ہے، خیال ہے کہ اب
چونکہ بادشاہ عثمان لا پر واہ اور احکام ناسق ہو گئے جن سے امید نہیں کہ زکوٰۃ کو ان کے معترفوں پر صرف کریں لہٰذا اب انہیں کوئی زکوٰۃ نہ دی جائے اسی
لئے صدیق اکبرؓ نے مَنَعُونِي فرمایا یعنی مجھے اور مجھ جیسے عادل سلطان اسلامؐ (جس کے سائے حکام منصب ہیں) زکوٰۃ نہ دیں تو ان پر جنگ ہوگی،
مرتبات نے اس جگہ فرمایا کہ عثمان غنیؓ کے زمانہ میں لوگوں کا حال بدل گیا تھا اس لئے آپؐ نے زکوٰۃ وصول کرنے میں سختی نہ فرمائی بلکہ مال

لِلْقِتَالِ فَعَرَفْتُ أَنَّهُ الْحَقُّ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكُونُ كَنَزٌ أَحَدُكُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ شُجَاعًا أَقْرَعَ يَفْرُغُ مِنْهُ صَاحِبُهُ وَهُوَ يُطْلَبُ حَتَّى يُلْقَى أَصَابِعُهُ رَوَاهُ أَحْمَدُ، وَعَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ رَجُلٍ لَا يُؤَدِّي زَكَاةَ مَالِهِ إِلَّا جَعَلَ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ فِي عُنُقِهِ شُجَاعًا تَمَّ قِرَاءُ عَيْنَيْهِ وَمُصَدَّقَةٌ مِنْ كِتَابِ اللَّهِ وَلَا يَحْسِبَنَّ الَّذِينَ يَبْخُلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ

کا سینہ بچھو لایا ہے میں پہچان گیا کہ یہ جہاد برحق ہے لہذا ہم بخاری اور ابویہ سے فرماتے ہیں خیر یا رسول اللہ! اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے ہر ایک کا خزانہ قیامت کے دن گنہگار بنی ہوگا جس سے اس کا مالک بھاگے گا اور مال اُسے ڈھونڈے گا جسے اس کی انگلیوں کو لقمہ کرے گا لہذا (احمد) روایت ہے حضرت ابن مسعود سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا ایسا کوئی شخص نہیں جو اپنے مال کی زکوٰۃ نہ دے مگر اللہ قیامت کے دن اُس کے گلے میں اسے سانپ بنا کر ڈالے گا لہذا پھر آپ نے ہم پر اس دلیل میں قرآن شریف سے یہ آیت پڑھی کہ جو لوگ اللہ کے دینے والے مال میں بخل کرتے ہیں وہ یہ نہ سمجھیں الا یہ لکھ

والے اپنی زکوٰۃ میں خود دینے لگے اور کسی صحابی نے آپ کے اس عمل پر انکار نہ کیا خیال رہے کہ وجوب زکوٰۃ کا انکار کفر ہے ایسے لوگوں پر اسلامی جہاد ہوگا اور اس زمانہ میں خلیفہ المسلمین کو زکوٰۃ نہ ادا کرنا عبادت تھی جس پر ان کے خلاف تادیبی کارروائی تھی کہ جگہ بھی کی جاسکتی تھی، لہذا یہ حدیث بالکل واضح ہے اور اس کے شروع میں کُفْرُ مَنْ کُفْرًا بَانًا بالکل درست ہے۔ مرقاۃ میں یہاں ہے کہ احناف کے نزدیک حاکم کو جبراً زکوٰۃ وصول کرنے کا حق نہیں، اشوافع کے ہاں ہے یہ حدیث چونکہ منکرین زکوٰۃ کے متعلق ہے اس لئے احناف کے خلاف نہیں۔ لہذا یعنی میں نے حضرت حدیق کی رائے کی طرف رجوع کر لیا، اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ حدیق اگر بعد نبی تمام مخلوق سے بڑے عالم اور بڑے سیاست دان تھے انہی کے علم پر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا دفن اپنے حجرے میں ہوا انہی کے علم پر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا چھوڑا ہوا مال وقف بنا یا انہی کے علم پر اس جہاد کی تیاری ہوئی، اگر آج آپ تھوڑی نرمی کرتے تو فرائض اسلامی کے انکار کا دردازہ کھل جاتا، اسی لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات کے وقت آپ ہی کو جانشین نام نماز بنایا انہی کی سیاست جواز بلکہ عرب میں امن و امان بحال ہوا اور فاروقی فتوحات کے لئے راستہ صاف ہوا اور مسیحیہ کی ایک شعار اسلامی کا انکار بھی لایا ہی کفر ہے جیسے سائے لگانا کا انکار، تیسرے یہ کہ کلمہ گرم بدین پر جہاد کیا جائے گا لہذا اس کی پوری شرح بھی کچھ پہلے ہو چکی، چونکہ زکوٰۃ ہاتھ سے ادا کی جاتی ہے جس سے بخل محروم رہا اس لئے وہ سانپ اس کی انگلیاں بھی چبائے گا لہذا اس طرح کہ پہلے بیڑا سانپ بن کر اس کے پیچھے بھاگے گا، پھر بڑے پکڑ کر اس کے گلے میں طوق بن کر پڑ جائے گا، انگلیاں بھی چبائے گا اور دست بھی رہے گا، چونکہ لگے گا ہر وقت نظر آتا ہے، اور بیگ لٹکے گا ہر وقت نظر نہیں آتی، اس لئے یہ سانپ لگے میں پڑے گا تاکہ بیکھر کر ہر وقت ڈر رہے اور شکر کے دھڑکے لوگ پہچان جائیں کہ کنجوس یہ ہے واقعہ سلمان کی عیب پوشی کے خلاف نہیں جیسے کہ ابھی عرض کیا جا چکا کہ صورتی اگر اس فریاد میں ہی نہیں ہو بلکہ مال، کمال، اعمال، اولاد، افضال سب میں ہوتا ہے، لفظ من فضیلہ سب کو شامل ہے۔ عالم اور صوفی کو چاہیے کہ

الْأَيْتِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَا خَالَطَتِ الزَّكَاةُ مَا لَاقَطَ إِلَّا أَهْلَكَتَهُ رَوَاهُ الشَّافِعِيُّ وَابْنُ خَرَّازٍ فِي تَارِيخِهِ وَالحَمِيدِيُّ زَادَ قَالَ يَكُونُ قَدْ وَجَبَ عَلَيْكَ صَدَقَةٌ فَلَا تُخْرِجُهَا فِيهِ بِكَ الْحَرَامُ الْحَلَالُ وَقَدْ اخْتَبَرْتَهُ مِنْ يَرَى تَعَلُّقَ الزَّكَاةِ بِالْعَيْنِ هَكَذَا فِي الْمُنْتَقَى وَرَوَى الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ عَنْ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ بِإِسْنَادِهِ إِلَى عَائِشَةَ وَقَالَ

ترمذی نسائی ابن ماجہ اور ابی بے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جب بھی زکوۃ مال میں مخلوط ہوگی تو اسے ہلاک ہی کر دے گی لہذا شافعی اور بخاری اپنی تاریخ میں وحمیدی یہ زیادتی بھی کی کہ فرمایا ایسا ہوتا ہے کہ تم پر زکوۃ فرض ہو اور تم نہ نکالو تو حرام حلال کو ہلاک کر دے لہذا اسی حدیث انہوں نے استدلال کیا ہے جو زکوۃ کو عین مال کے متعلق مانتے ہیں یوں ہی منفقے میں ہے

۳۱ اور بیہقی نے شعب الایمان میں امام احمد بن حنبل سے روایت کی ان کی اسناد حضرت عائشہ تک ہے

لوگوں میں علم و ہدایت پھیلائیں اور نہ ان کی پکڑ مالی بخیل سے زیادہ ہوگی، رب تعالیٰ فرماتا ہے إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلَ اللَّهُ مِنَ الْكِتَابِ لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَيْهِمْ وَأَعْدَاءُ اللَّهِ هُمُ الْمُجْرِمُونَ (انہوں نے جو اللہ کے کلام کو چھپا رکھا ہے، اللہ کی لعنت ان پر ہے اور ان کے دشمن ہیں، ان کے دشمن اللہ کے دشمن ہیں)۔ مال میں زکوۃ مخلوط ہونے کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ صاحب نصاب جس پر خود زکوۃ فرض ہو، وہ فقیہین کو لوگوں سے زکوۃ لے اور اپنے مال میں ملا کر بڑھائے، دوسرے یہ کہ آدمی زکوۃ نہ نکالے، جو مال زکوۃ میں نکلتا چاہئے تھا وہ اپنے مال ہی میں رکھے، پہلے معنی زیادہ ظاہر ہیں اور دوسرے معنی زیادہ قوی: ہلاک کرنے کی بھی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ زکوۃ کے مخلوط ہونے کی وجہ سے مال کی برکت مٹ جائے، اور کچھ دنوں میں مال ختم ہو جائے، یا کوئی ناگمانی آفت آپڑے، جس سے سارا مال برباد ہو جائے، جیسے بیماری، مقدمہ، چوری، ڈکیتی یا حرق وغیرہ کیلئے جلتا ڈوبنا: دوسرے یہ کہ یہ سارا مال اگر چہ رہے تو مگر اس سے نفع لینا جائز نہ ہو، کیونکہ حرام اور حرام سے مخلوط چیز ناقابل اتناغ ہے: دوسرے معنی یہی کہ بنا پر صاحب مشکوٰۃ کا آئندہ کلام ہے، ۳۲ قال کا ناعل امام بخاری ہیں یعنی حمیدی کہتے ہیں کہ امام بخاری نے اپنی تاریخ میں اس حدیث کی یہ مخرج فرمائی: ۳۳ خیال رہے امام شافعی وغیرہم فرماتے ہیں کہ زکوۃ مالک کے ذمہ میں واجب نہیں ہوتی بلکہ عین مال میں ہوتی ہے، لہذا ان کے ہاں ہر مال کی زکوۃ اسی سے ادا کرنا پڑے گی: اس کی قیمت یا اس قیمت کا دوسرا مال زکوۃ میں نہیں دیا جاسکتا، بکریوں کی زکوۃ میں بکری ہی دی جائے گی، اور مومن کی زکوۃ میں مومن اور چاندی ہی وہ زکوۃ کو قربانی یا ہدیہ پر قیاس کرتے ہیں کہ ان کی قیمت نہیں دی جاتی (لمعات): ۳۴ ہمارے امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مال کی زکوۃ مالک کے ذمہ میں ہوتی ہے، چاہے اس مال میں سے دے یا دوسرے مال میں سے یا قیمت سے کہ سونے چاندی کی زکوۃ میں خود مونا چاندی یا اس کی قیمت یا اس قیمت کی روٹیاں کوئی جاندار کچھ اصابین وغیرہ دے سکتا ہے، کیونکہ زکوۃ کا منشأ فقیر کو رزق پہنچانا اور اس کی حاجت روائی ہے ان بزرگوں کا اس حدیث سے دلیل پکڑنا کچھ ضعیف ہی سا ہے، کیونکہ ان حضرات نے لفظ خلط سے استدلال کیا ہے

أَحْمَدُ فِي خَالَطَتْ تَفْسِيرُهُ أَنَّ الرَّجُلَ يَأْخُذُ الزَّكَاةَ وَهُوَ مُوْتَرٍ أَوْ غَنِيٌّ وَلَا نَمَاهِي
لِلْفُقَرَاءِ: بَابٌ مَا يَجِبُ فِيهِ الزَّكَاةُ: الْفَصْلُ الْأَوَّلُ: عَنْ أَبِي سَعِيدٍ
الْمَخْذَرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ فِيمَادُونَ خُمْسٌ أَوْ سِتٌّ مِنْ
الْتِمْرِ صَدَقَةٌ وَلَيْسَ فِيمَادُونَ خُمْسٌ أَوْ سِتٌّ مِنَ الْوَرِقِ صَدَقَةٌ وَلَيْسَ فِيمَادُونَ خُمْسٌ

ام احمد نے مخلوط ہونے کے تفسیر یہ کی کہ کوئی شخص زکوٰۃ لے لے حالانکہ وہ خود مالدار غنی ہو زکوٰۃ تو غریبوں کے لئے ہے لہٰذا باب کس چیز میں زکوٰۃ واجب ہے لہٰذا پہلے فصل روایت ہے حضرت ابی سعید خدری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ پانچ دس چھ ہاروں سے کم میں صدقہ واجب نہیں لہٰذا اور پانچ اوقیہ چاندی سے کم میں صدقہ واجب نہیں لہٰذا اور پانچ عدد

کہ خط مال کا ہوتا ہے نہ کہ ذمہ کا، مگر یہ ظاہر کے خلاف ہے، اسی لئے خود صاحب مشکوٰۃ اگلا کلام فرماتے ہیں: لہٰذا میں توجیہ نے حدیث کو باطل واضح کر دیا کہ جرمال زکوٰۃ بن کر امیر کے پاس سے نکل چکا اُسے گو غیر مستحق زکوٰۃ ہو کر اپنے مال سے ملے اب خط کے معنی باطل واضح ہو گئے لہٰذا خیال رہے کہ جانور سونا چاندی اور تجارتی مالوں میں بالاتفاق زکوٰۃ واجب ہے، البتہ سبزیاں میوے جو سال تک نہ کھڑے ہو سکیں ان میں اختلاف ہے: امام اعظم کے ہاں میں مطلقاً زکوٰۃ ہے، اور دیگر اماموں کے ہاں نہیں نیز کھجوروں اور چھو ہاروں وغیرہ میں امام اعظم کے ہاں مطلقاً زکوٰۃ واجب ہے خواہ کتنے ہی پیدا ہوں، اور صاحبین کے ہاں جب پانچ دس ہوں: لہٰذا دسق، صاع ارطل عرب کے پیمانوں کے نام ہیں، ایک دسق ساٹھ صاع کا ہے، اور ایک صاع ہمارے ۸۰ تولہ دلوں سے قریب ساٹھ چار سیر ہوتا ہے: تو اس حساب سے ایک دسق چھ من تیس سیر ہوا، اور پانچ دسق ۳۳ من ۳ سیر تقریباً ہوئے، تو حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ قریباً ۳۳ من سے کم میں زکوٰۃ نہیں: یہ حدیث امام شافعی وغیرہم کی دلیل ہے، امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں مطلقاً پیداوار میں زکوٰۃ ہے کم ہو یا زیادہ: امام اعظم کی دلیل قرآن کریم کی یہ آیت ہے: وَبِمَا أَخْرَجْنَا لَكَ مِنَ الْأَرْضِ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے مَا أَخْرَجْنَا الْأَرْضَ فِيهِ الْعَشْرُ اور بخاری کی وہ روایت ہے فِيمَا سَقَتِ السَّمَاءُ أَوِ الْعَيُونُ أَوْ كَانَ عَشْرًا يَا الْعَشْرُ وَفِيمَا سَقَى بِالنَّضْرِ نِصْفُ الْعَشْرِ، اور مسلم شریف کی وہ روایت ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا فِيمَا سَقَتِ الْأَنْهَارُ وَالْعَيْنُ وَالْعَشْرُ وَفِيمَا سَقَى بِالنَّضْرِ نِصْفُ الْعَشْرِ، اس آیت اور احادیث میں مطلقاً ما فرمایا گیا یعنی جو بھی زمین سے پیدا ہو اس میں دسواں یا بیسواں حصہ زکوٰۃ ہے: نیز عبدالرزاق نے حضرت عمر ابن عبدالعزیز مجاہد اور ابراہیم رضی اللہ عنہم سے روایت کی کہ یہ سب حضرات فرماتے ہیں فِيمَا أَنْبَتِ الْأَرْضُ مِنْ خَلِيلٍ وَكَثِيرٍ الْعَشْرُ، زمین کی ہر ٹھوس چیز بہت پیداوار میں دسواں حصہ ہے: اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ غلہ وغیرہ کے تاجروں پر زکوٰۃ تجارت پانچ دسق سے کم میں نہ ہوگی، کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک دسق کھجور کی قیمت چالیس درہم تھی تو پانچ دسق کی قیمت دوسو درہم ہوئی، چاندی کا نصاب زکوٰۃ دوسو درہم ہی ہیں، اور اگر مان بھی لیا جائے کہ اس حدیث میں پیداوار کی ہی زکوٰۃ مراد ہے تو احادیث متعارض ہونگی اور تعارض کے وقت

اعتقاد اسی میں ہے کہ کم کی بھی زکوٰۃ نکالی جائے، خیال ہے کہ زکوٰۃ تجارت اور بے زکوٰۃ پیداوار اور اس کی پوری تحقیق فتح القدیر میں درسی جگہ مرقات میں دیکھو خیال ہے کہ ان اماموں کے نزدیک ستر گل جلنے والے پھلوں اور سبزیوں میں بھی زکوٰۃ نہیں جو سال بھر پھلنے کے اس میں زکوٰۃ ہے، امام اعظم کے نزدیک ان میں بھی زکوٰۃ ہے، ان کے دلائل وہی ہیں جو ابھی مذکور ہوئے، لے ایک اوقیہ ۴۰ درہم کا پانچ اوقیہ ۲۰ درہم ہوئے، اور دس درہم سات مثقال کے، اور ایک مثقال ساڑھے چار اشہ کا، اس حساب سے دوسو درہم بادن تولہ چھراشہ ہوئے، یہ چاندی کا نصاب ہے، درہم کی قیمت کا اعتبار نہیں وزن کا لحاظ ہے۔ لے جانوروں کی زکوٰۃ کی تفصیل آگے آرہی ہے کراپٹ، اونٹوں میں ایک بکری واجب ہوتی ہے جبکہ وہ ساڑھے ہوں یعنی سال کا اکثر حصہ جنگل میں چریں مالک پر ان کے چارے کا خرچ نہ ہو، خیال رہے کہ ذود کے معنی ہیں عدد یا نفرا یہ تین سے دس تک بولا جاتا ہے، لے مسلمان کی قید سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار پر زکوٰۃ فرض نہیں، اسی لئے کوئی کافر مسلمان ہو جانے پر زمانہ کفر کی نہ نمازیں قضا کرتا ہے نہ زکوٰۃ دیتا ہے، ہاں قیامت میں کفار کو عبادات نہ کرنے کی بھی سزا ملے گی رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ دوزخی کہیں گے **قَالُوا لَنَرَنَّكَ مِنَ الْمُصَلِّينَ اِنْ لَمْ نَلِدْ** وقرآن میں تعارض نہیں، لے تجارتی گھوڑوں اور غلاموں میں تمام اماموں کے نزدیک زکوٰۃ ہے اور سواری کے گھوڑے اور خدمت کے غلام میں کسی کے ہاں زکوٰۃ نہیں، ہاں جو گھوڑے سواری و تجارت دونوں کے لئے نہ ہوں ان کی مادہ میں امام اعظم ابو حنیفہ کے نزدیک زکوٰۃ ہے کہ مالک یا تو فی گھوڑی ایک اشرفی دیدے یا اس کی قیمت کا چالیسواں حصہ نکال دے، لہذا یہ حدیث امام اعظم کے خلاف نہیں کیونکہ یہاں سواری کا گھوڑا اور خدمت کا غلام مراد ہے، قنادی قاضی خاں میں ہے کہ گھوڑے اور غلام میں صاحبین کے مذہب پر فتوے ہے کہ ان میں زکوٰۃ نہیں، اسی طرح مرقات میں ہے: خیال رہے کہ خدمت کے غلام کا فطرہ مالک پر واجب ہے، اس کی زکوٰۃ نہیں، نوکر چاکروں کا فطرہ آقا پر نہیں، کیونکہ یہ اس کے غلام نہیں، لے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں حضرت انس کو بحرین کا حاکم بنا کر بھیجا، تو انہیں جو قوانین لکھ کر دیئے ان میں زکوٰۃ کا قانون حسب ذیل تھا: خیال رہے کہ بحرین عرب کا ایک صوبہ ہے جو بحرہ سے قریب ہے، جو تکم یہ علاقہ دودھ دیاؤں کے بیج میں ہے اس لئے اسے بحرین کہتے ہیں۔

الَّتِي قَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ وَالَّتِي أَمَرَ اللَّهُ بِرَسُولِهِ فَمَنْ سَأَلَهَا مِنْ الْمُسْلِمِينَ عَلَى وَجْهٍ فَلْيُعْطِهَا وَمَنْ سُئِلَ فَوْقَهَا فَلَا يُعْطِ فِي أَسْرَابِ وَ عِشْرِينَ مِنَ الْإِبِلِ فَمَا دُونََهَا مِنَ الْغَنَمِ مِنْ كُلِّ خَمْسٍ شَاةٌ فَإِذَا بَلَغَتْ خَمْسًا وَعِشْرِينَ إِلَى الْخَمْسِ ثَلَاثِينَ فَفِيهَا بَنْتٌ مُخَاضٌ أَنْثَى فَإِذَا بَلَغَتْ سِتًّا وَثَلَاثِينَ إِلَى الْخَمْسِ أَرْبَعِينَ

جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں پر فرض فرمایا اور جس کا اللہ نے اپنے رسول کو حکم دیا کہ تو جس مسلمان اس نعمت کے مطابق مانگا جائے وہ دے دے اور جس کا زیادہ کا مطالبہ کیا جائے تو نہ دے لے جو بیس اور اس سے کم اونٹوں کی زکوٰۃ بکری ہے کہ ہر پانچ اونٹ میں ایک بکری لے پھر جب یہ اونٹ پچیس کو پہنچیں تو پچیس تک ایک ایک مادہ اونٹنی ہے لے پھر جب پچیس تک پہنچیں تو پچیس تک

لے یعنی زکوٰۃ کا حکم اللہ نے دیا ہے اور اس کی تفصیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی اور کسی حکم پر بغیر تفصیل معلوم ہوئے عمل نہیں ہو سکتا، اسے بعد ہجرت زکوٰۃ دینا فرض ہوئی یاں مرقعات نے فرمایا کہ زکوٰۃ کا حکم ہجرت سے پہلے آیا مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تفصیل بعد ہجرت بیان کی چنانچہ ان آیات میں ملتا ہے اَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ حضرت صدیق کا منشا یہ ہے کہ جو کچھ میں لکھ رہا ہوں وہ اپنے اجتہاد یا قرآن و حدیث میں تاویل سے نہیں بلکہ اللہ کے مرید حکم اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے تفصیلی بیان سے ہے، اس سے معلوم ہوا کہ فرضیت اور حرمت کی نسبت حضور علیہ السلام کی طرف کی جاسکتی ہے یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے نماز و روزہ فرض کیا یا شراب و زنا حرام کیا لے یعنی اگر عامل یا حاکم مالک غلام یا زکوٰۃ دے دی جائے بلکہ اس تحریر کے مطابق ادا کی جائے یا ایسے غلام کو یا مکمل زکوٰۃ نہ دی جائے مالک خود فقرا کو دے، کیونکہ ناسق بادشاہ اور حاکم کا غلام شرع حکم نافذ نہیں کرتا اس سے معلوم ہوا کہ ناجائز قانون یا حاکم کے ناجائز حکم پر عمل کرنا شرعاً واجب نہیں، بلکہ اگر قدرت ہو تو ایسے قوانین اور احکام کو توڑ دے، وہ جو پہلے گزر چکا کہ عاملوں کو رافضی کرو اگرچہ وہ ظلم ہی کریں، اس کے تین چار مطلب پہلے بیان کئے جا چکے ہیں، یعنی جو چیز تمہیں ظلم معلوم ہو اور واقعہ میں ظلم نہ ہو، تو اس میں عامل سے نہ جھگڑو قانونی کارروائی کرو وغیرہ لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں لے یعنی پانچ اونٹوں سے کم میں زکوٰۃ نہیں، پانچ سائے اونٹوں میں ایک بکری واجب ہے دس اونٹوں میں دو بکریاں پندرہ میں تین اور بیس میں چار بکریاں ہے کہ اونٹ کا یہ نصاب پانچ ہے اور زیادتی معافی ہے، لہذا اگر کسی کے پاس فواونٹ تھے اور زکوٰۃ دینے کے وقت چار ہلاک ہو گئے، تب بھی پوری بکری ہی دے گا، اس سے کچھ کم نہ کریگا، یہی حق ہے، اسی پر فتوے ہے لے یعنی جو بیس تک اونٹوں کی زکوٰۃ بکریاں سے دی جائے گی کہ ہر پانچ میں ایک بکری، اور اس کے بعد خود اونٹ سے ہی دی جائے گی، مادہ زکوٰۃ میں اونٹ کی مادہ فی جائے گی نہ کہ غیر بنت مخاض وہ اونٹنی ہے جو ایک سال کی ہو کر دوسرے سال میں قدم رکھ دے، چونکہ اس وقت اس کی ماں دوسرے بچے سے حاملہ ہو جاتی ہے اس لئے اسے بنت مخاض کہتے ہیں، یعنی حاملہ کی سبھی، مخاض حمل کو بھی کہتے ہیں اور درودہ کو بھی دے دیا جاتا ہے فَاجَاءَهَا الْمُخَاضُ إِلَى جَذْرِ الْخَلَّةِ یعنی حضرت مریم کو انکا حمل یا دودہ درخت کھجور کے پاس لایا

فَفِيهَا بِنْتُ كَبُورٍ أَنْثَىٰ فَإِذَا أَبْلَغْتَ سِتًّا وَارْبَعِينَ إِلَى سِتِّينَ فَفِيهَا حَقَّةٌ طُرُوقَةٌ
الْجَهْلُ فَإِذَا أَبْلَغْتَ وَاحِدَةً وَسِتِّينَ إِلَى خَمْسِينَ وَسَبْعِينَ فَفِيهَا جَذَعَةٌ فَإِذَا أَبْلَغْتَ
سِتًّا وَسَبْعِينَ إِلَى تِسْعِينَ فَفِيهَا بِنْتُ كَبُورٍ فَإِذَا أَبْلَغْتَ إِحْدَى وَتِسْعِينَ إِلَى
عِشْرِينَ وَمِائَةٍ فَفِيهَا حَقَّتَانِ طُرُوقَتَا الْجَهْلِ فَإِذَا زَادَتْ عَلَى عِشْرِينَ وَمِائَةٍ فَفِي
كُلِّ أَرْبَعِينَ بِنْتُ كَبُورٍ وَفِي كُلِّ خَمْسِينَ حَقَّةٌ وَمَنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ إِلَّا أَسْرَابُ مِنْ

میں دو سالہ مادہ اونٹنی ہے ۱۷ پھر جب چھالیس کو پہنچیں تو ساٹھ تک میں چار سالہ اونٹنی لینے اونٹ کی جنت کے لائق ۲۷ پھر جب
اکسٹھ کو پہنچیں تو پچھتر تک میں ایک سو سب سالہ اونٹنی ۳۷ پھر جب چھتر کو پہنچیں تو نوے تک میں دو عدد دو سالہ اونٹیاں ۴۷ پھر جب
ایکائیس کو پہنچیں تو ایک سو بیس تک دو چار سالہ اونٹیاں تیرا دنٹ کی جنت کے لائق ۵۷ پھر جب ایک سو بیس سے زیادہ ہوں تو ہر
چالیس میں ایک دو سالہ اونٹنی ہے اور ہر پچاس میں چار سالہ ۱۷ اور جس کے پاس صرف چار ہی

۱۷ لینے بکریوں کی حالت میں پانچ پر نصاب بڑھتا تھا اور اب دس پر بڑھے گا، بنت لبون وہ دو سالہ اونٹنی ہے جو تیسرے سال میں قدم رکھ دے
چونکہ اس وقت اس کی ماں دوسرے بچے کو دودھ پلاتی ہوتی ہے، اس لئے اسے بنت لبون کہتے ہیں یعنی دودھ پلانے والی کی بچی لبون لبن سے ہے
بچنے دودھ ۲۷ لینے چھالیس سے ساٹھ اونٹوں کی زکوٰۃ تین سالہ اونٹنی ہے جو چوتھے سال میں داخل ہو جائے چونکہ اس وقت اونٹنی بوجھ ٹھانیکے
لائق بھی ہو جاتی ہے اور بزرگی جفتی کی سمت بھی، اس لئے اسے حقہ کہتے ہیں یعنی مستحق جفتی، اسی سے حقیق ہے بمعنی لائق رب تعالیٰ فرماتا ہے
حَقِيقٌ عَلَىٰ أَنْ لَا أَقُولَ عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقُّ ۳۷ لینے اس نصاب میں وہ اونٹنی واجب ہوگی جو پانچ کی ہو کر چھ سال میں قدم رکھ دے خیال
رہے کہ جذع کے معنی ہیں اگنا، اسی لئے درخت کی جڑ کو جذع کہتے ہیں کہ اس پر شاخیں اُگتی ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے فَأَجَاءَهَا
الْعُثَاظُ إِلَىٰ جَذْعِ الْخَلَّةِ چونکہ اس وقت اونٹنی کے سانسے دانت اُگ آتے ہیں اس لئے اسے جذع کہاجاتا ہے لہٰذا ان عبارات سے پتہ لگ
رہا ہے کہ دونوں نصابوں کے بیچ کی کسروں میں کچھ واجب نہیں، لہٰذا اگر ان میں سے کچھ گھٹ جائے، تو زکوٰۃ گھٹے کی نہیں ہے نتجہ تقدیر میں ہے کہ زکوٰۃ کے نصاب
نماز کی رکعتوں کی طرح تو تین چیزیں جن میں عقل کو دخل نہیں خیال رہے کہ اونٹ کی زکوٰۃ میں صرف مادہ یا اس کی قیمت لی جائے گی، گائے اور
بکریوں کی زکوٰۃ میں مادہ اور نردو توں لئے ماسکتے ہیں۔ ۱۷ اس کے ظاہری معنی پر بہت علماء کا عمل ہے کہ وہ ایک سو بیس اونٹوں کے بعد چالیس
تک زکوٰۃ میں کچھ زیادتی نہیں کرتے، چالیس پر ایک بنت لبون بڑھاتے ہیں مگر امام شافعی اور سفیان ثوری اور امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہم
ایک سو بیس اونٹوں کے بعد پچھتر کے طرح زکوٰۃ میں زیادتی کرتے چلے جاتے ہیں چنانچہ ان کے ہاں ایک پچیس اونٹوں میں دو حقے (ایک بکری، اور ایک سوتیس میں دو حقے
دو بکریاں) اسی طرح پہلی ترتیب مطابق زیادتی ہوگی، ان بزرگوں کی دلیل وہ حدیث جو سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جو بیس ایک سو بیس سے زیادہ
ہو جائیں تو تَرَوْا لِقَاءَ ابْنِ أَبِي حَتْمٍ إِلَىٰ أَدْلِيهَا اور وہ حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن سہم کو زکوٰۃ دینے کا فرمان نام رکھ کر دیا جس

الْإِبِلُ فَلَيْسَ فِيهَا صَدَقَةٌ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ رُءُوسُهَا فَإِذَا بَلَغَتْ خَمْسًا فِيهَا شَاةٌ وَمَنْ بَلَغَتْ
عِنْدَكَ مِنَ الْإِبِلِ صَدَقَةُ الْجَذْعَةِ وَلَيْسَتْ عِنْدَكَ جَذْعَةٌ وَعِنْدَكَ حِقَّةٌ فَإِنَّهَا
تَقْبَلُ مِنْهُ الْحِقَّةُ وَيَجْعَلُ مَعَهَا شَاتَيْنِ إِنْ اسْتَيْسَرَ تِلْكَ أَوْ عَشْرَيْنِ دَرَاهِمًا وَمَنْ بَلَغَتْ
عِنْدَكَ صَدَقَةُ الْحِقَّةِ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ الْحِقَّةُ وَعِنْدَهُ الْجَذْعَةُ فَإِنَّهَا تَقْبَلُ مِنْهُ الْجَذْعَةُ
وَيُعْطِيهِ الْمَصَدِّقُ عَشْرَيْنِ دَرَاهِمًا أَوْ شَاتَيْنِ وَمَنْ بَلَغَتْ عِنْدَهُ صَدَقَةُ الْحِقَّةِ
وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ إِلَّا بَنْتُ لَبُونٍ فَإِنَّهَا تَقْبَلُ مِنْهُ بَنْتُ لَبُونٍ وَيُعْطَى شَاتَيْنِ أَوْ
عَشْرِينَ دَرَاهِمًا وَمَنْ بَلَغَتْ صَدَقَةُ بَنْتُ لَبُونٍ وَعِنْدَهُ حِقَّةٌ فَإِنَّهَا تَقْبَلُ مِنْهُ

اونٹ ہوں تو اس میں زکوٰۃ نہیں ہاں اگر مالک چاہے لے جب پانچ کو پچیس تو اس میں ایک بکری ہے اور جس کے اونٹوں کی زکوٰۃ پنج سالہ اونٹنی
تک پہنچے اور اس کے پاس پنج سالہ ہو نہیں بلکہ چار سالہ ہو تو اس سے چار سالہ ہی لے لی جائے اور اس کے ساتھ دو بکریاں اگر میسر ہوں یا بیس درہم
تک اور جس کے اونٹوں کی زکوٰۃ چار سالہ کو پہنچے اور اس کے پاس چار سالہ ہے ہی نہیں بلکہ پنج سالہ ہو تو اس سے پنج سالہ ہی وصول کر لی جائے
اور زکوٰۃ وصول کرنے والا اسے بیس درہم یا دو بکریاں واپس دے تھ اور جس کے اونٹوں کی زکوٰۃ چار سالہ کو پہنچے مگر اس کے
پاس دو سالہ ہی ہو تو اس سے دو سالہ ہی وصول کر لی جائے اور مالک دو بکریاں یا بیس درہم بھی دے اور جس کی زکوٰۃ دو سالہ
کو پہنچے مگر مالک کے پاس چار سالہ ہو تو اس سے چار سالہ ہی وصول کر لی جائے

یس اونٹ کی زکوٰۃ کے بارے میں تحریر فرمایا اِنَّ الْاِبِلَ اِذَا زَادَتْ عَلَى عَشْرَيْنِ وَمِائَةٍ اسْتَوْفِيَتْ الْفَرُصَةُ۔ فقہ القدی نے اس مقام پر نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما کی بہت تحریریں نقل فرمیں جن میں سے بخاری ابوداؤد و ترمذی و ابن ماجہ حضرت عمر فاروق کی
تحریر اور بخاری ابوالدین ابی الدیات اور بخاری ابی اسید ابوداؤد و عمر ابن حزم کی تحریر نقل فرمائی۔ شرح کنز میں بہت سی احادیث جمع کی ہیں جن میں یہی
ہے کہ ایک سو بیس کے بعد نئے سرے سے زکوٰۃ واجب ہوگی، یہ حدیث اگرچہ بخاری کی ہے مگر وہ احادیث بھی بہت سی اسناد سے مروی ہیں اور امام بخاری کی
پیدائش سے پہلے ہی اجتہاد مجتہدین کی بنا پر قوی ہو چکی تھیں اگر کسی کی اسناد میں بعد کو منعت پیدا ہوا ہو تو ان مجتہدین کو مضر نہیں (ازمرقات)

لے لینے اگر مالک چاہے تو چار اونٹوں سے ہی صدقہ نقلی ادا کرے۔ کتنا ادا کرے، یہ اسے اختیار ہے۔ لے لے کیونکہ چار سالہ اونٹنی کی قیمت کم ہوتی
ہے، پنج سالہ کی زیادہ، مالک نے چونکہ واجب سے کم زکوٰۃ دی ہے اس کی کوپرا کرنے کے لئے یا ساتھ میں دو بکریاں دے یا بیس درہم
لینے یا پانچ روپے پنج سالہ رہے کہ اس زمانہ میں عموماً چار سالہ اور پنج سالہ میں اتنا ہی فرق ہوتا تھا اور بکری کی قیمت ڈھائی روپے ہی تھی
اس لئے یہ فرمایا گیا، اب یہ حساب نہ ہو گا۔ اب تو ایک بکری چالیس سو روپے کی ہوتی ہے، اب آج کے حساب سے زیادتی کمی لی جائے
گی، لے اس کی وجہ پہلے بیان ہو چکی، یہ اس زمانہ کی قیمتوں کے حساب سے ہے۔

الْحَقُّ وَيُعْطِي الْمَصَدَّقُ عَشْرِينَ دِرْهَمًا أَوْ شَاتَيْنِ وَمَنْ بَلَغَتْ صَدَقَتُهُ بَنْتَ
 لَبُونٍ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ وَعِنْدَهُ بَنْتٌ فَخَاضَ فَإِنَّهَا تَقْبَلُ مِنْهُ بَنْتٌ فَخَاضَ وَيُعْطِي
 مَعَ عَشْرِينَ دِرْهَمًا أَوْ شَاتَيْنِ وَمَنْ بَلَغَتْ صَدَقَتُهُ بَنْتٌ فَخَاضَ وَلَيْسَتْ عِنْدَهُ
 وَعِنْدَهُ بَنْتٌ لَبُونٍ فَإِنَّهَا تَقْبَلُ مِنْهُ وَيُعْطِي الْمَصَدَّقُ عَشْرِينَ دِرْهَمًا أَوْ شَاتَيْنِ
 فَإِنْ لَمْ تَكُنْ عِنْدَهُ بَنْتٌ فَخَاضَ عَلَى وَجْهِهَا وَعِنْدَهُ ابْنٌ لَبُونٍ فَإِنَّهُ يَقْبَلُ مِنْهُ وَلَيْسَ
 مَعَهُ شَيْءٌ وَفِي صَدَقَةِ الْغَنَمِ فِي سَائِمَتِهَا إِذَا كَانَتْ أَرْبَعِينَ إِلَى عَشْرِينَ وَمِائَةِ شَاةٍ
 فَإِذَا زَادَتْ عَلَى عَشْرِينَ وَمِائَةٍ إِلَى مِائَتَيْنِ فَفِيهَا شَاتَانِ فَإِذَا زَادَتْ عَلَى مِائَتَيْنِ إِلَى ثَلَاثِ
 مِائَةٍ فَفِيهَا ثَلَاثُ شِيَاةٍ فَإِذَا زَادَتْ عَلَى ثَلَاثِ مِائَةٍ فَفِي كُلِّ مِائَةٍ شَاةٌ فَإِذَا كَانَتْ سَائِمَةٌ

اور اسے حامل میں دہم یا دو بکریاں والیں سے اور جس کی زکوٰۃ دو سالہ کو پہنچے اور دو سالہ کو پہنچے پاس ہونیں بلکہ اس کے پاس یک سالہ ہو تو اس کے پاس یک سالہ ہی وصول کرنی جائے اور اس کے ساتھ مالک میں دہم یا دو بکریاں سے لے کر دو سالہ کو پہنچے اور اس کے پاس یک سالہ ہونیں بلکہ اس کے پاس دو سالہ ہو تو اس سے وہ ہی وصول کرنی جائے اور اس کو حامل میں دہم یا دو بکریاں والیں سے اور اگر مالک کے پاس زکوٰۃ کے مطابق یک سالہ ہونیں بلکہ اس کے پاس یک سالہ نہ ہو تو اس سے وہ ہی لے لیا جائے اور اس کے ساتھ اور کچھ نہیں لے لے اور بکریوں کی زکوٰۃ میں لینے جنگل میں چرنے والیوں میں جب چالیس ہوں تو ایک سو میں تک ایک بکری ہے لگے پھر ہر ایک سو میں سے بڑھ جائیں تو دو سو تک میں دو بکریاں ہیں اور جب دو سو زیادہ ہوں تو تین سو تک میں تین بکریاں ہیں جب تین سو زیادہ ہو جائیں تو ہر سیکڑے میں ایک بکری ہے ۵۰ پھر جب کسی کی جنگل میں چرنے والی

لے غلافہ یہ ہے کہ اگر حامل نے زکوٰۃ سے زیادہ قیمتی جانور وصول کر لیا ہے تو بقدر زیادتی مالک کو واپس کرے اور اگر اس سے کم لیا ہے تو کمی پوری کرنے کے لئے کچھ اور بھی ساتھ لے، مگر لین دین میں حساب برابر رکھا جائے گا کیونکہ انصاف کرنا ہے لے لینے اونٹ کی زکوٰۃ میں مادہ ہی واجب ہے لیکن اگر مادہ نہ ہو تو اس اپنی عمر کا نر یا جائے گا تاکہ انوشیت کا بدلہ زیادتی عمر سے ہو جائے، خیال ہے کہ مادہ نہ ہونے کی تین صورتیں ہیں ایک یہ کہ مادہ موجود ہی نہیں، دوسرے یہ کہ موجود ہے مگر بیمانہ یا دہلی ہے، یا موجود ہے مگر بہت فریہ موٹی، نہایت اعلیٰ درجہ کی ہے اور زکوٰۃ میں دہم یا بیانی لی جاتی ہے ان تینوں صورتوں میں زیادہ عمر کا نر یا جائے گا (مرقات) ۳۰ عربی میں بکری کو غنم کہتے ہیں، کیونکہ اس کے پاس دشمن بچاؤ کا کوئی ذریعہ نہیں اس لئے اسے ہر دشمن غنیمت کی طرح آسانی سے لے لیتا ہے۔ بکھر اور ڈینے بکریوں کے علم میں ہیں لگے جنگل میں چرنے والی وہ بکری ہے جو سال کا اکثر حصہ جنگل کی قدرتی پیداوار کھا کر پلے اگر زیادہ حصہ گھر کے چائے پر گذرے تو اسے غلو کہیں گے اس میں زکوٰۃ نہیں ہاں اگر تجارت کی بکریاں ہیں تو ان میں تجارتی زکوٰۃ ہے گھر چریں یا جنگل میں: خیال رہے کہ اگر بکریوں کے دودھ کی تجارت کرتا ہو نہ کہ عین بکری کی، تو ان میں تجارت کی زکوٰۃ نہیں ۵۰ غلافہ یہ ہے کہ بکری کا نصاب چالیس ہے خواہ خالص

الرَّجُلُ نَاقِصَةٌ مِنْ أَرْبَعِينَ شَاةً وَاحِدَةً فَلَيْسَ فِيهَا صَدَقَةٌ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ زَكَاةً
لَا تُخْرِجُهُ مِنَ الصَّدَقَةِ هَزْمَةٌ وَلَا ذَاتُ عَوَارٍ وَلَا تَيْسٌ إِلَّا مَا شَاءَ الْمُصَدِّقُ وَلَا يَجْمَعُ بَيْنَ
مُتَفَرِّقٍ وَلَا يُفَرِّقُ بَيْنَ مُجْتَمِعٍ خَشِيَةَ الصَّدَقَةِ وَمَا كَانَ مِنْ خَلِيطَيْنِ فَأَتَاهُمَا

بکریاں چالیس سے ایک بھی کم ہوں تو ان میں زکوٰۃ نہیں لیکن اگر مالک چاہے تو اخراجات دیدے لے اور زکوٰۃ میں نہ تو بڑھادی جائے نہ کافی لے اور نہ بکرا مگر یہ کہ مال چاہے (تو لے لے) لے اور نہ تو متفرق مال کو جمع کیا جائے اور نہ زکوٰۃ کے ذریعے جمع مال کو متفرق کیا جائے لے اور جو نصاب دو بکریوں کے درمیان ہو تو وہ آپس میں

بکریاں ہوں یا بکری بکرے مخلوط، خالص بکریوں میں زکوٰۃ نہیں، کیونکہ ان کی نسل نہیں چلتی، پھر پہلی کسر ۸ ہے جس میں زکوٰۃ نہیں بڑھتی، یعنی ایک سو بیس تک ایک ہی بکری واجب ہوتی ہے، ایک سو بیس کے بعد پھر ۸ کسر ہے جس سے زکوٰۃ نہیں بڑھتی، دو سو تک دو بکریاں ہی واجب ہوتی ہیں پھر سو کسر ہے جن سے زکوٰۃ نہیں بڑھتی، تین سو تک تین ہی بکریاں رہتی ہیں، تین سو کے بعد بھی سو ہی کسر ہے چار سو پر ہم بکریاں واجب ہوں گی، عام علماء کا یہی قول ہے، البتہ امام شافعی و حسن ابن صالح رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ اگر تین سو پر ایک بکری بھی زیادہ ہوگی تو چار بکریاں واجب ہوں گی، مگر پہلا قول زیادہ قوی ہے، اظہری حدیث اسی کی تائید کر رہی ہے۔ لے یہاں رجل سے مراد ہر بالغ عاقل مسلمان ہے مرد ہو یا عورت، یعنی چونکہ بکری کا نصاب چالیس ہے لہذا اگر اُن تالیس بکریاں بھی ہوں تو زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی، ہاں اگر مالک کچھ صدقہ نقلی دیدے تو اسے اختیار ہے۔ لے بڑھی میں بیمار بھی داخل ہے اور کافی میں ہر اس عیب والی جس سے قیمت کم ہو جائے، یہ حکم جب ہے جب مالک کے پاس حوان یا بے عیب بھی ہوں، لیکن اگر اسکے پاس ساری بڑھی یا عیب دار ہی ہوں، تو انہی میں سے درمیان بڑھی یا عیب دار لی جائے گی (مرقات) لے صحیح یہ ہے کہ یہاں مصدق سے مراد صدقہ لینے والا عامل ہے نہ کہ دینے والا اور یہ استثنا صرف بکرے کی طرف لوٹ رہا ہے، یعنی زکوٰۃ میں بکرہ لیا جائے گا، ہاں اگر عامل بکرے ہی کو فقراء کے لئے مفید سمجھے تو لے، کیونکہ وہ فقراء کا وکیل ہے ان کی بھلائی کا لحاظ کرے، کبھی بکرہ خصوصاً خشتی قیمت میں بکری سے زیادہ ہوتا ہے اس جملہ کی اور بہت سی شرحیں کی گئی ہیں، لیکن فقر کی یہ شرح سیدھی صاف اور بے گرد و غبار ہے لے یہ جملہ بہت جامع ہے جس کے بہت معنی ہو سکتے ہیں، اگر اس میں عامل کی طرف روئے سخن ہے تو معنی یہ ہوں گے کہ نہ تو عامل زکوٰۃ لینے کے لئے مسجد شخصوں کا کھوڑا مال ملا کر نصاب بنائے، مثلاً دو شخصوں کے پاس بیس بیس بکریاں ہیں تو ان کو ملا کر چالیس بنائے اور زکوٰۃ لے لے یہ ناجائز ہے اور نہ زکوٰۃ بڑھانے کے لئے ایک شخص کے ایک مال کو متفرق کر دے مثلاً کسی کے پاس ایک سو بیس بکریاں ہیں جن میں ایک بکری واجب ہوتی ہے عامل انہیں چالیس کے تین نصاب بنائے اور تین بکریاں لے لے یہ ناجائز ہے، امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی معنی لکھے، اور اگر روئے سخن مالک کی طرف ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ مالک تمام زکوٰۃ کم کرنے یا بچنے کے لئے متفرق مال جمع نہ کرے مثلاً دو شخصوں کے پاس چالیس چالیس بکریاں ہیں جن میں انگ انگ ایک بکری واجب ہوتی ہے، مگر یہ دونوں عامل کے سامنے اسے شرکت کا مال قرار دے کر ایک بکری دیں یہ جرم ہے یا دو آدمیوں کی شرکت میں چالیس بکریاں ہیں جن میں ایک بکری واجب ہوتی ہے مگر عامل کے سامنے یہ دونوں بھوڑی دیر کے لئے

يَتَرَجَعَانِ بَيْنَهُمَا بِالسَّوِيَّةِ وَفِي الرِّقَّةِ رُبْعُ الْعَشْرِ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ إِلَّا تِسْعِينَ وَمِائَةً فَلَيْسَ فِيهَا شَيْءٌ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ رَبُّهَا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَّرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِيمَا سَقَتِ السَّمَاءُ وَالْعِيُونُ أَوْ كَانَ عَثَرِيَّانِ الْعَشْرُ وَمَا سَقَى بِالنَّضْحِ نِصْفُ الْعَشْرِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَجَبَاءُ جَرَحُهَا جَبَارٌ وَالْبِدْرُ جَبَارٌ وَالْمَعْدِنُ جَبَارٌ وَفِي التُّرَاكِيزِ الْخُمْسُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

برابر برابر ایک دوسرے سے لیں لے اور چاندی میں چالیسواں حصہ زکوٰۃ ہے اور اگر صرف ایک سونے دہم ہوں تو ان میں کچھ زکوٰۃ نہیں مگر یہ کہ مالک چاہے (تو دیدے) لے رہ بخاری روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ حضور نے فرمایا اس زمین میں جسے آسمان یا چٹنے میراب کریں یا ہونا غلہ اس میں دسواں حصہ سے اور جسے پانی کھینچ کر میراب کیا جائے اس میں بیسواں حصہ ہے لے رہ بخاری روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جانوروں کا زخم باطل ہے لے اور کنواں باطل ہے اور کان باطل ہے لے اور کان میں پانچواں حصہ ہے لے (مسلم بخاری)

شرکت تو دریں اور الگ الگ بیس بیس بکریاں دکھا کر زکوٰۃ سے بچ جائیں، یہ تو میرا ہم شافعی کی ہے، اور ہو سکتا ہے کہ دسے صن مالک اور عامل دونوں کی طرف ہو لینے مالک کو صدقہ سے بچنے یا کم کرنے کے لئے مجتمع کو متفرق نہ کرے، اور عامل صدقہ بڑھانے یا واجب کرنے کے لئے متفرق کو جمع نہ کرے خوف صدقہ دونوں کو شامل ہے، مالک کو صدقہ واجب ہونے یا بڑھ جانے کا خوف ہوتا ہے، اور عامل کو صدقہ واجب رہتے یا گھٹ جانے کا، اور بھی اس کی بہت شرحیں ہو سکتی ہیں، یہ ہے اس افع الفعیا کی جامع البیانی کو دو لفظوں میں بہت صورتیں بیان فرمادیں صلی اللہ علیہ وسلم :

لے لینے اگر ایک مال کے دو مشترک مالک ہوں اور ان پر بقدر حساب شرعی زکوٰۃ واجب ہو جائے، تو زکوٰۃ مشترک ہے دیں، بعد میں حساب کر لیں، مثلاً دو شخصوں کی دو سو بکریاں مشترک ہیں اس طرح کہ چالیس ایک کی ہیں اور ایک سو ساٹھ ایک کی، جس کی دو بکریاں بطور زکوٰۃ دی گئیں تو چالیس والا بھی اپنے ذمہ ایک بکری سے لگا اور ایک سو ساٹھ والا بھی ایک بکری، یہ نہ ہوگا کہ دو بکریاں کا چالیس والا حصے اور لے ایک سو ساٹھ والا، برابری سے یہی مراد ہے (لمعات وغیرہ) یہاں مرقات نے بہت بڑی بحث کی، مگر جتنا فقیر نے عرض کر دیا، وہ کافی ہے خیال ہے کہ نصاب میں شرکت کی چند صورتیں ایک یہ کہ ایک آدمی کے دو بیٹوں کو میراث ملی جو ابھی تقسیم نہیں ہوئی دوسرے یہ کہ دو شخصوں نے اپنے مال مخلوط کر کے ان سے مشترک کاروبار شروع کر دیا وغیرہ: لے پنے عرض کیا جا چکا ہے کہ چاندی سونے کی زکوٰۃ وزن پر ہوتی ہے نہ کہ قیمت پر، اور اس کا اونٹے نصاب و سود دہم لینے ساٹھے بادن قولہ ہے، چالیسواں حصہ زکوٰۃ ہے لینے سو روپے پر ڈھائی روپے اور ہزار پر پچیس، اس کی پوری بحث کتب فقہ میں دیکھو لے عربی میں عشری وہ زمین کہلاتی ہے جو پانی سے قریب ہونے کی وجہ سے خود بخود تر رہتی ہو اور اس کا مالک اسے پانی دینے سے فارغ ہو احديث شریف میں ہے کہ عشری آدمی برا ہے لینے جو دین دد بنا سے فارغ ہو کر کچھ کام نہ کرے وہ برا ہے راز مرقات واضعہ نیز جن درخت کی جڑیں گرائی میں پہنچ کر زمین کی قدرتی تری خود لے لیں، اسے بھی

دوسری فصل روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں نے گھوڑے اور غلام کی زکوٰۃ کی تو معافی دے دی ۱۷ مگر چاندی کی زکوٰۃ دو ہر چالیس میں ایک درہم ہے اور ایک سو نوے میں کچھ نہیں جب دو سو کو پہنچیں تو ان میں پانچ درہم ہیں ۱۸ ریزندی و ابو داؤد اور ابو داؤد کی ایک روایت میں حضرت حارث ابن اُمور سے ہے ۱۹ وہ حضرت علی سے راوی زبیر کہتے ہیں مجھے خیال ہے حضرت علی

عشر ٹی کہتے ہیں ۱۵ غلاصہ یہ ہے کہ جس کھیت میں پانی دیتے ہر مالک کا خرچ ہو اس کی زکوٰۃ بیسواں حصہ ہے ورنہ دسواں اکھینچے میں کنوئیں سے ہر سے دریا سے کھینچنا سب شامل ہے ۵۵ یعنی اگر کسی کا کوئی جانور گھوڑا اگائے بھینس بیدک کرا مالک سے چھوٹ جائے اور کسی کو زخمی کرے تو مالک پر اس زخم کا قصاص یا مادیان نہ ہوگا، کیونکہ یہاں مالک بے قصور ہے، ہاں اگر مالک کی غفلت یا اس کے قصور سے جانور نے کسی کو جانی یا مالی نقصان پہنچایا تو مالک ذمہ دار ہے جیسے کوئی اپنا کٹ کھانا کتاؤں میں کھلا چھوڑے، اور وہ کسی کو زخمی کرے یا کسی کا جانور مارے، ان شاء اللہ اس کی پوری تحقیق کتاب القصاص میں آئے گی ۱۵۶ یعنی اگر کوئی شخص کسی کے کنوئیں یا کان میں گر کر مر جائے تو کنوئیں اور کان والے پر ضمان نہیں کہ وہ بے قصور ہے، ہاں اگر کوئی شخص راستے میں کنوئیں یا گڑھا کھودے جس میں کوئی گر کر مر جائے، تو اب یہ ذمہ دار ہے، کیونکہ مجرم ہے کہ یعنی اگر کسی کی زمین میں سونے چاندی یا کسی دھات کی قدرتی کان نکل آئے، تو وہ پانچواں حصہ حکومت اسلامیہ کو دیگا، اور چار حصہ اپنے خرچ میں لائے گا خیال رہے کہ رکاز کوڑے بنا جس کے معنی میں چھپنا یا خفیہ ہونا، اسی لئے پاؤں کی آہٹ کو رکز کہتے ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے لَا تَتَمَنَّوْا لِكُلِّ غُلَامٍ اَلْاَدْكُزَّا جانور کے لات مار دینے کو بھی رکز کہتے ہیں، اصطلاح میں رکز کان کو بھی کہتے ہیں اور دُفینہ یعنی گاڑھے ہوئے خزانہ کو بھی، امام اعظم ابو حنیفہ کے ہاں رکاز سے کان مراد ہے اور امام شافعی کے ہاں دُفینہ، امام اعظم کی دلیل وہ حدیث ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا رکاز کیا چیز ہے تو آپ نے فرمایا کہ وہ سونا جسے رب تعالیٰ نے زمین میں قدرتی پیدا فرمایا (یعنی عن ابی ہریرہ) نیز یہاں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے رکاز کا ذکر معدن کے ساتھ کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی معدن ہی ہے مرنات نے فرمایا کہ کان سے بعض چیزیں نکل جانے والی پیدا ہوتی ہیں جیسے سونا چاندی، لوہا اور باقی دھاتیں، اور بعض پتلی، جیسے پانی تیل اور تار کول اور بعض چیزیں خشک نہ گلنے والی جیسے چونا ہڑتال ہر قسم کے پتھر یا قوت نمک وغیرہ امام اعظم کے ہاں حرف دھاتوں میں خمس واجبہ، اور امام شافعی کے ہاں حرف سونے چاندی میں، وہ باقی دھاتوں کو شکار کے جانور کی مثل مانتے ہیں جس کو مل جائے اسی کی رعایت، مرنات اشعر ۱۵۶ گھوڑے مراد سواری کا گھوڑا اور غلام سے خدمت کا غلام مراد ہے، یہاں گھوڑا اور غلام مثلاً بیان فرمایا گیا وہ نہ حاجتِ اصلیہ میں گھرے ہو کسی مال کی زکوٰۃ نہیں لینے میں نے ان چیزوں کی زکوٰۃ معاف کر دی، یہاں مرنات میں ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم

النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ هَاتُوا رُبْعَ الْعَشْرِ مِنْ كُلِّ أَرْبَعِينَ دِرْهَمًا دِرْهَمًا
لَيْسَ عَلَيْكُمْ شَيْءٌ حَتَّى تَتِمَّ مِائَتِي دِرْهَمٍ فَإِذَا كَانَتْ مِائَتِي دِرْهَمٍ فَفِيهَا خَمْسَةٌ
دِرْهَمٍ فَمَا زَادَ فَعَلَّ حِسَابَ ذَلِكَ وَفِي الْغَنَمِ فِي كُلِّ أَرْبَعِينَ شَاةً شَاةً إِلَى عَشْرِينَ
وَمِائَةٍ فَإِنْ زَادَتْ وَاحِدَةً فَشَاتَانِ إِلَى مِائَتَيْنِ فَإِنْ زَادَتْ فَثَلَاثُ شِئَاءٍ إِلَى ثَلَاثِ

نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ چالیسواں حصہ دہر چالیس درہم میں ایک درہم ہے اور تم پر کچھ نہیں ہے
کہ دو سو درہم پورے ہو جائیں تو جب دو سو درہم ہو جائیں تو ان میں پانچ درہم میں جو اس پر زیادہ ہو تو اسی حساب پر ہے
۲۰ اور بکریاں میں ہر چالیس بکریوں میں ایک بکری ہے ۳۰ ایک سو بیس تک کہ اگر ایک زیادہ ہو جائے تو دو بکریاں دو سو تک
اگر زیادہ ہوں تو تین بکریاں تین سو تک

احکام شریعہ کے مالک ہیں، فرماتے ہیں کہ میں نے معاف کر دی لیکن اگر چاہتا ہوں سب کی زکوٰۃ واجب کر دیتا ۲۰ حدیث کا فائدہ یہ ہے کہ چاندی کا نصاب
دو سو درہم یعنی ساڑھے باون تولہ ہے جس سے کم میں زکوٰۃ واجب نہیں، پھر دو سو کے بعد تالیس درہم تک معافی چالیس پر ایک درہم اسی لئے فقہاء فرماتے
ہیں کہ چاندی سونے کی زکوٰۃ میں دو نصابوں کے درمیان نصاب کے پانچویں حصہ سے کم معاف رہتا ہے اور پانچویں حصہ پر زکوٰۃ بڑھتی ہے، چنانچہ
ساڑھے سات تولہ سونے کے بعد ڈیڑھ تولہ سے کم میں معافی ہوگی اور ڈیڑھ تولہ پر زکوٰۃ بڑھے گی، چاندی میں ساڑھے باون تولہ کے بعد سو ادس تولہ تک
معافی اور ساڑھے دس تولہ پر زکوٰۃ بڑھے گی، ۲۰ ان کا نام حارث ابن عبداللہ حمدانی ہے، کنیت ابو ذہیر ہے، تابعی ہیں، مشہور یہ ہے کہ آپ
حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے ہیں، بعض محدثین نے آپ میں جرح کی ہے، آپ نے حضرت علی سے کل چار حدیثیں روایت کی ہیں (مرقات وغیرہ)
۱۰ یعنی ذہیر جو راوی حدیث میں وہ فرماتے ہیں کہ مجھے یقین نہیں بلکہ گمان ہے کہ یہ حدیث مرفوعہ ہے موقوف نہیں، حضرت علی کا خود اپنا قول نہیں ہے بلکہ
حسن و انور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے ۳۰ اس کی شرح ابھی گزر چکی بنیال ہے کہ چاندی کی زکوٰۃ میں سکر اسلح الوقت کا اعتبار نہیں بلکہ وزن ملحوظ ہے مگر
تجارتی سامان کی زکوٰۃ میں سکر اسلح الوقت معتبر ہے کیونکہ چاندی میں خود اس پر زکوٰۃ ہے مگر تجارتی مال میں اس کی قیمت پر ہے لہذا دو سو درہم کا لفظ بہت
وسیع ہے، چندی کی سزا میں بھی مسروقہ مال کی قیمت کا اعتبار ہے (مرقاۃ) اس حدیث کی بنا پر صاحبین فرماتے ہیں کہ دو سو درہم کے بعد ہر درہم
زکوٰۃ واجب ہے، کیونکہ کم از کم عام ہے، مگر امام اعظم فرماتے ہیں کہ چالیس درہم سے کم میں زکوٰۃ نہیں، یہاں ما زاد سے مراد چالیس درہم ہیں جیسا کہ اوپر کے
جملہ سے معلوم ہوا اور دوسری احادیث اس کی تصریح فرمادی، نیز الودود کی اس دوسری حدیث کی اسناد میں حارث و عام ہیں ان دونوں پر محدثین نے سخت جرح کی ہے
لہذا یہ حدیث قابل سند نہیں غرض کہ فَمَا زَادَ فَعَلَّ ذَٰلِكَ کی عبارت مجروح ہے لہذا حق یہ ہی ہے کہ دو سو درہم کے بعد چالیس درہم سے کم پر زکوٰۃ نہ
ہوگی ۳۰ یہ جملہ بھی تمام احادیث صحیحہ کے خلاف ہے کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر چالیس بکریوں سے ایک بکری زکوٰۃ دی جائے، تو ایک
سو بیس میں تین بکریاں واجب ہوں، حالانکہ چالیس کے بعد ایک سو بیس تک زکوٰۃ نہیں بڑھتی، مرقات نے فرمایا کہ لفظ کُلُّ زائد

مَائَةٍ فَإِذَا زَادَتْ عَلَى ثَلَاثٍ مَائَةٍ فِي كُلِّ مَائَةٍ شَاةٌ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ إِلَّا تِسْعٌ وَثَلَاثُونَ فَلَيْسَ عَلَيْكَ فِيهَا شَيْءٌ وَفِي الْبَقَرِ فِي كُلِّ ثَلَاثِينَ تَبِيعٌ وَفِي الْأَرْبَعِينَ مُسِنَّةٌ وَلَيْسَ عَلَى الْعَوَالِمِ شَيْءٌ وَعَنْ مَعَاذِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا وَجَّهَهُ إِلَى الْيَمَنِ أَمَرَهُ أَنْ يَأْخُذَ مِنَ الْبَقَرَةِ مِنْ كُلِّ ثَلَاثِينَ تَبِيعًا وَتَبِيعَةً وَمِنْ كُلِّ أَرْبَعِينَ مُسِنَّةً رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى

پھر اگر تین پر زیادہ ہوں تو ہر سیکڑے میں ایک بکری اگر کبیریاں انہیں ہوں تو ان کو تم پر کچھ نہیں لے اور گائیوں میں ہر تیس میں ایک سالہ بچہ ہے لے اور چالیس میں دو سالہ بچہ اور کام کاج کے جانوروں میں کچھ نہیں لے روایت ہے حضرت معاذ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انہیں یمن میں بھیجا لے تو حکم دیا کہ گائے میں ہر تیس سے ایک سالہ نہریا مادہ وصول کریں اور ہر چالیس سے دو سالہ اور دو تریزی نسائی دارمی (روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ہے بعض نے فرمایا کہ یہ لکھی افزادی نہیں بکریاں منصف لے ہے یعنی بکری، بھیر، اونٹ وغیرہ، ان تمام میں چالیس پر زکوٰۃ ہے، لہذا یہ آئندہ حدیث بھی خلاف نہیں اور دیگر احادیث کے بھی مخالف نہیں۔ لے اس کی شرح پہلے ہو چکی ہے خیال رہے کہ بکریوں کی زکوٰۃ میں بکری کا چھوٹا بچہ نہ دیا جائے گا بلکہ جوان بکری یا بکر، جسے بکری کہہ سکیں گھر اس میں اونٹ، دگائے کی طرح عمر مقرر نہیں کہ اتنے سال یا اتنے ماہ کی بکری لے یعنی تیس گائیوں میں یکا، پچھڑی یا پچھڑا واجب ہے یکا، پچھڑے کو تبلیغ اس لئے کہتے ہیں کہ اس وقت بچہ اپنی ماں کے تابع ہوتا ہے اونٹ کی زکوٰۃ میں صرف مادہ ہی وصول کی جاتی ہے، مگر گائے کی زکوٰۃ میں فرمایا دو دونوں لئے جا سکتے ہیں، کیونکہ بعض لحاظ سے مادر بھی ہے کہ نسل دیتی ہے، اور بعض وجہ سے نرا چھاکہ کھیتی پڑی میں کام آتا ہے لے اسی طرح اگر اونٹ کام کاج کے لئے ہوں تو ان میں زکوٰۃ نہیں پھر علوفہ یعنی گھر چارہ کھانے والی میں زکوٰۃ نہیں لے وہاں کا حکم بنا کر، چونکہ اس زمانہ میں اسلامی حکام لوگوں کے خامری مال یعنی جانوروں اور زمینوں کی زکوٰۃ بھی وصول کرتے تھے جو بعد میں اپنے مصرف پر بہت احتیاط سے خرچ کر دی جاتی تھی، اس لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ تلقین فرمائی ہے کہ بقر کے معنی ہیں چرنا پھاڑنا چونکہ بیل زمین میں ہل چلاتے ہیں جس سے زمین چر جاتی ہے اس لئے بقر کہتے ہیں، بقرہ میں تائینت کی نہیں، وحدۃ نوعی یا صنفی کی ہے لہذا یہ یہ لفظ بیل پر بولا جاتا ہے، چونکہ عرب میں بھینس نہیں ہوتی اس لئے ان کا ذکر یہ فرمایا اور نہ بھینس کی زکوٰۃ بھی گائے کی طرح ہے خلاصہ یہ کہ گائے بھینس کا نصاب تیس ہے تیس میں ایک سال کا پچھڑا یا پچھڑی واجب ہے پھر چالیس تک زکوٰۃ نہ بڑھے گی، اور چالیس میں دو سالہ پچھڑا یا پچھڑی واجب ساٹھ میں دو تبیع اور ستر میں ایک تبیع اور ایک مسنہ، غرض کہ ہر تیس پر تبیع واجب ہوتا ہے یکا (یک سالہ) اور ہر چالیس پر مسنہ (دو سالہ) چالیس کے بعد ساٹھ سے کم میں بہت اختلاف ہے، صاحبین کے ہاں اس زیادتی سے زکوٰۃ نہ بڑھے گی۔ امام اعظم سے اس میں تین روایتیں ہیں، اس کی تحقیق ہدایہ کی شرح میں دیکھو، یہ حدیث اگرچہ منقطع ہے کیونکہ اس میں مرقی نے حضرت معاذ سے

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُعْتَدِي فِي الصَّدَقَةِ كَمَا نَعْبَارُ وَادَّابُودَ وَالتَّزْمِيْدِي
وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ فِي حَبِّ وَلَا تَمْرٍ
صَدَقَةٌ حَتَّى يَبْلُغَ خَمْسَةً أَوْ سِتًّا رَوَاهُ النَّسَائِيُّ؛ وَعَنْ مُوسَى بْنِ طَلْحَةَ قَالَ عِنْدَنَا
كِتَابُ مَعَاذِ بْنِ جَبَلٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ إِنَّمَا أَمْرَةٌ أَنْ يَأْخُذَ
الصَّدَقَةُ مِنَ الْخُنْطَةِ وَالشَّعِيرِ وَالزَّرْبِ الْتَمْرِ مُرْسَلٌ رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَنِ؛ وَعَنْ

نے کہ زکوٰۃ میں حد سے تجاوز کرنے والا زکوٰۃ نہ دینے والے کی طرح ہے لہذا ابوداؤد و ترمذی روایت ہے حضرت ابوسعید
خدری سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دانوں اور کھجوروں زکوٰۃ نہیں دینے کی پانچ دس کوپنچیں لہذا روایت ہے
حضرت موسیٰ ابن طلحہ سے کہ فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس حضرت معاذ بن جبل کی کتاب ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے فرمایا کہ
انہیں حضور نے حکم دیا کہ وہ گیہوں جو کشمش، کھجور سے زکوٰۃ لیں لکھ کر شرح سند روایت ہے

روایت کی مگر انہوں نے معاذ سے ملاقات نہیں کی لیکن چونکہ بہت احادیث اسے تقویت پہنچ چکی ہے اس لئے قابل عمل ہے، اسی لئے ترمذی نے اسے احسن فرمایا
لہذا اس حدیث کے دو معنی ہو سکتے ہیں، ایک یہ کہ جو حامل زکوٰۃ وصول کرنے میں زیادتی کرے کہ یا زیادہ لے یا بہترین مال لے، وہ ایسا ہی
گنہگار ہے جیسے زکوٰۃ نہ دینے والا، یا جو مالک زکوٰۃ دینے میں زیادتی کرے کہ یا تو کم دینے کی کوشش کرے یا ناقص یا مال مٹول کرے وہ ایسا ہی
گنہگار ہے جیسے زکوٰۃ نہ دینے والا، علماء فرماتے ہیں کہ زکوٰۃ خوشدلی سے دوائے عبادت سمجھو ٹیکس نہ سمجھو، مستحق کو دو، جان بوجھ کر غیر مستحق
کو نہ دو، دے کر احسان نہ جتاؤ اگر اپنے عزیز فقیر کو دی ہے تو اسے طعنہ نہ دو بلکہ اس کا ذکر کبھی بھی نہ کرو کہ ان سے حدتہ باطل ہو جاتا ہے، رب
تعالیٰ فرماتا ہے لَا تَبْطُلُوا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْأَذَىٰ اور یہ سب حد سے بڑھنے میں داخل ہیں لہذا اس حدیث کی مکمل شرح بھی کچھ
پہلے ہو چکی کہ امام اعظم کے ہاں یہاں زکوٰۃ سے زکوٰۃ تجارت مراد ہے چونکہ اُس زمانہ میں ایک دست یعنی ساٹھ صلح چالیس درہم کا ہوتا تھا اور
پانچ دس دو سو درہم کے اس لئے پانچ دس سے کم میں زکوٰۃ نہ تھی، زکوٰۃ پیداوار مراد نہیں کہ یہ تو ہر قسم سے زیادہ میں ہے لہذا آپ کا نام
موسے ابن طلحہ ابن عبد اللہ ہے تھیمی ہیں قرشی ہیں تابعی ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پیدا تو ہوئے۔ مگر حضور انور صلی اللہ
علیہ وسلم کی زیادت نہ کر سکے، آپ کا نام موسے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے لکھا، آپ کے والد طلحہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ لکھ
یہ حدیث ظاہری معنی سے امام اعظم کی دلیل ہو سکتی ہے کیونکہ اس میں ان چیزوں کا وزن مقرر نہ کیا گیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ پیداوار میں
مطلقاً زکوٰۃ واجب ہے کم ہو یا زیادہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ حضرت موسے فرماتے ہیں ہمارے پاس معاذ ابن جبل کی ہی مضمون
کی کتاب بھی ہے اور ہمیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ خبر بھی پہنچی ہے اس صورت میں یہ حدیث مرسل ہے، کیونکہ تابعی نے بغیر ذکر صحابی
حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث نقل کر دی، اسی معنی کی بنا پر معصنف نے اسے مرسل فرمایا اور یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت معاذ کی وہ

عَنْ أَبِي سَيْدٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي زَكَاةِ الْكُرُومِ أَنْ تَخْرُصَ كَبَا
تُخْرَصُ النَّخْلُ ثُمَّ تُؤَدِّي زَكَاةَ زَيْبِيَا كَمَا تُؤَدِّي زَكَاةَ النَّخْلِ ثُمَّ أَرَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ
أَبُو دَاوُدَ وَعَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي خَتْمَةَ حَدَّثَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ
يَقُولُ إِذَا خَرَصْتُمْ فَخُذُوا وَادْعُوا الثُّلُثَ فَإِنْ لَمْ تَدْعُوا الثُّلُثَ فَادْعُوا الرَّبْعَ رَوَاهُ
التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَبْعَثُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ رَوَاحَةَ إِلَى يَهُودٍ فَيَخْرُصُ النَّخْلَ حِينَ يَطِيبُ قَبْلَ أَنْ يُؤْكَلَ

حضرت عتاب بن اسید سے اہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انگوڑی زکوٰۃ کے بارے میں فرمایا کہ اس کیوں ہی اندازہ لگایا جائے جیسے کھجور کا لگا یا
جاتا ہے پھر اس کی کشمش سے یوں ہی زکوٰۃ دی جائے جیسے کھجور سے چھوڑا روں کی دی جاتی ہے لہذا ترمذی و ابو داؤد و روایت ہے حضرت سہل
ابن ابی حمزہ سے انہوں نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے تھے کہ جب تم اندازہ لگاؤ تو تمہاری چھوڑ وہ اگر تمہاری نہ چھوڑ دو تو چھٹائی
تو ضرور چھوڑ دو لکھ (ترمذی، ابو داؤد، نسائی) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبداللہ ابن رواحہ
کو لکھ: یہود خیرہ کی طرف بھیجتے تھے تو وہ کھجوروں کا اندازہ لگاتے تھے پکنے کے وقت، کھائے جانے سے پہلے

کتاب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے یا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو حضرت معاذ نے لکھ لیا تھا، اس صورت میں یہ حدیث مسلّم نہیں بلکہ مستعمل
لہ آپ قرشی ہیں، اموی ہیں، فتح مکہ کے دن ایمان لائے اور آپ کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کا حاکم بنایا، صدیق اکبر نے اپنی خلافت
میں آپ کو اس عہدہ پر بحال رکھا، صدیق اکبر کی وفات کے دن آپ کی مکہ مکرمہ میں وفات ہوئی دیں دفن ہوئے، کل پچیس سال عمر پائی
بڑے صالح متقی تھے پہلے حدیث بالکل ظاہر ہے کہ انگوڑ کے باغ کا مالک سارے انگوڑ توڑ کر وزن کر کے زکوٰۃ نہ نکالے بلکہ پہلے تو یہ اندازہ
لگائے کہ کل پھل کتنا ہوگا، پھر یہ کر کشمش ہو کر کتنا ہے گا، اس کا دسواں یا بیسواں حصہ زکوٰۃ نکلنے، چونکہ خیر پہلے سب سے پہلے میں فتح ہو چکا تھا
جہاں کھجور کے باغات ہیں وہاں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ ابن رواحہ کو اندازہ لگانے کے لئے بھیجا تھا اور طائف بعد میں فتح
ہوا جہاں انگوڑ کے باغات بکثرت تھے، اس لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے انگوڑ کی زکوٰۃ کو کھجور کی زکوٰۃ سے تشبیہ دی لازمات ۳۷ یہ
حکام کو حکم ہے یعنی لے جاؤ یا کھیتوں کی زکوٰۃ لینے جاؤ تو خود بھی اور دوسرے واقف کاروں کی مدد سے بھی اندازہ لگاؤ کہ اس میں
کل پھل یا دانہ کتنا ہے، اس کی زکوٰۃ کا حساب لگاؤ اور تمہاری یا چوتھائی زکوٰۃ چھوڑ دو تا کہ وہ مالک خود اپنے ہاتھ سے اپنے عزیز قرابت داروں
وغیرہ کو دے اور دوسری یا تین چوتھائی خود لے آؤ؛ خیال رہے کہ امام شافعی و ابو حنیفہ و حمزہ اللہ علیہما کے نزدیک یہ حکم خراج میں ہے زکوٰۃ پوری
مائل وصول کر لیا، ان کے ہاں یہ حکم خیر کے حکام کو لکھا جو خیر کے یہودیوں سے پیداوار کا نصف وصول کرنے جاتے تھے کیونکہ ان لوگوں سے اس
پر صلح ہوئی تھی کہ پیداوار کا آدھا تمہارا ہوگا اور آدھا مسلمانوں کا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اردے کو حکم دیا کہ اپنے اندازے سے

مِنْهُ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْعَسَلِ فِي كُلِّ عَشْرَةٍ أَذِقْ زَقِّ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ فِي إِسْنَادِهِ مَقَالٌ وَلَا يَصِحُّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هَذَا الْبَابِ كَثِيرٌ شَيْءٌ وَعَنْ زَيْنَبِ أُمِّ رَأُوَ عَبْدِ اللَّهِ قَالَتْ خَطَبَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ تَصَدَّقْنَ وَلَوْ مِنْ حُلِيِّكُنَّ فَإِنَّكُنَّ

لہ (ابوداؤد) لہ روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہد کے بائے میں کہ ہر سوں مشک میں ایک مشک ہے لہ (ترمذی) اور فرمایا کہ اس کی اسناد میں کلام ہے اور اس بائے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ زیادہ منقول نہیں لہ روایت ہے حضرت زینب زوجہ عبد اللہ سے (ابن مسعود) فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطاب کیا فرمایا کہ اے بیوی خیرات دو اگرچہ اپنے زیور ہی سے ہو کیونکہ

کچھ کم کر کے اس کا آدھا تو تاکہ ہماری طرف ان کا حق نہ آجائے ہمارا ان کی طرف رہ جائے تو حرج نہیں لہ آپ کے حالات پہلے بیان ہو چکے کہ آپ مشرور ہیانی ہیں، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم ہیں غزوہ موتی میں شہید ہوئے، آپ کے ذمہ وہ خدمت تھی جو آگے آرہی ہے۔

لہ گذشتہ حدیث میں عرض کیا گیا کہ یہود خیر سے اس بات پر صلح ہوئی تھی، مگر کچھ یوں کے باغات مسلمانوں کے ہوں گے، ماوراء نہمت ان یہود کی پیداوار آدھی آدھی، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پھل پکتے کے وقت حضرت عبد اللہ ابن رواحہ کو اندازہ لگانے کے لئے خیر بھیجتے تھے، کیونکہ وہ اندازہ لگانے میں ماہر تھے، چنانچہ آپ ان یہود سے فرما دیا کرتے تھے کہ اس باغ میں اتنے پھل ہیں، تم یا اس کے آدھے پھل ہم سے لے لو اور باغ ہمیں چھوڑ دو، یا آدھے پھل ہمیں دے دو اور باغ تمہارا اس فیصلہ پر یہود بہت خوش ہوتے اور کہتے تھے، کہ یہ وہ عدل ہے جس سے آسمان و زمین قائم ہیں، مسلمانوں کے عدل و انصاف کے کفار بھی قائل تھے لہ یہ حدیث ابوداؤد میں دو جگہ آئی ہے، کتاب الزکوٰۃ میں اور کتاب البیوع میں پہلی کی اسناد میں ایک مجہول شخص ہے دوسری کی اسناد میں جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ہے، تمام راوی سقہ ہیں، لہذا یہ حدیث حسن لغیر ہے لہ شہد کی زکوٰۃ کا مسئلہ بڑے بڑے کا ہے، تین اماموں کے ہاں اس میں زکوٰۃ نہیں، امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں اس میں زکوٰۃ ہے، پھر اس کے نصاب کے بائے میں خود امام صاحب سے کئی روایتیں ہیں۔ ایک یہ کہ اگر شہد عشری زمین سے حاصل ہو تو اس میں مطلقاً زکوٰۃ ہے، بخیر و اجور یا زیادہ، کیونکہ مگر کار فرماتے ہیں مَا أَخْرَجَتْهُ الْأَرْضُ فَفِيهِ الْعَشَدُّ اور ایک روایت میں یہ ہے کہ شہد کی قیمت پر زکوٰۃ ہے ایک روایت یہ ہے کہ اگر دس شکاریے ہوں، تو ایک مشکیزہ اس کی زکوٰۃ یہ حدیث اس تفسیرے قول کی دلیل ہے امام شافعی کا بھی پہلا قول یہی تھا لہ لئے محدثین کے نزدیک یہ صحیح نہیں، خیال ہے کہ محدثین کی یہ جرح امام اعظم کو مفر نہیں کیونکہ یہ حدیث امام صاحب کو صحیح ملی تھی، اس لئے کہ آپ کا زمانہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت قریب ہے، ان محدثین کو ضعیف ہو کر ملی بعد کا ضعف امام صاحب کو مفر نہ ہوگا، نیز یہ حدیث بہت روایتوں سے مروی ہے چنانچہ ابن ماجہ نے حضرت عبد اللہ ابن عمر سے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہد سے عشر وصول فرمایا ہے بعض احادیث میں یوں ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں شہد کا سر

الْأَهْلُ جَهَنَّمَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ : وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ
 أَنَّ امْرَأَتَيْنِ اتَّارَسُوهُمَا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي أَيْدِيَهُمَا سَوَارَانِ مِنْ ذَهَبٍ
 فَقَالَ لَهُمَا التَّوْدِيَانِ زَكَاةُ قَالَتَا لَا فَقَالَ لَهُمَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اتَّخِذَانِ
 أَنْ يُصَوِّرَكُمَا اللَّهُ بِسَوَارَيْنِ مِنْ نَارٍ قَالَتَا لَا قَالَ فَادِيَا زَكَاةُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هَذَا
 حَدِيثٌ قَدْ رَوَى الْمُثَنَّى بْنُ الصَّبَّاحِ : وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ هَذَا وَالْمُثَنَّى بْنُ
 الصَّبَّاحِ وَابْنُ لُهِيعَةَ يُضَعِّفَانِ فِي الْحَدِيثِ وَلَا يُصَحِّحُ فِي هَذَا الْبَابِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى

قیامت میں تم زیادہ دوزخی ہو گئے (ترمذی) اے روایت ہے حضرت عمرو بن شعیب کے والد سے وہ اپنے دادا سے راوی کہ دو عمدتیں
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اُن کے ہاتھوں میں سونے کے کنگن (کڑے) تھے اُن سے حضور انور نے فرمایا کہ تم انکی زکوٰۃ
 دیتی ہو سونے وہ بولیں نہیں تب اُن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم پسند کرتی ہو کہ اللہ تمہیں آگ کے کنگن پہنائے گا وہ بولیں
 نہیں فرمایا تو ان کی زکوٰۃ دیا کہ (ترمذی) اور فرمایا کہ یہ حدیث شیعہ ابن صباح نے روایت کی عمرو بن شعیب اس کی مثل اور شیعہ ابن صباح
 اور ابن لیعہ حدیث میں ضعیف مانے جاتے ہیں اور اس باب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی صحیح

جاتا تھا، ہذا میں نے حدیث یوں نقل کی کہ نبی شہاب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو شہد کا عشر دیتے تھے، تعدد اسناد کی وجہ سے متن حدیث قوی ہو گیا ہے
 اے یعنی پینٹنے کے سونے چاندی کے زیور میں بھی زکوٰۃ واجب ہے، یہاں ہدقہ سے مراد زکوٰۃ ہے جیسا کہ اگلی حدیث میں صاف آرہا ہے خیال ہے کہ پینٹنے
 کے ان زیوروں پر امام اعظم کے ہاں زکوٰۃ واجب ہے، امام شافعی کے قول جدید میں اور امام احمد کے ہاں اس میں زکوٰۃ نہیں، یہ حدیث امام
 اعظم کی قوی دلیل ہے اس کا کچھ ذکر اگلی حدیث میں آرہا ہے لے مرقعات نے فرمایا کہ اس حدیث کی اسناد بالکل صحیح ہے اور اس کے راوی سب
 قوی، نیز اس کی تائید قرآن کریم کی اس آیت سے ہے وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ لَا يَدْرُوكُهَا فِي سَوْنِ
 چاندی میں تجارت کی قید نہ لگائی، معلوم ہوا کہ پینٹنے کا زیور بھی اسی حکم میں داخل ہے، لہذا سونے چاندی کے استعمالی زیور پر زکوٰۃ فرض
 ہے جبکہ اُن کا وزن نصاب کو پہنچ جائے لے یہ سونے چاندی کے کنگن پینٹنے کے تھے، تجارتی نہ تھے، وزنی تھے، اگر ساڑھے سات تولہ ان
 وزن تھا، اس لئے اُن بیروں سے پوچھا گیا، یہ سوال فرمانا آئندہ حکم کی تمہید ہے، جیسے رب تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے پہلے پوچھا کہ تمہارے
 ہاتھ میں کیا ہے، کیوں پوچھا، آئندہ کلام کی تمہید کے لئے، لہذا اس سوال سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بے علمی ثابت نہیں ہو سکتی، حضور انور صلی
 اللہ علیہ وسلم اپنے ہر ایک امتی کے ہر ایک عمل سے خبردار ہیں: دیکھو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم
 سے پوچھا کہ آپ کے کس امتی کے اعمال آسمان کے تاروں کے برابر ہیں، تو فرمایا عمر فاروق کے رضی اللہ عنہ معلوم ہوا کہ ہر امتی کے اعمال بلکہ
 اُن کے ٹوٹل کی بھی خبر ہے لے اس وعید سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں زکوٰۃ سے مراد شرعی فرضی زکوٰۃ ہے نہ کہ نقلی ہدقہ کیونکہ نقل دانہ کرنے پر سزا

اللہ علیہ وسلم شئ، وعن أم سلمة قالت كنت ألبس أوصاحاً مرزوباً فقالت يا رسول الله ألكز هو فقال ما بلغ أن تؤدّي زكوة فزكي فليس بكنز رواه مالك والبو داود، وعن سمرة بن جندب أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يأمرنا أن نخرج الصدقة من الذي نعد للبائع رواه أبو داود، وعن ربيعة بن أبي عبد الرحمن عن

حدیث ثابت نہیں ہے روایت ہے حضرت ام سلمہ سے فرماتی ہیں کہ میں سونے کے کنگن پہنا کرتی تھی میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا یہ بھی خزانہ کرنا ہے؟ فرمایا جو بزرگوں کی حد کو نیچے تو تم اس کی زکوٰۃ دیتی ہو تو خزانہ نہیں ہے (مالک والبوداؤد) روایت ہے حضرت سمیرہ ابن جندب سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو حکم دیتے تھے کہ اس مال کی زکوٰۃ دیں جو تجارت کے لئے رکھتے ہیں (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ربیعہ ابن ابی عبد الرحمن سے وہ

دعوتِ نبویؐ کے شایع تہذیب کو یہ حدیث صحیح ہو کر نہ ملی، تو وہ اپنے علم کی بنا پر یہ فرما گئے اور نہ اصل حدیث بہت صحیح اسنادوں سے مروی ہے چنانچہ ابوداؤد و نسائی اور ابن ماجہ بلکہ خود ترمذی نے بھی حضرت علی سے روایت کی کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چاندی کی زکوٰۃ ہر چالیس درہم سے ایک درہم ادا کرو، نیز ابوداؤد و نسائی نے روایت کی کہ ایک عورت اپنی بڑی کوٹے کے حاضر بارگاہ نبویؐ ہوئی جس کے ہاتھوں میں سونے کے کنگن تھے، تو فرمایا کہ کیا ان کی زکوٰۃ دیتی ہو عرض کیا نہیں فرمایا کیا تمہیں یہ پسند ہے کہ کل تم کو دوزخ میں آگ کے کنگن پہنائے جائیں، تو اس نے فوراً کنگن اتار کر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پھینک دیئے اور بولی یہ اللہ رسول کے لئے صدقہ ہیں۔ یہ حدیث بالکل صحیح الاسناد ہے، نیز ابوداؤد نے عبد اللہ ابن شداد بن الماد سے روایت کی کہ ہم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اپنے پسناد واقعہ سنایا کہ میرے پاس ایک ہاتھ پر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں ہاتھوں میں کنگن پہنے بیٹھی تھی تو فرمایا اے عائشہ کیا ان کی زکوٰۃ دیتی ہو، میں بولی نہیں، تو فرمایا دوزخ میں جانے کے لئے یہ کافی ہیں، اسے حاکم نے بھی نقل فرمایا اور فرمایا یہ حدیث صحیح ہے مگر حکم زیور پر زکوٰۃ واجب ہونے کی صحیح احادیث بہت ہیں، اور قرآنی آیات الکی تائید، اگلی حد بھی آ رہی ہے رفیع القدیر، مرقاۃ خیال ہے کہ ابن بسیم کو امام ترمذی نے ضعیف کہا، مگر امام طحاوی نے ان کی توثیق کی ہے، امام اعظم کا مذہب نہایت قوی ہے اور استعمالی زیوروں پر زکوٰۃ فرض ہے لہٰذا خزانہ سے مراد وہ خزانہ ہے جس کی برائی قرآن کریم میں ہے ان الذین یکنزون الذہب الفخفاء آقا یہ سوال یہ ضرور ہی ہیں کہ اس سنہ کی تجارت نوکرنا نہیں ہے عرف پسننے کے لئے ہے، تو کیا یہ بھی اس آیت کریمہ کی زد میں آیا ہے۔ وہ بھی نہ یقین کہ جیسے پسننے کے کپڑوں میں زکوٰۃ نہیں، تو ہو سکتا ہے کہ پسننے کے زیور میں بھی نہ ہو نہیں یہ خیال نہ وہ کہ کپڑے اور زیورات زندگی کی چیز ہے، زیور لیا نہیں، لہٰذا اس حدیث بھی ثابت ہو کہ استعمالی زیور پر زکوٰۃ ہے یہ حدیث بالکل صحیح ہے ہر گز فرمایا کہ اس کے راوی امام بخاری کے شیوخ میں سے ہیں، اسے حاکم اور ابن قطان نے بھی نقل فرمایا ابن قطان نے فرمایا کہ حدیث صحیح ہے مرقاۃ مطلب یہ ہے کہ اگر زیور کی زکوٰۃ نہ دی جائے تو یہ بھی کنز میں داخل ہے جس پر قرآن کریم میں سخت وعید آئی، اگر زکوٰۃ دی جائے تو کنز نہیں لکھ لے سونے چاندی میں تو بہر حال زکوٰۃ ہے تجارت کے لئے ہو یا پسننے کے لئے یا کسی اور مقصد کے لئے مگر ان دونوں

غَيْرِ وَاحِدٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْطَحَ لِبِلَالِ بْنِ الْحَارِثِ الْمَزْنِيِّ مَعَادِنَ الْقِبْلِيَّةِ وَهِيَ مِنْ نَاحِيَةِ الْفُرْعِ فَتِلْكَ الْمَعَادِنُ لَا تُؤْخَذُ مِنْهَا إِلَّا الزَّكَاةُ إِلَى الْيَوْمِ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ: الْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنْ عَلِيٍّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ فِي الْخَضِرَاءِ وَادٍ صَدَقَةٌ وَلَا فِي الْعَرَايَا صَدَقَةٌ وَلَا فِي أَقْلٍ مِنْ خُمُسَةٍ أَوْ سِتٍّ صَدَقَةٌ

چند راویوں سے راوی اے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال ابن حارث مزنی کو کھدے قبلیہ کی کانیں جاگیر دیں کھدے قبلیہ مقام فرع کے اطراف میں واقع ہے تو ان کانوں سے آج تک زکوٰۃ کے سوا کچھ نہیں لیا جاتا ہے کھدے (ابو داؤد) تیسری فصل روایت ہے حضرت علی سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ تو سبزوں میں زکوٰۃ ہے نہ درخت عریاں میں کھدے اور نہ پانچ و سٹ سے کم میں زکوٰۃ ہے

کے علاوہ دوسرے مالوں میں زکوٰۃ جب ہوگی کہ تجارت کیلئے ہوں اس قاعدہ کلیہ میں تمام مال داخل ہیں مگر کہ کپڑے زمین، غلہ جانور بھی خیال ہے کہ جانور میں سائہ کی زکوٰۃ اور ہے، تجارت کی زکوٰۃ کچھ اور سائہ کی زکوٰۃ تو وہ ہے جو پہلے ذکر ہوئی کہ پانچ اونٹ میں ایک بکری، اس میں دو اونٹ مگر تجارتی اونٹ میں قیمت اگر دوسو درہم تک پہنچے تو چالیسواں حصہ اسی طرح پیداوار کی زکوٰۃ اور ہے، مگر دانہ، پھلوں کی زکوٰۃ کچھ اور پیداوار کی زکوٰۃ بیان ہو چکی کہ کھجور یا بہت زکوٰۃ واجب ہے دسواں یا بیسواں حصہ، مگر ان کی تجارتی زکوٰۃ چالیسواں حصہ ہوئی جبکہ دوسو درہم کو پہنچیں، لہذا یہ حدیث گذشتہ احادیث کے خلاف نہیں کہ یہاں تجارتی زکوٰۃ مراد ہے اے یعنی حضرت ربیعہ بن عبد الرحمن نے جو بڑے مشہور تابعی ہیں جن کا لقب ربیعہ رائے ہے بہت صحابہ سے یہ حدیث نقل فرمائی ۲ بلال ابن حارث صحابی ہیں، مزنیہ کے وفد میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر اسلام لائے، اسی سال عمر پائی، اسی میں وفات ہوئی، ۳ یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان بلال کو مقام فرع کے پاس جو مکہ و مدینہ نورہ کے درمیان ایک جگہ ہے، مدینہ منورہ سے پانچ منزل پر ہے، وطن نمک کی کانیں تھیں عطا فرمائیں لطیف معانی جاگیر کہ وہاں سے سونا چاندی نکالیں اور اپنا گزارہ کریں، قیل بھی ایک جگہ کانام ہے، معلوم ہوا کہ بادشاہ اسلام کسی کو کوئی زمین بطور جاگیر دے سکتا ہے ۴ یعنی کان سے نکلنے والی دھات میں پانچواں حصہ واجب ہوتا ہے خمس اگر ان کانوں کے سونے چاندی میں خمس واجب نہیں ہوا بلکہ زکوٰۃ یعنی چالیسواں حصہ واجب ہوا خیال رہے کہ حضرت امام شافعی کے ہاں جاگیر کی کان سے جو برآمد ہو اس میں چالیسواں حصہ واجب ہے مگر امام اعظم ابو حنیفہ کے نزدیک خمس ہی واجب ہے امام شافعی کی دلیل یہ حدیث ہے، حضرت امام اعظم کی دلیل وہ گذشتہ حدیث کہ وفی الدکان الخمس، یہ حدیث منقطع ہے، لہذا اس سے دلیل نہیں پکڑی جاسکتی (مرقات) ۱ یا یہ حضرت بلال کی خصوصیات سے ہے ۵ امام اعظم کے نزدیک سبزیوں میں عشر یا بیسواں حصہ ہے صاحبین کے ہاں نہیں، یہ حدیث صاحبین کی دلیل ہے۔ امام اعظم قدس سرہ کے ہاں اس سے زکوٰۃ تجارت مراد ہے، اس کی بحث پہلے ہو چکی، سبزیوں سے مراد تمام نہ کھڑنے والی چیزیں ہیں جیسے ترکاریاں پھول، بیگیں، کدو وغیرہ ۶ لے عریا عریہ کی جمع ہے، عریہ درخت ہے کسی کو ایک دو فصلوں کے لئے عادیہ دے دیا جاوے کہ وہ اس کے پھل کھایا کرے اصل درخت مالک کا ہو، کبھی کسی سے خشک کھجوریں نے

وَلَا فِي الْعَوَامِلِ صَدَقَةٌ وَلَا فِي الْجِبَةِ صَدَقَةٌ قَالَ الصَّقْرُ الْجِبَةُ الْخَيْلُ وَالْبِغَالُ وَ
 الْعَبِيدُ رَوَاهُ الدَّارِقُطْنِيُّ وَعَنْ طَاوُسٍ أَنَّ مَعَاذِينَ جَبِلَ أُتِيَ بِوَقْصِ الْبَقْرِ فَقَالَ
 لَمْ يَأْمُرْنِي فِيهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَيْءٍ رَوَاهُ الدَّارِقُطْنِيُّ وَالشَّافِعِيُّ وَقَالَ
 الْوَقْصُ مَا لَمْ يَبْلُغِ الْفَرِيضَةَ بَابُ صَدَقَةِ الْفُطْرِ الْفَصْلُ الْأَوَّلُ عَنْ
 ابْنِ عُمَرَ قَالَ فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَكَاةَ الْفُطْرِ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا

۱۰ کام کاج کے جانوروں میں زکوٰۃ ہے لہ اور نہ پشائیوں میں امام صقر نے فرمایا کہ پشائی بنے مراد گھوڑے اور خچر اور غلام ہیں لہ روایت قطنی
 روایت ہے حضرت طاووس سے کہ حضرت معاذ بن جبل کے پاس نصاب کم گائیں لائی گئیں تو آپ نے فرمایا کہ مجھے اس کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ
 علیہ وسلم نے کوئی حکم نہیں دیا لہ دارقطنی شافعی اور امام شافعی نے فرمایا کہ وقص وہ عدد ہے کہ نصاب کو نہ پہنچے لہ صدقہ فطر کا باب
 ۱۱ پہلی فصل روایت حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر ایک صاع چھوٹے یا ایک صاع بڑے

کرو اس کے عوض درخت کی ترکھوں میں دے دیتے ہیں اسے بھی عزیہ کہا جاتا ہے، اس کی پوری بحث کتاب البیوع میں ہوگی، انشاء اللہ اس کی بحث
 پہلے ہو چکی کہ امام اعظم کے نزدیک یہاں زکوٰۃ سے تجارتی زکوٰۃ مراد ہے، چونکہ اس زمانہ میں ایک دست چالیس درہم کا ہوتا تھا تو پانچ دست دو سو درہم کے
 ہوئے اس لئے یہ ارشاد ہوا، ورنہ پیداوار کی زکوٰۃ ہر تھوڑی بہت پر ہوگی، دلائل اسی باب میں بھی کچھ پہلے عرض کئے گئے لہ لینے کام کاج کے ادنیٰ
 گائیوں وغیرہ میں زکوٰۃ نہیں، کیونکہ یہ تجارتی مال نہیں، اسی طرح غلوہ لینے گھر کا چارہ کھانے والے جانوروں میں زکوٰۃ واجب نہیں، یہ سب بھی پہلے
 گذر چکا ہے کہ جب یہ تجارت کے لئے نہ ہو، خدمت کے لئے ہوں تو ان میں زکوٰۃ نہیں، ہاں اس غلام کا فطرہ آقا پر واجب ہوگا لہ کیونکہ وجوب
 زکوٰۃ کے لئے مال کا بقدر نصاب ہونا شرط ہے، ادنیٰ کا نصاب پانچ ہے، گائے کا تیس، بکریوں کا چالیس، اس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے، ادنیٰ ہی سے
 نصاب کو نہ پہنچے وہ بھی وقص ہے اور دونوں کے درمیان کی کسر بھی وقص ہے، یہاں پہلی صورت مراد ہے کیونکہ انہوں نے اس کی بالکل زکوٰۃ نہ لی اور نہ ان
 وانشع وغیرہ فطرہ یا افطار سے ہے یا فطرہ سے، چونکہ ماہ رمضان گزر جانے اور عید کے دن افطار کرنے پر واجب ہوتا ہے اسلئے فطرہ کہا جاتا ہے یا پچھ
 پیدا ہوتے ہی اس کی طرح باپ پراد اگر نا واجب ہو جاتا ہے لہذا فطرہ ہے، اصطلاح شریعت میں عید دن جرم الدار پر رمضان کا صدقہ واجب ہوتا ہے وہ
 قطرہ ہے، اخاف کے ہاں فطرہ واجب ہے، امام شافعی و احمد کے ہاں فرض، امام مالک کے ہاں سنت مکتبہ، امام شافعی کے ہاں ہر اس امیر و غریب
 پر جو ایک دن کی روٹی پر قادر ہو فطرہ فرض ہے امام مالک کے ہاں مالک نصاب پر فطرہ سنت ہو کہ ہے نصاب نامی لینے بڑھنے والا ہو یا نہ ہو
 نصاب میں احباب کا مذہب بھی یہی ہے، فطرہ کے تفصیلی مسائل کتب فقہ میں دیکھو لہ صاع عرب شریف کا مشہور پیمانہ ہے (روپا)
 جس سے انے ماپ کر فروخت ہوتے ہیں، جیسے ہمارے ہاں ہر علاقہ کا میر مختلف ہے، ایسے ہی عراق، حجاز اور یمن کے صاع بھی مختلف
 ہیں، فطرہ میں جہانی صاع جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مروج تھا معتبر ہے تحقیق یہ ہے کہ وہ صاع تین سو اکیاون درہم

مِنْ شَعِيرٍ عَلَى الْعَبْدِ وَالْحُرِّ وَالْأَنْثَى وَالصَّغِيرِ وَالْكَبِيرِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَأَصْرُهَا
أَنْ تُؤَدَّى قَبْلَ خُرُوجِ النَّاسِ إِلَى الصَّلَاةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ
قَالَ كُنَّا نُخْرِجُ زَكَاةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ طَعَامٍ أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا
مِنْ أَقِطٍ أَوْ صَاعًا مِنْ زَبِيبٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، الْفَصْلُ الثَّانِي، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ

جو ہر غلام، آزاد مرد، عورت چھوٹے اور بڑے مسلمان پر اسے مقرر فرماتے تھے اور حکم دیا کہ لوگوں کے عید گاہ جانے سے پہلے ادا کر دیا جائے
۳۷ (مسلم و بخاری) روایت ہے حضرت ابی سعید خدری سے فرماتے ہیں کہ ہم صدقہ فطر ایک صاع غلہ لے یا ایک صاع جو دیا ایک صاع
چھوٹے یا ایک صاع پنیر یا ایک صاع کشمش نکالتے تھے ۳۸ (مسلم بخاری) دوسری فصل روایت ہے حضرت ابن عباس سے

بھرے یعنی ہمارے پاکستانی امشی روپیہ کے سیر کے چار سیر ڈیڑھ پاؤ، ایک تولہ، لہذا اگر فطرہ میں جو دے، تو ایک شخص کی طرف سے اتنے دے اور اگر گھریوں دے، تو
آدھا صاع یعنی دو تیرہ تین چھٹا تک چھدا شہر، اس کی تحقیق فتاویٰ رضویہ شریف میں ملاحظہ کریں لے خیال رہے کہ صدقہ فطر ایک اعتبار سے بدنی
عبادت ہے کہ ایک بدنی عبادت رونے کی تکمیل کے لئے ہے، اسی لئے غلام پر بھی واجب ہوا جیسے نماز و روزہ اور دوسرے لحاظ سے مالی عبادت ہے کہ وہ
مال سے ادا ہوتا ہے، اس لئے غلام کا فطرہ اس کے مرنے پر واجب ہوا نہ کہ خود غلام پر، تیسری حیثیت سے یہ مالی ٹیکس کی حیثیت رکھتا ہے جیسے
پیداوار کا خراج، اس لئے یہ نابالغ بچے پر بھی واجب ہوا، مگر بچے کا فطرہ باپ دیگا، یاں اگر بچہ خود غنی ہو تو اس کے اپنے مال سے دیا جائیگا لہذا
حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ جب بچے پر روزہ نماز، زکوٰۃ فرض نہیں تو فطرہ کیوں واجب ہوا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وجوب فطرہ کا سبب بدنی علم
ہے نہ کہ مال، مسلم مال تو وجوب فطرہ کی شرط ہے کیونکہ اے حضور! اور صلی اللہ علیہ وسلم نے بندہ کی طرف نسبت دی ہے ۳۹ اس حدیث سے امام شافعی
رضی اللہ عنہ نے دو مسئلے ثابت فرمائے ہیں ایک یہ کہ فطرہ فرض ہے کیونکہ یہاں، لفظ قَوْضَ رَسُولُ اللَّهِ ہے، دوسرے یہ کہ ہر امیر و غریب پر فرض ہے جس
کے پاس ایک دن کے کھانے سے بچا ہوا ہو کیونکہ حضور! اور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں غنی کی قید نہ لگائی، امام اعظم ابو حنیفہ پیہ مسئلہ کے متعلق فرماتے ہیں
کہ یہاں فرض لغوی معنی میں ہے یعنی مقرر فرمائی، رب تعالیٰ فرماتا ہے قَدْ عَلِمْنَا مَا تَرْضَا عَلَيْنَا فِيمَا فِي أَرْوَاحِهِمْ، اور اگر شرعی فرض ہی مراد ہو یعنی لازم
کر دینا تب بھی حدیث ظنی ہے، اور فرضیت کے لئے دلیل قطعی چاہیے۔ لہذا اس فرض سے وجوب ثابت ہو گا نہ کہ فرضیت اور دوسرے مسئلہ کے متعلق فرماتے
ہیں کہ اس اطلاق سے تو یہ حدیث تمہارے بھی خلاف ہے، کیونکہ یہاں ایک دن کی روٹی ہے نہ مال ملکیت کا بھی ذکر نہیں چاہیے کہ ہر آزاد و غلام
پر فطرہ واجب ہوتے کہ فقیر بے نوبہ دمت دیا بھیک مانگ کر فطرہ دے، پھر لطف یہ ہے کہ جب ہر فقیر پر فطرہ دینا فرض ہوا تو فطرہ لے گا کون
امام اعظم کی دلیل وہ حدیث ہے جو امام احمد نے اپنی مسند میں اور امام بخاری نے تعلیقاً بخاری میں نقل فرمائی کہ حضور! اور صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا صدقة الا عن ظہر غنی صدقہ تو انگری سے واجب ہوتا ہے، اب تو انگری کی کوئی حد ہونا چاہیے وہ نصاب
کی ملکیت ہے ۴۰ یہ حکم استنباطی ہے، بہتر یہ ہے کہ فطرہ عید کے دن نکالے اور عید گاہ جانے سے پہلے دے، اگر نماز عید کے بعد یا تب بھی جائز

قَالَ فِي آخِرِ رَمَضَانَ آخِرُ حُرُوفِ صَدَقَةِ صَوْمِكُمْ فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذِهِ الصَّدَقَةَ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ شَعِيرًا أَوْ نِصْفَ صَاعٍ مِنْ قَمْحٍ عَلَى كُلِّ حُرٍّ أَوْ مَمْلُوكٍ ذَكَرًا أَوْ أُنْثَى صَغِيرًا وَكَبِيرًا وَآدَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَعَنْهُ قَالَ فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَكَاةَ الْفِطْرِ طَهُرَ الصَّيَامِ مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ وَطَعْمَةً لِلْمَسَاكِينِ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ الْفَصْلُ الثَّلَاثُ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ

کہ آپ رمضان کے آخر میں فرمایا کہ اپنے روزوں کا صدقہ نکالو یہ صدقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لازم فرمایا ہے ایک صاع کھجور یا جو یا آدھا صاع گندم لے ہر آزاد یا غلام مرد یا عورت چھوٹے یا بڑے پر ہے لے (ابوداؤد، نسائی) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر لازم فرمایا روزوں کو بیہودگی اور غش سے پاک کرنے اور مسکینوں کو کھانا دینے کے لئے لے (ابوداؤد، تفسیری فصل) روایت ہے حضرت عمرو بن شعیب سے وہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے

ہے، اور اگر عید سے ایک دو دن پہلے دے دیا جب بھی درست ہے، چنانچہ بخاری شریف میں حضرت ابن عمر کی ایک روایت نقل کی، جس کے آخر میں ہے وکانوا یجطلون قبل الفطر پیغم اور وہ یہ یعنی صحابہ عید سے ایک دو دن پہلے فطرہ دے دیتے تھے، مگر عید کے دن نماز سے پہلے دینا بہتر ہے تاکہ فقراء بھی عید منالیں راندنات وغیرہ لے سکیں یہ ہے کہ یہاں طعام سے مراد گندم کے علاوہ دوسرا غلہ ہے جو ار، باجرہ، مکئی وغیرہ کیونکہ گندم کا آدھا صاع فطرہ ہوتا ہے نہ کہ پورا صاع، اور اگر گندم مراد ہو تو آدھا صاع فطرہ ہوگا اور آدھا صدقہ نفلی، لہذا یہ حد نصف صاع گندم کی احادیث کے خلاف نہیں: شیخ نے اشعۃ میں فرمایا کہ اس زمانہ میں حجاز میں جو ار کا زیادہ استعمال تھا لے یاؤ اختیار دیتے تھے ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دینے والے کا اختیار ہے کہ فطرہ ان میں سے کسی چیز سے دے لیکن اگر پیسے یا کپڑا یا صابن وغیرہ فطرہ میں دے، تو سود و سیر گندم کی قیمت کا اعتبار کرے، اس قیمت کی یہ چیزیں دے۔

لے اس حدیث سے دوسرے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ عید کے دن سے پہلے میں فطرہ دے سکتے ہیں، دیکھو حضرت ابن عباس نے آخر رمضان میں ہی فطرہ نکلانے کا حکم دیا، دوسرے یہ کہ گندم کا آدھا صاع فطرہ میں دیا جائے نہ کہ پورا، لہذا یہ حدیث امام اعظم کی قوی دلیل ہے لے اس کی شرح پیسے ہر چکی کہ ملوک غلام کا فطرہ موئے و بیگا غلام مسلمان ہو یا کافر، اسی طرح چھوٹے بچے کا فطرہ باپ پر ہے، اگر بچے کے پاس اپنا مال نہ ہو، ورنہ خود بچے کے مال سے دیا جائیگا لے یعنی فطرہ واجب کرنے میں دو حکمتیں ہیں، ایک تو روزہ دار کے روزوں کی کوتاہیوں کی معافی اکثر روزے میں غصہ بڑھ جاتا ہے تو بلا وجہ لڑ پڑتا ہے، کبھی جھوٹ غیبت وغیرہ بھی ہو جاتے ہیں، اب تعالیٰ اس فطرے کی برکت سے وہ کوتاہیاں معاف کرے گا کہ نیکوں سے گناہ معاف ہوتے ہیں، دوسرے مسکین کی روزی کا انتظام بچوں پر اگرچہ روزے فرض نہیں، مگر دوسری حکمت وہاں بھی مروجہ ہے، لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ پھر بچوں پر فطرہ کیوں ہے، وہ تو روزہ رکھتے نہیں

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مُنَادِيًّا فِي فُجَا حِ مَكَّةَ الْإِرَانَ صَدَقَةَ الْفِطْرِ وَاجِبَةً عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ ذَكَرًا وَأُنْثَى حُرًّا وَعَبْدًا صَغِيرًا وَكَبِيرًا مُدَّانٍ مِنْ قَدَحٍ أَوْ سِوَاهُ أَوْ صَاعٍ مِنْ طَعَامٍ مِثْلَ رِوَاةِ التِّرْمِذِيِّ؛ وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ ثَعْلَبَةَ أَوْ ثَعْلَبَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي صَعْبٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَاعٌ مِنْ بَرٍّ أَوْ قُدَحٍ عَنْ كُلِّ اثْنَيْنِ صَغِيرًا وَكَبِيرًا حُرًّا وَعَبْدًا ذَكَرًا وَأُنْثَى أَمَّا غَنِيَّتُكُمْ فَيُزَكِّيهِ اللَّهُ وَأَمَّا فَقِيرُكُمْ فَيُرَدُّ عَلَيْهِ أَكْثَرُ مِمَّا أُعْطَاهُ رِوَاةُ أَبُو دَاوُدَ: بَابُ مَنْ لَا تَجَلُّ لَهُ الصَّدَقَةُ؛

راوی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کی گلیوں میں منادی بھیجا کہ خبردار یہ صدقہ فطر واجب ہے ہر مسلمان مرد و عورت، آزاد غلام، چھوٹے بڑے پر گلیوں وغیرہ سے دو مدہ یا اس کے مساوی غنہ کا ایک صاع لے کر روایت ہے حضرت عبداللہ بن ثعلبہ سے یا ثعلبہ بن عبداللہ بن ابی صعب سے کہ وہ اپنے والد سے راوی فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایک صاع گندم دو شخصوں کی طرف سے ہے چھوٹے یا بڑے آزاد یا غلام مرد و عورت لیکن ۵۰ تم میں کہ والد اللہ اسے تو پاک فرما دیگا اور لیکن تمہارا فقیر اللہ اسے دیئے سے زیادہ دے گا لے (ابوداؤد) باب جن لوگوں کے لئے زکوٰۃ حلال نہیں ہے

لے یہ اعلان فقیر مکہ کے بعد ہوا، کیونکہ اس سے پہلے وہاں اسلامی احکام کے اعلان کی کوئی صورت ہی نہ تھی، چونکہ مدینہ کے مسلمانوں کو سر وقت صحبت محبوب میں نہ تھی، اس لئے انہیں اس اعلان کی ضرورت نہ تھی، کہ معظمہ کے اکثر مسلمان نو مسلم بھی تھے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے دور بھی، اس لئے یہ اعلان کرائے گئے ۵۰ ایک صاع چار مد کا ہوتا ہے، نو دو مد کا آدھا صاع ہوا یعنی گندم سے فطرہ آدھا صاع فی کس واجب ہے، اور کل مسلم سے مراد ہر صاحب نصاب غنی مسلمان ہے جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا کہ صدقہ غنا کے بغیر واجب نہیں ہوتا، اور آزاد غلام چھوٹے بڑے سے مراد بلا واسطہ اور بالواسطہ ہے، یعنی بالغ آزاد غنی تو اپنا فطرہ خود دے اور غنی کے غلام و چھوٹے بچوں کا فطرہ وہ غنی دے لہذا یہ حدیث نہ تو دیگر احادیث کے خلاف ہے، نہ احسان کے مخالف ۵۰ یہاں طعام کو گندم کے مقابل فرمایا گیا معلوم ہوا کہ اس سے سوا گندم و دیگر غلہ نہیں لہذا یہ حدیث گذشتہ حدیث کی گویا تشریح ہے جہاں فرمایا گیا تھا کہ طعام کا ایک صاع واجب خیال ہے کہ فطرہ میں اصل گندم و جو اور پس، اگر ان کے سوا کسی اور غلہ یا دوسری چیز سے فطرہ دیا گیا تو ان مذکورہ دونوں کی قیمت کا لحاظ ہوگا۔ لہذا چادل باجرہ آدھے صاع گلیوں کی قیمت کے دینے ہونگے۔ لے آپ عبداللہ بن ثعلبہ بن ابی صعب ہیں آپ تابعی ہیں، مگر آپ کے والد ثعلبہ صحابی ہیں جن سے صرف یہ ہی ایک حدیث مروی ہے، صعب کی وفات ۸۶ھ یا ۸۹ھ میں ہوئی، قریباً نوے سال عمر پائی، اور عبداللہ بن ثعلبہ ہجرت سے چار سال پہلے پیدا ہوئے اور ۸۹ھ میں فوت ہوئے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے مگر کچھ جماعت ثابت نہیں امرات ۱۵۰ یعنی چھوٹے بڑے، آزاد غلام سب کا فطرہ یکساں ہے آدھا صاع گندم۔ لے اس حدیث سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ فقیر پر بھی فطرہ واجب ہے مگر یہ حدیث قابل حجت نہیں کیونکہ اس کے اسناد میں نعمان ابن راشد ہے جو سخت

الْفَصْلُ الْأَوَّلُ عَنْ أَنَسٍ قَالَ مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَقَرَّةٍ فِي الطَّرِيقِ فَقَالَ لَوْلَا أَنِّي أَخَافُ أَنْ تَكُونَ مِنَ الصَّدَاقَةِ لَا كَلَّمْتُهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ أَخَذَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ تَمْرَةً مِّنْ تَمْرِ الصَّدَاقَةِ فَجَعَلَهَا فِي فُيْءِهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُنْ لِي طَرَحًا ثَمَّ قَالَ أَمَا شَعُرْتُ إِنَّا لَا نَأْكُلُ الصَّدَاقَةَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ

پہلی فصل روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم راستہ میں ایک کھجور پر سے گزرتے تو فرمایا کہ مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ یہ صدقہ کا ہو گا تو میں سے کھا لیتا ہے (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں کہ حضرت حسن ابن علی صدقے کے چھوڑاؤں میں سے ایک کھجور ہارے کر اپنے منہ میں ڈال لیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا رخ! رخ! تاکہ وہ اسے تھوکر دیں پھر فرمایا کہ کیا تمہیں خبر نہیں کہ ہم صدقہ نہیں کھایا کرتے ہے (مسلم بخاری) روایت ہے

ضعیف ہے، امام بخاری نے فرمایا کہ یہ دہمی ہے، امام احمد نے فرمایا یہ حدیث صحیح نہیں، کیران راوی کے نام میں بہت گفتگو ہے، عبدالرزق نے یہ حدیث بسند صحیح، ابن جریر عن ابن شہاب عن عبداللہ بن ثعلبہ روایت کی، تو اس میں فقیر وغنی کا ذکر نہیں، صرف یہ ہے کہ ایک صاع گندم دو کی طرف ادا کر دیا اس کی پوری اور نفیس تحقیق یہاں مرزات میں دیکھو، نیز اگر فقیر وغنی پر صدقہ فطر دینا واجب ہو جائے، تو پھر فطرہ لینے والا کون ہو گا، کیونکہ یہ تو اصول اسلام کے خلاف ہے کہ فقیر فطرہ دے بھی اور دوسروں کا فطرہ لے بھی، کہہ لینے کن شخصوں کو صدقہ واجبہ، زکوٰۃ، ہدیہ، فطرہ نہیں دے سکتے، یہاں چند مسائل خیال میں رکھنے چاہئیں ایک یہ کہ صدقہ وہ مال ہے جو شخص ثواب کے لئے کسی کو دیا جائے، اور ہدیہ وہ مال ہے جو کسی کے احترام و رفا کے لئے اُسے دیا جائے، صدقہ میں دوسرے پر رحم ہے اور ہدیہ میں اس کی تعظیم دوسرے کی جہد شخصوں کو زکوٰۃ وغیرہ منع ہے، کافر، غنی مسلمان، انبی ہاشم، اپنی اولاد، اپنے اصولی لینے صدقہ دینے والا جن کی اولاد میں ہے، شوہر یا زوجہ کو تیسرے یہ کہ کافر ذمی کو صدقہ واجبہ نہیں دے سکتے، صدقہ نفی دے سکتے ہیں، اگرچہ وہ بھی مسلمان فقیر کو دینا بہتر ہے چونکہ زکوٰۃ نہ لے سکنے والوں کے بنا دینے سے لے سکنے والوں کا پتہ خود بخود لگ جاتا ہے، اس لئے نہ لینے والوں کا ذکر کیا کہ یہ ٹھوٹے ہیں، چونکہ یہ کہ ہدیہ کی تین قسمیں ہیں تدارک، جو چھوٹا بڑے کو دے، عطیہ جو بڑا چھوٹے کو دے، ہر جو برابر والا دے، لے لینے فطرہ یہ ہے کہ یہ کھجور زکوٰۃ کی ہو جو مالک کے ہاتھ سے گر گئی ہو، اس لئے ہم سے نہیں کھاتے، اگر یہ فطرہ نہ ہو تا تو ہم سے کھا لیتے، اس چند سے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اولاد پر یا قیامت زکوٰۃ لینا حرام ہے، کیونکہ یہ لوگوں کے ہاتھ و مال کا میل ہے، ان مسکینوں کو کیونکر جائز ہو سکتا ہے جبکہ آگے عرض ہو گا، دوسرے یہ کہ لفظ یعنی پڑی ہوئی چیز اگر معمولی ہو جس کی تلاش مالک نہ کرے گا، مالک کو دھوا ضروری ہے نہ اس کے سنبھالنے اور سلطان کرنے کی ضرورت ہے بلکہ فوراً اپنے استعمال میں لانا جائز ہے، لفظ کی امداد یہ قیمتی چیز کے متعلق ہیں جن کی مالک تلاش کرے، تیسرے یہ کہ فتویٰ اور تقویٰ میں فرق ہے، فتویٰ محرمات سے بچنے کا ہے مگر تقویٰ یہ ہے کہ شبہات بھی بچیں، مگر شبہ اور وہم میں فرق ہے، وہمیت کا اعتبار نہیں، ولایتی کپڑے کے تھان بازار میں فروخت ہوتے ہیں ان میں شبہ کرنا یہ گندے پانی سے دھوئے گئے ہونگے تقویٰ انہیں وہم ہے، صحابہ کرام ضمیمت میں کفار کے لباس پاتے تھے، اور تکلف

عَبْدُ الْمُطَّلِبِ بْنِ رَبِيعَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ هَذِهِ الصَّدَقَاتُ
الَّتِي أُوسَاخِرُ النَّاسَ أَوْ أَنْهَا لَا تَحِلُّ لِمُحَمَّدٍ وَلَا لِأَلِ مُحَمَّدٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ أَبِي
هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أُتِيَ بِطَعَامٍ سَأَلَ عَنْهُ أَهْدِيَّةٌ أَمْ
صَدَقَةٌ فَإِنْ قِيلَ صَدَقَةٌ قَالَ لِأَصْحَابِهِ كُلُوا وَلَوْ بِأَكْلٍ وَإِنْ قِيلَ هَدِيَّةٌ ضَرَبَ

حضرت عبد المطلب بن ربیعہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ یہ صدقات لوگوں کے میل ہیں لہٰذا یہ نہ حضور محمد صلی
اللہ علیہ وسلم اور نہ آپ کی آل کو حلال ہے۔ روایت ہے حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب کوئی
کھانا لایا جاتا تو اس کے متعلق پوچھتے کہ آیا یہ ہدیہ یا صدقہ اگر کہا جاتا کہ صدقہ ہے تو صحابہ سے فرماتے کھا لو گے اور خود نہ کھاتے اور اگر
عرض کیا جاتا کہ ہدیہ ہے تو ہاتھ شریف

استعمال کرتے تھے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار بادشاہوں کے ہدیے لئے اور استعمال فرمائے، خیال رہے کہ یہاں تعلیم امت کے لئے یہ ارشاد ہے
کہ متشابہات بچو اور نہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تو ہر ایک چیز کی حقیقت و اصفیت جردار ہیں۔ جیسا کہ ہم بار بار اسی شرح میں در اپنی کتاب جہاد الحق
حصہ اول میں ثابت کر چکے ہیں لہٰذا اس حدیث نے فیصلہ فرمادیا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کو زکوٰۃ لینا حرام ہے انا جمع فرما کر تاقیامت اپنی
اولاد کو شامل فرمایا، یہی حق ہے اسی پر فتویٰ ہے، بعض لوگ جو کہتے ہیں کہ یہ حکم اس زمانہ میں تھا اب سید زکوٰۃ لے سکتے ہیں یا سید کی زکوٰۃ لے
سکتے ہیں یہ تمام جرم و جرم ہیں، فتویٰ اس پر نہیں خیال ہے کہ نبی ہاشم سے مراد آل عباس، آل جعفر، آل عقیل، آل عاص، ابن مطلب و آل رسول ہیں
ابو لبابہ کی سلمان اولاد اگرچہ نبی ہاشم تو ہیں مگر یہ زکوٰۃ لے سکتے تھے اور لے سکتے ہیں، کیونکہ زکوٰۃ کی حرمت کو امت و عزت کے لئے ہے، ابو لبابہ حضور انور
صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا و کی کوشش میں رہا اسی لئے وہ اور اس کی اولاد اس غفلت کی مستحق نہ ہوئی (از المعانی) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اپنی نا سمجھ اولاد
کو بھی ناجائز کام نہ کرے وہ دیکھو حضرت حسین اس وقت بہت ہی کم سن اور نا سمجھ تھے جیسا کہ کتب فرماتے ہیں معلوم ہو رہا ہے مگر حضور انور صلی
اللہ علیہ وسلم نے انہیں بھی زکوٰۃ کا پھیرا نہ کھانے دیا، فقہاء فرماتے ہیں کہ نا سمجھ لوگوں کو سونے چاندی کا زیور پہنانا حرام ہے اس مسئلہ کی ماخذ حدیث
بھی ہو سکتی ہے یہ قاعدہ بہت مفید ہے (مرقات) لہٰذا اس طرح کہ زکوٰۃ دفعہ نکل جانے سے لوگوں کے مال اور دل پاک صاف ہوتے ہیں جیسے
میل نکل جانے سے جسم پاکیزہ و رب تعالیٰ فرماتا ہے خذ من اموالہم صدقۃ تطہرہم و تذکیرہم بہا۔ لہٰذا یہ مسلمانوں کا دھوون ہے لہٰذا حدیث
ایسی واضح اور صاف ہے جس میں کوئی تاویل نہیں ہو سکتی، بیٹے مجھے اور میری اولاد کو زکوٰۃ لینا اس لئے حرام ہے کہ یہ آل کا میل ہے لوگ ہمارے میل سے سفقہ
ہوں ہم کسی میل کیوں لیں، اب بعض کا یہ کہنا کہ چونکہ رسالت کو ختم نہیں ملا اس لئے اب وہ زکوٰۃ لے سکتے ہیں غلط ہے کہ نص کے مقابل چونکہ اور کیوں کہ نہیں سنا
جائے غنی صحابہ اپنے واجب و نفلی صدقہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتے تھے تاکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ سے
سزائیں تقسیم فرمادیں کہ آپ کے ہاتھ کی برکت سے رب تعالیٰ قبول فرمائے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اصحاب صفہ و غیرہ فقراء و صحابہ پر تقسیم فرماتے

بِیْدِهِ فَأَكَلَ مَعَهُمْ مُتَّفِقٌ عَلَيْهِ، وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ فِي بَرِيرَةَ ثَلَاثُ سُنَنِ أَحَدِ
السَّنَنِ أَنْهَا عَتِقَتْ فَخُذْتُ فِي زَوْجِهَا وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْوَلَاءُ مِلْنِ
اعْتَقَ وَدَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْيَمَّةُ تَقْوَرُ بِحِمِّ فَقَرَّبَ إِلَيْهِ خَبْزًا وَادَمَّ
مِنْ أَدَمِ الْبَيْتِ فَقَالَ أَلَمْ أَرْبُمَا فِيهَا لِحْمٌ قَالُوا بَلَى وَلَكِنْ ذَلِكَ لِحْمٌ تَصَدَّقَ بِهِ عَلَى

بڑھاتے اور ان کے ساتھ کھاتے (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ حضرت بریرہ میں تین شرعی حکم ہوئے
۱۔ ایک حکم یہ کہ وہ آزاد کی گئیں تو انہیں اپنے خاوند کے متعلق اختیار دیا گیا ۲۔ اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دلا آزاد کرنے
والے کے لئے سے لے کر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے کہ ہڈی گوشت ابل رہی تھی آپ کی خدمت میں مدنی اور
گھر کا کوئی سالن پیش کیا گیا تو فرمایا کہ کیا مجھے گوشت کی ہڈی نظر نہیں آ رہی عرض کیا ہاں لیکن یہ گوشت جو بریرہ پر صدقہ کیا گیا

تھے، اور بعض لوگ خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہدیہ دندہ نہلاتے تھے، چونکہ دو قسم کے مال حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے
تھے، اس لئے اگر لالہ والا صان صان نہ کہتا، تو مرکا خود پوچھ لیتے تھے۔ ہدیہ سے خود بھی کھا لیتے تھے مگر صدقہ خود استعمال نہ فرماتے تھے یہاں
صحابہ سے مراد فقراء صحابہ ہیں جو صدقہ واجبہ سکتے ہیں، حضرت عثمان غنی وغیرہم غنی صحابہ (انہیں) صدقہ و ہدیہ کا فرق اس باب کے شروع میں عرض کیا گیا ہے
۳۔ یعنی ہدیہ دندہ کا کھانا خود بھی کھاتے تھے اور موجود صحابہ کو بھی اپنے ہمراہ کھلاتے تھے خیال رہے کہ غنی اور سید کو صدقہ نقل لینا جائز ہے وہ صدقہ ان
کے لئے ہدیہ بن جاتا ہے مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم صدقہ نقل بھی نہ لیتے تھے کیونکہ اس میں صدقہ دینے والا لینے والے پر رحم و کرم کرتا ہے
جس کا ثواب اللہ سے جانتا ہے سب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے رحم کے خواستگار ہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر کون انسان
رحم کرتا ہے، ہاں صدقہ جاریہ جیسے کنوئیں کا پانی، مسجد و قبرستان کی زمین اس کا حکم دوسرا ہے کہ یہ سر غنی و فقیر یکساں خود صدقہ کرنے والے واقع کو بھی اس
کا استعمال جائز ہے، یہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی مباح تھا (ازمرقات وغیرہ) ۴۔ بریرہ پر وزن کرید صحابہ ہیں حضرت عائشہ صدیقہ کی ولایت
لیئے آزاد کردہ لونڈی ہیں آپ نے حضرت ابن عباس، عروہ ابن زبیر سے احادیث روایت کیں یعنی حضرت بریرہ کے ذریعہ ہم کو تین شرعی مسائل معلوم ہوئے
۵۔ حضرت بریرہ کے خاوند کا نام غنیت تھا جو پہلے غلام تھے حضرت بریرہ کے آزاد ہو چکے تھے جب آپ آزاد ہوئیں تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو خاوند
کو چاہیں نکاح باقی رکھیں یا فسخ کر دیں، معلوم ہوا کہ لونڈی کو آزادی پر خیار متفق ملتا ہے خاوند غلام ہو یا آزاد اس کی پوری بخت اللہ اللہ کائنات کا
اور کتاب اللعق میں آئے گی ۶۔ حضرت بریرہ ایک یہودی کی لونڈی تھیں جس نے آپ کو کتاب کر دیا تھا کہ اتنا مال دو تو تم آزاد ہو
آپ مال دیے مآجز ہوئیں تو حضرت عائشہ صدیقہ سے عرض کیا آپ نے فرمایا تمہارا مال میں دے دیتی ہوں اپنے مالک سے کہو
کہ تمہیں میرے ہاتھ فروخت کر دے پھر میں تم کو آزاد کر دوں گی ان کے مالک نے کہا کہ ہاں ہم فروخت تو کر دیجئے مگر اس شرط سے
کہ تمہاری دلا یعنی آزاد کر نیکیا حق ہم کو ہے یہ مسلح حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو چھایا تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دلا آزاد

بَرِيَّةٌ وَأَنْتَ لَا تَأْكُلُ الصَّدَقَةَ قَالَ هُوَ عَلَيْهَا صَدَقَةٌ وَلَنَا هِدَايَةٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۖ وَ
عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْبَلُ الْهَدَايَةَ وَيَتَيْبُ عَلَيْهَا نَدَاءَهُ
الْبُخَارِيُّ ۖ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ دُعِيتُ إِلَى
كُرَاعٍ لَأَجَبْتُ وَلَوْ أُهْدِيَ إِلَيَّ ذِرَاعٌ لَقَبِلْتُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ ۖ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ الْمُسْكِينُ الَّذِي يَطُوفُ عَلَى النَّاسِ تَرُدُّ اللَّقْمَةَ وَاللَّقْمَتَانِ

اور حضور آپ صدقہ تو کھاتے نہیں تو فرمایا وہ ان پر صدقہ ہے ہمارے لئے ہدیہ ہے اسے رسول بخاری روایت ہے انہی سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ قبول فرماتے تھے اور اس کا بدل بھی عطا فرماتے تھے (بخاری) روایت حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر مجھے پائے (یعنی گائے بکری کے گھر وغیرہ) کی طرف دعوت دی جائے تو قبول کروں اور اگر مجھے دستی دی جائے تو منظور فرماؤں (بخاری) روایت انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکین وہ نہیں جو لوگوں پر کھانا پھرتے ایک دو تیسے یا

کرنے والے کو ہے نہ کہ فروخت کرنے والے کو، یہ دوسرا مسئلہ حضرت بریرہ کے ذریعہ معلوم ہوا، وللا کا اثر یہ ہوتا ہے کہ اگر آزاد کردہ غلام لا وارث فوت ہو جائے تو میراث مرنے کو ملتی ہے اسی طرح اگر مولا لا وارث فوت ہو تو یہ غلام میراث لیتا ہے ۱۰ یعنی بریرہ سے کہو کہ اپنے اس گوشت میں سے جو انہیں صدقہ ملا ہے ہم کو بھی دیں کیونکہ صدقہ ان پر ختم ہو چکا، اب ہم کو بریرہ کی طرف ہدیہ ہو کرے گا جو ہمارے لئے مباح ہوگا، اس میں تین مسائل معلوم ہوئے، ایک یہ کہ نبی یا شتم کا آزاد کردہ غلام زکوٰۃ نہیں لے سکتا، مگر دوسروں کا غلام زکوٰۃ لے سکتا ہے، چونکہ حضرت عائشہ قرشیہ تو یحییٰ مگر ہاشمیہ نہ تھیں، اس لئے بریرہ کو صدقہ لینا درست ہوا، دوسرے یہ کہ اپنی بیوی یا بیوی کی لونڈی یا اولاد سے کچھ مانگا جس میں ذلت نہ ہو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی جائز ہے چہ جائیکہ اور کوئی، جس سوال میں ممانعت ہے وہ ذلت والا سوال ہے، دیکھو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بریرہ سے گوشت طلب فرمایا تیسرے یہ کہ ملکیت بدل جانے سے حکم بدل جاتا ہے، لہذا اگر فقیر کو زکوٰۃ دی گئی، اس نے اس زکوٰۃ سے کسی غنی یا سید کی دعوت کر دی یا وہ زکوٰۃ کی رقم کسی مسجد مرنے یا کنوئیں پر خیرات کر کے لگا دی تو جائز ہے کہ زکوٰۃ تو فقیر پر ختم ہو گئی، اب فقیر کی طرف ہدیہ ہے، دیکھو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پورے صدقہ کیا ہر گوشت کھایا کہ اب یہ ہدیہ دینا نہ بن گیا تھا، اس سے بہت فقہی مسائل حل ہو سکتے ہیں، حضرت ابن عمر کو جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا صدقہ دیا ہوا گھوڑا فقیر سے خریدنے کو منع فرما دیا اسکی وجہ یہ تھی کہ وہ آپ کو اس لئے رعایت دینا چاہتا تھا کہ آپ اسے صدقہ دیا تھا یہ رعایت کرنا ممنوع تھا لہذا احادیث میں تعارض نہیں، ۱۱ بلکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ دینے والے کو اپنی شان کے لائق بھاری عطیہ دیتے تھے، اب بھی جو امتی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ایصالِ ثواب کرتے ہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دین دینا میں کہیں بہتر عرض فرماتے ہیں اور فرمائیے جس کا تجربہ بار بار ہوا اور ہر بار ہے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عطیہ تا قیامت جاری ہے ۱۲ یعنی ہم کو معمولی آدمی کی دعوت اور معمولی ہدیہ قبول فرماتے ہیں عار نہیں ضرور قبول فرمائیے گے، اس میں مالداروں بلکہ بادشاہوں کو لعین ہے کہ بڑبڑوں اور اپنے نوکرؤں کے حقیر ہدیوں کو نہ ٹھکرا ان

وَالْتَمَرَةَ وَالْتَمَرَتَانِ وَلَكِنَّ الْمُسْلِمِينَ الَّذِي لَا يَجِدُ غَنًى يَغْنِيهِ وَلَا يَفْطِنُ بِهِ فَيَتَصَدَّقُ عَلَيْهِ وَلَا يَقُومُ فَيَسْأَلُ النَّاسَ مُتَّفِقٌ عَلَيْهِ: **الفصل الثاني** عَنْ أَبِي رَافِعٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ رَجُلًا مِنْ بَنِي مُخَزَّمٍ عَلَى الصَّدَاقَةِ فَقَالَ لِأَبِي رَافِعٍ اصْحَبْنِي كَمَا تُضَيِّبُ مِنْهَا فَقَالَ لِأَحْتَى أَقْرَسُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْأَلَهُ فَاَنْطَلَقَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهُ فَقَالَ إِنَّ الصَّدَاقَةَ لَا تَحِلُّ لَنَا وَإِنَّ

ایک دو چھوڑے لوہاں لیکن مسکین وہ ہے جو غنا بھی نہ پائے جس کو لوگوں سے لا پر واہ ہو جائے اور اُسے پہچانا بھی نہ جائے تاکہ اُسے صدقہ دیدیا جائے اور نہ اٹھ کر لوگوں سے سوال کرے (مسلم بخاری) دوسری فصل روایت ہے حضرت ابو رافع سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبی مخزوم کے ایک شخص کو صدقہ پر مقرر کر کے بھیجا اُس نے ابو رافع سے کہا کہ تم بھی ہمارے ساتھ چلو کہ تم بھی کچھ پاتو ۲ وہ بولے نہیں سنے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھ لوں ۳ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے وہ آپ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ ہم کو صدقہ حلال نہیں اور

کے اخلاص کی قدر کرو، اور ہم غریبوں کی ہمت افزائی ہے کہ جس قدر ہر کے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالی میں مال و اعمال کے ثواب کا ہدیہ کرتے ہیں یہاں کرانے سے مراد کھڑے رکائے بکری کے پائے ہیں نہ کہ کراخ انعم منزل جیسا کہ بعض لوگوں نے سمجھا، یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ اگر کوئی فقیر صدقہ کا معمولی مال بھی لے کر ہمدانی دعوت کر دے تو ہم قبول فرمائیں گے، کیونکہ صدقہ اُس پر ختم ہو چکا اسی لئے یہ حدیث اس باب میں لائی گئی۔

۱ یعنی جس مسکینیت پر ثواب ہے اور ہاروں کے ذمہ میں داخل ہے وہ یہ بھکاری فقیر نہیں ہے بلکہ یہ تو عام حالات میں اسی سوال پر لنگھ رہے کہ جب وہ بھیک مانگنے کے لئے اتنی دُور دُور ہو کر سکتا ہے تو وہ ملنے کے لئے بھی کر سکتا ہے، ہاں صابر وہ مسکین ہے جو حاجت مند، مگر پھر کسی پر اپنی حاجت ظاہر نہ کرے، اپنے فقر کو چھپانے کی کوشش کرے، اسی مسکین کی رب تعالیٰ نے قرآن پاک میں تعریف فرمائی ہے کہ فرمایا للفقراء الذین احصوا فی سبیل اللہ الا یہ خیال رہے کہ جس مسکینیت کی دعا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگی ہے وہ مسکینیت دل ہے یعنی دل میں عجز و انکار ہونا، تکبر و غرور نہ ہونا، ایسا شخص اگر مالدار بھی ہو تو مبارک مسکین ہے، اور جن احادیث میں فقر و مسکینیت سے پناہ مانگی گئی ہے وہ ایسی تنگ دستی ہے جو فقر میں مبتلا کرے، لہذا احادیث میں تعارض نہیں اور نہ یہ اعتراض ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو مسکینیت کی دعا کی مگر رب تعالیٰ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو بادشاہ بنا دیا یہ دعا قبول نہ ہوئی ۲ خلاصہ یہ ہے کہ کسی مخزومی کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ پر حائل بنایا جس کو کڑے سے ہی معاوضہ دیا جاتا، اُس مخزومی کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام جن کا نام اسلم ہے کفایت ابو رافع سے کیا تم بھی میرے ساتھ چلو، جو اجرت لے گی اُس میں تمہارا حصہ ہوگا جس سے تمہارا کچھ کام چل جائے گا، یہ مطلب نہیں ہے کہ میں خود اجرت لے کر اپنی طرف سے تم کو ہدیہ دے دوں گا ۳ ظاہر یہ ہے کہ یہاں مسئلہ پوچھنا مراد نہیں بلکہ ساتھ جانے کی اجازت حاصل کرنا مراد ہے، ابو رافع اگرچہ جہاں آزاد ہو چکے تھے مگر اُن کا دل ہمیشہ کے لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہو چکا تھا، حضور

انور علیہ السلام سے بغیر کچھ بخش بھی نہیں کرتے۔ **۱۰** یعنی اے ابورافع تم ہوجاؤ غلام اور ہم ہیں نبی ہاشم سے جو کچھ نبی ہاشم زکوٰۃ کے مال بن کر اس سے اجرت بھی نہیں لے سکتے، لہذا تم بھی یہ اجرت نہیں لے سکتے: اس حدیث سے دو مسئلے نہایت اہم حاصل ہوئے: ایک یہ کہ حضرات نبی ہاشم خصوصاً سیدہ زکریا کی شان اسلام میں بہت اعلیٰ ہے، کہ غنی عامل زکوٰۃ سے اجرت لے سکتا ہے، مگر یہ حضرات تو کیا ان کا زکوٰۃ خیر غلام یہ اجرت بھی نہیں لے سکتا، اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو آج کل سیدوں کو زکوٰۃ کھانا جائز کرنے کی دھن میں ہیں، سادات کو زکوٰۃ لینا ہرگز جائز نہیں، دوسرے یہ کہ شان وادب کی نسبت اس نے ابھی شان وادب بن جاتے ہیں، دیکھو سید کا غلام اگر کسی قوم سے ہو زکوٰۃ نہیں لے سکتا بلکہ زکوٰۃ سے اجرت عمل بھی نہیں وصول کر سکتا اس کو وہ لوگ عبرت پکڑیں جو کہتے ہیں نسبت کیا چیز بے صرف اپنے عمل اچھے چائیں، تیسرے یہ کہ حضور انور علیہ السلام احکام قرآن کو عام و خاص فرو کرتے ہیں، دیکھو رب تعالیٰ نے مطلقاً فرمایا **وَالْعَامِلِينَ** علیہا مگر حضور انور علیہ السلام نے اس آیت اپنی اولاد بلکہ ان کے غلاموں کو علیحدہ کر دیا، ورنہ قرآن کریم نے سید و غیر سید کا فرق صرف زکوٰۃ کے بیان میں کوئی نہ کیا۔ چوتھے یہ کہ سچے پیغمبروں نے نبوت کو ذریعہ معاش قرار نہ دیا۔ مرنے کا دیا بیانی اس نبوت کے ذریعہ خود مال مال ہو گیا بلکہ اپنی اولاد کو سکھا گیا کہ ہشتی مقبرہ کی قبریں بیچ کر مرنے آڑا یا کر نفع و بلا للہ منہ حضور انور علیہ السلام نے نایاب اپنی اولاد کو زکوٰۃ کی آمدنی سے محروم فرما دیا۔ انہیں حکم دیا کہ تم زکوٰۃ دو مگر غریب ہو کر لو نہیں **۱۱** یہ حدیث حضرت امام شافعی کی دلیل ہے، دن کے ہاں تندہ رست اور کمانے کی قدرت رکھنے والا زکوٰۃ نہیں لے سکتا، اگرچہ فقیر ہو، امام اعظم کے ہاں لے سکتا ہے، امام اعظم کی دلیل قرآن کریم کی یہ آیت ہے **لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أَحْصَرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ** اور حضور انور علیہ السلام کا یہ عمل کہ سرکار اصحاب صفہ کو جو سترتھے اور سب کمانے پر قادر تھے مگر انہوں نے اپنے کو علم دین سیکھنے کے لئے وقف کر دیا زکوٰۃ دیتے تھے، اس کا ذکر اسی آیت مذکورہ میں ہے یہ حدیث اس آیت اس عمل سے منسوخ ہے یا یہاں **لَا يَحِلُّ** کے معنی ہیں لائق نہیں، یعنی غنی کو صدقہ لینا لائق نہیں احرام ہے اور تقدیرت فقیر کو لائق نہیں (غیر مناسب ہے) یا صدقہ سے مراد بھیک مانگنا ہے، جیسا کہ لگے باب کی احادیث سے ثابت ہے، وہ احادیث اس حدیث سے شرح ہیں امام اعظم کا مذہب قوی ہے، کیونکہ رب تعالیٰ نے زکوٰۃ کے جو اٹھ مصرف بیان فرمائے **انما الصدقات للفقراء** **وَاللَّيِّنِينَ** میں

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي حَجَّةِ الْوُدَّاعِ وَهُوَ يَقِيمُ الصَّدَقَةَ فَسَأَلَهُ مِنْهَا فَرَفَعَ فِينَا النَّظَرَ
وَحَفَظَهُ فَإِنَّا جَلَدَيْنِ فَقَالَ إِن شِئْتُمَا أُعْطِيَتْكُمَا وَلَا حَظَّ فِيهَا بِالْغَنِيِّ وَلَا لِقَوْرِي
مُكْتَسِبٍ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَعَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ مَرْسَلًا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَحِلُّ الصَّدَقَةُ لِغَنِيِّ إِلَّا لِحَسْتِهِ لِغَارِي فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ لِعَامِلٍ
عَلَيْهَا أَوْ لِغَارِمٍ أَوْ لِرَجُلٍ اشْتَرَاهَا بِمَالِهِ أَوْ لِرَجُلٍ كَانَ لَهُ جَارٌ مُسْكِينٌ فَتَصَدَّقَ

اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے جبکہ آپ حجۃ الوداع میں تھے صدقہ تقسیم فرما رہے تھے اہل بیتوں نے بھی حضور سے صدقہ مانگا تو حضور نے ہم پر نظر اٹھائی پھر جھکائی ہم کو سندست و توانا دیکھا تو فرمایا کہ اگر تم چاہو تو تم کو دے دوں مگر اس میں نہ تو غنی کا حصہ ہے نہ کمائی کے لائق نہ دست کا حصہ (ابو داؤد، نسائی) روایت حضرت عطاء بن یسار سے مرسل ہے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ پانچ کے سوا کسی غنی کو صدقہ حلال نہیں اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا حصہ اور صدقہ پر عامل حصہ اور مفروض حصہ یا اسے بچہ مال سے صدقہ دیدے۔ اسے جس کا کوئی پڑوسی مسکین تھا تو مسکین پر صدقہ کیا گیا

ان میں مجبور بیمار یا تندرست کی قید نہ لگائی یہ معلوم ہوا کہ ہر فقیر تندرست یا بیمار زکوٰۃ لے سکتا ہے، اہل ظاہر یہ ہے کہ یہ صدقہ فرض یعنی زکوٰۃ ہوگا اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حجاج نے اپنی زکوٰۃ تقسیم کے لئے پیش کی ہوگی، جیسا کہ صحابہ کا دستور تھا، آج بھی مسلمان اپنے صدقات حرمین شریفین جانے والوں کو دے دیتے ہیں کہ وہاں تقسیم کر دینا، اسی عمل کا ماخوذ یہ حدیث ہے، اہل حرمین حیران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور وہاں صدقہ کا ثواب ایک ایک لاکھ تک ہے اس لئے یہ عمل کرتے ہیں، یہ اس حدیث خلاف نہیں کہ قوم کا صدقہ یا کسی شہر کا صدقہ اسی قوم و شہر میں خرچ کیا جائے کہ وہاں مقصد یہ ہے کہ سب صدقہ باہر دوسری قوم میں نہ بھیج دواؤں اس شہر یا قوم کو باکل محروم نہ کر دے، اس میں دونوں کو تعویذ و طہارت کی تعلیم ہے یعنی جو نیکو قوم دونوں اگرچہ فقیر ہو مگر تندرست اور کمانے کے لائق ہوں اس لئے اس سے لینا تمنا لائق نہیں، اگر ان کو یہ صدقہ لینا حرام ہوتا جیسا کہ حضرت امام شافعی فرماتے ہیں تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم یہ نہ فرماتے کہ اگر تم چاہو تو تم کو دے دوں، اس اختیار دینے سے معلوم ہو رہا ہے کہ دینا جائز تو ہے مگر بہتر نہیں ہے آپ حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں حضرت امام المؤمنین بیہودہ رضی اللہ عنہما کے آناد کردہ غلام ہیں بڑے عالم و عابد تھے چونکہ اس اسناد میں صحابی کا ذکر نہیں اس لئے حدیث مرسل ہے اور احادیث کے ہاں حدیث مرسل حجت ہے کہ امام شافعی کے ہاں صحابہ الدار زکوٰۃ لے سکتا ہے، یہ حدیث ان کی دلیل ہے مگر ہمارے ہاں غازی مسافر جس کی پاس مال غنم ہو چکا وہ سفر کی بنا پر لے سکتا ہے نہ کہ محض جہاد کی بنا پر ہمارے ہاں وہ مسافر غازی ہی مراد ہے امام شافعی کے ہاں حدیث مرسل حجت نہیں، اس لئے وہ اس حدیث سے دلیل نہیں لے سکتے، نیز دیگر احادیث میں ملاحظہ فرمایا گیا کہ مال داروں زکوٰۃ کو فقرا کو دواؤں غازی کا استثناء نہیں یا ارشاد فرمایا کہ صدقہ غنی کو حلال نہیں، فتح القدیر و مرقات نے فرمایا یہ حدیث ضعیف ہے، عامل سے مراد مولی زکوٰۃ کا کام کرنے والا ہے جیسے عاشر، حاسب، اکاتب وغیرہ سب اپنی اجرت زکوٰۃ سے لیں گے ان کے لئے یہ اجرت ہوگی نہ کہ زکوٰۃ، مگر اللہ اکبر نبی ہاشم عامل ہو کر بھی زکوٰۃ سے اجرت نہیں لے سکتے، اسے حق یہ ہے کہ مفروض سے وہ مراد ہے جو مالک نصاب

عَلَى الْمُسْكِينِ فَأَهْدَى الْمُسْكِينُ لِلْغَنِيِّ رَوَاهُ مَالِكٌ وَأَبُو دَاوُدَ وَفِي رِوَايَةٍ لِأَبِي دَاوُدَ
عَنْ أَبِي سَعِيدٍ أَوْ ابْنِ سَبِيلٍ، وَعَنْ زَيْدِ بْنِ الْحَارِثِ الصَّدَايِ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَايَعْتُ فَقَدْ كَرِهْتُ أَنْ أَطُوبِيَهُ فَأَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ أَعْطِنِي مِنَ الصَّدَقَةِ
فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ كَرِهَ أَنْ يَحْكُمَ نَبِيٌّ وَلَا غَيْرُهُ فِي
الصَّدَقَاتِ حَتَّى حَكَمَ فِيهَا هُوَ فَجَزَأَ هَاتَيْنِ ابْنِيَةِ أَجْزَاءٍ فَإِنْ كُنْتَ مِنْ تِلْكَ الْأَجْزَاءِ
أَعْطَيْتُكَ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ الْفَصْلُ الثَّلَاثُ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ قَالَ شَرِبَ

پھر مسکین نے اس غنی کو ہدیہ دیا اے مالک، ابو داؤد اور ابو داؤد کی ایک روایت میں جو حضرت ابو سعید سے ہے یہ ہے کہ یا مافہر روایت
ہے حضرت زید ابن حارث صدیقی سے فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے بیعت کی اے انورؐ ایک راز
حدیث سنائی کہ آپ کے پاس ایک شخص آیا بولا کہ مجھے صدقہ سے دیجئے اے اُن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ صدقات
متعلق نبی وغیرہ کے حکم سے راضی نہ ہوا تھے کہ اس کا خود حکم آیا اے مصرف کی رب تعالیٰ نے آٹھ قسمیں کیں اگر تم ان آٹھ قسموں سے
ہو تو میں تم کو دے دوں اے (ابو داؤد) تیسری فصل روایت ہے حضرت زید ابن اسلم سے اے فرماتے ہیں کہ

تو ہے مگر اس کا نصاب قرض میں ڈوبا ہوا ہے مثلاً سورہ بیکہ کا مالک ہے مگر فوسے روپے کا مقروض ہے اُسے غنی میں داخل فرمانا ظاہری حال کی بنا پر ہے
ورنہ درحقیقت وہ فقیر ہے اے یہ جواز اس بنا پر ہے کہ ملک بدل جانے سے حکم بدل جاتا ہے، دیکھو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ گوشت کھایا جو پر
کو صدقہ دیا گیا تھا لہذا جب مسکین سے زکوٰۃ خرید لی یا اُس نے ہدیہ اسے کچھ دے دی، تو اب یہ زکوٰۃ نہ دی، اس پر بہت سے شرعی احکام مرتب ہونگے
مگر خیال رہے کہ اس خرید و فروخت میں دھوکہ نہ ہو، رب تعالیٰ نیت جانتا ہے، لہذا صاحب نصاب فقیر سے اپنی زکوٰۃ دھوکے سے سستی نہ خریدے
حضرت ابن عمرؓ کو جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے صدقہ کا گھوڑا فقیر سے خریدنے کو منع فرما دیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ فقیر حضرت
ابن عمرؓ کو اس لئے سستا دیتا تھا کہ انہیں کا صدقہ ہے لہذا یہ حدیث اس واقعہ کے خلاف نہیں اے یہ بیعت بیعت اسلام تھی حضور انور
صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو مسلمان کرتے وقت استقامت علی الدین کی بیعت۔ تو یہی تقویٰ کی، کسی خاص حکم پر عمل کرنے کی بھی بیعت لی ہے، آجکل عموماً
شرشدوں سے تو یہ یا تقویٰ کی بیعت کی جاتی ہے، بیعت اسلام کا ذکر اس آیت میں ہے اِذَا جَاءَ كُفْرُ الْمُؤْمِنَاتِ يَبَايَعْنَكَ وَاللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ صدقہ سے مراد زکوٰۃ
ہے جیسا کہ آئندہ جرات معلوم ہو رہا ہے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس غنی صحابہ اپنی زکوٰۃ تین تیرات کو دے جاتے تھے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم
پر زکوٰۃ فرض نہ تھی، یہاں وہ زکوٰۃ ہی مراد ہیں اے یہی رب تعالیٰ نے براہ راست جس قدر تفصیل زکوٰۃ کے مصارف کی فرمائی تھی تفصیل دوسرے احکام کی نہ کی تھی
کہ خود زکوٰۃ و نماز کا اجمالی ذکر ہی فرمایا، نبی کے بیان پر کفایت نہ فرمائی، عدم رضا سے مراد عدم کفایت ہے اس لفظ سے دھوکا نہ کھانا چاہیے، اللہ تعالیٰ اپنے
محبوب و دُان کے سامنے احکام سے راضی ہے، اُن کے غلاموں کے سامنے فرماتا ہے رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ اُن کی شان تو بہت اعلیٰ

عمر بن الخطاب لبنا فاعجبه فسأل الذي سقاه من أين هذا اللبن فآخبره
أنه ورد على ماء قد سماه فإذا انعم من نعم الصدقة وهم يسقون فخلبوا من البانها
فجعلنا في سقاني فهو هذا فادخل عمر يده فاستقأ رواه مالك والبيهقي في شعب
الإيمان، باب لا تحل لكم المسئلة ومن تحل له الفصل الأول ع

حضرت عمر ابن خطاب نے دودھ پیا تو آپ کو پسند آیا تو پلانے والے سے پوچھا کہ یہ دودھ کہاں سے لایا ہے اُس نے بتایا کہ وہ ایک
گھاٹ پر گیا جس کا اس نے نام لیا تو وہاں صدقہ کے جانور تھے وہ پانی پلا رہے تھے اُنہوں نے اُن جانوروں کا دودھ
دو یا تو میں نے اپنے مشکیزہ میں ڈال لیا ہے یہ وہ دودھ ہے تو حضرت عمر نے منہ میں لے لیا اور تے کر دی تھے مالک
بیہقی شعب الإيمان (باب مانگنا کے حلال نہیں اور کے حلال ہے) پہلی فصل: روایت ہے

۵۵ ہے اس کلام کا انشاء یہ ہے کہ تم اُن آٹھ میں سے نہیں ہو، لہذا تم زکوٰۃ نہیں لے سکتے، یہ گفتگو عتابانہ ہوتی ہے، لہذا اس کی وجہ سے یہ نہیں کہا جاتا
کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے اندر دینی حالات سے خبریں، علیہ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جو کچھ تم گھروں میں کھاتے پجاتے ہو میں تمہیں یہاں
بتا سکتا ہوں، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے دفن شدہ مردوں کے متعلق فرمایا یہ چغل خور تھا، یہ پیشاب کی چھینٹوں سے نہ بچتا تھا، خیال ہے
کہ اخاف کے ہاں زکوٰۃ تمام مصارف پر تقسیم کرنا ضروری نہیں، صرف ایک مصرف کو بھی دے سکتے ہیں، یہ حدیث احسان کے خلاف نہیں ہے آپ
سابق ہیں، حضرت عمر فاروق کے آزاد کردہ غلام ہیں، بڑے فقیہ عابد تھے، آپ کے درس میں چالیس فقہاء بیٹھتے تھے، سنے کہ حضرت امام زین العابدین رضی
اللہ عنہ آپ کے درس میں شرکت فرماتے تھے داشتہ اللغات، ۱۰۰ معارف فرمایا کہ یہ حضرت عمر کی فرات ہے، آپ محسوس فرمایا کہ روزانہ ہم دودھ پیئے جتے
نفس اس قدر خوش نہ ہوتا تھا آج اتنا پسند کیوں کرتا ہے، نفس اس سے اتنا راضی و خوش کیوں ہوا اس میں کچھ راز ہے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
مومن کی فرات ڈرو وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے ۱۰۲ یعنی زکوٰۃ کے اونٹ کنوئیں یا گھاٹ پر پانی پینے آتے تھے اُن کا دودھ خیرات کیا گیا میں نے بھی
وہ خیراتی دودھ لے لیا کیونکہ میں فقیر ہوں، عرب میں جب جانور پانی پلانے کے لئے جمع ہوتے تھے تو فقراء جمع ہو جلتے تھے جن کو دودھ خیرات کے طور پر دیا جاتا
تھا ۱۰۳ علماء فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کاتے کر دینا تقویٰ تھا کہ ہمارے پیٹ میں صدقہ کا دودھ نہ ہے اور وہ جزو بدن نہ بنے اور حضور انور
صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت بربرہ پر صدقہ کیا ہوا گوشت ہدیہ قبول فرمایا فتویٰ نتیجہ یہ ہوا کہ فقیر کا ہدیہ کیا ہوا مال کھالینا شرعاً جائز ہے نہ کھانا احتیاط ہے
یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت عمر کو شبہ ہوا کہ شاید دودھ دینے والوں کو دینے کا احتیاط نہ ہو یا یہ لینے والا لینے کا مستحق نہ ہو اس شبہ کی بنا پر آپ نے احتیاط کی ہو
لطیفہ ایک عالم کے بیٹے کو کسی لڑکائی نے اپنا دودھ پلا دیا، انہوں نے اُس کے حلق میں لنگی ڈال کر وہ دودھ نکال دیا اور فرمایا کہ میں نہیں چاہتا کہ دنیہ عورت
کا دودھ میرے بچے کا جزو بدن بنے اور اُس کی طبیعت میں دغا، ت پیدا ہو، ان جیسی احتیاطوں کی اصل یہ حدیث ہے: ۱۰۴ یہاں مانگنے سے مراد ذلت
و غراری کا مانگنا ہے یعنی بھیک مانگنا لہذا باپ کا اولاد سے یا آقا کا غلام سے یا اس کے برعکس یا اُن سے کچھ مانگنا جن سے مانگنے میں عار نہ ہو، مطلقاً

قَبِيصَةُ بْنُ خُزَّارٍ قَالَ تَحَمَّلْتُ حَمَالَةً فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهَا فَقَالَ أَقِمْ حَتَّى تَأْتِيَنَا الصَّدَقَةُ فَنَامِرُكَ بِهَا ثُمَّ قَالَ يَا قَبِيصَةُ إِنَّ الْمَسْئَلَةَ لَا تَحِلُّ إِلَّا لِأَحَدٍ ثَلَاثَةَ رَجُلٍ تَحِلُّ حَمَالَةً فَخَلْتُ لَهَا الْمَسْئَلَةَ حَتَّى يُصِيبَهَا ثُمَّ يَمْسِكُ وَرَجُلٌ أَصَابَتْهُ جَائِحَةٌ اجْتَنَحَتْ فَالَهُ فَخَلْتُ لَهَا الْمَسْئَلَةَ حَتَّى يُصِيبَ قَوْمًا مِنْ عَيْشٍ أَوْ قَالَ سَدَادٍ مِنْ عَيْشٍ وَرَجُلٌ أَصَابَتْهُ فَاقَةٌ حَتَّى يَقُومَ ثَلَاثَةٌ مِنْ ذَوِي الْحَبَى مِنْ قَوْمِهِ لَقَدْ أَصَابَتْ فَلَنَا فَاقَةٌ فَخَلْتُ لَهَا الْمَسْئَلَةَ حَتَّى يُصِيبَ قَوْمًا مِنْ عَيْشٍ أَوْ قَالَ سَدَادٍ

حضرت قبیصہ بن خزار سے فرمایا میں ایک قرض کا ضامن بن گیا تھا اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس کے لئے کچھ مانگنے کو حاضر ہوا اے حضور نے فرمایا بھڑکتے کہ صدقہ آجائے تو ہم اس کا تھاپے لے حکم دے دیں گے ۳۰ پھر فرمایا قبیصہ تین شخصوں کے سوا کسی کو مانگنا جائز نہیں ایک جو کسی قرض کا ضامن ہو گیا ہو اسے مانگنا جائز ہے حتیٰ کہ بقدر قرض پائے پھر باز ہے ۳۱ ایک وہ جس پر آفت آجائے جو اس کا مال برباد کر دے اسے مانگنا حلال ہے ۳۲ حتیٰ کہ زندگانی کا قیام پائے یا فرمایا کہ زندگی کی درستی پائے ۳۳ اور ایک وہ جسے فاقہ پہنچ جائے حتیٰ کہ اس کی قوم کے تین عقل والے اٹھ کر کہیں کہ فلاں فاقہ کو پہنچا ہے تو اسے مانگنا حلال ہے ۳۴ حتیٰ کہ زندگی کا قیام یا زندگی کی درستی پائے

جائز ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے شفاعت اور انعام الیہ اور مخدوی نعمتوں کی بھیک مانگنا بادشاہوں کے لئے فخر و عزت ہے اس پر علماء کا اتفاق ہے کہ بلا ضرورت مانگنا ممنوع ہے اس میں اختلاف ہے کہ مکروہ ہے یا حرام حق یہ ہے کہ حرام ہے ضرورت سوال میں بہت تفصیل ہے جو آئندہ آ رہی ہے خیال رہے کہ زکوٰۃ واجب ہونے کا نصاب اور ہر زکوٰۃ لینے کی حرمت کا نصاب اور مگر سوال حرام ہونے کا نصاب کچھ اور ہی ہے جس کے پاس دودقت کھانے کو ہو یا مکان پر قارہ ہو وہ بھیک مانگے (۱) ماہو حیثی عن قریب ۱۰۰ حامل یعنی اس ضمانت کی صورت یہ ہوتی ہے کہ دو قریب دیت یا دوسرا مال قرض کی وجہ سے آپس میں لٹے لگیں کوئی ان میں صلح کرنے اور دفع شر کے لئے مقرض کا قرض یا مقبول کی دیت اپنے ذمے لے لینے دفع فساد یا صلح کرانے کے لئے مال کا ضامن بن جانا یا اپنے ذمہ لے لینا از قات و لمعات وغیرہ ۲۰ تاکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مجھے مال عطا فرمادیں جس میں وہ قرض چکا دوں یا دیت ادا کر دوں ۳۰ صدقہ سے مراد مال ظاہری جانوروں و پیداوار کی زکوٰۃ ہے جو حکومت اسلامیہ وصول کرتی تھی یا مال باطنی یعنی سونے چاندی وغیرہ کی زکوٰۃ جو غنی صحابہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر کرتے تھے تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی خیرات کریں اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت خیرات قبول ہو لینے قبیصہ تنا تو قف کو کہ زکوٰۃ وصول ہونے تو اس سے تہا از ضمانت ادا کر دیا جائیگا ۳۱ اس معلوم ہوا کہ ایسا ضامن اگرچہ مالدار بھی ہو تو صدقہ مانگ سکتا ہے کیونکہ مانگنا اپنے لئے نہیں بلکہ اس مقرض فقیہ کے لئے ہے جو فقیر ہے جس پر ضمان ہے ارب تعالیٰ نے زکوٰۃ کے مصارف میں غارین و مقروضوں کا بھی ذکر فرمایا ہے وہ یہی مقرض ہیں ۳۲ لینے یہ شخص غنی تھا آفت ناگمانی نے مال برباد کر کے لئے فقیر کر دیا اگرچہ تندرست ہمارے پر قارہ ہے مگر کمانے تک کیا کھائے وہ اسوقت تک کے لئے مانگ سکتا ہے جب کچھ گذارہ

بْنِ عَيْشٍ فَمَا سَوَاهُنَّ مِنَ الْمَسْئَلَةِ يَا قَبِيصَةَ سَحَتْ يَا كُلُّهَا صَبَا سَحْتًا رَوَاهُ مُسْلِمٌ
وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَأَلَ النَّاسَ مَوَالِهِمْ
تَكَثَّرَ فَإِنَّمَا يَسْتَلُّ جَبْرًا فَلْيَسْتَقِلَّ أَوْ لَيْسَتْ تَكْثُرُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَزَالُ الرَّجُلُ يُسْأَلُ النَّاسَ حَتَّى يَأْتِيَ يَوْمَ
الْقِيَامَةِ لَيْسَ فِي وَجْهِهِ مِزْغَةٌ لَحْمٍ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ

اے قبیلہ کے سوا مانگنا حرام ہے کہ مانگنے والا حرام کھاتا ہے اے مسلم! روایت ہے حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص مال بڑھانے کے لئے بھیک مانگے تو وہ انکار مانگنا ہے اب چلب کم کرے یا زیادہ اے مسلم! روایت ہے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ آدمی لوگوں سے مانگتا رہتا ہے حتیٰ کہ قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ اُس کے چہرے میں گوشت کا پارہ نہ ہو گا ۳ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت معاویہؓ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ

کے لائق کمانے تو سوال سے باز آ جائے ۴۔ سداؤ یا سدا میں کے فتح سے بھنے کا ڈاڈا یا سدا میں کے کسر سے ہے بھنے درستی و اصلاح لینے اتنا مال حاصل کرے جس سے فقر و فاقہ رک کر زندگی درست ہو جائے، ہر شخص بھیک مانگنا مردار جانور کی طرح ہے جس کا جواز و حلال ہونا سخت ضرورت پر ہے کہ یہ گواہی کی قید اُس کے لئے ہے جس کے متفق لوگوں کو شبہ ہو کہ یہ غنی ہے اور بلا ضرورت مانگ رہا ہے تو اُس کے حالات سے خبردار لوگ ہیں خواہ اُس کی برادری کے ہوں یا اُس پر دوس کے لینے کم از کم تین واقف حال لوگ جنہیں غریبی امیری حاجت و غنا کی پہچان ہو وہ بتادیں کہ واقعی یہ فاقہ زدہ ہے خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے پہلے اہل مدینہ قرض لینے اور سوال کرنے میں عار نہیں سمجھتے تھے، ان کے وہ عادی تھے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی عادتوں کو بدلنے کے لئے سوال پر توبہ پابندیاں لگائیں، مقررہ کی کارِ جنازہ خود نہ پڑھی دوسرے پڑھوا دی تا کہ عبرت پکڑیں اور قرض سے الامکان نہ لیں ۵۔ اے خیال ہے کہ عین کا یہ صحرانہ ہے حقیقی نہیں، ان تین کے علاوہ درود میں بھی جن میں سوال درست ہوتا، جیسے وہ دست و پا جو کمانے پر قاعدہ نہ ہو وہ طالب علم جس نے اپنے کو طالب علم کے لئے وقف کر دیا ہو اور لوگ توبہ نہ کرتے ہوں بغیر طلب نہ دیتے ہوں، اوقات نے فرمایا کہ خانقاہوں کے وہ مجاہد جنہوں نے اپنے کو ریاضت و مجاہدات کے لئے حقیقی معنی میں وقف کر دیا ہو، اُن کے لئے اُن ہی میں کا ایک سوال کر سکتا ہے، روٹیاں کپڑے جمع کر سکتا ہے، مگر خیال رہے کہ رب تعالیٰ نیت سے خبردار ہے مانگنے کے لئے صوفی نہ بن جائے ۶۔ لینے بلا سخت ضرورت بھیک مانگنے بقدر حاجت مال رکھنا ہو زیادتی کے لئے مانگتا پھرے وہ گویا دوزخ کے انگارے جمع کر رہا ہے چونکہ یہ مال دوزخ میں جلنے کا سبب ہے اسی لئے انکار فرمایا: اس حدیث سے آج کل کے مام پیشہ در بھکاریوں کو عبرت لینی چاہیے: حال ہی میں راولپنڈی میں ایک بھکاری نے مترکہ مکان کے نیلا میں ۵۰ روپے کی بولی دیکر مکان خریدا، بھیک ہی مانگتا تھا، افسوس ہے کہ آج مسلمانوں میں بھیک مانگنے کا مرض بہت زیادہ ہے اس گناہ میں وہ بھی شریک ہیں جو ان موٹے مشنڈوں پیشہ در بھکاریوں کو بھیک دیتے

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُلْجِفُوا فِي الْمَسْئَلَةِ قَوْلَ اللَّهِ لَا يَسْأَلُنِي أَحَدٌ مِنْكُمْ شَيْئًا فَتُخْرِجُ لَهُ
مَسْئَلَتِي مِنْ شَيْءٍ وَأَنَا لَكَ كَارَةٌ فَيُبَارَكَ لَكَ فِيمَا أُعْطِيَتْهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ
الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَأَنْ يَأْخُذَ أَحَدُكُمْ حَبْلَهُ
فِي أَيِّ بَحْرَةٍ حَطَبٌ عَلَى ظَهْرِهِ فَيَبِيعَ بِهَا فَيَكْفِ اللَّهُ بِهَا وَجْهَهُ خَيْرٌ لَكَ مِنْ أَنْ يَسْأَلَ
النَّاسَ أَعْطَوْهُ أَوْ مَنَعُوهُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ

صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مانگنے میں زاری (خدا) نہ کر لے اللہ کی قسم ایسا نہیں ہو سکتا تم میں سے کوئی مجھ سے کچھ مانگے اس کا مانگنا
مجھ سے کچھ نکلوئے حالانکہ میں ناخوش ہوں تو اسے میرے عطیہ میں برکت دی جائے لے (مسلم) روایت ہے حضرت زبیر بن عوام سے
فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے کوئی اپنی رستی بے پھرانی پیٹھ پر رکھ لیں گا گٹھالاف اسے جیسے جس اللہ اس کی
عزت بجائے اس سے بہتر ہے کہ لوگوں سے مانگے لوگ اسے دیں یا نہ دیں لے (بخاری) روایت ہے حضرت حکیم بن حزام سے کہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ

پس لے لینے پیشہ ور بھکاری اور بلا ضرورت لوگوں سے مانگنے کا عادی قیامت میں اس طرح آئیگا کہ اس کے چہرے میں مرن ہڈی اور کھال ہوگی گوشت
کا نام نہ ہوگا جس سے محسوس ہونے پہچان لیں گے کہ یہ بھکاری تھا، یا یہ مطلب ہے کہ اس کے چہرے پر نفرت و نفاری کے آثار ہوں گے، جیسے دنیا میں بھی
بھکاری کا منہ چھپا نہیں رہتا، لوگ دیکھتے ہی پہچان لیتے ہیں کہ یہ مسائل ہے خیال رہے کہ وہ جو حدیث شریف میں ہے کہ قیامت میں رب تعالیٰ نے
امت محمدی کی پرودہ پوشی فرمائیگا، اس کا مطلب یا تو یہ ہے کہ ان کے دنیاوی چھپے عیب لوگوں پر ظاہر نہ کریگا اور بھیک چھپا عیب نہ تھا کھلا تھا جس
پر بھکاری شرم بھی نہ کرتا تھا، یا یہ مطلب ہے کہ ہمارے عیوب و سر امتوں پر ظاہر نہ کریگا، بھکاری کا یہ واقعہ خود مسلمانوں ہی میں ہوگا، لہذا حذر
میں تعارض نہیں، مراث میں اس جگہ ہے کہ امام احمد بن حنبل یہ دعا مانگا کرتے تھے الہی جیسے تو نے میرے چہرے کو غیر کے سجدے سے بچایا ایسے ہی میرے
منہ کو دوسرے مانگنے کی لعنت سے بچا دے لے لینے سوال پر اڑ نہ جاؤ کہ سامنے والا دنیا نہ چاہے اور تم بغیرے ملنا نہ چاہو، مانگنا ایک عیب اور اس پر اڑنا اس
گنا عیب، رب فرماتا ہے لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا لے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر تو اپنا فرمایا مگر قانون کلی فرمایا کہ جو بھکاری بھی دنیا یا
سے بھیک وصول کرے، دینے والا دنیا نہ چاہے، تو اس بھیک میں سخت بے برکتی ہوگی: امام غزالی فرماتے ہیں جو فقیر یہ جانتے ہوئے بھیک لے
کہ دینے والا محض شرم و مذمت کی وجہ سے دے رہا ہے اس کا دل دینے کو نہ چاہتا تھا، تو یہ مال بھکاری کے لئے حرام ہے: خیال رہے
کہ بھکاری کی خدا اور ہے چندہ کرنے والوں کا لحاظ کچھ اور، خدا حرام ہے لحاظ یہ ہم نہیں، آج مسجدوں مدرسوں کے چندوں میں عموماً دیکھا گیا ہے
کہ شہر کا بڑا مغز مالدار آدمی زیادہ وصول کر سکتا ہے، پھر اپنے لئے مانگنے اور دینی کاموں کے لئے چندہ کرنے کے احکام میں بھی فرق ہے:۔
لے خلاصہ یہ ہے کہ معمولی سے معمولی کام کرنا اور تھوڑے پیسوں کے لئے بہت سی مشقت کرنا بہتر ہے، اس سے عزت نہیں جاتی، مگر بھیک مانگنا
بڑا جس سے عزت جاتی رہتی ہے، برکت ہوتی نہیں اس میں اشارة فرمایا گیا کہ اگر کسی بڑے آدمی پر کوئی وقت پڑ جائے تو سخت مشقت کرنے

اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَعْطَانِي ثُمَّ سَأَلْتُهُ فَأَعْطَانِي ثُمَّ قَالَ لِي يَا حَكِيمُ إِنَّ
هَذَا الْمَالَ خَضِرٌ حُلُوفَيْنِ أَخَذَا بِسَخَاوَةِ نَفْسٍ بُورِكَ لَهُ فِيهِ وَمَنْ أَخَذَهُ بِإِشْرَافِ
نَفْسٍ لَمْ يَبَارِكْ لَهُ فِيهِ كَانَ كَالَّذِي يَأْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى

صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگا حضور نے دیا میں نے پھر مانگا حضور نے مجھے اور دیا اے پھر مجھ سے فرمایا اے حکیم یہ مال خوش نما خوش ذائقہ
ہے اے جو اسے دلی لاپرواہی سے لے گا اسے اس مال میں برکت ہوگی اور جو اسے نصانی طمع سے لے گا اسے برکت نہ ہوگی ۳۷
اور وہ اس کی طرح ہوگا جو کھائے اور سیر نہ ہو سکے اور والد الا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے ۵۵

میں شرم نہ کرے کیونکہ یہ سنت انبیاء ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے معمولی سے معمولی کام بھی اپنے ہاتھ شریف سے کئے ہیں، بلکہ دیکھا یہ گیا ہے کہ
بھکاری بھیک مانگنے میں بڑی مفتیں کرتے ہیں، اگر مزدوری کریں یا چھڑی فروخت کریں، تو ان پر محنت بھی کم پڑے اور آبرو سے بھی کھائیں اس حدیث
سے اشارہ یہ معلوم ہوا کہ جنگل کے خورد و درخت مباح ہیں ان پر جو قبضہ کر کے کاٹ لے وہ اس کا مالک ہو جائیگا، جیسے جنگلی شکاری عام کنوؤں کا پانی، کیونکہ اگر
یہ لکڑی کاٹنے والا اس کا مالک نہ ہوتا تو اس کا چھنا جائز کیونکہ ہوتا اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس کام کو خیر کیوں فرماتے نشو

بدست آپ کے نفعہ کردن غیر بہ اند دست بر سینہ پیش امیر

۳۷ آپ صحابی ہیں حضرت خدیجہ الکبریٰ کے بھتیجے ہیں، آپ کی پیدائش خانہ کعبہ میں ہوئی، ایک سو بیس سال عمر پائی، ساٹھ سال جاہلیت میں گزائے
ساٹھ سال اسلام میں (اشعۃ اللمعات) ۱۰ پیچہ عرض کیا جا چکا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ مانگنے کو عیب نہ سمجھتے تھے بلا ضرورت بھی دست
سوال دراز کر دیتے تھے، نو مسلم حضرات اسی عادت کے مطابق اولاً مانگتے تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر انہیں دے کر سوال سے منع فرماتے تھے، اعلیٰ
حضرات مولانا احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا گیا کہ آپ مسجد بھکاری کو پیسے دیتے، پھر مسجد میں مانگنے سے منع کرتے، شاید آپ کے عمل کا ماخذ یہ
حدیث ہو ۳۸ سنی اشتر کیا مبلغ کلام ہے خوش نامہ سب سے آنکھ سیر نہیں ہوتی اور لذیذ کھانے سے دل نہیں بھرتا، لیکن اگر بے قاعدہ کھا جاؤ تو
تکلیف دیتا ہے اسی طرح مال سے نہ آنکھ بھرے نہ دل لیکن ہوس کا انجام بڑا ۳۹ لاپرواہی سے مراد طمع اور ہوس کا مقابل ہے، یعنی جو مال
لے تو لیکن مبرق قناعت کے ساتھ کہ ناجائز کی طرف نظر نہ اٹھائے اور جائز مال کا بھی ہوس نہ ہو تو اگرچہ اس کے پاس مال تھوڑا ہو مگر برکت ہوگی، کیونکہ اس
میں اللہ رسول کی رضا شامل ہوگی خیال ہے کہ مال کی زیادتی اور بے برکت کچھ اور، زیادتی مال کبھی ہلاک کر دیتی ہے، مگر برکت مال دین و دنیا میں رہتے
کی رحمت ہوتی ہے برکت والا تھوڑا پانی پیاس بجھا دیتا ہے، بہت سا پانی ڈبو دیتا ہے دیکھو طاوت کے جن ساتھیوں نے نہر سے ایک
چٹو پانی پر قناعت کی، وہ کامیاب رہے اور بہت سا پینے والے ماسے گئے، کیونکہ چٹو میں برکت تھی اور اس میں محض کثرت ۴۰
جورع البقر بیماری والا کھانے سے سیر نہیں ہوتا اور استسقاء والا پانی سے، ان دونوں کی یہ جھوک اور پیاس کبھی ہلاکت کا باعث
ہو جاتی ہے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مال کی ہوس کو جوع البقر قرار دیا ۵۵ اوپر والے ہاتھ سے مراد دینے والا ہے اور نیچے والے
سے مانگ کر لینے والا، خواہ دیتے والا نذرانہ کے طور پر نیچا ہاتھ کر کے ہی دے اور لینے والا اوپر ہاتھ کر کے ہی اٹھائے، مگر پھر بھی دینے

قَالَ حَكِيمٌ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا أَرِءُ أَحَدًا بَعْدَكَ شَيْئًا حَتَّى
أُفَارِقَ الدُّنْيَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَهُوَ
عَلَى الْمِنْبَرِ وَهُوَ يَذْكُرُ الصَّدَقَةَ وَالتَّعَفُّفَ عَنِ الْمَسْئَلَةِ أَلَيْدًا أَلَيْدًا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى
هُوَ السَّائِلُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ إِنَّ أَنَسًا مِنَ الْأَنْصَارِ

حضرت حکیم فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا کہ میں آپ کے سوا کسی سے کچھ نہ مانگوں گا
تھے کہ دنیا چھوڑ دوں (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر فرمایا جبکہ آپ صدقہ
کا اور مانگنے سے باز رہنے کا ذکر فرما رہے تھے کہ اُوپنچا ہاتھ بیچنے کے ہاتھ سے بہتر ہے اور پنچا ہاتھ دینے والا ہے اور نیچا
ہاتھ مانگنے والا ہے (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے فرماتے ہیں کہ کچھ انصاری لوگوں نے

دالا ہی اونچا ہے، یہاں دینے اور لینے سے مراد بھیک دینا اور لینا ہے اولاد کا ماں باپ کو دینا، مرید صادق کا اپنے شیخ کامل کی خدمت میں کچھ
پیش کرنا، انصار کا حضور نور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں نذرانے پیش کرنا اس حکم سے علیحدہ ہیں، اگر ہماری کھالوں کے جوتے بنیں اور زعفران کے
تسے اور حضور نور صلی اللہ علیہ وسلم اسے استعمال فرمائیں تو ان کے حق کا کردار دل سے ادا نہ ہوا اس حدیث سے بعض لوگ کہتے ہیں کہ غنا فقیر سے
بہتر ہے، اور غنی شاکر، فقیر صابر سے افضل، مگر حق یہ ہے کہ فقیر صابر غنی شاکر سے افضل ہے، ہماری اس تقریر سے یہ حدیث غنی کے افضل ہونے کی
دلیل نہیں ہو سکتی، کیونکہ یہاں بھکاری فقیر کا ذکر ہے نہ کہ صابر کا بعض صوفیاء فرماتے ہیں کہ یہاں اوپر دلے ہاتھ سے فقیر صابر دے اور نیچے دلے سے
بھکاری، تب تو سحان اللہ بہت لطف کی بات ہے کہ بعد کے صفحے میں بہت ہی مناسب اور خوش نے اختیار کئے ہیں آپ سے تو جیسے سچی قبر میں حشر میں
میں مانگا ہی رہو گا کیوں نہ مانگوں میں بھکاری آپ دانا، رب تعالیٰ فرماتا ہے وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ أَعْنَى
اللَّهِ وَرَسُولِهِ أَوْ فَرَغْتَ أَمَّا السَّائِلُ فَلَا تَنْهَ أَرْسُلَ فِيهِ مِمَّا كَفَرَ بِهِ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقْنُنَنَّ عَلَى الْخُرْقِيِّ فَقُلْ لَا تُسْأَلُ عَنْهُمْ وَلَا تَعْنَى

اُن کے در کی بھیک چھوڑیں سر در کی کیوسے ان کے در کی بھیک اچھی سر در کی اچھی نہیں

کل قیامت میں ماری غنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شفاعت وغیرہ کی بھیک مانگے گی، حضرت حکیم نے یہ وعدہ لیا پورا کیا کہ اگر گھوڑے سے آپ کو ڈاکر جاتا تو خود
اُتر کر اپنے کسی سے مانگتے نہیں، خیال ہے کہ اگر وہ دُشمن سے بنا اپنے کم کرنا چاہے مانگنے سے مانگنے والے کی عزت گھٹ جاتی ہے اور دینے والے کا کچھ مال بھی کم ہوتا
ہے، اس لئے اسے رزق فرمایا کہ اپنے مالداروں کو صدقہ دینے کی رغبت دے رہے تھے اور فقروں کو صبر اور مانگنے سے باز رہنے کا حکم دے رہے تھے صلی اللہ علیہ وسلم
اس حدیث نے فقیرانہ گزشتہ شرح کی تائید فرمادی یعنی بھکاری دینے والے سے نیچا ہے، ہر لینے والا نیچا نہیں، بہت مرتبہ دینے والا خادم ہوتا ہے لینے والا مخدوم، جسکی
مثالیں بھی عرض کی جا چکی ہیں، خواہر یہ ہے کہ فقیر حضور نور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ہے نہ کہ سیدنا ابن عمر کی جیسا کہ بعض شارحین نے سمجھا، برتات نے یہاں فرمایا کہ بھکاری
اسے مفضل ہوا کہ وہ اس مانگنے سے اُل بغنی ہے، اور سخی اسے افضل ہوا کہ وہ مائل بفقیر ہے یعنی فقیر مال لے رہا ہے اور سخی مال دیکر کم کر رہا

سَالُوا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَعْطَاهُمْ ثُمَّ سَالُوهُ فَأَعْطَاهُمْ حَتَّى نَفَدَ مَا عِنْدَهُ فَقَالَ مَا يَكُونُ عِنْدِي مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ أَدْخِرَهُ عَنْكُمْ وَمَنْ يَسْتَعِظْ بِعَفْوِ اللَّهِ وَمَنْ يَسْتَعِظْ بِغَضَبِ اللَّهِ وَمَنْ يَتَصَدَّقْ بِصِدْقَةِ اللَّهِ وَمَا أَعْطَى أَحَدٌ عَطَاءً هُوَ خَيْرٌ وَأَوْسَعُ مِنَ الصَّدَقِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِينِي الْعَطَاءَ فَأَقُولُ أَعْطِهِ أَفْقَرًا لِيَّهِ مِنِّي فَقَالَ خُذْهُ فَمَقُولُهُ وَتَصَدَّقْ بِهِ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگنا حضور نے انہیں دیا پھر مانگنا حضور نے پھر دیا حتیٰ کہ جو آپ کے پاس تھا ختم ہو گیا پھر فرمایا جو کچھ مال میرا ہے وہ تم سے ہرگز بچا نہ رکھوں گا کہ جو سوال سے بچنا چاہے اللہ اُسے بچا دے اور جو غنا چاہے اللہ اُسے غنا دے اور جو عطا کرے اللہ اُسے عطا کرے اور کسی کو میرے بہتر اور وسیع کوئی چیز نہ ملی ہے (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت عمر ابن خطاب فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مجھے عطیہ دینا چاہتے تو میں عرض کرتا کہ یہ مجھ سے زیادہ حاجت مند کو عطا فرمائیے کہ تو آپ فرماتے یہ لے لو لے مال بنا لا کو عطا کر دو

ہے لہذا اس حدیث سے یہی ثابت ہوا کہ غنی سے فقر افضل ہے لہذا ظاہر ہے کہ یہ مانگنا بلا ضرورت تھا جیسا کہ لنگے فرمان سے معلوم ہو رہا ہے ضرورت مانگنے والوں کو تو حضور اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی دیتے تھے اور دل سے بھی دلاتے تھے لہذا یہ وہ حضرات مانگتے رہے اور حضور اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیتے رہے انہیں سب کچھ دے کر پھر مسکرتایا، اس میں تبلیغ بھی ہے اور سخاوت مطلقہ کا اظہار بھی معلوم ہوا کہ بلا ضرورت مانگنے والوں کو دینا حرام نہیں اگرچہ انہیں مانگنا ممنوع ہے خیال رہے کہ جس کو حضور اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ خوش ہو کر دیا ہے وہ بہت عرصہ تک ختم نہ ہوا چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابوہریرہؓ کو تھوڑے تھوڑے جو عطا فرمائے تھے جو ان بزرگوں نے سالہا سال کھائے اور کھائے، پھر جب تولے تولتے ہی تھے مگر تولنے سے ختم ہو گئے حضرت طلحہ کے ہاں ساڑھے چار سیر جو کی روٹی پر سینکڑوں آدمیوں کی دعوت فرمادی، جیسا کہ باب المعجزات میں آئیگا، لہذا اس ختم ہونے سے کوئی دھوکا نہ کھائے یاد کے رنگ مختلف ہیں جب خوشی سے دیں تو سب کچھ ہے، اور اگر کوئی ناخوش کر کے لے تو اس میں برکت نہیں لہذا خیر سے مراد مال ہے، چونکہ حضور اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مال حلال ہی لیتے تھے، اس لئے اسے خیر فرمایا، اس فرمان سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی مال جمع نہ کیا اور شہد وفات کچھ درائشہ پھوڑا جو بارغ وغیرہ تھے وہ سب مسلمانوں پر وقف ہے لہذا یہ حدیث اس حدیث قدسی کی شرح ہے اَنَا عِنْدَا كُلِّ عَبْدٍ عِيٍّ يَنْفِي يَنْفِي رَبِّ قَتْلَانِ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے گمان کے قریب رہتا ہوں اس کا طور آخرت میں تو ہو گا ہی کہ اگر بندہ معافی کی امید کرتا ہو امر جلے تو انشاء اللہ اُسے معافی ہی ملے گی اکثر دنیا میں بھی ہو جاتا ہے کہ جو قرض نہ لینے یا نہ مانگنے کا خدا کے بھروسے پر پورا ارادہ کر لے تو اللہ تعالیٰ اسے ان سے بچا ہی دیتا ہے، اور جو یہ کوشش کرے کہ دینا والوں سے لا پرواہ رہوں تو بہت حد تک اللہ تعالیٰ اُسے لا پرواہ ہی رکھتا ہے، مگر یہ فقط زبانی دعوئے نہ ہر عملی کوشش بھی ہو کہ کمانے میں مشغول ہے، خرچ درمیانہ رکھے، گلچیرے نہ اڑائے اللہ رسول پتے ہیں ان کے وعدے حق غلطی ہم کر جاتے ہیں لہذا یہ رب تعالیٰ کے عطاؤں میں سے بہترین اور بہت گنجائش والی عطا صبر

فَمَا جَاءَكَ مِنْ هَذَا الْبَالِ وَأَنْتَ غَيْرُ مُشْرِفٍ وَلَا سَائِلٍ فَخُذْهُ وَمَا لَكَ تَتَّبِعُ نَفْسَكَ
مُتَّفِقٌ عَلَيْهِ: الْفَصْلُ الثَّانِي: عَنْ سَمُرَةَ بِنْتِ جُنْدُبٍ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَسَائِلُ كَدُّ وَحَرٌّ يَكْدَحُ بِهَا الرَّجُلُ وَجْهَهُ فَمَنْ شَاءَ أَبْقَى عَلَى
وَجْهِهِ وَمَنْ شَاءَ تَرَكَهُ إِلَّا أَنْ يَسْأَلَ الرَّجُلُ ذَا سُلْطَانٍ أَوْ فِي أَمْرٍ لَا يَجِدُ مِنْهُ بَدَأَ رَوَاهُ
أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ: وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى

تمہیں جو مال بغیر مانگے ملے اُسے لے لیا کرو اور جو نہ ملے اُس کے پیچھے اپنے کو نہ لگاؤ۔ (مسلم بخاری تفسیری فصل روایت
ہے حضرت سمروہ بنت جندب سے ۲ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سوال کھرو نہ چنے ہیں جن سے آدمی اپنا منہ کھرتا ہے
تو جو چاہے اپنے منہ پر یہ کھرو نہ چنے رکھے اور جو چاہے اس کیچے ۳ مگر یہ کہ آدمی حکومت والے سے کچھ مانگے یا ایسی چیز کے بغیر چارہ رہائے
۴ ابوداؤد، ترمذی، نسائی) روایت ہے حضرت عبداللہ بن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ

ہے کہ رب تعالیٰ نے اس کا ذکر نماز سے پہلے فرمایا اَلصَّبْرُ وَالْعَصْلُیَّةُ اور صابر کے ساتھ اللہ ہوتا ہے، نیز صبر کے ذریعہ انسان بڑی
بڑی مشقتیں برداشت کر لیتا ہے اور بڑے بڑے درجے حاصل کر لیتا ہے، رب تعالیٰ نے ایوب علیہ السلام کے بارے میں فرمایا اِنَّا وَجَدْنَاهُ مُصَابِرًا
ہم نے انہیں بندہ صابر پایا، صبری کی برکت سے حضرت جبریل علیہ السلام سید الشہداء ہوئے ۵ صحت پاک مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی یتاثر تھی کہ حضرت
عمر فاروق غنی نہیں بلکہ غنی تر وغنی تر ہو گئے مانگنا تو کیا بغیر مانگے آتی ہوئی چیز میں بھی ایثار ہی کرتے ہیں اور دوسروں کو اپنے پر ترجیح دیتے ہیں اپنے
دور خلافت میں جب فارس اور روم کے خزانے مدینہ میں لاتے ہیں، تو اس وقت بھی خود ایک قبضہ ہی دھو دھو کر پیستے ہیں دینی اللہ تعالیٰ عنہ
۶ سبحان اللہ کیا بے مثال تعلیم ہے مقصد یہ ہے کہ جو بغیر مانگے اور بغیر طمع کے ملے وہ رب تعالیٰ کا عطیہ ہے اسے نہ لینا گویا اس عطیہ کی بقدری ہے
دینا والوں سے استغفار اچھا اور اللہ و رسول کا ہمیشہ محتاج رہنا اچھا، مشائخ کرام معمولی نذرانہ بھی قبول کر لیتے ہیں، ان کا ماحذ یہ حدیث
ہے پھر کیا خوب فرمایا کہ تم خود لے کر صدقہ کر دو تاکہ تمہیں لینے کا بھی ثواب ملے اور دینے کا بھی حکایت، حضرت بنان حمالی کا پیشہ کرتے تھے
ایک بار امام احمد ابن حنبل کا کچھ سامان اُجرت پر بھیج دیا وہاں تنویر سے روٹیاں نکلتی دیکھیں، امام احمد نے اپنے بیٹے سے کہا کہ دو روٹیاں بنان کو
بھی دے دو، بنان نے انکار کر دیا، جب چلے گئے تو امام نے پھر وہ روٹیاں اُن کے پاس بھیجیں، بنان نے قبول کر لیں، کسی نے امام احمد
سے بنان کے اس رویہ کی وجہ پوچھی کہ انہوں نے پہلے کیوں نہ لیں پھر کیوں لے لیں، امام نے فرمایا کہ دہر متقی ہے پیدان کے نفس میں استغفار پیدا
ہو چکا تھا نہ لیں، لوٹ جانے کے بعد یاروں سے ہو گئے تھے پھر لے لیں اور آپ نے یہی حدیث پڑھی (مرقات) ۷ آپ مشہور صحابی ہیں آپ کے
شاگردوں میں سے بڑے شاگرد ابن سیرین اور امام شعبی ہیں بغیر میں قیام رہا ۸ شہرہ میں وہیں دھال ہوا ۹ منہ کے کھرو نہ چوں سے مراد
ذلت کا اثر ہے کہ جیسے منہ کے زخم دوسرے نظر آتے ہیں ایسے ہی بھکاری دوسرے پہچان جاتا ہے اس کے چہرے پر نہ دلتی ہوتی ہے نہ وقار

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَأَلَ النَّاسَ وَلَهُ مَا يُغْنِيهِ جَاءَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَمَسْئَلَتُهُ فِي وَجْهِهِ
مُحْمُوشٌ أَوْ خَدُوشٌ أَوْ كُدُوسٌ قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا يُغْنِيهِ قَالَ خَمْسُونَ دِرْهَمًا أَوْ قِيمَتَهَا
مِنَ الذَّهَبِ نَعَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ وَعَنْ سَهْلِ
بْنِ الْحَنْظَلِيَّةِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَأَلَ وَعِنْدَهُ مَا يُغْنِيهِ فَإِنَّمَا

علیہ السلام نے کہ جو لوگوں سے مانگے حالانکہ اسکے پاس بقدر دفع حاجت ہے اے تو قیامت میں اس طرح آئیگا کہ اسکے سوال اسکے چہرے میں کھر
وچن یا غار شا یا زخم ہونگے اے عرض کیا گیا یا رسول اللہ قدر غنا کیا ہے فرمایا پچاس درہم یا اس قیمت کا سونا لے (ابوداؤد ترمذی، نسائی، ابن
ماجرہ دارمی اور ابیہ حضرت سہل بن حنظلہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو مانگے حالانکہ اسکے پاس بقدر غنا ہو تو وہ

بلکہ یہ آثار ذلت قیامت میں بھی اس پر ہونگے، جیسا پہلے حدیث شریف میں آچکا ہے۔ اے یعنی یہ دو سوال جائز ہیں، استحقاق کا حکم وقت سے اپنا وظیفہ مفقود کرنا کہ
یہ بھیک نہیں بلکہ اپنے حق کا مطالبہ ہے، دوسرے سخت ضرورت کے وقت جب شرعاً مانگنا جائز ہو تو کچھ مانگ لینا امام غزالی نے فرمایا کہ جس مالدار پر حج
فرض ہو اور بلا وجہ حج نہ کرے، پھر غریب ہو جائے، تو اس پر واجب کفج کا خرچہ مانگے اور حج کو جائے کہ اس میں اپنے کو فسق سے نکال دے، جب
مجبوراً بھوک یا برہنگی دفع کرنے کے لئے سوال واجب ہے تو یہ بھی ضروری ہے (مرقات) اے یعنی اُس کے پاس روزمرہ کی ضروریات کھانا کپڑا
ہے اور کوئی خاص ضرورت درپیش نہیں، لہذا یہ حدیث گذشتہ اُس حدیث غلام نہیں جہاں تھا کہ ضامن بن جانے والا سوال کر سکتا ہے کہ ضمانت
نے اُسے سوال کی ضرورت ڈال دی ہے ظاہر یہ ہے کہ یہ تینوں ہی الفاظ آد کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ہیں، راوی کا شک نہیں
اور ان تینوں کے الگ الگ معنی ہیں، ہر دو کے لفظ میں پہلے سے ترقی زیادہ ہے، جیسا کہ ہم نے ترجمہ میں ظاہر کر دیا، چونکہ بے ضرورت بھکاری تین قسم کے
تھے معنوی کبھی کبھی مانگ لینے والے، اور ہمیشہ کے بھکاری، ضدی دہشت دھرم بھکاری، اسی لئے اُن کے چہروں کے آثار بھی تین طرح کے ہوئے
جیسی بھیک ویسا اُس کا اثر لہذا اُو تقسیم کے لئے کئے گئے یہی سچے خیال ہے کہ جس نصاب سوال حرام ہوتا ہے اُس کی مقداریں مختلف آئی ہیں، یہاں
توپچاس درہم لینے قریباً ساڑھے بارہ روپے ارشاد ہوئے، دوسری روایت میں ایک ادقیہ ارشاد ہوا یعنی چالیس درہم تقریباً دس روپے، تیسری
روایت میں دن رات کا کھانا ارشاد ہوا، جیسا کہ آگے آ رہا ہے، لہذا بعض شارحین نے ان دونوں حدیثوں کو دن رات کے کھانے
والی حدیث سے منسوخ مانا، لیکن چونکہ ہر شخص کی حاجت مختلف ہوتی ہے؛ بڑے کپنے والے کا روزانہ خرچ زیادہ ہوتا ہے درمیانی
کپنے والے کا درمیانہ، اور اکیلے آدمی کا خرچہ بھی بہت معمولی، سرکار کے یہ تین ارشاد تین قسم کے لوگوں کے لحاظ سے ہیں، جیسا موقعہ اور جیسا
مسئلہ پوچھے والا ویسا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب حکیم کی ہر بات حکمت سے ہوتی ہے، لہذا احادیث میں تضاد نہیں، اور ممکن
ہے کہ حرمت سوال کا حکم تدریجاً آہستگی سے وارد ہوا ہو، اولاً توپچاس درہم والوں کو روکا گیا، پھر چالیس والوں کو آخر میں دن رات کے
کھانے پر قدرت رکھنے والے کو، جیسے شراب کی حرمت کا حال ہوا، کیونکہ اہل عرب سوال کے عادی تھے، ایک دم سوال چھوڑ سکتے

يَسْتَكْتَرُ مِنَ النَّارِ قَالَ النَّفِيلُ وَهُوَ أَحَدُ رَوَاتِهِ فِي مَوْضِعٍ آخَرٍ وَمَا الْغَنَى الَّذِي لَا يَنْبَغِي مَعَهُ الْمَسْئَلَةُ قَالَ قَدَرُ مَا يُغَدِّيهِ وَيَعِيشِيهِ وَقَالَ فِي مَوْضِعٍ آخَرَ أَنْ يَكُونَ لَهُ شَيْعُ يَوْمٍ أَوْ لَيْلَةٍ وَيَوْمٍ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَعَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ رَجُلٍ مِنْ بَنِي أَسَدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَأَلَ مِنْكُمْ وَلَهُ أَوْقِيَةٌ أَوْ عِدْلُهَا فَقَدْ سَأَلَ الْحَافِرَ رَوَاهُ مَالِكٌ وَأَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَعَنْ حُبْشِيِّ بْنِ جُنَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْمَسْئَلَةَ لَا تَحِلُّ لِغَنِيٍّ وَلَا لِذِي مَرَّةٍ سِوَى إِلَّا لِذِي فَقْرٍ مُدَقِّعٍ أَوْ غُزْمٍ مُقْطِعٍ وَمَنْ سَأَلَ النَّاسَ لِيُتْرَى بِهِ مَالٌ كَانَ خَمُوشًا فِي

آگ بڑھانا ہے۔ لے نفیل نے فرمایا جو دوسری جگہ اس حدیث کے ایک راوی ہیں۔ لے وہ غنا کیا ہے جس کے ہوتے سوال مناسب نہیں فرمایا اس قدر کہ صبح شام کھائے اور دوسری جگہ فرمایا کہ اس کے پاس ایک دن یا ایک دن ورت کی سیری ہو۔ لے ابو داؤد روایت حضرت عطاء بن یسار سے وہ بنی اسد کے ایک شخص سے راوی لے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں جو مانگے حالانکہ اس کے پاس ایک اوقیہ یا اس کے برابر ہو تو وہ زاری سے مانگتا ہے۔ لے مالک، ابو داؤد، نسائی، روایت ہے حضرت حبشی بن جنادہ سے لے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہ تو غنی کو سوال جائز ہے نہ درست اعضاء والے کو مگر زمین سے لے ہوئے فقیر یا رسولی والے مقروض کو کہ اور جو لوگوں سے مال بڑھانے کے لئے مانگے تو یہ سوال

چھوڑ نہ سکتے تھے اس لئے یہ ترتیب برتی گئی۔ لے اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ بلا ضرورت سوال حرام ہے کیونکہ خصوصیت سے سخت عذاب کی وعید وارد ہوئی، آگ بڑھانے سے مراد آگ کی تیزی، بھڑک، شعلہ بڑھانا ہے۔ لے نفیل کا نام عبداللہ بن محمد ہے ابو داؤد سمجھتا ہے کہ استاد ہیں، نفیل ان کے کسی دادا کا نام ہے۔ لے اس کی شرح ابھی گزر گئی کہ دن رات کی خوراک کی حد ہر شخص کے لئے جدا گانہ ہے، بڑے کثیر والے کے لئے زیادہ مال ہے درمیان کے لئے درمیان، ایک آدمیوں کے لئے معمولی، یہاں غلص آفت زدہ منشتی ہے، مقروض، غنا من یا جکا مال ہلاک ہو گیا اس کے لئے سوال جائز ہے اگرچہ دن رات کھانے کا مالک ہو لہذا یہ حدیث گذشتہ احادیث کے خلاف نہیں خیال ہے کہ یہ مانگے کا ذکر ہے، رہا زکوٰۃ لینا اسکے متعلق یہاں مرقعات فرمایا کہ فقیر اپنے اور اپنے بال بچوں کے ایک سال کا خرچ زکوٰۃ سے جمع کر سکتا ہے خرچ سے مراد کھانا اور کپڑا دونوں ہی ہیں لے عطاء بن یسار تا ابھی ہیں اور ان کے شیخ جن کا انہوں نے نام نہ دیا صرف یہ کہہ دیا کہ بنی اسد کے ایک صاحب وہ صحابی ہیں جو نکو صحابہ سے ہی عادل ہیں کوئی فاسق نہیں، اس لئے ان کا نام یا حال معلوم نہ ہوا حدیث کی صحبت کے لئے مضر نہیں، نہ ایسے صحابی کو مجبور کہا جاسکتا ہے نہ حدیث کو (مرقات)۔ لے یہ قرآن شریف میں جو وارد ہوا لَا تَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا اس الحاف میں بے ضرورت مانگنا بھی داخل ہے، اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے، اس تعین کی وجہ ابھی کچھ پہلے عرض کی جا چکی ہے۔ لے ان کی کینت الراجحہ ہے تبید بنی بکر ابن ہوازن سے ہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو حجتہ الوداع میں دیکھا

وَجِهَهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَرِضْفَايَا كُلُّ مَنْ جَهَنَّمَ فَمَنْ شَاءَ فَلْيُقِلَّ وَمَنْ شَاءَ فَلْيُكْثِرْ وَرَوَاهُ
التِّرْمِذِيُّ وَعَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْأَلُهُ
فَقَالَ أَمَا فِي بَيْتِكَ شَيْءٌ فَقَالَ بَلَى جُلُسٌ نَلْبَسُ بَعْضُهُ وَنَبْطُ بَعْضُهُ وَقَعْبٌ تَشْرَبُ
فِيهِ مِنَ الْمَاءِ قَالَ إِنِّي بِهَا فَاتَاكِ بِهَا فَاتَاكِ هَذَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ
وَقَالَ مَنْ كَيْشْتَرِي هَذَيْنِ قَالَ رَجُلٌ أَنَا أَخُذُهُمَا بِدِرْهَمٍ قَالَ مَنْ يَزِيدُ عَلَى دِرْهَمٍ

قیامت کے دن اُسکے چہرے کے کھر دینے ہوں گے اور دونوں کے انگٹے جسے وہ کھائیگا اب جو چاہے وہ کم کرے جو چاہے بڑھائے لے
(ترمذی) روایت ہے حضرت انسؓ کو ایک انصاری شخص نبی کریم ﷺ کے خدمت میں مانگنے کے لئے آیا لے آپؐ فرمایا
کہ کیا تیرے گھر میں کچھ نہیں ہے عرض کیا ہاں ایک ٹاٹ ہے جو ہم کچھ بچھالیتے ہیں کچھ اودھ لیتے ہیں لے اور ایک پیالہ جس میں پانی
پیتے ہیں فرمایا وہ دونوں ہمارے پاس لے آؤ وہ یہ دونوں چیزیں حاضر لائے انہیں رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ میں لیا اور
فرمایا یہ کون خریدتا ہے ۵۰ ایک شخص نے کہا ایک درہم میں میں لیتا ہوں آپؐ دو یا تین بار فرمایا ایک درہم سے

آپؐ کا شمار اہل کوفہ میں ہے کہ یہ استفتاء صحیح الاعضاء سے ہے یعنی تندرست آدمی ان دونوں صورتوں میں مانگ سکتا ہے، ایک سخت فقیہی جواب ہے
خاک نشین بنادے جسے نہ وہ کہیں کاروبار کر کے نہ کمانے کے لئے سفر رب تعالیٰ فرماتا ہے اَوْضَحِكُنَا ذَا مَقَرٍّ يَتَنَا اَيُّهَا مَقْرُوفٌ جَعَلَ قَرَفُوهَا اسکی آبرو کے
درپے ہر گئے ہوں، وہ اگرچہ تندرست مگر ان مصیبتوں کے دفع کے لئے مانگ سکتا ہے لے یہ آخری حوالہ اختیار دینے کے لئے نہیں بلکہ اظہار غصب کے لئے
ہے، جیسے رب تعالیٰ فرماتا ہے فَمَنْ شَاءَ فَلْيُكْثِرْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيُقِلَّ ۚ فَمَنْ شَاءَ فَلْيُقِلَّ ۚ فَمَنْ شَاءَ فَلْيُقِلَّ ۚ فَمَنْ شَاءَ فَلْيُقِلَّ ۚ
جاتا ہے ۲ حضور انور ﷺ کی مدینہ منورہ تشریف آوری سے پہلے لوگ قرض و سوال میں گھرے ہوئے تھے، چنانچہ یہود کے ہاں کی بہت زمینیں
جائدادیں، مال، مکان وغیرہ گرو پڑے تھے، سوال کرنے کا عام رواج تھا، کیونکہ اکثر لوگ بہت غریب و نادار تھے اسی سلسلہ میں یہ حضرات نبی کریم
ﷺ کے بارگاہ میں سوال کرنے حاضر ہوئے ۳ سبحان اللہ یہ ہے بگڑی قوم کا بنانا، یہاں یہ ممکن تھا کہ حضور انور ﷺ اللہ علیہ وسلم
اُسے کچھ دے دیتے مگر وہ چند روز میں کھا کر برابر کر دیتا حضور انور ﷺ نے اس طریقہ سے اُسکی بلکاسکی نسل کی زندگی سنبھال دی
فقیر کو دے دینا آسان مگر اُسکی زندگی سنبھال دینا بہت مشکل ہے، تجربہ ہے کہ پیادہ ڈھا دینا اور دیبا پاٹ دینا آسان مگر بگڑی قوم کو سنبھال دینا
مشکل، حضور انور ﷺ نے کیا ایسی خوش اسلوبی سے انجام دیے جس کی مثال نہیں ملتی ۴ جس طرح کے کمرے ٹاٹ کو بھی کہتے ہیں اور موٹے
کپڑے کو بھی جو اونٹ کی پیٹھ پر پالان کے نیچے ڈالا جاتا ہے، یہاں دونوں معنی کا احتمال ہے بھلا غریبی کی حد موگئی، کہ اس اللہ کے بندے کے سارے گھر
میں گناہات یہ دو چیزیں ہیں، حالت یہ کہ ایک ہی کپڑے کو آدھا بچھا کر خود میری پتے سب لیٹ جاتے اور اسی کا آدھا یہ سب اودھ لیتے جیسا کہ تہبط کے جمع
شکلم سے معلوم ہو رہا ہے حضور انور ﷺ نے ان غریبوں کو تحت تلج کا مالک بنالیا ہے ۵ اگرچہ بھی ہو سکتا تھا کہ اس مکان میں سے ہی فرادیتے کہ یہ دونوں

مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا قَالَ رَجُلٌ أَنَا أَخَذُهَا بِدِرْهَمَيْنِ فَأَعْطَاهَا آيَاةُ فَأَخَذَ الدَّارِهُمَيْنِ
فَأَعْطَاهَا الْأَنْصَارِيَّ وَقَالَ اشْتَرِ بِأَحَدِهَا طَعَامًا فَإِنَّهُ إِلَى أَهْلِكَ وَاشْتَرِ بِالْآخِرِ
قَدُومًا فَإِنِّي بِهٖ فَنَاءَةٌ بِهٖ فَشَدَّ فِيهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُمُودًا بِبَيْدِهِ ثُمَّ
قَالَ إِذْهَبْ فَأَحْتَطِبْ وَبِعْ وَلَا أَرَيْتَكَ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا فَذَهَبَ الرَّجُلُ يُحْتَطِبُ

زیادہ کون دیتا ہے اے ایک صاحب بولے کہ میں دو درہم میں لیتا ہوں آپ نے فرمایا یہ دونوں چیزیں انہیں دے دو طحاورد و درہم
اُن انصاری کو دیئے اور فرمایا ان میں سے ایک کاغذ خرید کر اپنے گھر میں ڈال دے اور دوسرے کاغذی خرید کر پاس لالہ وہ حضور
کے پاس کھڑی لائے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست اقدس اس میں دستہ والا کچھ فرمایا جاؤ مگر یاں کاٹو اور بچو اور
اب میں تمہیں پندرہ دن نہ دیکھوں ۵ پھر وہ صاحب مگر یاں کاٹتے

بچکر کھڑی خرید کر جس سے مگر یاں کاٹو اور بچو اور اپنا کام چلاؤ، مگر اس صورت میں وہ اہمیت ظاہر نہ ہوتی جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل شریف سے
ظاہر ہوتی اس معلوم ہوا کہ صرف کدینے سے قوم کی اصلاح نہیں ہوتی، اس کے لئے کچھ کر کے بھی دکھانا پڑتا ہے، مبتلین قوی تبلیغ پر
کفایت نہ کریں بلکہ عملی تبلیغ بھی کریں: ۱۔ اس سنلہام کا بھی ثبوت ہوا جسے عربی میں بیع من یزید کہتے ہیں، اور نیلام میں بار بار بولی مانگنا
بھی ثابت ہوا یہ دونوں چیزیں سنت ثابت ہیں ۲۔ خیال ہے کہ جس حدیث میں دوسرے کے بھاؤ پر بھاؤ پڑھانا منع فرمایا گیا وہاں وہ صورت
مراد ہے جہاں تاجر و خریدار رضی ہو چکے ہوں اور یہ پڑھا کر ان کا بھاؤ بگاڑ دے، یہاں یہ صورت نہیں، یہاں تو تاجر خود بھاؤ چڑھانے کا مطالبہ
کر رہا ہے لہذا احادیث میں تعارض نہیں، اس حدیث سے بیع معاطات (جسے بیع تعاطی بھی کہتے ہیں) ثابت ہوئی یعنی زبان سے ایجاب قبول
نہ کرنا صرف دین سے بیع کر دینا جیسا آجکل عام طور پر ہوتا ہے، دیکھو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں نہ اس ایجاب کرایا نہ خود قبول فرمایا صرف لے دے کہ
بیع کر دی ۳۔ یعنی ایک درہم کے جو خرید کر اپنی بیوی کو دے تاکہ وہ پیس پکا کر خود بھی کھائے تجھے اور بچوں کو بھی کھلائے، اور دوسرے درہم کی کھڑی
خرید کر مجھے دے جا اور روٹی کھا کر پھر آنا، اس دو مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ فقیر نادار پر بھی بیوی بچوں کا خرچہ واجب، کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم
نے یہ نہ فرمایا کہ بیوی سے بھی کمائی کر، اور دوسرے یہ کہ کمانا صرف مرد پر لازم ہے نہ کہ بیوی پر، کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑی صرف مرد کو دی اور کھڑیاں
ایک عورت و مرد میں تقسیم نہ فرمائیں، اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو روٹیوں کی کمائی کرنے کے لئے بی، ای، ایم، اے کر رہے ہیں اور جو ضروری مساکین روٹیوں
کو سیکھنا فرض ہیں اُن سے بالکل بے خبر ہیں: ۴۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس سے کوئی کام کاغذ شروع کرایا جائے اس کی کچھ بدنی
امداد بھی کی جائے، دیکھو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں اس کی مالی امداد نہ کی بلکہ بدنی امداد فرمائی، کیونکہ مالی امداد سے اس کے مانگنے
کی عادت نہ چھوٹی، اب اُسے عبرت ہو گئی کہ جب سرکار خود اپنے ہاتھ سے اتنا کام کر سکے ہیں تو میں کیوں نہ محنت کروں ۵۔ اس سے
دو مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ جنگلی لکڑیاں شکاری جانوروں کی طرح عام مباح ہیں جو قبضہ کر لے وہ اس کا مالک ہے کہ وہ اسے بیچ

وَيَبِيعُ فِجَاءً وَقَدْ أَصَابَ عَشْرَةَ دَرَاهِمَ فَاشْتَرَى بِبَعْضِهَا ثَوْبًا وَبِبَعْضِهَا طَعَامًا
فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذَا خَيْرٌ لَكَ مِنْ أَنْ تَحْبِيئَ الْمَسْئَلَةَ تَلْتَنِي
وَجِبْكَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ إِنَّ الْمَسْئَلَةَ لَا تَصِلُ إِلَّا لثَلَاثَةٍ لِذِي فَقْرٍ ذَا قِيعٍ أَوْ لِذِي عِزٍّ
مُفْطِحٍ أَوْ لِذِي دِمٍّ مُوَجِّعٍ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَرَوَى ابْنُ مَاجَةَ إِلَى قَوْلِهِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ
وَعَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَصَابَتْهُ فَاقَةٌ
فَانْزَلَهَا بِالنَّاسِ لَمْ تُسَدَّ فَاقَتُهُ وَمَنْ أَنْزَلَهَا بِاللَّهِ أَوْ شَكَى اللَّهَ لَهُ بِالْغَنَاءِ زَامًا مَوْتٍ

اور نیچے رہے پھر حاضر ہوئے اور دس درہم کما چکے تھے اس نے کچھ درہموں سے کپڑا اور کچھ سے غلہ خریدا اللہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ اسے لئے یہ اس سے بہتر ہے کہ سوالات قیامت کے دن تمہارے منہ میں دلخیز بن کر آئیں لے تین شخصوں کے سوا کسی کو سوال جائز نہیں مگر نبی یا رسول اکرم یا تکلیف دہ خون سے لے (ابو داؤد) اور ابن ماجہ نے یوم القیامت تک روایت کی روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جسے فاقہ پہنچے وہ اسے لوگوں پر پیش کرے تو اس کا فاقہ بند نہ ہوگا لے اور جو اسے اللہ پر پیش کرے اُسے بہت جلد غنی کروا دیا فوری موت سے

بھی سکتا ہے، دوسرے یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باقرن الہی مالک احکام ہیں، دیکھو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے ان پندہ دونوں کی جماعت سے نماز معاف فرمادی، سچے کہ درمیان میں جمعہ بھی آیا، وہ بھی اس کے لئے معاف رہا، اسی دوران میں سے مسجد نبوی میں آنا ممنوع ہو گیا کیونکہ اس کو فرمایا گیا تھا کہ میں دیکھوں نہیں اب اگر وہ مسجد میں حاضر ہوتے، تو اس ممانعت کے درمیان ہوتے، انہوں نے اس زمانہ میں ان کی نماز جنگل میں اور اس کی گھر پر تھیں لے اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرت پندرہ دن تک مسجد میں قطعاً حاضر نہ ہوئے ورنہ اگر اس دوران میں جماعت عشاء کے لئے بھی کبھی آئے ہوتے، تو اس کا ضرور یہاں ذکر ہوتا اور سرکار صلی اللہ علیہ وسلم ان سے روزانہ کا حساب پوچھتے، یہ ان کی خصوصیت ہے، اب کسی تاجر یا پیشہ ور کو یہ جائز نہیں کہ کاروبار میں مشغول ہو کر جماعت ترک کرے لے لینے حلال پیشہ خواہ کتنا ہی معمولی ہو بھیک مانگنے سے افضل ہے کہ اس میں دنیا و آخرت میں عزت ہے، افسوس آج بہت سے لوگ اس تعلیم کو بھول گئے مسلمانوں میں صد ہا خاندان پیشہ ور بھکاری ہیں لے تکلیف دہ فقری میں فاقہ اور فقر کی معذوری لینے بے دست و پا مونا دونوں شامل ہیں اور سوا کن قرض سے وہ قرض مراد ہے جس میں قرض خواہ مہلت نہ دے، مفروض کی آبروریزی پر تیار ہو، تکلیف دہ خون سے یہ مراد ہے کہ اس نے کسی کو قتل کر دیا جس کی دیت اس پر لازم ہوگی، اس کے پاس نہ مال ہے نہ اہل و عیال، یہ تینوں آدمی بقدر ضرورت سوال کر سکتے ہیں: خیال رہے کہ یہ پابندیاں مانگنے کے لئے ہیں نہ زکوٰۃ لینے کے لئے نہیں لے لینے اپنی غریبی کی شکایت لوگوں سے کرتا پھرے اور بے صبری ظاہر کرے اور لوگوں کو اپنا حاجت روا جان کر ان سے مانگنا شروع کر دے، تو اس کا انجام یہ ہوگا کہ اُسے مانگنے کی عادت پڑ جائے گی جس میں

عَاجِلٍ أَوْ غَنِيٍّ أَجَلَ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ ۖ الْفَصْلُ الثَّلَاثُ ۖ عَنْ
 ابْنِ الْفَرَّاسِ أَنَّ الْفَرَّاسِيَّ قَالَ قُلْتُ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْأَلُ بِرَسُولِ
 اللَّهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا وَإِنْ كُنْتُ لَا بَدَّ فَسَلِ الصَّالِحِينَ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ
 وَالتِّرْمِذِيُّ ۖ وَعَنْ ابْنِ السَّاعِدِيِّ قَالَ اسْتَعْمَلَنِي عُمَرُ عَلَى الصَّدَقَةِ فَلَمَّا فَرَغْتُ مِنْهَا وَ
 أَوَيْتُهَا إِلَيْهِ أَمَرَنِي بِعَمَالَةٍ فَقُلْتُ إِنَّمَا عَمَلْتُ لِلَّهِ وَاجْرِي عَلَى اللَّهِ قَالَ خُذْ مَا أُعْطِيتْ

یا آئندہ غنا سے لے (ابوداؤد، ترمذی) تیسری فصل روایت ہے ابن فراسی لے سے کہ فراسی فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں مانگ سکتا ہوں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں اور اگر مانگنا پڑ جائے تو نیکوں سے مانگو لے (ابوداؤد، نسائی) روایت ہے حضرت ابن مسعود صلی اللہ علیہ وسلم نے فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت عمر نے صدقہ پرمائل بنایا لے جب میں اسے فارغ ہوا اور صدقہ آپ کی خدمت میں لاد کر دیا تو مجھے اجرت کا حکم دیا میں عرض کیا کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا ہے میری اجرت اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو تمہیں دیا جائے وہ لے لو

برکت نہ ہوگی اور ہمیشہ فقیر ہی رہیگا لے یعنی جو اپنا فاقہ لوگوں سے چھپائے، رب تعالیٰ کی بارگاہ میں دعائیں مانگے اور حلال پیشہ میں کوشش کرے، تو رب تعالیٰ اسے مانگنے کی ضرورت ڈالے گا ہی نہیں، اگر اس کے نصیب میں دولت مند ہی نہیں ہے تو اسے ایمان پر موت نصیب کر کے جنت کی نعمتیں عطا فرمائیگا، اور اگر دولت مند ہی نصیب میں ہے تو وہ جلدی نہ سمی دیر سے ہی عطا فرما دیگا کہ اس کی کمائی میں برکت دیگا، ہماری اس تقریر سے یہ اعتراض اٹھ گیا کہ موت غنا کیسے حاصل ہوتی ہے، کیونکہ پیدہ غنا سے مراد مال داری نہیں بلکہ لوگوں سے بے نیازی ہے خیال ہے کہ آدمی مرکب لوگوں کے مال سے بے نیاز ہو جاتا ہے اگرچہ اس کے اہل و عیال قذاب کا منتظر رہتا ہے یہاں مالی غنا لے لے آپ کے نام کا پتہ چلا، آپ کی نسبت فراس بن غنم ابن مالک بن کنانہ کی طرف ہے آپ کے والد فراسی صحابی ہیں لے مطلب یہ ہے کہ بلا سخت مجبوری کسی کچھ مانگو مت، جب سخت مجبور ہو جاؤ جس طرح مانگنا درست ہو جائے تو اللہ کے متقی و نیک بندوں ہی سے مانگو کیونکہ انکی روزی حلال ہوگی نیز اس میں برکت ہوگی جو تمہیں بھی نصیب ہو جائے گی نیز وہ تمہیں لعنت ملامت نہ کریں گے جھڑکیں گے نہیں نیز وہ تمہارے حق میں دعا بھی کریں گے جس سے تمہاری فاقہ دور ہو جائے گی، یہ حکم بھی کہ مانگنے کے متعلق ہے مگر برکت حاصل کرنے کے لئے اُن کے تبرکات مانگنا بہت ہی بہتر ہے جس پر بادشاہوں کو فخر ہوتا ہے، صحابہ کرام نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بال شریفین، تہبند، فضالہ پانی حضور انور علیہ السلام سے مانگے بال اور تہبند شریفین اپنی قبروں میں لے گئے ہیں، حضور خواجه اجمیری رضی اللہ عنہ کے لشکر کا ولیہ سلاطین و گن مانگ کر حاصل کرتے رہے ہیں، ہم کو اس فخر ہے ہم گداؤں آستانہ غوثیہ میں رضی اللہ عنہ لے آپ کو ابن سعدی بھی کہتے ہیں اپنی اسی کیفیت میں مشہور ہیں صحابی ہیں، شام میں ۵۵۰ھ میں وفات پائی (اشعہ) ۵۵۰ھ لے حضرت عمر فاروق نے اپنے زمانہ خلافت میں مجھے لوگوں کے ظاہری مال (جائزہ، ذریعہ پیداوار) کی ذکوۃ وصول کرنے بھیجا۔ اس زمانہ میں وصولی ذکوۃ کا باقاعدہ حکم ہوتا تھا جس میں ان لوگوں کو ذکوۃ سے اجرت دی جاتی تھی انہیں عامل کہتے تھے ان کی اجرت کو عمال رب تعالیٰ فرماتا ہے وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا لے حضرت ابن

فَإِنِّي قَدْ عَمِلْتُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَمَلْتَنِي فَقُلْتُ مِثْلَ قَوْلِكَ
فَقَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أُعْطِيتَ شَيْئًا مِنْ غَيْرِ أَنْ تَسْأَلَ، فَكُلْ
وَتَصَدَّقْ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَعَنْ عَلِيٍّ أَنَّهُ سَمِعَ يَوْمَ عَرَفَةَ رَجُلًا يُسْأَلُ النَّاسَ فَقَالَ
إِنِّي هَذَا الْيَوْمَ فِي هَذَا الْمَكَانِ تَسْأَلُ مِنْ غَيْرِ اللَّهِ فَحَقَّقَهُ بِالذُّرَّةِ رَوَاهُ رَزِينٌ
وَعَنْ عُمَرَ قَالَ تَعْلَمُنَّ أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ الطَّمْعَ فَقْرٌ وَإِنَّ الْإِيَّاسَ غِنًى وَإِنَّ الْمَكْرَ إِذَا
يَكُنَّ عَنْ شَيْءٍ اسْتَغْنَى عَنْهُ رَوَاهُ رَزِينٌ وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

میں نے بھی زمانہ انبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ عمل کیا تھا مجھے حضور نے اجماع دی تھی تو میں نے بھی تمہارے جیسی عرض کی تھی تو مجھے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جو کچھ تمہیں بغیر مانگے ملے وہ کھا لو اور صدقہ کرو لے (ابوداؤد) روایت ہے حضرت علی سے کہ
آپ نے عرفہ کے دن ایک شخص کو سنا کہ نوگوں سے انکار ہے تو فرمایا کہ کیا اس دن میں دس جگہ غیر خدا سے مانگتا ہے آپ نے اُسے کوٹے لگائے
(رزین) روایت ہے حضرت عمر سے کہ آپ نے فرمایا اے لوگو یقین رکھو کہ طمع فیری ہے اور ناامیدی غنا ہے اور انسان جب کسی چیز سے مایوس
ہو جاتا ہے تو اس کے لاپرواہ ہو جاتا ہے سلمہ (رزین) روایت ہے حضرت ثوبان سے کہ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ

ساعدی کا خیال یہ تھا کہ اُجرت لے لینے سے ثواب جاتا ہے گا اور میں نے یہ کام ثواب کے لئے کیا ہے اسلئے قبول سے انکار کیا اسلئے سبمان اللہ کیا
پیاری تعلیم ہے مقصد یہ ہے کہ بغیر مانگے جو دے دے، اُسے نہ لینا اللہ کی نعمت کا ٹھکانا ہے جو اللہ تعالیٰ کو سخت نا پسند ہے لہذا یہ ضرور لے لو
اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ نیک اعمال کی اُجرت لینا جائز ہے، چنانچہ علماء افاضی، مدرسن سے کہ خود غلیفہ کی تنخواہ بیت المال سے دی
جائے گی مولیٰ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے باقی تینوں خلفاء نے بیت المال سے خلافت کی تنخواہ وصول کی ہے، دوسرے یہ کہ جب کام
کرنے والے کی نیت خیر ہو تو تنخواہ لینے سے انشاء اللہ ثواب کم نہ ہوگا، صرف تنخواہ کے لئے دینی کام نہ کرے تنخواہ تو گرنے کے لئے وصول کرے اصل
مقصد دینی خدمت ہو تب یہ کہ غنی بھی یہ اُجرتیں لے سکتا ہے صرف فیری کو اجازت نہیں پھرے کہ خود بھی کھا سکتا ہے اس خیرات بھی کر سکتا ہے خیال
ہے کہ امام احمد کے ہاں ہدیہ قبول کرنا واجب ہے اس حدیث کی بنا پر باقی جمہور علماء کے ہاں یہ حکم استحبالی ہے ہرقات نے اس جگہ فرمایا کہ سلطان اسلام
پردہ واجب ہے کہ ایسے علماء مصفیوں، مدرسون کی تنخواہیں مقرر کرے جنہوں نے اپنے کو دینی خدمات کے لئے وقف کر دیا ہو اسلئے اس معلوم ہوا کہ اگرچہ بھیک مانگنا
ہمیشہ اور ہر جگہ ہی بُرا ہے لیکن مبارک تادریخوں و دربار کی مقامات پر بندہ بھیک مانگنا بہت زیادہ برا امر ہے فرمایا کہ اسی طرح مسجدوں میں
اور جمعہ دن بھیک مانگنا بہت بُرا ہے کہ یہ جگہ عبادات کے لئے ہیں بھیک مانگنے کے لئے نہیں، مونیائے کرام فرماتے ہیں کہ اللہ کی جگہ میں
غیر اللہ سے مانگنا رحمت کے دروازے بند کر دیتا ہے سلمہ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ مایوسی بھی ایک قسم کی راحت ہے کسی نے حضرت ابوالمحسن
شاذلی سے کیا پوچھی، آپ نے فرمایا مخلوق سے امید توڑ دو اور تقدیر پر شاکر رہو، سب سے بڑی کمیابی یہ ہے شکر

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يُكْفَلُ لِي أَنْ لَا يَسْأَلَ النَّاسَ شَيْئًا فَاتَّكَلَّ لَهُ بِالْجَنَّةِ فَقَالَ ثَوْبَانُ
أَنَا فَمَا كَانَ لَا يَسْأَلُ أَحَدًا شَيْئًا رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ دَعَانِي
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ لِيَشْتَرِطُ عَلَيَّ أَنْ لَا تَسْأَلَ النَّاسَ شَيْئًا قُلْتُ
نَعَمْ قَالَ وَلَا سَوْطَكَ إِنْ سَقَطَ مِنْكَ حَتَّى تَنْزِلَ إِلَيْهِ فَتَأْخُذَ رَوَاهُ أَحْمَدُ

علیہ وسلم نے کہ جو مجھے اس کی ضمانت دے کہ لوگوں سے کچھ نہ مانگے گا تو میں اس کے لئے جنت کا ناس ہوں لے حضرت ثوبان نے کہا میں
تو کسی سے کچھ نہ مانگتا تھا لے (ابو داؤد، نسائی) روایت ہے حضرت ابو ذر سے فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شرط کے
لئے بلایا کہ لوگوں سے کچھ نہ مانگنا سکھ میں نے عرض کیا میں فرمایا اگر ہمارا کوئی اگر جائے تو وہ بھی نہ مانگتا تھے کہ خود اتر کر لینا لے (احمد)

آس بگڑا بادشاہی کن گردن بے طبع بلند بود

لے آپ ثوبان ابن جعد ہیں، آپ کی کنیت ابو عبد اللہ یا ابو عبد الرحمن ہے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ہیں، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم
نے انہیں مکہ معظمہ اور یمن کے درمیان مقام سمرات میں خرید لیا، آپ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک سفر و حضر میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے
ساتھ ہی رہے کبھی جبراً نہ ہوئے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مدینہ میں دل نہ لگا تو تنہا چلے گئے مقام اہل میں کچھ دن رہے پھر مقام
جمن میں رہے وہیں ۱۷ھ میں وفات پائی، بہت مخلوق نے آپ کے احادیث لی ہیں لے اپنے جو مجھ سے بھیکٹ مانگنے کا عہد کرے تو میں اس کی چار
چیزوں کا ذمہ دار ہوتا ہوں، زندگی تقویٰ پر موت ایمان پر کامیابی قبر میں، چھٹکارا حشر میں، کیونکہ جنت ان چار چیزوں کے بعد نصیب ہوگی
اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے جنت کا مالک و مختار بنایا ہے کیونکہ بغیر اختیار ضمانت کسی سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سوال
سے بچنے والے کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امان میں لے لیتے ہیں پھر اس پر شیطان کا داؤد چلے، نہ نفس امارہ قابو پائے، جسے وہ اپنے دامن میں
چھپالیں اس کا کوئی کیا بگاڑ سکتا ہے، یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا تصرف اور حضور علیہ السلام کی امن و امان عالم میں قیامت تک جاری
ہے، کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ ضمانت صرف صحابہ کے لئے نہیں تا قیامت ہر سوال سے بچنے والے مومن کے لئے ہے شعہ
ذہونڈا ہی کریں صدر قیامت کے سپاہی وہ کس کوٹے جو ترے دامن میں چھپا ہو

یہاں شیخ نے فرمایا کہ انبیائے کرام کی یہ ضمانتیں باذن الہی ہیں اور برحق ہیں سچے کہ ایک پیغمبر کا نام ہی ذی الکفل ہے کیونکہ وہ اپنی امت کے
لئے جنت کے کفیل ہو گئے تھے لے اپنے سب سے پہلے اس حدیث پر خود حضرت ثوبان نے ایسا عمل کیا کہ وفات تک کسی سے کچھ نہ مانگا، معلوم ہوا
کہ علم پر عالم پہلے خود عمل کرے لے اپنے مجھ سے اس پر بیعت لی کبھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص خاص احکام پر بھی بیعتیں لی ہیں ان میں
سے یہ بھی ہے لے ظاہر یہ ہے کہ یہ حکم ان ہی کے لئے خاص تھا ورنہ گرا ہوا کوڑا کسی سے اٹھوا لینا ناجائز نہیں، بعض بزرگوں کے لئے
بعض جائز چیزیں ناجائز کر دی جاتی ہیں، جیسے حضرت علی مرتضیٰ کے لئے فاطمہ زہرا کی موجودگی میں دوسرا نکاح، اور بعض بزرگوں
کے لئے کچھ ناجائز چیزیں جائز کر دی جاتی ہیں، جیسے صدیق اکبر کے لئے بحالت جنابت مسجد سے گذرنا، بعض نے فرمایا کہ سرکار

بَابُ الْإِنْفَاقِ وَكَرَاهِيَةِ الْإِمْسَاكِ: الْفَصْلُ الْأَوَّلُ: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كَانَ لِي مِثْلُ أَحَدٍ ذَهَبًا لَسَرَنِي أَنْ لَا أَيْمَنَ عَلَى ثَلَاثٍ لَيْلٍ وَعِنْدِي مِنْ شَيْءٍ الْأَشْيَاءُ أَرْصِدُكَ لِدَيْنٍ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ: وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ يَوْمٍ يُصْبِحُ الْعِبَادُ فِيهِ إِلَّا مَلَكَانِ يَنْزِلَانِ فَيَقُولُ أَحَدُهُمَا اللَّهُمَّ اعْطِ مَنَاقِبًا خَلْفًا وَيَقُولُ الْآخَرُ اللَّهُمَّ اعْطِ مَهْسِكًا تَلَفًا مَسْقُوعًا عَلَيْهِ: وَعَنْ أَسْمَاءَ قَالَتْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْإِنْفِقْ وَلَا تَحْصِي فَيُحْصَى

باب خرچ کرنا اور بحال کی برائی اسے پہلی فصل روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اگر میرے پاس اُحد پہاڑ برابر سونا ہو تو مجھے یہ اچھا لگے گا کہ تین راتیں ایسی نہ گزریں کہ بن میں اُس سونے سے کچھ بھی میرے پاس ہو بجز تے کے جسے اولے قرص کیلئے رکھوں اسے (بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کوئی دن نہیں جس میں بندے سویرا کریں اور دو فرشتے نہ اُتریں جن میں سے ایک تو کہتا ہے الٰہی سنی کو زیادہ اچھا عوض دے اور دوسرا کہتا ہے الٰہی سخیل کو بری باری دے اسے (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت اسماء سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوب خرچ کرو مت گنہ ورنہ

صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان مبالغہ ہے، مگر پہلی بات زیادہ قوی معلوم ہوتی ہے اسے یعنی سنادات کی تہریف اور بحال کی برائیاں اس باب میں بیان ہوں گی، سخی وہ ہے جو اپنے مال سے خود بھی کھائے اور دوسروں کو بھی کھلائے جو ادوہ ہے جو خود نہ کھائے اور دوسروں کو کھلائے، اسی نے رب تعالیٰ کو سخی نہیں کہہ سکے جو آد کہتے ہیں سخیل وہ ہے جو اپنا مال خود کھائے دوسروں کا حق نہ دے، ہمک وہ ہے جو نہ خود کھائے اور نہ کسی کو کھانے دے جوڑے اور چھوڑے، شیخ نے فرمایا کہ یہاں امساک سے مراد بحال ہے اور انفاق سے مراد فرائض سے زیادہ نوافل میں خرچ کرنا ہے، کیونکہ کدوہ کے خرچ کا ذکر پہلے ہو چکا اسے حدیث کا مطلب بالکل ظاہر ہے، یہ گفتگو ظاہر کے لحاظ سے ہے، ورنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اگر چاہتے، تو آپ کے ساتھ سونے کے پہاڑ چلا کرتے، جیسا کہ دوسری حدیث میں مراحۃ مذکور ہے اس میں اشارۃ فرمایا گیا کہ مقدوس نفلی صدقہ نہ دے بلکہ پہلے فرض ادا کرے، نیز اتنی عظیم الشان سنادات وہ کر سکتا ہے جسکے بال بچے بھی صابر شاہ کہوں ورنہ انہیں بھوکا مار کر نفلی خیرات نہ کرو حضرت صدیق اکبر نے جو سب کچھ خیرات کر دی اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کے گھروالے بھی صابرین کے سردار تھے لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ تم پر تمہاری بیوی کا حق بھی ہے اور تمہارے بچوں کا بھی، کیونکہ وہاں ہم جیسوں کے قانون کا ذکر ہے اور یہاں ان حضوروں کا کہنا ہے کہ خصلت مطلقاً عرض کو کہتے ہیں دنیا دی ہو یا آخر دی، حتیٰ جبریا معنوی مگر تلف دنیوی اور حسی بربادی کو کہا جاتا ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا أَنْفَقْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُ

اللَّهُ عَلَيْكَ وَلَا تُرْعِي فَيُوعِيَ اللَّهُ عَلَيْكَ إِرْضَيْ مَا اسْتَطَعْتَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ
 أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى أَنْتَقِ يَا ابْنَ آدَمَ
 أَنْتَقِ عَلَيْكَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 قَالَ اللَّهُ تَعَالَى يَا ابْنَ آدَمَ إِنَّ تَبَذَلَ الْفَضْلَ خَيْرٌ لَكَ وَإِنْ تُمْسِكُ شَرٌّ لَكَ وَلَا تَلَامُ

اللہ تعالیٰ بھی شمار فرمائے گا کہ اور نہ بچاؤ ورنہ اللہ بھی تم سے بچائیگا جتنا کر سکتی ہو راہ خدا میں دولتِ مسلم و بخاری روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رب تعالیٰ فرمایا ہے کہ انسان خرچ کر میں تجھ پر خرچ کروں گا کہ مسلم بخاری روایت ہے حضرت ابو امامہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے انسان اگر تجھ پر خرچ کر دے تیرے لئے اچھا ہے اور اگر تو رکھے رکھے تو تیرے لئے بُرا ہے کہ

کا تجربہ دن رات ہو رہا ہے کہ کنجوس کا مال حکیم ڈاکٹر وکیل یا مالدار کا دلدادہ بنا کر کرتی ہے۔ لے لے لینے لے اسماء اپنے مال میں سے مطلقاً اور اپنے خاوند کے مال سے بقدر اجازت خرچ کرتی رہو، نفی حدیث کا حساب نہ لگاؤ ورنہ شیطان دل میں نخل پیدا کر دے گا، لہذا یہ حدیث زکوات کے حساب کے خلاف نہیں، بے حساب اللہ کے نام پر دو تو دلوں سے تمہیں اتنا ملے گا کہ تم حساب نہ کر سکو گی، یہ مطلب نہیں کہ رب تعالیٰ کے حساب باہر ہو گا کہیت میں پانی دیتے وقت ایک شخص کنوئیں سے پانی چھوڑتا ہے اور دوسرا کیاریوں میں پھیلاتا ہے، جیسا کہ یہ پھیلاتا رہتا ہے وہاں سے پانی آتا رہتا ہے، دینی راستے اللہ کی کیاریاں ہیں مالدار لگان میں پانی پھیلاتے دلتے ہیں اور روزی پینچانے والے، فرشتے پانی چھوڑنے دلتے لے لینے خیال نہ کرو کہ اتنی تھوڑی اور معمولی چیز اتنی بڑی بارگاہ میں کیا پیش کروں، وہاں مال کی مقدار نہیں دیکھی جاتی دل کا اخلاص دیکھا جاتا ہے خیال رہے کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ جب تک کہ اپنی پیاری چیز خیرات نہ کرو بھلائی نہیں پاسکتے، اور جہاں حکم دیا گیا کہ جو ہو سکے خیرات کرو ان دونوں میں تعارض نہیں آیت کا منشا یہ ہے کہ ہمیشہ معمولی چیز ہی خیرات نہ کرو اچھی چیزیں بھی خیرات کرو، اور اس حدیث کا منشا یہ ہے کہ بڑی چیز کی انتظار میں چھوٹی چیز اتوں سے باز نہ رہو جو چیز کھانے پینے سے بچ رہی اس کے بگڑ جانے کا خطرہ ہے فوراً کسی کو دے دو، ورنہ برباد جائے گی ۳۰ سہماں اللہ کیسی نظر رکھتا ہے مقصد یہ ہے کہ لے انسان ختم ہونے اور مٹ جانے والا مال تو میری راہ میں سے ہیں تجھے اس کیسے زیادہ مال بھی دے گا اور نہ شے والا ثواب بھی، رب تعالیٰ فرماتا ہے مَا عِنْدَكَ يُفْقَدُ وَمَا عِنْدَ اللَّهِ لَا يَفُوتُ باقی راز و خفایاں خیال رہے کہ جس فانی چیز کو رب تعالیٰ قبول فرمائے وہ باقی ہو جاتی ہے، دنیا صفر ہے لینے خالی، رضائے الٰہی عدد صفر کیلا ہو تو کچھ نہیں، اور اگر عدد سے مل جائے تو دس گنا: اس سے اشارہ معلوم ہوا کہ حد سے تقدیر بدل جاتی ہے، بد نصیب نصیب ہو جاتے ہیں: تقدیر کی پوری بحث ہماری کتاب تفسیر نعیمی جلد دوم میں ملاحظہ فرمائیے: کہ مشکوٰۃ شریف کے عام نسخوں و درمات میں بھی قال اللہ تعالیٰ نہیں ہے مگر اشعة اللمعات میں یہ جملہ موجود ہے: شیخ نے بھی فرمایا کہ ظاہر ہے کہ یہ حدیث بھی قدسی ہے اگرچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی ابن آدم سے خطاب فرما سکے ہیں ۳۱ لینے اپنی ضروریات بچاؤ مال خیرات کر دینا خود تیرے لئے ہی مفید ہے کہ اس خیر کوئی کام نہ کرے گا اور تجھے دینا خیر

عَلَى كَفَافٍ وَأَبْدًا إِلَيْنِ تَعُولُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْبَخِيلِ وَالْمُتَّصِدِّقِ كَمَثَلِ رَجُلَيْنِ عَلَيْهِمَا جَنْتَانِ مِنْ حَرِيدٍ قَدْ اضْطُرَّتْ أَيْدِيهِمَا إِلَى تَدْيِيمَا وَتَدَاقِيمَا فَجَعَلَ الْمُتَّصِدِّقُ كُلَّمَا تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ انْبَسَطَتْ عَنْهُ وَجَعَلَ الْبَخِيلُ كُلَّمَا هَمَّ بِصَدَقَةٍ قَلَصَتْ وَآخَذَتْ كُلُّ حَلْقَةٍ مِنْهَا مَقْبَضًا مَشَقًّا وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اتَّقُوا الظُّلْمَ فَإِنَّ

اور بقدر ضرورت پر ملامت نہیں اور اپنے خیال سے ابتدا کر لے (م) روایت ہے حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ ﷺ علیہ وسلم نے کہ کنجوس و رسی کی کمادت ان دو شخصوں کی سی ہے جن پر لوہے کی دو زندہ ہوں لے جنہوں ان کے دونوں ہاتھ لے کے پستانوں اور گلے سے باندھ دیئے ہوں لے سخی جب خیرات کرنے لگے تو زندہ پھیل جائے اور کنجوس جب خیرات کا ارادہ بھی کرے تو زندہ اور تنگ ہو جائے اور ہر کڑی اپنی جگہ چبٹ جائے لے (م) بخاری روایت ہے حضرت جابرؓ فرمایا رسول اللہ ﷺ علیہ وسلم نے کہ ظلم سے بچو کیونکہ

میں موصول جائے گا اور اسے رد کے رکھنا خود تیرے لئے ہی بُرا ہے کیونکہ وہ چیر مرگ لیا اور طرح ضائع ہو جائے گی اور تو ثواب محروم ہو جائیگا اسی لئے حکم ہے کہ نیا کپڑا پاؤ تو پرانا بیکار پر خیرات کر دو انیا تو ناب تیرے دے تو پرانا تو تیرا جو تمہاری ضرورت سے بچا ہے کسی غیر کو دے دو کہ تمہارے گھر کا گھوڑا نکل جائے گا اور اس کا بھلا ہو جائے گا لے اس میں دو حکم بیان ہو گئے ایک یہ کہ جو مال اس وقت تو زائد ہے کل ضرورت پیش آئے گی اسے جمع رکھ لو آج نفی صدقہ دے کر کل خود بھیک نہ مانگو، دوسرے یہ کہ خیرات پہلے اپنے عزیز مرغبوں کو دے پھر اجنبیوں کو، کیونکہ عزیزوں کو دینے میں حدت بھی ہے اور مدد بھی اسی اس کا ذکر آئندہ بھی آئیگا لے یہ تشبیہ مرکب ہے جس میں دو شخصوں کی پوری حالتوں کو دوسرے دو شخصوں کے پورے حال سے تشبیہ دی گئی ہے یعنی کنجوس اور سخی کی حالتیں ان دو شخصوں کی سی ہیں جن کے جسم پر درد لوہے کی زد ہیں ہیں، انسان کی خلقی اور پیدا نشی محبت مال اور خرف کرنے کو دل نہ چاہنے کو زہروں سے تشبیہ دی گئی کہ جیسے زہر جسم کو گھیرے اور چبٹی ہوتی ہے ایسی محبت مال انسان کے دل کو چبٹی ہوتی ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے وَمَنْ يُوَقِّ شَيْئًا نَفْسَهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ بعض لوگوں نے اسے جیتان ب سے مگر جیتان صحیح ہے ن سے لے ترقی ترقی ترقی کی جمع ہے، ترقوت وہ ہڈی ہے جو سینے سے اوپر اور گردن کے نیچے ہے، چونکہ یہ ہڈیاں گردن کے دوطرف ہوتی ہیں اس لئے دو آدمیوں کی چار ہڈیاں ہوں گی، اس لحاظ سے ترقی جمع ارشاد ہوا، اشرقت مجہول فرما کر اشارۃً یہ بتایا کہ انسان کا یہ نخل قدرتی ہے اختیار ہی نہیں بلکہ سبحان اللہ کیا نفیس تشبیہ ہے یعنی نخل بھی کبھی خیرات کرنے کا ارادہ تو کرتا ہے مگر اس کے دل کی، کچکا ہٹ اس کے ارادہ پر غالب آجاتی ہے اور وہ خیرات نہیں کرتا، اور سخی کو بھی خیرات کرتے وقت کچکا ہٹ تو مہم ہوتی ہے مگر اس کا ارادہ اس پر غالب آجاتا ہے، اسی غلبہ پر سخی ثواب پاتا ہے، پھر سخاوت کرتے کرتے نفس امام اتنا دب جاتا ہے کہ اس کو کبھی خیرات پر کچکا ہٹ پیدا ہی نہیں ہوتا، یہ بہت بلند مقام ہے جہاں پہنچ کر انسان کھلے دل سے صدقہ کرنے لگتا ہے، ہر عبادت کا یہی حال ہے کہ پہلے نفس امامہ روکا کرتا ہے مگر

الظلم ظلمات يوم القيامة واتقوا الشجر فان الشجر اهلك من كان قبلكم حملهم على ان سفكوا دماءهم واستحلوا محارمهم رواه مسلم وعن حارث بن وهب قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم تصدقوا فانه ياتي عليكم زمان يمشی الرجل بصدقة فلا يجد من يقبلها يقول الرجل لو جئت بها بالامس لقبلتها فاما اليوم فلا حاجة لي بها متفق عليه وعن ابي هريرة قال قال رجل يا رسول الله اني الصدقة

ظلم قیامت کے دن اندھیریاں ہو گالے اور کچھ سی سے بچو کیونکہ کچھ سی نے تم سے پہلے والوں کو ہلاک کر دیا کچھ سی نے انہیں رغبت دی کہ انہوں نے خون ریزی کی حرام کو مال جانا لے (مسلم) روایت ہے حضرت حارث بن وہب سے کہ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ کر دیکھو کہ تم پر ایک زمانہ آیا آئے گا کہ کوئی شخص اپنا صدقہ لے کر چلے گا تو کوئی اس کا قبول کرنے والا نہ ملے گا آدمی کہیں گے کہ اگر تم کل لاتے تو میں لے لیتا آج مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ کون سے صدقہ کا

جس کی نہ مانی جائے تو پھر روکنا چھوڑ دینا ہے، نفس کی مثال شیر خوار بچے کی سی ہے جو دودھ چھوڑتے وقت ماں کو بہت پریشان کرتا ہے، مگر جب ماں اس کی صدقہ کی پرواہ نہیں کرتی تو وہ پھر دودھ نہیں مانگتا۔ اے ظلم کے لغوی معنی ہیں کسی چیز کو بے موقعہ استعمال کرنا اور کسی کا حق مارنا، اسکی بہت قسمیں ہیں گناہ کرتا اپنی جان پر ظلم ہے، قرابت داروں یا قرض خواہوں کا حق نہ دینا ان پر ظلم، کسی کو ستانا یا بدنام کرنا اس پر ظلم، یہ حدیث سب کو شامل ہے اور حدیث اپنے ظاہری معنی پر ہے یعنی ظالم پھر لاط پر اندھیریوں میں گھرا ہوگا، ظلم اندھیری بن کر اس کے سامنے ہوگا، جیسے کہ مومن کا ایمان اور اچھے نیک اعمال و دشمنی بن کر اس کے آگے چلیں گے، رب تعالیٰ فرماتا ہے یسے نورہم بین الابدیم چونکہ ظالم دنیا میں حق ناحق میں فرق نہ کر سکا اسلئے اندھیرے میں رہا۔ ۱۷ عربی میں شیخ بخاری سے بدتر ہے بخاری اپنا مال کسی کو نہ دینا ہے اور شیخ اپنا مال نہ دینا اور دوسرے کے مال پر ناجائز قبضہ کرنا ہے عرض کرنا کہ شیخ بخاری حرص اور ظلم کا لہجہ جو ہے اسی لئے یہ فتوے فساد خون ریزی و قطع رحمی کی جڑ ہے جب کوئی دوسروں کا حق ادا نہ کرے بلکہ اس کے حق اور چھیننا چاہے تو خواہ مخواہ فساد ہوگا۔ ۱۸ آپ صحابی ہیں، حضرت عمر بن خطابؓ کے سوتیلے بیٹے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے اخیانی بھائی، کو زندہ میں قیام دیا کہ گھر سے مراد ساری امت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ صحابہ کیونکہ مال کی یہ فراوانی قریب قیامت حضرت امام مہدیؑ کے زمانہ میں ہوگی، اور ہو سکتا ہے کہ صحابہ سے ہی خطاب ہو اور سیدنا خضر علیہ السلام اس میں داخل ہوں کہ وہ بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں اور وہ یہ زمانہ پائیں گے کہ ان کی وفات بالکل قیامت سے متصل ہوگی۔ ۱۹ ظاہر یہ ہے کہ یہ قبول نہ کرنا غنی کی وجہ سے ہوگا کہ سائے لوگ اتنے مالدار ہو جائیں گے کہ انسانی سے کوئی ذکوۃ لینے والا نہ ملے گا اس حدیث کی روش سے معلوم ہو رہا ہے کہ اس وقت بھی فقر ملیں گے تو مگر بہت تلاش اور دشواری سے ورنہ مالداروں پر ذکوۃ فرض نہ رہتی، جیسے جس کے اعضائے وضو ایسے نجی ہوں جن پر نہ پانی پہنچ سکے نہ تیمم کا ہاتھ پھر سکے، تو اس پر وضو اور تیمم دونوں معاف ہو جاتے ہیں

اعظم اجرا قال ان تصدق وانت صحيح شحيح تخشى الفقر وتأكل الغنى ولا تمهل
حتى اذا بلغت الحلقوم قلت لفلان كذا ولفلان كذا وقد كان لفلان متفق عليك
وعن ابي ذر قال انتهيت الى النبي صلى الله عليه وسلم وهو جالس في ظل الكعبة
فلما رايتني قال هم الاخسر من ورب الكعبة فقلت فذاك ابي واهي من هم
قال هم الاكثرون اموالا الا من قال هكذا وهكذا اومن بين يديه ومن

سخاوت و
صلوات ۹

بڑا ثواب ہے۔ اے فرمایا ہے کہ تم اپنی تندرستی اور بخل کی حالت میں صدقہ کرو جبکہ تمہیں فقری کا ڈر اور امیری کی امید ہو۔ اور اتنی دیر نہ لگاؤ
کہ جب جان گلے میں پہنچے تو تم کو کہ فلاں کو اتنا دینا اور فلاں کو اتنا لے حالانکہ وہ فلاں کا ہو ہی چکا لے۔ مسلم بخاری اور ابی حضرت
ابی ذر سے فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا حضور کعبہ کے سایہ میں جلوہ گر تھے جب حضور نے مجھے دیکھا تو فرمایا اب
کی قسم وہ لوگ بڑے خسارہ میں ہیں۔ میں عرض کیا میرے باپ آپ پر فدا وہ کون لوگ ہیں فرمایا بڑے مالدار لوگ بخیر کے جو لوگ دیوں دے لیں

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فقرا کا ہونا بھی اللہ کی رحمت ہے کہ ان کے ذریعہ ہم بہت سے فرائض سے سبکدوش ہوتے ہیں، یہاں مرقات نے فرمایا کہ
اس زمانہ کے لوگ زاہد، صابر اور تارک الدنیا ہو جائیں گے جو زکوٰۃ لینا پسند کریں گے ہی نہیں، واللہ اعلم :

اے ظاہر یہ ہے کہ صدقہ سے مراد صدقہ فعلی ہے چونکہ یہ بہت سی قسم کا ہوتا ہے اور اس کے مختلف حالات ہوتے ہیں، اسلئے انہوں نے یہ سوال کیا
یعنی کس وقت کی کوئی خیرات بہتر ہے مسجد بنانا کنوآں یا سرے تیار کرنا یا کسی کو کھانا یا کپڑا دینا وغیرہ ؟ اے ہدایت حکیمانہ جواب لینے تندرستی کا ہر
صدقہ افضل ہے کیونکہ اس وقت خود اپنے کو بھی مال کی ضرورت ہوتی ہے، بخل سے مراد فطری محبت مال ہے لینے تندرستی میں جب تمہیں خود بھی
ضرورت ہے اپنی ضرورت پر دیں یا فقیر کی ضرورت کو مقدم رکھنا بڑی ہمت ہے اور اس کی بارگاہ الہی میں بڑی قدر ہے شیطان بھی اسی
وقت ہمکا تا ہے کہ ارے تیرے سامنے اتنے خیرات کر دے ظاہر یہ ہے کہ فلاں سے مراد مومن ہے جس کے لئے وصیت
کی جائے، اور اتنے سے مراد مال کی مقدار ہے لینے تم وارثوں سے کمو کہ میرا اتنا مال میرے بعد فلاں فلاں جگہ خرچ کرنا اور ممکن ہے کہ
فلاں سے مراد مقلد ہو یا وارث کیونکہ وارث کو وصیت جائز ہے جبکہ دوسرے درنا اور راضی ہوں (اشعر وغیرہ) : لے یہاں فلاں سے
مراد وارثین ہیں لینے اب تم وصیت کر دینا نہ کرو تمہارے پاس سے مال چلیدیا، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مرض الموت کی حالت ہی میں بیمار
کے مال میں وارثوں کا حق ہو جاتا ہے، اسی لئے فقہاء فرماتے ہیں کہ یہ بیمار مرثیہ مال کی وصیت کر سکتا ہے، یہ بھی معلوم ہوا کہ اس حالت کے صدقہ و
خیرات کا ثواب بہت کم ہے، کیونکہ اب خود اسے ضرورت نہ رہی، انسان کو چاہئے کہ تندرستی اور زندگی کو ضمانت سمجھے جو ہو سکے نیکیاں کرے، شاعر

توشہ اعمال اپنا ساکتے جاؤ ابھی کون پیچھے قبر میں بھیجے گا سوچو تو سہی

بعد مرنے کے تمہیں اپنا پراپا بھول جائے فاسخ کو قبر پر پھر کوئی آئے یا نہ آئے

خَلْفِهِ وَعَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ وَقَلِيلٌ مَا هُمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۖ الْفَصْلُ الثَّانِي ۖ
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّخِيُّ قَرِيبٌ مِنَ اللَّهِ
قَرِيبٌ مِنَ الْجَنَّةِ قَرِيبٌ مِنَ النَّاسِ بَعِيدٌ مِنَ النَّارِ وَالْبَخِيلُ بَعِيدٌ مِنَ اللَّهِ بَعِيدٌ
مِنَ الْجَنَّةِ بَعِيدٌ مِنَ النَّاسِ قَرِيبٌ مِنَ النَّارِ وَكَجَاهِلٌ سَخِيٌّ أَحَبُّ إِلَى اللَّهِ مِنْ
عَابِدٍ بِخَيْلٍ مَا دَاهُ التَّمْزِي ۖ وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

آگے پیچھے دائیں بائیں اور وہ ہیں بہت تھوڑے (۱) (۲) (۳) (۴) (۵) (۶) (۷) (۸) (۹) (۱۰) (۱۱) (۱۲) (۱۳) (۱۴) (۱۵) (۱۶) (۱۷) (۱۸) (۱۹) (۲۰) (۲۱) (۲۲) (۲۳) (۲۴) (۲۵) (۲۶) (۲۷) (۲۸) (۲۹) (۳۰) (۳۱) (۳۲) (۳۳) (۳۴) (۳۵) (۳۶) (۳۷) (۳۸) (۳۹) (۴۰) (۴۱) (۴۲) (۴۳) (۴۴) (۴۵) (۴۶) (۴۷) (۴۸) (۴۹) (۵۰) (۵۱) (۵۲) (۵۳) (۵۴) (۵۵) (۵۶) (۵۷) (۵۸) (۵۹) (۶۰) (۶۱) (۶۲) (۶۳) (۶۴) (۶۵) (۶۶) (۶۷) (۶۸) (۶۹) (۷۰) (۷۱) (۷۲) (۷۳) (۷۴) (۷۵) (۷۶) (۷۷) (۷۸) (۷۹) (۸۰) (۸۱) (۸۲) (۸۳) (۸۴) (۸۵) (۸۶) (۸۷) (۸۸) (۸۹) (۹۰) (۹۱) (۹۲) (۹۳) (۹۴) (۹۵) (۹۶) (۹۷) (۹۸) (۹۹) (۱۰۰) (۱۰۱) (۱۰۲) (۱۰۳) (۱۰۴) (۱۰۵) (۱۰۶) (۱۰۷) (۱۰۸) (۱۰۹) (۱۱۰) (۱۱۱) (۱۱۲) (۱۱۳) (۱۱۴) (۱۱۵) (۱۱۶) (۱۱۷) (۱۱۸) (۱۱۹) (۱۲۰) (۱۲۱) (۱۲۲) (۱۲۳) (۱۲۴) (۱۲۵) (۱۲۶) (۱۲۷) (۱۲۸) (۱۲۹) (۱۳۰) (۱۳۱) (۱۳۲) (۱۳۳) (۱۳۴) (۱۳۵) (۱۳۶) (۱۳۷) (۱۳۸) (۱۳۹) (۱۴۰) (۱۴۱) (۱۴۲) (۱۴۳) (۱۴۴) (۱۴۵) (۱۴۶) (۱۴۷) (۱۴۸) (۱۴۹) (۱۵۰) (۱۵۱) (۱۵۲) (۱۵۳) (۱۵۴) (۱۵۵) (۱۵۶) (۱۵۷) (۱۵۸) (۱۵۹) (۱۶۰) (۱۶۱) (۱۶۲) (۱۶۳) (۱۶۴) (۱۶۵) (۱۶۶) (۱۶۷) (۱۶۸) (۱۶۹) (۱۷۰) (۱۷۱) (۱۷۲) (۱۷۳) (۱۷۴) (۱۷۵) (۱۷۶) (۱۷۷) (۱۷۸) (۱۷۹) (۱۸۰) (۱۸۱) (۱۸۲) (۱۸۳) (۱۸۴) (۱۸۵) (۱۸۶) (۱۸۷) (۱۸۸) (۱۸۹) (۱۹۰) (۱۹۱) (۱۹۲) (۱۹۳) (۱۹۴) (۱۹۵) (۱۹۶) (۱۹۷) (۱۹۸) (۱۹۹) (۲۰۰) (۲۰۱) (۲۰۲) (۲۰۳) (۲۰۴) (۲۰۵) (۲۰۶) (۲۰۷) (۲۰۸) (۲۰۹) (۲۱۰) (۲۱۱) (۲۱۲) (۲۱۳) (۲۱۴) (۲۱۵) (۲۱۶) (۲۱۷) (۲۱۸) (۲۱۹) (۲۲۰) (۲۲۱) (۲۲۲) (۲۲۳) (۲۲۴) (۲۲۵) (۲۲۶) (۲۲۷) (۲۲۸) (۲۲۹) (۲۳۰) (۲۳۱) (۲۳۲) (۲۳۳) (۲۳۴) (۲۳۵) (۲۳۶) (۲۳۷) (۲۳۸) (۲۳۹) (۲۴۰) (۲۴۱) (۲۴۲) (۲۴۳) (۲۴۴) (۲۴۵) (۲۴۶) (۲۴۷) (۲۴۸) (۲۴۹) (۲۵۰) (۲۵۱) (۲۵۲) (۲۵۳) (۲۵۴) (۲۵۵) (۲۵۶) (۲۵۷) (۲۵۸) (۲۵۹) (۲۶۰) (۲۶۱) (۲۶۲) (۲۶۳) (۲۶۴) (۲۶۵) (۲۶۶) (۲۶۷) (۲۶۸) (۲۶۹) (۲۷۰) (۲۷۱) (۲۷۲) (۲۷۳) (۲۷۴) (۲۷۵) (۲۷۶) (۲۷۷) (۲۷۸) (۲۷۹) (۲۸۰) (۲۸۱) (۲۸۲) (۲۸۳) (۲۸۴) (۲۸۵) (۲۸۶) (۲۸۷) (۲۸۸) (۲۸۹) (۲۹۰) (۲۹۱) (۲۹۲) (۲۹۳) (۲۹۴) (۲۹۵) (۲۹۶) (۲۹۷) (۲۹۸) (۲۹۹) (۳۰۰) (۳۰۱) (۳۰۲) (۳۰۳) (۳۰۴) (۳۰۵) (۳۰۶) (۳۰۷) (۳۰۸) (۳۰۹) (۳۱۰) (۳۱۱) (۳۱۲) (۳۱۳) (۳۱۴) (۳۱۵) (۳۱۶) (۳۱۷) (۳۱۸) (۳۱۹) (۳۲۰) (۳۲۱) (۳۲۲) (۳۲۳) (۳۲۴) (۳۲۵) (۳۲۶) (۳۲۷) (۳۲۸) (۳۲۹) (۳۳۰) (۳۳۱) (۳۳۲) (۳۳۳) (۳۳۴) (۳۳۵) (۳۳۶) (۳۳۷) (۳۳۸) (۳۳۹) (۳۴۰) (۳۴۱) (۳۴۲) (۳۴۳) (۳۴۴) (۳۴۵) (۳۴۶) (۳۴۷) (۳۴۸) (۳۴۹) (۳۵۰) (۳۵۱) (۳۵۲) (۳۵۳) (۳۵۴) (۳۵۵) (۳۵۶) (۳۵۷) (۳۵۸) (۳۵۹) (۳۶۰) (۳۶۱) (۳۶۲) (۳۶۳) (۳۶۴) (۳۶۵) (۳۶۶) (۳۶۷) (۳۶۸) (۳۶۹) (۳۷۰) (۳۷۱) (۳۷۲) (۳۷۳) (۳۷۴) (۳۷۵) (۳۷۶) (۳۷۷) (۳۷۸) (۳۷۹) (۳۸۰) (۳۸۱) (۳۸۲) (۳۸۳) (۳۸۴) (۳۸۵) (۳۸۶) (۳۸۷) (۳۸۸) (۳۸۹) (۳۹۰) (۳۹۱) (۳۹۲) (۳۹۳) (۳۹۴) (۳۹۵) (۳۹۶) (۳۹۷) (۳۹۸) (۳۹۹) (۴۰۰) (۴۰۱) (۴۰۲) (۴۰۳) (۴۰۴) (۴۰۵) (۴۰۶) (۴۰۷) (۴۰۸) (۴۰۹) (۴۱۰) (۴۱۱) (۴۱۲) (۴۱۳) (۴۱۴) (۴۱۵) (۴۱۶) (۴۱۷) (۴۱۸) (۴۱۹) (۴۲۰) (۴۲۱) (۴۲۲) (۴۲۳) (۴۲۴) (۴۲۵) (۴۲۶) (۴۲۷) (۴۲۸) (۴۲۹) (۴۳۰) (۴۳۱) (۴۳۲) (۴۳۳) (۴۳۴) (۴۳۵) (۴۳۶) (۴۳۷) (۴۳۸) (۴۳۹) (۴۴۰) (۴۴۱) (۴۴۲) (۴۴۳) (۴۴۴) (۴۴۵) (۴۴۶) (۴۴۷) (۴۴۸) (۴۴۹) (۴۵۰) (۴۵۱) (۴۵۲) (۴۵۳) (۴۵۴) (۴۵۵) (۴۵۶) (۴۵۷) (۴۵۸) (۴۵۹) (۴۶۰) (۴۶۱) (۴۶۲) (۴۶۳) (۴۶۴) (۴۶۵) (۴۶۶) (۴۶۷) (۴۶۸) (۴۶۹) (۴۷۰) (۴۷۱) (۴۷۲) (۴۷۳) (۴۷۴) (۴۷۵) (۴۷۶) (۴۷۷) (۴۷۸) (۴۷۹) (۴۸۰) (۴۸۱) (۴۸۲) (۴۸۳) (۴۸۴) (۴۸۵) (۴۸۶) (۴۸۷) (۴۸۸) (۴۸۹) (۴۹۰) (۴۹۱) (۴۹۲) (۴۹۳) (۴۹۴) (۴۹۵) (۴۹۶) (۴۹۷) (۴۹۸) (۴۹۹) (۵۰۰) (۵۰۱) (۵۰۲) (۵۰۳) (۵۰۴) (۵۰۵) (۵۰۶) (۵۰۷) (۵۰۸) (۵۰۹) (۵۱۰) (۵۱۱) (۵۱۲) (۵۱۳) (۵۱۴) (۵۱۵) (۵۱۶) (۵۱۷) (۵۱۸) (۵۱۹) (۵۲۰) (۵۲۱) (۵۲۲) (۵۲۳) (۵۲۴) (۵۲۵) (۵۲۶) (۵۲۷) (۵۲۸) (۵۲۹) (۵۳۰) (۵۳۱) (۵۳۲) (۵۳۳) (۵۳۴) (۵۳۵) (۵۳۶) (۵۳۷) (۵۳۸) (۵۳۹) (۵۴۰) (۵۴۱) (۵۴۲) (۵۴۳) (۵۴۴) (۵۴۵) (۵۴۶) (۵۴۷) (۵۴۸) (۵۴۹) (۵۵۰) (۵۵۱) (۵۵۲) (۵۵۳) (۵۵۴) (۵۵۵) (۵۵۶) (۵۵۷) (۵۵۸) (۵۵۹) (۵۶۰) (۵۶۱) (۵۶۲) (۵۶۳) (۵۶۴) (۵۶۵) (۵۶۶) (۵۶۷) (۵۶۸) (۵۶۹) (۵۷۰) (۵۷۱) (۵۷۲) (۵۷۳) (۵۷۴) (۵۷۵) (۵۷۶) (۵۷۷) (۵۷۸) (۵۷۹) (۵۸۰) (۵۸۱) (۵۸۲) (۵۸۳) (۵۸۴) (۵۸۵) (۵۸۶) (۵۸۷) (۵۸۸) (۵۸۹) (۵۹۰) (۵۹۱) (۵۹۲) (۵۹۳) (۵۹۴) (۵۹۵) (۵۹۶) (۵۹۷) (۵۹۸) (۵۹۹) (۶۰۰) (۶۰۱) (۶۰۲) (۶۰۳) (۶۰۴) (۶۰۵) (۶۰۶) (۶۰۷) (۶۰۸) (۶۰۹) (۶۱۰) (۶۱۱) (۶۱۲) (۶۱۳) (۶۱۴) (۶۱۵) (۶۱۶) (۶۱۷) (۶۱۸) (۶۱۹) (۶۲۰) (۶۲۱) (۶۲۲) (۶۲۳) (۶۲۴) (۶۲۵) (۶۲۶) (۶۲۷) (۶۲۸) (۶۲۹) (۶۳۰) (۶۳۱) (۶۳۲) (۶۳۳) (۶۳۴) (۶۳۵) (۶۳۶) (۶۳۷) (۶۳۸) (۶۳۹) (۶۴۰) (۶۴۱) (۶۴۲) (۶۴۳) (۶۴۴) (۶۴۵) (۶۴۶) (۶۴۷) (۶۴۸) (۶۴۹) (۶۵۰) (۶۵۱) (۶۵۲) (۶۵۳) (۶۵۴) (۶۵۵) (۶۵۶) (۶۵۷) (۶۵۸) (۶۵۹) (۶۶۰) (۶۶۱) (۶۶۲) (۶۶۳) (۶۶۴) (۶۶۵) (۶۶۶) (۶۶۷) (۶۶۸) (۶۶۹) (۶۷۰) (۶۷۱) (۶۷۲) (۶۷۳) (۶۷۴) (۶۷۵) (۶۷۶) (۶۷۷) (۶۷۸) (۶۷۹) (۶۸۰) (۶۸۱) (۶۸۲) (۶۸۳) (۶۸۴) (۶۸۵) (۶۸۶) (۶۸۷) (۶۸۸) (۶۸۹) (۶۹۰) (۶۹۱) (۶۹۲) (۶۹۳) (۶۹۴) (۶۹۵) (۶۹۶) (۶۹۷) (۶۹۸) (۶۹۹) (۷۰۰) (۷۰۱) (۷۰۲) (۷۰۳) (۷۰۴) (۷۰۵) (۷۰۶) (۷۰۷) (۷۰۸) (۷۰۹) (۷۱۰) (۷۱۱) (۷۱۲) (۷۱۳) (۷۱۴) (۷۱۵) (۷۱۶) (۷۱۷) (۷۱۸) (۷۱۹) (۷۲۰) (۷۲۱) (۷۲۲) (۷۲۳) (۷۲۴) (۷۲۵) (۷۲۶) (۷۲۷) (۷۲۸) (۷۲۹) (۷۳۰) (۷۳۱) (۷۳۲) (۷۳۳) (۷۳۴) (۷۳۵) (۷۳۶) (۷۳۷) (۷۳۸) (۷۳۹) (۷۴۰) (۷۴۱) (۷۴۲) (۷۴۳) (۷۴۴) (۷۴۵) (۷۴۶) (۷۴۷) (۷۴۸) (۷۴۹) (۷۵۰) (۷۵۱) (۷۵۲) (۷۵۳) (۷۵۴) (۷۵۵) (۷۵۶) (۷۵۷) (۷۵۸) (۷۵۹) (۷۶۰) (۷۶۱) (۷۶۲) (۷۶۳) (۷۶۴) (۷۶۵) (۷۶۶) (۷۶۷) (۷۶۸) (۷۶۹) (۷۷۰) (۷۷۱) (۷۷۲) (۷۷۳) (۷۷۴) (۷۷۵) (۷۷۶) (۷۷۷) (۷۷۸) (۷۷۹) (۷۸۰) (۷۸۱) (۷۸۲) (۷۸۳) (۷۸۴) (۷۸۵) (۷۸۶) (۷۸۷) (۷۸۸) (۷۸۹) (۷۹۰) (۷۹۱) (۷۹۲) (۷۹۳) (۷۹۴) (۷۹۵) (۷۹۶) (۷۹۷) (۷۹۸) (۷۹۹) (۸۰۰) (۸۰۱) (۸۰۲) (۸۰۳) (۸۰۴) (۸۰۵) (۸۰۶) (۸۰۷) (۸۰۸) (۸۰۹) (۸۱۰) (۸۱۱) (۸۱۲) (۸۱۳) (۸۱۴) (۸۱۵) (۸۱۶) (۸۱۷) (۸۱۸) (۸۱۹) (۸۲۰) (۸۲۱) (۸۲۲) (۸۲۳) (۸۲۴) (۸۲۵) (۸۲۶) (۸۲۷) (۸۲۸) (۸۲۹) (۸۳۰) (۸۳۱) (۸۳۲) (۸۳۳) (۸۳۴) (۸۳۵) (۸۳۶) (۸۳۷) (۸۳۸) (۸۳۹) (۸۴۰) (۸۴۱) (۸۴۲) (۸۴۳) (۸۴۴) (۸۴۵) (۸۴۶) (۸۴۷) (۸۴۸) (۸۴۹) (۸۵۰) (۸۵۱) (۸۵۲) (۸۵۳) (۸۵۴) (۸۵۵) (۸۵۶) (۸۵۷) (۸۵۸) (۸۵۹) (۸۶۰) (۸۶۱) (۸۶۲) (۸۶۳) (۸۶۴) (۸۶۵) (۸۶۶) (۸۶۷) (۸۶۸) (۸۶۹) (۸۷۰) (۸۷۱) (۸۷۲) (۸۷۳) (۸۷۴) (۸۷۵) (۸۷۶) (۸۷۷) (۸۷۸) (۸۷۹) (۸۸۰) (۸۸۱) (۸۸۲) (۸۸۳) (۸۸۴) (۸۸۵) (۸۸۶) (۸۸۷) (۸۸۸) (۸۸۹) (۸۹۰) (۸۹۱) (۸۹۲) (۸۹۳) (۸۹۴) (۸۹۵) (۸۹۶) (۸۹۷) (۸۹۸) (۸۹۹) (۹۰۰) (۹۰۱) (۹۰۲) (۹۰۳) (۹۰۴) (۹۰۵) (۹۰۶) (۹۰۷) (۹۰۸) (۹۰۹) (۹۱۰) (۹۱۱) (۹۱۲) (۹۱۳) (۹۱۴) (۹۱۵) (۹۱۶) (۹۱۷) (۹۱۸) (۹۱۹) (۹۲۰) (۹۲۱) (۹۲۲) (۹۲۳) (۹۲۴) (۹۲۵) (۹۲۶) (۹۲۷) (۹۲۸) (۹۲۹) (۹۳۰) (۹۳۱) (۹۳۲) (۹۳۳) (۹۳۴) (۹۳۵) (۹۳۶) (۹۳۷) (۹۳۸) (۹۳۹) (۹۴۰) (۹۴۱) (۹۴۲) (۹۴۳) (۹۴۴) (۹۴۵) (۹۴۶) (۹۴۷) (۹۴۸) (۹۴۹) (۹۵۰) (۹۵۱) (۹۵۲) (۹۵۳) (۹۵۴) (۹۵۵) (۹۵۶) (۹۵۷) (۹۵۸) (۹۵۹) (۹۶۰) (۹۶۱) (۹۶۲) (۹۶۳) (۹۶۴) (۹۶۵) (۹۶۶) (۹۶۷) (۹۶۸) (۹۶۹) (۹۷۰) (۹۷۱) (۹۷۲) (۹۷۳) (۹۷۴) (۹۷۵) (۹۷۶) (۹۷۷) (۹۷۸) (۹۷۹) (۹۸۰) (۹۸۱) (۹۸۲) (۹۸۳) (۹۸۴) (۹۸۵) (۹۸۶) (۹۸۷) (۹۸۸) (۹۸۹) (۹۹۰) (۹۹۱) (۹۹۲) (۹۹۳) (۹۹۴) (۹۹۵) (۹۹۶) (۹۹۷) (۹۹۸) (۹۹۹) (۱۰۰۰)

حضرت ابوذر غفاری وہ ہیں جنہوں نے امیری پر لات مار کر فقیری اختیار کی تھی، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بہت افزاء کلام اُن کی عزت افزائی کے لئے فرمایا یعنی اے ابوذر تم خسارہ میں نہیں، خسارہ میں عموماً مالدار لوگ ہیں۔ لہٰذا یہاں تَخَالَ بچنے فَعَلَ ہے اور فعل سے مراد صدقہ و خیرات، یہ محاورہ عربی میں بہت عام ہے (لمعات) یعنی وہ سخی جو بالگنتی دونوں ہاتھ بھر بھر کر نیکیوں میں خرچ کرے خسارہ میں نہیں لہٰذا ان چار سموتوں سے مراد ہر نیکی ہر جگہ نیکی ہر حال میں نیکی کرنا ہے، اپنے وطن میں بھی خرچ کرے، حرمین شریفین میں بھی بھیجے جہاں مسلمانوں کو یا اسلام کو ضرورت ہو وہاں پہنچائے، واقعی ایسی توفیق دے گا کہ وہ مالدار ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے، ذَقِيلُ مِنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ عموماً مالداروں پر فضول خرچیوں، بدکاریوں اور عیاشیوں کے دروازے کھل جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ عثمان غنی کے خزانہ کا پیسہ عطا فرمائے لہٰذا ہم سخی اور جو آد کا فرق پہلے بیان کر چکے ہیں، یہاں مرقعات نے فرمایا کہ حقیقی سخی وہ ہے جو غنی پر رب تعالیٰ کی رضا کو ترجیح دے، اس کے تین قرب بیان ہوئے، اور ایک دوری، اللہ تعالیٰ تو ہر ایک سے قریب ہے لیکن اس سے قریب کوئی کوئی ہے شعر

یاد نزدیک تراز من بمعنی است دیں عجب ہیں کہ من از دے دورم

اس حدیث میں اشارہ فرمایا گیا کہ سخاوت مال حسن مال لینے انجام بخیر کا ذریعہ ہے، سخی سے مخلوق خود بخود راہنی رہتی ہے۔ حکایت کسی عالم سے پوچھا گیا کہ سخاوت بہتر ہے یا شجاعت، فرمایا خدا تعالیٰ اسے سخاوت دے، اُسے شجاعت کی ضرورت ہی نہیں، لوگ خود بخود اُس کے سامنے چت ہو جائیں گے، چونکہ صدقہ غضب کی آگ بجھاتا ہے اسلئے سخی دوزخ سے دور ہے۔ یہاں عابد سے مراد عالم عابد ہے جیسا کہ جاہل کے مقابلے سے معلوم ہو رہا ہے، یعنی جو شخص عالم بھی ہو عابد بھی، مگر جو کجوس کہ نہ زکوٰۃ دے نہ صدقات واجبات ادا کرے وہ یقیناً سخی جاہل سے بدتر ہو گا کیونکہ وہ عالم حقیقتاً بے عمل ہے بخل بہت سے فسق پیدا کر دیتا ہے اور سخاوت بہت خیروں کا تخم ہے، بلکہ وہ

وَسَلَّمَ لَأَنْ يَتَصَدَّقَ الْمَرُوفِي حَيَاتِهِ بِدَارِهِمْ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَتَصَدَّقَ بِمِائَةِ عِنْدَ مَوْتِهِ
رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ؛ وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ
الَّذِي يَتَصَدَّقُ عِنْدَ مَوْتِهِ أَوْ يُعْتِقُ كَالَّذِي يُهْدِي إِذَا شَبَعَ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَ
النَّسَائِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَالتِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهُ؛ وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَصْلَتَانِ لَا يَجْتَمِعَانِ فِي مُؤْمِنٍ الْبُحْلُ وَسُوءُ الْخُلُقِ رَوَاهُ
التِّرْمِذِيُّ؛ وَعَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا

دُشْمَنَ كَرَأْسَانِ كَأَبْنِي زَنْدِکِی مِیْنِ اَیْکِ دَرِہِمِ خَیْرَاتِ کَرَنَامَرْتِے دَقْتِ مَوخِرَاتِ کَرْنِے سَے بَہتر ہِے اِے رَاوَدَاوُدَا رَوَاہِے ہِے حَفَرْتُ الْبُلْدَا
سَے فَرَمَاتِے ہِیں فَرَمَا یا رَسُوْلُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمُ نَے کَہ اُسکی شَال جو مَرْتِے دَقْتِ خَیْرَاتِ یَا اَزَا کَرِے اُسکی سَی ہِے جَواپَے پیٹ بَھَر جَانِے پَر
کُسی کو ہِدیہ دے اِے رَا حَمْدِ نَسَائِی، دَارِمِی، تَرْمِذِی نَے اُسے صَحیح کَہا ہِے رَوَاہِے ہِے حَفَرْتُ الْبُلْدَا فَرَمَاتِے ہِیں فَرَمَا یا رَسُوْلُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمُ
عَلِیْہِ سَلَّمَ نَے کَرَمُوْنِ مِیْنِ دُو خَصْلَتِیْنِ کَہی جَحْ نَہِیْنِ ہُوْنِیْنِ کُھُوْسِیْ اَدِیْدِ خَلْقِی سَلَّمَ (تَرْمِذِی) رَوَاہِے ہِے حَفَرْتُ الْبُلْدَا صَدِیقِ سَے اِے
فَرَمَاتِے ہِیں فَرَمَا یا رَسُوْلُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمُ نَے کَہ

عابد بھی کامل نہیں، کیونکہ عبادت مالی یعنی ذکوۃ وغیرہ ادا نہیں کرتا، صرف جہانی عبادت ذکر و فکر پر قناعت کرتا ہے جس میں کچھ فخر نہ ہو، اے زندگی
سے مراد تندرستی کی زندگی ہے، اور موت کے وقت سے مراد مرض الموت ہے، جب زندگی کی آس ٹوٹ جاتی ہے، یعنی تندرستی میں تھوڑا مال خیرات
کرنے والے وقت کے بہت مال کی خیرات سے بہتر ہے، کیونکہ تندرستی کی خیرات میں نفس پر جہاد بھی ہے اور مرتے وقت کی خیرات میں اپنا نقصان نہیں بلکہ اپنے
داروں کو نقصان پہنچاتا ہے، اس کی پوری شرح ابھی پہلے ہو چکی اِے کَہ اگر ہِدیہ لینے والا غنی بھی ہُو، اَدِیْنِے وَلِے کَہ اُس طَرِزِ عَمَلِ سَے خَبر دِیجی، تُو دِہ
اُسکی قدر نہیں کرتا، وہ سمجھتا ہے کَہ اُس نے اپنے نفس کو تجھ پر مقدم رکھا اور سمجھا کَہ یہ سچی چیز برباد جائے گی، لاؤ فلاں کو یہ بھیج دو، اسی طرح رب تعالیٰ غنی بھی ہے
اور ہماری نیوٹوں سے خبر دِیجی صدقات اُسکی بارگاہ میں ہِدیے ہِیں، اگر اُنکی بارگاہِ الہی میں تُو دِیجھتے ہو تو تندرستی میں بھیجو کَہ دُہاں خَلاص لیکھا جاتا ہے شَعْر
مَابرُوْنِ دَانِکَرِیْمِ وَقَالَ رَا
مَادَرُوْنِ رَا نِکَرِیْمِ وَحَالَ رَا

اِے لینے ایسا نہیں ہوتا کہ کوئی کامل مومن بھی ہو اور ہمیشہ کا بخیل اور بدخلق بھی، اگر اتفاقاً کبھی اس سے بخیل یا بدخلق صادر ہو جائے تو فوراً وہ
پشیمان بھی ہو جاتا ہے اس کے ایک حصے یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ مومن نہ بخیل ہوتا ہے بدخلق، جس دل میں ایمان کامل جاگزیں ہو تو اس دل
سے یہ دونوں عیب نکل جاتے ہیں (لمعات) خیال رہے کہ بدخلق اور بے غصہ کچھ اور، اللہ تعالیٰ کے لئے غصہ کرنا عبادت ہے رب تعالیٰ
فرماتا ہے اَشِدَّ اَوْ عَلٰی الْکُفَّارِ وَحَمَّ اَوْ یُنِیْمُ لَہُمْ ہُمَارِی اِس شَرَح سے حدیث پر نہ یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ بعض مومن بخیل بھی ہوتے
ہیں ۱۱ بدخلق بھی، کیونکہ وہ یا تو مومن کامل نہیں ہوتے یا اُن کے یہ عیب عارضی ہوتے ہیں، اور نہ یہ اعتراض رہا کہ یہ حدیث قرآن کے

يَدْخُلُ الْجَنَّةَ خَبِيرًا وَلَا بَخِيلٌ وَلَا مَنَانٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَرُّ مَا فِي الرَّجُلِ شَرُّ هَالِعٍ وَجُبْنٌ خَالِعٌ رَوَاهُ
أَبُو دَاوُدَ وَسَنَدُ كُرْحَيْثِ بْنِ أَبِي هُرَيْرَةَ لَا يَجْتَمِعُ الشُّعْرُ وَالْإِيمَانُ فِي كِتَابٍ إِلَّا جَاهِدَ

جنت میں نہ تو خزی آدمی جائے نہ کبھوس نہ احسان جتانے والا ہے (ترمذی) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آدمی کی بدترین خصلت گھبرائے والی کبھوسی اور ڈر والی بزدلی ہے لہذا ابو داؤد امام حضرت ابو ہریرہ کی یہ
حدیث لا یجتمع الخ کتاب الجہاد میں بیان کریں گے

خلاف ہے کہ قرآن کریم نے بعض غصوں کی تعریف فرمائی ہے لہذا آپ کا نام شریف عبداللہ ابن عثمان (ابو قحطافہ) ابن عامر ابن عمرو ابن کعب
ابن سعد ابن تیمم ابن ممرہ ہے، آپ ساتویں دادا اپنے ممرہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتے ہیں، آپ کی کنیت ابو بکر اور حضور انور
صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے عطا فرمائے ہوئے القاب صدیق اکبر و متیق ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام غزوں میں شریک رہے
اسلام سے پہلے اور اسلام لانے کے بعد کبھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا نہ ہوئے، سب سے پہلے آپ ہی ہجرت میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم
کے ساتھ رہے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے یار غار کہلائے، آپ ہی افضل المخلوق بعد الانبیاء ہیں، عثمان غنی آپ کی تبلیغ سے ایمان لائے
حضرت بلال اور عامر فیروہ رضی اللہ عنہما جیسے شاندار صحابہ آپ کے آزاد کردہ غلام ہیں آپ چار پشت کے صحابی ہیں، ماں باپ صحابی خود اور سارے
گھروے صحابی، ساری اولاد صحابی، پوتے پوتے صحابی، ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ ہی کی دختر نیکا خضر ہیں، آپ کے فضائل میں بہت
آیات آتیں، رب تعالیٰ نے آپ کو ثانی اثنین فرمایا یعنی زندگی و وفات و قبر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ثانی شعر
یعنی اس افضل المخلوق بعد الرسل ثانی اثنین ہجرت پہ لا کھوں سلام

اسلام لانے والے رسول اللہ ہیں صلی اللہ علیہ وسلم اور پھیلانے والے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ: فاروقی فتوحات کی بنیاد آپ ہی نے ڈالی
آپ مکہ معظمہ میں واقعہ فیل سے دو سو پونے پانچ ماہ بعد پیدا ہوئے اور مدینہ منورہ میں بائیس جمادی الآخرہ ۳ھ منگی کی رات مغرب
اور عشاء کے درمیان وفات پائی، آپ کی بیوی اسماء نبیت عقیس نے آپ کو غسل دیا، عمر فاروق نے نماز جنازہ پڑھائی، ۶۳ سال عمر پائی دو سال
کچھ مہینے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے عمر میں چھوٹے تھے وہی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پورے کئے اور پھر ہمیشہ کے لئے
حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں گنبد خضراء کے اندر آرام فرما ہو گئے، آپ کے فضائل آسمان کے تاروں اور ریگستان کے ذروں
سے زیادہ ہیں، آپ سے بہت کم احادیث مروی ہیں (اکمال وغیرہ)

اے اپنے جوان عیبروں پر مرجائے وہ جنتی نہیں کیونکہ وہ منافق ہے، مومن میں اولاً تو یہ عیب ہوتے نہیں، اور اگر ہوں تو رب تعالیٰ اسے مرتے
سے پہلے توبہ نصیب کر دیتا ہے یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ ایسا آدمی جنت میں پہلے نہ جائیگا احسان جتانے سے طعنہ دینا مراد ہے درنہ بعض صورتوں
میں احسان جتنا عبادت ہے جبکہ اس سے سامنے والے کی اصلاح مقصود ہو، رب تعالیٰ فرماتا ہے بَلِ اللّٰهُ يُمْنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هُوَ بِكُمْ

انشاء اللہ تعالیٰ تیسری فصل روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض بیویوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ہم سب میں پہلے آپ کون ملے گی لے فرمایا تم میں مجھے ہاتھ والی ۲۷ انہوں نے بانس لے کر ہاتھ ناپنے شروع کر دیئے ۳۷ تو حضرت سودہ دراز ہاتھ نکلیں بعد میں معلوم ہوا کہ درازی ہاتھ سے مراد صدقہ خیرات تھی ہم سب میں پہلے حضور کے پاس زینب سداہارین اور وہ سرکار خیرات بہت پسند کرتی

۱۲۔ یٰۤاَنۡسَانَ کَیۡنَ اِنۡسَانِ کَے مائے عیبوں میں یہ دو عیب بدترین ہیں کہ جس سے خدا کا عیب پیدا ہو جاتے ہیں، شیخ کے مئے پید عرصہ کے چاچکے ہیں کہ یہ بخل اور حرص کا مجموعہ ہے۔ بڑی بزدلی وہ ہے جو انسان کو کفار کے ساتھ جہاد سے اور برابر جیسے اعمال سے روکے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مرد کی قید اس لئے لگائی کہ عورت میں یہ عیب اتنے بڑے نہیں جتنے مرد میں، کیونکہ یہ سخاوت اور بہادری کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔

۱۳۔ یہ سوال چند سوالوں کا مجموعہ ہے، ایک یہ کہ ہم میں سے ہر ایک کا وقت موت کب ہے، دوسرے یہ کہ ہم سب کی موت کس حال میں ہوگی ایمان پر اور ایمان کے کس درجہ پر، تیسرے یہ کہ ہماری یقینہ زندگی تقوے کے کس درجہ پر گزرنے لگی، چوتھے یہ کہ بعد وفات ہمارا مقام کہاں ہوگا، کیونکہ بعد وفات حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے وہی مل سکتا ہے جس کا خاتمہ ایمان پر ہونے لگی، اعلیٰ درجہ کے تقوے اور طہارت پر گزرنے والے، اس کے دسٹے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ ازواج مطہرات کا یہ عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو عظم غم غم عطا فرمائے ہیں کہ مکرر بے طاعتی الہی ہر ایک کا وقت موت بھی جانتے ہیں، ہر ایک کی سخاوت و شقاوت سے بھی خبردار ہیں، اور ہر ایک کے درجہ ایمان و مرتبہ تقوے سے بھی واقف ہیں، بلکہ یہ بھی جانتے ہیں کہ بعد موت کس کا کیا درجہ ہوگا اور کون کہاں رہے گا کیوں نہ ہوتا کہ ان بیبیوں نے یہ دیکھا تھا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر سے ایک دن پہلے زمین پر خط کھینچ کر بتا دیا تھا کہ کل فلاں کافر یہاں مارا جائے گا اور فلاں یہاں، دوسرے یہ کہ ازواج پاک حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد موت کی ایسی مشتاق تھیں جیسے عروس برات کی کیونکہ ان کے لئے موت لقاء حبیب کا ذریعہ تھی شعر

آج پھوٹے نہ سماؤں گے گفن میں عاصی
جس کے جویاں تھے بے اس گل کے ملاقات کی رات

۲۵۔ لیکن اے پاک سید! تم سب ہی اعلیٰ نقوے پر جیوگی، کمال ایمان پر وفات پاؤ گی اور تم سب میرے ساتھ دھوگی، مگر سب پہلے میرے پاس تم میں سے وہ پہنچے گی جو زیادہ سخی ہوگی، اس جواب سے معلوم ہوا کہ مومن کامل مرتبے ہی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پہنچ جاتا ہے، وصال

رواہ البخاری و فی روایتِ مسلمہ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسر عکُنْ
لِحَوِّقَانِ اطوا لکن یداً اقلت و کانت یتطاوَلن ایتھن اطول یداً اقلت فکانت اطولنا
یداً ازینب لائمہا کانت تعمل یدہا و تصدق و عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم قال قال رجل لا تصدقن بصدقة فخرج بصدقتہ فوضعہا فی ید
سارق فاصبحوا یخدثون تصدق اللیلۃ علی سارق فقال اللہ لک الحمد علی

تھیں لے (بخاری) مسلم کی روایت میں ہے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم میں سے پہلے مجھے وہ ملے گی جو مجھے ہاتھ والی
ہو فرماتی ہیں کہ ازواجِ پاک جھگڑتی تھیں کہ کس کے ہاتھ لمبے ہیں فرماتی ہیں ہم سب میں لمبے ہاتھ والی زینب ہی ہیں کیونکہ وہ اپنے ہاتھ سے
کام کرتی تھیں اور خیرات کرتی تھیں لے روایت ہے حضرت ابو ہریرہؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک دمی بولا میں خیرات کرونگا
لے وہ اپنا صدقہ لیکر نکلا تو کسی چور کے ہاتھ میں دے دیا لے لوگ صبح کو چور کرنے گئے کالج رات چور کو خیرات دی گئی وہ بولا
الہی تیرا شکر ہے

بعد قیامت پر موقوف نہیں، نیز معلوم ہوا کہ بعد موت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مانا چاہے وہ زندگی میں نیک مال و صدقہ و خیرات زیادہ کرے لے یہ ہونے والے
اجتماعی ادوہ بیبیاں یہ سمجھیں کہ ہاتھ سے یہ جسم کا ہاتھ مراد ہے ان بیبیوں نے اپنے ہاتھ خود اپنے تھے مگر تعظیم و احترام کے لئے اخذ و جمع ذکر فرمایا گیا جیسے
رب تعالیٰ فرماتا ہے و کانت من القرآنین اور شاعر کہتا ہے ان شئت حومت النساء سواکھ قانین بھی ذکر ہے اور کم بھی لے یہ جسم
کا ہاتھ تو حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا دراز تھا مگر سخاوت کا حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا لمبا تھا؛ حضرت زینب کی وفات ۳۷ھ میں ہوئی آپ
حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی بیوی ہیں۔ اور حضرت سودہ کی وفات ۲۷ھ میں اور عائشہ صدیقہ کی وفات ۳۷ھ میں ہے درمقات و لمعات ۱۰
لے چنانچہ آپ اپنے ہاتھ سے کھالیں رنگتی تھیں کہیں بیچتی تھیں اور قیمت خیرات کر دیتی تھیں۔ یہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ ازواجِ مطہرات کا نان
نفقہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ذمہ ہے، کیونکہ وہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں ہیں
لہذا حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا یہ محنت کرنا اپنے خرچ کے لئے نہ تھا بلکہ راہِ خدا میں خیرات کر کے لئے تھا، ان کا خیال تھا کہ اپنی محنت کا پیسہ
خیرات کرنا زیادہ لائقِ ثواب ہے لے یعنی تم سے پہلے ایک نبی اسرائیلی نے اپنے دل میں کیا اپنے دوستوں یا گھروالوں پر اپنا یہ ارادہ ظاہر کیا یا رب تعالیٰ
کی بارگاہ میں عرض کیا کہ آج میں خیرات دے دوں گا، ظاہر یہ ہے کہ خیرات نفلی صدقہ مراد ہو ممکن ہے اُس نے کوئی نذرمانی ہو جس کے پورا کر نیک ارادہ
کیا لے یعنی رات کے اندھیرے میں اکیلے میں ایک شخص کو فقیر جان کر وہ خیرات دے دی، اُس نے لوگوں میں پھیلا دیا کہ مجھے ایک آدمی خیرات
دے گیا، جیسا کہ آوارہ لوگوں کا طریقہ ہے کہ دھوکا دینے پر فخر کرتے ہیں اور دھوکا کھانے والے کا مذاق اڑاتے ہیں، اس کا لوگوں میں
چرچہ ہو گیا، برقات نے فرمایا ممکن ہے کہ لوگوں کو یہ خبر امام الہی سے علوم ہوئی ہو، اور ہو سکتا ہے کہ کوئی فرستہ شکل انسانی میں آکر لوگوں

سَارِقٍ لَا تَصِدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهِ فَوَضَعَ بَاقِي يَدِ زَانِيَةٍ فَأَصْبَحُوا يَتَخَدَّثُونَ
تَصَدَّقَ اللَّيْلَةَ عَلَى زَانِيَةٍ فَقَالَ اللَّهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ عَلَى زَانِيَةٍ لَا تَصَدَّقَنَّ بِصَدَقَةٍ
فَخَرَجَ بِصَدَقَتِهِ فَوَضَعَ بَاقِي يَدِ غَنِيِّ فَأَصْبَحُوا يَتَخَدَّثُونَ اللَّيْلَةَ عَلَى غَنِيِّ فَقَالَ اللَّهُمَّ
لَكَ الْحَمْدُ عَلَى سَارِقٍ وَزَانِيَةٍ وَعَنِّي فَإِنِّي فَقِيلَ لَهُ أَمَا صَدَقْتُكَ عَلَى سَارِقٍ
فَلَعَلَّكَ أَنْ يَسْتَعِفَّ عَنْ سَرَقَتِهِ وَأَمَّا الزَّانِيَةُ فَلَعَلَّكَ تَسْتَعِفُّ عَنْ زَنَاهَا وَأَمَّا
الْغَنِيُّ فَلَعَلَّكَ يَعْتَبِرُ فَيَنْفِقُ مِمَّا أُعْطَاكَ اللَّهُ مُتَّفِقٌ عَلَيْهِ وَلَفْظُهُ لِلْبُخَارِيِّ وَعَنْهُ

چور پر صدقہ لے اب پھر صدقہ کروں گا اپنا صدقہ لے کر نکلا تو ایک زانیہ کے ہاتھ میں دے دیا اسے لوگ صبح کو چرچا کرنے لگے کہ آج
رات زانیہ کو صدقہ دیا گیا اسلئے وہ بولا الہی تیرا شکر ہے کیا زانیہ کو خیرات میں در صدقہ کروں گا پھر وہ اپنا صدقہ لے کر چلا تو کسی مالدار کے
ہاتھ میں دے دیا اسے لوگ صبح کو چرچا کرنے لگے کہ آج رات غنی کو صدقہ دیا گیا ہے وہ بولا الہی تیرا شکر ہے کیا چور پر زانیہ پر اور غنی
پر اسے جواب میں کہا گیا کہ الہی تیری رحمت خیرات چور پر تو شاید وہ چور چوری باز ہے لیکن زانیہ تو شاید وہ زنا سے باز ہے لیکن
غنی تو شاید وہ عبرت پکڑے اور اللہ کے دینے میں سے کچھ خیرات کرے کہ (مسلم بخاری) لفظ بخاری کے ہیں یہ روایت الہی سے

سے یہ کہہ گیا ہو غرض کہ اس کا چرچہ ہو گیا اسلئے یہ کہہ تعجب کا ہے یعنی وہ شخص صدقہ صانع ہونے پر دل تنگ نہیں ہوا بلکہ خدا کا شکر ہی کیا، اور تعجب کے
طہر پر یہ کہا اللہ کے مقبول بندہ مصیبت پر بھی شکر ہی کرتے ہیں اسلئے میرا وہ صدقہ تو بیکار گیا کیونکہ صبح صحران پر نہ پہنچا جیسے کھاری زمین میں دانہ
اسکی جگہ اور صدقہ دو ٹنگا، اس سے معلوم ہوا کہ اگر صدقہ صبح جگہ نہ پہنچے، تو واپس نہ لے بلکہ اسکی بجائے اور صدقہ دے، چونکہ آج بھی صدقہ چھپانے کے لئے
اندھیری رات ہی میں نکلا تھا، اسلئے ایک فاسقہ زانیہ عورت کو مسکین جان کر خیرات دے دی اور دھوکا کھا گیا نہ اسلئے اس چرچہ کی وجہ بھی بیان کر دی گئی
کیا خود زانیہ نے ہی لوگوں میں پھونکنا فرشتہ کے ذریعہ اس کا اعلان ہو گیا اسلئے اسے فیر سمجھ کر مالدار کوئی کنجوس تھا جو پچھے پڑنے پر طے پنے تھا اور حریص بھی
کہ جانتے ہوئے خیرات لے لی، جیسا کہ آجکل بھی کنجوسوں کو دیکھا جاتا ہے، لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ دینے والے نے دھوکا کیے کھایا اور لینے والے نے
غنی ہونے کے باوجود خیرات لے کیوں لی، موجودہ زمانہ کے حالات دیکھتے ہوئے ان اعتراضوں کی گنجائش ہی نہیں ہے ظاہر یہ ہے کہ غنی نے
خود کسی سے نہ کہا ہوگا کہ کنجوس حریص لوگ ان باتوں کا چرچہ نہیں کرتے بلکہ چھپانے کی کوشش کرتے ہیں، یہ اعلان فرشتہ ہی کے ذریعہ ہوا
ہو گا اسلئے یعنی مولے میں کیا صورت کروں کہ صدقہ صبح جگہ پہنچے، تین دفعہ خیرات کر چکا ہر بار بیکار ہی گئی، اسے خلاصہ یہ ہے کہ تیرے یہ تینوں
صدقہ کارآمد ہیں کوئی بیکار نہ گیا، چور اور زانیہ کے لئے تو گناہوں سے بچنے کا ذریعہ بنے گا اور غنی کے لئے سخاوت کی تبلیغ ہو گا اس
دست سے معلوم ہوا کہ اگر غلطی سے زکوٰۃ غیر مصرف پر خرچ کر دی جائے مثلاً کسی کو فیر سمجھ کر زکوٰۃ دی، پھر پتہ لگا دے غنی ہے، تو زکوٰۃ
ادھر جائے گی، اس کا اعادہ واجب نہیں، طافین کا یہی قول ہے، ان کی دلیل یہ حدیث بھی ہے کیونکہ یہاں اسے چرکتی بار صدقہ دینے

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَا رَجُلٌ بِفَلَاحٍ مِنَ الْأَرْضِ فَمِمْعَ صَوْتًا فِي سَحَابَةٍ
اسْتَقَى حَذِيْقَةً فَلَانَ فَنَتَحَى ذَلِكَ السَّحَابُ فَأَفْرَغَ مَاءَهُ فِي حُورَةٍ فَادَّاشَرَجَةً مِنْ تِلْكَ
الشَّرَاجِحِ قَدْ اسْتَوْعِبَتْ ذَلِكَ الْمَاءَ كُلَّ قَتْنَبَعِ الْمَاءِ فَادَّارَجُلٌ قَائِمٌ فِي حَذِيْقَةٍ يُحَوِّلُ
الْمَاءَ بِمِسْحَاتِهِ فَقَالَ لَهُ يَا عَبْدَ اللَّهِ مَا اسْمُكَ قَالَ فَلَانُ الْإِسْمُ الَّذِي سَمِعَ فِي السَّحَابَةِ
فَقَالَ لَهُ يَا عَبْدَ اللَّهِ لِمَ تَسْأَلُنِي عَنْ اسْمِي فَقَالَ إِنِّي سَمِعْتُ صَوْتًا فِي السَّحَابِ الَّذِي
هَذَا مَاءُهُ وَيَقُولُ اسْتَقَى حَذِيْقَةً فَلَانَ الْإِسْمُكَ فَمَا تَصْنَعُ فِيهَا قَالَ أَمَا إِذَا قُلْتُ هَذَا

وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں کہ ایک شخص کسی زمین کے جنگل میں تھا اُس نے بادل میں آواز سنی کہ فلان کے باغ کو میرا بک
یہ بادل ایک طرف گیا اور پھر ملی زمین پر پانی برسا یا اُسے تو مایوں میں ایک ٹالی نے یہ سارا پانی جمع کر لیا تب یہ شخص اس پانی کے پیچھے چل دیا دیکھا کہ ایک
شخص اپنے باغ میں کھڑا ہو اسی سے پانی باغ میں پھیر رہا ہے اُسے اُس نے پوچھا کہ اے اللہ کے بندے تیرا نام کیا ہے وہ بولا فلاں بیٹے وہ ہی نام اُس
بادل میں سنا تھا اُس نے پوچھا اے اللہ کے بندے تو میرا نام کیوں پوچھتا ہے تو یہ بولا کہ میں اُس بادل میں جس کا یہ پانی ہے ایک آواز سنی تھی
کہ کوئی تیرا نام لے کر کہہ رہا تھا کہ فلاں کے باغ کو میرا بک کرو تو اس میں کیا نیکی کرتا ہے وہ بولا کہ جب تو پوچھتا ہے تو بتاتا ہوں

کہ حکم نہیں دیا گیا مگر تمام ائمہ فرماتے ہیں کہ اس صورت میں صدقہ واپس نہ لے ہاں اس میں اختلاف ہے کہ خود لینے والے کو یہ مال حلال ہے یا نہیں قوی یہ ہے
کہ اگر اس نے غلطی سے لے لیا ہے تو حلال ہے، دانستہ لیا ہے تو حرام، اسکی دلیل حضرت معن ابن یزید کی وہ حدیث ہے جو بخاری نے روایت کی کہ فرماتے
ہیں میرے والد نے صدقہ کے کچھ دینا مسجد میں رکھے میں نے اٹھا لئے، پھر یہ واقعہ بارگاہ نبوی میں پیش ہوا، تو حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا اے یزید تمہارا
لے تمہاری نیت اور لے من جو تم نے لیا وہ تمہارا ہے (فتح القدیر و حررات) اُسے شاید یہ شخص اس زمانہ کے اولیاء میں سے ہوگا جس نے فرشتہ کی یہ آواز سنی
اور سمجھ بھی لیا اظہار یہ ہے کہ یہ بادل کی گرج ہی تھی، گرج فرشتہ کی آواز ہی ہوتی ہے جو بادلوں کو احکام دیتا ہے اُس واقعہ سے معلوم ہوا کہ بادل پر
فرشتہ مقرب ہے جس کے حکم سے بادل آتے جاتے برستے اور کھلتے ہیں، یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض نیک بندوں کے طفیل بدوں پر بھی بارش ہو جاتی ہے اُسے
سبحان اللہ اس نیک بندے کی کسی عزت افزائی کی گئی کہ پانی ایک پتھر پر ملا کر برسا یا گیا، پھر اُسے ایک ٹالی میں جمع کیا گیا، اُس ٹالی کے اندر لے کے باغ میں
پانی پہنچا یا گیا خود بادل اس باغ پر نہ برسا یا گیا، جیسے کہ وہ گنہگار جو ایک بستی میں گناہ کر کے دوسری بستی میں کسی عالم کے پاس توبہ کرنے جا رہا تھا وہ مست میں
مرگا، رب تعالیٰ نے حکم دیا کہ یہ جس بستی سے قریب ہو اسی کے احکام اس پر جاری کئے جائیں، ناپا گیا تو بالکل بیچ میں تھا۔ تو گناہ کی بستی پیچھے
بہاٹی گئی اور توبہ کی بستی آگے بڑھائی، خود اس کی لاش کو حرکت نہ دی گئی اس کے احترام کی وجہ سے اس نالہ کے کناں سے لے کھینچوں کو بھی اس
کے طفیل پانی مل گیا ہوگا اُسے غالب یہ ہے کہ خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی اس کا نام نہ بتایا بلکہ فلاں فرما دیا یہ راوی نہیں سمجھو لے
ہیں اور فلاں فرمایا اسی لئے ہے کہ نام لینے کی ضرورت نہ تھی۔ اسے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بے علی یا کم علمی ثابت نہیں ہوتی وہ بیٹے رب

فَإِنِّي أَنظُرُ إِلَى مَا يَخْرُجُ مِنْهَا فَاتَّصَدَّقْتُ بِثُلُثِهِ وَأَكُلُ أَنَا وَعِيَالِي ثُلُثًا وَارْدُ فِيهَا ثُلُثٌ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ ثُلُثًا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَبْرَصٌ وَأَقْرَعٌ وَأَعْمَى فَأَرَادَ اللَّهُ أَنْ يَبْتَلِيَهُمْ فَبَعَثَ إِلَيْهِمْ مَلَكًا فَاتَى الْأَبْرَصَ فَقَالَ أَيُّ شَيْءٍ أَحَبُّ إِلَيْكَ قَالَ لَوْ نَحْسَنُ وَجَدًا حَسَنًا وَيَذْهَبَ عَنِّي الَّذِي قَدْ قَذَرَنِي النَّاسُ قَالَ فَهَسَحَهُ فَذَهَبَ عَنْهُ قَذَرُهُ وَأَعْطَى لَوْثًا حَسَنًا وَجَدًا أَحْسَنًا

کہیں اس باغ کی پیداوار میں غور کرتا ہوں تو خیرات کر دیتا ہوں اور تمہاری میں دیر سے بال بچے کھاتے ہیں اور تمہاری اس میں دوبارہ خرچ کر دیتا ہوں (مسلم) روایت ہے اُن ہی سے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ نبی اسرائیل میں تین شخص تھے کوڑھی گنجا اور اندھا اللہ تعالیٰ نے ان کا امتحان لینا چاہا اُسے تو ان کی طرف ایک فرشتہ بھیجا کوڑھی کے پاس آیا بولا تجھے کیا چیز پسند ہے وہ بولا اچھا رنگ دار اچھی کھال در بیماری جاتی ہے جسکی وجہ سے لوگ مجھ سے گھن کرتے ہیں اُسے حضور نے فرمایا کہ فرشتہ نے اُس پر ہاتھ پھیرا تو اسکی بیماری جاتی رہی اور اُسے اچھا رنگ اچھی کھال دے دی گئی اے

تعالیٰ کے ہاں تیری یہ عزت کہ تیرے نام کی دہائی بادلوں میں ہے اور تیرے لئے دُور سے بادل لائے جاتے ہیں، تیری کسی نیکی کی وجہ سے ہے بتا دو خاص نیکی کون سی تو کرتا ہے، معلوم ہوا کہ کسی کی چھپی ہوئی نیکیاں پوچھنا تاکہ خود بھی وہ نیکی کرے جائز بلکہ بہتر ہے، قرآن پاک حرم فرماتا ہے، وَلَا تَجَسَّسُوا دُہاں لوگوں کی عیب جوئی مراد ہے لینے لوگوں کے خفیہ عیب مت ڈھونڈو، لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں ہے لینے میرے پاس اور تو کوئی نیکی نہیں، عرب یہ ہے کہ اس کی پیداوار گناہ میں خرچ نہیں کرتا، اپنے بچوں سے روکتا نہیں، خدا کا حق بھولتا نہیں، ساری ایک دم خرچ نہیں کر دیتا، اس کا تمام خیرات کرنا نفی حد تک بھی تھا، ورنہ نبی اسرائیلی کے ہاں ہر مال کی زکوٰۃ جو تمہاری حصہ تھی، ہمارے ہاں پیداوار کی زکوٰۃ دھواں یا بیسواں حصہ ہے، اور چاندی سونے وغیرہ کی چالیسواں حصہ، اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ اپنی خفیہ نیکیاں کسی کو بتاتا تاکہ وہ بھی اس پر عمل کرے دیا نہیں بلکہ تبلیغ ہے فخر نہیں بلکہ رب تعالیٰ کا شکر ہے اُسے شفا اور مال دے کر اور دیکھ کچھ مال طلب فرما کر رب تعالیٰ دے کر شکر کا امتحان لیتا ہے، لیکن صبر کا یہ امتحان خود رب تعالیٰ کے اپنے علم کے لئے نہیں ہوتا بلکہ دین والوں کے سامنے مثال قائم کرنے کے لئے، تاکہ لوگ ان واقعات سے عبرت پکڑیں ۳ یہ فرشتہ شکل انسانی میں آیا تھا جیسا کہ حدیث کے اگلے مضمون سے ظاہر ہے غالباً طبیب کی شکل میں ہو گا یا مقبول اللہاء ولی کی، تب ہی تو اس بیمار نے یہ خواہش ظاہر کی تاکہ وہ دوایا دے اُسے اس سے دوسرے معلوم ہوئے ایک یہ مقبولوں کے ہاتھ پھرنے بیماریاں جاتی ہیں مصیبتیں مل جاتی ہیں، بلکہ اُن کے دھودن شفا میں ملتی ہیں اب زمرم حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایڑی کا دھودن ہے جو تا قیامت شفاء ہے، حضرت ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاؤں کا فساد شفاء تھا، رب تعالیٰ فرماتا ہے اَدْكُحْ بِرِجْلِكَ هَذَا مُغْتَسَلٌ بَارِدٌ وَشَرَابٌ دوسرے یہ کہ بزرگوں کا تکلیف کی جگہ ہاتھ رکھ کر فیض دینا جائز ہے اور عمل سلب امر اض جائز ہے یعنی چھو کر بیماری دُور کر دینا، ان کی اصل یہ حدیث ہے اسی لئے رب تعالیٰ نے فرشتہ کے واسطے سے اس کو شفا دی ۴

قَالَ فَاتَى الْمَالَ أَحَبُّ إِلَيْكَ قَالَ الْإِيلُ أَوْ قَالَ الْبَقْرُ شَيْءٌ لَسَحْتِ إِلَّا أَنْ الْإِيلُ وَ
الْأَقْرَعُ قَالَ أَحَدُهُمَا الْإِيلُ وَقَالَ الْآخَرُ الْبَقْرُ قَالَ فَأَعْطَى نَاقَةً عَشْرًا فَقَالَ بَارَكَ
اللَّهُ لَكَ فِيهَا قَالَ فَاتَى الْآقْرَعُ فَقَالَ أَيُّ شَيْءٍ أَحَبُّ إِلَيْكَ قَالَ شَعْرُ حَنْزٍ وَيَذْهَبُ
عَنِّي هَذَا الَّذِي قَدْ قَذَرَنِي النَّاسُ قَالَ فَمَسَحَهُ قَدْ هَبَّ عَنْهُ قَالَ وَأَعْطَى شَعْرًا حَسَنًا
قَالَ فَاتَى الْمَالَ أَحَبُّ إِلَيْكَ قَالَ الْبَقْرُ فَأَعْطَى بَقْرَةً حَامِلًا قَالَ بَارَكَ اللَّهُ لَكَ

فرشتہ بولا تجھے کونسا مال پسند ہے وہ بولا اونٹ یا حضور نے فرمایا گائے اسحاق کو شک ہے مگر کوڑھی درگنچے میں ایک نے اونٹ کہا تھا اور
دوسرے نے گائے لے فرمایا کرے گیا کھن اونٹنی دے دی گئی فرشتے نے کہا اشر تجھے اس میں برکت دے لے فرمایا کہ پھر فرشتہ گنچے کے پاس پہنچا اور
پوچھا کہ تجھے کیا چیز پسند ہے وہ بولا اچھے بال و دید کہ میری بیماری جاتی ہے جس لوگ مجھ سے نفرت کرتے ہیں فرمایا کہ فرشتے نے اُس پر ہاتھ پھر لڑا اُس
کی گنچ جاتی رہی فرمایا کرے اچھے بال دے دے گئے لے پوچھا تجھے کونسا مال پسند ہے بولا گائے تو لے گیا کھن اشر تجھے اس میں برکت دے

لے لینے اسحاق ابن عبد اللہ جو اس حدیث کے راویوں میں ایک دی ہیں انہیں یہ شک ہو گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ کس کے لئے فرمایا اور گائے
کس کے لئے، غالب یہ ہے کہ اُس گنچے نے اونٹ ہی مانگا تھا کیونکہ آگے لگے کا ذکر جزم سے آ رہا ہے ۳۰ عشر اور ۳۱ پیش اور ۳۲ کے فتح سے عشر سے تالیف
دس، دس ماہ حائل اونٹنی کو عشر کہتے ہیں، پھر مطلقاً حائل کو عشر کہتے لگے، بعد میں گھر بار گھوڑے اور جانور وغیرہ پر یہ لفظ بولنے لگے راشعہ وغالباً کنبہ کو
عشر و اسی واسطے کہتے ہیں کہ اس آدمی دیلوں گناہ ہو جاتا ہے، فرشتے نے یہ اونٹنی قدرتی اس کو دی، کہیں خرید کر یا کسی دکانال نہ دیا اس معلوم ہوا کہ اگر دست
غیب میں فرشتے کے ذریعہ غیبی مال ملے تو حلال ہے اس مافہ یہ حدیث ہے، جنات کا لایا ہوا حلال نہیں کہ وہ اکثر دوسری چوری کر کے لے آتے ہیں فرشتہ
نے اسے خیرات بھی دی اور دعا بھی، اس دعا کی برکت سے ہی اس کا مال بہت بڑھا، جو ادا مال بھی دیتے ہیں اور دعا بھی، شعر

جب دینے کو بھیکا آئے سر کوئے گدایاں لب پر یہ دعا تھی مرے منگنے کا بھلا ہو

۳۱ ظاہر یہ ہے کہ فرشتہ نے اُس کے سر پر ہاتھ پھیرا، کیونکہ شفا دینے کے لئے بیماری کی جگہ کو ہی چھو اجاتا ہے، حدیث کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ
فرشتہ کے چھوتے ہی گنچ بھی جاتی رہی اور کھال پر فوراً بال بھی اُگ آئے اور بڑھ بھی گئے، دوسروں کے بالوں سے زیادہ خرش نما تھے جیسا
کہ حسنًا سے معلوم ہو رہا ہے، غرقِ خون کے دن حضرت جبریل کی گھوڑی کی ٹاپ جہاں پڑتی تھی وہاں سبزہ اُگ آتا تھا، اسی خاک
کو سامری نے منبھال لیا، پھر فرعون نے سونے کا پتھر بنا کر اُس کے مزے میں ڈال دی، تو پتھر نے میں جان پیدا ہو گئی اور وہ چنیے نگار بتائے
فرمایا ہے فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ أَثَرِ الرَّسُولِ فَنَبَذْتُهَا آلاِبَ لِمَا كُوتِي مَكَرَ حَدِيثِ اس پر یہ اعتراض نہیں کر سکتا کہ فرشتہ کے ماتر سے
فوراً بال کیسے اُگ سکتے ہیں ۱۰ اور جب نوری فرشتہ کا یہ فیض ہو سکتا ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیاء اُمت کا فیض کیسا ہو گا مولنا ذلتے ہیں

لے ہزاراں جبریل اندر بشر ہر حق سونے سبزیاں یک نظر

شعر

فِيهَا قَالَ فَاتَى الْأَعْمَى فَقَالَ أَيُّ شَيْءٍ أَحَبُّ إِلَيْكَ قَالَ أَنْ يُدْرِكَ اللَّهُ إِلَيَّ بَصَرِي فَأَبْصُرُ بِهِ النَّاسَ قَالَ فَسَحَّ قَدَّ اللَّهُ إِلَيْهِ بَصَرَهُ قَالَ فَأَيُّ الْمَالِ أَحَبُّ إِلَيْكَ قَالَ الْغَنَمُ فَأَعْطَى شَاةً وَالِدًا فَأَنْتَجَرَ هَذَا إِنْ وَوَلَدَ هَذَا فَكَانَ لِهَذَا أَوَادٍ مِنْ الْإِبِلِ وَلِهَذَا أَوَادٍ مِنَ الْبَقَرِ وَلِهَذَا أَوَادٍ مِنَ الْغَنَمِ قَالَ ثُمَّ إِنَّهُ أَتَى الْأَبْرَصَ فِي صُورَتِهِ وَهَيْئَتِهِ فَقَالَ رَجُلٌ مُسْكِينٌ قَدْ انْقَطَعَتْ بَنِي الْحَبَالِ فِي سُفْرِي فَلَا بَلَاعَةَ لِي الْيَوْمَ إِلَّا بِاللَّهِ تَحَرَّ بِكَ

فرمایا پھر وہ اندھے کے پاس پہنچا کہا تجھے کوئی چیز پسند ہے وہ بولا کہ اللہ مجھے میری آنکھیں لوٹا دے جس سے میں لوگوں کو دیکھوں فرمایا کہ اس نے اس سے پوچھا پھر تو اللہ نے اس کی مینائی نوٹا دی اسے پھر پوچھا کہ تجھے کوئی مال پسند ہے کیا بکریاں سے کیا بھن بکری بھران دونوں جانوروں سے کچھ دیئے اور یہ بھی یہاں ہی تو اس کے پاس دونوں کا جھگل جھگل اور اس کے پاس گایوں کا جھگل اور اس کے پاس بکریاں کا جھگل اسے فرمایا پھر فرشتہ کو بھی کے پاس اپنی اسی شکل و صورت میں آیا کہ بولا مسکین آدمی ہوں بحالت سفر میرے ساتھ سات بھائی تھے کہ وہ قاب لہر کی توفیق پھر تیری مدد کے بغیر گھر نہیں پہنچ سکتا

یہ حدیث قبض ملائکہ کی بہترین دلیل ہے کہ اپنے فرشتہ کے ہاتھ لگاتے ہی اس کی دونوں آنکھیں روشن ہو گئیں، اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے مقبول بندے اللہ کے حکم سے دافع البلاء ہوتے ہیں، دیکھو گنج، کوڑھ، اندھا پن سخت بلائیں ہیں جو فرشتہ کے ہاتھ لگتے ہی جاتی رہیں یوسف علیہ السلام کی قمیص یعقوب علیہ السلام کی سفید آنکھ پر لگی تو آنکھ روشن ہو گئی (قرآن حکیم) علیہ السلام نے اعلان نام فرمایا تھا اِنِّیْ اَبْرَءُ الْاَعْمٰی وَالْاَبْرَصَ مَا مِیْ اُحْیِ الْمَوْتِیْ بِاِذْنِ اللّٰهِ۔ درود فاتح میں جو آتا ہے دَافِعُ الْبَلَاءِ وَالْوَبَاءِ اَللّٰہُ اس کا ماخذ قرآن کریم کی یہ آیات اور احادیث میں، جب اطباء کی گولیاں اور جھگل کی جڑی بوٹیاں دافع قبض، دافع جربان ہو سکتی ہیں، ایک مضریت کا نام مضریت فریاد رس ہو سکتا ہے، تو کیا اللہ کے محبوبوں کا درجہ ان چیزوں سے بھی کم ہے؟ اسے اس زمانہ میں جانوروں ہی مالدار ہی ہوتی تھی تو مطلب یہ ہوا کہ یہ لوگ اپنے شہر کے بڑے مالدار بن گئے اسے ظاہر یہ ہے کہ دونوں مغیرین فرشتہ کی طرٹ لوٹ رہی ہیں اور صورت مراد اس فرشتہ کی پہلی وہ صورت جس صورت میں دینے کے وقت آیا تھا، مقصد یہ ہے کہ یہ شخص مال پا کر ایسا احسان فراموش ہو گیا، کہ اس نے اپنے محسن کو ایسا کورا جواب دیا، اور ہو سکتا ہے کہ خیر کمر جمع خود کوڑھ ہی ہو لینے یہ فرشتہ اس کو کھڑکی کی شکل میں آیا جو پچھلے خرد اس کی اپنی شکل تھی تاکہ یہ اپنا کوڑھ یاد کر کے اس پر رحم کرے، پتہ مٹنے زیادہ واضح ہیں اس سے دوسرے معلوم ہوئے ایک یہ کہ فرشتہ ہر شکل میں آسکتے ہیں، دوسرے یہ کہ مغالطہ میں ڈال کر امتحان لینا جائز ہے، یہ دھوکا نہیں بلکہ امتحان ہے کہ علمی لحاظ سے یہ جملہ خبر یہ نہیں تاکہ اسے جھوٹ کہا جائے، بلکہ تجسس ہے، یہ تجسس امتحانات اور رسالات میں کام آتی ہے جیسے مسئلہ پوچھا جاتا ہے کہ زید نے اپنی بیوی کو طلاق دی حالانکہ شہر میں نہ کوئی زید ہوتا ہے نہ اس کی بیوی فقط صورت مسئلہ پیش کی جاتی ہے، قرآن کریم فرما رہا ہے کہ داؤد علیہ السلام کے پاس دو فرشتے شکل انسانی میں آئے اُن میں سے ایک بولا اِنَّ هَذَا اَخِیْ لَکَ تَسْمَعُ وَتَسْمَعُوْنَ فَجَعَلْنَا الْاٰیۃَ مِیْرَے اس بھائی کے پاس متاؤں بکریاں ہیں اور میرے پاس ایک، حالانکہ وہاں نہ بکریاں تھیں نہ کوئی جھگڑا، لہذا اس پر یہ اعتراض نہیں کہ فرشتہ نے جھوٹ

۵۷ اپنی صودت کی شہرت ابھی کی جا چکی ہے کہ اس مرد اس گئے کی صورت سے بے گنہ اور فیرین ریا تھا یا خود فرشتہ وہ صودت جس میں دیتے وقت آیا تھا اس مقصود گئے کی شکاری کا انصاف کہ کونکہ اللہ تعالیٰ کا مدد حقیقی ہے اور جس کی مجازی اس لئے ٹھم فرمایا گیا تاکہ دونوں مردوں میں فرق معلوم ہو حدیث شریف سے یہ نہ کہو

بَصَرَكَ شَاةً اَتَبْلُغُ بِهَا فِي سَفَرِي فَقَالَ قَدْ كُنْتُ اَعْمَى فَرَدَّ اللَّهُ اِلَى بَصَرِي فَخَذُّ مَا
 شَدْتُ وَدَعُّ مَا شَدْتُ فَوَاللَّهِ لَا اَجْهَدُكَ اَلْيَوْمَ بِشَيْءٍ اَخَذْتَهُ لِلَّهِ فَقَالَ اَمْسِكْ
 مَالَكَ فَإِنَّمَا اِبْتَلَيْتُمْ فَقَدْ رَضِيَ عَنْكَ وَسُخِطَ عَلَيَّ صَاحِبِيكَ مُتَّفِقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ
 اُمِّ مَجِيدٍ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ الْمُسْكِينِ لَيَقِفُ عَلَيَّ بِأَبِي حَتَّى اسْتَحْيِي
 فَلَا اَجِدُ فِي بَيْتِي مَا اَدْفَعُ فِي يَدَيْهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَدْفَعِي فِي
 يَدَيْهِ وَلَوْ ظَلَمْتَ مُحَرَّقًا رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ

نوٹ: ایک بکری مانگتا ہوں جس کے ذیل اپنے سفر میں گھر پہنچ سکوں اور وہ بولائیں نہ صاف تھا اللہ نے مجھے روشنی لوٹائی تو جو چاہے لے
 اور جو چاہے چھوڑ دے رب کی قسم آج تو جو کچھ اللہ کے نام پر لے گا میں تجھے اس سے نہ کروں گا لے فرمنا بولنا اپنا مال لے کر تم سب کی تلاش کی گئی ہے تجھ
 سے رب راضی ہوا اور تیرے دو باروں ناراضی لے (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ام مجید لے فرماتی ہیں میں عرض کیا رسول اللہ کوئی
 عزیز میرے دروازہ پر کھڑا ہوتا ہے مجھے اس میں شرما جاتی ہوں وہ اپنے گھر میں کچھ باقی نہیں جو اس کے ہاتھ میں دوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 نے فرمایا اس کے ہاتھ میں کچھ ضرور دید و اگر چہ علی گھری ہی ہو لے (احمد، ابوداؤد، ترمذی، ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن

کہ اگر اللہ چاہے اور نہ لائے چاہے بلکہ یوں کہو اللہ چاہے پھر فلاں چاہے مادہ ہم بھی عرض کر چکے ہیں کہ حکم بھی استعجابی ہے ورنہ واؤ سے بھی کہہ سکتے ہیں جی دیں
 قرآن شریف پیش کی گئی لے یا اس طرح کہ اس کو فروخت کر کے قیمت کو شر و سواری حاصل کروں یا اس طرح کہ بکری کو اپنے ساتھ رکھوں و اس کا دودھ پیتا اور فروخت
 کرتا ہوا چلا جاؤں، دوسرے معنی زیادہ ظاہر ہیں کہ اگر قیمت مقصود ہوتی تو اس سے بھی ہی کیوں نہ مانگ لیتا، لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ بکری سے سفر
 کیسے ہو گا وہ تو سواری کے لائق نہیں جیسا کہ منکرین حدیث کہتے ہیں لے عبارت حدیث سے دو چیزیں معلوم ہوتی ہیں، ایک یہ کہ یہ شخص مادر زاد
 اندھا نہ تھا بلکہ پہلے انکھیاں اٹھا لے کر نابینا ہوا، ورنہ روشنی لوٹانے کے کیا معنی ہوتے نیز عربی میں مادر زاد اندھے کو ائمہ کہتے ہیں اور عارضی اندھے
 کو اعمیٰ، دوسرے یہ کہ یہ صدقہ فرضی نہ تھا بلکہ نفلی تھا کیونکہ صدقہ فرضی مقرر ہوتا ہے، اس حدیث معلوم ہوا کہ مادر مال فقیر کے سامنے لکھ دینا جتنا چاہے وہ
 لے لے اول درجہ کی سخاوت ہے لے سبحان اللہ یہ ہوا اس امتحان کا نتیجہ کہ وہ دونوں دنیاوی و دنیوی غلبہ میں آگے کہ ان کا مال بھی گیا اور صحت بھی
 اور مدد تقانے کی ناراضی ان سب علاوہ، ادھر اس نابینا کے پاس مال بھی رہا، آنکھیں بھی، خدا کی رضا اس کے سوا، اس معلوم ہوا کہ نیکی کا ارادہ بھی اچھا
 ہے دیکھو اس صدقہ لیا نہ گیا مگر چونکہ وہ دینے پر تیار ہو گیا تھا اسلئے فائدہ پہنچ گیا لے آپ کا نام حواء بنت یزید ابن سکن ہے حضرت اسماء
 بنت زید کی بہن ہیں صحابیہ ہیں انصاریہ ہیں لے یعنے میں اس کے بار بار سوال کرنے سے شرما جاتی ہوں اُسے خالی لوٹانے میں غیرت آتی ہے
 اور پاس کچھ ہوتا نہیں جو دے، اس کش مکش میں کیا کروں، اس میں فقرائے کی شکایت نہیں ہے بلکہ شرعی مسئلہ پوچھنا ہے کہ ایسی مجبوریوں
 میں اُسے منع کر دینا ناجائز تو نہیں لے علی گھری فقط مثال کے لئے ہے مراد بہت معمولی غیر قیمتی چیز ہے یعنے یہ نہ سوچو کہ کوئی لے لے چیز

صحیح ہے۔ روایت ہے حضرت عثمان کے غلام سے فرماتے ہیں کہ حضرت ام سلمہ کو گوشت کا پارچہ ہدیہ بھیجی گیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گوشت مرغوب تھا تو انہوں نے خادم سے فرمایا کہ اسے گھر میں رکھ چھوڑنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھائیں خادمہ نے وہ طاق میں رکھ دیا ایک سال یا دو روزہ پر کھرا ہوا لہذا انہیں برکت دے لے کچھ خیرات کو دگر والوں نے کہا انہیں تجھے برکت دے سائل چلا گیا کہ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے فرمایا اے ام سلمہ کیا تمہارے پاس کچھ ہے جو ہم کھائیں لے عرض کیا ہاں خادمہ بولیں

ہو تو ہی دوں بلکہ ادا کر چکر بھی دے ڈالو بخیاں ہے کہ خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض مساکین کو کچھ نہیں دیا، وہ تعلیم مسئلہ کے لئے تھا کہ بالغ و
سوال جواز نہیں، یہ تبلیغ تھی نہ کہ سائل کا دانا اس تعلیم کا نتیجہ ہو گیا تھا کہ دینہ پاک میں کوئی بھی شخص بلا سخت مجبوری مانگتا ہی نہ تھا، حضرت ام بیحد کو
یہ ارشاد فرمایا کہ جو کچھ اب مجبور و معذور لوگ ہی مانگتے ہیں لہذا انہیں محرم نہ پھیرا کہ لہذا یہ حدیث حکیم ابن حزام وغیرہ کی احادیث کے خلاف نہیں،
اب پیشہ ور سائلوں کو منع کر دینا بھی جائز بلکہ فرضی ہے۔ لہذا یہاں خادم سے حضرت ام سلمہ کی لونڈی ہیں، خادم کا لفظ مرد و عورت دونوں پر لیا دیا
جاتا ہے، پتہ نہیں لگا کہ یہ مولے عثمان کون ہیں اور یہ خادمہ کون تھیں، مگر چونکہ تمام صحابہ عادل ہیں، کوئی ان میں ناسق نہیں، اس لئے ان کے نام معلوم نہ
ہونا صحت حدیث کے لئے مضر نہیں اور نہ اس سے حدیث مجہول ہوئے اسے معلوم ہوا کہ سائل کا سوال کرتے وقت اہل خانہ کو دعائیں دینا بہتر ہے بعض
بھکاری صرف دعائیں دیتے ہیں بعض صرف اپنی محتاجی کا رونا روتے ہیں بعض کو دیکھا گیا کہ صرغ غریب اور فقیرے ہی پڑھتے ہیں، ہاں بھیک کی نیت
سے آیات قرآنیہ پڑھنا سخت ممنوع ہے، دیکھو شامی وغیرہ: ۳ عرب میں یہ دستور ہے کہ جب سائل کو منع کرنا ہوتا ہے تو کبھی کہہ دیتے ہیں
بَارَكَ اللهُ فِيكَ اور کبھی کہہ دیتے ہیں اللہ کریم اور کبھی کہتے ہیں اَللّٰهُ يَغْنِيْكَ عَنْكَ سِوَاہُ جیسے ہمارے ہاں کہہ دیتے ہیں معافی دے یا برکت
ہے وغیرہ غرض کہ سائل کو چھوڑنا نہیں چاہتے بلکہ نرم الفاظ سے اشارۃً کنایۃً منع کرنا چاہیئے، جب وہ باز نہ آئے و صاف صاف منع کرے کہ اب
وہ سائل نہیں بلکہ اڑیل ہے، اب قعائے فرماتا ہے وَأَمَّا السَّائِلُ فَلَا تَنْهَوْهُ سَائِلٌ كَوْنَهُ جُہود کو لے لے کچھ کھانا ہے جو ہم کھائیں، چونکہ حضور انور صلی
اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں کبھی کھانا ہوتا تھا کبھی نہیں اس لئے اس سوال کی نوبت آئی، نیز یہ سوال اگے واقعہ کی تمہید ہے فورہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو تو خبر تھی
تھی کہ گھر میں کچھ ہے یا نہیں، کیوں نہ ہو، حضرت علیؑ علیہ السلام فرماتے ہیں وَأَنْتَ كَمَا تَأْكُلُونَ وَمَا تَدَّخِرُونَ فِي بَيْتِكُمْ جُہود تم کھاتے
اور گھر میں میں بچاتے ہو میں تمہیں بتا سکتا ہوں۔ یہاں گدھ ضمیر جمع ارشاد دہوئی احترام کے لئے یا سب گھروالوں سے خطاب ہے :

لِلْخَادِمِ اِذْ هَبِيْ فَاَتَى رَّسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذَلِكَ الْحَمْرِ فَذَهَبَتْ فَلَمْ تَجِدْ
فِي الْكُوَّةِ اِلَّا قِطْعَةً مَّرْوَةً فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِنَّ ذَٰلِكَ الْلَحْمُ عَادَ
مَرْوَةً لِّمَا لَمْ تُعْطُوْهُ السَّائِلَ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي دَلَائِلِ النُّبُوَّةِ وَعَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ
قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِشَرِّ النَّاسِ مَنْزِلًا قَبِيْلٌ نَعَمْ قَالَ الَّذِي
يَسْأَلُ بِاللّٰهِ وَلَا يُعْطِيْهِ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَعَنْ اَبِي ذَرٍّ اَنَّ اِسْتَاذَنَ عَلِيَّ عُمَٰنَ فَاَذِنَ لَهُ

عبادہ گوشت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لاؤ وہ گئیں تو طاق میں پتھر کے ٹکڑے کے سوا کچھ نہ پایا اسے تب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ چونکہ تم نے سائل کو گوشت نہ دیا اسلئے وہ گوشت کا پتھر بن گیا اسے (بیہقی دلائل النبوة) روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں
فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کیا میں تمہیں بدتر درجہ والے آدمی کی خبر نہ دوں عرض کیا گیا ہاں فرمایا وہ جس سے اللہ کے نام پر مانگا
اور نہ دے ۳ (احمد) روایت ہے حضرت ابوذر سے حضرت عثمان کی خدمت میں حاضری کی اجازت مانگی

۱۔ مردہ عربی میں پھوٹے یا سفید پتھر کو کہتے ہیں، اس پتھر کو بھی کہتے ہیں جس سے آگ نکلتی ہے لیجے حقائق خلاصہ یہ ہے کہ خادمہ نے طاق میں
بجائے گوشت کے وہ پتھر دیکھا جس کی دگر سے آگ پیدا ہوتی ہے : ۲۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے دوسرے معلوم ہوئے
ایک یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان تمام باتوں کی خبر ہوتی تھی جو آپ کے پیچھے گھروں میں ہوتے تھے، گھر والوں نے بھکاری کے آنے
جانے کا واقعہ عرض نہ کیا تھا مگر مگر صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے من و عن بیان فرمادیا، دوسرے یہ کہ بڑے دل کے احکام اور میں چھوٹوں کے کچھ
دیکھو صدقہ لفظی نہ دینا گناہ نہیں، بلکہ جب چیز تھوڑی ہو، گھر والوں کو بھی اُسکی ضرورت ہو تو صدقہ نہ کرنا بہتر، مگر شان نبوت یہ تھی کہ ان
کے دروازے سے کوئی محروم نہ جائے، اس لئے رب تعالیٰ نے ان بزرگوں کو اس طرح متنبہ فرمایا تشدد

موسیٰ آداب و انا دیگر اند
سوختہ جان در داناں دیگر اند

حدیث شریف بالکل ظہر پر ہے، اس میں کسی تاویل کی ضرورت نہیں، گوشت مٹی میں نہ کر مٹی بن جاتا ہے، تو رب تعالیٰ کی قدرت سے پتھر بھی
بن سکتا ہے۔ پچھلی آیتوں میں منع ہوا، کوئی بندہ یا سودہ نبی، بعض لوگ پتھر بن گئے، اگر رب تعالیٰ نے اس گوشت کو مسخ کر کے پتھر بنا دیا
تو کیا مشکل ہے عرض کہ حدیث پر کوئی اعتراض نہیں : ۳۔ اس حدیث کے دو مطلب ہو سکتے ہیں، ایک یہ کہ سائل منگتا بدترین سائل ہیں۔ جو
لوگوں سے اللہ کے نام کا واسطہ دے کر مانگیں اور انہیں ملے کچھ بھی نہیں یعنی یسائل بصیغہ معروف ہو، مطلب یہ ہوگا کہ ایسا سائل چونکہ رب
تعالیٰ کے نام پاک کی توہین کرتا ہے کہ ہر کس و نا کس سے اللہ کے نام پر مانگتا پھر تا ہے، کوئی دیتا ہے کوئی نہیں دیتا، معلوم ہوا کہ اللہ کے
نام کو بھیجک کا ذریعہ نہ بناؤ : دوسرا یہ کہ وہ شخص بدترین آدمی ہے جس سے سائل اللہ کے نام پر مانگے اور اس کا دل رب کے نام پر بھی نہ
پکھلے اور اسے کچھ نہ دے، تب اس سے وہ صورت مراد ہوگی کہ سائل انظر اور سخت مجبوری کی حالت میں ہر خدا کے نام کا واسطہ دے کر

وَبَيَّيْنَاهُ عَصَاهُ فَقَالَ عُثْمَانُ يَا كَعْبُ إِنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ تُوْفِي وَتَرَكْ مَا لَا فَنَاءَ تَرَى فِيهِ
فَقَالَ إِنْ كَانَ يَصِلُ فِيهِ حَقُّ اللَّهِ فَلَا يَأْسُ عَلَيْهِ فَرَفَعَ أَبُو ذَرٍّ عَصَاهُ فَضْرَبَ كَعْبًا
وَقَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَا أَحَبُّ لَوْ أَنَّ لَوْ هَذَا الْجَبَلُ
ذَهَبًا أُنْفِقُهُ وَيَتَقَبَّلُ مِنِّي أَدْرُخِلَنِي مِنْهُ سِتًّا أَوْ ثَلَاثِينَ أَلْفًا يَا عُثْمَانُ أَسَمِعْتَهُ
ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَالَ نَعَمْ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ صَلَّيْتُ وَرَأَيْتُ النَّبِيَّ

صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا اے کعب عبد الرحمن کی وفات ہوئی انہوں نے بہت مال چھوڑا اس بارے
میں تمہاری رائے کیا ہے فرمایا کہ اگر اس میں اللہ کا حق ادا کرنے میں تو کوئی حرج نہیں ہے تب ابو ذر نے لافطی اٹھا کر کعب کو ماری لے
اور فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ مجھے یہ پسند نہیں کہ میرے پاس اس پہاڑ برابر سونا ہو جسے میں خیرات کروں اور وہ قبول
ہو جائے کہ اس سے چھوڑ دینے سے چھوڑ دوں لے عثمان تمہیں اللہ کی قسم کیا تم نے حضور کو یہ کہتے سنا دین یا ابو ذر یا آپ کے کہاں لے
راحمہ اروایت ہے حضرت عقبہ ابن حارث سے فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم

اپنی جان بچانے کے لئے مانگ رہا ہوں اور یہ جان بوجھ کر کچھ نہ ہے چونکہ یہ نہایت سخت قول ہے اسلئے بدتر ہے مغرور ہونے والوں کے متعلق نہیں ارشاد ہو رہا ہے
لے کنز حوں تک و راز لافطی بھی جو ان کے ساتھ رہتی تھی۔ لافطی ساتھ رکھنا سنت ہے اور اس کے بہت فوائد ہیں لے لے عثمان غنی نے ابو ذر غفاری کی موجودگی میں
کعب احبار سے مسئلہ پوچھا کہ عبد الرحمن ابن عوف بہت مال چھوڑ کر گئے پانچ میں تمہارا کیا خیال ہے آیا مال جمع کرنا اور بال بچوں کے لئے چھوڑنا ناجائز ہے یا
نہیں ہزار ہا میں ہے کہ حضرت عبد الرحمن ابن عوف نے دو لاکھ دینار چھوڑے تھے بحیال ہے کہ حضرت ابو ذر غفاری زائد ترین صحابہ تھے ان کا خیال تھا کہ شعر
رَحَّ ذَالِ مَالٍ وَ دَهْنٍ كَوْهٍ كَوْهٍ نَدَّ كَعْبٌ كَعْبٌ حَسْبُ نَدَّ كَوْهٍ دَسَّ كَوْهٍ كَعْبٌ كَعْبٌ حَسْبُ

زہد و ترک دنیا کی احادیث پر سختی سے عامل تھے اس لئے ان کی موجودگی میں یہ سوال جواب ہوئے تاکہ وہ حکم شرعی اور زہد میں نیز تقویٰ و تقویٰ میں فرق
کر لیں لے لے لے مال جمع رکھنا، بعد وفات چھوڑ جانا محال ہے جبکہ اس زکوٰۃ، فطرہ، قربانی، حقوق العباد ادا کئے جاتے ہیں، یہ کنز میں داخل نہیں جسکی
قرآن کریم میں برائی آئی ہے لے یہ ماننا بحالت جذب تھا، آپ اپنے نفس پر قابو نہ پاسکے، چونکہ ابو ذر بزرگ ترین صحابی تھے، تمام صحابہ آپ کا بہت احترام کرتے
ان کی ناراضی یا پھر ناراض نہ ہوتے تھے، جیسے آج بھی سعادت مند جو ان محلہ کے بزرگوں کی سختی پر ناراض نہیں ہوتے اسلئے خلیفۃ المومنین ابن قضاص کے لئے نہ کہا
نہ حضرت کعب کے کچھ بڑا منایا ہو سکتا ہے کہ آپ کی یہ باتاویب و منزلت کے لئے ہو کہ مال جمع کرنے میں کوئی حرج نہیں حالانکہ امیر مہتممی بھی مسکینوں
پانچ سو برس بعد جنت میں جائیں گے حساب میں دیر لگے گی، یہاں موفات میں ہے کہ بعد میں حضرت عثمان نے ابو ذر غفاری کو مدینہ منورہ سے مقام ربزہ
میں بھیجا تھا آپ تا وفات وہاں ہی رہے، کیونکہ آپ کی طبیعت بہت جلالی تھی لے خلاصہ جواب یہ ہے کہ اے کعب تم تو کہتے ہو مال جمع کرنے
میں حرج نہیں جبکہ اُس سے فرائض ادا کر دیئے جائیں، مگر میں نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا مال مایے کا سارا

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِينَةِ الْعَصْرِ فَسَلَّمَ ثُمَّ قَامَ مُصَرَّعًا فَتَخَطَّى رِقَابَ النَّاسِ إِلَى
بَعْضِ حُجَرِ نِسَائِهِ فَفَرَّغَ النَّاسَ مِنْ سُرْعَتِهِ خَرَجَ عَلَيْهِمْ فَرَأَى أَنَّهُمْ قَدْ عَجَبُوا مِنْ سُرْعَتِهِ
قَالَ ذَكَرْتُ شَيْئًا مِنْ تَبَرُّعِنَا فَكَّرَهُتُ أَنْ يُحْسِنِي فَأَمَرْتُ بِقِسْمَتِهِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ
وَفِي رِوَايَةٍ لَهُ قَالَ كُنْتُ خَلَفْتُ فِي الْبَيْتِ تَبَرُّعًا مِنَ الصَّدَاقَةِ فَكَّرَهُتُ أَنْ أُبَيِّتَهُ وَعَنْ

صلی اللہ علیہ وسلم کے بھیجے مدینہ منورہ میں نماز عصر پڑھی آپ نے سلام پھیرا پھر تیزی سے کھڑے ہوئے لوگوں کی گرد میں پھلانگتے ہوئے بعض
بیویوں کے حجرے میں تشریف لے گئے تھے لوگ حضور کی جلدی سے گھبرا گئے پھر واپس تشریف لائے تو دیکھا کہ وہ آپ کی جلدی سے تعجب کر
رہے ہیں تھے فرمایا مجھے اپنے پاس سونے کا پتہ یاد آ گیا تو مجھے یہ ناپسند ہوا کہ وہ مجھے مشغول کرے میں نے اس کے تقسیم کر دینے کا حکم دیدیا
لے لے بخاری کی دوسری روایت میں یوں ہے کہ فرمایا میں نے گھر میں ہنڈیا کا پتہ چھوڑا تھا تو رات کو اپنے گھر میں رکھنا ناپسند کیا ہے۔ روایت ہے۔

خبر ات کر دینا کچھ باقی نہ رکھنا سنت ہے اور جمع کرنا خلاف سنت کیا خلاف سنت میں حرج نہیں ہونا، مگر یہ جو وہ سنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات سے
ہے کہ خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے سب گھروالے سید المتوکلین تھے بلکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حدیث سننے کا ہنر تو کیا، مگر حدیث کا
مطلب سمجھایا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اپنے لئے فرمایا ہے، عام مسلمانوں کو اس کا حکم نہ دیا، محض احرام و آداب کے لئے، کہ اگر میں نے یہ کیا تو جناب
الوذر جواب دینے کی کوشش کریں گے مجلس مناظرہ جم جائے گی اور آپ مناظرہ کرنا ہی نہیں۔ اے یعنی سلام پھیرتے ہی بغیر دعا مانگے بہت تیزی سے
دولت خاندان میں تشریف لے گئے، کیونکہ انھی آپ کو واپس آکر دعا مانگنا تھا اور نہ بلا وجہ دعا کے بغیر صلی سے چلا جانا نہیں چاہیے ۲ معلوم ہوا کہ ضرورت
لوگوں کی گرد میں پھلانگتے ہوئے مسجد سے نکل جانا جائز ہے، جیسے اگر ام کا دوران نماز میں وضو ٹوٹ جائے تو وہ دوسرے کو اپنا نائب مقرر کر کے گرد میں
پھلانگتا ہوا ہی وضو کا تک پہنچے گا، جن لواحدیت میں گرد میں پھلانگنے کی عافیت آئی ہے، وہاں بلا ضرورت پھلانگنا مراد ہے جیسے کوئی نماز کے لئے مسجد
میں بھیجے پہنچے، پھر لوگوں کو چیرتا ہوا اگلی صف میں چلنے کی کوشش کرے، یہ ممنوع ہے لہذا احادیث میں تعارض نہیں ۳ صحابہ کرام حضور انور صلی
اللہ علیہ وسلم کے ہر حال شریف کا بہت غور سے معاملہ کرتے تھے، اور اسی معمولی جنبش پر دیوانہ وار گھبرا جاتے تھے، شروع مشکوۃ شریف میں آچکا کہ اگر
سرکارِ خلافت معمولی کبھی غائب ہوتے تو مدینہ منورہ کی اکھبیل و آس پاس کے جنگلوں میں ڈھونڈنے نکل پڑتے تھے، آج خلاف معمول جو حضور انور
صلی اللہ علیہ وسلم کو بغیر دعا مانگے جاتے دیکھا گھر لگے ۴ خلافت پر یہ ہے کہ یہ سونے کا پتہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی ملکیت تھا اور فوری
ضرورت سے زیادہ تھا اس کا گھر میں رکھنا بھی ناپسند آیا، فوراً خیرات کر دیا، مشغول رکھنے میں دو احتمال ہیں، ایک یہ کہ اس کی وجہ سے نماز میں
دھیان نہ ملے کہ اسے کہاں سنبھالیں کہاں رکھیں، دوسرے یہ کہ قرب تعالیٰ سے قرب خاص میں یہ قائل ہیں یہاں حضرت شیخ نے فرمایا، کہ
اسوی اللہ کی طرف اتنا قرب مقرب بندوں کو بھی مشغول کر لیتا ہے یہ مدد اور ترک دنیا کی انتہا ہے کہ جو چیز یا رے آ رہے اسے بچاؤ دو حضرت
ابراہیم علیہ السلام نے تو فرزند کے گلے پر چھری چلا دی، حضرت ادھم نے اپنے بیٹے ابراہیم کے لئے دعا کی خدا یا اسے موت دیدے کہ اسے چرنے
کہ میں ایک آن تجھ سے غافل ہو گیا ہے اگر یہ وہی واقعہ ہے تب تو یہ روایت اس کی تفسیر ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سونے

عَائِشَةُ أَرْبَا قَالَتْ كَانَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدِي فِي مَرَضِهِ سِتَّةٌ دَنَانِيرٌ
أَوْ سَبْعَةٌ فَأَمَرَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أُفْرِقَهَا فَشَغَلَنِي وَجَعُ نَبِيِّ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ سَأَلَنِي عَنْهَا مَا فَعَلْتُ لَلْسِتَّةِ أَوِ السَّبْعَةِ قُلْتُ لَا وَاللَّهِ لَقَدْ كَانَ شَغَلَنِي
وَجَعَكَ فَدَا عَائِشَةُ بِهَا ثُمَّ وَضَعَهَا فِي كَفِّهِ فَقَالَ مَا ظَنُّ نَبِيِّ اللَّهِ لَوْ لَقِيَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ وَ
هَذَا عِنْدَكَ زَوْاَةٌ أَحْمَدُ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَى
بِلَالٍ وَعِنْدَهُ صَبْرَةٌ مِنْ تَمْرِ فَقَالَ مَا هَذَا يَا بِلَالُ قَالَ شَيْءٌ إِدْخَرْتُهُ لِغَدٍ فَقَالَ أَمَا
تَخْشَى أَنْ تَرَى لَهُ غَدًا يُخَادَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ أَنْفَقَ بِلَالٌ وَلَا تَخْشَى مِنْ ذِي

حضرت عائشہ سے آپ فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مرض میں آپ کے میرے پاس چھ بیاسات دینا رہتے تھے اے تو رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے اُس کے بانٹ دینے کا حکم دیا لیکن حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری نے مجھے کسی فرصت نہ دی پھر حضور نے اُس کے بارے میں مجھ سے پوچھا
کہ اُن چھ بیاسات دینا رکھنا کیا کیا میں عرض کیا اللہ کی قسم آپ کی بیماری نے مشغول رکھا آپ نے وہ منگا لیا اُسے اپنے ہاتھ پر رکھا فرمایا کہ اللہ کے نبی کا
کیا خیال ہے اللہ سے حال میں یہ کہ یہ کے پاس ہو لے (احمد، روایت ہے حضرت ابو ہریرہؓ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بلالؓ کے پاس
تشریف لائے اُن کے پاس کھجور کا ڈھیر تھا فرمایا بلال یہ کیا عرض کیا کہ اسے میں نے گل کے لئے جمع کیا ہے فرمایا کیا تمہیں اس سے
خوف نہیں کہ تم گل اُس کے سبب دوزخ کی آگ میں بخار قیامت کے دن دیکھو لے بلال خرچ کرو اور عرش والے سے

آپ کے اپنے خرچ کا نہ تھا نہ کوہ کا تھا اور اگر دوسرا واقعہ ہے، تو معلوم ہوتا ہے کہ صدقہ کا مصرف پوچھنا ضروری ہے آپ کی اپنی ملکیت کے جیسا کہ امام غزالی
مورد ہا ہے کہ صدقہ کرنے کی نیت سے رکھے ہوں یا خرچ کے ارادہ سے لے یہی حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی شان عالی کے یہ لائق نہیں کہ گھر
میں کچھ ملوک مال چھوڑ کر وفات پائیں، دل میں اللہ کا نور اور گھر میں اللہ کا نام کافی ہے اس حدیث سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو کہتے ہیں کہ صدیق اکبر نے حضور علیہ السلام کی میراث
تقسیم نہ کی ظلم کیا، حضور علیہ السلام نے مال چھوڑا ہی کیا تھا جو رہنے کا مکان تھا وہ بھی وقف ہو گیا ہمیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف بنا دی گئی خیال رہے کہ
یہ واقعہ حدیث ہے سنت نہیں، سنت وہ واقعات ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بعد فتح خیبر ازواج مطہرات کو ایک سال کا خرچ دے دیا کرتے تھے یا بعض
صحابہ کو سب کچھ بلکہ آدھے مال کی خیرات سے منع فرمایا تھا خیرات کی اجازت دی اور فرمایا اس سے کم خیرات کرنا بہتر ہے اپنے وارثوں کو غنی کر کے جاؤ

موسیٰ آداب دانا دیگر اند
سوختہ جان و روانا دیگر اند

شعر

معلوم ہوا کہ حدیث و سنت میں بڑا فرق ہے لہذا ہمیں حضرت بلالؓ کو انتہائی تقویٰ اور ترک دنیا کی تعلیم ہے اور توکل سے اعلیٰ توکل کی طرف ترقی
دینا ہے یعنی اے بلال میں جس درجہ پر تمہیں پہنچانا چاہتا ہوں وہ جب ہی حاصل ہوگا جب کہ تم اپنے پاس آنا بھی نہ دیکھو تا کہ تمہیں قیامت کے دن

اَعْرَشَ اِقْلَالَہٗ وَعَنْدَہٗ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمُ السَّخَاۃُ شَجَرَةٌ فِی الْجَنَّةِ
فَمَنْ كَانَ سَخِیًّا اَخَذَ بِغُصْنٍ مِنْہَا فَلَمْ یَتْرَکْہُ الْغُصْنُ حَتّٰی یُدْخِلَہُ الْجَنَّةَ وَالشَّجَرَةُ شَجَرَةٌ
فِی النَّارِ فَمَنْ كَانَ سَخِیًّا اَخَذَ بِغُصْنٍ مِنْہَا فَلَمْ یَتْرَکْہُ الْغُصْنُ حَتّٰی یُدْخِلَہُ النَّارَ وَہُمَا
الْبَیْہَقِیُّ فِی شُعْبِ الْاِیْمَانِ وَعَنْ عَلِیٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمُ بَادِرُوا
بِالصَّدَقَةِ فَاِنَّ الْبَلَاءَ لَا یُتَخَاطَا رَوَاهُ رَزِیْنُ ۝ بَابُ فَصْلِ الصَّدَقَةِ ۝ الْفَصْلُ

کمی کا خطرہ نہ کرو یہ روایت ہے انہیں سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سخاوت جنت میں ایک درخت ہے جو سخی ہوا اس میں
درخت کی شاخ پکڑ لی اسے وہ شاخ اُسے نہ چھوڑے گی حتیٰ کہ اُسے جنت میں داخل کر دے گی لہٰذا اور سخی آگ میں درخت ہے جو سخی ہوا اس میں
شاخ پکڑ لی وہ اُسے نہ چھوڑے گی حتیٰ کہ آگ میں داخل کر دے گی لہٰذا یہ دونوں حدیثیں بیہقی نے شعبہ الایمان میں روایت کیں، روایت حضرت
علی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ میں جلدی کر دے کہ بلا اس آگے نہیں بڑھتی ہے (زین) باب صدقہ کی فضیلت لے فصل

اسکا حساب دینے میں کچھ بھی نہ ٹھہرنا پڑے یہی مطلب ہے۔ دوزخ کے بخار دیکھنے کا حضرت بلال موقت تن تھاتھے، اہل و عیال نہ رکھتے تھے، آپ کے ذمہ
کے حقوق نہ تھے، فرمایا اکیلے دم کے لئے جمع کرنے کی فکر کیوں لگاتے ہیں رب ہمارے استغناء سے تمہیں دیے جلے تم کھائے عباد، صوفیائے کرام اپنے
بعض مریدین کو کبھی چلوں سے مجاہدہ کراتے ہیں، اس زمانہ میں ترک دنیا ترک حیوانات کامل کراتے ہیں، ان کی اصل یہ حدیث ہے، یہ حدیث جمع دنیا کے خلاف
ہیں اگر اول جمع کرنا حرام ہوتا تو اسلام کا ایک رکن یعنی زکوٰۃ ہی فوت ہو جاتی کہ زکوٰۃ واجب ہی جب ہوتی ہے جب مسلمان کے پاس ایک سال تک بقدر نصاب مال جمع ہے
اسے یعنی سخاوت کی جہ جنت میں ہے اور اس کی شاخیں دنیا میں، چوٹی سخاوت کی قسمیں بہت ہیں، اسے فرمایا گیا کہ اس درخت کی دنیا میں شاخیں بہت پھیلی ہوئی
ہیں، جیسے قرآن کریم فرماتا ہے کہ کلمہ طیبہ کی جڑ مسلمان کے قلب میں ہے اور شاخیں آسمان میں ہمیشہ اپنے پھل دیتا ہے اس آیت میں بھی تشبیہ ہے، اس
حدیث میں بھی لے شریعت میں سخاوت کا اونے دوجہ یہ ہے کہ انسان فرض صدقہ ادا کرے، اور طریقت میں اونے دوجہ یہ کہ صرف فرض پر قناعت نہ کرے
نوافل صدقہ بھی دے، حقیقت و معرفت والوں کے ہاں اس کا اونے دوجہ یہ ہے کہ اپنی ضروریات پر دوسروں کی ضروریات کو ترجیح دے ان میں سے ہر دوجہ کے صدقہ
کے نتیجے مختلف ہیں لے جو معانی سخاوت کے عرض کئے جا چکے ہیں کے متقابل عمل کے بھی معانی ہیں لے اس جملہ کے دو حصے ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ جب کسی قسم کی جانی
یا مالی بلا اُسے تو بہت جلد صدقہ دینا شروع کر دے باقی تمام تدبیریں علان و غیرہ بعد میں کرو تا کہ ان صدقات کی برکت سے اگلی تدبیریں بھی کامیاب ہوں
بعض لوگ آفت آتے ہی میلا و شریف، گیا رھویں شریف، ختم خراجگان، ختم غوثیہ، ختم سجداری، ختم آیت کریمہ کراتے ہیں، ان کا ماخذ یہ حدیث
ہے کہ ان کاموں میں لڑنا ذکر اُس کے حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت شریف وغیرہ بھی ہے اور صدقہ بھی ذکر اللہ بھی داخل بلالے اور صدقہ بھی
بعض لوگ بیمار یوں میں، اُردو تیل یا بیمار کا جانور پر ہاتھ لگا کر اُسے ذبح کر کے خیرات کر دیتے ہیں، ان سب کا ماخذ یہی حدیث ہے کہ یہاں
صدقہ مطلق ہے، اور دوسرے یہ کہ ہر حال میں ہمیشہ صدقہ کرتے رہو کیونکہ ہر وقت ہی آفت آنے کا خطرہ ہے تم آنت پہے صدقہ دے دو، بعض لوگ

الْأَوَّلُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَصَدَّقَ بِعَدَلٍ
ثَمَرَةً مِنْ كَسْبٍ طَيِّبٍ لَا يَقْبِلُ اللَّهُ إِلَّا الطَّيِّبَ فَإِنَّ اللَّهَ يَقْبَلُهَا بِمِثْلِهَا ثُمَّ يَرْبِّيَهَا لِطَیِّبِهَا
كَمَا يَرْبِّي أَحَدَكُمْ فَلَوْ أَنَّ حَتَّى تَكُونَ مِثْلَ الْجَبَلِ مُتَّقٍ عَلَيْهِ وَعَبْدُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا تَقَصَّتْ صَدَقَةٌ مِنْ مَالٍ وَمَا تَزَادَ اللَّهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ إِلَّا عِزًّا وَمَا تَوَاضَعَ

پہلی روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو حلال کمائی سے چھوڑے کی برابر صدقہ کرے اسے
اللہ تعالیٰ مرتبہ حلال ہی کو قبول کرتا ہے اسے تو اللہ اس سے رہنے لگتا ہے قبول کرتا ہے پھر صدقہ والے کے لئے اسکی ایسی پرورش کرتا ہے
جیسے تم میں سے کوئی اپنے بچہ کے لئے کہ پیار کی طرح ہو جاتا ہے اسے مسلم بخاری روایت سے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ خیرات مال کم نہیں کرتی بلکہ اور اللہ معافی کی وجہ سے بندے کی عزت ہی بڑھاتا ہے اسے اور کوئی شخص اللہ

ہمیشہ میلا و شریف، گیارہویں شریف ہر ماہ ختم خواجگان وغیرہ کرتے رہتے ہیں تاکہ آفات دور رہیں، اُن کا ماخذ بھی یہ حدیث ہے شجر

دکھیں ہر کوہ ہر جگہ سکھ میں بھی نہ کوئے جو کوئی سکھ میں ہر جگہ تو دکھ کا ہے کوہ کوئے

اسی طرح کہ آنے والی آفت آتی نہیں اور جو آجکی ہے وہ پھر قی نہیں بلکہ لوٹ جاتی ہے، صدقہ انسان اور آفات کے درمیان مضبوط حجاب (مزنات)
یہ عمل بہت مجرب ہے اگر کبھی صدقہ سے آفت نہ جائے تو یہ بد بختی کی آزمائش ہے اس پر ہر کرے اسے صدقہ صدق سے بنا جائے سچائی، چونکہ خیرات
سچی کے متعین ہونے کی علامت ہے اس لئے اسے صدقہ کہتے ہیں۔ مطلقاً صدقہ سے مالی خیرات مراد ہوتی ہے نفلی ہونی فرض یہاں وہ مراد ہے
اگرچہ بعض بدنی اعمال کو بھی صدقہ کہا گیا ہے جیسے حکمی صدقہ یا جیسے معمولی سے معمولی چیز اللہ کی راہ میں دے، عرب شریف میں کچھ معمولی چیز ہے پھر اس
کی قاش تو بہت ہی معمولی ہوتی، بلکہ یہ بہت ہی اہم قانون ہے کہ خیرات حلال کمائی سے کی جائے تب ہی قبول ہوگی حنفی کہ کچھ بھی طیب و پاک کمائی سے کرے یہاں
دو قاعدے یاد رکھنا چاہئیں: ایک یہ کہ مالی مخلوط سے اجرت، صدقہ، دعوت وغیرہ لینا جائز ہے، دیکھو مولیٰ علیہ السلام نے فرعون کے ہاں در حضور اور صلی اللہ علیہ
وسلم نے ابوطالب کے ہاں پرورش پائی جن کا مال مخلوط تھا، اگر اس مال پر حرام کے احکام جاری ہوتے، تو رب تعالیٰ اپنے ان محبوبوں کو دہاں پرورش نہ کرتا، دوسرا
یہ کہ مال حرام دو قسم کا ہے ایک وہ جو انسان کی ملکیت میں آتا ہی نہیں جیسے زنا کی اجرت، سود کا پیسہ و بیع باطل کے معاوضے، سوار شراب وغیرہ
کی قیمتیں، دوسرا وہ مال کی ملک میں آجاتا ہے اگرچہ مالک اس کا رد بار پر گنہگار ہوتا ہے جیسے بیع بالشرط وغیرہ تمام فاسد بیعوں کی قیمت، اور ناجائز
پیشوں لگانے بھانے، داڑھی مونڈنے وغیرہ کی اجرت، پہلی قسم کا حرام کسی کے قبضہ میں پہنچے حرام ہی رہیگا کیونکہ پہلا شخص ہی اس کا مالک نہ بنا
اور دوسری قسم کا حرام دوسرے کی ملک میں پہنچکر اس کے لئے حلال ہوگا، وہ جو فقہاء فرماتے ہیں کہ جس کے پاس حرام یا مشکوک پیسہ ہو وہ دوسرے
سے قرض لے کر حج یا صدقہ کرے اور اپنے مال سے وہ قرض ادا کرے اس سے مراد یہی آخری حرام ہے کیونکہ ملک بدلنے سے حکم بدل جاتا ہے
حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اَصْدَقَةُ وَلَكِنَّا هَدَايَةٌ ۳۰ دہانے لگتا ہے قبول کرنے سے مراد راضی ہو کر قبول فرماتا ہے وہ مطلب
یہ ہے کہ مال و نیت خیر کا صدقہ رضائے الہی کا باعث ہے اور وہ صدقہ کے وقت سے لے کر قیامت تک بھاری ہوتا رہیگا حتیٰ کہ میزان میں

أَحَدُ اللَّهِ إِلَّا رَفَعَهُ اللَّهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مَنْ أَلْفَقَ زَوْجَيْنِ مِنْ شَيْءٍ مِنَ الْأَشْيَاءِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ دُعِيَ مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ وَالْجَنَّةِ أَبْوَابٌ
فَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصَّلَاةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّلَاةِ وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْجِهَادِ دُعِيَ مِنْ بَابِ
الْجِهَادِ وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصَّدَقَةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّدَقَةِ وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصِّيَامِ
دُعِيَ مِنْ بَابِ التَّيَّانِ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ مَا عَلَى مَنْ دُعِيَ مِنْ تِلْكَ الْأَبْوَابِ مِنْ خُرُودَةٍ فَقُلْ

اے ابوبکر! میں نے کہا اگر اللہ سے بندہ دعا کرے تو اللہ اسے اپنی روایت سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو اللہ کی راہ میں
کسی چیز کا جوڑا خیرات کرے گا تو جنت کے دروازوں سے بلایا جائے گا۔ جنت کے بہت دروازے ہیں تو جو نماز والوں کو ہر گاہ نماز
کے دروازے سے پکارا جائے گا اور جو جہاد والوں کو ہر گاہ جہاد کے دروازے سے پکارا جائے گا اور جو صدقہ والوں کو ہر گاہ صدقہ
کے دروازے سے بلایا جائے گا اور جو روزہ والوں سے ہر گاہ روزہ دروازہ بیان سے بلایا جائے گا۔ تب حضرت ابوبکر نے عرض کیا کہ
ہم کی ضرورت تو نہیں کہ کوئی تمام دروازوں سے بلایا جائے۔ ۵۔ مگر کیا

سائے گناہوں پر غالب آجائیں گے جیسے اچھی زمین میں بوٹی ہوئی ہوئی ادھک آؤ وغیرہ، اس حدیث کی تائید اس آیت سے ہے یَحْفَظُوا اللَّهَ الذِّبْوَادُ بِرِي الصَّدَقَاتِ
۱۔ بلکہ مال بڑھاتی ہے زکوٰۃ دینے والے کی زکوٰۃ ہر سال بڑھتی ہی رہتی ہے تجربہ سے جو کہان کھیت میں بیج بھینک آتا ہے وہ بظاہر بویاں خالی
کریتا ہے لیکن حقیقت میں مع اضافہ کے بھر لیتا ہے، گھر کی رکھی بویاں چرے، سسری وغیرہ آفات ہلاک ہو جاتی ہیں یا یہ مطلب ہے کہ جس مال میں صدقہ
نکلتا ہے اس میں سے خرچ کرتے رہو انشاء اللہ بڑھتی رہے گی، کنوئیں کا پانی بھر جاؤ، توڑے ہی جائیں گے ۵۔ یعنی جو بدلہ پرتا دہو، پھر مجرم کو معافی دیدے
تو اس مجرم کے دل میں اس کی اطاعت اور محبت پیدا ہو جاتی ہے اور اگر بدلہ لیا جائے تو اس کے دل میں بھی انتقام کی آگ بھڑک جاتی ہے فتح مکہ کے دن کی عام
معافی سے سائے کفار مسلمان ہو کر حضور نور صلی اللہ علیہ وسلم کے مطیع فرمان ہو گئے، معافی سے دلوں پر قبضہ ہو جاتا ہے لیکن معافی اپنے حقوق میں چاہئے
نہ کہ شرعی حقوق میں تو ہی، ملکی دینی مجرموں کو کبھی معاف نہ کرو، اپنے مجرم کو معاف کر دو ۱۔ انکساری جو خود داری کے ساتھ ہودہ بڑی بہتر ہے اس کا انجام
جندی دہجات ہے مگر بے غیرتی کی انکساری، انکساری نہیں بلکہ احساس پستی ہے، جہاد میں کفار کے مقابل فخر کرنا عبادت، مسلمان بھائی کے سامنے جھکنا تو اب
أَشَدُّ أَوْ عَلَى الْكُفَّارِ دَحْمًا وَبَيْنَهُمْ ۱۔ یعنی ایک جنس کی دو چیزیں، جیسے دو پیسے دو کپڑے دو موٹیاں وغیرہ لفظ زوج دو کے مجموعہ کو بھی
کہتے ہیں اور دو میں سے ہر ایک کو بھی، جیسے خاندان بیری کو زوجین کہتے ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے من کل زوجین اثنین اور ممکن ہے کہ زوجین مراد مبارک
صدقہ یا دن رات میں صدقہ یا لایلو و خفیہ صدقہ مراد ہو، عزتات نے فرمایا ہو سکتا ہے کہ صدقہ سے ساری نیکیاں مراد ہوں دو دروازے دو رکعت
نماز وغیرہ کیونکہ فقر کے لئے نقلی نماز و روزہ ایسا ہے جیسے امیر کے لئے خیرات ۳۔ یعنی باب الصدقہ سے یہاں حدیث شیعہ ہے لہذا حدیث پر یہ
اعتراف نہیں کہ صرف صدقہ کی وجہ سے جہاد وغیرہ کے دروازوں سے کیوں بلایا گیا (عزات) اور ہو سکتا ہے کہ بہت زیادہ خیرات

حضرت ابوبکر
رضی اللہ عنہ
در روزہ روز
سے پورا
جائے

يَدَايَ أَحَدٍ مِّنْ تِلْكَ الْأَيْدِیِّ قَالَ نَعَمْ وَأَرْجُو أَنْ تَكُونَ مِنْهُمْ مُتَّفِقٍ عَلَيْهِ وَعَنْهُ
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَصْبَحَ مِنْكُمْ صَائِلًا قَالَ أَبُو بَكْرٍ أَنَا قَالَ
فَمَنْ تَبِعَ مِنْكُمْ الْيَوْمَ جَنَازَةً قَالَ أَبُو بَكْرٍ أَنَا قَالَ فَمَنْ أَطْعَمَ مِنْكُمْ الْيَوْمَ مَسْكِينًا قَالَ أَبُو بَكْرٍ

کوئی ان تمام دروازوں سے بلایا جائے گا حضور نے فرمایا ہاں اور مجھے امید ہے کہ تم اُن میں سے ہو گے (مسلم بخاری) ہدایت ہے انہی سے
فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ آج تم میں سے کس نے روزہ دار ہو کر صبح کی تسبیح حضرت ابو بکر نے کہا میں نے فرمایا
آج تم میں سے کون جنازہ کے ساتھ گیا حضرت ابو بکر نے عرض کیا میں فرمایا آج تم میں سے کون نے کسی مسکین کو کھلایا حضرت ابو بکر نے کہا

کرنے والے کو ہر دروازہ سے جہنم کا حق ہو اظہار عزت کے لئے یعنی جس پر جو عبادت غالب ہوگی وہ جنت کے اسی دروازے سے جائیگا عبادت کے
غالب ہونے سے مراد نوافل کی زیادتی ہے مثلاً جو شخص نماز فقط فرض و واجب ہی ادا کرتا ہے مگر جہاد کا بہت شوقین ہے ہمیشہ جہاد یا اسکی تیاری میں مشغول
رہتا ہے تو وہ جہاد کے راستہ سے جنت میں جائے گا وغیرہ۔ بیان کرتی ہے بنا جسکے معنی ہیں سرسبزی، سیرانی اور شادابی، چونکہ روزہ دار دنیا میں بہت
روزہ خشک لب، تشہ و ہن رہا۔ اسلئے اسکے واسطے ایسا دروازہ تجویز ہوا جو تشہی کا عوض ہو جائے ہے یعنی جنت میں داخلہ کے لئے ایک دروازہ
سے بلایا جانا ہی کافی ہے ہر طرف سے پکار پڑنے کی ضرورت نہیں، مگر اس پکار میں اس کی عزت افزائی ضرور ہے کہ ہر دروازہ کے دربان چاہیں کہ یہ جنتی
ہم سے دروازہ سے جائے اور ہمیں شرف خدمت نصیب ہو اس جملہ میں مانا فید ہے اور عن صمدیہ کی صین زائدہ اور ضرورۃ، ما کا ام اعلم من دعی لہ کی خبر
لے لے یعنی جو شخص ساری عبادت میں دل غم ہوگا، وہ ان سارے دروازوں سے بلایا جائیگا کہ ہر طرف اسکے نام کی دھوم مچ جائے گی، اور چونکہ اے صدیق تم ساری
ہی نیکیوں میں طاق ہو۔ لہذا تم بھی اُن ہی میں سے ہو گے اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ علم و عمل
میں بعد انبیاء و ساری خلق سے افضل ہیں کہ رب تعالیٰ نے انہیں اُٹھنے فرمایا یعنی بڑا ہی پرہیزگار و مسیخ جنتیہما الا لطف الذی اور نبی کریم صلی
اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض وفات میں صدیق اکبر کو امام بنایا، امام بڑے عالم ہی کو بنا یا جاتا ہے خیال رہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ عام
نیکیوں میں سب بڑھ کر ہیں، اور رب تعالیٰ نے بعض خاص نیکیاں آپ کو ایسی عطا فرمائیں جن میں آپ کا کوئی شریک نہیں، جیسے حضور انور صلی اللہ علیہ
وسلم کو اپنے کندھے پر غار ثورنگ لے جانا اپنے زانو پر سنانا اپنے کوساں سے کٹوانا وغیرہ، جب قرآن کریم کی رحل باقی لکھڑیوں سے افضل ہے تو جس
کا زانو قرآن کریم والے کی رحل بنے وہ تمام خلق سے افضل ہوگا، دوسرے یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر شخص کے ہر دنیوی و اخروی حال سے
واقف ہیں۔ سچے کہ جانتے ہیں کون جنت میں کہاں جائیگا، اور کس دروازہ سے جائیگا، صحابہ کا یہی عقیدہ تھا درنہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضور انور
صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کیوں پوچھتے۔ خیال رہے کہ کریموں کا امید دلانا یقین کے لئے ہوتا ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے لَعَلَّكُمْ تَرْحَمُونَ الْغَافِلِیْنَ
حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں ایسے خوش نصیب لوگ بہت ہونگے جن کے ناموں کی پکار جنت کے تمام دروازوں
پر پڑے گی اس جماعت کے امیر صدیق اکبر ہونگے رضی اللہ عنہ لے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا جماعت صحابہ سے یہ سوال فرماتا، ان پر صدیق اکبر
رضی اللہ عنہ کی فضیلت ظاہر کرنے اور انہیں آپ کے روزانہ کے اعمال دکھانے کے لئے ہے، ورنہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تو ہر ایک کے

أَنَا قَالَ فَمِنْ عَادِمِنكُمْ الْيَوْمَ فَرِيضًا قَالَ أَبُو بَكْرٍ أَنَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اجْتَمَعَنْ فِي أَمْرٍ إِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا نِسَاءَ الْمُسْلِمَاتِ لَا تَحْقِرَنَّ جَارَةً لِحَارَتِهَا وَلَوْ فَرَسَنَ شَاةً مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ جَابِرٍ وَحَدِيثُهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ مَعْرُوفٍ صَدَقَةٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَحْقِرَنَّ مِنْ

میں فرمایا آج تم میں سے کس کسی بیمار کی عبادت کی حضرت ابو بکر نے عرض کیا میں تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کس شخص میں یہ خصلتیں نہیں ہیں جو میں اگر وہ جنت میں جاتا ہے لے رسول روایت سے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لے مومن پیلیو کوئی پڑوس کا ہدیہ حقیقہ جانے اگرچہ بکری کی کھڑی ہی ہو لے رسول بخاری روایت ہے حضرت جابر و حدیفہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر بھلائی صدقہ ہے لے رسول بخاری لے روایت ہے حضرت ابو ذر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بھلائی کو حقیقہ جانو

سائے ظاہر و خفیہ اعمال سے خبردار ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے کَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ لَكُمْ اس حدیث ہے چند مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ شیخ کا اپنے مریدوں کے حالات کی تفتیش کرنا، دوسری اسناد کا شاگردوں کے خفیہ حالات معلوم کرنا سنت سے ثابت ہے، دوسرے یہ کہ امتی کا نبی سے مرید کا شیخ سے، شاگرد کا استاد سے اپنی خفیہ نیکیاں بیان کرنا یا نہیں، بلکہ انکی دعا سے کہ زیادہ قابل قبول بنانا ہے، تیسرے یہ کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ عابد ترین صحابہ ہیں، کہ آپ کے زمانہ کے یہ اعمال ہیں خیال ہے کہ آنا یعنی میں کتنا فخر وغیرہ کے لئے ہو تو منع ہے، عجز و نیاز کے طور پر جائز ہے، چوتھے یہ کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ شہادت حدیث و قرآن کریم جنتی ہیں ۲ یعنی اگر تم میرا ہوا اور تمہاری پڑوس عزیز، اور وہ عزیز اپنی محبت سے کوئی معمولی چیز بطور ہدیہ بھیجے، تو نہ اسے واپس کر دو اور نہ اسے نگاہ حقارت سے دیکھو، بلکہ خوشی سے قبول کر دو، اگر اس کا دل خوش ہو جائے اللہ تعالیٰ اخلاص کا ایک پیسہ بھی قبول فرماتا ہے اس حدیث کا مطلب اس کے برعکس بھی ہو سکتا ہے یعنی کوئی عورت اپنی پڑوس کو معمولی ہدیہ دینے میں نہ چمکچمائے، جو کچھ تجربے سے دیتی ہے، کہ ہدیوں مجتہدین بڑھتی ہیں، چونکہ چیزوں میں عیب نکلنے کی عادت زیادہ عورتوں میں ہوتی ہے اسلئے انہی سے خطاب کیا گیا، یہ حدیث ہم غریبوں کے لئے بڑی ہمت افزا ہے کیونکہ اس معلوم ہو رہا ہے کہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسکینوں کے معمولی ہدیہ ثواب وغیرہ کو بھی رو نہیں فرماتے ۳ سبحان اللہ کیا ہمت افزا حدیث ہے، یعنی صدقہ صرف مال ہی سے نہیں ہوتا، بلکہ ہر معمولی نیکی، اگر اخلاص سے کی جائے تو اس پر صدقہ کا ثواب ملتا ہے حتیٰ کہ مسلمان بھائی سے بیٹھی اور نرم باتیں کرنا بھی صدقہ ہے جیسا کہ آگے آ رہا ہے، اب کوئی فقیر بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں صدقہ پر قادر نہیں ۴ اس طرح کہ بخاری نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے، اور مسلم نے حضرت حدیفہ رضی اللہ عنہ سے، لہذا راوی کے نام میں ہر کتاب مفرد ہے اور تنہا حدیث میں دونوں متفق ۵

المَعْرُوفِ شَيْئًا وَلَوْ أَنَّ تَلَقَّى أَخَاكَ بِوَجْهِ طَائِقٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ صَدَقَةٌ قَالُوا فَإِنْ لَمْ يَجِدْ
قَالَ فَلْيَعْمَلْ بِبَيْدِيهِ فَيَنْفَعُ نَفْسَهُ وَيَتَصَدَّقَ قَالُوا فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ أَوْ لَمْ يَفْعَلْ قَالَ
فَيُعِينُ ذَا الْحَاجَةِ الْمَلُوفَ قَالُوا فَإِنْ لَمْ يَفْعَلْ قَالَ فَيَأْمُرُ بِالْخَيْرِ قَالُوا فَإِنْ
لَمْ يَفْعَلْ قَالَ فَيُمْسِكُ عَنِ الشَّرِّ فَإِنَّهُ لَهُ صَدَقَةٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

اگرچہ یہ ہو کہ اپنے بھائی سے کشادہ پیشانی سے ملے (مسلم) روایت حضرت ابو موسیٰ اشعری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے کہ ہر مسلمان پر صدقہ ہے ۱۔ صحابہ نے عرض کیا کہ اگر نہ پائے فرمایا کہ اپنے ہاتھ سے کام کرے خود نفع اٹھائے اور خیرات کرے ۲۔ عرض کیا اگر یہ بھی
نہ کر سکے یا نہ کرے فرمایا تو کسی مظلوم یا محتاج کی مدد کرے ۳۔ بولے اگر یہ بھی نہ کرے فرمایا تو اچھی بات کا حکم کرے ۴۔ بولے اگر یہ بھی
نہ کرے تو فرمایا کہ بُرائی سے بچے کہ اس کے لئے یہ ہی صدقہ ہے ۵۔ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے

۱۔ صوفیائے کرام فرماتے ہیں، کہ کوئی نیکی حیر جان کر چھوڑ نہ دے، کبھی ایک گھونٹ پانی جان بچا لیتا ہے اور کوئی گناہ حقیقہ سمجھ کر نہ دے، کہ کبھی چھوٹی
چنگاری گھر بھونک دیتی ہے، ان کا ماخذ یہ حدیث ہے، مسلمان بھائی سے خوش ہو کر ملنا اس کے دل کی خوشی کا باعث ہے اور مومن کو خوش کرنا بھی عبادت
ہے ۲۔ یہاں علیٰ اور جبرگ نے نہیں، بلکہ ترغیب کے لئے ہے، یعنی مسلمان کو چاہیے کہ فکر الہی کے لئے ان نفلی نیکیوں کو بھی اپنے پر لازم سمجھے اور وزانہ ان
پر عمل کی کوشش کرے ۳۔ صحابہ کرام یہاں صدقہ سے مالی خیرات سمجھے تھے، اسلئے انہیں یہ اشکال پیش آیا کہ بعض مسلمان مسکین مفقود الحال ہوتے ہیں
جن کے پاس اپنے کھانے کو نہیں، ہوتا وہ صدقہ کماں کریں، سرکار کے اس جواب سے معلوم ہو رہا ہے کہ مال کمانا بھی عبادت ہے، کہ اس کی برکت انسان ہزار ہا
گنا ہونے پر جاتا ہے جیسے بھیک چوری وغیرہ نیز کما آدمی اپنا دقت گناہوں میں خرچ کرنے لگتا ہے نفس کو حلال کاموں میں لگائے رہو تاکہ تمہیں حرام میں
پھنسا دے ۴۔ ہاتھ پاؤں کی مدد جیسے بھولے کو راستہ بتا دینا، پردہ نشین بیوگان کا باہر والا کام کر دینا، اس میں بھی ثواب ہے، ۵۔ کہ اس میں نہ کچھ
خرچ ہوتا ہے نہ ہاتھ پاؤں ہلانے پڑتے ہیں، اور مفت میں ثواب مل جاتا ہے، کیونکہ تبلیغ عبادت ہے، جس کا بڑا ثواب ہے، اس جملہ سے معلوم ہوا، کہ
ہر شخص کو احکام شرعیہ سیکھنا چاہئیں، کیونکہ بغیر جانے دوسروں کو بتانا ناممکن ہوگا، یہ بھی معلوم ہوا تبلیغ صرف علماء کا ہی کام نہیں، جسے جو
مسئلہ یا وہود سے کو بتا دے ۶۔ بُرائی سے بچنے کی دوسورتیں ہیں، ایک یہ کہ فساد کے زمانہ میں گھر میں گوشہ نشین بن جائے، کہ نماز کے
اوقات مسجد میں، باقی گھر یا جنگل میں گزارے: دوسری یہ کہ بُری مجلسوں میں جائے مگر بُرائی کرنے کے لئے نہیں بلکہ دوسروں کو بُرائی سے
روکنے کے لئے، کہ یہ بڑا جہاد ہے اس جملہ سے معلوم ہوا کہ جیسے نیکیاں نہ کرنا گناہ ہے، ایسے ہی گناہ نہ کرنا ثواب، نہ کرنے سے مراد بچنا ہے
یعنی سلب عدوی نہ کہ سلب محض: لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں، کہ ہم ہر وقت خصوصاً سونے کی حالت میں لاکھوں گناہوں سے بچے
ہیں، تو چاہیے کہ ہم ہر سانس میں کروڑوں نیکیاں ملا کریں، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَتَتَذَكَّرُ النَّفْسُ مِنْ أَرْسَلِهِ

قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ سُلَافِيٍّ مِنَ النَّاسِ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ كُلُّ يَوْمٍ تَطْلُعُ فِيهِ الشَّمْسُ يَعْدِلُ بَيْنَ الْإِثْنَيْنِ صَدَقَةٌ وَيُعِينُ الرَّجُلَ عَلَى دَابَّةٍ فَيَحْمِلُ عَلَيْهَا أَوْ يَرْفَعُ عَلَيْهَا مَتَاعًا صَدَقَةٌ وَالْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ صَدَقَةٌ وَكُلُّ خُطْوَةٍ يَخْطُوهَا إِلَى الصَّلَاةِ صَدَقَةٌ وَيُمِيطُ الْأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ صَدَقَةٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَلَقَ كُلُّ إِنْسَانٍ مِنْ بَنِي آدَمَ عَلَى سِتِّينَ وَثَلَاثَ مِائَةٍ مَقْصَلٍ فَمَنْ كَبَّرَ اللَّهَ وَحَمَدَ اللَّهَ وَحَلَّلَ اللَّهَ وَسَبَّحَ اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ اللَّهَ وَعَزَلَ حَجَرًا

فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ انسان کے ہر جوڑے کے عوض ہر دن جس میں سو سو چھکے اُس پر صدقہ ہے لہ دو کے درمیان انسان کرے یہ بھی صدقہ ہے اور کسی شخص کی کھانسی گھوڑے پر بند کرے کہ اُس پر سے سوار کرے یا اُس پر اُس کا مان چڑھائے یہ بھی صدقہ ہے اور اچھی بات صدقہ ہے لہ اور ہر وہ قدم جس نے ناز کی طرٹ جائے صدقہ ہے لہ اور دوسرے تکلیف دہ چیز مٹانے صدقہ ہے لہ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اولاد آدم میں ہر انسان تین سو ساٹھ جوڑوں پر پیدا کیا گیا ہے تو جو اللہ کی بکیر کے اُس کی حمد کرے تہلیل کرے تسبیح پڑھے اللہ سے معافی چاہے لوگوں کے راستے سے پتھر

یہ حدیث اس آیت کی تفسیر ہے نہ لہ سلا کے اٹھ کے پیش سے ہے جس کے نفی معنی ہیں مغموم، ہڈی اور جوڑ، یہاں تیسرے معنی مراد ہیں اس آیت کے بدن میں ۲۶۰ جوڑ ہیں جیسا کہ اگلی حدیث میں ہے، اگرچہ ہمارے ہر ہڈی کا لگا لگا اللہ کی نعمت ہے لیکن ہر جوڑا اس کی بے شمار نعمتوں کا مظہر ہے اسلئے ان خصوصیت سے اس کا شکر یہ ضروری ہوا، صدقہ سے مراد نیک عمل ہے جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے یہاں بھی غلے نفی لازم کے لئے ہے نہ کہ فری وجوب کے لئے مطلب یہ ہے کہ ہر شخص پر اخلاقیات کا دیا نہ لازم ہے کہ روزانہ ہر جوڑے کے عوض کم از کم ایک نفل نیکی کیا کرے، اس حساب سے روزانہ تین سو ساٹھ نیکیاں کرنی چاہئیں تاکہ اس دن جوڑوں کا شکر لیا سو، سو سو چھکے کا ذکر اسلئے فرمایا کہ سو سو چھکے تو ہر شخص پر چھکے تو فکر یہ بھی ہر شخص پر ہے لہ یعنی تہذیب اخلاق، تدبیر منزل، سیاست مدنی، لوگوں سے اچھے برے تادے صدقہ ہیں بشرطیکہ رمضان الہی کے لئے ہوں، ہر معمولی سے معمولی کام جب اولے سنت کی نیت سے کیا جائیگا تو وہ بڑا ہو جائیگا کیونکہ منسوب اگرچہ چھوٹا ہے مگر منسوب الیہ جن کی طرف نسبت ہے اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ تو بڑے ہیں لہ مراتب نے فرمایا کہ نماز کا ذکر شالائے، ورنہ طواف، بیماریا پر سی، جنازہ میں شرکت، علم دین کی طلب غرض کہ ہر نیکی کے لئے قدم ڈالنا صدقہ ہے لہ یعنی دستہ سے کاٹنا، ہڈی، اینٹ، پتھر، گندگی غرض جس سے کسی مسلمان راہ گیر کو تکلیف پہنچے گا اندیشہ ہو اُس کو ہٹا دینا بھی نیکی ہے، جس پر صدقہ کا ثواب اور جوڑ کا شکر ہے لہ انسان کی اسلئے قید لگائی تاکہ اس سے فرشتے اور جنات نکل جائیں کہ نہ انکے جسموں میں اتنے جوڑ ہیں نہ ان کے یہ احکام، ہمارے یہ جوڑ انکے کے پورے لے کر پاؤں کے ناخنوں تک ہیں اگر ان میں سے ایک جوڑ خراب ہو جائے، تو زندگی و شمار ہو جائے قدرت ہڈی کو ہڈی میں اس طرح پیوست کیا ہے کہ کوڑ کی چول کی طرح ہڈی گھومتی ہلتی ہے اسکے باوجود نہ گھستی ہے نہ خراب ہوتی ہے

عَنْ طَرِيقِ النَّاسِ أَوْ شَوْكَةً أَوْ عَظْمًا أَوْ أَمْرًا مَعْرُوفٍ أَوْ نَهْيٍ عَنْ مُنْكَرٍ عَدَدِ تِلْكَ السِّتِينَ
وَالثَّلَاثِ مِائَةٍ فَإِنَّهُ يَمْشِي يَوْمَئِذٍ وَقَدْ زُحِرَ نَفْسُهُ عَنِ النَّارِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ أَبِي
ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ بِكُلِّ تَسْبِيحَةٍ صَدَقَةٌ وَكُلِّ تَكْبِيرَةٍ صَدَقَةٌ
وَكُلِّ تَحْمِيدَةٍ صَدَقَةٌ وَكُلِّ تَهْلِيلَةٍ صَدَقَةٌ وَأَمْرًا مَعْرُوفٍ صَدَقَةٌ وَنَهْيٍ عَنِ الْمُنْكَرِ
صَدَقَةٌ وَفِي بَعْضِ أَحَادِيثٍ صَدَقَةٌ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيُّ أَحَدِنَا شَهْرَتُهُ وَيَكُونُ لَهُ

یا کاشایا ہڈی ہٹا دے یا اچھی بات کا حکم دے یا بُرائی سے منع کرے ان تین سوساٹھ کی گنتی کے برابر تو وہ اس دن کی طرح چلے گا
کہ اپنی جان کو آگ سے دور کرے گا لے مسلم اپنی روایت ہے حضرت ابو ذر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر تسبیح
میں صدقہ ہے اور ہر تکبیر میں صدقہ ہے اور ہر تحمید میں صدقہ ہے اور ہر تہلیل میں صدقہ ہے لے اور بھلائی کا حکم دینے میں صدقہ ہے اور
بُرائی سے روکنے میں صدقہ ہے لے اور ہر ایک کی حلال صحبت میں صدقہ ہے لے لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ہم میں سے کوئی اپنی شہرت پورے کرے

لے سبحان اللہ کیسی جامع حدیث ہے جس میں عبادات معاملات، اور اردو وظیفہ سب ہی آگئے، مرقعات نے فرمایا کہ اچھی باتوں کا حکم اور بُری باتوں سے
ممانعت زبانی بھی ہوتی ہے دلی بھی اور عملی بھی۔ عالم کا دینی وعظ زبانی تبلیغ ہے، دینی کتاب لکھ جانا قلمی تبلیغ، کہ جب تک اس کتاب کا فیض جاری
ہے اس کا ثواب باقی، اور لوگوں کے سامنے اچھے اعمال کرنا، بُرے اعمال سے بچنا عملی تبلیغ ہے، کہ جتنے لوگ اسے دیکھ کر نیک بنیں گے، اُن سب کا ثواب سے ملے گا
بلکہ روزانہ ملتا ہے گا، اور اس کے جوڑوں کا شکریہ ادا ہوتا ہے گا، اس حدیث کے آخری جملہ سے اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ کبھی نفعی عبادت کے ترک پر
بھی پکڑ ہو جاتی ہے، کیونکہ سرکار نے فرمایا جس دن اتنے کام کر لئے، اس دن اپنے کو آگ سے دور کر لیا، جو شخص دو رکعتیں اُشراق کی پڑھ لے، اسکے
تمام جوڑوں کا شکریہ ادا ہو گیا، جیسا کہ کتاب الصلوٰۃ میں گزر چکا ہے لے اس فرمان مالی شان سے معلوم ہوا کہ جو کوئی سُبْحَانَ اللَّهِ يَا اللَّهُ اَلْكَبْرِيَا اَلْحَمْدُ
لِلَّهِ يَا اِلَهَ الْاَلَمِ کبھی طرح بھی کہ صدقہ نفعی کا ثواب پائیگا، خواہ ذکر اللہ کی نیت سے لے یا کسی حاجت کے لئے بطور وظیفہ یہ الفاظ پڑھے یا عجیب بات سن
کر سبحان اللہ وغیرہ کہے یا خوشخبری یا کلمہ شریف پڑھے، بہر حال ثواب ملیگا، کیونکہ اللہ کا نام لینا بہر حال عبادت ہے، اگر کوئی شخص ٹھنڈک کے
لئے اعضائے وضوء دھوئے، تب بھی وضوء ہو جائیگا کہ اس سے نماز جائز ہوگی، اللہ کا نام آ زبان کا وضوء ہے شجر

چوں بیادینام پاکش دردہاں نے پیدری ماندونے آں دہاں

لے لیجئے ہر تبلیغ میں خیرات کا ثواب ہے، بلکہ اس کا ثواب پہلے تو ابوس سے زیادہ کہ اس میں ذکر اللہ بھی ہے اور لوگوں کو فیض پہنچانا بھی قلمی تبلیغ صدقہ
جاریہ ہے کہ جب تک لوگ اس کی کتاب سے دینی فائدہ اٹھائیں گے، تب تک اسے ثواب ملتا ہے گا، یہ ایک کلمہ بہت جامع ہے لے بضع کے
کے لغوی معنی ہیں کھڑا، مگر اصطلاح میں شرمگاہ کو کہتے ہیں، یہاں مرد و صحبت حلال ہے، یہاں فی ارشاد فرما کر اس جانب اشارہ فرمایا گیا کہ صحبت
بِذاتِ خود ثواب نہیں بلکہ چونکہ اس کے ضمن میں زوجین کی عفت حق و زوجیت کی ادائیگی اولاد کی طلب ہے، اور یہ ساری چیزیں عبادت

فِيهَا اجْرٌ قَالِ اَرَيْتُمْ لَوْ وَضَعَهَا فِي حَرَامٍ اَكَانَ عَلَيْهِ فِيهِ وَزْرٌ فَكَذَلِكَ اِذَا وَضَعَهَا فِي الْحَلَالِ كَانَ لَهُ اجْرٌ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِعَمَ الصَّدَقَةُ اللَّحِيقَةُ الصَّغِي مُنْحَةً وَالشَّاةُ الصَّغِي مُنْحَةً تَغْدُو بِإِنَاءٍ وَتَرَوْحُ بِآخِرِ مُتَفَقٍ عَلَيْهِ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَغْرِسُ غَرْسًا أَوْ يَزْرَعُ زَرْعًا فَيَأْكُلُ مِنْهُ إِنْسَانٌ أَوْ طَيْرٌ أَوْ بَحِيَّةٌ إِلَّا كَانَتْ لَهُ صَدَقَةٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ عَنْ جَابِرٍ وَمَا سَرِقَ مِنْهُ لَصَدَقَةٌ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

میں سے ثواب ملتا ہے فرمایا تاؤ تو اگر یہ شہوت حرام میں خرچ کرتا تو اس پر گناہ ہوتا تو یوں ہی جب اسے حلال میں خرچ کرے گا تو اسے ثواب ملے گا (مسلم) روایت ہے حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہترین صدقہ بہت دودھ والی اور بھرت دودھ والی بکری کا عطیہ ہے جو صبح کو بزن بھر کر دودھ دے اور شام کو دوسرا بھر کر لے (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت انسؓ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایک کوئی مسلمان نہیں جو کوئی باغ لگائے یا کھیت بوسے پھر اس کے آدمی یا چڑیاں یا جانور کچھ کھالیں مگر اس کے لئے صدقہ ہوتا ہے (مسلم بخاری) اور مسلم کی روایت میں حضرت جابرؓ یوں ہے کہ جو اس چوری ہو جائے وہ بھی صدقہ ہے لہذا روایت ہے حضرت ابو ہریرہؓ

میں اسلئے صحبت عبادات پر شامل ہے اس سید الفصحاء صلی اللہ علیہ وسلم کی فصاحت دیکھو کہ پہلی چیزوں میں بارشاد ہوا تھا اور یہاں فی ساقہ پتے لگے کہ دو چیزیں بذات خود عبادات تھیں اور یہ صحبت عبادات پر مشتمل ہے لغات امر قاتل یہاں فرمایا، ظاہر حدیث معلوم ہوتا ہے کہ حلال صحبت مطلقاً ہے خواہ ان چیزوں کی نیت سے ہو یا نہ ہو۔ لے لینے بذات خود صحبت ثواب نہیں بلکہ شہوت کو حلال میں خرچ کرنا ثواب ہے، جیسے عید کے دن یا رمضان کی سحریوں میں کھانا پینا بذات خود ثواب نہیں بلکہ ان وقتوں میں کھانا عبادت صوفیہ کے کرام فرماتے ہیں کہ جب ہوا دھڑلے سے مل جائے تو زہد بن جاتی ہے اسی جانب قرآن کریم اشارہ فرما رہا ہے وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بَغْيًا هُدًى مِنَ اللَّهِ شِمَانُ اللَّهِ ہوا دھڑلے سے مل گیا یہی ہوتی ہے جیسے مکھن شہد سے مل کر از مرقات لکھنا حدیث پریدہ اعراض نہیں کہ بغیر نیت ثواب کیسا کہ نیت کی شرط عبادت محض میں ہے۔ لے عرب میں دستور تھا کہ جانوروں والے اپنا دودھ کا جانور عاریتہ چند روز کے لئے کسی عزیز مسکین کو دے دیتے تھے، اس زمانہ میں جانور کا خرچہ اس فقیر کے ذمہ ہوتا اور دودھ بھی وہی پیتا تھا، مدت گزرنے پر جانور واپس کر دیا جاتا، لے منہ کہتے تھے یہاں اسی کا ذکر ہو رہا ہے، فرمایا جاہل ہا ہے کہ اس جانور کا ہر وقت کا دودھ صدقہ ہوگا۔ لے عرب میں دستور تھا کہ باغ والے مسافروں کو دو ایک پھل توڑ لینے سے منع نہ کرتے جیسے ہمارے ہاں بھی چنے کا ساگ کاٹنے سے لوگ منع نہیں کرتے، مسافر بھی اس کو تر سے واقف تھے، وہ بھی چوری کی نیت نہیں بلکہ عرفی اجازت کی بنا پر دو چار دانے منہ میں ڈال لیتے تھے، نیز کبھی جانور کھیت پر سے گزرتے ہوئے سبزے میں ایک آدھ منہ مار دیتے ہیں مگر انے ان سب کو مالک کے لئے صدقہ قرار دیا، اس کی وجہ یہ ہے عرفی کی جاچکی، کہ کبھی بغیر نیت بھی ثواب مل جاتا ہے۔ لے صبر کرنے اور اس نقصان کو برداشت کرنے پر ضرور ثواب

قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُفِرَ لِمَرْأَةٍ مَوَسَّتْ بِكُلِّ رَأْسٍ رَكِيٍّ يَلْبَثُ كَادِيْقَتْلُ الْعَطَشِ فَذَرَعَتْ خُفَّهَا فَأَوْتَقَتْ بِخَبَرِهَا فَذَرَعَتْ لَهُ مِنَ الْمَاءِ فَغَفَرَ لَهَا بِذَلِكَ قِيلَ إِنَّ لَنَا فِي الْبَهَائِمِ أَجْرًا قَالَ فِي كُلِّ ذَاتِ كَبِدٍ رَطْبَةٍ أَجْرٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ أَبِي عُمَرَ وَابْنِ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَذِيبَتْ امْرَأَةٌ فِي هَذِهِ أَمْسَكَتْهَا حَتَّى مَاتَتْ مِنَ الْجُوعِ فَلَمْ تَكُنْ تَطْعَمُهَا وَلَا تُرْسِلُهَا فَتَأْكُلُ مِنْ خَشَائِشِ الْأَرْضِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ رَجُلٌ بِغَضَنٍ

فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اس نذیبہ عورت کی مغفرت ہوگئی اسے جو ایک کتے پر گدڑی کا ایک کنوئیں کے کنارے ہانپ رہا تھا قریب تھا کہ پیاس اُسے قتل کر دیتی اُس نے اپنا مونہ اُٹا کر اُسے اپنے دوپٹے سے باندھا اس طرح پانی نکالا اسے اس جگہ بخش دی گئی پھر کیا گیا کہ کیا ہم کو جانوروں میں بھی ثواب ہے فرمایا ہر ترکیبے والے میں ثواب ہے سلمہ وسلم بخاری روایت ہے حضرت ابن عمر راہ ابو ہریرہ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایک عورت ایک بلی کا وجہ سے عذاب دی گئی کہ جسے باندھے رکھا تھے کہ بھوک مر گئی اُسے نہ تو کھانا دیتی تھی نہ پانی چھوڑتی تاکہ زمین کے کڑے کوٹھے کھا لیتی تھی سلمہ وسلم بخاری روایت ہے حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایک شخص درخت کی

میکا جیسے کا ٹانگ جانے پر ثواب ملتا ہے اسے مؤثرہ و مس سے بنا بجھے رگڑا، اس کا صدقہ یا اس سے بجھے زنا کرنا، ظاہر یہ ہے کہ اسے مائے گناہ بخش دیئے گئے تھے جیسے کہ غفر کے اطلاق سے معلوم ہوا ہے یعنی اس کے پاس ڈول رستی تھے نہیں، تو اُس نے اپنے دوپٹے کو رستی بنایا اور مونہ کو ڈول، کہ مونہ میں پانی بھر کر کتے کے منہ میں ڈال دیا جس سے اس کی آنکھیں کھل گئیں اور وہ چلا گیا کہ ترکیبے والے سے مراد ہر جاندار ہے، اگر اس مؤذی جانور مستثنیٰ ہیں، لہذا سانپ، بکھڑا شیر وغیرہ کو مار دینا ثواب ہے اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ گناہ کبیرہ بغیر توبہ معاف ہو سکتے ہیں، دوسرے یہ کہ کبھی معمولی نیکی بڑے سے بڑے گناہوں کے بجائے جانے کا سبب بن جاتی ہے، تیسرے یہ کہ بعض صوفیا اپنے ہاں انسانوں کے فکر کے ساتھ جانوروں کے دلے پانی کا بھی انتظام کرتے ہیں، اُن کا ماخذ یہ حدیث ہے، وہ جو حدیث شریف میں ہے کہ تمہارا کھانا متقی ہی کھائیں، اس سے دعوت کا کھانا مراد ہے نہ کہ حاجت کا کھانا لہذا احادیث متعارض نہیں بلکہ اس کے لئے عذاب جہنم کا حکم ہو گیا یا اُس پر کوئی دینی عذاب نازل ہوا یا عذاب قبر میں گرفتار ہوئی، اور نہ دوزخ کا عذاب تو بعد قیامت ہوگا، اسی عورت کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج میں دوزخ میں چلتے دیکھا، مگر وہ اس لئے نہیں کہ وہ دوزخ میں پہنچ چکی تھی، بلکہ اس لئے کہ نگاہ انبیاء قیامت کے بعد ہونے والے واقعات کو بھی دیکھ لیتی ہے کہ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ پائے ہوئے جانور کا بھی حق ہے کہ اُسے کھانا پانی دیا جائے، دوسرے یہ کہ جانوروں پر ظلم بھی گناہ ہے، علامہ شامی فرماتے ہیں کہ جانور پر ظلم انسان کے ظلم سے بدتر ہے، کیونکہ انسان زبان والا ہے اپنے دکھ دوسروں سے کہہ سکتا ہے، بے زبان جانور خدا کے سوا کس سے کہے تیسرے یہ کہ کبھی گناہ صغیرہ پر بھی عذاب ہو جاتا ہے، کہا ٹرے بچے یا نہ بچے، رب تعالیٰ کا یہ فرمان اِنْ تَجْنَبُوا الْبَکَاؤَ مَا تَهْوُونَ عَنْهُ تُغْفَرُ عَنْكُمْ کہ

شَجَرَةٍ عَلَى طَرِيقٍ فَقَالَ لَا نَحِيْنَ هَذَا عَنْ طَرِيقِ الْمُسْلِمِينَ لَا يُؤْذِيهِمْ فَاَدْخَلَ
الْجَنَّةَ مُتَّفِقًا عَلَيْهِ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ رَأَيْتُ رَجُلًا
يَتَقَلَّبُ فِي الْجَنَّةِ فِي شَجَرَةٍ قَطَعَهَا مِنْ طَرِيقِ الطَّرِيقِ كَأَنَّهُ تُؤْذِي لِنَاسٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ
وَعَنْ أَبِي بَرْزَةَ قَالَ قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللَّهِ عَلِمَنِي شَيْئًا أَنْتَفَعُ بِهِ قَالَ أَهْذِلْ لَأَذِي عَنْ
طَرِيقِ الْمُسْلِمِينَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَاسْتَدْرَكَ حَدِيثَ عَدِيِّ بْنِ حَارِثٍ إِنْ تَقَوُّوا النَّارَ فِي بَابِ

شاخ پر گداز کر برابر راہ پڑی تھی وہ بولا کہ اسے مسلمانوں کے راہ سے ہٹا دوں کہیں انہیں تکلیف نہ دے لے وہ جنت میں داخل کیا
گیا لے مسلم بخاری اور ابی ہاشمی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں نے ایک شخص کو جنت میں مزے سے پھرے
دیکھا اس درخت کی وجہ سے جسے اس راستہ کے کنارے سے کاٹ دیا تھا جو لوگوں کو باعث تکلیف تھا لے مسلم (روایت ہے حضرت ابوہریرہ
سے فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا نبی اللہ مجھے وہ بات سکھائیے جس سے نفع اٹھاؤں فرمایا مسلمانوں کے راستہ سے موزی چیز
ہٹا دو لے مسلم) اور ہم حضرت عدی ابن حاتم کی یہ حدیث اتقوا النار انشاء اللہ باب

سَيِّئًا لَكُمْ اس میں بخشش کا حتمی وعدہ نہیں ہے، بلکہ لعید دلائی گئی ہے، اور یہ بخشش رب تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے، کیونکہ دوسری آیت میں رب
تعالیٰ فرماتا ہے وَيُخَفِّرْ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ لِمَا نَذَرْنَا لَأَيَاتٍ مِنْ تَعَارُفٍ ہے، اور نہ یہ حدیث کسی آیت کے خلاف، بعض علماء نے اس حدیث یہ مسئلہ
مستنبط کیا کہ گناہ صغیرہ ہمیشہ کرنے سے کیوں بن جاتا ہے، کیونکہ اس عورت کا بلی کو ایک دن کھا پایا نہ دینا گناہ صغیرہ تھا، مگر تواتر سترھ تک نہ دینے سے کیوں بن
گیا، مگر اس حدیث پر استدلال ضعیف ہے، اس کے لئے تو قرآنی آیت موجود ہے وَلَمْ يَكُنْ لَهُ يَدٌ وَأَعْلَى مَا قَعَلُوا لَئِنْ لَمْ يَنْصَرِفْ جَاءَهُ كَذَابٌ كَانَتْ
تَحَا، اور اگر یہ خارجی تو اتنی موتی تھی جس سے راہ گیر ٹھوکر کھاتے، اس حدیث سے اشارة معلوم ہو رہا ہے کہ موزی چیز کو راستہ سے ہٹانے میں مسلمانوں کی خدمت کی نیت کے
نکد کفار کی لے یہاں مرقعات نے فرمایا کہ اس شخص نے ہٹانے کی نیت ہی کی تھی، اس نیت پر بخش گیا، نیکی کا ارادہ بھی نیکی ہے، اور ممکن ہے کہ اس شخص ہٹا بھی دیا ہو
جس کا یہاں ذکر نہیں آیا لے یعنی وہ درخت خاردار تھا یا بے خار، اس کی جڑ راستہ کے کنارہ پر تھی، مگر شاخیں راستہ پر پھیلی ہوئی تھیں، اس لئے تکلیف دو دھکنے کے
لئے جڑ سے ہی اکھڑ دیا تاکہ آئندہ بھی شاخیں نہ پھیل سکیں، اگر یہ درخت اس کی اپنی ملکیت تھا یا خود رو تھا تب تو اس کے کاٹ دینے اور اس کی کڑی گھڑے جانے
پر کچھ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا، اور اگر کسی غیر کی ملکیت تھا تو اس شخص فقط دفع ایذا کے لئے کاٹ دیا ہوگا اس کی کڑی پر قبضہ نہ کیا ہوگا، اس صورت میں اس حدیث سے
مسئلہ مستنبط ہوگا کہ موزی چیز کو ختم کر دینا جائز ہے اگرچہ دوسری ملکیت ہو دیوانہ لٹا ہو کسی کا یا تو تھا، مگر اس دلوں کا ہوا شیر، سپیڑوں کا چھینا، مواساپ مار دیئے
جائیں، راستہ میں کھودا ہو، کنواں پاٹ دیا جائے، میں مالک کی اجازت کی ضرورت نہیں، حضور اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لے جنت میں یا شب محل میں بیٹھا یا نماز
کوف میں جیبا پر جنت پیش کی گئی یا عام حالات میں، لے مسئلہ سائل نے تو کوئی پڑھنے کے لئے وظیفہ پوچھا ہوگا، مگر مکرانے یہ فرمایا کہ آخرت کی نجات صرف دو
ظیفوں پر موقوف نہیں بلکہ مسلمانوں کی خدمت سے بھی ملتی ہو جاتی ہے، مرقعات نے فرمایا کہ یہ سائل کوئی جلیل القدر صحابی تھے جو سارے نیک اعمال

عَلَامَاتِ النَّبُوَّةِ اِنْشَاءُ اللّٰهُ تَعَالٰی : الْفَصْلُ الثَّانِي عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ
 قَالَ لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ جَنَّتْ فَلَمَّا تَبَيَّنَتْ وَجْهَهُ عَرَفَتْ اَنْ
 وَجْهَهُ لَيْسَ بِوَجْهِ كَذَّابٍ فَكَانَ اَوَّلَ مَا قَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ اُفْشُوا السَّلَامَ وَاطْعِمُوا
 الطَّعَامَ وَصِلُوا الْاَرْحَامَ وَصَلُّوا بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ
 وَابْنُ مَاحَةَ وَالْذَّارِقِيُّ : وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ وَقَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

علامات نبوت میں بیان کریں گے اسے دوسری فصل روایت ہے حضرت عبداللہ بن سلام سے اسے فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو میں حاضر ہوا اسے جب میں نے چہرہ انور سے دیکھا تو پہچان لیا کہ آپ کا چہرہ پاک کسی بھوٹے کا چہرہ نہیں اسے پہلی بات جو حضور نے فرمائی یہ تھی کہ اے لوگو سلام کو پھیلاؤ اور کھانا کھاؤ اسے رشتے جوڑو سب لوگ سوتے ہوں تو نماز پڑھو سلامتی سے جنت میں چلے جاؤ اسے (ترمذی بن ماجہ، دارمی) روایت ہے حضرت عبداللہ بن عمرو سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

پہلے ہی کرتے تھے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ عمل بتا کر اشارۃً سمجھا دیا کہ خدمت غلق بھی ایک لفظ الٹا ہے : اسے یعنی وہ حدیث مصابیح میں یہاں تھی، لیکن ہم نے مشکوٰۃ میں باب علامات نبوت میں بیان کی، کیونکہ اس کے زیادہ مناسب تھی اسے آپ مشہور بھیالی ہیں آپ کی کنیت ابوہریرہ ہے، ابوہریرہ صلیہ السلام کی اولاد میں ہیں، علمائے ہر دور میں سے ہیں، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے جنتی ہونے کی بشارت دی، مدینہ منورہ میں اس کے بعد میں وفات ہوئی جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے، تو آپ ایک باغ میں کھجوریں توڑ رہے تھے تشریف آوری کی خبر پاتے ہی بے تابانہ دوڑے ہوئے آئے، کھجوریں گودھی میں بھینس رہیں انہیں رکھنا بھی بھول گئے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور دیکھتے ہی دل میں یہاں آگیا : اسے باغ سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی قیام گاہ پر زیارت کے لئے آیا، تو دیکھا کہ اس شیعہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کو پر والوں گھیرا ہوا ہے لوگ فدا ہو رہے ہیں : اسے غور سے دیکھنے کا مطلب یہ ہے کہ میں نے نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ علامات جو توریت شریف میں مذکور ہیں آپ کے چہرہ انور سے ملاتیں تو بالکل موافق پائیں، بال برابر فرق نہ تھا، تب میں نے یقین کر لیا، کہ آپ کے دعوے نبوت برحق ہے غلط نہیں خیال ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے عرب میں کسی نے دعویٰ نبوت نہیں کیا تھا، مگر چونکہ کفار مکہ اور یہود مدینہ نے آپ کو بھٹلایا تھا، اس لئے آپ یہ فرماتے ہیں، بعض علمائے اس کے یہ معنی بیان کئے کہ میں نے فرات معلوم کیا کہ جھوٹ بولنے والے کا چہرہ ایسا نورانی نہیں ہوتا، دل کی کیفیت چہرے پر ظاہر ہوتی ہے : اسے یعنی میں نے جو پہلی بات سنی وہ یہ تھی چونکہ وہاں ہجوم عاشقان تھا اس لئے اناس سے خطاب فرمایا، سلام پھیلانے کا مطلب یہ ہے کہ سلام کو درود، اسلام سے پہلے ملاقات کے وقت سلام کا درود نہ تھا سُبْحَانَ اللّٰهِ بالختیو وغیرہ کہتے تھے، جیسے ہندوستان میں آداب عرض، گڈ مارنگ، بندگی، کورنش وغیرہ کے جاتے تھے سلام نے اسلام علیکم کتنا سکھایا، کھانا کھلانے سے مراد ہے، مہمانوں، فیروں، تمیزوں کو کھانا دو، بعض لوگوں نے کہا کہ سلام ادنیٰ آوار سے کہو جو سامنے والا سُنے اور اپنے بچوں کو کھانا دو، مگر پہلے معنی زیادہ قوی ہیں اسے یعنی قربت داروں کے حق ادا کرو، ان حقوق کی تفصیل کتب فقہ

میں مذکور ہے اور نماز پنجگانہ پر ہی قناعت نہ کرو بلکہ آخری مدت میں جب عموماً لوگ سوتے ہوئے ہیں تو تم نماز تہجد پڑھا کرو اگر تم نے ان چار باتوں پر عمل کیا تو مذاب و حجاب سے سلامت رہو گے اور جنت میں خیریت سے پہنچو گے جہاں تمہیں رب تعالیٰ اور فرشتوں کی طرف سے سلام ہوا کریں گے ہماری اس خبر سے معلوم ہوا کہ لیس کلام کے دو حصے ہیں، چونکہ بھی تک نہ کرنا، روزہ، حج و جہاد کے احکام نہیں آئے تھے اس لئے اُن کا ذکر نہ فرمایا لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں یہ حدیث کچھ فرق سے ابھی گزرتی تھی، رحمان کو پوچھا نہایت جامع فرمان ہے جس میں ہر قسم کی عبادتیں داخل ہیں اگر یہ حدیث نہ کرنا درود کی فضیلت کے بعد کی وجہ بھی درست ہے کہ عبادت رحمان میں وہ چیزیں بھی آگئیں تھیں جن سے خیرات کرنے والے سعی کی زندگی بھی ابھی ہوتی ہے کہ اولاً تو اس پر ذیوی مضمتیں آتی ہیں، اور اگر امتحان آ بھی جائیں، تو رب تعالیٰ کی طرف سے اسے سکون قلبی نصیب ہوتا ہے جس سے وہ صبر کر کے ثواب کماتا ہے غرض کہ اس کے لئے معصیت معصیت ہے کہ نہیں آتی مغفرت سے کہ آتی ہے، معصیت والی معصیت خدا تعالیٰ کا غضب ہے اور مغفرت والی معصیت اللہ کی رحمت لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ شیعوں پر معصیت آجاتی ہیں، عثمان غنی جیسے سنی بڑی بے درد دی سے شہید کیے گئے تھے مِقَّةُ صُحُوت سے بتا بیان نوعیت کے لئے اسے بروزن نعلین لائے تو میم کے کسر کو کہ دھڑ سے داؤسے بدل گیا، بڑی موت سے مراد خرابی خاتمہ ہے یا عقلت کی اچانک موت یا موت کے وقت اسی علامت کا ظہور ہے جلد موت بدنامی کا باعث ہوا اور ایسی سخت بیماری ہے جو میت کے دل میں گہرا گہرا پیدا کر کے ذکر اللہ سے غافل کر دے، غرض کہ سنی بندہ ان تمام بُرائیوں سے محفوظ رہے گا، میرے پاک نبی سے، اُن کا رب سچا، اللہ تعالیٰ اُن کے طفیل ہم سب کو سخاوت کی توفیق دے اور یہ نعمتیں عطا فرمائے کہ شروع باب میں حدیث کے بعض اعضاء ہیں، امدت حقیقی مال سے ہوتا ہے درود حکمی اعمال سے بھی بہیمان بھائی سے محبت خدا کی خوشنودی دل کا ذریعہ ہے درحمان کو خوش کرنا ثواب، لہذا یہ عمل صدقہ، نذر کنوئیں پر جو لوگ پانی لینے کے لئے جمع ہوں اُن کے برتنوں میں پانی ڈال دینا بھی اُن کی راحت اور خوشی کا ذریعہ ہے لہذا یہ بھی صدقہ، پانی ڈالنا بطور مثال بیان ہوا، مقصد یہ ہے کہ مسلمان بھائی کے ساتھ معمولی کلمہ بھائی کرنا بھی ثواب ہے ۛ

اللّٰهُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تَبَسُّمُکَ فِی وَجْہِ اَخِیْکَ صَدَقَةٌ وَّامْرُکَ بِالْمَعْرُوفِ صَدَقَةٌ وَ
نَهْیُکَ عَنِ الْمُنْکَرِ صَدَقَةٌ وَّارْشَادُکَ الرَّجُلَ فِی اَرْضِ الضَّلَالِ لَکَ صَدَقَةٌ وَنَصْرُکَ
الرَّجُلَ الَّذِیْ اَبْصَرَ لَکَ صَدَقَةٌ وَّامَّا طَنُکَ الْحَجْرَ وَالشُّوکَ وَالْعِظْمَ عَنِ الطَّرِیقِ لَکَ
صَدَقَةٌ وَاَقْدَاغُکَ مِنْ دُلُوکَ فِی دُلُوْا خِیْکَ لَکَ صَدَقَةٌ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ لِهَذَا
حَدِیْثُ غَرِیْبٌ: وَعَنْ سَعْدِ بْنِ عْبَادَةَ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنْ اُمِّ سَعْدٍ مَاتَتْ فَاَمِیُّ
الصَّدَقَةِ اَفْضَلُ قَالَ الْمَاءُ فَخَفَرْتُهَا وَقَالَ هَذَا الْاَمْرُ سَعْدٍ رَوَاہُ ابُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِیُّ

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرا اپنے بھائی کے سامنے مسکرا دینا صدقہ ہے۔ ملے اور بھلائی کا حکم دینا صدقہ ہے اور ربانی سے روک دینا صدقہ ہے اور تیرا کسی کو بہک جانے والی زمین میں راہ دکھا دینا تیرے لئے صدقہ ہے ملے اور تیرا کسی کمزور نگاہ والے شخص کی مدد کر دینا تیرے لئے صدقہ ہے ملے اور تیرا راستے سے پتھر کاٹنا بڑی بھاد دینا تیرے لئے صدقہ ہے اور تیرا اپنے ڈول سے اپنے بھائی کے ڈول میں پانی ڈال دینا تیرے لئے صدقہ ہے ملے (ترمذی) اور فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے مروایت ہے حضرت سعد ابن عبادہ سے انہوں نے عرض کیا یا رسول ام سعد وفات پاگئیں تو اب کو نسا صدقہ پہنچے کہ فرمایا پانی ملے لہذا سعد نے کنواں کھدوایا اور فرمایا یہ کنواں ام سعد کا ہے ملے ابو داؤد و ترمذی :

لے خوشی کا مسکرا تا جس سے سامنے دلا مسیحہ کہ میرے آنے سے انہیں خوشی ہوئی اس سے وہ بھی خوش ہو جائے، مسخر کا مسکرا تا مراد نہیں جس سے انہوں نے تکلیف ہو کر یہ تو گناہ ہے ملے سبحان اللہ کیا رب تعالیٰ کی ہر باتوں میں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل اس امت کو میں، وہ معمولی کام جتنے خرچ ہوئے تکلیف تو اب کا باعث بن گئے، کسی کو راستہ بتا دینا یا مسکرا دینا بھی ثواب کا باعث ہو گیا، ملے یا اس طرح کہ اس کی انگلی پکڑ کر جہاں جانا چاہتا ہے وہاں پہنچا دے یا اس طرح کہ اس کا کام کاج کر دے، سب میں ثواب ہے۔ کہ اندھوں اور کمزور نظروالوں کی خدمت نعت آکھو کا شکر یہ ہے، ہر نعمت کا شکر چھوٹا گناہ ہے اور شکر بزرگ ذاتی نعمت کا وعدہ ہے لَکِنْ شُکْرُکُمْ لَا یَزِیْدُکُمْ شَکْرًا کہ اس سے لوگ تکلیف سے بچیں گے اور تمہیں ثواب ملیگا معلوم ہوا کہ جیسے مسلمان کو نفع پہنچا، ثواب ہے ایسے ہی انہیں تکلیف سے بچانا بھی ثواب ہے کسی بھلے آدمی کو بد معاش کی شر سے بچالینا ثواب ہے اگر کوئی شریف النفس آدمی بے خبری میں غیبت النفس سے رشتہ کرنا چاہتا ہو اس سے بچالینا بھی ثواب ہے جب اپنے ڈول سے دوسرے کے ڈول میں پانی ڈال دینا ثواب ہوتا تو جبکہ پاس ڈول یا ریشی ہی نہ ہو اسے پانی دینا تو بہت ہی ثواب ہو گا۔ ملے یعنی میں کو نسا صدقہ دے کر ان کی روح کو اس کا ثواب بخشوں اس سے معلوم ہوا کہ بعد وفات میت کو نیک اعمال خصوصاً مالی صدقہ کا ثواب بخشا صفت ہے، قرآن کریم میں جو فرمایا گیا اَلْمَا کَسَبَتْ وَعَلٰیہَا مَا کَسَبَتْ یا فرمایا گیا کَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اَلَا مَا سَعٰی جِسْمِہُ معلوم ہوا کہ انسان کو صرف اپنی کی ہوئی نیکیاں قائمہ مند ہیں وہاں بدنی فراغ مراد ہیں اسی لئے وہاں کَسَبَتْ یا سَعٰی ارشاد ہوا یعنی کوئی کسی کی طرف سے فرض نمازیں ادا نہیں کر سکتا، ثواب ہر عمل کا بخش سکتے ہیں۔ لہذا یہ حدیث ان آیات کے خلاف نہیں قرآن کو ہم سے تو یہاں تک ثابت ہے کہ نیکی کی برکت سے ہر عمل کی آفتیں مل جاتی ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے وَكَانَ اَبُوهُمَا صَالِحًا کہ یعنی ان کی طرف سے پانی کی غیران

روایت ہے ابو سعید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو مسلمان کسی شگے مسلمان کو پہنائے اللہ اسے جنت کے مہر جوڑے پہنائے گا۔ اور جو مسلمان کسی مجھو کے مسلمان کو کھلائے تو اللہ اس کو جنت کے پھیل

[illegible]

یعنی کامل کی بنا پر ہوا و ماست حضرت سعد کا واقعہ بیان کر دیا لے یعنی پہنانے والا بھی مسلمان ہوا اور پیسنے والا بھی خصوصاً نمازی ہو خواہ اسے ایک کپڑا پہنانے کی حاجت ہو یا نہ ہو۔ **ثَبَاتُ ثِيَابِ خُصْرٍ اَسَ** غرض کہ مسلمان کی حاجت روائی رب تعالیٰ کو بڑی سپاری ہے کھانا پینا اور لباس کی حاجت عامہ میں بھی خیرات بڑی مقبول ہے جنت میں پانی دو دھ شہد وغیرہ کی ہنری بھی ہوگی رب تعالیٰ فرماتا ہے **فِيهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ** اور بعض مشرکوں کی سرکھر تو بلبس بھی رب تعالیٰ فرماتا ہے **يُسْقَوْنَ مِنْ رَحْمَتِي كَهَيِّثُمْ** الایہذا نہ آیات متعارض ہیں اور نہ یہ حدیث آیتوں کے خلاف بلکہ جن میں سے بعض فرض میں جیسے نذر پروری کرنا یا حج اور بعض واجب جیسے فطرہ اور قربانی اور بعض نفل جیسے بھکاریوں کو بھیک دینا یا ضرورت مندوں کو قرض دینا یا ضرورت پر ڈول ہانڈی پیالہ وغیرہ عامرینہ دینا یا پڑوسیوں کو آگ نمک وغیرہ دینا یہ حدیث ان سب کو جامع ہے لہذا اس آیت میں آگے یہ دانی **الْمَالِ عَلَىٰ حَيْثُ دَوَىٰ الْفُجْرَةِ وَلَيْتَ اَنِي وَالْمَلَائِكَةِ** الایہذا یہ آیت حدیث کی مؤید ہے لہذا صحیح یہ ہے کہ حضرت بہیسہ خود بھی صحابیہ ہیں مگر آپ کی احادیث بہت کم ہیں لہذا یہاں جو از سے مراد شرعی جواز نہیں بلکہ عرفی جواز ہے یعنی مروت وغیرہ کہ ان چیزوں کا منع کہنا خلاف مروت ہے اور یہ بھی دیاں ہے جہاں پانی اور نمک کی خود مالک کو ضرورت نہ ہو اور نہ بعض ذہ علاقہ جہاں پانی کیا بے ملکہ نایا بے دیاں ضرورت کے وقت پانی نہ دینا نہ خلاف مروت ہے نہ گناہ بھی حال نمک کا ہے بلکہ یہ عام حکم ہے یعنی اس کی تفصیل کہاں تک بیان کی جائے جو نسکی پر پڑے کر گزرد وقت کی قدر کر دے کہ ع گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے **فَنَنْ يَعْمَلُ شَقَالًا ذَذَّةٌ خَيْرًا يَدْرُكُ شَعْد** انترے چاند ڈھلتی چاندنی جو ہر کے کرے : اندھیرا پا کھا آتے یہ دو دن کی اجالی ہے۔

رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَحْيَى أَرْضًا مَيِّتَةً فَلَوْ فِيهَا أَجْدُ وَمَا أَكَلَتِ الْعَافِيَةُ مِنْهُ فَبُولُ صَدَقَةٍ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ وَعَنْ الدَّبَّارِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَنَعَ مَنَعَ لَبْنٍ أَوْ زَيْتٍ أَوْ هَدَى نُقَاقًا كَانَ لَهُ مِثْلُ عِثْقِ رَقَبَةٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَعَنْ أَبِي جُرَيْجٍ جَابِرِ بْنِ سُلَيْمٍ قَالَ أَتَيْتُ الْمَدِينَةَ فَرَأَيْتُ رَجُلًا يَصُدُّ النَّاسَ عَنْ رَأْيِهِ لَا يَقْبُولُ شَيْئًا إِلَّا أَصْدَرُوهُ أَعْنُ قُلْتُ مَنْ هَذَا قَالُوا

ابو داؤد، روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو فائدہ زمین کو آباد کرے لے تو اس میں اسے ثواب ہے اور جو جانور اس سے کھا جائے تو یہ اس کیلئے صدقہ ہے سہ دالعی روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دوہ جانور غریبہ دے یا چاندی قرض دے یا کسی کو راستہ بنائے تو اسے غلام آزاد کر نیکو ثواب ہے سہ ترمذی روایت ہے حضرت ابو جریج جابر بن سلیم سے فرماتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ آیا تھے تو میں نے دیکھا کہ لوگ ان کی رائے سے کام لے کر زمین وہ کوئی بات نہیں کہنے لگو گھر اس پر عمل کرتے ہیں میں نے پوچھا یہ

میں محمد بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

صدانہ بلیل باغیں بولے صدانہ باغ بہاراں : صدانہ حسن جوانی ماپے صدانہ صحبت یاراں

لے یعنی اپنی محنت سے بجز زمین کو قابل کاشت بنادے وہ بہت ثواب کا مستحق ہے کیونکہ اس میں لوگوں کے رزق کا انتظام ہے حکومتیں اپنے غیر آباد علاقے لوگوں کو مفت دیتی ہیں ان کا ٹیکس معاف کر دیتی ہیں بلکہ ہزار ہا روپے سے آباد کر خیر خواہوں کی امداد کرتی ہیں اس کا اخذ یہی حدیث ہے اس کے بارے میں اگر کا اختلاف آئندہ میان ہو گا سہ اسکی بحث پہلے ہو چکی کہ کبھی بغیر ارادہ نیکی ہو جانے پر بھی ثواب مل جاتا ہے، عافیہ عقی سے بنا معنی طلب رزق عافی رزق کا سلامتی، اب جانوروں اور پرندوں کو کہتے ہیں، اموات سے فرمایا کہ یہ ثواب تب ملے گا جبکہ اس پر صبر و شکر کیا جائے سہ یعنی کسی کو دو دھکا جانور کچھ روز کے لئے عاری نہ دینا کہ وہ اس کا دو دھکی لے یا کسی صاحب خیر کو کچھ روپیہ قرض دینا یا نابینا یا نادان واقف کو راستہ بتا دینے کا ثواب غلام آزاد کر نیکے برابر ہے جب قرض دینے کا یہ ثواب ہوا تو خیرات دیدینے کا کتنا ہو گا خود سوچ لو اسلئے یہ حدیث صدقات کے باب میں لائے علامہ کرام فرماتے ہیں کہ کبھی قرض دینا صدقہ دینے سے بڑھ جاتا ہے کیونکہ صدقہ تو بغیر حاجت مند بھی لے لیتا ہے مگر قرض ضرورت مند ہی لیتا ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کبھی معمولی نیکی کا ثواب بڑے سے بڑے کام سے بڑھ جاتا ہے، پیاسے کو ایک گھونٹ پانی پلا کر اس کی جان بچا لینے کا ثواب سینکڑوں روپیہ خیرات کرنے سے زیادہ ہے، اس لئے حدیث شریف میں ہے کہ قیامت میں نیکیوں کا ثواب بقدر عقل ملے گا : سہ صحیح یہ ہی ہے کہ آپ کا نام جابر ابن سلیم ہے، بعض نے سلیم ابن جابر بھی کہا ہے، مگر یہ غلط ہے، صحابی ہیں مگر بہت ہی کم احادیث آپ سے مروی ہیں دیہات کے رہنے والے تھے کام کے لئے کبھی مدینہ پاک آتے تھے اس بار جو آئے تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے شرف ملاقات نصیب ہوا جس کا دافعہ یہاں مذکور ہے لے لے آپ کی ہر بات مانتے ہیں، وجہ نہیں پوچھتے صدر مذکور سے بنا جس کے معنی ہیں بے سمجھے سوچے چل پڑنا :

هَذَا رَسُولُ اللَّهِ قَالَ قُلْتُ عَلَيْكَ السَّلَامُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَرَّتَيْنِ قَالَ لَا تَقُلْ عَلَيْكَ
السَّلَامُ عَلَيْكَ السَّلَامُ يَحْتَبِئُ الْقُلُ السَّلَامُ عَلَيْكَ قُلْتُ أَنْتَ رَسُولُ اللَّهِ فَقَالَ أَنَا
رَسُولُ اللَّهِ الْإِنِّي إِنْ أَصَابَكَ خُفْرٌ فَدَعْوَتُكَ كَشَفَتْ عَنْكَ وَإِنْ أَصَابَكَ عَامْرٌ سَنَنْتُ
فَدَعْوَتُكَ أَنْتَ هَالِكٌ وَإِذَا كُنْتَ بِأَرْضٍ قَفِيرًا وَفَلَاةٍ فَضَلَّتْ رَأْسُكَ فَدَعْوَتُكَ رَدَّهَا
عَلَيْكَ قُلْتُ لَعَهْدِي إِلَى قَالَ لَا تُسَبِّحَنَّ أَحَدًا قَالَ فَمَا سَبَّيْتُ بَعْدَهُ حُدًّا وَلَا عَبْدًا ۝

کون صاحب ہیں لوگ بولے یہ رسول اللہ ہیں لے فرماتے ہیں میں نے دو بار عرض کیا علیک السلام یا رسول اللہ تو فرمایا علیک السلام نہ کہا کرو
کیونکہ علیک السلام مردوں کا آپس کا سلام ہے بلکہ کہو السلام علیک لکھ میں نے عرض کیا کہ آپ رسول اللہ ہیں فرمایا میں اللہ کا ایسا رسول ہوں
کہ اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچا دو میں اس سے دعا کروں تو وہ تمہاری تکلیف دور کر دے اور اگر تمہیں قحط سالی پہنچے میں اس سے دعا کروں تو تم
پر بارگاہ سے اور جنت میں جہنم میں زمین و آسمان میں ہوا و تر ہمدی سواری گم ہو جائے میں اس سے دعا کروں تو اللہ وہ تمہیں واپس لوٹا دے لکھ میں
عرض کیا تجھے نصیحت کیجئے فرمایا کسی کو گالی نہ دینا فرماتے ہیں اس کے بعد میں نے کسی آقا یا غلام اور

لے یعنی میں نے مراد اسکا سلام اور بادشاہوں کے خدام بھی دیکھے مگر کسی کے خدام ایسے بندہ بے دام نہ پائے تھے تعجب ہوا کہ ان کی شان تو شاہانہ نہیں مگر فرمان شاہوں
اطاعت میں اسلئے تعجب سے پوچھا لکھ مگر آپ نے جواب نہ دیا کیونکہ سلام غلط تھا معلوم ہوا کہ صحیح سلام کا جو ابدی نیا واجب ہے غلط سلام کو درست کرنا ضروری ہے
ہماری بعض جہلا بھیجا سلام یا اسلئے کہتے ہیں یا آداب عرض تسلیمات عرض ان میں سے کسی کا جو ابدی نیا واجب نہیں بلکہ انہیں سلام سکھانا چاہیئے اسلئے اس جہل
کے بہت سے معنی کئے گئے ہیں ایک یہ کہ قبرستان میں جا کر مردوں کو علیک السلام کہو، مگر یہ غلط ہے کیونکہ ہاں بھی اسلام علیکم کہنا سنت ہے دوسرے یہ کہ کفار عرب
قبرستان جا کر مردوں کو یہ سلام کرتے تھے تبصرے یہ کہ جب مردے آپس میں ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو علیک السلام کہتے ہیں پوچھتے یہ کہ علیک السلام کہنا مردوں کے
لئے مناسب ہے، ازندے سلام تو اسلام علیکم سے کریں اور جواب میں د علیکم السلام بولیں واللہ اعلم فقیر کے نزدیک تیسری توجیہ قوی ہے لکھ یعنی جب
ایک دوسرے سے ملو تو اسلام علیک کہو یا ہم سے ملاقات کے وقت تحیت کیلئے یہ کہو درود شریف کے موقع پر صلوٰۃ و سلام جمع کر کے کہو رب تعالیٰ فرماتا ہے صَلُّوا
عَلَيْهِمْ وَتُؤْتُوا لَهُمْ حَسَنَاتٍ ۝ ایت کے خلاف نہیں صے مراث نے فرمایا کہ یہاں تینوں صیغے مستحکم کے ہیں اور انڈی رسول کی صفت ہے یعنی میں وہ رسول ہوں کہ میری دعا
سے اللہ تعالیٰ لوگوں کو معیتیں ملاتا ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعائیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزے ہیں اور ہو سکتے ہیں کہ تینوں صیغے قاطب کے
ہوں اور انڈی اللہ تعالیٰ کی صفت ہو یعنی میں اس اللہ کا رسول ہوں کہ اگر تو معصیتوں میں میرے وسیلے سے اس سے دعائیں کرے تو
پروردگار تیری آفتیں مٹا دے مراث اسلئے قید لگائی کہ یہاں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اسے اپنی پہچان کر رہے ہیں، وہ خدا
کو تو پہچان ہی پہچانتا تھا، فقیر کے نزدیک پہلے معنی زیادہ مناسب ہیں کیونکہ اس میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت زیادہ ہے جو یہاں اصل
مقصود ہے، لکھ دوسرے معنی کی بنا پر اس حدیث سے ثابت یہ ہو گا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حاضر اور غائب غلاموں کے دکھ درد سے

مگر یہ اپنے ذاتی معاملات میں ہے، اگر وہ کبھی مسلمانوں کے ساتھ اگر کوئی بد نصیب اللہ کے محبوبوں کو عیب لگائے تو اس کے سارے چہرے عیب کھول دینا سنت الہیہ ہے، دیکھو ولید ابن مغیرہ نے بنی کریم سے اللہ علیہ وسلم کو تجنیوں کہا، تو بجا تعجب لگنے پر جوشا عید ہے سورہ نون میں اس کے دس عیب کھولے گئے کہ اخیر میں فرمایا **لَا تَلْبِسْ** **بَيْنَ الْإِيمَانِ وَالْكَفَرِ** کہ وہ حرام کا تخم ہے، لہذا یہ حدیث ان آیات کے خلاف نہیں، اپنے دشمن کو معافی دینا کمال ہے اگر دین کے دشمنوں سے بدلہ لینا کمال ہے خیال رہے کہ ذاتی معاملات میں کسی مسلمان کے عیب کھولنا سخت جرم ہے جس کا وبال بہت ہے، مگر دینی معاملات میں خود مسلمان کے عیب کھولنا عبادت ہے محدثین حدیث کے راویوں کے عیوب بیان کر جاتے ہیں فیضیت

یہ عیب لگانے کے لئے نہیں بلکہ حدیث کا درجہ معین کرنے کیلئے اس کے راویوں میں چونکہ غلط عیب ہے، لہذا یہ حدیث ضعیف ہے، فضائل اعمال میں کام کے
گی، احکام میں کام مزدے گی ملے مگر ذبح کرنے والے بعض صحابہ کرام تھے یا بعض ازواج پاک، دوسرے احتمال کو محدثین نے ترجیح دی ہے، چونکہ ازدواج پاک کو
اہل بیت بھی کہا جاتا ہے اور یہ لفظ مذکور ہے اس لئے جمع مذکر کا صیغہ ارشاد ہوا، فرشتوں نے بی بی سارا زودھرا براہیم علیہما السلام سے عرض کیا تھا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ
مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ اَهْلَ الْبَيْتِ کہ یعنی سارا گوشت خیرات کر دیا گیا حق شانہ بچا ہے غالباً گھر کے خرچ کیلئے رکھا گیا ہوگا اور یہ مکی صدقہ کیلئے ذبح دی گئی
ہوگی، مکہ صدقہ کا گوشت گھر کے خرچ کیلئے نہیں رکھا جاتا بلکہ یعنی جو راہ خدا میں صدقہ دیدیا گیا وہ باقی اور لازوال ہو گیا، اور جو اپنے کھانے کیلئے رکھا گیا وہ معتم ہو کر فنا ہو جائیگا
رب تعالیٰ فرماتا ہے مَا يَخْذُكَ مِنْ فِدْوَةٍ مَّا وَحَدَا اللّٰهُ بِاقٍ ملے یعنی جب تک فقیر کے جسم پر اس کیلئے کی ایک چیز باقی ہے تب تک اللہ تعالیٰ سپنانے والے
کو آفات و نبادی سے محفوظ رکھتا ہے کیونکہ صدقہ آخرتوں سے بچانے میں بے مثال ہے یا مطلب یہ ہے کہ تب تک اللہ اس کی عیب پوشی فرماتا رہتا ہے
حدیث شریف میں ہے، کہ جو مسلمان کسی مسلمان کی ستر پوشی کرے تو اللہ اس کی عیب پوشی کرتا ہے۔ وحدیث اس حدیث کی شرح ہے، یہ تو کپڑا
سپنانے کا دنیاوی فائدہ ہوا، آخر دی فائدہ تو ہماری خیال سے دراز ہے اس سے معلوم ہوا کہ جس قدر صدقہ کی بقا اس کی قدر اس کے فائدہ کی بقار
لہذا صدقہ جاریہ بہت ہی اعلیٰ ہے سکے خاص نوعیت کی محبت، ورنہ عمومی محبت تو اللہ تعالیٰ ہر مومن سے کرتا ہے، بغض کا مقابل صحابہ کرام سے
اور قسم کی محبت فرماتا ہے، اور مختلف قسم کے شقیوں سے اور اقسام کی محبت، یہی حال رضائے الہی کا ہے، رب تعالیٰ کی محبت خاص کی بعلا مت
ہے، کہ اسے نیک اعمال کی توفیق بخشتا ہے، اور گناہوں سے بچاتا ہے۔ اللہ ہم سب کو نصیب کرے سکے یا نماز تہجد میں یا ویسے ہی علاوہ
نماز کے، معلوم ہوا کہ آخر رات کی تلاوت و نماز بہت اعلیٰ ہے، کہ اس میں ریاء کا شائبہ نہیں اس میں وہ حفظ قرآن والے طلباء بھی شامل ہیں جو
آخر شب میں قرآن پاک یاد کریں، یہ پھیانے کے مواضع کے لئے ہے یعنی وہ اپنے زن و فرزند اور خاص دوستوں سے بھی اس صدقہ کا ذکر

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ غَيْرُ مُحْفُوظٍ أَحَدُ رَوَاتِهِ أَبُو بَكْرٍ بْنُ عَيَّاشٍ كَثِيرُ الْخَلَطِ
وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةٌ يُعْجِبُهُمُ اللَّهُ وَثَلَاثٌ يُبْغِضُهُمُ
اللَّهُ قَامَا الَّذِينَ يُعْجِبُهُمُ اللَّهُ فَدَجَلُ أَتَى قَوْمًا فَسَأَلَهُمُ بِاللَّهِ وَلَوْ سَأَلَهُمُ لِقَدَابَةِ
بَيْتِهِ وَيَبْنَهُمْ فَمَنْعُوهُ فَتَخَلَّفَ رَجُلٌ بِأَعْيَانِهِمْ فَأَعْطَاهُ سِتْرًا لَا يَعْلَمُ بِعَيْتِهِ إِلَّا اللَّهُ
وَالَّذِي أَعْطَاهُ وَقَوْمٌ سَارُوا الْبَيْتَ هُمْ حَتَّى إِذَا كَانَ النَّوْمُ أَحَبَّ إِلَيْهِمْ مِمَّا يُعْدَلُ بِهِ

ترمذی اور ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث محفوظ ہے اس کے ایک راوی ابو بکر ابن عیاش ہیں جو بہت غلطیاں کرتے ہیں اس روایت ہے حضرت
ابو ذر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ تین شخصوں سے محبت کرتا ہے اور تین سے سخت ناراض ہے وہ جو
محبت کرتا ہے، ایک تو وہ شخص ہے جو کسی قوم کے پاس پہنچا ہے ان سے اللہ کے نام پر کچھ مانگا اپنی آپس کی قرابت کی وجہ سے نہ مانگا لکھ لوگوں
اسے منع کر دیا تو ان ہی میں سے ایک شخص مجھے پٹا سے چسک کر کچھ دے دیا جس کا عطیہ اللہ کے سوا اور اس دینے والے کے سوا کوئی نہیں
مانگا ہے اور ایک وہ قوم جو رات بھر علقی رہتی تھی کہ جب انہیں نیند ہر ماسوئے سے پیاری ہو گئی تو

نہیں کرتا تاکہ ریاکارانہ شائبہ بھی نہ پیدا ہو جائے خیال رہے کہ صدقہ فخری اکثر ظاہر کر کے دینا افضل ہے تاکہ فسق کی تہمت سے بچے اور صدقہ نقل اکثر چھپا کر دینا
بہتر ہے چندہ وغیرہ پر صدقہ کا اعلان تاکہ دوسروں کو بھی دینے کی رغبت ہو بہتر ہے مختلف حالات کے مختلف احکام ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے إِنَّ شِدَّةَ
الْقَدَافِ قِتْنَاهُمْ وَإِنْ تَخَفُوهُمْ وَتَوَقُّوهُمْ الْفَقْرَ أَفْهَمَ خَيْرٌ كَحَقِّهِ لِهَذَا حَدِيثٍ اس آیت کے خلاف نہیں ہے اپنی فوج کے بھاگ جانے پر اور خود اکیلے رہ
جانے پر دشمن کے مقابل ڈٹ جانا گو یا اپنی موت کو دعوت دینا ہے مگر چونکہ اللہ بلند کرنے کے لئے مر جانا بھی عبادت ہے اس لئے یہ غازی اللہ کا بڑا محبوب بنا
اور اس پر خود کشی کا الزام نہ آیا اگر بحالت جنگ یہ حدیث ہر غازی کے سامنے رہے تو انشاء اللہ اسلامی فوج کے قدم اکھڑ سکتے ہی نہیں مرقاۃ نے فرمایا کہ یہ
تینوں بندے مجاہد ہی ہیں اس لئے ان تینوں کے ایک ساتھ فضائل بیان کئے گئے تہجد گزار اس وقت سونے والوں کی مخالفت کرتا ہے اور نفس امارہ کا مقابلہ کہ اس
وقت نفس کو کٹیاری ہوتی ہے اور اسے اللہ کا ذکر پیارا اور سنی اپنے مال میں جیلا کرنا ہے اور اپنے نفس سے مقابلہ کہ نفس مال سے محبت کرتا ہے اور یہ خالق مال سے اور وہ
ڈٹنے والا غازی تو ظاہر طور مجاہد ہے کہ اگر وہ غنیمت یا ناموری کیلئے گیا ہوتا تو ایسے نازک موقع پر میدان میں کبھی نہ ٹھہرتا، لہٰذا یہ حضرت اپنے وقت کے امانت ہے، مگر
حافظ کو درخشا اسے ضعیف ہیں، مگر اسی مضمون کی احادیث اگسا دول سے بھی مروی ہیں جو اکثر صحیح ہیں جن میں کچھ فرق کے ساتھ ایک آگے بھی آ رہی ہے، لہٰذا تین
حدیث ضعیف نہیں، اشعۃ و مرقاۃ اسلہ ان سے محبت کر نیکی سے پہلے مذکور ہو گئے کہ خصوصی محبت مراد ہے، ناراضی سے بھی خصوصی ناراضی مراد ہے درجہ بتجائے تمام
کھد اور فساق سے ناراض ہے لہٰذا حدیث واضح ہے اس پر کوئی اعتراض نہیں لکھ یہ پہنچنے والا اور مانگنے والا خدا کا محبوب نہیں تو وہ دینے والا ہے جس کا ذکر آگے کر رہا ہے
صدقہ کی اہمیت کو جانے کیلئے یہ پورا واقعہ بیان فرمایا، از غلعات، لکھ اگرچہ قرابت دار فقیر کو دینے میں دگنا ثواب ہے مگر یہاں اس سنی کا اس اجنبی فقیر کو
خیرات دینا بہت ہی کامل ہوا کیونکہ یہاں سوا ارمائے الہی کے اور کوئی چیز فقیری کی ممنونیت وغیرہ ملحوظ نہ تھی، لہٰذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں، کہ

فَوَضَعُوا رُءُوسَهُمْ فَقَامَ يَتَمَكَّنُنِي وَيَتْلُوا آيَاتِي وَرَجُلٌ كَانَ فِي سَرِيَّةٍ فَلَقِيَ الْحَدَادَ
فَهَزَمُوا فَأَقْبَلَ بِصَدْرِهِ حَتَّى يُقْتَلَ أَوْ يُغْتَمَ لَهُ وَالثَّلَاثَةُ الَّذِينَ يُبَغِّضُهُمُ اللَّهُ الشَّيْخُ
الذَّانِي وَالْفَقِيرُ الْمُخْتَالُ وَالْغَنِيُّ الظُّلُمُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا خَلَقَ اللَّهُ الْأَرْضَ جَعَلَتْ تَيْمُودُ فَخَلَقَ الْجِبَالَ

مرد کہ کر سونگے توبہ کھڑے ہو کر میری خوشامد کرنے لگا اور میری آیات تلاوت کیں مگر وہ شخص جو کسی لشکر میں تھا دشمن سے جنگ کی لوگ
بھاگ پڑے تو یہ اپنا سپر تان کر کھڑا ہو گیا جتنے کہ قتل کروا گیا یا اسکی وجہ سے فتح ہو گئی مگر وہ درود تین جن سے اللہ سخت ناراض ہے ایک بڑھڑانی
مگر اور لشکر فقر سے اور ظالم غنی سے و ترمذی انسانی اعانت ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی شخص کو پیدا کرے تو

قرابت داروں کو خیرات دینا افضل ہے مگر اخطا میں دو احتمال ہیں، ایک یہ کہ اس سے لینے والا فقیر مراد ہو، دوسرے یہ کہ اس سے دینے
والا سنی مراد ہو، دوسرے معنی زیادہ ظاہر ہیں، مطلب یہ ہے، کہ اس شخص نے اپنا منہ چھپا کر یا اندھیرے میں اس طرح دیا کہ فقیر کو بھی پتہ نہ چلا
کہ کون دے گیا، چونکہ اس شخص نے صدقہ بھی دیا، اس قوم کی مخالفت بھی کی، اور فقیروں کی ٹوٹی اُس بھی پوری کی اس لئے یہ خدا کا زیادہ پیارا ہوا،
مگر عرب میں عموماً مرآت میں سفر ہوتا ہے، اور تھکن آتارنے کے لئے مسافر آخر رات میں آرام کر لیتے ہیں، چونکہ اس تہجد خواں نے تین پہاڑیاں
کیں اس لئے یہ خدا تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہوا، ایسی حالت میں نیند پر عبادت کو ترجیح دینا، سب کو سوتا دیکھ کر بھی نہ سوتا عابدوں میں
عبادت آسان ہے، قافلوں میں مشکل اور تہجد کی نماز، تعلق حق سے بنا جتنے دوستی و نرمی، ناجائز نرمی کا نام چا پلوسی ہے، اور جائز نرمی کا نام
خوشامد نیاز مندی وغیرہ ایساں دوسرے معنی میں ہے، موصوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ یہ خوشامد اصل عرفان اور بندہ سے جدا ہونے کا واسطہ ہے
کا باعث یہ حال حال سے دراپے مگر اس طرح کہ اس کیلئے کی جرات، محنت و کھج کر بھاگنے والوں میں دلیری پیدا ہوئی پلٹ پڑے اور دم کر پڑے جیسا
کہ غزوہ حنین میں ہوا کہ اس دن سارے فاریوں کے قدم اکھڑ گئے تھے، سید الشہیدین علیہ السلام میدان میں جے رہے، پھر وہی صحابہ
پلٹ پڑے، دم کر پڑے، اور میدان جیت لیا، یعنی اللہ تعالیٰ عنہم مگر ظاہر یہ ہے، کہ شیخ بیٹھنے پڑھا ہے، نہ کہ شادی شدہ جوان، چونکہ بڑھاپے
میں موت قریب نظر آتی ہے، شہوانی قوتیں کمزور ہو جاتی ہیں، پڑھا بہت تکلف ہی سے صحبت کر سکتا ہے، اس لئے اس کا زنا تہائی خیانت
کی دلیل ہے، کہ اسے نہ موت کا خوف، نہ اللہ رسول کی مشرم مگر ہر تکبر ہے، مگر فقیر کا تکبر زیادہ بڑا کہ اس کے پاس اس کے اسباب نہیں
ہیں جنہیں شیطان کے دھوکے سے اپنے کو بڑا جانتا ہے، خیال رہے کہ تکبر استغناء اور نصف میں بڑا فرق ہے، اور سناٹوں کو اپنے سے حقیر جانتا، تکبر
ہے اور اپنے کو ان سے بے نیاز سمجھتا صرف اللہ رسول ہی کا محتاج جانتا بہت اعلیٰ وصف ہے اسی کو استغناء وغیرہ کہتے ہیں، اس کو اعلیٰ
حضرت قدس سرہ نے یوں بیان فرمایا ہے

تیرے قدموں میں جو ہیں غیر کام نہ کیا دیکھیں : کون نظروں میں بچے دیکھ کے تلو اتیرا

یعنی کون نہ وہ بے نیاز ہو تجھ سے جسے نیاز ہو، مرقات نے فرمایا کہ کفار اور مشکروں کے مقابلے میں تکبر کرنا عبادت ہے، اشعۃ اللمعات نے

فَقَالُوا يَا رَبِّ هَلْ مِنْ خَلْقِكَ شَيْءٌ أَشَدُّ مِنْ الْجِبَالِ قَالَ نَعَمْ الْحَدِيدُ فَقَالُوا يَا رَبِّ هَلْ مِنْ خَلْقِكَ شَيْءٌ أَشَدُّ مِنْ الْحَدِيدِ قَالَ نَعَمْ النَّارُ فَقَالُوا يَا رَبِّ هَلْ مِنْ خَلْقِكَ شَيْءٌ أَشَدُّ مِنَ النَّارِ قَالَ نَعَمْ الْمَاءُ فَقَالُوا يَا رَبِّ هَلْ مِنْ خَلْقِكَ شَيْءٌ أَشَدُّ مِنَ الْمَاءِ قَالَ نَعَمْ الدِّمِ فَقَالُوا يَا رَبِّ هَلْ مِنْ خَلْقِكَ شَيْءٌ أَشَدُّ مِنَ الدِّمِ قَالَ نَعَمْ ابْنُ آدَمَ تَصَدَّقْ صَدَقَ بَعِيْدُهُ

انہیں زمین میں کاٹو یا تو زمین میں کھڑی لے تو فرشتوں نے پہاڑوں کی مضبوطی پر تعجب کیا بولے الہی کیا تیری مخلوق میں کوئی چیز پہاڑوں سے بھی زیادہ سخت ہے
 بولے فرمایا ہاں تو بولے کہ عرض کیا الہی کیا تیری مخلوق میں کوئی چیز لوہے سے بھی زیادہ سخت ہے فرمایا ہاں آگ ہے کہ عرض کیا مڑے کیا تیری
 مخلوق میں کوئی چیز آگ سے بھی زیادہ سخت ہے فرمایا ہاں پانی ہے کہ بولے یا اللہ العالمین کیا تیری مخلوق میں کوئی چیز پانی سے
 بھی زیادہ سخت ہے فرمایا ہاں ہولے کہ بولے کہ پروردگار کیا تیری مخلوق میں کوئی چیز لوہے سے بھی زیادہ سخت ہے فرمایا ہاں انسان ہے کہ تھکے سے خیرات کرنے

فرمایا کہ حضرت بشیر ابن عمار نے امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا عرض کیا مجھے کچھ نصیحت کیجئے، فرمایا کہ امیروں کا فہم دوروں پر
 ہر مائی کرنا بہت اچھا ہے مگر فہم دوروں کا خدا پر توکل کر کے امیروں سے بیکر کرنا اس سے بھی اچھا اس فقیر متکبر میں وہ جاہل بھی داخل ہیں جو علماء کو خیر سمجھیں
 کہ وہ علم کے فقیر ہیں کہ اپنے نفس پر ظالم کہ نعمتوں کا شکر نہیں کرتا اور مخلوق پر ظالم کہ انہیں بجائے نفع پہنچانے کے ستاتا ہے، چونکہ ان لوگوں کے جرم سخت ہیں
 لہذا اللہ تعالیٰ ان سے سخت ناراض ہے کہ جیسے ملکی کشتی و جہاز پانی پر رہتا ہے اسی طرح زمین ہستی تھی فرشتوں نے گمان کیا کہ اس سے لوگ نفع نہ اٹھا سکیں گے
 لے مرقات نے فرمایا کہ پہلے یوقیس پہاڑ پیدا ہوا پھر دوسرے پہاڑ ان پہاڑوں سے زمین ایسی ٹھہر گئی جیسے جہاز میں وزن لا دینے سے دریا
 پر ٹھہر جاتا ہے تنبیس نہیں کرتا، قال قول سے بنا مجھے کاٹھ دینا، پہاڑ زمین میں ایسے گڑھے ہیں جیسے زمین میں مضبوط درخت، کہ پہاڑوں
 کی جڑیں دوزخ تک پھیلی ہوتی ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے والحق فی الادمن رداسی ان قید بکم بعض مشاعر نے فرمایا کہ یہاں قال کہنے ہی
 کے معنی میں ہے، یعنی پہاڑ پیدا ہوا کہ زمین سے فرمایا ٹھہر گئی، یعنی زمین کا ٹھہرنا کن فرمانے سے ہے پہاڑ ٹھہرنے سبب ہیں، مگر پہلے معنی
 زیادہ قوی ہیں، جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے اس فرشتوں کو حیرت یہ ہوئی کہ پہاڑوں نے اتنی بڑی زمین کو اس طرح دلوچ لیا
 کہ اسے ہٹے نہیں دیتے، تو ان سے سخت تر مخلوق کون سی ہوگی، خیال رہے کہ پہاڑ زمین سے زیادہ وزنی نہیں، مگر جیسے جہاز کا سامان جہاز کے وزن
 سے کم نہیں ہوتا ہے مگر جہاز کو ہٹے نہیں دیتا، اسی طرح پہاڑ کا معاملہ ہے کہ کیونکہ وہ پہاڑ کو توڑ دیتا ہے، پہاڑ لوہے کو نہیں توڑتا، بلکہ کہ
 آگ لوہے کو کھلا دیتی ہے، بلکہ زیادہ تیز ہو تو لوہے کو گلا کر پانی بنا دیتی ہے کہ پانی آگ کو بجھا دیتا ہے، اگرچہ آگ پانی کو گرم بھی کر دیتی ہے
 اور جلا بھی دیتی ہے مگر کسی برتن کی مدد سے جبکہ پانی اس میں بند ہو، اگر آگ بھادی جائے تو پانی ہی آگ کو بجھا دیتا ہے، لہذا حدیث پر کوئی اعتراض
 نہیں پانی قید میں رہ کر جلتا ہے کہ کیونکہ وہ پانی سے لہرے بادلوں کو اٹھائے پھرتی ہے اور سمندر میں طلاطم پیدا کر دیتی ہے جس سے دیں طونا

يُخْفِيهِمَا مِنْ شِمَالِهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَذَكَرَ حَدِيثُ مَعَاذِ
الْصَّدَقَةِ تُطْفِئُ الْخَطِيئَةَ فِي كِتَابِ الْإِيمَانِ ۚ الْفَصْلُ الثَّالِثُ ۚ عَنْ أَبِي ذَرٍّ
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ عَبْدٍ مُسْلِمٍ يُنْفِقُ مِنْ كُلِّ مَالٍ لَهُ زَوْجَيْنِ
فِي سَبِيلِ اللَّهِ إِلَّا اسْتَقْبَلَتْهُ جَنَّةُ الْجَنَّةِ كُلُّهُمْ يَدْعُوهُ إِلَى مَا عِنْدَهُ قُلْتُ وَكَيْفَ ذَلِكَ
قَالَ إِنْ كَانَتْ إِبِلًا فَبِعَيْنَيْنِ وَإِنْ كَانَتْ بَقَرَةً فَبَقْدَتَيْنِ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَعَزَمَرْتُ
بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنِي بَعْضُ صَحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ

جسے ہیں یا تحفے سے پھیلے لے کر ترمذی اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے اور حضرت معاذ کی یہ حدیث کہ صدقہ خطائیں مٹا دیتا ہے کتاب الایمان
میں ذکر ہو چکی تیسری فصل روایت ہے حضرت ابو ذر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی مسلمان اپنے ہر مال سے جوڑا اللہ
کی راہ میں خیرات نہیں کرنا لے مگر جنت کے دربان اسکا استقبال کر لینگے ان میں سے ہر ایک اس کی طرف بلائیگا جو اسکے پاس ہے لے میں عرض
کیا یہ کیسے کرے فرمایا اگر اونٹ ہوں تو دو اونٹ دے اور اگر گائیں ہوں تو دو گائے دے لکھ (نسائی) روایت ہے حضرت مرثد ابن عبد اللہ
سے یہ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ نے خبر دی کہ انہوں نے رسول اللہ

پر پا ہوا ہے لہٰذا کیونکہ ایسا سخی اس سرکش نفس کو تاجدار کر لیتا ہے جو بیاد سے زیادہ سخت سمندر دہو اسے زیادہ طوفانی ہے نفس اولاً تو بخل سکھاتا ہے
جب سخاوت کی جائے تو دکھلا دے کو پسند کرتا ہے، یہ خفیہ سخاوت کرنے والا نفس کی دونوں خواہشوں کو کھل دیتا ہے اور نفس کی آگ کو بجھا دیتا ہے لہٰذا پڑا
بہادور ہے، نیز خفیہ صدقہ سے غضب الہی کی آگ بجھتی ہے، رضائے الہی حاصل ہوتی ہے، یہ نعمتیں پہاڑ، لہجہ، آگ، پانی، ہول سے حاصل نہیں ہو سکتیں، لہٰذا صدقہ ان
سب سے بہتر صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ سخاوت مال سے سخاوت حال افضل ہے، اور سخاوت حال سے سخاوت کمال بہتر، کہ سخاوت مال میں فقیر کی اسی
زندگی کے دو ایک دن سمجھل جاتے ہیں اگر حال و کمال کی سخاوت سے ہم جیسے مسکینوں کے دونوں جہان درست ہو جاتے ہیں، حضور
انور صلی اللہ علیہ وسلم نے تا قیامت لوگوں کے دین و دنیا سنبھال دے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بڑے دانا ہیں، جیسے زمین پہاڑوں سے
ٹھہری، ایسے ہی ہمارے دل کسی کی نگاہ و کم سے ٹھہر سکے ہیں ورنہ دل کا کوئی ٹکڑا نہیں لے بعض لوگ فقیر کو کپڑوں کا جوڑا اور جو تا بھی دیتے ہیں نیز
روپیہ پیسہ خیرات کرتے ہیں، تو کم از کم دو ان کا ماضیہ حدیث ہے، حدیث مانگل ظاہر ہے، اس میں کسی تاویل کی ضرورت نہیں، لکھ یعنی جنت کے ہر دروازے
پر اس کی پکار پڑے گی کہ ادھر سے آؤ، یا ظہار عزت کیلئے ہو گا یہ لوگ حضرت ابو بکر صدیق کی فوج ہونے کے وہ اس جماعت سے سواراٹھے رضی اللہ عنہم ۱۰۰۰۰۰
انہیں پامال نہ ہو، لکھ اس شرح نے بتا دیا کہ حدیث میں ایک مجلس کی دو نعمتیں مراد ہیں یعنی روٹی و پانی، جو تا دو ٹوپی بلکہ ایک نوع کی دو فردیں مراد ہیں یعنی
پیسہ خیرات کہ تو دو روپے ہوں، کپڑے ہوں تو دو لکھ آپ کی کنیت ابو النخیر ہے قبیلہ مزینہ سے ہیں، مصر کے رہنے والے تابعین میں سے ہیں، اپنے
زمانہ کے مفتی اعظم تھے جسے کہ حضرت عمر ابن عبد العزیز آپ سے قوت لیتے تھے، حضرت ابن عمر ابو ایوب عقبہ ابن عامر صحابہ سے ملاقات ہے ۱۰۰

اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم یَقُولُ اِنَّ ظِلَّ الْمُؤْمِنِ یَوْمَ الْقِیَمَةِ صَدَقَتْ رِوَاہُ اَحْمَدُ وَ
عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مَنْ وَسَّعَ عَلٰی عِیَالِہٖ فِی النَّفَقَةِ
یَوْمَ عَاشُورَاءَ وَسَّعَ اللہُ عَلَیْہِ سَائِرَ سَنَتِہٖ قَالَ سُفْیَانُ اِنَّا قَدْ جَرَّبْنَاہُ فَوَجَدْنَاہُ کَذَّالِکَ
رِوَاہُ زَیْنٍ وَرَوٰی الْبَیہَقَیُّ فِی شُعْبِ الْاِیْمَانِ عَنْ اَبِی ہُرَیْرَۃَ وَابِی سَعِیدٍ وَجَابِرٍ
وَضَعَّفَہُ وَعَنْ اَبِی اُمَامَۃٍ قَالَ قَالَ اَبُو ذَرٍّ یَا نَبِیَّ اللہِ اَرَأَیْتَ الصَّدَقَۃَ مَا ذَاہِی

صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا قیامت کے دن مسلمان کا سایہ اسکا صدقہ ہوگا لے را احمد ۱، روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو دسویں محرم اپنے بچوں کے خرچ میں خرچی کرے گا تو اللہ تعالیٰ سارا سال اسکو فراخی دے گا لے سفیان فرماتے ہیں
کہ ہم نے اس حدیث کا تجربہ کیا تو ایسے ہی پایا لے زبیری اور بیہقی نے شعب الایمان میں ابی ابن مسعود اور ابو ہریرہ اور ابو سعید و
جابر سے روایت کیا اور اسے ضعیف فرمایا لے روایت ہے حضرت ابو امامہ سے فرماتے ہیں عرض کیا ابو ذر نے یا نبی اللہ فرمائیے تو صدقہ کا ذکر کیا

لے یعنی مومن کے صدقہ و خیرات خصوصاً فی سبیل اللہ مسافر خانے، مسجدیں بنانا اور باغات لگانا وغیرہ کل قیامت میں درخت سایہ دار کی شکل میں نمودار
ہونگے جن کے سایہ میں کئی ہوگا، اور قیامت کی گرمی سے محفوظ رہے گا کیونکہ دنیا میں غریب، فقرا کو اس نے اپنے سایہ کرم میں رکھا تھا، حدیث بالکل
ظاہری معنی پر ہے کسی تاویل کی ضرورت نہیں وہاں مال بلکہ اعمال کی مختلف شکلیں ہوں گی، بخیل کو مال گنجے سانپ کی شکل میں، سخی کا مال درخت سایہ
دار کی صورت میں نمودار ہوگا، آج دنیا میں ہم خواب میں ان چیزوں کو مختلف صورتوں میں دیکھتے ہیں، بادشاہ مصر نے قحط کے سال، خشک بال اور
دبی گالیوں کی شکل میں دیکھے تھے، قرآن کریم، لے یعنی قلم کی دسویں تاریخ کو اپنے بال بچوں، نوکر خادموں، فقرا، مساکین کیلئے مختلف قسم کے کھانے تیار
کرے تو انشاء اللہ تعالیٰ سال بھر تک ان کھانوں میں برکت ہوگی، مسلمان عاشورہ کے دن حلیم پکاتے ہیں، اسکا ماخذ یہ حدیث ہے، کیونکہ حلیم میں ہر
کھانا ہوتا ہے، گندم، گوشت اور دالیں، پھول وغیرہ، تو انشاء اللہ حلیم پکانے والے کے گھر ان تمام کھانوں میں برکت ہوگی، لے سفیان فرماتے
ہیں کہ یہ حدیث ہمارے اور ہمارے ساتھیوں کے تجربہ میں آئی ہے، واقعی اس عمل سے برکت ہوتی ہے، لہذا یہ حدیث قوی ہے، خیال رہے کہ تجربہ سے بھی
حدیث کو تقویت پہنچتی ہے، اس لئے محدثین کی توثیق کے لئے کبھی اپنے تجربہ کا ذکر کرتے ہیں، یہاں بھی ایسا ہی ہے، اس کی بحث ہماری کتاب
عباد الحق صہ دوم میں دیکھیے، خیال رہے کہ عاشورہ کے دن خود روزہ رکھو اور بچوں کو، فقرا کو خوب کھلاؤ پلاؤ، لہذا یہ حدیث عاشورہ
کے روزہ کے خلاف نہیں لے بیہقی نے اسی جگہ فرمایا کہ یہ حدیث بہت سی اسنادوں سے مروی ہے، جو سب ضعیف ہیں، مگر چند
ضعیف اسنادیں مل کر حدیث کو قوی کر دیتی ہیں، لہذا یہ حدیث حسن لغیرہ ہے، دانشہ ۱، امام عراقی نے فرمایا کہ اس حدیث کی بعض اسنادیں
صحیح بھی ہیں، امام مسلم کی شرط پر ہیں، لہذا متفق حدیث صحیح ہے، مرقاۃ ۱، اگر حدیث ضعیف بھی ہو تو فضائل اعمال میں قبول ہے، عاشورہ
کے دن اور بہت سے اعمال کو ناپا سکیں، جیسے غسل کرنا، سر لگانا، روزہ رکھنا وغیرہ، ان کی تفصیل ہماری کتاب اسلامی زندگی میں ملاحظہ

کر دے اس جملہ کے دو مطلب ہو سکتے ہیں، ایک یہ کہ صدقہ کی برکتیں دنیا میں تو چند در چند ہیں اور کل قیامت میں جو زیادتیاں ہونگی وہ ہمارے حساب سے
دراہم ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے یَحَقُّ لِلّٰهِ الدِّرْهُوُ وَبِرِّ الْقَدَّاتِ تجربہ بھی ہے کہ صدقہ سے مال بہت بڑھتا ہے دوسرے یہ کہ قیامت میں صدقہ کا ثواب
دس سے سات سو گنا تک ہے اور جو زیادتیوں رب عطا فرمایاگا وہ حساب سے زیادہ ہیں ارب نقلے فرماتا ہے وَاللّٰهُ يُضَاعِفُ لِمَنْ يَشَاءُ مَالَهُ یُوَافِقُ تَوْبَةً
صدقہ ہر حال اچھا ہے، مگر کبھی بعض عارضی حالات میں سینٹ اچھا ہو جاتا ہے خواہ خیرات دینے والے کی ہو یا لینے والے کی یا مال کی جیسے نند رستی کی خیرات
مرنے وقت کی خیرات سے بہتر ہے یوں ہی متقی پر میرزا غلام الدار کو خیرات دینا فاسق کو دینے سے بہتر اسی طرح جس چیز کی اس وقت تنگی ہو اسکا صدقہ افضل
ہے جیسا پانی کی تنگی ہو وہاں کنواں کھدوانا بہت باعث ثواب ہے اس باب میں ان تمام حالات کا ذکر ہو گا جن سے صدقہ سینٹ بہتر ہو جاتا ہے مثلاً بعض شہادین
فرمایا کہ یہاں لفظ ظہر زائد ہے جس کے کوئی معنی نہیں، مگر حق یہ ہے کہ زمانہ نہیں بلکہ مجھے قوت و قلب ہے یعنی صدقہ بہتر ہے کہ صدقہ دینے والا صدقہ دیکر خود
کمی خوب غمی رہے یا تو مال کا غمی رہے یعنی سب خیرات نہ کر دے کہ کل کو خود ادرا سکے بال بچے بھیک مانگتے سمجھیں بغرض کہ صدقہ دیگر خود فقیر بھکاری نہ
بن جاؤ یاد دل کا غمی کہ سب کچھ دے کر بھی لوگوں سے بے نیاز رہے جیسے حضرت ابو بکر صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کچھ راہ خدا میں دیدیا کہ گھر میں کچھ نہ رکھا
لہذا یہ حدیث صدیق اکبر کے اس عمل کے خلاف نہیں، خلاصہ یہ ہے کہ عوام مسلمین اصلی ضرورت سے زیادہ مال خیرات کریں رب تعالیٰ فرماتا ہے وَسَيَرْحَمُهُ رَبُّكَ
مَا ذَا يُنْفَعُونَ قَالَ الْغَفُورُ عفو ہے مراد ضرورت سے بچا مال اور خاص متوکلیں کل مال بھی ٹپا سکتے ہیں، یہ حدیث دونوں کو شامل ہے پس لے لے یعنی
اپنا مال پہلے اپنے پر چھراپنے مال بچوں پر پھر عزیز قرابت والوں پر پھر دوسروں پر خرچ کر دو چونکہ موسیٰ کو ان سب خرچوں میں صدقہ کا
ثواب ملے گا، اسی لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان خرچوں کو صدقہ میں شامل فرمایا سبحان اللہ کسی پیامدی ترتیب ہے اور کسی نفس تعلیم الہی
قرابت کو صدقہ دینے میں صدقہ کا بھی ثواب ہے اور قرابت اگر نہ کا بھی جیسا کہ اگلی حدیث میں آ رہا ہے پس گھر والوں سے مراد بیوی بچے

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِينَارٌ أَنْفَقْتَهُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَدِينَارٌ أَنْفَقْتَهُ فِي رِقْبَةٍ وَدِينَارٌ نَصَدَقْتَ بِهِ عَلَى مُسْكِينٍ وَدِينَارٌ أَنْفَقْتَهُ عَلَى أَهْلِكَ أَعْظَمَهَا أَجْرًا الَّذِي أَنْفَقْتَ عَلَى أَهْلِكَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْضَلُ دِينَارٍ يُنْفِقُهُ الرَّجُلُ دِينَارٌ يُنْفِقُهُ عَلَى عِيَالِهِ وَدِينَارٌ يُنْفِقُهُ عَلَى دَابَّتِهِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَدِينَارٌ يُنْفِقُهُ عَلَى أَصْحَابِهِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَ

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو اشرفی تو انشہ کی راہ میں خرچ کرے لے اور جو اشرفی تو گردن آزاد کرنے میں خرچ کرے لے اور جو اشرفی تو کسی مسکین پر صدقہ کرے اور جو اشرفی تو اپنے گھروالوں پر خرچ کرے ان سب میں زیادہ ثواب اس کا ہے جو تو اپنے گھروالوں پر خرچ کرے لے روایت ہے حضرت ثوبان سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بہترین اشرفی جو آدمی خرچ کرتا ہے وہ وہ اشرفی ہے جسے اپنے بال بچوں پر خرچ کرے اور وہ اشرفی جسے اپنے اشر واسطے کے گھوڑے پر خرچ کرے لے اور وہ اشرفی ہے جسے اشر کی راہ میں اپنے دوستوں پر خرچ کرے لے (مسلم) روایت ہے

اور اسے عزیز ہیں ان کی ترتیب کتب فقر میں دیکھو اور طلب اجر سے مراد یہ ہے کہ ان سب پر خرچ کرے سنت جناب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ کر فرمائیے کرام فرماتے ہیں کہ سنت کی نیت تو خود اپنا کھانا، سونا، ہنسنار و تباہی جیسا عبادت ہے، اشر تعالیٰ نیت خیر نصیب کرے، دینا کو دکھانے اور اپنی ناموری کے لئے تو نماز پڑھنا بھی عبادت نہیں چر جائیکہ یہ خرچ، لہذا یاد شادیوں میں جو مختلف رسوم کے ماتحت اہل قرابت کو یا مسکینوں کو یا کسی سگور یا حقوق دیئے جاتے ہیں ثواب نہیں کہ وہ اشر کے لئے نہیں اپنے نام کے لئے ہیں، اس سید الغصاء صلی اللہ علیہ وسلم نے طلب ثواب کی قید لگائی، اشر تعالیٰ نیت خیر و اخلاص نصیب کرے آمین لے یہاں اشر کی راہ سے مراد حج و جہاد وغیرہ وہ مقامات ہیں جہاں کسی بندے کی رضا قطعاً مقصود نہ ہو لے اس میں مکاتب کی امداد غلام کی آزادی، مقروض کو قرض سے آزاد کرنا کسی معیبت میں پہنچنے ہوئے کو اس معیبت نکالنا سب ہی داخل ہیں، نہایت جان کلمہ ہے لے گھروالوں پر خرچ ان سب خیراتوں سے یا تو اس لئے بہتر ہے کہ وہ خیراتیں نفع میں اور یہ خرچ فرض ہے، اکثر فرض نفل سے بہتر ہوتا ہے یا اس لئے کہ اس خرچ دینے میں مدد بھی ہے اور صلہ رحمی بھی اہل قرابت کے حق کی ادائیگی اور دینیکیاں یک نگی سے افضل ہے اسی لئے بعض لوگ گیارہویں شریف وغیرہ کی شہر نہیں اگر سیتوں کو دیتے ہیں کہ یہ حضرات اولاد رسول ہیں، اس میں خیرات بھی اور اولاد رسول کے حق کی ادائیگی بھی، ان کا اخذ یہ حدیث ہے لے یہ ترجمہ بہت مناسب ہے، فی سبیل اللہ گھوڑے کی صفت ہے، خرچ کے متعلق نہیں لینے جو گھوڑا اجساد کے لئے پالا ہو، اس پر خرچ کرنا بہتر ہے، اور جو گھوڑا اپنی سواری وغیرہ کے لئے ہو وہ خیال میں داخل ہے لینے بال بچے وغیرہ جن کی پرورش ہم پر لازم ہے لے ظاہر یہ ہے کہ یہاں دوستوں سے مراد سفر جہاد یا سفر حج کے ساتھی ہیں ان پر خرچ کرنا دوسرا ثواب ہے ساتھی سے سلوک اور حاجی یا غازی کی امداد، خیال رہے کہ اس حدیث سے یہ تو معلوم ہوا کہ یہ تین خرچ دوسرے خرچوں سے افضل ہیں، مگر ان تین میں سے کون دوسرے سے افضل ہے، یہ پتہ نہ لگا کیونکہ داؤد جملے کے لئے آتا ہے ترتیب نہیں چاہتا، لہذا ان میں سے ایک دوسرے

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِلَى أَجْرٍ إِنْ أَنْفَقَ عَلَى بَنِي أَبِي سَلَمَةَ إِنَّمَا هُمْ
بَنِي فَقَالَ أَنْفَقِي عَلَيْهِمْ فَلَا أَجْرَ مَا أَنْفَقْتَ عَلَيْهِمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ نَزَائِبَ أُمِّ رُو
عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَصَدَّقَنَّ يَا مَعْشَرَ
النِّسَاءِ وَلَوْ مِنْ حُلِيِّكُمْ قَالَتْ فَدَجَعْتُ إِلَى عَبْدِ اللَّهِ فَقُلْتُ إِنَّكَ رَجُلٌ خَفِيفُ
ذَاتِ الْيَدِ وَإِنْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أَمَرَنَا بِالصَّدَقَةِ فَأَتَيْتُ فَاسْتَلْتُ فَإِنْ
كَانَ ذَلِكَ يُجْزِي وَالْأَصْرُفُهَا إِلَى غَيْرِكُمْ قَالَتْ فَقَالَ لِي عَبْدُ اللَّهِ بَلْ أُنْتَبِهَ أَنْتِ

حضرت ام سلمہ سے ۱۷ فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر میں ابوسلمہ کے بچوں پر جو گویا میری ہی بیٹے ہیں خرینچ کروں تو کیا مجھے ثواب ملے گا فرمایا ان پر خرینچ کرو تمہیں ان پر خرینچ کا ثواب ہے ۲۷ مسلم بخاری، روایت ہے حضرت زینب زوجہ عبداللہ ابن مسعود سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اے عورتوں کی جماعت حدیث کرو اگرچہ اپنے زبور سے ہی ہو ۲۸ فرماتی ہیں میں عبداللہ کی طرف بولتی بولی کہ تم کچھ مسکین و تنگدست ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو صدقہ کا حکم دیا ہے تم وہاں حاضر ہو کر پوچھ آؤ اگر تم کو میرا صدقہ کرنا درست ہو تو خیر ۲۹ درندہ میں آپ لوگوں کے سوا کسی اور جگہ خرینچ کروں ۳۰ فرماتی ہیں کہ مجھ سے عبداللہ بولے کہ تم ہی وہاں جاؤ ۔

کی افضلیت موقعہ محل کے لحاظ سے ہوگی، اگر جہاد کی سخت ضرورت آپڑی ہے تو غازیوں پر خرچ افضل اور گھرالے بہت ہی ہر روز نمند ہوں تو ان پر خرچ بہتر ہے۔ اے مسلمہ کے پٹے خاندان کا نام عبداللہ ابن عبد اللہ تھا کنیت ابو سلمہ، اُن کی وفات کے بعد آپ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت سے شرف ہوئیں، ابو سلمہ کی کچھ اولاد دوسری بیوی سے تھی جو ام سلمہ کی سوتیلی اولاد تھی، عمر، زینب اور کچھ اولاد خود ام سلمہ کے لطن سے تھی یعنی سلمہ کی حقیقی اولاد محمد، ذرہ، یہاں سوال سوتیلی اولاد کے متعلق ہے، ورنہ آپ نبی ابی سلمہ نہ فرماتیں لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ کیونکہ وہ یتیم بھی ہیں اور تمہارے عزیز ترین بھی، اُن پر خرچ کرنا یتیم کو پان بھی ہے، اور عزیز کا ساقی اور اکرنا بھی، اپنے فوت شدہ خاوند کی روح کو خوش کرنا بھی سلمہ غالباً حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یا رسول اللہ عید کے دن تھا چونکہ اُس زمانہ میں عورتیں بھی نماز عید کے لئے عید گاہ جاتی تھیں اور اُن کے لئے بعد نماز مخصوص وعظ ہوتا تھا، اُس وعظ میں آپ نے یہ سنا اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کے استعمالی زیور پر زکوٰۃ فرض ہے۔ اور یہ زکوٰۃ خود عورت پر فرض ہے نہ کہ اُس کے خاوند پر خواہ شیکے سے زیور ملا ہو یا مسرال دلوں نے دیا ہو بشرطیکہ مالک کر دیا ہو، لہذا یہ حدیث ام اعظم کی دلیل ہے امام شافعی کے ہاں پہننے کے زیور میں زکوٰۃ نہیں، انشاء اللہ اس کی تحقیق معاصرت زکوٰۃ میں ہوگی، اس صورت میں زیور سے مراد چاندی سونے کا زیور ہے، کیونکہ پہننے کے موتی، مرجان، لعل، ہیرے پر زکوٰۃ نہیں سلمہ یعنی اگر تم کو میرا صدقہ دینا درست جو تبت تو میں تم ہی کو صدقہ دے دوں، ورنہ کسی اور کو دوں، اس سے معلوم ہوا کہ غنی عورت کا خاوند اور غنی خاوند کی بیوی ایک دوسرے کے غنی سے غنی نہ مانے جائیں گے، جیسے امیر کی بالغ اولاد باپ کی غنا سے غنی نہیں ہوتی، دیکھو حضرت ابن مسعود کی بیوی غنیہ تھیں مگر خود ابن مسعود مسکین تھے۔ ۵۵ حضرت ابن مسعود کی کچھ اولاد بھی تھی جو دوسری بیوی سے تھی، اور اب حضرت زینب اُن کی پرورش فرماتی

قَالَتْ فَانْطَلَقْتُ فَإِذَا الْمَرْأَةُ مِنَ الْأَنْصَارِ بِبَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَاجَتُهُ
حَاجَتُهَا قَالَتْ وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أَلْقَيْتُ عَلَيْهِ الْمَهَابَةَ فَقَالَتْ
فَخَرَجَ عَلَيْنَا بِإِلَالٍ فَقُلْنَا لَهُ إِنَّا نَسْأَلُكَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبِرْنَا أَنَّ الْمَرْأَتَيْنِ
بِالْبَابِ تَسْأَلَانِيكَ التَّجْدِي الصَّدَاقَ عَنْهُمَا عَلَى أَنْ زَوَّجَهُمَا وَعَلَى إِيْتَامٍ فِي حُجُورِهِمَا وَلَا تُخْبِرُهُ
مَنْ نَحْنُ قَالَتْ فَدَخَلَ بِإِلَالٍ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهُ فَقَالَ لَهُ

۱۔ میں چلی تو حضور کے دروازہ پاک پر ایک اور انصاری بی بی بھی تھیں جنہیں میرے جیسا ہی کام تھا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم پر قدرتی ہیبت دی گئی تھی ۲۔ فرماتی ہیں کہ ہمارے پاس حضرت بلال آئے ہم نے ان سے عرض کیا کہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی خدمت میں جاؤ میں کرنا کہ دروازے پر دیویدیاں ہیں جو حضور سے پوچھتی ہیں ۳۔ کہ کیا ان کا اپنے خاوندوں اور ان یتیموں پر خرچ کر دینا جو ان کی پرورش میں ہوں صدقہ بن جائیگا ۴۔ اور یہ نہ بتانا کہ ہم کون ہیں ۵۔ فرماتی ہیں کہ حضرت بلال رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مسئلہ پوچھا ان سے

تھیں، غیور کہ میں ان سے خطاب ہے، یعنی اگر تمہیں اور تمہارے ان بچوں کو میرا مسئلہ لینا درست ہو تو میں تمہیں دے دوں ورنہ دوسروں کو دوں ۶۔ اے مجھے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مسئلہ پوچھتے شرم آتی ہے کہ اس سے بعض لوگ مجھے طعنیں گے اس معلوم ہوا کہ خاوند اپنی بیوی سے باہر کام بھی کر سکتا ہے جبکہ حجاب و پردہ سے ہر بھی معلوم ہوا کہ مسئلہ خود نہ پوچھنا کسی دوسرے سے پوچھنا لینا بھی درست ہے جب اس سے کچھ مانع ہو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مسئلہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے خود نہ پوچھا بلکہ حضرت مقداد سے پوچھوایا ۷۔ یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر ایک بی بی اور بھی یہی پوچھنے کھڑی تھیں، مجھے اس خوشی ہوئی کہ ہم دوست ہو گئے ۸۔ یعنی رب العظیم نے دونوں میں آپ کی ہیبت ڈال دی تھی جسکی وجہ سے ہر شخص بغیر اجازت خدمت میں حاضر ہونے، عرض معروض کرنے کی ہمت نہ کرتا تھا، اور حاضرین بارگاہ بھی ایسے خاموش اور بادب مٹیئے تھے جیسے لکے سروں پر پرندے ہیں، حالانکہ سرکار استغاثی خلق اور ہیبت رحیم و کریم سے شہر

ہیبت حق است ای از خلق نیست ہیبت ای مرد صاحب دلق نیست

اسی وجہ سے یہ دونوں بیبیان دروازے پر کھڑی رہ گئیں، بارگاہ پاک میں باہر یا نہ ہوئیں، ۹۔ یعنی خود تو شرم و ہیبت کی وجہ سے حاضر نہیں ہوتیں، میری محض یہ مسئلہ پوچھو رہی ہیں، اس سے دوسرے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ مسئلہ براہ راست پوچھنا بھی جائز اور کسی کی محض پوچھنا بھی دوسرے یہ کہ دینی باتوں میں ایک کی خبر معترضہ گواہی قائم کرنے کی ضرورت نہیں، دیکھو حضرت بلال ان بیبیوں کو جو بھی مسئلہ کرتا ہے یہ قبول کر لیتیں، فقہاء فرماتے ہیں کہ جب مطلع گرد آؤد ہو تو رمضان کے چاند میں ایک کی خبر قبول ہے اور محدثین کہتے ہیں کہ محدثوں میں خبر واحد معتبر ہے، ان کے دلائل قرآنی آیات اور احادیث صحیحہ ہیں۔ ان میں ایک حدیث یہ بھی ہے ۱۰۔ شاید یتیموں سے ان کے خاوندوں کی وہ اولاد مراد ہے جن کی والدہ فوت ہو چکی تھی یعنی ان کی سوتیلی اولاد نہیں یتیم کہنا محجاز ہے، ورنہ انسان یتیم وہ نابالغ ہوتا ہے جس کا باپ فوت ہو جائے اور جانوروں میں وہ بچہ یتیم جس کی ماں مر جائے، ان بیبیوں کا خیال یہ تھا کہ چرنکہ یہ سب لوگ ہمارے ساتھ ہی رہتے سنتے ہیں اور ساتھ کھاتے پیتے ہیں، اگر انہیں صدقہ دیا گیا، تو اس کا کچھ حصہ ہمارے کھانے میں بھی جائیگا

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمَا قَالَ إِمْرَأَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ وَزَيْنَبُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيْ الذَّيَانِبِ قَالَ إِمْرَأَةٌ عَبْدِ اللَّهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهَا أَجْرَانِ أَجْرُ الْقِدَابَةِ وَأَجْرُ الصَّدَقَةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَاللَّفْظُ لِلْمُسْلِمِ وَ عَنْ مَيْمُونَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ أَنَّهُمَا اعْتَقَتْ وَلَيْدَةً فِي زَمَانِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَدْ كَرَّتْ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَوْ أُعْطِيَتْهَا أَخْوَالِي كَانَ أَعْظَمَ لِأَجْرِي مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ عَائِشَةَ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لہجہ اودہ کون میں عرض کیا کہ ایک انصاری بی بی اور زینب ہیں لہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کونسی زینب عرض کیا عبد اللہ کی زوجہ تھ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہیں دو ہزار ثواب ہے ایک ثواب قرابت کا دوسرا صدقہ مسلم بخاری اور لفظ مسلم کے ہیں روایت ہے حضرت میمونہ بنت حارث سے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک لونڈی آزاد کی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا تو فرمایا کہ اگر تم لونڈی اپنے ماموں کو دے دینے تو تمہیں ہزار ثواب ملے گا مسلم بخاری روایت حضرت عائشہ سے

لہذا ناچار ہونا چاہیے کہ تاکہ حاضرین میں ہلکا نام نہ دیا جائے اور ہمارا سوال یہ ہے کہ یا ہم بلانہ بی جائیں لہ حضرت بلال کا جواب نہایت ایمان افروز ہے کہ چونکہ ان بیویوں نے کہا تھا کہ ہمارا نام نہ بتانا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم بتاؤ تو حکم رسول و حکم امتی میں تعارض ہوا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو ترجیح ہوئی اور امتی کا حکم قابل عمل نہ رہا، مرقاۃ میں فرمایا کہ حضرت بلال پر نام بتا دینا فرض شرعی ہو گیا، کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ماننا فرض ہے، انہیں دوسری بی بی کا نام معلوم نہیں تھا ورنہ وہ بھی بتا دیتے، لہٰذا یہ ضعیفہ منقولہ میں بہت عورتوں کا نام نہ زینب، صاف بتاؤ کونسی زینب ہیں، تب حضرت بلال نے عرض کیا کہ عبد اللہ کی بیوی، اگرچہ عبد اللہ نام کے بہت صحابہ تھے، عبد اللہ ابن عمر، عبد اللہ ابن عباس، عبد اللہ ابن زبیر، عبد اللہ ابن عمرو ابن عاص وغیرہم، مگر ان سب میں عبد اللہ ابن مسعود بہت مشہور و فقیہ ترین تھے علم فقہ کی باعث فقط عبد اللہ تھے پر لوگوں کے ذہن انہیں کی طرف جاتے تھے، اسی لئے حضرت بلال نے ابن مسعود نے نہ فرمایا بلکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پھر نہ پوچھا کون عبد اللہ اسی جلالت شان کی طرف اشارہ کر رہا ہے، ہمارے امام اعظم ابو حنیفہ اکثر تفقیحات میں حضرت عبد اللہ ابن مسعود ہی کے پیروکار ہیں، لہٰذا سارے ائمہ اس پر متفق ہیں، کہ خاندان اپنی بیوی کو اپنی زکوٰۃ نہیں دے سکتا مگر اس میں اختلاف ہے کہ بیوی خاوند کو زکوٰۃ دے سکتی ہے یا نہیں، ہمارے امام اعظم فرماتے ہیں کہ نہیں دے سکتی، دیگر ائمہ فرماتے ہیں کہ دے سکتی ہے، ان بزرگوں کی دلیل یہ حدیث ہے امام اعظم فرماتے ہیں کہ یہاں صدقہ نفل مراد ہے، صدقہ فرض کی تصریح نہیں، ہما نعت کی ہر یک حدیث آگے آ رہی ہے، نیز عورت و خاوند کے مال قریباً مشترک ہوتے ہیں، تو جب خاوند بیوی کو زکوٰۃ نہ دے سکا تو بیوی خاوند کو زکوٰۃ کیسے دے سکتی ہے صدقہ کا لفظ صدقہ نفل پر عام شائع ہے چنانچہ کتاب الزکوٰۃ کی آخری حدیث میں آیا گیا کہ ایک عورت نے اپنی ماں کو صدقہ دیا یعنی صدقہ نفل، لہٰذا اس لئے کہ آزاد کرنے میں صرف صدقہ کا ثواب ہے اور انہیں دینے میں صدقہ کا بھی ثواب ہوتا اور

قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ لِي جَارَيْنِ فَلِي إِيهِمَا أَهْدِي قَالَ أَقْدِرْ بِمَا مِنْكَ بَابًا رَوَاهُ
 الْبُخَارِيُّ وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا طَبَخْتَ مَرَقَةً
 فَكَثُرَ مَاءُهَا وَتَعَاهَدَ جِيرَانُكَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ: **الفصل الثاني** عَنْ أَبِي
 هُرَيْرَةَ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيُّ الصَّدَقَةِ أَفْضَلُ قَالَ جَهْدُ الْمُقِلِّ وَابْدَأْ بِمَنْ تَخُولُ
 رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ: وَعَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فرواں ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے دو پڑوسی ہیں ان میں سے کسے ہدیہ دیا کروں فرمایا جس کا دروازہ تم سے زیادہ قریب ہو اے
 (بخاری) روایت ہے حضرت ابو ذر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب شور بہ پکاؤ تو اس کا پانی زیادہ کر دو اپنے پڑوسیوں کا
 خیال رکھو سلم (دوسری فصل روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ کون سا صدقہ بہتر ہے فرمایا غریب آدمی کی شفقت ۳۷۱
 شروع کرو جن کی پرورش کرتے ہوئے (ابوداؤد) روایت ہے حضرت سلیمان بن عامر سے فرماتے ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

صلہ رحمی کا بھی، معلوم ہوا کہ مدد بھی غلام آزاد کرنے سے بھی افضل ہے، خیال رہے کہ ولیدہ وہ لونڈی کہلاتی ہے جو اپنے مملوک غلام اور لونڈی کے پیٹ
 پیدا ہو لینے عامۃ زاد، اور میر محمد نام المؤمنین ہیں حضرت عبداللہ ابن عباس کی حاملہ اشعور مرقاۃ) ۳۷۱ اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ
 پڑوسیوں کو ہدیہ دینا سنت ہے کہ اس سے محبت بڑھتی ہے، دوسرے یہ کہ اس کی علت پڑوسییت ہے جس قدر پڑوسییت قوی ہوگی، اسی قدر ہدیہ کا استحقاق زیادہ
 ہوگا، تیسرے یہ کہ پڑوس کا قرب دروازہ سے ہوتا ہے نہ چھت نہ دیوار سے نہ اگر ایک شخص کے مکان کی دیوار اور چھت تو ہمارے مکان سے ملی ہو مگر دروازہ
 دوسرا ہو دوسرے کی نہ چھت ملی ہو نہ دیوار مگر دروازہ قریب ہو تو زیادہ قریب یہ دوسرا ہی مانا جائیگا اور اسکی وجہ بھی ظاہر ہے، کیونکہ دروازہ کی وجہ ملاقات
 ہوتی ہے، اور اسی کے ذریعہ زیادہ غلط ملط رہتا ہے اور ایک کو دوسرے کے درد و غم میں شرکت کا زیادہ موقع ملتا ہے، یہ حدیث اس آیت کریمہ کی تفسیر ہے
 وَالْجَارُ ذِي الْقُرْبَىٰ وَالْجَارُ الْجُنُبِ حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ دور دلیے پڑوسی کو بالکل نہ دو، مطلب یہ ہے کہ سب کو دو مگر قریب کو ترجیح دو:

۳۷۱ اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ معمولی سالن بھی پڑوسیوں کو بھیجتے رہنا چاہیے، کیونکہ سرکار نے یہاں شور بہ فرمایا گوشت کا ہویا
 کسی اور چیز کا، دوسرے یہ کہ ہر پڑوسی کو ہدیہ دینا چاہیے قریب ہو یا دور اگر قریب کا حق زیادہ ہے، تیسرے یہ کہ ہمیشہ لذت پر الفت اور محبت
 کو ترجیح دینا ہے کیونکہ جب شور بہ میں فقط پانی پڑیگا تو مزہ کم ہو جائیگا لیکن اس کے ذریعہ پڑوسیوں سے تعلقات قوی ہو جائیں گے اسی لئے ملاکھا
 فرمایا لینے صرف پانی ہی بڑھا دو اگر چہ گھی اور مصالحہ نہ بڑھا سکو، ۳۷۱ یعنی غریب آدمی محنت مزدوری کرے پھر اس میں سے
 خیرات بھی کرے، اس کا بڑا درجہ ہے خیال رہے کہ بعض لحاظ سے غنی کی خیرات افضل ہے جبکہ وہ توکل میں کامل نہ ہو اور بعض لحاظ سے فقیر
 کی خیرات افضل ہے جب کہ وہ اس کے گھر والے صبر و توکل میں کامل ہوں۔ لہذا یہ حدیث کہ شریعت کے خلاف نہیں کہ صدقہ غنہ بہتر ہے خلاصہ یہ ہے
 کہ اگر ہاتھ کا فقیر دل کا غنی تھوڑی سی خیرات کرے تو ہاتھ کے غنی کی بہت سی خیرات افضل ہے لہذا وہاں غنی والی حدیث میں دل کی غنا

سکتی ہے تب بھی اُمادیث میں تعارض نہیں، ۱۰۔ یعنی کوئی شخص اپنے مال بچوں کو کھجور کا رکھ کر خیرات نہ کرے، پہلے اُن کا بیٹ بھرو، تو ڈھکو، پھر خیرات کرو یہ مطلب نہیں کہ اپنی زکوٰۃ پہلے اپنے مال بچوں کو دو، پھر دوسروں کو، کیونکہ اپنی زکوٰۃ اپنی اولاد اور بیوی کو نہیں لگتی، ۱۱۔ پہلے مسکین سے مراد اجنبی مسکین ہیں۔ یعنی اجنبی مسکین کو خیرات دینے میں صرف خیرات کا ثواب ہے، اور اپنے عزیز مسکین کو خیرات دینے میں خیرات کا بھی ثواب ہے اور صلہ رحمی کا بھی، صلہ رحمی یعنی اہل قربت کا حق ادا کرنا بھی عبادت ہے، بہترین عبادت، پھر جس قدر درشت قوی اُسی قدر اُس کے ساتھ سلوک کرنا زیادہ ثواب ہے، اس لئے رب تعالیٰ نے اہل قربت کا ذکر پہلے فرمایا کہ اَمَّا ذَا قَاتٍ فَاِنَّ الْقُرْبٰی حَقًّا وَالْمَسْكِيْنَ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۝۱۲ یہاں سائل کا سوال بطور مثال تھا یعنی اگر میرے پاس ایک ہی اشرافی ہرگز ایک ہی شخص کو کافر تو میں کس پر خرچ کروں، لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں، کہ سائل نے جوٹ بولا کہ اسکے پاس محض تو زیادہ اشرافیاں اور کما ایک اشرافی ہے ۱۳۔ کیونکہ سب پہلے ہم پر اپنے نفس کا حق ہے کہ اگر ہم جیتے رہیں گے تو سارے حق ادا کریں گے، اور اگر ہم ہی مر گئے تو عبادات معاملات سب کچھ ختم ہو گئے، ذات صفات پر مقدم ہے، ۱۴۔ اہل یعنی گھروالوں سے مراد بیوی ہے، قرآن کریم نے اہل بیت بیوی کو فرمایا ہے، اولاد کا حق بیوی پر چند وجہ سے مقدم ہے، ایک یہ کہ بیوی عاقلہ بالغہ ہے بوقت ضرورت کما سکتی ہے، مگر چھوٹے بچے بالکل باپ کے محتاج ہیں کہ کمانے پر قادر نہیں، دوسرے یہ کہ بیوی کا خرچ اس پر لازم نہیں، اگر اطلاق حیدر تو ختم ہو گیا، مگر اولاد کا خرچ لازم ہے کہ وہ اُس کی ولدیت سے نہیں نکل سکتے، تیسرے یہ کہ بیوی بعد طلاق دوسرے کے نکاح میں جا کر اُس سے خرچ لے سکتی ہے، چھوٹی اولاد دوسرے کو نہ باپ بنا سکے نہ اُس خرچ لے سکے، یہاں اولاد سے فیض اولاد مراد ہے، اگر بیٹا غنی اور بالغ ہو، تو بیوی اُس پر مقدم ہوگی، چونکہ سائل کے ماں باپ نہ تھے، اس لئے والدین کے خرچ کا ذکر نہ فرمایا، ۱۵۔ خادم سے مراد خدمتگار ہے انسان ہو یا گھوڑا وغیرہ جانور کہ ان سب کا خرچ مالک کے ذمہ ہے، ۱۶۔ یعنی تمہیں نصیب، ۱۷۔ بچے ہوئے دینا کہ وہ کھجور دیا اپنے پڑوسی یا دوسرے عزیزوں پر خرچ کرو یا کسی اچھی جگہ لگا دو، سبحان اللہ کیا نفیس ترتیب ہے۔

قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا أَخْبَرْتُكُمْ بِخَيْرِ النَّاسِ رَجُلٍ مُمْسِكٍ بَعَانٍ قَدَسٍ
 فِي سَبِيلِ اللَّهِ الْأَخْبَرُكُمْ بِالَّذِي يَتْلُوهُ رَجُلٌ مُعْتَزِلٌ فِي غَنِيمَةٍ لَهُ يُؤَدِّي حَقَّ اللَّهِ
 فِيهَا إِلَّا أَخْبَرْتُكُمْ بِشِيرِ النَّاسِ رَجُلٍ يُسْأَلُ بِاللَّهِ وَلَا يُعْطَى بِهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ
 وَالذَّارِمِيُّ وَعَنْ أُمِّ مَيْمُونَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَدُّو السَّائِلَ
 وَلَوْ بِظِلْفِ مُحَرِّقٍ رَوَاهُ مَالِكٌ وَالنَّسَائِيُّ وَرَوَى التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَمَعْنَاهُ وَ

فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تمہیں بہترین آدمی نہ بتاؤں اے وہ شخص ہے جو اللہ کی راہ میں اپنے گھونڈے کی نگام تھامے رہے
 اے کیا تمہیں نہ بتاؤں کہ اس کے بعد کون ہے وہ شخص ہے جو اپنی بکریوں میں ہے اُن میں سے اللہ کا حق ادا کرتا ہے اے کیا میں تمہیں بدترین آدمی نہ بتاؤں
 وہ شخص ہے جو اللہ کے نام پر مانگا جائے اور اس پر بھی نہ دے اے رتہ رتہ ذی نساء اور ایت ہے ام محمد سے اے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سائل کو دے کر ڈھاؤ اگرچہ جلجلی کھڑی ہی ہو اے مالک، نسائی اور ترمذی و ابو داؤد نے اس کے معنی روایت کئے ہیں روایت ہے

اے سرکار کا یہ پوچھنا سامعین کو شوق دلانے کے لئے ہوتا تھا کہ اس سے اُن کو انتظار ہو جائے اور جو چیز انتظار کے بعد معلوم ہوتی ہے وہ یاد دہشتی ہے اور یہاں
 غیر شرعہ لسانی غیر مشرکاد ہے، لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ بہترین بندہ مومن ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے اُولَئِكَ هُم خَيْرُ الْبَرِيَّةِ اور بدترین انسان کافر ہے
 رب تعالیٰ فرماتا ہے اُولَئِكَ هُم شَرُّ الْبَرِيَّةِ اے یعنی ہر وقت جہاد کے لئے تیار رہے، اعلان جنگ کا منتظر ہے چونکہ اُس زمانہ میں گھوڑا، احماد کا بڑا ہتھیار
 تھا اسلئے اس کا خصوصیت سے ذکر فرمایا، آج تو پ و بندہ کی مشق کرنے، ہوائی سروس کا آدمی جب تیاری جہاد کے لئے یہ سب کچھ کرے وہ اس میں داخل ہوگا
 شیخ نے فرمایا کہ یہ کلام مصر کے لئے نہیں بلکہ شمول کے لئے ہے یعنی یہ جہاد بھی بہترین لوگوں میں سے ہے نہ اے عرب میں جانوروں والے لوگ جنگل میں اپنے
 گھر بنا لیتے تھے وہاں ہی جانوروں میں رہتے تھے ان کی حفاظت بھی کرتے تھے اور اپنا گزارہ بھی انہیں اس لئے افضل فرمایا گیا کہ یہ بستی کے اکثر
 فتنوں سے محفوظ رہتے ہیں لوگوں سے امتلاط بہت سے گناہوں کا سبب ہے لہذا اس جملہ کے درمطلب ہو سکتے ہیں ایک کہ وہ شخص بدترین ہے
 جس سے فقیر اللہ کے نام پر کچھ مانگے اور وہ نہ دے اس صورت میں نے سے مراد مطلقاً دنیا ہوگا اگرچہ ایک پیسہ ہی ہو یا بحالت مجبوری فقیر کو دیا غیر دنیا ہی ہو
 ایک یہ کہ وہ سائل بھکاری بدترین شخص ہے جو لوگوں سے اللہ کے نام پر مانگے اور لوگ سے کچھ دیں نہیں کہیں کہ یہ سائل اللہ تعالیٰ کے نام کی توہین کرتا ہے کیسے پیسہ کیلئے اللہ کا
 نام کہیں ناکس کے سامنے لیتا ہے دانشور العلماء اے آپ کا نام عزت زید ابن سکن ہے مگر اپنی کنیت میں مشہور ہیں انصاریہ میں معاہد ہیں، آپ کے
 حالات پہلے بیان ہو چکے ہیں یہاں سائل سے مراد حاجت مند سائل ہے اور ظلی کھڑی سے مراد نہایت معمولی چیز ہے جس کی کوئی قیمت ہو
 یعنی اگر کوئی حاجت مند سائل آئے تو اسے خواہ معمولی چیز ہی بن پڑے دے دے در خیال رہے کہ یہ حکم استحبی ہے، آج کل کے پیشہ ور سائل اور
 جن سائلوں کو دینا منع ہے وہ اس میں داخل نہیں لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض سائلوں
 کو نہیں بھی دیا ہے کیوں کہ وہاں سائل غیر مستند تھے یا ایسی چیز مانگتے تھے جس کے وہ مستحق نہ تھے یا پیشہ بیک سے انہیں روکنا مقصود تھا

حی و باقی جس کی کتابے ثنا مرے دم تک اس کی مدحت کیجئے

أَكْثَرُ الْأَنْصَارِ بِالْمَدِينَةِ مَا لَمْ يَنْخُلْ وَكَانَ أَحَبَّ مَوَالِيهِ إِلَيْهِ بِرَحَاءٍ وَكَانَتْ مُسْتَقْبَلَةَ الْمَسْجِدِ
وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُدْخِلُهَا وَيَشْرَبُ مِنْ مَاءٍ فِيهَا طَيِّبٍ قَالَ
أَنْسُ فَلَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تَحِبُّونَ قَامَ أَبُو طَلْحَةَ إِلَى رَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يَقُولُ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا
مِمَّا تَحِبُّونَ وَإِنْ أَحَبَّ مَالِي إِلَى بَيْرُ حَاءٍ وَأَهْأَصْدَقَهُ لِلَّهِ تَعَالَى أَرْجُوا بِرَّهَا وَزُخْرَهَا

مدین میں تمام انصار سے زیادہ باغوں والے تھے اور انھیں زیادہ پیارا مال باغ بیر حاء تھا جسے جو مسجد شریف کے سامنے
تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف بیجاتے تھے اور وہاں کا بہترین پانی پیتے تھے اسے حضرت انسؓ فرماتے
ہیں کہ جب یہ آیت من تالوا البر الخ نازل ہوئی تھی تو حضرت ابو طلحہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں کھڑے ہو کر
بولے یا رسول اللہ رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم بھلائی اس وقت تک نہیں پا سکتے جب تک کہ اپنا پسندیدہ مال خرچ
نہ کرو اور مجھے بہت پسندیدہ مال باغ بیر حاء ہے اب وہ اللہ کیلئے صدقہ ہے میں اللہ کے پاس اس کا توبہ دوس کا ذخیرہ

حسن کا حسن اللہ کو بھی بھالیا اس کے پیارے سے محبت کیجئے

لے شیخ نے اس حدیث کے دو مطلب بیان کئے، ایک یہ کسی شخص سے اللہ کے نام پر کچھ نہ مانگو، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نام پر مانگنے کی چیز جنت ہے، اور یہ شخص جنت
دے نہیں سکتا، دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ سے اس کے نام پر دنیاوی چیز نہ مانگو، بلکہ اس کے نام پر اس سے جنت مانگو یہ عرض کرو اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْأَلُكَ بِوَجْهِكَ الْكَوْمُ
اَنْ تُنْزِلَ عَلَيْنَا الْجَنَّةَ، فقیر احمد یار کتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ کے نام پر جنت مانگو، جیسے حضرت ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے
حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے جنت مانگی اَسْأَلُكَ مَا أَفْقَدْتُ فِي الْجَنَّةِ بعض مشاق کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ سے جناب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مانگو اور
جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خدا تعالیٰ کو مانگو محمدؐ مذکورے خواہم خدا را خدا یا انا تو عشق مصطفیٰ را

حضرت ربیعؓ نے بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے حضور ہی کو مانگا، مگر چونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جنت ہی میں ملیں گے اس لئے جنت بھی مانگی عرض
کیا آپؐ آپ کی ہمراہی مانگتا ہوں، جو جنت میں ہوگی، لے حضرت طلحہ کے ایک باغ کا نام ہے، اس نام کے محدثین نے آٹھ حصے کئے ہیں، جن میں سے
ایک یہ کہ ہر ایک آدمی کا نام تھا جس نے یہ کنواں کھدایا تھا چونکہ یہ کنواں اس باغ میں تھا، لہذا باغ کا نام بھی یہی ہوا، وہ کنواں اب تک موجود ہے فقیر نے
اس کا پانی پیایا ہے، دوسرے یہ کہ بیر حاء بر وزن فعیل ہے ایک ہی لفظ ہے بر ح سے مشتق بجنے کھلی زمین، پہلی صورت میں اس کے حصے ہوں گے ہمارے کنواں
دوسری صورت میں حصے ہونگے کھلا باغ (از مرقات وغیرہ) لے یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہاں کا پانی بہت محبوب تھا اسی لئے حجاج باغ
مزدراں کا پانی برکت کے لئے پیتے ہیں، لے جس میں ارشاد ہوا کہ تم بھلائی یعنی روائے النبی یا جنت اس وقت تک نہیں پا سکتے جب تک کہ اپنی
پیاری چیز خرچ نہ کرو۔ اس آیت کی مکمل تفسیر ہماری تفسیر قر العرنان میں ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْدَ اللَّهِ فَضَعَهَا يَا رَسُولَ اللَّهِ حَيْثُ أَرَاكَ اللَّهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَنَحْ ذَلِكَ مَالٌ رَاجِحٌ وَقَدْ سَمِعْتُ مَا قُلْتَ وَإِنِّي أَرَى أَنْ تَجْعَلَهَا فِي الْأَقْدَبَيْنِ فَقَالَ أَبُو طَلْحَةَ أَفْعَلْ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَسَمَ مَا أَبُو طَلْحَةَ فِي أَقَارِبِ وَبَنِي عَبْدِ مَنَّانٍ عَلَيْهِ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْضَلُ الصَّدَقَةِ أَنْ تُشْبِعَ كَبَدًا جَائِعًا

چاہتا ہوں مے یا رسول اللہ آپ اسے وہاں خرچ کریں جہاں رب تعالیٰ آپ کی رائے قائم فرمائے مے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خوب خوب یہ تو بڑا نفع کا مال ہے مے جو تم نے کہا میں نے سن لیا میری رائے یہ ہے کہ تم اسے اپنے اہل قرابت میں دقت کرو مے ابو طلحہ بولے یا رسول اللہ میں یہ ہی کرتا ہوں پھر مے ابو طلحہ نے اپنے عزیزوں اور چچا زردوں میں تقسیم کر دیا مے (معلم بخاری) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بہترین صدقہ یہ ہے کہ تم کسی بھوکے کیلجے کو سپرد کرو گے

مے حضرت ابو طلحہ کے اس عرض و معروض کا مقصد یہ تھا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے اس عمل خیر پر گواہ ہو جائیں اور مسلمانوں میں اس دقت کا اعلان ہو جائے خیال رہے کہ دوسرے نقلی صدقات اکثر خفیہ دینا بہتر ہیں مگر وقت کا ہر طرح اعلان کر دینا سخت ضروری ہے تاکہ آئندہ اس موقع چیز پر کوئی ناجائز قبضہ نہ کر سکے حتیٰ کہ مسجد کی عمارت میں مینار گنبد وغیرہ ایسے نشانات قائم کر دیے جائیں جس سے وہ دور سے ہی مسجد معلوم ہو اس میں رہا نہیں بلکہ دقت کا باقی رکھنا ہے نیز آپ کا اپنا دلی اخلاص ظاہر کرنا یاد کیلئے نہ تھا بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا حاصل کرنے کیلئے تھا ہذا حدیث پاک پر کوئی اعتراض نہیں مے یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جہاں چاہیں اس باغ کی آمدنی لگا دیں کہ وہاں خرچ ہوتی ہے جو کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا چاہنا اپنی نفس کی طرف نہیں ہوتا بلکہ رب تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے اسی لئے اس طرح عرض کیا حَيْثُ أَرَاكَ اللَّهُ مے اپنے صدقہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک سے خرچ کئے تھے تاکہ اس بات کی برکت قبول ہو جائیں رب تعالیٰ فرماتا ہے خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا یعنی آپ ان کے مالوں کے مقدور وصول فرمائیں اور ان کے ذریعہ انھیں پاک و صاف فرمادیں آج مسلمان ختم و فاقہ میں عرض کرتے ہیں نذر اللہ نیا ز رسول اللہ اس کا ماخذ یہ حدیث بھی ہے مے عربی میں نہایت خوشی کے اظہار کے وقت کہا جاتا ہے نَحْنُ نَحْنُ یعنی خوب خوب، راجع راجع سے بنا بمعنی نفع، رب تعالیٰ فرماتا ہے فَأَرْسَلْنَا نُحَارِثُكُمْ وَنُفَعُكُمْ یعنی یہ مال بہت نفع والا ہے جیسے لابن دودھ والا اور تاجر چھاروں والا یعنی مے ابو طلحہ بتیں اس باغ کے دقت بہت نفع ہو گا معلوم ہوتا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو اعمال کی قبولیت کی بھی خبر ہے اور یہ بھی کہ کس کا کونسا عمل کس درجہ کا قبول ہے یہ باغ کیوں قبول نہ ہوتا باغ بھی اچھا تھا دقت کر نیوالے بھی اچھے یعنی صحابی اور جن کی ٹھیل دقت کیا گیا وہ اچھوں کے شہنشاہ صلی اللہ علیہ وسلم مے یعنی اپنے عزیز ذاتا رب فقر کو اس کا مصروف بنا دو کہ ہمیشہ وہ اس کی آمدنی کھا یا کریں تاکہ تمہیں صدقہ کے ساتھ اہل قرابت کے حقوق ادا کرنے کا بھی ثواب ملتا ہے خیال رہے کہ بعض اوقات وہ ہوتے ہیں جن سے امیر و غریب حتیٰ کہ دقت کر نیوالا بھی نفع حاصل کر سکتا ہے جیسے کنواں، مسجد، قبرستان، مسافر خانہ، مے اس کے معنی ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ باغ تو دقت ہو گا مگر اس کی تولیت تقسیم کر دی گئی کاتے حصہ کے نلال متولی کو خود کھائیں درد مردوں کو کھلائیں اور

رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعْبِ الْإِيمَانِ: بَابُ صَدَقَةِ الْمَرْأَةِ مِنْ مَالِ الزَّوْجِ: الْفَصْلُ
الْأَوَّلُ: عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَنْفَقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ
طَعَامِ بَيْتِهَا غَيْرَ مُفْسِدَةٍ كَانَ لَهَا أَجْرُهَا بِمَا أَنْفَقَتْ وَلِزَوْجِهَا أَجْرُهُ بِمَا كَسَبَ وَلِلْخَارِجِ
مِثْلُ ذَلِكَ لَا يَنْقُصُ بَعْضُهُمْ أَجْرَ بَعْضٍ شَيْئًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَنْفَقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ كَسَبِ زَوْجِهَا مِنْ غَيْرِ أَمْرِهِ

بہقی فی شعب الایمان باب خاندکے مال سے بیوی کی خیرات لے فصل پہلی روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب عورت اپنے گھر کے کھانے سے کچھ خیرات کرے بشرطیکہ بربادی کی نیت نہ ہو تو اسے خیرات
کر نیکیاں تو اب ہوگا لے اور اس کے خاندکے کمانے کا ثواب درخشاں کو بھی اس کے برابر جن میں کوئی دوسرے ثواب کچھ کم نہ کرے گی
(مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب عورت اپنے خاندکے کمانے سے
لے اس کے سرسجی حکم کے بغیر خیرات کرے ۔

اتنے حصہ کے غلام، دوسرے کہ خود باغ ہی کو تقسیم کر دیا کہ ان لوگوں کو ان حصوں کا مالک بنادیا مگر اشد اللہات میں شیخ نے فرمایا کہ حضرت امیر معاویہ
رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ نارت میں ان کے اہل قرابت سے وہ باغ خرید لیا اور وہاں اپنی عاتقوں بائیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تقسیم بطریق تکیک تھی بطریق
تقسیم تو لیت تھی حضرت حسان بن ثابت ذابی ابن کعب بھی اس حصہ ملا تھا لے بھوکے کیلئے سے مراد ہر بھوکا جاندار ہے انسان ہو یا دیگر جانور پھر
انسانوں میں مومن ہو یا کافر و مرقات و شمشیر مگر اس سے موذی جانور علیحدہ ہیں جیسے شیر بھڑیا سانپ وغیرہ بعض مشائخ کے ہاں شکر عام جاری ہوتا ہے
جہاں ہر چیز لکھا جاتا ہے بعض بزرگوں کے ہاں جانوروں کبوتروں کو دل و غیرہ کو دانہ ڈالا جاتا ہے بعض لوگ مدینہ منورہ کے کبوتروں کیلئے حجاج کے
ہاتھ دے بھیجتے ہیں ان سب کی اصل یہ حدیث ہے لے اگرچہ باب میں صرف بیوی کا ذکر ہے مگر اس میں خازن تو کر چاکر سب شامل ہیں اسی لئے اس باب میں خازن کے خرچ
کرے کا بھی ہر گا جو کہ عموماً بیویاں ہی خاندکے مال سے خیرات کیا کرتی ہیں خازن تو کسی کسی کے پاس ہوتے ہیں اس لئے بیویوں کا ذکر ہوا لے اگرچہ حدیث پاک میں کھانے
کی خیرات کا ذکر ہے مگر اس میں عام وہ معمولی چیزیں داخل ہیں جن کے خیرات کر نیکی خاندکے کی طرف عادت اجازت ہوتی ہے جیسے پھنسا پراکیر اٹا جوتا وغیرہ اور کھانے
میں بھی ماکھا، روٹی، سالن داخل ہے جس کی خیرات کر نیکی خاندکے کی طرف سے ناراض نہیں ہوتا اگر خاندکے کوئی خاص ملوہ یا مومن اپنے گھر کے خرچ کیلئے بہت
رد پر خرچ کر کے تیار کی ہے تو اس سے خیرات کی عورت کو اجازت نہیں منقات فرمایا یہاں خرچ کرنے میں بچوں پر خرچ ہمانوں کی خاطر تواضع پر خرچ بھکاری
فقیہ پر خرچ سب ہی شامل ہے مگر شرط یہ ہے کہ مال برباد کر نیکی نیت نہ ہو بلکہ حصول ثواب کا ارادہ ہو اور اتنا ہی خرچ کرے جتنے خرچ کرنے کی عادت ہوتی
ہے لے یہاں اصل ثواب میں سب برابر ہیں اگرچہ مقدار ثواب میں فرق ہے کمائیے کا ثواب ان سب میں زیادہ ہوگا لہذا حدیث اعلیٰ حدیث کے خلا نہیں جن میں
عورت کیلئے آدھا ثواب فرمایا گیا ہے کہ یہاں اصل ثواب میں برابر ہی مقصود ہے اردو ہاں مقدار ثواب میں فرق ہے لے خاندکے کی کمائی لگا اس لئے قید لگائی

تو اسے خاندان سے آدھا ثواب ہوگا (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابو موسیٰ اشعری فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلمان مانتا
درخت چنچ کو کٹ کر جو اسے حکم دیا جائے وہ پورا درمکل خوش دلی سے خیرات کرے اور اس کو بے جیبے دینے کو کہا۔ گیارہ بھی دو میں ایک
صدقہ دینے والا ہے (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ ایک شخص نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ
میری ماں اچانک فوت ہو گئی ہے یہ خیال ہے کہ اگر کچھ بولیں تو خیرات کرتی تو کیا انھیں ثواب ہوگا اگر میں ان کی طرف سے خیرات کر دوں فرمایا ہاں ہن
(مسلم بخاری) دوسری فصل روایت ہے -

[illegible]

اِنِّیْ اٰمَآةٌ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ یَقُوْلُ فِیْ خُطْبَتِہٖ عَامَ حَجَّۃِ الْوَدَاعِ لَا تُنْفِقُ امْرَاۃٌ شَیْئًا مِّنْ بَیْتِ زَوْجِہَا اِلَّا بِاِذْنِ زَوْجِہَا قِیْلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَا الطَّعَامَ قَالَ ذٰلِكَ اَفْضَلُ اَمْوَالِنَا وَاھُ الذَّرِیُّوْنِیُّ وَعَنْ سَعْدِیَّ قَالَ لَمَّا بَايَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ النِّسَاءَ قَامَتْ امْرَاۃٌ جَلِیْلَةٌ كَانَتْہَا مِنْ نِّسَاءِ مُضَرَ فَقَالَتْ یَا نَبِیَّ اللّٰهِ اَنَا كُلُّیْ عَلٰی اَبَائِنَا وَاَبْنَاؤُنَا وَاَزْوَاجِنَا فَمَا یَحِلُّ لَنَا مِنْ اَمْوَالِہِمْ قَالَ الذَّرْطُ

حضرت ابوامامہ سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حجۃ الوداع کے سال خطبہ میں فرماتے سنا کہ کوئی عورت اپنے خاندان کے گھر سے بغیر خاندان کی اجازت کچھ خرچ نہ کرے نہ عرض کیا گیا یا رسول اللہ کھانا بھی نہیں فرمایا یہ تو بہتر مال ہے نہ (ترندی) ادایت ہے حضرت سعد فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے بیعت لی تو ایک شاندار عورت شاید وہ مضر کی عورتوں میں تھی اسی اور بولی یا نبی اللہ تم تو اپنے باپ دادل اولاد اور خاندان پر بوجھ میں نہ کہ ہمیں ان کے مالوں سے کس قدر درست ہے فرمایا۔

شیخ نے فرمایا کہ اس حدیث سے صراحت معلوم ہو کہ میت کی طرف صدقہ اور اس کے لئے دعا کرنا سنت ہے اس سے میت کو فائدہ پہنچتا ہے صدقہ کے ثواب پہنچنے میں تمام اہل حق کا اتفاق ہے البتہ بنی عبادت کے متعلق ملنا میں اختلاف ہے مگر حق یہ ہے کہ ان کا ثواب بھی پہنچتا ہے ہم ہر ام سعد کی حدیث میں اس مسئلہ کو وضاحت بیان کر چکے ہیں کہ اس قسم کی ایصال ثواب کی احادیث تو اس آیت کے خلاف ہیں کہ لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی اور اس کے کہ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ کیونکہ ان آیات میں یہ ہے کہ کوئی شخص کسی کی طرف سے بنی عبادت یا انہیں کر سکتا کہ اس کی طرف نمازیں فرض ادا کر دیا کرے یا روزے رکھ دیا کرے اور غرض اور یہ ثواب کچھ اور اسی لئے آیات میں کسب درسی کا ذکر ہوا کہ ثواب کا ایصال ثواب تو قرآن کریم کی آیات ثابت ہے دیکھو ہماری کتاب فہرست القرآن اشعۃ اللمعات میں اسی جگہ ہے کہ شیخ عزیز الدین عبداللہ کو کسی نے ان کی موت کے بعد خواب میں دیکھا فرمایا ہم دنیا میں تو تلاوت قرآن کے ثواب پہنچنے کے منکر تھے مگر اس جہاں میں آکر پتہ لگا کہ اس کا ثواب بھی پہنچتا ہے۔

۱۔ یعنی بیوی خاندان کے مال سے بغیر اجازت خیرات نہ کرے اجازت خواہ مری ہو یا عرفی جیسے عام طور پر بیویوں کو خاندان کی طرف سے روٹی کا مکرہ معمولی چیز خیرات کر دینے، جہانوں کی خاطر تواضع کر دینے کی اجازت ہوتی ہے بلکہ خاندان اس پر مطلع ہو کر خوش ہوتے ہیں کہ ہماری بیوی سلیقہ مند ہے ہمایان لازم ہے۔ لہذا یہ حدیث گزشتہ احادیث کے خلاف نہیں بلکہ ایضاً کھانا تو بہترین مال ہے جس پر زندگی کا دار و مدار ہے جب اپنے خاندان کی اجازت بغیر معمولی چیز بھی خرچ نہیں کر سکتی تو کھانے جیسی بہترین چیز کیسے خیرات کر سکتی ہے اس کا مطلب ابھی عرض کیا گیا ہے یعنی حسین صورت و از قامت عزت و شرف والی کہ قبیلہ مضر کے لوگ ایسے ہی ہوتے ہیں جیسے آج مصری لوگ ایسے غالباً وہ بنی قبیلہ مضر ابن نزار سے تھیں بلکہ ایسے یہ لوگ ہم کو ہمارے حق پرورے نہیں دیتے ہم پر خرچ کرتے گھبراتے ہیں۔ خیال رہے کہ لڑکی کا خرچ شادی سے پہلے باپ کے ذمہ ہے شادی کے بعد خاندان کے ذمہ صاحب اولاد ہونے کے بعد بیٹے پر مال باپ کی ہر طرح کی خدمت لازم ہے مگر بھر بھی

تَاكُنْهُ وَتَهْدِيَتْ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ: الْفَصْلُ الثَّالِثُ: عَنْ عَبْدِ مَوْلَى أَبِي الْحَكَمِ
قَالَ أَمَرَنِي مَوْلَايَ أَنْ أَقْدِدَ لِحَمًا فَجَاءَنِي مُسَكِينٌ فَأَطَعْتُهُ مِنْهُ فَعَلِمَ بِذَلِكَ مُوَلَايَ
فَضَرَبَنِي فَاتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لَهُ فَدَعَاهُ فَقَالَ لِمَ
ضَرَبْتَنِي قَالَ يُعْطِي طُعَامِي بِغَيْرِ أَنْ أَمُرَهُ فَقَالَ الْخَرَبُ بَيْنَكُمَا وَفِي رِوَايَةٍ قَالَ كُنْتُ مُمْلُوكًا
فَسَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَصَدَّقُ مِنْ مَالِ مَوَالِي بِشَيْءٍ قَالَ نَعَمْ وَ

ترکھانا ہے تم کھانا اور ہدیہ دے سکو (ابو داؤد) تیسری فصل: روایت ہے حضرت عمر سے جو ابی الحکم کے غلام ہیں لے کر فرماتے ہیں کہ میرے
مولائے مجھے گوشت سکھانے کا حکم دیا لے کر ایک مسکین آگیا جسے میں نے اُس سے کچھ دے دیا لے اسکی خبر میرے مولاکو ہوئی تو اس نے مجھے مال میں رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ ماجرا حضور سے عرض کیا حضور نے انھیں بلایا فرمایا تم نے انہیں کیوں مال اعرض کیا کہ یہ میرا کھانا
میری بغیر اجازت دے دیتا ہے فرمایا تو اب تم دونوں کو ہے لے ایک روایت میں یوں ہے کہ فرماتے ہیں میں مظلوم تھا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے پوچھا کہ کیا اپنے مولائے مال سے کچھ خیرات کر دیا کروں فرمایا ہاں اور۔

خاندن پر اس کا خرچہ رہیگا لے یعنی بچے ہوئے کھانا تر میوہ جو زیادہ دیر نہیں ٹھہر سکتے انھیں خود بھی کھاؤ اور ہدیہ بھی مدد و رحمت علیحدہ اجازت لینے کی ضرورت نہیں
کیونکہ ان چیزوں کے مدد کے لیے عرفاً اجازت ہوتی ہے حتیٰ کہ یہ ہے کہ یہ حدیث باپ۔ اولاد۔ خاوند سب مال کے متعلق ہے لڑکی باپ کے مال سے مال و اولاد کے مال بیوی خاوند کے
مال سے بغیر صریحی اجازت اس قسم کی چیزوں میں صدقہ ہر سب کچھ کر سکتی ہے حتیٰ کہ یہ ہے لے عمر صحابی میں غزوہ خیبر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ تھے ان کے
مولیٰ بھی صحابی میں ان کے مولیٰ کا نام عبداللہ ہے نقباء اللہ یعنی گوشت انکار کی چونکہ یہ گوشت کی تجارت کرتے تھے مگر خود بالکل نہ کھاتے اس لئے ان کا یہ لقب ہوا،
بعض فرمایا کہ یہ زمانہ جاہلیت میں بتوں کے نام کا ذبح کیا ہوا گوشت کھاتے تھے مشہور اور پرانے صحابہ میں ہیں جنگ بدر میں شریک ہوئے اور غزوہ حنین میں شہید ہوئے
تو لے بنامی گوشت کیے پانچ کر پانچ سو روپے کا ہوا لے جاتے ہیں اس لئے اب سکھانے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اہل عرب گوشت سکھا کر سینوں استعمال کرتے ہیں اب
بھی سوکھا گوشت دلائل بندوبست میں آتا ہے لے چوری یا مولیٰ کے نقصان کی نیت سے نہیں بلکہ محض ثواب کی غرض سے، کیونکہ غلاموں کو
اس قسم کے صدقات کی عادت اجازت ہوتی ہے لے اس جملہ سے فقیر کی شرح کو قوت پہنچتی ہے اگر ان کی نیت فاسد ہوتی تو اس واقعہ کو
دبا لیتے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شکایت نہ لاتے شکایت کا منشا یہ ہی تھا کہ میں تو مولے کے مال سے صدقہ کر کے ان کا فائدہ
کرنا ہوں وہ مجھے مارتے ہیں لے یعنی اگر تم اس کے دیے ہوئے سے راضی ہو جاؤ تو تم بھی ثواب پاؤ۔ اس کا مقصد یہ نہیں ہے کہ غلام
کو مولیٰ کی بغیر اجازت اس کے مال میں تصرف کرنے کی مطلقاً اجازت دے دی جائے بلکہ چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غلام کی نیک نیتی
پر مطلع تھے اس لئے ان کے مولیٰ کو ایک بہتر بات کی ہدایت دی اس سے معلوم ہوا کہ اگر مولیٰ بلا حضور بھی غلام کو مارے تو مولیٰ پر اس
کا نقصان نہیں یونہی اگر باپ بیٹے کو استاد شاگرد کو غلط فہمی کی بنا پر بلا دھم بھی مارے تو نقصان نہیں دیکھو مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

الْأَجْرُ بَيْنَكُمْ أَنْصَفَانِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ بِأَبٍ مَنْ لَا يَعُودُ فِي الصَّدَقَةِ ۖ الْفَصْلُ
الْأَوَّلُ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ جُمِلْتُ عَلَى أَفْسٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَأَضَاعَ الَّذِي كَانَ
عِنْدَهُ فَأَرَدْتُ أَنْ أَشْتَرِيَهُ وَظَنَنْتُ أَنَّهُ يَبِيعُهُ بِرُخْصٍ فَسَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَقَالَ لَا تَشْتَرِهِ وَلَا تَعُدُّ فِي صَدَقَتِكَ وَإِنْ أَعْطَاكَ بِدْرِهِمْ فَإِنَّ الْعَائِدَ فِي صَدَقَتِهِ
كَالْكَلْبِ يَعُودُ فِي قَيْئِهِ وَفِي رِوَايَةٍ لَا تَعُدُّ فِي صَدَقَتِكَ فَإِنَّ الْعَائِدَ فِي صَدَقَتِهِ

نواب تم دونوں کو آدھا آدھا ہو گا سلم باب کون شخص صدقہ الپس نہ لے ۱۴ فصل پہلی روایت ہے حضرت عمر بن الخطاب فرماتے ہیں کہ میں نے
کسی کو لشکر کی راہ میں گھوڑا دیا ہے جس کے پاس وہ گھوڑا تھا اس نے اسے بر باد کر دیا ہے میں چاہا کہ گھوڑا خریدوں میرا خیال تھا کہ ستا بیچ دے گا
۱۵ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا آپ فرمایا اسے نہ خریدو اور اپنا صدقہ الپس لو اگرچہ تمہیں ایک درہم میں دے دے کہ کیونکہ اپنے صدقہ میں
جو جمع کرینا اس کے لئے کی طرح ہے جو تے کر کے چائے لے لیا در روایت میں ہے صدقہ الپس لو کہ اپنے صدقہ میں رجوع کرنے والا

بالتصور بارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ڈھکی اور سر کے بال پکڑ لئے مگر اصل واقفہ اور حضرت بارون علیہ السلام کی بیفقدوری معلوم ہونے پر ان کیلئے دعا کی
لیکن تعارض دیا لہذا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے کو حضرت حکماء کے سامنے پیش فرمادیا تعلیم عدل کیلئے ہے نہ کہ بیان قانون کے لئے اس کا مطلب یہی ہے
جو پہلے عرض کیا جا چکا کہ اس سے وہ صورتیں مراد ہوتی ہیں جن میں موٹی کی طرف غفم کو عرفاً خرچ کر دینے کی اجازت ہوتی ہے ورنہ کسی مال اس کی بغیر اجازت
خیرات نہیں کر سکتے ۱۶ صدقہ الپس لینے کی چند صورتیں ہیں دیکھو الپس لے لینا دیکھو خرید لینا دینے کے بعد بطور میراث پھر صدقہ کا لوٹ آنا پہلی صورت ہاگل
نا جائز ہے اور تیسری صورت ہاگل جائز، دوسری صورت میں کچھ تفصیل ہے خیال ہے کہ ہدیہ کے الپس لینا جائز ہے اگرچہ بہت بڑا اسکی بحث پہلے ہو چکی، مگر
صدقہ دے کر الپس لینا جائز ہی نہیں ۱۷ بطور خیرات تاکہ اس پر جہاد وغیرہ کیا کرے، عاریتہ دینا مراد نہیں بلکہ مالک بنا دینا مراد ہے ۱۸ اس طرح کہ اسکی خدمت
کم کی جس سے وہ کمزور و بجا ہو کر گویا بر باد ہی ہو گیا ۱۹ یا اس نے کہ گھوڑا کمزور ہو چکا ہے، جس سے اس کی قیمت گھٹ گئی، یا اسنے کہ میں اس کا محسن ہوں، مجھے
رعایت سے دے گا، کیونکہ احسان کا بدلہ احسان ہے ہر دو احتمال زیادہ قوی ہے ۲۰ اس جملہ کی بنا پر بعض علماء فرماتے ہیں کہ اپنے دیئے ہوئے صدقہ
کا خریدنا حرام ہے، مگر حق یہ ہے کہ مکروہ تنزیہی ہے، اور کراہت کی وجہ بھی یہ ہے کہ اس موقع پر فقیہ صدقہ دینے والے کی گزشتہ مہربانی
کا خیال کرتے ہوئے اسے سستامے دیگا، اور یہ قیمت کی کمی صدقہ کی والپسی ہے، مثلاً اگر سور و پیہ کا مال اُس نے ۸۰ میں دے دیا، تو
گویا صدقہ دینے والے نے بیس روپیہ صدقہ کر کے والپس لے لئے، لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ ملک بدلنے سے احکام
بذل جاتے ہیں اس کی مثال ہاگل یوں سمجھو کہ اگر تم نے اپنے پڑوسی فقیہ کو صدقہ دیا، اُس نے اس مال کا کھانا پکا
کر تمہاری دعوت کی، یہ اگر اس مہربانی کے شکر یہ میں ہو، تو وہ دعوت ناجائز ہے، اور اگر عام دعوت تھی، جس میں اتفاقاً
تمہیں بھی بلا لیا گیا ہو تو کوئی مضائقہ نہیں ۲۱

كَالْعَائِدِ فِي قَيْدِهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ أَتَتْهُ امْرَأَةٌ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي تَصَدَّقْتُ عَلَى أُقْمِي بِجَارِيَتِي وَإِنَّهَا مَاتَتْ قَالَ وَجِبَ اجْرُكِ وَرَدَّهَا عَلَيْكَ الْمِيرَاثُ قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي كَانَ عَلَيْهَا صَوْمٌ فَهَبْهَا فَاحْتَوَمَ عَنْهَا قَالَ صُومِي عَنْهَا قَالَتْ إِنَّهُنَّ لَمْ يَحْجُ قَطُّ أَفَاجِحٌ قَالَ نَعَمْ مُحْيِي عَنْهَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ ۚ كِتَابُ الصَّوْمِ ۚ الْفَصْلُ الْأَوَّلُ ۚ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ

الصلی علیہ وسلم جیسے اپنی قے دوبارہ کھا لینے والا ہے (ملم بخاری) روایت ہے حضرت بریدہ سے فرماتے ہیں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ ایک عورت حاضر ہوئی بولی یا رسول اللہ میں نے اپنی مال کو ایک لونڈی صدقہ میں دی تھی اور مال فوت ہو گئی ہے فرمایا تمہارا ثواب پورا ہو گیا اور میراث نے تمہیں لونڈی واپس دے دی ہے عرض کیا یا رسول اللہ میری مال پر ایک مہینہ کے روزے تھے کیا میں اس کی طرف سے روزے رکھ دوں فرمایا رکھ دو لے بولی اس سے کچھ لکھا تھا کیا میں کروں فرمایا ہاں اس کی طرف سے حج کر دو (مسلم) روزے کا بیان لے پہلی فصل روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول۔

لے اس تشبیہ سے معلوم ہو رہا ہے کہ منافقت نیز یہی ہے کہ نہ کہ کئے کے اپنی قے کو چاٹ لینے سے اس کا پیٹ تو بھر ہی جائیگا مگر یہ کام گھستا دنا ہے ایسے ہی اپنے صدقہ کو خرید لینے سے ملکیت تو حاصل ہو ہی جائیگی اگرچہ کام بہت بُرا ہے یہی تشبیہ ہے واپس لینے والے پر بھی دی گئی ہے حالانکہ یہ کہ واپسی بالاتفاق جائز ہے اگرچہ مکروہ ہے لے اور وہ لونڈی بطور میراث مجھے مل رہی ہے آیا اسے نو یا نہ نوں کسی اور کو خیریت دے دوں اس جملہ سے معلوم ہوا کہ غریب مال باپ صدقہ نقلی دے سکتے ہیں صدقہ فرض نہیں دے سکتے اس کی تحقیق پہلے کی جا چکی اور ہو سکتا ہے کہ ان بی بی نے اپنی مال کو لونڈی بدیتہ دی ہو اور صدقہ سے بدیہ مراد لیا ہو لے اس حدیث تصریح کر دی کہ بطور میراث اگر اپنا صدقہ لوٹ آئے تو اس کا لینا جائز ہے بعض علماء نے فرمایا کہ دوسرے فقیر کو دے کیونکہ یہ حق اللہ بن چکے ہے مگر یہ قیاس حدیث کے مقابل ہے لہذا رد ہے لے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی بنا پر فرمایا کہ میت کے تقاضا روزے وارث رکھ سکتا ہے لیکن امام ابو حنیفہ رضاعی و مالک علیہم الرحمۃ و اصفوان فرماتے ہیں نہیں رکھ سکتا کیونکہ روزہ خالص بدنی عبادت ہے جس میں نیابت ناجائز ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ اور فرماتا ہے لَهَا مَا كَسَبَتْ اور فرماتا ہے وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيعُونَ هَدْيًا ظَعَامٌ مُسْكِينٌ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کوئی کسی کی طرف نماز پڑھے نہ روزے رکھے یہاں روزوں کا کفارہ دینا ملے ہے یعنی تم اپنی مال کے روزوں کا فدیہ دیدو جو مکہ اور ذرہ ہے خواہ انہوں نے وصیت کی ہو یا نہ کی ہو اگر ان پر حج فرض تھا تو ان کی طرف سے تم کر دو تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ قریب الغنا بیمار یا بوڑھے کی طرف سے اور میت کی طرف سے حج بدل کر ناجائز ہے کیونکہ حج خالص بدنی عبادت نہیں بلکہ بدنی اور مالی کا مجموعہ ہے جو سخت مجبوری اور مندوبی کی حالت میں دوسرے کے ادا کرنے سے ادا ہو سکتا ہے لہذا یہ حدیث ان تمام بزرگوں کی دلیل ہے عبادات تین قسم کی ہیں محض بدنی محض مالی بدنی و مالی کا مجموعہ محض بدنی عبادات میں نیابت مطلقا ناجائز ہے جیسے روزہ، نماز، اور محض مالی

میں مطلقاً جائز ہے زکوٰۃ اور صدقہ فطر وغیرہ اور مجموعہ میں دائمی عذر میں جائز دے نا جائز لے موم کے لغوی معنی ہیں باز رہنا قرآن کریم فرماتا ہے
 (اِنَّ نَّذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا لِّغَيْرِ عَمَلٍ) میں نے بات چیت باز رہنے کی نذر دے لی ہے شریعت میں صوم سے شام تک بہنیت عبادت محبت اور کسی چیز کے پیٹ یا
 دماغ میں داخل کرنے سے باز رہنے کو صوم کہا جاتا ہے روزہ کا منشاء ہے نفس کا زور توڑنا دل میں صفائی پیدا کرنا فقر اور مساکین کی موافقت کرنا،
 مساکین پہلے دل کو نرم بنانا مرقعات میں ہے کہ یوسف علیہ السلام زمانہ قحط میں پیٹ بھر کھانا، نہ کھاتے تھے تاکہ بھوکوں فاقہ مستوں کا حق نہ بھول جائیں۔ مرقعات
 مرقعات اور دھختار وغیرہ میں ہے کہ سلسلہ ہجری میں تبدیلی قبلہ کے ایک مہینہ بعد ہجرت اٹھارہویں مہینہ دسویں شعبان کو روزہ فرض ہو کر دے کی فرضیت
 میں چھ قسم کی تبدیلیاں ہوئیں جن میں ہم نے اپنی تفسیر نسیمی پارہ دوم میں تفصیل داریاں کی ہیں لے رمضان رمضان سے بنا بجھنے گرمی یا گرم چمچ بھڑ گندے
 نوپے کو صاف کر دیا ہے اور صاف نوپے کو پرزہ بنا کر قحطی کر دیتی ہے اور سونے کو محبوب کے پیٹنے کے لائق بنا دیتی ہے اس طرح روزہ گنہگاروں کے گناہ مٹانا
 کرتا ہے نیک کار کے درجے بڑھاتا ہے اور بارگاہ قرب الہی زیادہ کرتا ہے اس لئے اسے رمضان کہتے ہیں نیز یہ اللہ کی رحمت محبت، صفات امان
 اور نور لیکر آتا ہے اس لئے رمضان کہلاتا ہے خیال رہے کہ رمضان یہ پانچ ہی نعمتیں لاتا ہے اور پانچ ہی عبادتیں روزہ، تراویح، اعتکاف،
 شب قدر میں عبادت اور تلاوت قرآن اسی مہینہ میں قرآن کریم اترا اور اسی مہینہ کا نام قرآن شریف میں لیا گیا ماہ رمضان کے تفصیل اور فضائل پہلی کتاب
 تفسیر نسیمی جلد دوم میں دیکھو لے حتیٰ یہ ہے کہ ماہ رمضان میں آسمانوں کے دروازے بھی کھلتے ہیں جن سے اللہ کی خاص رحمتیں زمین پر اترتی ہیں اور جنوں
 کے دروازے بھی جس کی وجہ سے جنت والے حور و غلمان کو خبر ہو جاتی ہے کہ دنیا میں صفا آگیا اور وہ روزہ داروں کے لئے دعاؤں میں مشغول ہو
 جاتے ہیں حدیث اپنے ظاہر پر ہے کسی تاویل کی ضرورت نہیں لے یہ جملہ بھی اپنے ظاہری معنی پر ہی ہے کہ ماہ رمضان میں واقع دوزخ
 کے دروازے ہی بند ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے اس مہینہ میں گنہگاروں بلکہ کافروں کی قبروں پر بھی دوزخ کی گرمی نہیں پہنچتی وہ جو مسلمانوں
 میں مشہور ہے کہ رمضان میں عذاب قبر نہیں ہوتا اس کا یہی مطلب اور حقیقت یہاں بلیمس مع اپنی ذریتوں کے قید کر دیا جاتا ہے اس مہینہ

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا
وَأَحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا
تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ
مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ عَمَلٍ ابْنِ آدَمَ يُضَعَفُ
الْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا إِلَى سَبْعِ مِائَةٍ ضَعُفٍ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى إِلَّا الصَّوْمَ فَإِنَّهُ لِي وَ

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ایمان و اخلاص سے رمضان کے روزے رکھے اس
کے پچھلے گناہ بخش دیے جاتے ہیں اور جو رمضان میں ایمان و اخلاص سے راتوں میں عبادت کرے تو اس کے پچھلے گناہ بخش دیے
جائیں گے اور جو شب قدر میں ایمان و اخلاص کے ساتھ عبادت کرے تو اس کے پچھلے گناہ بخش دیے جائیں گے (مسلم بخاری)
روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ان کی ساری نیکیاں دس گنے سے سات سو گنے تک بڑھائی
جائیں گی لہذا رب تعالیٰ فرماتا ہے سوائے روزہ کے کہ روزہ تو میرا ہے ۵

میں جو کوئی بھی گناہ کرتا ہے وہ اپنے نفس انارہ کی شرارت سے کرتا ہے نہ کہ شیطان کے بہانے سے فقیر کی اس تقریر سے اس حدیث کے متعلق بہت اعتراضات درج
ہو گئے مثلاً یہ کہ جب ابھی جنت میں کوئی جا ہی نہیں رہا تو اس کے دروازے کھلنے سے کیا فائدہ یا یہ کہ جب دروازے بند ہو گئے تو رمضان میں
گرمی کہاں آتی ہے یا یہ کہ جب شیطان بند ہو گیا تو اس ہینے میں گناہ کیسے ہوتے ہیں لہذا یا اس طرح کہ جنت میں کھٹے طبقے ہیں ہر طبقہ کا ایک دروازہ یا اس
طرح کہ جنت کی پہلی ہی دیوار میں آٹھ دروازے ہیں تاکہ ہر قسم کے نیک لوگ اپنے اپنے الگ دروازے سے داخل ہوں ۵ بیان ہر دروازے کا ایک دروازہ یا اس
بجائے تو تازگی سیرابی و مہربانی چونکہ روزہ دار روزوں میں بھوکے پیاسے ہتے تھے اور بمقابلہ بھوک کے پیاس کی زیادہ تکلیف اٹھاتے تھے اس لئے ان کے
داخلے کیلئے وہ دروازے منتخب ہو جائیں پانی کی نہریں بے حساب سبز پھل خورد در میرانی ہے اس کا محسن آج نہ ہمارا ہم و گمان میں سکتا ہے نہ بیان میں
اللہ اللہ دیکھ کر ہی پتہ لگے گا اس معلوم ہوا کہ روزہ چور اور روزہ تو مسلمان اگرچہ رحمت خداوندی اور شفاعت مصطفوی کی برکت سے بخش بھی دیے جائیں اور
جنت میں داخل بھی ہو جائیں مگر اس دروازے سے نہیں جاسکتے کہ یہ دروازہ تو روزہ داروں کیلئے مخصوص ہے لہذا اعتبار حسب سے بامعنی گمان کرنا لہذا
سمجھنا اعتبار کے بجائے اس کو طلب کیا جائے جس روزہ کیلئے ایمان اور اخلاص جمع ہو جائیں اس کا نفع تو بیشمار ہے دفع ضرر یہ ہے کہ اس کے ساتھ مسیروں کا حقوق اللہ
معام ہو جائیں اس حدیث معلوم ہوا کہ بندہ دل برت (روزہ) اور کافروں کے اپنے دینی روزوں کو تو بے ایمان نہیں لے کر جھٹکے بیاد کی علاج کیلئے روزہ رکھے نہ کہ
طلب ثواب کیلئے تو کوئی ثواب نہیں کہ وہاں اعتبار نہیں لہذا اس عبادت کے مراد نماز تراویح ہے جو صرف رمضان میں ادا ہوتی ہے یا نماز تہجد ۵ مرقات
نے فرمایا کہ ان جیسے نیک اعمال سے گناہ صغیرہ تو معاف ہو جاتے ہیں اور گناہ کبیرہ صغیرہ بن جاتے ہیں اور بے گناہوں کے درجات
بڑھ جاتے ہیں لہذا اس حدیث کا مطلب ہوا کہ رمضان میں روزوں کی برکت سے گناہ صغیرہ معاف ہو جاتے ہیں اور تراویح کی برکت

أَنَا أَجْزِي بِهِ يَدْعُ شَهْوَتَهُ وَطَعَامَهُ مِنْ أَجْلِ الصَّائِمِ فَدَحْتَانِ فَدَحَتْهُ عِنْدَ فِطْرِهِ وَفَحَتْهُ
عِنْدَ لِقَائِهِ رَبِّهِ وَلَخُلُوفٌ فِيمَ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللَّهِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ وَالصَّيَامُ جَنَّةٌ وَ

ادیں ہی اس کا ثواب دو ٹکالے وہ میرے لئے اپنی شہوت اور اپنا کھانا چھوڑتا ہے۔ روزہ دار کو دو خوشیاں ہیں ایک خوشی فطرت کے
وقت اور دوسری خوشی اپنے رب سے ملنے کے وقت۔ روزہ دار کی منہ کی بدبو اللہ کے ہاں مشک کی خوشبو سے بہتر ہے۔ روزہ دار کو دو ٹکالے ہیں اور

کے گناہ کبیرہ جگہ پر جاتے ہیں اور شب قدر کی عبادت کی برکت سے درجے بڑھ جاتے ہیں۔ ہذا حدیث پر اعتراض نہیں کہ جب روزوں سے گناہ معاف ہو گئے
تو پھر تراویح اور شب قدر کی عبادت سے کیا ہوا۔ لیکن قائلو! ایک نیکی کا ثواب کم سے کم دس گنا اور زیادہ سے زیادہ سات سو گنا
ہے اگر اللہ اور زیادہ دے تو اس کا کرم ہے اس حدیث سے دو آیتوں کی طرف اشارہ ہے ایک تو مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَذُنُوبُهُ عَشْرٌ مِثْرًا لَهَا
اور دوسری كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنْبَتَتْ سَبْعَ مِائَةٍ سَنَابِلَ فِي كُلِّ سُنبُلَةٍ مِائَةُ حَبَّةٍ ہے اگرچہ ساری عبادتیں اللہ تعالیٰ کی ہیں
مگر خصوصیت سے روزہ کو فرمایا کہ یہ میرے چند وجہوں سے ایک یہ کہ دیگر عبادات میں طاعت غالب ہے اور روزہ میں عشق غالب ہے
روزہ دار میں علامات عشق جمع ہو جاتی ہے۔ شعر

عاشقانِ آتش نشانِ امتِ آلے پسر
آہ سرد و رنگِ زرد و چشمِ تر
گر ترا پر سندسہ دیگر کد ام
کم خورد کم گفتن و خفتن حرام

اور مطیع کا عزمِ ثواب ہے عاشق کا عزمِ لقاء ہے یا ر دوہرے یہ کہ دوسری عبادتوں میں ریا ہو سکتی ہے کیونکہ ان کی کوئی نہ کوئی صورت
ہوتی ہے اور ان میں کچھ کرنا ہوتا ہے مگر روزہ میں ریا نہیں ہو سکتی کہ نہ اس کی کوئی صورت ہے اور نہ اس میں کچھ کرنا ہے جو اندر باہر کچھ کھائے
پئے وہ یقیناً غفلت ہی ہے ریا کار گھر میں کھا کر بھی روزہ ظاہر کر سکتا ہے تیسرے یہ کہ کل قیامت میں دوسری عبادتیں لہلہل حقوق چھین سکتے
ہیں جی کہ قرآن خواہ مقدس سے سات سو نمازیں تین پیسہ قرض کی عوض لے لیا (شامی) مگر روزہ کسی حق دلے کو نہ دیا جائے گا۔ اگر تعلق فرمایا کہ روزہ
اور میرے یہ کسی کو نہیں دیکھا۔ چوتھے یہ کفاحہ و مشرکین دوسری عبادتیں بتول کیلئے بھی کر لیتے ہیں قربانی، مسجد، حج و خیرات وغیرہ مگر کوئی کا خیر
بدوزہ بت کیلئے نہیں رکھتا اگر روزہ رکھتے بھی ہیں تو صفائی نفس کیلئے تاکہ اس صفائی سے بتوں سے قرب حاصل ہو غرض کہ روزہ غیر اللہ
کیلئے نہیں ہوتا۔ (ازمراءات) (اشعۃ وغیرہ)

۱۔ اس عبادت کی دو قسمیں ہیں اجزی معروف اور اجزی مجهول یعنی روزہ کا بدلہ میں براہ راست خود دو ٹکالے ہیں یعنی والا روزہ دار لینے والا
جو چاہوں دوں اس کی جزا مقرر نہیں یا روزہ کا بدلہ میں خود ہوں یعنی تمام عبادات کا بدلہ جنت ہے اور روزہ کا بدلہ جنت والا اب اس کی
وجہ آگے آ رہی ہے ۲۔ یعنی دوسرے عابد میں یہ عابد بھی اور عاشق بھی یا روزہ دار یا اسکے لئے کھانا پینا نہیں چھوڑتا وہ صرف میرے رضا کے
لئے چھوڑتا ہے ریا کار ہسپک کھا کر روزہ ظاہر کر سکتا ہے ۳۔ سبھاں اللہ کیسا پیارا خزانہ ہے روزہ دار کو افطار کے وقت روحانی خوشی
بھی ہوتی ہے کہ عبادات ادا ہوئی رب تعالیٰ راضی ہو اس میں نور دل میں سرور ہو اور جسمانی فرحت بھی کہ سمعت پیاس لہو ٹھنڈا پانی
بہت ہی فرحت کا باعث ہے اور تیز بھوک میں رب تعالیٰ کی مدد کی بہت لذیذ معلوم ہوتی ہے اور انشا اللہ مرتے وقت بھی ہر روز قیامت بھی

اِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ أَحَدِكُمْ فَلَا يَدْرِفَتْ وَلَا يَصْنَعُ فَإِنْ سَابَتْ أَحَدًا ذَقَاتْلَهُ فَلْيَقُلْ إِنِّي
أَمْرٌ صَائِمٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۝ الْفَصْلُ الثَّانِي ۝ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ أَوَّلُ لَيْلَةٍ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ صُفِّدَتِ الشَّيَاطِينُ
وَمَدَدَةُ الْجِنِّ وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ النَّارِ فَلَمْ يُفْتَحْ مِنْهَا بَابٌ وَفُتِحَتْ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ فَلَمْ يُغْلَقْ
مِنْهَا بَابٌ وَيُنَادِي مُنَادٍ يَا بَاغِيَ الْخَيْرِ أَقْبِلْ وَيَا بَاغِيَ الشَّرِّ أَقْصِرْ وَلِلَّهِ عِتْقَاءُ مِنَ النَّارِ

جب تم میں سے کسی کے روزے کا دن ہو تو نہ بری بات کہے نہ خود مجھائے نہ اگر کوئی اس سے گالی کھوج یا جنگ کرے تو کہہ دے کہ میں روزہ
دار ہوں سلم بخاری دومری فصل روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب یہ رمضان کی پہلی
رات ہوتی ہے تو شیاطین اور سرکش جن قید کر دیے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں کہ ان میں کوئی دروازہ کھولا نہیں جائے اور جنت
دروازے کھول دیے جاتے ہیں جن میں کوئی دروازہ بند نہیں کیا جاتا اسے اور پکارا گیا کہ تباہی کر کے بھلائی چاہنے والے آگے اور برائی چاہنے والے
پار آگے اور اللہ کی طرف سے لوگ آگ سے۔

رب تعالیٰ کی ہر بانی دیکھ کر روزہ دار کو جو خوشی ہوگی وہ تو بیان باہر ہے وہ کریم فرمایا کہ دنیا میں جو میں کہادہ تو نے کیا اب جو تو کہے گا وہ میں کر دینگا
اللہ تعالیٰ خیریت دہ وقت دکھا اللہ کا شکر ہے کہ فقیر حقیر گنہگار یہ بیان بھی آج ۲۵ رمضان المبارک ۱۴۲۹ھ جمعرات دن کچھ رہا ہے رب تعالیٰ اپنے
فضل و کرم اور محبوب معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ سے اس قال کو حال بنا دے خیال ہے کہ کمزور کی دہ بدبو جو دناتوں کے بغیر یا سہل کی پیدا ہو کر کھلائی ہے اور جو مدہ
خانی ہونے کی وجہ سے پیدا ہوا ہے خلوت کہتے ہیں انہوں کے میل کی برتوسواک منجن سے جاسکتی ہے اور بیماری کی بوداؤں سے مگر خلوت مدہ کی بو صرف کھانے سے جاسکتی
تجربہ ہے کہ برتوسواک کے بعد بھی رہتی ہے لہذا یہ حدیث نہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی اس پر دلیل ہے کہ بعد زوال روزہ میں سواک مسخ اور نہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ
اللہ علیہ کے اس مسئلہ کے خلاف کہ روزہ میں سواک ہر وقت جائز ہے یہاں مرنانے فرمایا کہ رجلا لیا ہے جیسے مال کہے کہ مجھے اپنے بچے کا پسینہ کیڑ کلاب سے
پیارا ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ پسینہ دھویا بھی جائے روزہ میں سواک کی پوری بحث النسا اللہ کے آئیگی کہ دنیا میں نفس شیطان کے شر سے بچاتے ہیں اور آخر
میں دوزخ کی آگ بجھائیں گے نہ خود سے مزاج جنگ جہل کا خود ہے شریعت میں روزہ پیٹا اور دماغ کا ہوتا ہے مگر طہارت میں سارا اعضا کا کہ انہیں گن ہوں سے
بچایا جائے اس جہل میں اسی روزہ کی تعلیم ہے نہ لہذا میں تجھ سے بڑے کو تیار نہیں اس پر ان اللہ وہ خود ہی شرمندہ ہو جائیگا، یا یہ مطلب ہے کہ میں
روزہ دار ہوں اللہ کی ضمان میں ہوں مجھ سے بڑا گو یا رب کا مقابلہ کرنا ہے اس سے معلوم ہوا ہے کہ ضرورت کے وقت اپنی چھپی عبادت کا اظہار
جائز ہے بشرطیکہ فخر دریا کیلئے نہ ہو اسے ان تین جملوں کی شرط اچھی کچھ پہلے ہو چکی ہے کہ یہ تینوں جملے اپنے ظاہری معنی پر ہیں ان میں کسی کی
تأویل یا توجیہ کی ضرورت نہیں چونکہ ابلیس ایک ہے اور اس کی ذریت بہت مستم کی جن کے نام بھی انک ہیں اور کام بھی الگ یہ سب ہی
ایک مہینہ کے لئے گرفتار کر لئے جاتے ہیں اس لئے شیاطین جمع فرمایا مرقعات یہاں فرمایا کہ رمضان کے علاوہ دیگر مہینوں میں جنت اور

وَذَلِكَ كُلُّ لَيْلَةٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَرَوَاهُ أَحْمَدُ عَنْ رَجُلٍ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ: الْفَصْلُ الثَّالِثُ: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَتَاكُمْ رَمَضَانُ شَهْرٌ مُبَارَكٌ فَخُذْ لِلَّهِ عَلَيْكُمْ صِيَامًا تَفْتَحُ فِيهِ أَبْوَابُ السَّمَاءِ

آزاد کئے جاتے ہیں یہ ہر رات ہوتا ہے (ترمذی) ابن ماجہ) احمد نے ایک شخص سے روایت کی ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے تیسری مصل روایت ہے حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان اگلی برکت والا مہینہ ہے کہ اللہ نے تم پر اس کے روزے فرض کئے کہ اس میں آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں

دوزخ کے دروازے کبھی کبھی بند ہوتے ہیں مگر رمضان میں سارا مہینہ دوزخ کے دروازے بند رہتے ہیں جنت کے کھلے، سبحان اللہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے روزہ کا مہینہ دیگر مہینوں میں شب جمعہ کو کھلتا ہے مگر یہ رمضان میں ہر روز کھلتا ہے کیوں کہ وہ ہم غریبوں کی جنت ہے۔ شعبہ :-

مسجد من کعبہ من خلد ما آستان تودر تو کئے تو

کہ اللہ کی طرف رسول اللہ کی طرف آ، جنت کی طرف مسجد کی طرف آ کیونکہ اب عمل قلیل پر جزائے جلیل ملے گی، زمانہ کمائی کا آگیا کچھ کمائے گا کہ ہمارے بازار خیر اللہ کی طرف بھاگنے سے بازار آ رہا ہے اس سے شرم کر اس آواز کا اثر یہ دیکھا جا رہا ہے کہ اس زمانہ میں بے نماز نمازی ہو جاتے ہیں، بجیل سخی بن جاتے ہیں بچے اور بیمار جو نماز سے گھبرائیں روزہ پر عمل نہیں ہوتے ہیں حالانکہ روزہ نماز سے دشوار ہے روزہ میں مادہ مستی اور نیند بڑھ جاتی ہے مگر پھر بھی مسجد میں بھری رہتی ہیں اور راتیں ذکر اللہ سے آباد۔

یعنی مہینہ بھر روزانہ افطار کے وقت بہت سے ہم جیسے گنہگار جو اپنے گیارہ مہینوں کی بدکاریوں کی وجہ سے دوزخ کے مستحق ہو چکے ہوں انہیں اللہ روزہ کی برکت سے معافی دے دیتا ہے فرماتا ہے اگرچہ گنہگار ہیں مگر روزہ دار ہیں بخش دیا جائے یعنی حدیث مرفوعہ غریب موقوف صحیح ہے اور ہو سکتا ہے کہ غریب بھی ہو اور صحیح بھی کیونکہ غریب حسن یا صحیح ہونے کے خلاف نہیں (مرقات) امام حذری فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے ایک راوی ابو بکر ابن عیاش بھی ہیں جن کے ثقہ ہونے میں اختلاف ہے بعض نے فرمایا اگرچہ امام مام قاری کے شاگرد ہیں اور امام حفص پر قرأت میں مقدم ہیں اور فضائل و کمالات میں اپنے اہل زمانہ پر فوقیت رکھتے ہیں مگر کچھ حافظہ کے کمزور تھے کہ برکت کے معنی میں بیٹھ جانا حم جانا اسی لئے اونٹ کے طریقہ کو مبارک الابل کہا جاتا ہے کہ وہاں اونٹ بیٹھتے بندھتے ہیں اب وہ زیادتی خیر خواہ نہ جائے برکت کہلاتی ہے چونکہ ماہ رمضان میں حسی برکتیں بھی ہیں اور غیبی برکتیں بھی اس لئے اس مہینہ کا نام مبارک بھی ہے رمضان میں قدرتی طور پر مومنوں کے رزق میں برکت ہوتی ہے اور ہر نیکی کا ثواب ستر گنا یا اس سے بھی زیادہ ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ماہ رمضان کی آمد پر خوش ہونا ایک دوسرے کو مبارکباد دینا سنت ہے اور جس کی آمد پر خوشی ہونا چاہیے اس کے جلنے پر غم بھی ہونا چاہیے دیکھو نکاح ختم ہونے پر عورت کو شرم غم لازم ہے اسی لئے اکثر مسلمان جمعۃ الوداع کو منہم اور چشم پر غم ہوتے ہیں در خطبہ اس دن میں کچھ داعیہ کلمات کہتے ہیں تاکہ مسلمان باقی گھڑیوں کو فینیت جان کر نیکیوں میں اور زیادہ کوشش کریں ان سب کا فائدہ حدیث ہے کہ یعنی سب پر روزہ رمضان ہی فرض ہیں طاقت روزہ

وَتُغْلَقُ فِيهِ أَبْوَابُ الْجَحِيمِ وَتُغْلَقُ فِيهِ مَدَدَةُ الشَّيَاطِينِ لِلَّهِ لَيْلَةُ خَيْرٍ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ
مَنْ حَرَّمَ خَيْرَهَا فَقَدْ حَرَّمَ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالنَّسَائِيُّ وَكَوْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ رَسُولَ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الصَّيَامُ وَالْقُرْآنُ يَسْتَفْعَانِ لِلْعَبْدِ يَقُولُ الصَّيَامُ أَيْ رَبِّ
إِنِّي مَنَعْتُهُ الطَّعَامَ وَالشَّهَوَاتِ بِالنَّهَارِ فَشَفَعْنِي فِيهِ وَيَقُولُ الْقُرْآنُ مَنَعْتُهُ النَّوْمَ

دوزخ کے دروازے بند کئے جاتے ہیں اور اس میں مردود شیاطین قید کر دیے جاتے ہیں اے اس میں ایک ہے ہزار مہینوں سے بہتر
اے جو اس کی خیر سے محروم رہا وہ بالکل ہی محروم رہا اے (احمد نسائی) روایت ہے حضرت عبداللہ بن عمرو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
روزے اور قرآن بندے کی شفاعت کریں گے کہ روزے عرض کریں گے یا رب میں نے اسے دن میں کھانے اور شہوت روکا لہذا اس کے بارے
میں میری شفاعت قبول کر اور قرآن کہیں گے میں نے اسے رات میں سونے سے روکا

رکھنے والا قدر نہیں دے سکتا رب تعالیٰ فرماتا ہے فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ حَتَّىٰ كَحَالِضَةٍ عِدَّتِ مَازِدِ الْكَفَّارِ نَبِيٍّ كَرِيْمٍ
قضا کرتی ہے لہذا حدیث اپنے ظاہر پر ہے ۵۵ آسمان میں بہت سی قسم کے دروازے ہیں روزی اور فرائض اترنے کیلئے دروازے لوگوں کے اعمال جائیکے دروازے
مذاب آئیں دروازے مخصوص رحمتیں اترنے کے دروازے وغیرہ یہاں یہ آخری قسم کے دروازے مراد ہیں یعنی رمضان میں فاضل محتول یا خاص فرشتوں کی آمد کے دروازے
کھول دیے جاتے ہیں لہذا حدیث پر اعتراض نہیں کہ آسمان کے دروازے تو ہمیشہ کھلے رہتے ہیں اے اس جملہ کے کسی مطلب ہو سکتے ہیں بہترین مطلب یہ
ہے کہ عام شیاطین تو رب کے عام جیل خانوں میں بند کئے جاتے ہیں مگر بہت زیادہ سرکش شیاطین زنجیروں و طوقوں میں باندھے
جاتے ہیں جیسے دنیاوی جیلوں میں پھانسی کے ملزم کال کوٹھری میں بند ہوتے ہیں اور ڈاکوؤں کو بیڑیاں پہنا دی جاتی ہیں
اسی لئے یہاں تَغْلَقُ فرمایا گیا قتل غل سے بنا بھٹی زنجیر و طوق ہے لہذا یہاں مردود کی قید و احترازی ہے اور یہ حدیث گذشتہ حدیث
کے خلاف بھی نہیں ۵۶ وہ رات شب قدر ہے جو بفضلہ تعالیٰ ہر ماہ رمضان میں ہوتی ہے کہ دوسری ہزار مہینوں کی عبادت جس میں شب
قدر ہو اس ایک رات کی عبادت بہتر ہے اور غالباً یہ رات ستائیسویں رمضان ہے اس کی تفصیل بحث ہماری کتاب مواظعہ نعیمیہ میں ملاحظہ
فرمائیے خیالی رہے کہ لیلۃ القدر میں نوحہ ہیں اور سورۃ قدر میں یہ لفظ تین بار ارشاد ہوا تو تین دفعہ ہو تو ستائیس بنتے ہیں نیز سورۃ
قدر میں تیس کلمے ہیں آخری آیت حَقِّقْ مَطْلَمَ الْبُخْرِ میں ہی ضمیر جو لیلۃ القدر کی طرف لوٹ رہی ہے ستائیسواں کلمہ ہے اِنْ دَجْوَهٗ سَ اِشْرَافُ
معلوم ہوتا ہے کہ شب قدر ستائیسویں رمضان ہے ۵۷ لیکن جس نے یہ رات گناہوں میں گزاری یا اس رات بھی بلا عذر عشا و فجر جماعت سے
نہ پڑھی اس لئے اس کی خیر و برکت سے محروم رہا وہ بقیہ دنوں میں بھی بھلائی نہیں کلمے کا شب قدر میں عبادتوں کی تین قسم ہیں جن میں سے
آخری قسم ہے عشا و فجر جماعت سے ادا کرنا جس نے بھی نہ کیا واقعی وہ بڑا محروم ہے الحمد للہ گنہگار احمد یا آج ستائیسویں رمضان ۱۴۲۹ھ
کو یہ مضمون لکھ رہا ہے آج شب قدر ہے ۵۸ لیکن روزہ رکھنے والے تردد پر پڑھنے والے گنہگار بند کی تو معافی کی شفاعت کریں گے اور
بے گناہ بند کی بلندی درجات کی لہذا قرآن رمضان کی شفاعت سارے ہی مومن فائدہ اٹھائیں گے جو کہ قرآن کریم رمضان مبارک

بِاللَّيْلِ فَشَفَعْنِي فِيهِ فَيُشَفِّعَانِ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعْبِ الْإِيمَانِ : وَعَنْ أَنَسِ بْنِ
مَالِكٍ قَالَ دَخَلَ مَضَانُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ هَذَا الشَّهْرَ قَدْ
حَضَرَكُمْ وَفِيهِ لَكُمْ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ مِنْ حَرِّهَا فَقَدْ حَرَّمَ الْخَيْرُ كُلَّهُ وَلَا يُحْرِمُ خَيْرَهَا إِلَّا
كُلَّ مُحْرَمٍ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ : وَعَنْ سُلَيْمَانَ الْفَارِسِيِّ قَالَ خَطَبَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي آخِرِ يَوْمٍ مِنْ شَعْبَانَ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ أَظْلَكُمُ شَهْرٌ عَظِيمٌ شَهْرُ
مُبَارَكٍ شَهْرٌ فِيهِ لَكُمْ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ جَعَلَ اللَّهُ صِيَامَهُ قَرِيبَةً وَقِيَامَ لَيْلِهِ تَطَوُّعًا

ہذا کے متعلق میری شفاعت قبول کر لے دونوں کی شفاعت قبول ہوگی۔ یہ بھی شعب الایمان (روایت ہے حضرت انس بن مالک سے
فرماتے ہیں رمضان آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ مہینہ تمہارے پاس آگیا اس میں رات ہے ہزار مہینوں بھلی جو اس رات محرم رہا وہ ساری
خیر محرم رہا اور ساری خیر پورا بد نصیب محرم رہتا ہے (ابن ماجہ) روایت ہے حضرت سلمان فارسی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
شعبان کے آخری دن ہم میں غصہ فرمایا تو فرمایا اے لوگو تم پر غصہ والا مہینہ ساری رات ہو رہا ہے۔ یہ مہینہ برکت والا ہے جس کی ایک رات ایسی ہے
جو ہزار مہینوں بہتر ہے وہ یہ مہینہ ہے جس کے روزے اللہ نے فرض کئے اور جس کی رات کا قیام نفل بنایا ہے۔

اس میں آیا اور رمضان میں ہی اس کی تلاوت زیادہ ہوتی ہے اور دن میں روزہ رات کو ترویج میں تلاوت قرآن ہوتی ہے اسی لئے ان دونوں کو جمع فرمایا گیا یعنی
روزہ اظہار کے اس کی طبیعت آرام کی طرح ہوتی تھی ہاتھ پاؤں کی سستی پھیل جاتی ہے محض نماز کی آذان کی آواز سنتے ہی ترویج میں مجھے سننے آجاتا تھا لہذا یہاں
ترویج پڑھنے والے مردوں کی تعداد کم ہے کیونکہ تہجد تو سال بھر پڑھی جاتی ہے یہاں خصوصیت رمضان کا ذکر ہے بعض علما نے فرمایا کہ یہاں رمضان توڑے وہ
عرض کیا کہ قرآن نے اے رب کہا معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کلام الہی قدیم ہے اور مخلوق نہیں (مہرات) اس طرح کہ روزوں کی شفاعت کے لئے معاف ہوں گے اور قرآن
کی شفاعت درجے بلند یا روزوں کی شفاعت غضب الہی کی آگ مٹھنی ہوگی اور قرآن کی شفاعت رحمت الہی کی ہوا چلے گی وغیرہ وغیرہ روزے اور قرآن بلکہ
سارے اعمال وہاں شکلوں میں نمودار ہوں گے جیسے آج دنیا میں ہم واقعات کو خواب میں مختلف شکلوں میں دیکھ لیتے ہیں۔ بادشاہ مصر اسندہ
مخطوطات کو گالیوں اور بالیوں کی شکل میں دیکھا تھا اس لئے ماہ رمضان وہ سخی ہے جو ہتھکڑیاں آکر دیتا ہے جیسے بادل آکر پانی دیتا
ہے کوئی کی طرح بلا کر نہیں دیتا اس لئے یہ ایک رات تراسی سال چار ماہ سے بہتر ہے اگر وہ شب قدر سے خالی ہوں گے اس کی شرح
ابھی گزر گئی کہ اس رات کی عبادت میں مشقت نہایت ہی کم ہے اور ثواب بہت ہی زیادہ جو اتنی سی محنت بھی نہ کر کے وہ پورا ہی محرم بد
نصیب ہے۔ اس پیشگی اطلاع دیتے ہیں ماہ رمضان کی فضیلت کا اظہار ہے اور مسلمانوں کو اس کی عبادت کیلئے تیار کرنا ہے اظہار
کہ ارشاد بتایا کہ جیسے درخت یا چھت بند گوانے سایہ میں دیکر سورج کی تیش سے بچا لیتے ہیں ایسے ہی ماہ رمضان مومن کو اپنے سایہ میں
دیکر دنیاوی و اخروی عذاب سے بچا لیتا ہے گویا رمضان سایہ دار بارگاہ درخت ہے یا ڈھال ہے کہ یہاں نفل لغوی معنی میں ہے یعنی

مَنْ تَقَرَّبَ فَبِهِ بِخَصْلَةٍ مِنَ الْخَيْرِ كَانَ كَمَنْ أَدَّى فَرِيضَةً فِيمَا سِوَاهُ وَمَنْ أَدَّى فَرِيضَةً
فَبِهِ كَانَ كَمَنْ أَدَّى سَبْعِينَ فَرِيضَةً فِيمَا سِوَاهُ وَهُوَ شَهْرُ الصَّيْرِ وَالصَّبْرِ ثَوَابُ الْجَنَّةِ وَ
شَهْرُ الْمَوَاسِقِ وَشَهْرُ زَيْدٍ فَبِهِ رِزْقُ الْمُؤْمِنِ مَقْفَرٌ فِيهِ صَائِمًا كَانَ لَهُ مَغْفِرَةٌ لِدُنُوبِهِ
وَعُتِقَ رَقَبَتُهُ مِنَ النَّارِ وَكَانَ لَهُ مِثْلُ أَجْرِهِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْتَقِصَ مِنْ أَجْرِهِ شَيْءٌ قُلْنَا يَا

جو اس ماہ میں نفل بھلائی سے قرب الہی حاصل کرے تو گویا اس نے دوسرے مہینے میں فرض ادا کیا اور جو اس میں ایک فرض ادا کرے تو الہی ہوگا
جیسے اس نے دوسرے مہینے میں ستر فرض ادا کئے۔ یہ صبر کا مہینہ ہے۔ اور صبر کا ثواب جنت ہے۔ یہ غزالی کا مہینہ ہے۔ کہ یہ وہ مہینہ جس میں
مومن کا رزق بڑھایا جاتا ہے۔ کہ جو اس میں کسی روزہ دار کو افطار کرائے تو اس کے گناہوں کی بخشش اس کی گردن کی آزادی آگ سے
ہوگی اور اسے روزہ دار کا سا ثواب ملے گا۔ کہ اس کے بغیر کہ روزہ دار کے ثواب سے کچھ کم ہو۔ کہ ہم نے عرض کیا یا

زاد چیز اور اہل بیت کے قیام سے مراد تاریخ ہے یعنی اس ماہ میں نماز تراویح زائد نماز ہے جو دوسرے مہینوں میں نہیں ہے۔ لہذا اس حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ تاریخ نفل ہو۔ وہ تو سنت
مکرمہ ہے۔ تاریخ کی پوری بحث ہماری کتاب جامع حصہ دوم میں ملاحظہ فرمائیے۔ یعنی ماہ رمضان کی نفل دوسرے مہینوں کی فرض کی برابر ہے۔ اور اس ماہ کی فرض عبادت دوسرے
ماہ کی ستر نفل کی مثل ہے۔ لہذا اگر مکہ معظمہ میں ماہ رمضان میں ایک فرض ادا کیا جائے تو اس کا ثواب ستر لاکھ فرض کا ہے۔ کیونکہ اور دنوں میں ایک کا ثواب ایک لاکھ ہے۔ تو
رمضان میں ستر لاکھ اس حساب مدینہ منورہ میں ماہ رمضان کی ایک فرض کا ثواب تیس لاکھ ہے۔ یہ زیادتی تو رمضان کے عام دنوں میں ہے۔ شب قدر
اور رمضان کے جمعہ کی نیکیاں تو بہت زیادہ ہوں گی۔ ان شاء اللہ۔ یعنی دوسرے مہینے شکر کے ہیں جن میں کھاؤ، آرام کرو اور شکر بجالاؤ۔ اس
مہینے میں دن نہ کھاؤ، رات کو نہ سوؤ، اور صبر کرو، رمضان کے چار نام ہیں ماہ رمضان، ماہ صبر، ماہ مواسات، ماہ مبارک ان
ناموں کی وجہ ہم نے اپنی تفسیر نعیمی میں تفصیل سے لکھی ہے۔ کہ اس مہینے میں قدرتی طور پر مسلمان میں مگر بار اقبال کی غنم خوری
کا جذبہ موجزن ہوتا ہے۔ بعض لوگ رمضان میں اپنی شادی شدہ لڑکیوں کو ملا لیتے ہیں۔ بعض لوگ مہینہ بھر تک مسکینوں کو کھلاتے ہیں، ان
سب کا ماخذ یہ حدیث ہے اور مواسات پر عمل ہے مواسات بمعنی مسامتہ ہے سہم بمعنی حصہ شتی یعنی اپنی روزی میں دوسروں کو
حصہ دار بنانا، سخاوت کرنا۔ کہ رزق حسی بھی اور منوی بھی ہر سال اس کا مشاہدہ ہوتا ہے کہ ہر روزہ دار کو رمضان میں وہ نعمتیں ملتی
ہیں جو دوسرے مہینوں میں نہیں ملتیں۔ نیز اس مہینے میں قدرتی طور پر دل پرودہ اتر ہوتا ہے جو دوسرے مہینوں میں نہیں ہوتا۔ یعنی روزہ
افطار کرنا والے کو تین فائدے ہوتے ہیں گناہوں کی بخشش دوزخ سے آزادی اور اسے روزہ کا ثواب بعض لوگ افطار کے وقت مسجدوں میں
پھل فروٹ یا کھانے بھیجتے ہیں ان کی اصل یہ حدیث شریف ہے کا ٹھہرا دار اور یو پی میں ہر نمازی مغرب دقت کچھ لیکر آتا ہے، اور
کوشش ہوتی ہے کہ ہر ایک دوسرے کے کھانے سے روزہ انظار ہے اسکی اصل بھی یہی حدیث ہے خیال ہے کہ روزہ افطار کرانے سے
ثواب روزہ تو مل جاتا ہے مگر اس سے روزہ انہیں ہوتا لہذا کوئی امیر لوگوں کو افطار کر کے خود روزہ سے بے نیاز نہیں ہو سکتا روزے تو
رکھنے ہی پڑیں گے۔ جیسے علم روشنی، ہوا ان خواہ کتنے ہی لوگ فائدہ ٹھالیں کی نہیں ہوتی ایسے ہی ثواب تقسیم ہونے سے کم نہیں

رَسُولُ اللَّهِ لَيْسَ كُنَّا نَجِدُ مَا نَفْطَرُ بِهِ الصَّائِمِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يُعْطَى اللَّهُ هَذَا الثَّوَابَ مَنْ فْطَرَ صَائِمًا عَلَى مَذَقَةِ لَبَنٍ أَوْ تَمْرَةٍ أَوْ شَرِبَةٍ مِنْ قَاءٍ وَمَنْ
أَشْبَعَ صَائِمًا سَقَاهُ اللَّهُ مِنْ حَوْضِي شَرِيحٍ لَا يَظْمَأُ حَتَّى يَدْخُلَ الْجَنَّةَ وَهُوَ شَهْدٌ أَوَّلُهُ
رَحْمَةً وَأَوْسَطُ مَغْفِرَةٍ وَآخِرُهُ عِتْقٌ مِنَ النَّارِ وَمَنْ خَفَّفَ عَنْ مَذْكُوكِهِ فَبِهِ غَفَرَ اللَّهُ لَهُ
وَأَعْتَقَهُ مِنَ النَّارِ وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ یہ ثواب سے دیکھا جو روزہ
دار کو ایک گھونٹ دودھ یا کھجور یا گھونٹ بھریانی سے افطار کرے اور جو روزہ دار کو سیر کرے اللہ اسے میرے حوض سے وہ پانی پلائے گا کہ کبھی پیاسا نہ
ہوگا جسے کہ جنت میں داخل ہو جائے یہ وہ بہینہ ہے جس کے اول میں بہت پیچ میں بخشش اور آخر میں آگ سے آزادی ہے کہ وہ جو اس بہینہ میں پیئے گا
تخفیف کرے تو اللہ اسے بخش دے گا اور آگ سے آزاد کرے گا اور اسے روایت ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ہوتا، لہذا حدیث پر اعتراض نہیں کہ تقسیم ہو کر ثواب میں کمی کیوں نہیں ہوتی، مادی چیزیں بٹ کر گھٹتی ہیں، اور میں یہ قاعدہ نہیں، بلکہ سمندر اور چتر کا پانی بھی خرچ
ہے گھٹتا نہیں، لہذا وہ حضرات بھی کہ روزہ افطار کرنے کے لئے ہیں اسے پھر کر دینا، اس لئے یہ سوال کیا: لہذا جو ایک غلام یہ ہے کہ قرن پیٹ بھرنے پر
یہ ثواب موقوف نہیں، جو چیز بھی اولاً روزہ دار کے حلق سے پہنچے آماری جائے، یہ ثواب بل جاتا ہے، بلکہ اگر چند آدمی ملکر روزہ دار کو کسی چیز سے افطار کر دیں
تو سب کو الگ الگ روزے کا ثواب ہوگا، داتا کی دین کے بہانے ہوتے ہیں، صدقہ سے اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا لہذا یعنی قرن افطار کرنے کا
ثواب تو بیان ہو چکا، روزہ دار کو سیر کر کے کھلانے کا ثواب یہ ہے، خیال ہے کہ جیسے آج دنیا میں سب کو کھانے کی سخت ضرورت ہے ایسے ہی کل میدان
محشر میں پانی کی سخت ضرورت ہوگی۔ وہاں بھوک نہ ہوگی مگر پیاس ہوگی، اللہ تعالیٰ عرض کوثر کی ایک نہر میدان محشر میں پہنچائے گا جس سے امت مصطفیٰ صلی اللہ
علیہ وسلم وہاں ہی پانی پیئے گی، اور پیاس سے امن میں رہے گی، ایک بار جس نے یہ پانی پی لیا، تو جنت میں داخل ہوگا پیاس نہ لگے گی، اللہ تعالیٰ ہم سب کو وہاں امن
عرض کا پانی نصیب کرے، پھر جنت میں پہنچ کر نہ بھوک نہ ہوگی نہ پیاس، لہذا حدیث بالکل واضح ہے، اس پر نہ تو یہ اعتراض ہے کہ محشر میں عرض کوثر کہاں، عرض تو
جنت میں ہوگا، نہ یہ اعتراض رہا کہ پیاس نہ ہونے کی انتہا جنت میں داخل ہوگا بیان کیوں فرمائی، کیا جنت میں پیچھ کر پیاس لگے گی، نہ یہ اعتراض رہا کہ کھانے کا بدلہ
پانی کیسے اس کا بدلہ تو کھانا ہی چاہئے تھا خیال رہے کہ جنت میں بھوک نہ ہوگی نہ پیاس مگر وہاں کھانا پینا سب کچھ ہوگا، لذت کے لئے ذکر
بھوک پیاس دفع کرنے کو اسی لئے وہاں میوے ہیں غلے نہیں کہ غلے بھوک دفع کرنے کو ہوتے ہیں میوہ لذت کو لے لیتے ماہ رمضان کے
تین عشرہ ہیں پہلے عشرہ میں رب تعالیٰ امونوں پر فاض رحمتیں فرماتا ہے جس میں روزہ تراویح کی بہت ہوتی ہے اور آئندہ مٹنے والی
نعمتوں کی استعداد پیدا ہوتی ہے دوسرے عشرہ میں تمام صغیرہ گنہوں کی معافی ہے جو جنہم سے آزادی کا اور جنت میں داخلہ کا سبب تسمیرے
عشرہ میں روزے داروں کے صفتی ہو جائیگا اعلان اور دہاں کے داخلہ کاویزہ (VISA) اور پاسپورٹ (PASSPORT) کی تحریر فقیر کی

شَهْرُ رَمَضَانَ أَطْلَقَ كُلُّ أَسِيرٍ وَأُعْطِيَ كُلُّ سَائِلٍ : وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْجَنَّةَ تُذْخَرُ لِرَمَضَانَ مِنْ رَأْسِ الْحَوْلِ إِلَى حَوْلِ قَابِلٍ قَالَ فَإِذَا كَانَ يَوْمٌ مِنْ رَمَضَانَ هَبَّتْ رِيحٌ تَحْتَ الْعَرْشِ مِنْ وَرَقِ الْجَنَّةِ عَلَى الْحَوَارِ الْعَيْنِ فَيَقْلُنَ

ہر قیدی کو چھوڑ دیتے تھے لہٰذا ہر جنگے کو دیتے تھے لہٰذا روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ماہ رمضان کے لئے جنت شروع سال سے اگلے سال تک سونگھ لی جاتی ہے ۳۰ فرمایا جب رمضان کا پہلا دن ہوتا ہے تو عرش کے نیچے جنت کے پتوں سے آنکھ والی حوروں پر ایک خوشگوار ہوا چلتی ہے لہٰذا تو حوروں میں عرض کرتی

اس طرح سے اس ترتیب کی وجہ سے معلوم ہوگئی اور یہ اعتراض بھی نہ رہا کہ جب پہلے دو عشروں میں رحمت و مغفرت ہو چکی، تو تیسرے عشرہ میں آگ سے آزادی کی کیا سننے، وہ تو پہلے ہی حاصل ہو چکی ہے اسلامی بادشاہ رمضان میں ہر محکمہ میں چھٹی کرتے تھے، اب بھی تمام مدارس اسلامیہ رمضان میں بند ہوتے ہیں تاکہ مدرسین کو فریحت اور طلباء کو فراغت ملے بعض امراء اس مہینہ میں نوکروں کو کام یا تو لیتے نہیں یا بہت کم لیتے ہیں مگر ان کی تنخواہ اور کھانا وغیرہ برابر دیتے رہتے ہیں، ان سب کی اصل یہ حدیث شریف ہے تم اپنے ماتحتوں، نوکروں پر مہربانی کرو، اللہ تم پر مہربانی کریگا لہٰذا حق یہ ہے کہ یہاں قیدی سے مراد وہ شخص ہے جو حق اللہ یا حق العبد میں گرفتار ہو، اور آزاد نہ ہونے سے اس کے حق ادا کر دینا یا کر دینا مراد ہے ورنہ اس زمانہ پاک میں سوائے اُن کفار کے جو غزوہ و جہاد میں قید ہو گئے ہیں، اور کسی کو قید نہ کیلے جاتا تھا، اور ایسے قیدیوں کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی رمضان میں آزاد کیا کہ اُن کو چھوڑ دینا تقہ سے خالی نہ تھا، وہ پھر جا کر مسلمانوں کے مقابل ہوتے، احسان کے نزدیک جنگ کے کفار قیدیوں کو چھوڑنا منسوخ ہے، اُن کے لئے یا قتل ہے یا غلام بنانا یا فدیہ پر چھوڑنا اِمَّا مَنَّا بَعْدُ مَنسُخٌ ہے اسکا نسخہ ہے فَاَقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ، ہاں شوافع کے ہاں آزاد کرنے کا بھی حق ہے، یہ معنی جو ہم نے عرض کئے متفق علیہ ہیں ۳۰ یوں تو سرکار ہمیشہ ہی ہر سائل کو دیتے تھے، کریم ہیں، سخی ہیں، دانا ہیں، مگر ماہ رمضان میں آپ کی سخاوت کا سمندر موجیں مارتا تھا، یہاں دو باتیں خیال میں رکھئے۔ ایک یہ کہ امیروں سے صرف مال مانگے جاتے ہیں، مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے مال، اعمال، کمال، رضائے رب ذوالجلال اور جنت نیز دوزخ سے پناہ، ایمان پر خاتمہ سب کچھ ہی مانگا جاتا ہے، حضرت ربیعہ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے جنت مانگی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم یوں تو ہمیشہ خصوصاً رمضان میں ہر سائل کو اُس کی منہ مانگی مراد دیتے تھے، دوسرے یہ کہ سرکار کی یہ بخششیں صرف اُس زمانہ سے خاص نہیں تاقیامت اُن کا دروازہ ہر فقیر کے لئے کھلا ہے، کیوں نہ ہو کہ رب تعالیٰ نے فرمایا وَ اَقِمِ الصَّلَاةَ لَئَلَّا تُكَلَّفُ سَائِلٌ فِيْهِ زَمَانٌ مِّنْ رَّمَضَانَ کی قید نہیں لہٰذا اب بھی رمضان میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر مومن کو رہائی بھی مانگنی چاہیئے اور جنت وغیرہ بھی، ہم نے عرض کیا ہے شَعْرُ

شرم قیدی، یہ جرم ہے حیاں ربائی یَا رَسُولَ اللَّهِ رَبَّائِ

ربائی کردی غرائے زوالے عطا کن زین بلا مارا ربائی

چھوڑا یا قید سے ہرنی کو تم نے مجھے بھی اس بلا سے دور رہائی

۳۰ یعنی عید الفطر کا چاند نظر آتے ہی، اگلے رمضان کے لئے جنت کی آراستگی شروع ہو جاتی ہے، اور سال بھر تک فرشتے اُسے سجاتے رہتے ہیں

يَا رِبِّ اجْعَلْ لَنَا مِنْ عِبَادِكَ اَزْوَاجًا تَقَرُّبُهُمْ اَعْيُنَنَا وَتَقْدَرُ اَعْيُنُهُمْ يَارَوِي اَلَيْهَاتِي
الْاَحَادِيثُ الثَّلَاثَةُ فِي شُعْبِ الْاِيْمَانِ : وَعَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَنْتَ قَالَ يَغْفِرُ لِمَنْ فِيهِ إِخْرَافٌ مِنْ رَمَضَانَ قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَهِيَ لَيْلَةُ الْقَدْرِ قَالَ
لَا وَلَكِنَّ الْعَامِلَ إِنَّمَا يَوْفَى أَجْرَهُ إِذَا قَضَى عَمَلَهُ رَوَاهُ أَحْمَدُ : بَابُ رُؤْيَا الْمَلَائِكَةِ
الْفَصْلُ الْأَوَّلُ : عَنْ ابْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقْصُوا مَوَاقِفَ

ہیں یا رب اپنے بندوں کو ہمارا خاندان بنانا سے ہماری آنکھیں اور ہم نے انکی آنکھیں ٹھنڈی ہوں لے یہ تینوں حدیثیں بہت سی نے شعب الایمان
میں نقل فرمائیں لے روایت ہے حضرت ابو ہریرہؓ وہ نبی کریم ﷺ سے راوی کہ آپؐ فرمایا کہ میری امت کی بخشش رمضان کی آخری رات میں
ہوتی ہے عرض کیا یا رسول اللہ کیا وہ شب قدر ہے فرمایا نہیں لیکن مزدور کو مزدوری جب ملتی ہے جب اپنا کام پورا کر لیتا ہے لے (احمد) باب مذ
دیکھنا لے پہلی فصل : روایت ہے حضرت ابن عمرؓ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ ﷺ سے کہ روزہ لے رکھو

جنت خود سبھی سبائی، پھر اور بھی زیادہ سبائی جائے، پھر سبجانے دلے فرشتے ہوں، تو کیسی سبائی جاتی ہوگی، اسکا سجاد ہمارے دم دگان سے دل رہے بعض
مسلمان رمضان میں مسجدیں سجاتے ہیں، وہاں قلمی پڑھنا کرتے ہیں، جمعہ دیاں لگاتے، روشنی کرتے ہیں، انکی اصل یہی حدیث ہے لے یعنی یہ جو عرش
شرع ہوتی ہے جنت کے درختوں، پھولوں سے معطر ہو کر حوروں پہنچتی ہے۔ مرقات نے فرمایا۔ یہ روزہ داروں کے مزکب کے اثر سے ہوتی ہے دانش اعلم
لے یعنی ہم کو ان روزے داروں کے نکاح میں ہے، کہ وہ ہمارے خاندان ہوں، ہم ان کی بیویاں نہیں بنیں خیال ہے کہ نکاح کے لئے نامزدگی تو پہلے
ہی ہو چکی ہے کہ فلاں حور فلاں کی بیوی، مگر نکاح جنت میں پہنچ کر ہو گا یا نکاح پہلے ہو چکا ہے، رخصت لینے عطا بعد قیامت ہوگی، لہذا یہ حدیث
اس آیت کے خلاف نہیں وَذَرَجْنَاهُمْ بِحُورٍ عِينٍ قَفْرٌ شُكْرًا لِّمَنْ كَفَّيْتُمْ هُنَّ اَسْمٰى لے اسی لئے بیٹے کو قرۃ العین کہتے ہیں لے یہ احادیث
بہت سی اسنادوں سے مروی ہیں، لہذا قوی ہیں، کثرت اسناد ضعیف کو قوی کر دیتی ہے (مرقات) لے یعنی رمضان کی انتیسویں
یا تیسویں رات کو روزہ داروں کی بخشش کا فرشتوں میں اعلان ہو جاتا ہے، کہ ان کے روزے، تراویح، اعتکاف، شب قدر کی عبادتیں
قبول فرمائی گئیں، اور ان کی بخشش کا فیصلہ کر دیا گیا، یہی رات بندوں کے عمل سے فراغت کی رات ہے، رب تعالیٰ کی عطا کی
رات بھی حسن اتفاق ہے کہ یہ گنگا ربنده احمد یار آج انتیسویں رمضان دوشنبہ ۱۴۰۹ھ کو یہ شرح لکھ رہا ہے، خدا کرے اس رات میں اس
گنگا رک کی معافی بھی ہوگی ہو، اور جو مسلمان بھائی میری مغفرت کی دعا کرے اللہ اس کی مغفرت فرمائے آمین۔ وَصَلَّى اللَّهُ عَلَى الْخَيْرِ خَلْقِهِ
مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ لے عربی میں تیسری شب تک کے چاند کو ہلال کہتے ہیں، ان کے بعد کی راتوں میں قمر کہا جاتا ہے، اور چودھریں
شب کے چاند کو بدر کہا جاتا ہے، آخری راتوں میں محاق، یہاں رمضان وغیرہ کی پہلی شب کا چاند مراد ہے بہت سی اسلامی عبادات
پر موقوف ہیں، اس لئے ہر مہینہ کا ہی چاند دیکھنا چاہیے، مگر خصوصیت سے شب برات، رمضان، شوال، بقرعید کا چاند ضرور دیکھنا چاہئے

کر ان سے روزے، عید، قربانی وغیرہ متعلق ہیں، اس لئے مصنف نے چاند دیکھنے کا متقبل باب باندھا ہے یعنی نہ تو مشکوک دن میں روزہ رکھو یا روزہ
مشکوک میں عید مناؤ، لہذا تیسویں شعبان کو روزہ نہ رکھو کہ شاید کل چاند ہو گیا ہو، اور تیسویں رمضان کو عید نہ مناؤ، اس شعبہ پر کہ کل شاید شوال کا
چاند ہو گیا ہو، بلکہ جب رمضان یا شوال کا چاند تقینی طور پر ہو جائے، تب روزہ یا عید مانو، اس جملہ پر بہت سے شرعی احکام مرتب ہیں، فقہاء و فرائض
ہیں کہ شک کے دن روزہ رکھنا منع ہے اس کا ماخذ یہی حدیث ہے ۷۲ یعنی تیس دن پورے کرو، کیونکہ چاند کا مہینہ ۲۹ دن تک نہیں ہوتا اور ۳۰ دن
سے زیادہ نہیں ہوتا، چاند دیکھنے کی کچھ تفصیل اگلی حدیث میں آرہی ہے ۷۳ یعنی عربی مہینہ انتیس کا بھی ہوتا ہے لیکن اگر چاند نظر نہ آئے، تو تیس کا ہوگا
اس حدیث معلوم ہوا کہ چاند میں دیکھنے کا اعتبار ہے جنسری صاحب غرہ شریعت میں بالکل غیر معتبر ہیں، جیسا کہ آگے آ رہا ہے ۷۴ یہ جلاس آیت کی تفسیر ہے فَاصْبِرْ
الْحَقُّكَ وَتَنَاصَرُ مَا هَذَا مُمْ یعنی ماہ رمضان کی گنتی پوری کرنا فرض ہے یہاں مرقاۃ نے فرمایا کہ اگر جنسری والا اپنے صاحب روزہ رکھے یا عید کرے، تو سخت
گنہگار ہوگا کیونکہ شریعت میں چاند دیکھنے کا اعتبار ہے اور اگر حساب پر عید منائے تو سخت فاسق ہوگا، اور اگر اسی حساب پر لوگوں کے روزے ترک دے، تو سب
پر کفارہ واجب ہوگا، اور اگر اس حساب پر عمل کو واجب جان کر روزہ یا عید کو فرض جانے کو کافر ہو جائے گا، کیونکہ وہ آیت مذکورہ کا بھی منکر ہوا، اور احادیث متواترہ
کا بھی ۷۵ مضمون کا فاعل سارے مسلمان ہیں، رُوئے میں ضمیر کا مرجع چاند ہے، رُوئے تیکم نہ فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ کہیں بھی چاند ہو جائے
سب مسلمانوں پر روزہ فرض ہو جائیگا بشرطیکہ انہیں چاند کا ثبوت شرعی پہنچ جائے چاند میں اختلاف مطالع کا اعتبار نہ ہوگا جیسا کہ شوافع کا
خیال ہے کہ ایک علاقہ کی روایت دوسرے علاقہ والوں کیلئے معتبر نہیں ملتے یہ حدیث ان کے خلاف ہے اور احناف کی دلیل
ہے شوافع کی دلیل حضرت عمر کا یہ فرمان لَمْ رُوَيْتُمْ دَلَّارَ دُنْيَا اس کا جواب اَلَا اَللّٰهُ اَمْرٌ عَدِثُكَ مَا تَحْتَ دِیَا جَابِیْکَا کہ وہاں شرعی
گواہی نہ ہونے کی وجہ سے یہ فرمایا مٹا بعض جہلات تیسویں رمضان کو عید کا چاند نہر کو قیام دیکھ کر سمجھتے ہیں کہ عید کا چاند نظر آگیا روزہ کھول
دو یہ غلط ہے یہاں انظار مراد کل روزہ نہ رکھنا اور عید منانا ہے نہ کہ روزہ توڑ دینا جیسا کہ اگلے جملہ سے معلوم ہو رہا ہے ۷۶ چاند مشتبہ ہونے کی
دوسری صورتیں ہیں ایک یہ کہ کہیں نظر ہی نہ آئے جنسری دالے کہتے ہوں کہ کل چاند ہو گیا دوسرے کہ اڑتے اڑتے معلوم ہو جائے کہ نلال جگہ چاند

عُمَرُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّا أُمَّةٌ مُتَمَيِّزَةٌ لَا نَكْتُبُ وَلَا نَحْسِبُ الشَّهْرَ هَكَذَا وَهَكَذَا وَهَكَذَا وَهَكَذَا وَهَكَذَا ثُمَّ قَالَ الشَّهْرُ هَكَذَا وَهَكَذَا وَهَكَذَا يَعْنِي تَمَامَ الثَّلَاثِينَ يَعْنِي مَرَّةً تِسْعًا وَخَمْسِينَ وَمَرَّةً ثَلَاثِينَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهْرٌ هَذَا عِيدٌ لَا يَفْضُلَانِ رَمَضَانَ وَذُو الْحِجَّةِ

عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگ بے پڑھی جماعت ہیں نہ لکھیں نہ حساب لگائیں اے مہینہ یا تو اتنا اتنا اور اتنا اتنا ہے تیسری بار میں انگوٹھا شریف بند کر لیا پھر فرمایا کہ مہینہ اتنا اتنا اور اتنا اتنا ہے یعنی پورے تیس دن کا یعنی اُننتیس اور کبھی تیس کا ۲۷ (مسم بخاری) روایت ہے حضرت ابوبکر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کے دو مہینہ ۳۷ کبھی کم نہیں ہوتے رمضان اور بقرعید ۲۷

ہر گیارہویں گواہی نہ پہنچے، فقیر نے ریڈیو کی خبر کے متعلق فتوے یہ دیا ہے کہ اگر ریڈیو پر کسی چاند ہونے کی خبر دی جائے تو معتبر نہیں، اور سننے والے اس خبر پر روزہ یا عید نہیں منا سکتے، لیکن اگر حکومت اسلامیہ کی قائم کردہ ہلال کمیٹی شرعی قواعد کی رو سے شرعی گواہی لے کر چاند ہو جانے کا فیصلہ کرے اور اپنے فیصلہ کا ریڈیو پر اعلان کرے تو معتبر ہے، کیونکہ پہلی صورت میں چاند کی خبر کا اعلان ہے اور اس صورت میں حاکم کے فیصلہ کا پہلا غیر مجبر دوسرا معتبر حاکم کے فیصلہ کی اطلاع تو فائیر گولہ، چراغاں وغیرہ سے کر دینا بھی جائز ہے، ریڈیو کی اطلاع تو اس سے کہیں زیادہ قوی ہے اس مسئلہ کی نہایت نفیس تحقیق ہمارے قنادے الفیمیہ میں دیکھو خیال رہے کہ فقیر کا یہ فتوے اس صورت میں ہے کہ ہلال کمیٹی کے اراکین مسائل شرعیہ سے واقف ہوں، اور گواہی وغیرہ شرعی قواعد سے حاصل کریں۔

۱۔ لفظ ام۔ اُم سے بنا بخنے اصل یا ماں انھن میں اشارہ اہل عرب کی طرف سے امی کے معنی میں ام القریٰ لینے مکہ یا حجاز والا یا بے پڑھا ہوا شخص کہ جیسے ماں کے شکم سے پیدا ہو دیے ہی ہے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو امی کہا جاتا ہے اس کی نفیس تفسیریں ہماری کتاب شان حبیب الرحمن میں ملاحظہ فرمائیے، یعنی ہم حجازی جماعت عموماً حساب کتاب نہیں کیا کرتے یا عام صحابہ بے پڑھے ہیں حساب نہیں لگاتے، مگر قیامت تک مائے مسلمان انہیں بے پڑھوں کے تالچ ہیں (مرزاۃ خیال) ہے کہ امی کے معنی بے پڑھا ہے بے علم نہیں، اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے ایسا عالم بنایا، کہ جہاں بھر کے علماء اُن کی شاگردی کریں، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بایں معنی امی ہیں کہ پیدا کنشی، عالم، عارف، معلم ہیں، صلی اللہ علیہ وسلم: شہد۔

جو فلسفیوں سے مل نہ ہوئے اور نکتہ دروں سے کھل نہ سکے وہ رازِ اک اُتی بقیٰ نے سمجھائیے چند اشاروں میں

اس حدیث سے جرحہ معلوم ہوا کہ چاند میں حساب، جنتری، چاند کی رفتار کا قیاس، چاند کا چھوٹا بڑا ہونا، اٹھائیس تاریخ کو نظر نہ آنا وغیرہ کچھ بھی مجرب نہیں، ہر حرف روایت کا اعتبار ہے، اگر اُننتیس کو رویت نہ ہو تو تیس دن پورے کرنا لازم ہیں ۱۔ سبحان اللہ ان پاک اشاروں پر ہماری جانیں فلاہوں، دو اشاروں میں ہزار مسائل حل فرما دیے، اس اشارہ فرمانے سے اشارۃ معلوم ہوا کہ حدود و قصاص کے سوا باقی اکثر احکام شرعیہ میں، اشارہ معتبر ہے، اگر کوئی اپنی بیوی کو تین انگلیاں دکھا کر کہے، تجھے اتنی طلاقیں، تو تین طلاقیں واقع ہوں گی، اگر حاکم کے سامنے کوئی

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَتَقَدَّ مَنْ أَحَدُكُمْ رَمَضَانَ بِصَوْمٍ يَوْمٍ أَوْ يَوْمَيْنِ إِلَّا أَنْ يَكُونَ رَجُلٌ كَانَ يَصُومُ صَوْمًا فَلَيْسَ مِنْ ذَلِكَ الْيَوْمُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۚ الْفَصْلُ الثَّانِي ۚ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا انْتَصَفَ شَعْبَانَ فَلَا تَصُومُوا رَوْاحَةَ الْبُودَا وَدَوَالِ التَّرْمِذِيِّ

مسلم بخاری اور ابی ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے کوئی رمضان سے پہلے ایک یا دو دن پہلے روزہ رکھے لے گزراں جو کوئی روزہ رکھتا ہو تو اس دن روزہ نہ رکھے لے (مسلم بخاری) دوسری فصل (روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب ماہ شعبان آدھا گز جائے تو روزہ نہ رکھو لے (ابوداؤد) ترمذی

دوسرے انگلیاں دکھا کر کہے، پھر پرغلاں کے اتنے روپے قرض ہیں تو دس روپے کا اقرار ہوگا اگر کسی عورت کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ تیرا نکاح اس سے کرتا ہوں، تو نکاح ہو جائے گا وغیرہ وغیرہ، اسی طرح گونگا اشاروں سے نکاح، طلاق وغیرہ کر سکتا ہے ۳ رمضان اور بقرعید جو کہ رمضان عید الفطر کا پیش خیمہ ہے یا اس کی ہر ساعت خوشی و مسرت کی ہے اس لئے اسے بھی ماہ عید کہہ دیا گیا، یا تنفیثاً تنبیہ کر دیا گیا، جیسے چاند موسم کو قرین کہہ دیتے ہیں، اور حضرت ابو بکر و عمر کو عمر بن ۳ لے بعض نے اسکا مطلب یہ سمجھا ہے کہ ایک سال میں ماہ رمضان و بقرعید دونوں انتیس کے نہیں ہوتے، یا دونوں تیس کے ہوں گے یا ایک انتیس کا، دوسرا تیس کا۔ مگر یہ غلط ہے، مشاہدہ کے خلاف ہے بعض نے فرمایا کہ اکثر یہ قاعدہ ہے مگر یہ بھی غلط ہے، مرقعات نے فرمایا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کل نور رمضان کے روزے رکھے، جن میں دو تیسے تھے باقی سات اُنتیسے اب بھی بہت دفعہ رمضان و بقرعید دونوں اُنتیسے ہو جاتے ہیں، لہذا یہاں کمی سے مراد ثواب و اجر کی کمی ہے، نہ کہ تعداد ایم کی کمی یعنی رمضان و بقرعید اُنتیس کے ہوں یا تیس کے، ثواب عمل برابر ہی ملے گا یعنی اُنتیس کا ثواب تیس کے برابر، یا بقرعید کے پہلے عشرہ کی نیکیوں کا ثواب رمضان کے پہلے عشرہ کی نیکیوں کے برابر ہے، نہ یہ کم نہ وہ و اللہ اعلم ۴

۱۔ یعنی رمضان کے چاند سے ایک دو دن پہلے نفی روزے نہ رکھے تاکہ نفل و فرض مخلوط نہ ہو جائیں، جیسے فرض نماز سے ملا کر نفل نہ پڑھے بلکہ وقفہ کر کے جگہ تبدیل کر کے پڑھے یا اس لئے نہ ملائے، تاکہ لوگوں کو رمضان کا چاند ہونے کا شبہ نہ ہو جائے، لوگ سمجھیں کہ شاید اس نے چاند دیکھ لیا ہے یہ ممانعت منزیہی ہے، وہ بھی حرام کے لئے، خاص علماء اگر روزہ رکھ لیں، اور کسی پر ظاہر نہ کریں، تو درست ہے، لہذا یہ حدیث اُن احادیث کے خلاف نہیں، جن میں ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم شعبان کے روزے ماہ رمضان سے ملا دیتے تھے (لمعات و مرقعات) اس سے معلوم ہوا کہ قضاء اور نذر کے روزے ان دنوں میں رکھنا بلا کراہت جائز ہے ۲۔ یعنی اگر کسی مسلمان کی عادت ہے کہ ہر سو موار یا ہر جمعرات یا جمعہ کو نفل روزہ رکھا کرتا ہے، اور اتفاقاتاً انتیسویں شعبان اسی دن آئی، تو اسے بلا کراہت یہ نفلی روزہ رکھ لینا جائز ہے کہ یہ شک کے دن کا روزہ نہیں، بلکہ اپنی عادت کے دن کا روزہ ہے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی خاص دن میں ہمیشہ روزہ رکھنا یا نوافل پڑھنا یا خیرات کرنا جائز ہے، نہ یہ تعین حرام ہے، اور نہ یہ تقرر مکروہ، لہذا ہر ماہ کی بارہویں میلاد شریف کرنا، گیارہویں تا بیس کو غوث پاک کی فاسخ

وَابْنُ مَاجَةَ وَالْدَّارِمِيُّ : وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْصُوا هَلَالَ
شُعْبَانَ لِمَضَانَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ : وَعَنْ أُقْرِسْمَةَ قَالَتْ مَا لَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يَصُومُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ إِلَّا شُعْبَانَ وَرَمَضَانَ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ
وَابْنُ مَاجَةَ : وَعَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ قَالَ مَنْ صَامَ الْيَوْمَ الَّذِي يُشَكُّ فِيهِ فَقَدْ عَصَى أَبَا
الْقَاسِمِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالْدَّارِمِيُّ

ابن ماجہ، دارمی، روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے لئے شعبان کے چاند کا حساب کھولے ترمذی روایت
ہے حضرت امام سلمہ سے فرماتے ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو متواتر دو ماہ روزے رکھتے نہ دیکھا سوائے شعبان ورمضان کے لے راہ ابو داؤد
ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، روایت ہے حضرت عمار بن یاسر سے فرماتے ہیں جو شک کے دن روزہ رکھے اُس نے ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی
کی لے راہ ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، دارمی لے

کرنا اس میں نواقض پڑھنا، ختم قرآن کرنا، صدقہ و خیرات کرنا، عبادت اور باعث ثواب ہے اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو کہتے ہیں، کہ لغوی عبادات میں
مقرر کرنا حرام ہے، خود ان بزرگوں کے ہاں دینی مدارس کی تعطیلات و امتحانات مقرر دنوں میں ہوتے ہیں لے یہ ممانعت ان کمزور لوگوں
کے لئے ہے، جو اس زمانہ میں نفلی روزے رکھ کر رمضان کے روزوں پر قادر نہ رہیں، یا ان سے بہت تکلیف اٹھائیں یا ان لوگوں کے لئے جو شروع شعبان میں
تور روزے نہ رکھیں، پندرہویں شعبان کے بعد بلا وجہ مسلسل روزے شروع کر دیں لہذا یہ حدیث ان احادیث خلاف نہیں جن میں وارد ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
سائے ماہ شعبان کے روزے رکھتے تھے، و مرقات نے فرمایا کہ یہ ممانعت تنزیہی ہے، اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل بیان بواز کے لئے ۔
لے اس طرح کہ شعبان کا چاند بہت تحقیق سے دیکھو، اور اس کے دن گنتے رہو، تاکہ رمضان کا آنا یقین سے معلوم ہو، فقہاء و فرائض میں کہ شعبان
کا چاند دیکھنا بھی ضروری ہے رمضان کے لئے ۔ اس مسئلہ کا ماخذ یہ حدیث ہے لے ظاہر یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سائے ہی شعبان
کے اکثر روزے رکھتے تھے، تھے کہ آستیسویں یا تیسویں شعبان کے بھی اس کی ممانعت کی توجہیں پہلے کی جا چکی ہیں کہ کمزوروں کے لئے پندرہویں
شعبان کے بعد روزے مناسب نہیں، قوت والوں کے لئے مناسب ہیں بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم شعبان میں
روزے زیادہ رکھتے تھے، اور افطار کم فرماتے تھے، یعنی کبھی وہ عمل فرماتے تھے اور کبھی یہ لہذا احادیث میں تعارض نہیں : لے اس نافرمانی
کی تین صورتیں ہیں، ایک یہ کہ سائے شعبان میں کبھی روزے نہ رکھے، صرف شک کے دن، بلا وجہ نفلی روزہ رکھے : دوسرے یہ کہ شک کے
دن رمضان کی نیت سے فرضی روزہ رکھے، تیسرے یہ کہ اس روزہ میں متر و نیت کرے کہ آج اگر رمضان کی پہلی ہے، تو یہ روزہ فرضی ہے
اور اگر شعبان کی تیسویں ہے، تو یہ روزہ نفلی ہے یہ تینوں صورتیں ممنوع ہیں، دوسری صورت زیادہ بری کہ اسمیں ہل کتاب سے مشابہت ہے لہذا
یہ حدیث گزشتہ حدیث اباحت کے خلاف نہیں : مرقات میں ہے کہ امام یوسف رحمۃ اللہ علیہ شوال کے چھ روزوں کا رمضان سے ملانا عوام کے لئے

وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنِّي سَأَيْتُ
الْهِلَالَ يَعْني هِلَالَ رَمَضَانَ فَقَالَ أَتَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ قَالَ نَعَمْ قَالَ أَتَشْهَدُ
أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ قَالَ نَعَمْ قَالَ يَا بَلَاءُ أَذِنَ فِي النَّاسِ أَنْ يَصُومُوا غَدًا أَوْ لَا أَبُو
دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ تَدَاءَ الْمَنَاسُ
الْهِلَالَ فَأَخْبَرْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي رَأَيْتُهُ فَصَامَ وَأَمَرَ النَّاسَ بِصِيَامِهِ

روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں ایک بدوی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر ہلا کہ میں نے چاند دیکھا ہے لیکن رمضان کا چاند ہے
حضور نے فرمایا کیا تو یہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں بولا ہاں فرمایا کیا یہ بھی گواہی دیتا ہے کہ حضرت محمد اللہ کے رسول ہیں بولا ہاں تو فرمایا
ہاں لوگوں میں علان کر دو کہ کل روزہ رکھیں صبح رابوہ واد ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، دارمی اور ابویہ سے روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ لوگوں نے چاند دیکھنے
کی کوشش کی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ میں نے چاند دیکھا اور روزہ رکھا اور لوگوں کو روزے کو حکم دیا کہ

نا پسند کرتے تھے ترمذی نے اس حدیث کو حرم صحیح فرمایا اور بخاری نے اسے تعلیقاً روایت کیا، حاکم نے اسے بشرطہ شیعین بتایا، طبرانی نے حضرت ابن عباس سے موقوفاً روایت
کیا، مؤلف کہ یہ حدیث صحیح ہے جن لوگوں نے اسے موقوف بتایا انہوں نے سخت غلطی کی، خیال ہے کہ ترمذی وغیرہ میں اصل حدیث یوں ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
زفر فرماتے ہیں، کہ ہم شگ کے دن حضرت عمار ابن یاسر کے پاس تھے، آپ کی خدمت میں بٹنی بکری لائی گئی، بعض لوگ پیچھے ہٹ گئے، تب آپ
نے فرمایا ہر اس دن روزہ رکھے اس نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی، اس قسم کی موقوف حدیثیں مرفوع کے حکم میں ہوتی ہیں۔
اس لیے اس نے نہ تو اپنے ساتھ کوئی اور گواہ پیش کیا اور نہ گواہی کے الفاظ ادا کئے، اس سے معلوم ہوا کہ اس چاند میں خبر کا فی موقی ہے صلی اللہ علیہ وسلم نے
میں چونکہ اسلام میں فرماتے نہ بنے تھے، مرت کلمہ طیبہ پڑھ لینا مسلمان ہونے کے لئے کافی تھا، نیز کلمہ طیبہ پڑھنا تمام عقائد اسلامیہ مان لینے کی دلیل
تھا، اس لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے یہ دو اقرار کرائے، اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ رمضان کے چاند میں مسلمان
کی خبر معتبر ہے نہ کہ کافر کی، دوسرے یہ کہ کسی بات کے جواب میں ہاں کہہ دینا بھی اقرار ہوتا ہے، اس سے اقرار نکاح حلال کے بہت سے ساقی
مستنبط ہونگے، مثلاً کسی نے پوچھا کیا تو نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی، اس نے کہا ہاں، طلاق ہو گئی وغیرہ البتہ حدود و قصاص میں اقرار
کے مرتبہ الفاظ بولنے ضروری ہیں، وہاں فقط ہاں کافی نہیں، کیونکہ یہ چیزیں شبہات سے ختم ہو جاتی ہیں، فقیر نے حدیث کی جو شرح عرض کی، اس
سے معلوم ہو گیا کہ اب مرزا یوں وغیرہ ترمذی کا فقط کلمہ پڑھ لینا اسلام کے لئے کافی نہیں، خود زمانہ نبوی میں صلی اللہ علیہ وسلم (منافقوں
کا کلمہ پڑھنا ان کے اسلام کے لئے کافی نہ تھا، لہذا یہ حدیث نہ تو قرآن کریم کی اس آیت غلام ہے وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ كَذِبُونَ
اور زمانہ احادیث کے مخالف جن میں فرمایا گیا کہ آئندہ زمانے میں لوگ قرآن اور نمازیں پڑھیں گے مگر اسلام سے دور ہونگے صلی اللہ علیہ وسلم
فرماتے ہیں کہ اگر انیسویں شعبان کو مطلع صاف نہ ہو، تو ایک عادل مسلمان کی خبر سے رمضان کے چاند کا ثبوت ہو جائے گا، ان کا ماخذ یہ حدیث

رَوَاةُ أَبُو دَاوُدَ وَاللَّاحِظُ: الْفَصْلُ الثَّالِثُ: عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَحَفَّظُ مِنْ شَعْبَانَ مَا لَا يَتَحَفَّظُ مِنْ غَيْرِهِ ثُمَّ يَصُومُ لِرُبُوعِ رَمَضَانَ فَإِنْ غَمَّ عَلَيْهِ عَدَا ثَلَاثِينَ يَوْمًا ثُمَّ صَامَ رَوَاةُ أَبُو دَاوُدَ: وَعَنْ أَبِي الْبُخْتَرِيِّ قَالَ خَرَجْنَا لِلْعُمَرَاءِ فَلَمَّا نَزَلْنَا بَطْنِ نَخْلَةٍ تَدْرَأُنَا الْإِهْلَالَ فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ هُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ هُوَ ابْنُ كِلْتَايْنِ فَلَقِينَا ابْنَ عَبَّاسٍ فَقُلْنَا إِنَّا مَرَأَيْنَا الْإِهْلَالَ فَقَالَ بَعْضُ

راہد اودو، دارمی، تیسری فصل زوایت ہے حضرت عائشہ سے فرمائی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماہ شعبان کی اتنی نگرانی فرماتے تھے جتنی بدرہم ہینہ کی نہ کرتے تھے لہ پھر رمضان کا چاند دیکھ کر روزہ رکھتے تھے پھر اگر مشتبہ ہو جاتا ہے تو تیس دن پوسے کرتے پھر روزہ رکھتے (ابوداؤد) روایت ہے حضرت ابو البختری سے کہ فرماتے ہیں ہم عمرو کے لئے روانہ ہوئے جب بطن نخلہ میں ترے کہ تو ہم چاند دیکھنے جمع ہوئے ۵۰ بعض تو نے کہا کہ یہ تیسری رات کا ہے اور بعض نے کہا دوسری رات کا ہے لہ پھر حضرت ابن عباس سے ہم نے عرض کیا کہ ہم نے چاند دیکھا ہے تو بعض نے کہا ہے ۔

ہے اس حدیث سے اشارہ معلوم ہوا کہ اسے صحابہ و اہل بیت کی روایت سے اس سے کلمہ کا اقرار کرنا اعمال کی تحقیق نہ فرمائی۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ رمضان کے روزے کی نیت دن میں بھی ہو سکتی ہے رات سے نیت کرنا ضروری نہیں لہ یعنی انتیسویں شعبان کو مطلع صاف نہ تھا، لوگوں نے چاند دیکھنے کی کوشش کی، کسی کو نظر نہ آیا صرف میں نے دیکھ دیا، اور صرف میری خبر پر حضور نور صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ کا حکم دے دیا، خیال ہے کہ حضرت امام شافعی کے ہاں رمضان کے چاند میں جبکہ مطلع صاف نہ ہو وہ شخصوں کی گواہی ضروری ہے، مگر یہ حدیث ان کے اس فرمان کے خلاف ہیں، اس لئے اکثر شوافع اس حدیث پر فتوے دیکر صرف ایک سلمان کی خبر مبرا تے ہیں، ہمارے امام اعظمؒ کے ہاں عرف ایک عادل کی خبر کافی ہے، اور اگر مطلع صاف ہو تو بڑی جماعت کی گواہی چاند کا ثبوت ہوگا عید کے چاند میں اگر مطلع صاف نہ ہو تو دو کی گواہی ضروری ہے، اور اگر صاف ہو تو بڑی جماعت کی گواہی درکار ہے، کیونکہ رمضان کے چاند پر صرف شرعی احکام مرتب ہوتے ہیں، جن میں ایک کی خبر کافی ہوتی ہے، مگر عید کے چاند سے بندوں کے حقوق وابستہ ہیں، لہذا یہاں دو کی گواہی ضروری ہوئی، بڑی جماعت میں اختلاف ہے، امام یوسفؒ کے ہاں سچاس آدمی بڑی جماعت ہیں، بعض کے ہاں تعداد مقرر نہیں، اتنے لوگوں کی گواہی ضروری ہے جن سے چاند کا گمان غالب ہو جائے۔ لہ اس طرح کہ شعبان کا چاند بہت اہتمام سے دیکھتے تھے، پھر اس کے دن کی شمار رکھتے تھے، کیونکہ اس پر ماہ رمضان کا دار و مدار ہے، بقرعید کے چاند پر بھی اگر چرچ وغیرہ کا دار و مدار ہے، مگر چرچ ہر سال ہر شخص نہیں کرتا، اور نماز بقرعید و قربانی چاند سے دس دن بعد ہوتی ہے جس میں چاند کا پتہ لگ جاتا ہے، رمضان میں چاند ہوتے ہی ہر شخص روزے رکھتا ہے، لہذا اس کے چاند کا اہتمام زیادہ چاہیئے لہ یعنی اگر رمضان کا چاند خود بھی نہ ملا فرماتے اور نہ شرعی ثبوت پاتے، تو تیس دن شعبان کے پوسے فرماتے لہ ان کا نام سعید ابن فیروز ہے، تابعین میں سے ہیں، کوئی ہیں۔ آدمی ٹھیک تھے، مائل بد و فض تھے، ان کی سمعی حدیثیں منقول ہیں دوسری سنیں (مرقات وغیرہ) کہ بطن نخلہ مکہ معظمہ مشرق کی جانب طائف کے راستہ پر واقع ہے مشہور نزل ہے۔ اب اسے منہیق کہتے ہیں کہ میدان میں جمع ہو کر ایک دوسرے کو دکھانے لگے کہ وہ ہے چاند

الْقَوْمِ هَؤُلَاءِ ثَلَاثٌ وَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ هَؤُلَاءِ لَيْلَتَيْنِ فَقَالَ أَيُّ لَيْلَةٍ رَأَيْتُمُوهُ قُلْنَا لَيْلَةُ كَذَا وَكَذَا فَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَدَّاهُ لِلرُّؤْيَى فَمُؤَلِّقَةٌ رَأَيْتُمُوهُ وَفِي رِوَايَةٍ عَنْهُ قَالَ أَهْلَلْنَا رَمَضَانَ وَنَحْنُ بِذَاتِ عِدَّتِي فَأَرْسَلْنَا رَجُلًا إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ يَسْأَلُهُ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَدْ أَمَدَّاهُ لِلرُّؤْيَى فَإِنْ أُغْبِيَ عَلَيْكُمْ فَأَكْمِلُوا الْعِدَّةَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ: بَابُ: الْفَصْلِ الْأَوَّلِ: عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَسَحَرُوا فَإِنْ فِي السَّحَرِ بَرَكَةٌ مُتَّفَقٌ

تیسری رات کا ہے اور بعض نے کہا دوسری رات کا ہے تو آپ نے فرمایا تم نے کس رات دیکھا ہے ہم نے عرض کیا فلاں رات تھے تو فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند کا مدت دیکھنے تک کی رکھی لہذا وہ اسی رات کہتے تھے تم نے دیکھا ہے انہی سے ایک روایت ہے کہ ہم نے رمضان کا چاند دیکھا جب ہم ذات غرق میں تھے تھے تو ہم نے حضرت ابن عباس کے پاس ایک شخص سے پوچھا پوچھنے بھیجا حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے چاند کا مدت دیکھنے تک رکھی تو اگر تم پر شبہ ہو جائے تو تیس دن کی گنتی پوری کر دو کہ مسلم / باب ۱۱۷ پہلی فصل روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سحری کھاؤ کہہ سحری کھانے میں برکت ہے (مسلم بخاری)

خیال ہے کہ چاند کی طرف اشارہ کرنا دکھانے کیلئے جائز ہے بلا ضرورت مکرر کہ فعل کفار ہے (مرقات و شامی) لہٰذا چاند اونچا اور بڑا تھا اسلئے بعض نے کہا دوسری شب کا ہے بعض نے کہا تیسری شب کا ہے ایسے کسی کسی کا کل ہو چکا ہے کسی کسی کا پورے ہو چکا ہے یہ چاند رمضان کا تھا، یہ حضرت شعبان کے آخر میں عمرہ کرنے گئے تھے۔ لہٰذا چاند نے چاند اپنا اندازہ نہ بتاؤ، اپنی رویت کی خبر دو کہ تم میں سے کس نے اس سے پہلے کب دیکھا تھا، کل یا پورے تھے چاند نے حضرت ابن عباس کے فرلے پر اب ہم نے دیکھنے کی رات بتائی کہ مثلاً کل دیکھا تھا لہٰذا چاند میں چھوٹا بڑا ہونے یا اونچا ہونے کا اعتبار نہیں، دیکھنے کا اعتبار ہے۔ اس سے وہ لوگ عبرت و نصیحت پکڑیں کہ صرف جنسری یا اخبار میں لکھی ہوئی تاریخ دیکھ کر یا چاند کی بڑائی دیکھ کر جھگڑتے ہیں لہٰذا ذات غرق عراق والوں کا میقات ہے جہاں یہ لوگ احرام باندھتے ہیں طائف کے راستہ پر واقع ہے، اب اس کا نام سنل ہے، لاری بسوں کا مشہور ڈھ ہے، فقیر وہاں سے گزرا ہے، عراق سے مکہ معظمہ جاتے ہوئے بھی اور مکہ معظمہ سے طائف آتے جاتے بھی بڑے عمرہ کا احرام یہاں سے ہی باندھا جاتا ہے، یہاں کا پانی بہت لذیذ اور باضمیم ہے لہٰذا حضرت عبداللہ ابن عباس کا قیام طائف میں تھا، وہاں ہی آپ کا مزار پر افواہ ہے و فقیر نے زیارت کی ہے۔ غالباً ان حضرات نے طائف پہنچ کر ان سے یہ مسئلہ پوچھا ہوگا: جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ شعبان کی مدت رمضان کا چاند دیکھنے تک ہے حساب وغیرہ کا اعتبار نہیں، مرنات نے فرمایا کہ یہاں لیلۃ فرمانے سے اشارۃ معلوم ہوا، کہ اگر دن میں زوال کے بعد رمضان یا عید کا چاند نظر آجائے مگر بغروب آفتاب نظر نہ آئے، تو اس دیکھنے کا کوئی اعتبار نہیں۔ آفتاب ڈوبنے کے بعد کہ رویت کا اعتبار ہے واللہ اعلم لہٰذا چونکہ اس باب میں دوزے کے متعلق مختلف احادیث لائیں گے، اس لئے اس باب کا کوئی ترجمہ مقرر نہ فرمایا بعض نسخوں میں باب السحور وغیرہ ہے مگر صحیح یہ ہی ہے کہ یہ باب بخیر ترجمہ کے

عَلَيْهِ وَعَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلْ مَا بَيْنَ صِيَامِنَا وَصِيَامِ أَهْلِ الْكِتَابِ أَكَلْتُ السَّعْدِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ سَهْلِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا عَجَّلُوا الْفُطْرَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ عُمَرَ

روایت ہے حضرت عمرو بن عاص سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہائے اور اہل کتاب کے روزوں میں فرق سحری کے چند لمحے ہیں اے سلم روایت حضرت سہل سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ لوگ بھلائی میں ہیں جب تک نماز جلدی کرتے رہیں گے سلم بخاری روایت حضرت عمر سے

ہے محکم استجابی ہے نہ کہ وجوبی، کیونکہ روزہ کے لئے سحری مستحب ہے، واجب یا فرض نہیں، صبح سے پہلے کے وقت کو سحر کہتے ہیں، اور اس وقت کے کھانے یا پینے کو سحری یعنی آخرات کی غذا، سحری کا وقت آدھی رات سے شروع ہو جاتا ہے، مگر سنت یہ ہے کہ رات کے آخری چھ حصے میں کھائی جائے ۷ صومرین کے پیش سے بھی ہے اور ذریرے بھی، مگر ذریرے زیادہ فصیح ہے بعض نے فرمایا کہ صومرین کے پیش سے سحری کھانا، اور سین کے ذریرے اس وقت کی غذا (مرقات و اشعر) سحری کا کھانا مبارک ہے، اور اس کھانے کے استعمال میں برکت ہے، کیونکہ یہ سنت ہے اور سنت مبارک ہے، نیز اس کھانے سے روزے میں مدد ملتی ہے، نیز اس کھانے کی وجہ سے مسلمانوں اور عیسائیوں و کفار کے روزوں میں فرق ہو جاتا ہے خیال ہے کہ علماء سے روشنائی، دوسری میں قدرے آرام کرنا، روزوں میں سحری کھانا سب مبارک ہیں کہ ان کا تعلق عبادات سے ہے جب عبادت کے تعلق سے عادت مبارک بن جاتی ہے، تو دنیا دین ہو جاتی ہے، تو حضرات انبیاء و اولیاء سے جس چیز کو نسبت ہو جائے، وہ بھی یقیناً مبارک ہو جاتی ہے، دیکھو شب قدر مبارک، ماہ رمضان مبارک ہے، کیونکہ انہیں عبادتوں سے تعلق ہے، علیہ السلام نے اپنے متعلق فرمایا تھا وَجَعَلَنِي مُبَارَكًا مِّمَّا كُنْتُ مَبْرُكًا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى سَائِرِ الْمُرْسَلِينَ اور ان کی طرف منسوب چیزیں ان کی وجہ سے مبارک نہ لے مگر اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى سَائِرِ الْمُرْسَلِينَ اور الف کے ذریرے بجھے کھانا یعنی سحری کے ذلے یا سحری کھانا مسلمانوں اور اہل کتاب کے روزوں میں فرق کا باعث ہیں، کیونکہ ان کے اہل رات کو سونے کے بعد کھانا حرام ہو جاتا ہے، اسلام میں بھی پہلے ہی حکم تھا اب پڑھنے تک کھانا پینا حلال کر دیا گیا، سحری کھانے میں اللہ کی دعوت کا قبول کرنا ہے اور اس کی اس نعمت کا شکریہ ادا کرنا ہے اس جانب اشارہ ہے کہ سحری تھوڑی کھانا بہتر ہے، اتنی زیادہ کہ دوسرے تک کھٹی ڈکاریں آئیں بہتر نہیں لے افطار جلدی کرنے کی دوسورتیں ہیں، ایک یہ کہ افطار نماز مغرب سے پہلے کیا جائے، نماز پہلے پڑھ لینا بعد میں افطار کرنا اس حدیث کے خلاف ہے (مرقات) دوسرے یہ کہ آفتاب ڈوبنے کا یقین ہو جانے پر افطار کر لیا جائے، پھر دیر نہ لگائی جائے، خیال ہے کہ افطار کے وقت بھی تین ہیں، وقت مستحب، وقت مباح اور وقت مکروہ، وقت مستحب تو وہ ہے جو ابھی عرض کیا گیا کہ سورج کا آخری کنارہ چھپتے ہی روزہ افطار لیا جائے، وقت مباح تاسے گتھے سے کچھ پہلے تک دیر لگانا اور تاسے گتھے جانے پر افطار کرنا مکروہ اس کراہت کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت یہودی روزہ افطار کرتے ہیں اس میں اُن سے مشابہت ہے، اور جلدی افطار کرنے میں اپنے عمر بندگی کا افطار بھی ہے، اور اللہ کی دی ہوئی اجازت کا جلدی قبول کرنا بھی (مرقات) اسی مرقات میں ہے کہ بعض علماء نے فرمایا، نفس پر مشقت ڈالنے اور معرب و عشاء کو ملانے کے لئے دیر سے افطار کرنا بہتر ہے، مگر یہ غلط ہے کیونکہ

قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَقْبَلَ اللَّيْلُ مِنْ ههنا وَادْبَرَ النَّهَارُ مِنْ ههنا وَغَرَبَتِ الشَّمْسُ فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوُصَالِ فِي الصَّوْمِ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ إِنَّكَ تَوَاصِلُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ وَأَيُّكُمْ مِثْلِي نِيَّ آيِتٌ يُطْعِمُنِي رَبِّي وَيَسْقِيُنِي مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۝ الْفَصْلُ

فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب رات ادھر سے اُجھائے اور دن ادھر سے چلا جائے اے اور سورج ڈوب جائے تو روزہ دار افطار کرے اے وسلم بخاری روایت حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزے میں وصال کرنے سے منع فرمایا اے حضور کسی شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے وصال کرتے ہیں کہ فرمایا آپ مجھ سے کون ہے میں نے عرض کیا کہ میں نے سنا ہے کہ میرا رب مجھے کھانا پلاتا ہے اے وسلم بخاری الفصل

سُنَّتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور اس کی مخالفت گمراہی ہمیشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام افطار میں جلدی اور سحری میں دیر کرتے تھے نفس کشی کے لئے سُنَّتِ کی مخالفت نہ کرو کہ یہ نفس کشی نہیں بلکہ رہبانیت ہے، ہماری نفس کشی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں ہے اے پیٹے ادھر سے سمت مغرب مراد ہے اور دوسرے ادھر سے سمت مشرق مراد، چونکہ مغرب کی طرف سیاہی پہلے نمودار ہوتی ہے اور سورج کا آخری کنارہ پیچھے ڈوبتا ہے، اس لئے اس سید الفضا صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کے آنے کا ذکر پہلے فرمایا، دن کے جانے سے مراد سورج کا آخری کنارہ ڈوب جانا ہے نہ کہ سرخی غائب ہو جانا کیونکہ سرخی غائب ہونے پر تو صاحبین کے ہاں وقت عشاء آجاتا ہے اسی لئے اگلا جملہ ارشاد ہو رہا ہے اے اس جملہ نے دن جانے کی شرح فرمادی یعنی سورج چھٹے ہی روزہ افطار و اب نفس کشی کے بہانے یا وہمیات کی اتباع نہ کرو، اب غزا و غم و دن ہونے کا شبہ کرنا شک نہیں بلکہ دہم ہے اے روزہ کا وصال یہ ہے کہ شب کو بغیر افطار کے، بغیر کچھ کھائے پیئے دوسرا روزہ رکھ لیا جائے، حتیٰ یہ ہے، کہ یہ وصال ہمارے لئے مکروہ تحریمی ہے، اور یہاں ممانعت حرمت کی ہے، اس ممانعت میں صدمہ حکمتیں ہیں، وصال سے جسم بہت کمزور ہو جاتا ہے وصال سے دوسری عبادتیں بھاری پڑ جاتی ہیں، وصال میں جریوں، سادھوؤں کی مشابہت ہے، وصال ساری اُمت کے لئے ناجائز ہے خواہ اولیاء ہوں یا دیگر طبقہ کے لوگ اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صرف ایک دن کا نہیں بلکہ متواتر کئی کئی روز کا وصال فرماتے تھے کہ مسلسل روزے پر روزے یاد رکھتے تھے، اس لئے سائل کو شبہ ہوا کہ وصال تو سُنَّتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہونا چاہیے، منع کیوں ہے اے یا استغفار انکار ہی ہے، اور ایچھو میں صحابہ اور تمام انسانوں سے خطاب ہے یعنی تم میں مجھ جیسا کوئی نہیں، جب صحابہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل نہ ہو سکے اور کسی کا کیا منہ ہے جو ان سے ہم سحری کا دھڑلے کرے، ہمارا عقیدہ تو یہ ہے، شہد۔۔

سبت خود بگت کردم و لب منفعیلم زان کہ نسبت بگ کوئے تو شد بے ادبی ست

رب تعالیٰ کے فرمان قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ میں خالص بشریت میں تشبیہ ہے جس میں الوہیت کا غلط نہ ہو لینے میں نہ ہادی طرح خالص بشر ہوں نہ خدا و خدا کا صاحبی، پھر میری بشریت سے نبوت کا غلط ہوا ہے یوحنا آئی نے بیان کیا لہذا یہ حدیث قرآن کی اس آیت کے خلاف نہیں، نام جہان کے اولیاء ایک مہمان کی مثل نہیں ہو سکے جس نے ایمانی نگاہ سے ان کا چہرہ ایک آن دیکھا ان کی ذات تو بہت اعلیٰ ہے اے عہدے اس کھلانے پلانے

الثَّانِي عَنْ حَفْصَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَمْ يَجْمَعْ الصِّيَامَ قَبْلَ الْفَجْرِ فَلَا صِيَامَ لَهُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَالتَّسَائِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَقَالَ أَبُو دَاوُدَ

دوسری روایت ہے حضرت حفصہ سے فرمائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو فجر سے پہلے روزہ کا ارادہ نہ کرے اس کے روزے نہیں ہوتے (ترمذی، ابوداؤد، نسائی، دارمی) ابوداؤد فرمایا کہ

کی بہت توجہیں کی ہیں، بعض نے کہا کہ اس سے قوت برداشت مراد ہے، بعض نے فرمایا کہ اس سے روحانی غذا میں مراد ہیں، بعض نے فرمایا کہ اس سے معنوی فیضان اور مناجات کی لذتیں مراد ہیں، بعض نے فرمایا کہ اس سے بھوک پیاس کا نہ موتا مراد ہے وغیرہ، مگر حضرت عشق کا فتوے یہ ہے کہ حدیث اپنے بالکل ظاہری معنی پر ہے، اور اس میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے رب تعالیٰ کی تین نعمتوں کا ذکر فرمایا، ایک یہ کہ تم سب اپنے بیوی بچوں کے پاس رات گزارتے ہو اور میں اپنے رب کے پاس، شجرہ

فرشی وبراوج عرش منزل امی و کتاب خانہ درود

امی و دقیقتہ دان عالم بے سایہ و سائبان عالم

دوسرے یہ کہ میں رب تعالیٰ کے پاس رہ کر خود نہیں کھانا پیتا بلکہ مجھے رب تعالیٰ کھانا پلاتا ہے، کھلانے والا اس کا دستِ کرم، کھانے والا میں تیسرے یہ کہ رب تعالیٰ مجھے وہ روزی کھاتا پلاتا ہے جس سے نہ روزہ ٹوٹے، نہ روزوں کا تسلسل جائے یعنی جنت کے میوے اور سیبیل تسنیم وغیرہ کے شربت، اس جملہ سے چند مسئلے معلوم ہوئے (۱) ایک یہ کہ کوئی شخص کسی درجہ پر پہنچ کر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل نہیں ہو سکتا، جب انسان کو ناطق کی قید نے تمام حیوانات سے ذاتی امتیاز دے دیا، تو نبوت اور وحی کی صفتوں نے بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انسانوں سے ذاتی امتیاز کر دیا (۲) دوسرے یہ کہ اگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم برنیت عبادت کھانا پینا چھوڑیں تو خواہ ہفتوں نہ کھائیں، ضعف و کمزوری بالکل طاری نہ ہوگی، اور اگر بطور عادت کھانا ملاحظہ نہ کریں تو ضعف بھی نمودار ہوگا اور شکم پاک پر پتھر بھی باندھے جائیں گے، کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تو رب بھی ہیں اور بشر بھی، عبادت میں نورانیت کا ظہور ہے اور عبادت میں بشریت کی جلوہ گری، لہذا یہ حدیث حضرت جابر کی اس روایت کے خلاف نہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو وقت کھانا نہ کھانے پر دو پتھر پیٹ سے باندھے (۳) تیسرے یہ کہ جنتی میوے کھانے اور دہاں کا پانی پینے سے روزہ نہیں جاتا، جیسے رب تعالیٰ سے کلام کرنے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرنے سے نماز نہیں جاتی، بعض ادویا و خواب میں کھاپی لیتے ہیں، کہ کھانے کی خوشبو بیداری کے بعد ان کے منہ میں پائی جاتی ہے، مگر ان کا روزہ قائم رہتا ہے، دیکھو احتلام سے ہمارا روزہ نہیں جاتا (۴) چوتھے یہ کہ بعض بندوں کو کسی زندگی میں جنتی میوے ملتے ہیں، حضرت مریم علیہا السلام کا جنتی میوے کھانا قرآن پاک سے ثابت ہے (۵) پانچویں یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر کام ہمارے لئے سنت نہیں، بلکہ وہ کام سنت ہے جو ہمارے لئے لائق عمل ہو، خصوصیات مصطفوی ہمارے لئے سنت نہیں روزہ وصال، ۹ بیویاں نکاح میں جمع فرمانا، ہمارے لئے سنت ہیں نہ لائق عمل، سنت و حدیث میں یہی فرق ہے،

۱۰ یعنی روزے کی نیت رات سے کرنا چاہیے صبح صادق سے پہلے، تاکہ دن کا ہر حصہ روزے کی نیت سے گزے، یہاں اس سے مراد وہ روزہ ہے جو فرض ہو مگر مقرر نہ ہو جیسے رمضان کی قضا یا مطلق نذر کا روزہ، نفلی روزہ اور معین فرض روزے کی نیت دن میں صبحی کبرے سے پہلے جو کتنی ہے کیوں

وَقَفَّ عَلَى حَفْصَةَ مَعَهُ وَالزَّبِيدِيَّ وَابْنَ عَبِيْنَةَ وَيُوْنُسَ الْكِنْدِيَّ كُلُّهُمْ عَنِ الزَّهْرِيِّ
وَعَنْ ابْنِ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَمِعَ التَّدَاءِ أَحَدَكُمْ
وَالِدَانِ فِي يَدَيْهِ فَلَا يَضَعُهُ يَقْضِي حَاجَتَهُ مِنْهُ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ: وَعَنْهُ قَالَ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى أَحَبُّ عِبَادِي إِلَيَّ أَعْجَلُهُمْ فُطْرًا رَوَاهُ
الترمذِيُّ: وَعَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَفْطَرَ
أَحَدُكُمْ فَلْيُفْطِرْ عَلَى تَهْرِيقَاتِهِ بَرَكَتٌ فَإِنْ لَمْ يَجِدْ فَلْيُفْطِرْ عَلَى قَاءٍ فَإِنَّهُ ظُهُورُ رَوَاهُ أَحْمَدُ

اے عمر زبیدی ابن عبیدہ اور یونس اہل نے حضرت حفصہ پر موقوف کیا یہ تمام حضرات زہری سے راوی ہیں اے روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے
ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی اذان سے اور برتن اس کے ہاتھ میں ہو تو اپنی ضرورت پوری کئے بغیر اے زہری سے
ابو داؤد روایت، انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندوں میں مجھے بہت پیارے وہ ہیں جو افطار میں
جلدی کریں ۳۰ (ترمذی) روایت ہے حضرت سلمان ابن عامر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کوئی روزہ افطار کرنے
لگے تو چھوڑے پر افطار ہے کہ یہ برکت ہے ۳۱ پھر اگر چھوڑے نہ پائے تو پانی پر افطار کرے کہ یہ پاک کرنا والا ہے ۳۲ (احمد)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ کبھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس صبح کو تشریف لاتے تو فرماتے کچھ کھانے کو ہے میں عرض کرتی کچھ نہیں
تو فرماتے اچھا تو ہمارا روزہ ہے، نیز روایات میں ہے کہ ایک بار صبح کو رمضان کا چاند ہو جانے کی خبر ملی تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس ابھی تک کچھ نہ کھایا یا پیا
ہو وہ روزہ مکمل ہے، فقیر کی اس شرح پر یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں کہ وہاں نفلی روزہ ہے یا فرضی معین روزہ اور یہاں فرضی غیر معین روزہ مراد ہے ۳۰
اے اس حدیث کے متعلق ترمذی نے فرمایا کہ نافع نے حضرت ابن عمر کا قول نقل کیا، نسائی نے فرمایا کہ صحیح یہ ہی ہے کہ یہ حدیث موقوف ہے، دارقطنی
نے اسے مرفوعاً نقل کیا، اہم نووی نے فرمایا کہ حدیث صحیح ہے، بہت سی اسنادوں سے مروی ہے ۳۱ یعنی بوقت افطار اذان مغرب ہوتی رہے، تم
روزہ افطار سے رہو، افطار سے فارغ ہو کر نماز کو آؤ، اذان سن کر افطار کا کھانا پینا نہ چھوڑو، یا سحری کے وقت اگر اذان فجر ہو جائے اور تمہیں غالب گمان
ہو کہ ابھی پونہیں بھٹی ہے، ہوؤں نے غلطی سے اذان کدی ہے، تو سحری کھاتے پیتے ہو، روزات، اشعة اللغات، لمعات، لئذا یہ حدیث بالکل واضح
ہے، اس پر یہ لازم نہیں آتا کہ فجر کی اذان کے وقت سحری کھاتے رہو ۳۲ یعنی یہود و نصاریٰ یا روافض سے بہتر مسلمان اہل سنت ہیں کہ وہ لوگ
روزہ دیر سے کھاتے ہیں اور سستی مسلمان جلد افطار لیتے ہیں، سورج ڈوب چکنے کے بعد دیر نہیں لگاتے، کیونکہ جلدی افطار سنت رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم اور سنت صحابہ بلکہ سنت انبیاء علیہم السلام ہے، اور جلدی افطار میں رب تعالیٰ کی رحمت کی طرف جلدی کرنا ہے اپنی ماحتمدی کا اظہار ہے
۳۳ چھوڑے سے روزہ افطار ناچونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے صحابہ کرام کی سنت ہے، نیز خالی پیٹ میٹھی چیز کھانا سستی، خصوصاً
نظر کے لئے بہت مفید ہے، اس لئے یہ عمل دین و دنیاوی برکتوں کا ذریعہ ہے کچھ محبوب بندوں کی غذا ہے ۳۴ یعنی پانی جیسے جسم کو پاک کرنے

وَالْزُّهْدِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَالْإِسْمَاعِيلِيُّ وَلَمْ يَذْكُرْ فَإِنَّ بَرَكَةَ غَيْرِ التِّرْمِذِيِّ فِي
رِوَايَةِ أُخْرَى: وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُفْطِرُ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ
عَلَى رُطَبَاتٍ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ رُطَبَاتٍ فَمُمِيزَاتٍ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ مُمِيزَاتٍ حَسَا حَسَوَاتٍ مِنْ
قَاءٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ وَعَنْ زَيْدِ
بْنِ خَالِدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ فَطَرَ صَائِمًا أَوْ جَهَّزَ غَازِيًا فَلَهُ

ترمذی، ابو داؤد، ابن ماجہ، دارمی اور آئندہ بزرگوار کما لفظ ترمذی کے سوا کسی روایت نہ کیا راہی دوسری روایت میں، روایت ہے حضرت انس سے کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے پہلے چند ترکھوں پر روزہ افطار تے تھے لے اگر ترکھوں میں نہ ہوتیں تو خشک چھوڑوں پر لے اگر چھوڑے بھی نہ ہوتے تو
پانی کے چند گھونٹ پی لیتے تھے (ترمذی، ابو داؤد، ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن غریب ہے روایت ہے حضرت زید بن خالد سے کہ
فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو روزے دار کو افطار کر لے یا غازی کو سامان دے تو اسے

واللہ ایسے ہی دل و دماغ کو بھی پاک صاف کرنے والا ہے، نیز رانی میں حرام ہونے کا احتمال بہت کم ہوتا ہے، اگر کوئی کاپانی جنگل کا شکار اہل میں مباح ہے
دوسری چیزوں میں احتمال ہے کہ حرام کمانی سے حاصل کی گئی ہوں، روزہ حلال سے افطار کرنا بہتر ہے یا امر استحبالی ہے لے اس سے معلوم ہوئے ایک
کہ روزہ دار افطار پہلے کرے، نماز مغرب بعد میں پڑھے، نماز مغرب کے بعد افطار کرنا سنت کے خلاف ہے، دوسرے یہ کہ چند کھجوریں افطار کے وقت
کھانا سنوں ہے تین یا پانچ، بعض روایات میں تین خرے کا ذکر ہے، مرقات فرمایا کہ حضرت عمر فاروق و عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کبھی بعد نماز
مغرب افطار کرتے تھے یا تو بیان جواز کے لئے، تاکہ لوگ نماز سے پہلے افطار کو فرض نہ سمجھ لیں، یا اس لئے کہ اتفاقاً اس وقت افطار نے کے لئے کچھ موجود نہ ہوتا
تھا، بہر حال نماز سے پہلے افطار سنت ہے اور نماز کے بعد افطار جائز مگر خلاف سنت ہاں اگر کچھ موجود نہ ہو، تو بعد نماز افطار کر لے، یا حضرت عمر و عثمان رضی
اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں افطار سے مراد کھانا تناول کرنا ہے، یعنی افطار تو نماز سے پہلے کر لیتے تھے، اور کھانا بعد نماز کھاتے تھے، بہر حال حدیث واجب اتنا دلیل ہے
لے اس ترتیب سے پڑھنا کہ اگر کچھ پر روزہ افطارنا بہت اچھا ہے، پھر اگر یہ نہ ملیں، تو خشک چھوڑوں پر افطار کرنا، ہاں رمضان شریف میں کثرت
سے بازار میں کھجوریں آجاتی ہیں، اور ہم طور پر لوگ خریدتے ہیں، مسجدوں میں بھیجتے ہیں، ان سب کا ماخذ یہ حدیث ہے کہ غرض کہ روٹی چاول
یا کسی پر تکلف چیز پر روزہ افطار نہ فرماتے تھے، پنجاب میں بعض روزہ داروں کو دیکھا گیا، کہ سگریٹ سے روزہ افطار تے ہیں، تو خود با اللہ
روزہ دار کے منہ میں پہلے پاکیزہ چیز جانی چاہیے، سگریٹ گندی بدبودار چیز بھی ہے، اور اس سے روزہ افطارنا مضر صحت بھی ہے۔ یہاں
مرقات نے فرمایا کہ بہتر یہ ہے کہ آگ سے کچی چیز سے روزہ نہ افطارے، بلکہ گرمی میں پانی سے، سردی میں کھجور سے افطارے، جب آگ کی کچی
چیز سے روزہ نہ افطارنا چاہیے، تو خود آگ سے روزہ افطارنا کتنا برا ہوگا، بعض لوگ کہتے ہیں کہ کوئلے ہمیشہ آب زمزم سے روزہ افطاریں
یہ غلط ہے، سنت کے خلاف ہے، سنت ہے کھجور یا چھوڑے سے افطارنا، اگر یہ نہ لیں تو بانی سے افطارنا ۛ

مِثْلَ أَجْرِهِ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعْبِ الْإِيمَانِ وَمُحْيِ السُّنَنِ فِي شَرْحِ السُّنَنِ وَقَالَ صَحِيحٌ وَ
عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَفْطَرَ قَالَ ذَهَبَ الظَّمَأُ وَابْتَلَّتِ
الْعُرُونُ وَثَبَتَ الْأَجْدَانُ شَاءَ اللَّهُ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَعَنْ مَعَاذِ بْنِ زُهْرَةَ قَالَ لَنِ النَّبِيُّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَفْطَرَ قَالَ اللَّهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَعَلَى رِزْقِكَ أَفْطَرْتُ رَوَاهُ
أَبُو دَاوُدَ مُرْسَلًا: الْفَصْلُ الثَّانِي عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى

اُن ہی کی طرح ثواب ملے رہی تھی، شعب الایمان بھی السنہ نے خرچ سنہ میں سے روایت کیا اور فرمایا صحیح ہے کہ روایت حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب روزہ افطار سے توفیقے پیاس چلی گئی اور رگیں تر ہو گئیں اور انشاء اللہ ثواب ثابت ہو گیا کہ ابو داؤد اور روایت حضرت معاذ
ابن زہرہ سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب روزہ افطار سے توفیقے الہی میں نے تیرے لئے روزہ رکھا اور تیرے رزق پر افطار کیا کہ
ابو داؤد۔ مرسل۔ امیری فعل روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ

اے اس کے روزہ دار کو افطار کرانے یا غازی کو سامان جینے میں نیکی پر مدد کرنا ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وَتَعَادُوا لَهَا الْبَرَّ وَالْقَوَىٰ يَوْمَ تَكُونُ يَوْمَ تَكُونُ
وہ شیطان سے جہاد کرنا ہے، اسے اے غازی کے ساتھ ذکر فرمایا بخیاں ہے کہ روزہ افطار کرنے سے ثواب روزہ مل جائیگا مگر اس سے روزہ دانہ ہوگا، وہ تو رکھنے
سے ہی ادا ہوگا، ثواب مل جانا اور بے فرض ادا ہونا کچھ اور ہے یہ حدیث ترمذی، ابن ماجہ، نسائی ابن حبان وغیرہم محدثین نے نقل فرمائی، ترمذی نے اسے
حسن صحیح فرمایا، شاید حضرت مصنف قدس سرہ ان اسنادوں پر مطلع نہ ہوئے، اسلئے ان کا ذکر نہ فرمایا کہ اس میں رب تعالیٰ کا انتہائی شکر ہے کہ پیاس اور رگوں
کی خشکی ایک عارضی چیز ہے جس پر افطار کرتے ہی دور ہو گئیں، مگر اس عارضی تکلیف پر جو رب تعالیٰ نے ثواب عطا فرمایا وہ عظیم الشان ہے، اور دینی ہے، انشاء اللہ
یا محض برکت کے لئے فرمایا گیا یا ہماری تعلیم کے لئے، کہ ہم کو روزہ مقبول یا مردود ہونے کی خبر نہیں، اگر رب تعالیٰ نے قبول فرمایا ہو تو پھر اجر ہی اجر ہے، بعض
شراحین نے فرمایا کہ ان جھڑے، اور اس کا تعلق گذشتہ تینوں چیزوں سے ہے مگر پہلی توجیہ قوی بھی ہے اور موقوفہ کے مناسب بھی کہ افطار کے وقت
یہ دعا مانگنا سنت ہے، مرنات نے فرمایا کہ اگر یہ بھی کہے: وَيَدُ الْأَمْنِ الرَّجْسِ كَمْ كَوْنِي أَصْلَ تَوْبَتِي مگر درست ہے، بعض لوگ آخر میں یہ بھی
کہہ لیتے ہیں: وَيَدُ الْوَيْدِ: غَيْرُ تَوْبَتٍ یہ نکل کے روزے کی نیت ہے، اور زبان سے نیت کے الفاظ ادا کرنا بدعت حسنہ ہے بعض لوگ افطار
کے وقت یوں کہتے ہیں: اللَّهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَيَرْزُقُكَ أَفْطَرْتُ فَأَعْفِرْ لِي مَا قَدْ مَنَنْتَ وَمَا أَخْبَرْتُ
وَمَا آتَيْتُ وَمَا أَمَرْتُ اس میں بھی حرج نہیں، سنہ کہ دعائے کلمات میں زیادتی جائز ہے، بعض النبیات میں درود ابراہیمی میں
لفظ تَحَمُّدٍ سے پہلے سیدنا بڑھادیے ہیں، بعض حجتان تلبیہ میں یہ زیادتی کر دیتے ہیں: إِنَّ جَدَّكَ وَرَبَّنَّ عَبْدُكَ وَاقِفٌ بَيْنَ
يَدَيْكَ حَالِدٌ لَا يَخْفَى عَلَيْكَ وَغَيْرَ اِس میں بھی حرج نہیں، ان درود و تلبیہوں کے الفاظ بالکل نبدے جائیں، کیونکہ وہ کسی خاص اثر کے لئے
ہوتے ہیں، اور یہ اثر منقولہ الفاظ سے والبتہ ہے اور ان میں محض ثواب کے لئے، یہاں جتنے الفاظ زیادہ آنا ثواب زیادہ ہے

علیہ وسلم نے دین غالب ہے گا جب تک لوگ جلدی افکار کرتے رہیں اے کیونکہ یہود اور عیسائی دیرے افکار کرتے ہیں اے (ابوداؤد ابن ماجہ)
روایت حضرت ابوعلیہ سے فرماتے ہیں میں اور مروان حضرت عائشہ کے پاس گئے اے ہم نے عرض کیا اے ام المؤمنین حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ
میں دو حضرات ہیں ایک تو افکار بھی جلد کرتے ہیں اور نماز بھی جلد پڑھتے ہیں اور دوسرا صاحب افکار بھی دیر سے کرتے ہیں اور نماز بھی دیر سے پڑھتے
ہیں اے فرمانے لگیں کون صاحب نماز و افکار میں جلدی کرتے ہیں اے ہم نے عرض کیا عبداللہ ابن مسعود بولیں ایسے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے کیا ہے اور دوسرا حضرت ابوموسیٰ ہیں اے (مسلم) روایت ہے حضرت عرابض ابن ساریہ سے فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ

۱۔ یعنی مسلمانوں کا جلدی روزہ افطار سے رہنا دین کے غلبے کا سبب ہے معلوم ہوا کہ سنتوں بلکہ مستحب کی پابندی مسلمانوں کی شوکت اور دین کے ظہور و بہرہ کا باعث ہے، پھر فرض کا کیا پرچھا، ہندوستان کے مسلمان اذان اور نکلنے کی قربانی پر کفار سے لڑتے رہے، ایسوں نے غلبہ اسلام کو قائم رکھنے کے لئے خیال نہیں کیا کہ یہاں جلدی سے مراد وقت جواز میں جلدی ہے، جب سوُج ڈوب جائے پھر دیر نہ نکائے، بلا وجہ دیر نہ سنت کے خلاف ہے اور اتنی دیر کہ تارے گتھے جائیں مگر وہ تجویز ۲۔ یعنی دیر سے افطار کرنے میں ہل کتاب کی مشابہت قرآنہ و اشعوفے فرمایا اس حدیث معلوم ہوا کہ اسلام کی درستی سامے کفار کی مخالفت والستہ ان کی مشابہت میں دین کی کمزوری ہے، افسوس ان مسلمانوں پر جو محض عیسائیوں کی مشابہت کے لئے ڈاڑھیاں منڈائیں، اکٹھے ہو کر پیشاب کریں، نگے سر بھریں، رب تعالیٰ فرما ہے لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَةَ أَوْلِيَاءَ وَهُوَ أَخْلَفَ مِنْكُمْ فَاذْكُرُونَهُمْ اس سے دو لوگ عبرت پکڑیں جو بہت دیر کر کے روزہ افطار نے کو دین سمجھتے ہیں، سوُج ڈوبتے ہی فوراً روزہ افطار بنا چاہئے اسی لئے رب تعالیٰ نے فرمایا شَرَأْتُمُو الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ فِي الْقَيْلِ نہ فرمایا یعنی روزے کو رات میں بالکل داخل نہ کرو، رات آتے ہی روزہ ختم کر دو ۳۔ یہ دونوں حضرات جلیل اللہ تبارکی ہیں، ان میں نماز مغرب اور افطار روزہ میں خلافت ہوا، فیصلہ کے لئے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوئے، کیونکہ آپ بڑی فقیہ عالمہ تھیں، ۴۔ نماز سے مراد نماز مغرب ہے اور جلدی سے بہت ہی جلدی آفتاب کا کنارہ چھیتے ہی بالکل متصل اور دیر سے مراد چند منٹ کی احتیاطاً دیر لگانا ہے ذکر تارے گتھے جانے تک کی تاخیر، لہذا ان میں سے کسی بزرگ پر اعتراض نہیں، ایک صاحب عزیمت پر عامل ہیں دوسرے رحمت پر ۵۔ شیوخ الشرجان امام المؤمنین کا کلیہ حکیمانہ سوال ہے، دیر نکلنے والے کا نام نہ پوچھنا تاکہ ان پر الزام کا ذکر نہ ہو ۶۔ آخری جملہ راوی کا اپنا ہے ۔

اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اِلَی السَّحُورِ فِی رَمَضَانَ فَقَالَ هَلُمَّ اِلَی الْغَدَاءِ الْمُبَارَکِ فَاِنَّ
فِی السَّحُورِ بَرَکَةً (رواہ ابوداؤد والنسائی) وَعَنْ اَبِی ہُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللہِ صَلَّی
اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نِعْمَ سَحُورُ الْمُؤْمِنِ اَلْتَمَرُ رَوَاهُ ابوداؤد؛ بَابُ تَنْذِیْرِ الصَّوْمِ؛ الْفَصْلُ
الْاَوَّلُ؛ عَنْ اَبِی ہُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مَنْ لَحَمِدَ قَوْلَ
الذُّوْرِ وَالْعَمَلِ بِہِ فَلَیْسَ لِلّٰہِ حَاجَةٌ فِی اَنْ یَّدَعَ طَعَامًا وَشَرَابًا رَوَاهُ النَّخَاعِیُّ بِو

صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان میں سحری کے لئے بلایا اے تو فرمایا برکت دے ناشتہ کے لئے آؤ کیونکہ سحری میں برکت ہے (ابوداؤد نسائی)
روایت ہے حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مومن کی اچھی سحری چھوٹے ہیں (ابوداؤد ابوبکر روزے کو پاک
وصاف رکھنا) فعل پہلی روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو چھوٹا باتیں اور برے کام
نہ چھوڑے وہ تو اللہ تعالیٰ کو اس کے کھانا پانی چھوڑ دینے کی پرواہ نہیں (بخاری) روایت ہے

حضرت ام المؤمنین نے جناب عبد اللہ کے عمل کو مستحکم کے موافق بتایا اور تدریسے تاخیر کو مستحب قرار دیا معلوم ہوا کہ جناب ام المؤمنین مزاج شناس رسول ہیں اور
احوال دان مصطفیٰ ہیں صلی اللہ علیہ وسلم غالب یہ ہے کہ یہ خبر حضرت ابوہریرہ سے اشعری کو پہنچی ہوگی اور انہوں نے اپنے عمل میں تبدیلی کر لی ہوگی (صحابہ سے بہ
توقع ہو سکتی ہے) نہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے واقف ہو کر اس کے خلاف کام کریں۔ اے ظاہر یہ ہے کہ حضرت عرباض سحری کے وقت
خدمت اقدس میں حاضر ہوئے ہوں گے تو فرمایا آؤ سحری کھاؤ، انہیں باقاعدہ دعوت دیکر گھر سے نہ بلایا ہوگا اس معلوم ہوا کہ کھاتے وقت اگر کوئی
مسلمان آجائے تو اس پر کھانا پیش کر دینا سنت ہے (اسکی شرح پیچھے ہو چکی کہ سحری کھانا سنت بھی ہے لہذا اس میں آمردی برکت ہے اور اس سے رونق
میں مدد بھی ملتی ہے لہذا اس میں دنیوی برکت بھی ہے خیال ہے کہ حکم اسم فعل ہے ایک کلمے بھی استعمال ہوتا ہے وہ کلمے بھی رب تعالیٰ نے سائے خیر کوں سے
فرمایا اَللّٰہُمَّ شَہِدْ اَنِّکُمْ اَکَلْتُ سَحْرَیْکَ اس طرح کہ سحری کے وقت کچھ کھانا کھا کر آخر میں کچھ چھوٹے بھی کھائے تاکہ روزے کی ابتدا بھی چھوڑے ہو اور انتہا بھی سحری کھانا
بھی سنت ہے، اور چھوٹے کھانا بھی سنت اس صودت میں دو سنتوں کا اجتماع ہو کر انشاء اللہ روزہ نورطے نور ہو، ایگیا، یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ سحری میں
بہت کھانا نہ کھاؤ جو بد معنی کا باعث ہو، چند کچھ دیں کھا کر پانی پی لو گے تنزیہ کے لغوی معنی ہیں دور رکھنا الگ کرنا، اصطلاح شریعت میں تنزیہ موسم
یہ ہے کہ جن چیزوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا مکروہ ہو جاتا ہے یا اس کا ثواب کم ہو جاتا ہے ان سے روزہ کو الگ رکھنا یعنی روزہ دار کا الگ
رہنا تاکہ روزہ ہر نقصان سے پاک وصاف نہ ہے یہ چیز بہت ضروری ہے وہ یہاں چھوٹا بات سے مراد ہر ناجائز گفتگو ہے، جھوٹ، بہتان
غیبت، جھگڑا، تممت، گالی، لعن طعن وغیرہ جن سے بچنا فرض ہے، اور برے کام سے مراد ہر ناجائز کام ہے آنکھ کان کا ہوا ہاتھ پاؤں وغیرہ کا
چونکہ زبان کے گناہ دیگر اعضاء کے گناہوں سے زیادہ ہیں اس لئے ان کا علیحدہ ذکر فرمایا، یہ حدیث بہت جامع ہے، ذوالجہ میں ساری چیزیں بیان
فرمادیں اگرچہ برے کام ہر حالت میں اور ہمیشہ ہی برے ہیں مگر روزے کی حالت میں زیادہ برے، کہ ان کے کرنے میں روزے کی بے حرمتی اور باہتمام

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقِيلُ وَيُيَاثِرُ وَهُوَ صَائِمٌ وَكَانَ أَمْلَكُكُمْ لِرَبِّ مُتَّفِقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ هَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُدِيرُكَو الْفَجْرِ فِي رَمَضَانَ وَهُوَ جُنُبٌ مِنْ غَيْرِ حُلٍّ فَيَغْتَسِلُ وَيَصُومُ مُتَّفِقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ ابْنِ

حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزے کی حالت میں بوس دینا کر لیتے تھے اور حضور اپنے نفسی حاجت پر سب زیادہ مالک تھا اور اسی سے اسلم بخاری روایت سے اُسی سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رمضان میں بحالت جنابت صبح ہوتی تھی اسی لحاظ سے کہ بوسہ چہرے پر غسل کرتے اور روزہ رکھتے تھے (اسلم بخاری) روایت ہے حضرت

کی بے ادبی ہے اسلئے خصوصیت سے روزے کا ذکر فرمایا ہر جگہ ایک گناہ کا عذاب ایک، مگر کمر میں ایک گناہ کا عذاب ایک لاکھ ہے کیوں؟ اس زمین پاک کی بے ادبی کی وجہ سے لے یہاں حاجت بجھے ضرورت نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ ضرورتوں سے پاک، بلکہ بجھے توجہ، التفات پر وہ اپنے اللہ تعالیٰ ایسے شخص کا روزہ قبول نہیں فرمایا قبول نہ ہونے سے روزہ گویا فائدہ بن جاتا ہے، اس میں اشارہ فرمایا گیا کہ یہ روزہ شرعاً تو درست ہو جائے گا کہ فرض ادا ہو جائے گا مگر قبول نہ ہوگا شرائط جزا تو صرف نیت ہے اور کھانا پینا، صحبت چھوڑ دینا، مگر شرائط قبول میں باتیں چھوڑنا ہے جو روزہ کا اصل مقصود ہے، روزے کا نشاء نفس کا زور نہ ہونا ہے جس کا انجام گناہ چھوڑنا ہے جب روزے میں گناہ نہ چھوڑے تو معلوم ہو نفس نہ راہ صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ روزہ ہر عضو کا ہونا چاہیے، صرف حلال چیزوں لینے کھانے پینے کو نہ چھوڑو بلکہ حرام چیزوں لینے چھوڑو وغیرت کو بھی چھوڑو، مرتبات فرمایا کہ ایسے بے پاک روزے دار کو اصل روزہ کا ثواب ملیگا اور ان چیزوں کا گناہ لے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ روزہ دار اگر اپنے نفس پر پورا قابو رکھتا ہو بیماری یا بڑھاپے کے ضعف کی وجہ سے یا تقویٰ و پرہیزگاری کی وجہ سے وہ اپنی بیوی سے بوس دینا کر سکتا ہے، اور جو قابو نہ رکھے، وہ ہرگز ہرگز یہ کام نہ کرے، اس لئے ام المؤمنین فرماتی ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نفسی حاجت پر قادر تھے، حضرت عائشہ کا ایسے واقعات بیان فرمانا مسند شرعی کے بیان کے لئے ہے لے بے غیرتی کہنا حیات ہے ارب تعالیٰ فرماتا ہے يَغْرُوحُهُمْ حَافِظُونَ : طیب لوگ بیماریوں و علایجوں کے بیان میں کھلی کھلی باتیں بیان کرتے ہیں بے غیرتی کے لئے نہیں بلکہ بیان علاج کے لئے ہے اس طرح کہ نماز تہجد کے بعد اپنی ازواج مطہرات سے مقاربت فرماتے اور فوراً غسل نہ فرماتے تھے بلکہ نماز فجر کے وقت پوچھنے کے بعد، کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز تہجد فرض تھی جس کی بہت پابندی فرماتے تھے خصوصاً رمضان شریف میں ۳ تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ انبیائے کرام کو خواب سے احتلام نہیں ہو سکتا، کیونکہ احتلام شیطانی اثر سے ہوتا ہے کہ ابلیس عورت کی شکل میں خواب میں آتا ہے، اور یہ حضرات اس کے اثر سے محفوظ ہیں، بلکہ جو بیبیاں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آنے والی ہوتی ہیں انہیں بھی کبھی خواب سے احتلام نہیں ہوتا جیسا کہ ہم باب الخلل میں عرض کر چکے ہیں، اہل اس میں اختلاف ہے کہ بغیر خواب نیند میں انہیں انزال ہو سکتا ہے یا نہیں یعنی زیادتی مسمیٰ کے باعث: حق یہ ہے کہ وہ حضرات اس سے کبھی محفوظ ہیں: یہاں حضرت ام المؤمنین کا مِّنْ غَيْرِ حُلٍّ فرمایا تا یہ بتاے کے لئے ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی جنابت مقاربت سے ہوتی تھی یہ منشاء نہیں کہ وہاں احتلام کا امکان ہے حضرت ام المؤمنین رحمہا کا مقصد یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم محالطت سے ہی جنبی ہوتے تھے نہ کہ احتلام سے کہ وہاں احتلام کا تو امکان ہی نہیں (مرقاۃ دا شد) لکھ

ابن عباس فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بحالت احرام اور بحالت روزه فصدی لے (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بحالت روزه معمول جائے تو کھائی لے وہ اپنا روزہ پورا کرے لے کہ اُسے رب تعالیٰ نے کھلایا بلایا ہے (مسلم بخاری) روایت ہے اسی سے فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں تھے کہ حضور کی خدمت میں ایک شخص آیا لے

اس سے معلوم ہوا کہ روزے کے بعض حصہ میں جنبی رہنا روزہ کو فاسد نہیں کرتا، خواہ روزہ فرض ہو یا نفل، یہ قول صحیح ہے حضرت ابو ہریرہؓ پہلے فرمایا کرتے تھے کہ جو جنابت میں سویرا پائے، اس کا روزہ نہیں، مگر یہ حدیث سن کر درجوع فرما گئے اور بولے کہ حضرت عائشہؓ و ام سلمہؓ رضی اللہ عنہما مجھ سے زیادہ جانتی ہیں، اس حدیث کی تائید اس آیت سے بھی ہے **فَالْأَنبَاءُ شُذِّبَتْ** نیز اس آیت سے بھی **أُحِلَّ لَكُمْ لَبَدَّةُ الْأَعْيَامِ** **الَّذِينَ لَا يُسْأَلُونَ عَنْ حُجَّتِهِمْ** **مِثْلُ حُجَّتِ الْبَالِغِينَ** میں رات بھر صحبت کرنے کی اجازت دی گئی، تو پوچھنے تک صحبت جائز ہوئی اب لا محالہ غسل پوچھنے پر ہی ہو گا، نیز اگر روزہ دار کو دن میں احتلام ہو جائے تو روزہ میں کوئی نقصان نہیں، بعض علماء نے فرض و نفلی میں فرق کیا ہے، مگر حق یہ ہے کہ کوئی فرق نہیں۔

لے اس کا یہ مطلب نہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم محرم بھی تھے اور روزہ دار بھی، اس حال میں پچھنے لگوئے فصدی، جیسا کہ بعض شراحین نے سمجھا
بلکہ دونوں واقعات الگ الگ ہیں یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بحالت احرام بھی فصدی ہے اور بحالت روزہ بھی، معلوم ہوا کہ قصد سے نہ احرام
خراب ہوتا روزہ فاسد، مگر احرام میں ضروری یہ ہے کہ بال نہ اٹھوئے، ورنہ کفارہ واجب ہوگا، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قصد نہ تو روزہ توڑتی
ہے اور نہ اس سے روزہ مکروہ ہوتا ہے، یہ ہی امام اعظم ابو حنیفہ کا فرمان ہے، یہ حدیث امام اعظم کی قوی دلیل ہے، قصد کرنے والا اور کرانے
والا دونوں کا روزہ باقی رہتا ہے تو متا نہیں، امام احمد کے ہاں صاحب مجموعہ دونوں کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے مگر ان پر کفارہ نہیں عرف قضا ہے، یہ حدیث
ان کے خلاف ہے، ان کی دلیل دوسری حدیث ہے جس کے متعلق اس کی شرح میں انشاء اللہ عرض کیا جائیگا ۱۷ یہ حکم فرض و نفل تمام
روزوں کے لئے ہے، کران میں بھول کر کھاپی لینے سے روزہ نہیں جاتا، بھول یہ ہے کہ روزہ یاد مند ہے اور کھانا پینا ارادۃً ہو اس میں نہ قضا
ہے نہ کفارہ، اخطا یہ ہے کہ روزہ یاد ہو مگر بغیر ارادہ پانی حق سے اتر جائے جیسے گلی یا غرارہ کرتے وقت اس میں قضا ہے، کفارہ نہیں، محمدیہ
ہے کہ روزہ بھی یاد ہو کھانا پینا بھی ارادۃً ہو اس میں ماہ رمضان میں قضا بھی ہے کفارہ بھی اجماع بھی کھانے پینے کے حکم میں ہے لہذا اگر روزہ دلد
بھول کر صحبت کر لے، تو بھی روزہ نہیں جائیگا، یہ نبی احسان کا مذہب ہے فلینتم امر سے معلوم ہوتا ہے کہ نفل روزہ شروع کر دینے سے فرض ہو
جاتا ہے، اس کی پورا کرنا فرض ہے ۱۸ یعنی یہ بھول رب تعالیٰ کی رحمت ہے، اُس نے چاہا کہ میرا بندہ کھاپی بھی لے اور اس کا روزہ بھی ہو
جائے، اخیال رہے کہ ہماری بھول چوک غفلت و کمزوری کی بنا پر ہوتی ہے مگر اس پر معافی دینا رب تعالیٰ کی طرف سے ہے، لہذا حدیث

فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلْكَتُ قَالَ مَا لَكَ قَالَ وَقَعْتُ عَلَى امْرَأَتِي وَأَنَا صَائِمٌ فَقَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ تَجِدُ رَقَبَةً تُعْتِقُهَا قَالَ لَا قَالَ فَهَلْ تَسْتَطِيعُ
أَنْ تَصُومَ شَهْرَيْنِ مُتَابَعَيْنِ قَالَ لَا قَالَ هَلْ تَجِدُ إِطْعَامَ سِتِّينَ مَسْكِينًا قَالَ لَا
قَالَ اجْلِسْ وَمَكَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَيْنَا نَحْنُ عَلَى ذَلِكَ أُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَدْرٍ فِيهِ تَمْرٌ وَالْعَدْرُ أَلْيَمُ الْبُكَتْلِ الضَّحْمِ قَالَ إِنْ السَّائِلُ قَالَ أَنَا

عرض کیا یا رسول اللہ میں تو ہلاک ہو گیا ہے فرمایا تجھے کیا ہوا عرض کیا میں نے بجمالت روزہ اپنی بیوی سے صحبت کر لی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تو غلام پاتا ہے جسے آزاد کر دے ہے بولا نہیں فرمایا تو کیا مسلسل دو ماہ کے روزے رکھ سکتا ہے بولا نہیں لکھ فرمایا کیا ساتھ مسکینوں کا کھانا پاتا ہے بولا نہیں لکھ فرمایا بیٹھ جائی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ توقف فرمایا لکھ ہم اسی حال میں تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں زبیل لائی گئی جس میں کھجوریں تھیں عرق بڑی زبیل ہوتی ہے کہ فرمایا مسئلہ پوچھنے والا کہاں ہے بولا میں ہوں

پر اعتراض نہیں کہ رسول تو شیطان اثر سے، رب تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا سُبْحَانَ اللَّهِ عَنِ السُّفْهَانِ بھراے رب تعالیٰ کی طرف منسوب کیوں فرمایا لکھ یہ حاضر ہونے والے صاحب حضرت سلمان بن صخر انصاری بیاضی ہیں، بعض نے فرمایا ان کا نام سیمان انصاری ہے، مگر پہلا قول زیادہ صحیح ہے انہوں نے رمضان میں بجمالت روزہ دن میں اپنی زوجہ سے صحبت کر لی تھی اسلئے محض بارگاہ ہوئے۔ لکھ اس طرح کہ اسلامی قانون شکنی کر کے سخت سزا کا مستحق ہو چکا اور اپنی بیوی کو اس جرم میں مبتلا کر دیا کہ وہ بھی روزہ دار تھیں، اسلئے ہلاکت کو مردانہی طرف نسبت کیا۔ یہ نہ کہا کہ ہم دونوں ہلاک ہو گئے کہ وہ بے قصور تھیں انہوں نے جبراً صحبت کی تھی لکھ بیوی کو مجبور کر کے وہ اس پر نہ راضی تھی نہ اس کے لئے آمادہ تھی لکھ اس چند مسئلے معلوم ہوئے۔ ایک یہ کہ ماہ رمضان میں بجمالت روزہ عہد دن میں صحبت کر لینے سے قضاء بھی واجب کفارہ بھی، دوسرے یہ کہ عہد کھاپی لینے سے بھی کفارہ واجب، کیونکہ کفارہ کا سبب رمضان میں روزہ توڑنا ہے، روزہ جیسے جماع سے ٹوٹ جاتا ہے ویسے ہی کھانے پینے سے، تیسرے یہ کہ اگر عورت سے جبراً صحبت کی ہو تو اس پر کفارہ نہیں بلکہ مرد پر ہوگا، کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کفارہ میں صرف مرد سے خطاب فرمایا: چوتھے یہ کہ کفارہ میں ترتیب معتبر ہے کہ اگر غلام آزاد کر سکتا ہے تو یہ کرے۔ اگر غلام نہ پائے تو دو ماہ کے مسلسل روزے، اگر یہ ناممکن ہو تو ساٹھ مسکینوں کا کھانا، دارقطنی میں بروایت حضرت ابوسریرہ ہے کہ ایک شخص نے رمضان کے دن میں بجمالت روزہ عہد کھایا تھا اسے بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے غلام آزاد کرتے کا حکم دیا، اسی دارقطنی میں بروایت سعید ابن المسیب ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے روزہ توڑ دیا ہے اسے بھی کفارہ کا حکم دیا گیا: بہر حال رمضان میں جس طرح بھی عہد روزہ توڑے، کفارہ واجب ہے۔ یہ ہی احسان کا قول ہے نہ لکھ لینے مجھ میں دو ماہ مسلسل روزہ رکھنے کی طاقت نہیں، کہ اپنے نفس کو بیوی سے نہیں روک سکتا، جیسا کہ دوسری روایت میں وارد ہے، معلوم ہوا کہ دونوں کی طاقت نہ ہونا، بڑھاپے، بیماری، غلبہ شہوت ہر طرح ثابت ہو جاتا ہے نہ لکھ لینے میرے پاس اپنے کھانے کو نہیں ہے ساتھ مسکینوں کو کہاں سے کھلاؤں جیسا کہ دوسری روایت میں ہے لکھ لینے انتظار فرمایا کہ کہیں سے کچھ آجائے تو اس کو ادائے کفارہ کے لئے

قَالَ خُذْ هَذَا فَتَصَدَّقْ بِهِ فَقَالَ الدَّجُلُ أَعْلَى أَفْقَدِمْتَنِي يَا رَسُولَ اللَّهِ فَوَاللَّهِ مَا بَيْنَ لَدَيْتِهِمَا يَرِيدُ الْخِذَّتَيْنِ أَهْلُ بَيْتِ أَفْقَدِمْتَنِي أَهْلُ بَيْتِي فَضِيحَكَ لِنَبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى بَدَتْ أَنْيَابُهُ ثُمَّ قَالَ أَطْعَمُهُ أَهْلَكَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۝ الْفَصْلُ

فرمایا یہ لے لے اور صدقہ کر دے لے اس شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا اپنے سے زیادہ محتاج پر صدقہ کروں خدا کی قسم مدینہ کے دو گزٹوں لینے دو سنگلاخوں کے بیچ میرے گھر والوں سے زیادہ کوئی خاندان محتاج نہیں لے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے تھے کہ آپ کے دانت مبارک چمک گئے لے فرمایا اپنے گھر والوں کو ہی کھلا لے مسلم بخاری / فصل

دے دیا جائے خیال ہے کہ ایسے فقیہ کفارہ واجب نہیں صرف توبہ کرے، مگر یہاں کا یہ واقعہ خصوصیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے کہ یہ کمجوریں صدقہ کی تھیں جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں خیرات کرنے کے لئے حاضر کی گئی تھیں، عرق وہ بڑا ٹوکرہ ہے جس میں میں صاع کمجوریں آتی ہیں، کفارہ میں ساڑھے مسکینوں کو فی مسکین آدھا صاع کمجوریں دی جاتی ہیں، لہذا یہ کمجوریں اس کے کفارے کے لئے کافی تھیں، بعض نے فرمایا کہ اس ذنبیل میں پندرہ صاع کمجوریں تھیں، ہر مسکین کو جو حقانی صاع لینے مد کمجوریں دی جائیں، لے لینے اس صدقہ کا پینے تو مالک بن جابر، پھر مالک، ہر کو اپنی طرف سے ساڑھے مسکینوں کو خیرات کر دے کیونکہ ملک بدلنے سے حکم بدل جاتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ شرعی حیلہ درست ہے کہ کسی فقیر کو زکوٰۃ کا مالک بنادیا، پھر وہ زکوٰۃ اُس کے دوسری جگہ خیرات کرادی، سید کو درادی یا مسجد میں خرچ کرادی، حیلے کی مکمل بحث ہماری کتاب جوارالحی حصہ اول میں ملاحظہ فرمائیے، جہاں آیات قرآنیہ و احادیث نبویہ سے اس کا ثبوت دیا گیا ہے۔ لے لینے کفارہ فقیروں کو دینا چاہیے، مگر مدینہ منورہ میں سب زیادہ فقیر و محتاج تھے ہی ہیں، مطلب یہ تھا کہ اعزازت ہو تو لے میں اور میرے بال بچے ہی کھالیں، طلب کے لئے بھی منہ چاہیے، کس ڈھنگ سے داتا سے مانگا لے لینے مکر لئے یہاں تک کہ آپ کے دانت مبارک میں سے کیلیاں ظاہر ہو گئیں لے لینے اپنا یہ کفارہ تو خود بھی کھالے اور اپنے گھر والوں کو بھی کھلائے، تیرا کفارہ ادا ہو جائے گا یہ ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا اختیار خدا داد، کہ مجرم کے لئے اُس کا کفارہ اُس کے لئے انعام بنادیا، ورنہ کوئی شخص اپنا کفارہ اپنی زکوٰۃ، نہ تو خود کھا سکتا ہے، نہ اُس کے بیوی بچے، مگر یہاں اُس کا اپنا ہی کفارہ ہے اور اپنے آپ ہی کھا رہا ہے، یہاں بعض لوگوں نے بڑے غلطے کھائے ہیں، کہتے ہیں کہ یہ کفارہ نہ تھا، کیونکہ وہ فقیر تھا، اور ایسے فقیر پر مالی کفارہ واجب نہیں، بلکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد یہ تھا کہ ابھی تو یہ کھالے، جب کبھی تیرے پاس مال آئے تو کفارہ ادا کر دینا، مگر یہ غلط ہے چند وجہوں سے، ایک یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف فرمایا فَتَصَدَّقْ بِهِ اس کا صدقہ دیدے، پھر یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ یہ کفارہ نہ تھا، اگر فقیر کو نقد کفارہ مال دیدیا جائے، تو وہ کفارہ ضرور دے، یہاں ایسا ہی ہوا، دوسرے یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس سے یہ نہ فرمایا کہ آئندہ تو کفارہ دے دینا، تم یہ کہاں سے کہتے ہو، یہ قید اپنی طرف سے ہے حدیث میں نہیں، تیسرے یہ کہ روایات میں ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ صرف تجھے ہی کافی ہے دوسرے کو کافی نہ ہوگا دہلایہ اگر آئندہ کفارہ دلوانا ہوتا تو اس خصوصیت کے کیا معنی، چوتھے یہ کہ دارقطنی میں اس حدیث کے آخر میں ہے کہ اللہ نے تیرا کفارہ ادا کر دیا، پھر آئندہ کفارہ دینے کے کیا معنی، پانچویں یہ کہ امام زہری وغیرہ محدثین نے لے لے اس شخص کی خصوصیات سے مانا، دیکھو مرقات و اشعة اللمعات وغیرہ مفسر کہ

الثَّانِي عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُقْبِلُهَا وَهُوَ صَائِمٌ وَيَمِصُّ لِسَانَهَا رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ، وَعَنْ ابْنِ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ الْمُبَاشَرَةِ لِلصَّائِمِ فَدَخَصَ لَهُ وَأَتَاهُ أَخْرَفَسَاكُهُ فَهَمَّاهُ فَإِذَا الَّذِي رَخَّصَ لَهُ شَيْخٌ وَ إِذَا الَّذِي نَهَاها شَابٌّ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ، وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ ذَرَعَ النَّعْيَ وَهُوَ صَائِمٌ فَلَيْسَ عَلَيْهِ قَضَاءٌ وَمَنْ اسْتَنْقَأَ عَبْدًا فَلْيَقْضِ وَاهُ

دوسری روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھات روزہ انہیں چرتے اور ان کی زبان شریف چومتے تھے لہ (ابوداؤد) لہ روایت ہے حضرت ابوسریحہ کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روزہ دار کے بوس و کنار کے متعلق پوچھا آپ نے اسے اجازت دے دی تھ خدمت عالی میں دیکھ کر حاضر ہوا اور یہی پوچھا تو اسے منع فرمایا جس کو اجازت تھی وہ بدھاتھا اور جسے منع کیا وہ حرام تھا لہ (ابوداؤد) روایت ہے انہی صحابہ میں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جسے روزہ کی حالت میں تے آجائے تو اس پر قضا نہیں درج ہوا کرنے کے وہ قضا کرے ۵

تاویل بہت دیکھ ہے حق وہ ہی ہے جو فقیر نے عرض کیا کہ یہ حضور نور صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا داد احتیالات میں سے ہے: اس اختیار کی پوری بحث ہماری کتاب سلطنت مصطفیٰ میں ملاحظہ فرمائیے: لہ خلاصہ یہ ہے کہ یہ واقعہ ماہ رمضان میں واقع ہوتا تھا جبکہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ بھی روزہ دار ہوتی تھیں، اسلئے معلوم ہوا کہ روزہ دار اگر اپنے نفس پر قادر ہو تو اپنی بیوی کا بوسہ بھی لے سکتا ہے اور اس کی زبان بھی چوس سکتا ہے بشرطیکہ ایک دوسرے کا حقوق دوسرے کے منہ میں نہ جاوے، اگر جائے تو نیگے نہ بلکہ حقوق دے: یہ مسئلہ بتانے کے لئے حضرت ام المؤمنین یہ واقعہ بیان فرما رہی ہیں: ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ طیب بیان علاج میں بڑی بڑی خفیہ باتیں بیان کر دیتے ہیں، اس بیان میں شرم نہیں کرتے، اگر شرم کریں تو علاج کیجئے جو، اسی طرح یہ حضرت مسئلہ شرعی بیان کرنے کے لئے بلا حجاب خفیہ باتیں بیان فرما دیتے ہیں، اگر شرم کریں تو دینی مسائل کیونکر واضح ہوں اور دوگوں کو ہدایت کیجئے ۲۵ قرآن و اشعاع اللغات وغیرہ نے فرمایا کہ یہ حدیث ضعیف ہے اس کی اسنادیں سعد بن اوس بصری اور محمد بن دینار ہیں، سعد بن اوس تو ضعیف ہیں، اور زبان چوسنے کی روایت مولیٰ محمد بن دینار کے کسی نے نہ کی، اور محمد بن دینار بھی ضعیف ہیں ۲۵ لیجئے اُس سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ تجھ جیسے روزہ دار کو بھات روزہ بوس و کنار کی اجازت ہے یہ مسئلہ بتانا جملہ اس تفریق سے مسئلہ فقہی واضح ہوا کہ پورٹھا یا بیار یا کمزور یا بہت متقی جو بوس و کنار کے باوجود اپنے نفس پر قابو رکھے اُسے اس کی اجازت ہے، دوسرے کے لئے نہیں، تاکہ روزہ نہ توڑ بیٹھے، یہ حدیث صحیح ہے اس کی اسناد بہت جید و قوی ہے ۵ اسی پر چاروں اماموں کا عمل ہے کہ اگر کوئی شخص روزہ یاد ہوتے ہوئے عمدتے کرے تو روزہ جاتا رہے گا، کیونکہ تے کا کچھ غیر محسوس حصہ حلق میں دالپس لوٹ جاتا ہے جس کا احساس نہیں ہوتا، جیسے سونا وضو توڑ دیتا ہے کہ اس میں اکثر رنج نکل جاتی ہے، مگر احساس نہیں ہوتا، ہاں امام یوسف نے عمدہ کے ساتھ منہ بھرتے ہوئے کی پابندی لگائی ہے، مگر تے کر دینے سے صرف قضا واجب ہوگی کفارہ نہ ہوگا، تے کے پورے مسائل کتب فقہ میں ملاحظہ کیجئے ۵

التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَإِبْنُ مَاجَةَ وَاللَّاحِظِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ
لَا نَعْرِفُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ عِيْسَى بْنِ يُونُسَ وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يَعْنِي الْبُخَارِيُّ لَا أَرَاهُ مُحْفُوظًا
وَعَنْ مَعْدَانَ بْنِ طَلْحَةَ أَنَّ أَبَا الدَّرْدَاءَ حَدَّثَنَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَاءَ فَاظْفَرَ قَالَ فَلَقِيتُ ثُوبَانَ فِي مَسْجِدِ دِمَشْقَ فَقُلْتُ أَنَّ أَبَا الدَّرْدَاءَ حَدَّثَنِي
أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاءَ فَاظْفَرَ قَالَ صَدَقَ وَأَنَا صَبَبْتُ لَهُ وَضُوءَهُ
رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَاللَّاحِظِيُّ؛ وَعَنْ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَالًا أَحْصَى يَنْسَوُكُ وَهُوَ صَائِمٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَعَنْ

ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے جسے ہم سوائے عیسے ابن یونس کسی سے نہیں معلوم کرتے امام محمد بخاری نے فرمایا کہ میں انہیں محفوظ نہیں جانتا ہے روایت ہے حضرت معدان ابن طلحہ سے کہ ابوالدرداء نے انہیں خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تے کی تو روزہ افطار کر دیا ہے فرماتے ہیں کہ میں دمشق کی مسجد میں حضرت ثوبان ملا میں نے کہا کہ حضرت ابوالدرداء نے مجھے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تے کی تو روزہ افطار فرما دیا فرمایا انہوں نے سچ کہا اور میں نے آپ کے لئے وضو کا پانی اُٹھایا کہ ابوداؤد ترمذی، دارمی روایت ہے حضرت عامر بن ربیعہ سے فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بے شمار دفعہ روزہ کی حالت میں مسواک کرتے دیکھا

۵۵ ترمذی، ابوداؤد ۱۷ روایت ہے حضرت

۱۷ اراکہ کی ضمیر کا مرجع حدیث ہے، یعنی یہاں اس حدیث کو محفوظ نہیں جانتا؛ خیال ہے کہ امام ترمذی و بخاری کو یہ حدیث غریب ہو کر ملی اسکو حکام، ابن حبان، دارقطنی نے صحیح اسناد سے نقل فرمایا، اسکا ہم نے فرمایا کہ اسکا ہم راوی ثقہ ہیں موطا امام مالک نے حضرت ابن عمر پر موقوف روایت کی، نسائی و عبد الرزاق نے حضرت ابو ہریرہ پر موقوف روایت کی، ابن ماجہ نے مرفوعاً نقل فرمایا جس کا مضمون و الفاظ اس کے کچھ متعارف ہونے کی وجہ سے صحیح ہے ۱۸ آپ حبیل القدر تابعی ہیں، حضرت عمر حضرت ابوالدرداء و ثوبان سے احادیث روایت کرتے ہیں ۱۹ یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے روزے میں عمدتے کی کسی ضرورت کے تو اسے روزے کا مقرر مانا جس کے بعد کھانا وغیرہ ملاحظہ فرمایا ۲۰ حضرت ثوبان حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ہیں، انہوں نے حضرت ابوالدرداء کی تصدیق فرماتے ہوئے اپنا واقعہ بیان فرمایا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے تے کو ناقص وضو بھی قرار دیا، چنانچہ آپ نے وضو کیا اور پانی میں نے حاضر کیا، اس سے معلوم ہوا کہ منہ بھر کر تے روزہ بھی توڑ دیتی ہے اور وضو بھی، یہ ہی ہمارا مذہب ہے یہ حدیث ہمارے امام اعظم قدس سرہ کی دلیل ہے امام شافعی کے ہاں تے سے وضو نہیں ٹوٹتا، وہ یہاں وضو سے مراد کلی کرنا لیتے ہیں، مگر قول امام اعظم قوی تر ہے بلا وجہ شرعی غصے پھوڑنا کمزور سی بات ہے ۵۵ اس حدیث کی وجہ سے امام ابو حنیفہ و مالک رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ روزے میں ہر وقت ہر قسم کی مسواک بلا کراہت جائز ہے، زوال سے پہلے کرے یا بعد، تر مسواک کرے یا خشک، بہر حال بلا کراہت درست ہے، خیال رہے کہ یہ حدیث

انس قال جاء رجل الى النبي صلى الله عليه وسلم قال اشتكت عيني افا كنتحل
وانا صائم قال نعم رواه الترمذي وقال ليس اسناده بالقوي وابوعاتكة
التاوي يضعف: وعن بعض اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم قال لقد رايت
النبي صلى الله عليه وسلم بالعرج يصب على رأسه الماء وهو صائم من العطش

انس سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا بولا میں آنکھوں کا بیمار ہوں کیا بحالت روزہ سرمر لگا سکتا ہوں
فرمایا ہاں اے ترمذی اور ترمذی نے فرمایا کہ اسکی اسناد قوی نہیں ابوعاتکہ راوی ضعیف مانے جاتے ہیں لہ روایت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
بعض صحابہ فرماتے ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام عرج میں لے کر بحالت روزہ سر مبارک پر پیاس یا

اس حدیث کے خلاف نہیں کہ روزے دار کی منہ کی بواشر تھانے کو مشک کی خوشبو سے زیادہ پیاری ہے، کیونکہ وہاں لفظ خلون ہے نہ کہ لفظ بخر خلوف منہ کی وہ
بوجہ جو محدث خالی ہونے کی وجہ سے منہ میں پیدا ہو جاتی ہے، وہ مسواک نہیں جاتی جیسا کہ بار بار کامشاہدہ ہے، رہا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا طور والا ذکر
وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خصوصیات ہے کہ آپ نے روزے میں مسواک کرنی پھر تہذیب لےنے بارگاہ الہی میں حاضر ہوئے تو ارشاد ہوا اے موسیٰ اس روزے
اور رکھو تاکہ پھر وہی ہمک پیدا ہو، جو مسواک سے جاتی رہی ہے، ورنہ مسواک روزے کی قصا اور پھر دس روزے رکھنے کا حکم کسی امام کے ہاں نہیں امام
شافعی کے ہاں زوال کے بعد روزے میں مسواک مکروہ ہے اور امام احمد کے ہاں آخر دن میں مکروہ، مگر مذہب حنفی بہت قوی ہے چنانچہ دارقطنی میں حضرت
عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزے دار کا بہترین مشغلہ مسواک ہے طرانی میں حضرت عبدالرحمن بن غنم سے روایت ہے کہ انہوں
نے حضرت معاذ ابن جبل سے پوچھا کیا میں روزے میں مسواک کر سکتا ہوں، فرمایا ہاں، پوچھا دن کے کس حصہ میں؟ فرمایا ہر حصہ میں: خیال ہے کہ روزہ
دار کے منہ کی بواشر تھانے کو ایسی ہی پیاری ہے جیسے غازی کے قدم کی گرد وغبار، اگر غازی اپنے قدموں پر ویسے ہی خاک ڈال لے تو ثواب ملتا
نہیں، اور اگر وہ قدموں کی دھول بھاڑ دے تو ثواب گھٹتا نہیں، ایسے ہی اگر روزہ دار بہ تکلف منہ میں بوپیدا کرے تو ثواب ملتا نہیں، اور اگر
مسواک کرے تو ثواب گھٹتا نہیں، اسی لئے بیہقی، ابن حبان، طرانی وغیرہ میں عام صحابہ کا یہ عمل بیان ہوا کہ وہ حضرت روزے میں ہر وقت مسواک
کر لیتے تھے، اسکی پوری تحقیق یہاں مرقاۃ میں دیکھو، لے اس حدیث کو ترمذی نے حسن فرمایا اور احمد وابن خزیمہ نے بھی روایت کیا
لے یہی تینوں اماموں کا مذہب ہے یعنی امام ابوحنیفہ، شافعی و مالک کہ روزہ دار کو سرمر لگانا، آنکھ میں خشک یا پتلی اگرچہ چکنی ہو دوا ڈالنا ہر
وقت جائز ہے یعنی سونے سے پیچے بھی اور بعد بھی، اگر دوا کا رنگ یا مزاحق میں محسوس ہو جب بھی مضر نہیں، امام احمد سونے سے پیچے سرمر لگانا مکروہ
فرماتے ہیں، یہ حدیث ان تینوں امام کے دلیل ہے۔

لے یہ حدیث بہت طریقوں سے مختلف اسنادوں سے بہت کتب میں مروی ہے تمام اسنادیں ضعیف ہیں لیکن زیادتی اسناد اور عمل
علماء کی وجہ سے قوی ہو گئی، تمام اسنادیں بالتفصیل یہاں مرقاۃ نے نقل فرمیں اور اس کی پوری تحقیق ہماری کتاب جوار الحق حصہ دوم میں دیکھو
کہ تعداد اسناد اور عمل علماء سے حدیث ضعیف بھی قوی ہو جاتی ہے۔ لے عرج مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان ایک منزل کا نام تھا اور

اَوْ مِنْ الْحَرِّ رَوَاهُ مَالِكٌ وَابُو دَاوُدَ وَكَانَ شَدَّادُ بْنُ اَوْسٍ قَالَ نَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَى رَجُلًا بِالْبَقِيعِ وَهُوَ يَحْتَجُّمْ وَهُوَ اخَذَ بِيَدِي لِمَا فِي عَشْرَةِ خَلَّتْ مِنْ رَمَضَانَ فَقَالَ افْطَرِ الْحَاجِّمْ وَالْمَحْجُوْمُ رَوَاهُ ابُو دَاوُدَ وَكَانَ مَاجَةَ وَالْكَارِئِيُّ قَالَ الشَّيْخُ الْاِمَامُ مُحَمَّدُ بْنُ السَّنَّةِ رَحِمَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَتَاوَلَهُ بَعْضُ مَنْ رَخَّصَ فِي الْحَاجَّامَةِ اَيُّ تَعَرُّضًا لِافْطَارِ الْمَحْجُوْمِ لِلضَّعْفِ وَالْحَاجِّمْ لِاِنَّهٗ لَا يَأْمِنْ مِنْ اَنْ يَّعْصِلَ شَيْءٌ اِلَى جَوْفِهِ بِمِصْرٍ الْمَلَكُزِمِ وَكَانَ ابْنُ هُدَيْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ افْطَرَ

گرمی کی وجہ سے پانی نہ لے دیکھالہ (مالک، ابوداؤد) روایت ہے حضرت شداد بن اوس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بقیع میں ایک شخص پر تشریف لائے جو فصد لے رہا تھا حضور انور میرا ہاتھ پکڑے تھے لہ رمضان کے اٹھارہ دن گزر چکے تھے تو فرمایا فصد لینے والے اور فصد کرنے والے کا روزہ ٹوٹ گیا (ابوداؤد) ابن ماجہ واری شیخ امام السنہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جن بعض علماء نے فصد کی اجازت دے دی وہ اس کی تاویل یوں کرتے ہیں کہ دونوں قریباً لافطاری ہو گئے فصد کرنے والا تو ضعف کی وجہ سے اور فصد کرنے والا اسلئے کہ وہ اس میں نہیں کہ سینگی چوسنے کی وجہ سے اسکے پیٹ میں کچھ پہنچ جائے لہ روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو رمضان میں بغیر

مدیر منورہ میں ایک محل بھی تھا یہاں دونوں احتمال ہیں کہ یا یہ سفر کا واقعہ ہو یا گھر کا لہ یعنی غسل نہیں فرمایا ہے تھے بلکہ ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے مرن سر تشریف پر پانی بہا ہے تھے اس حدیث کے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ مہاتک ذریعہ جو پانی وغیرہ جسم میں پہنچ جائے وہ روزے کے لئے مفر نہیں، لہذا روزے دار کا نہانا پانی میں غوطہ لگانا، ہر جسم پر پیل کی مالش کرنا، ہیکل کا کپڑا جسم پر لپیٹنا روزے کے لئے مفر نہیں، ٹیکے (INJECTION) گودنے کا مسند پہلے میان ہو چکا کران سے روزہ نہیں جاتا، جیسے سانپ کچھو کچھ کے کاٹ لینے سے دوسرے بیکہ روزے میں سر پر پانی ڈالنا، زیادہ نہانا کر وہ نہیں جگا گھبراہٹ کے اظہار کے لئے نہ نہیں اگر دکھائے اور گھبراہٹ کے اظہار کے لئے ہو تو کر وہ ہے لہذا یہ حدیث امام اعظم کے خلاف نہیں لہ یعنی میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت ہی قریب تھا لہذا میں نے آپ کے کلمات نہایت صحیح سمجھے، یا یہ مطلب ہے کہ مجھ پر اس دن اللہ کا بڑا فضل تھا کہ میرا ہاتھ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے پکڑا ہوا تھا لہ یہی مذہب ہے امام احمد و اسمان کا کہ فصد سے دونوں کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے باقی انہ فرماتے ہیں کہ اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا، کیونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے روزے میں بار بار فصد کرائی ہے لہذا یہ حدیث یا منسوخ ہے یا اس کی تاویل لازم ہے، چنانچہ علماء نے اس کی بہت تاویلیں کی ہیں، جن میں سے ایک تاویل وہ ہے جو خود مشکوٰۃ تشریف میں ہی آگے آ رہی ہے لہ فصد لینے والا پہلے شتر سے عضو پر زخم لگاتا ہے، پھر سنگی کا چوڑا حصہ زخم پر رکھ کر اس کا باریک حصہ اپنے منہ میں لے کر زبرد سے چوستا ہے، پھر اس سواری کو آٹے وغیرہ سے بند کر دیتا ہے جس سے عضو کا خون جمع ہوتا رہتا ہے خون نکل جانے کی وجہ سے فصد کرنے والا بہت کمزور ہو جاتا ہے، بسا اوقات فوراً اسے کچھ کھانا پیتا پڑتا ہے، اور فصد لینے والے کے منہ بلکہ حلق میں بے اختیاری طور پر چوستے وقت کچھ خزن پہنچ جاتا ہے لہذا حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ یہ دونوں

يَوْمًا مِنْ رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ رُخْصَةٍ وَلَا مَرَضٍ لَمْ يَقْضِ عَنْهُ صَوْمُ الدَّاهِرِ كُلِّهِ وَإِنْ
صَامَهُ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَاللَّاحِظِيُّ وَابْنُ خَالٍ وَابْنُ أَبِي شَيْبَةَ
بَابُ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ سَمِعْتُ مُحَمَّدًا يَعْنِي ابْنَهُ يَقُولُ أَبُو الْمُطَوِّسِ الدَّارِيُّ لَا
أَعْرِفُ لَهُ غَيْرَ هَذَا الْحَدِيثِ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمُ
مِنْ صَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ صِيَامِهِ إِلَّا الظَّمَا وَكَمُ مِنْ قَائِمٍ لَيْسَ لَهُ مِنْ قِيَامِهِ إِلَّا الشَّهَرُ

شرعی اجازت اور بغیر بیماری ایک دن کا روزہ نہ رکھے تو اگرچہ پھر عمر بھر روزہ رکھے اسکی قضاء نہ کرے گا لہذا احمد ترمذی ابو داؤد ابن ماجہ دارمی
اور بخاری نے ترجمہ باب میں روایت کیا ترمذی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت محمد بن عبد اللہ بن ماجہ سے سنا کہ ابو المطوس رادی سے اس حدیث کے سوار
اور حدیث مجھے معلوم نہیں تھے روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سے روزے دار وہ ہیں جنہیں روزہ
سے پیاس کے سوا کچھ حاصل نہیں تھے اور بہت سے شب خیز وہ ہیں جنہیں شب خیزی میں بے خوابی کے سوا کچھ میسر نہیں تھے

قریب افطار ہو گئے، فصد لینے والا تو اسے کہ شاید کچھ خون حلق میں اتر گیا ہو، اور قصد کرنے والا اس لئے کہ شاید وہ زیادتی مکروری کی بنا پر کچھ کھلنے پینے پر
مجبور ہو جائے اسکی کو لازم اسلئے کہتے ہیں کہ وہ زخم سے چھپ جاتی ہے بعض علماء نے فرمایا کہ وہ دونوں صاحب فصد کے وقت غیبتیں بھی کر رہے ہیں اس
غیبت کی وجہ سے فرمایا کہ ان کا روزہ جاتا رہا یعنی روزے کا ثواب جاتا رہا، بعض نے فرمایا کہ وہ دونوں ہی حضرات شام کے وقت افطار کے قریب فصد کا کام کر رہے
تھے تب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا یعنی یہ دونوں افطار کرنے والے ہی تھے ٹھوڑا اور ٹھہر جائے غرض کہ یہ حدیث واجب تاویل ہے اور قصد کرنے والی
حدیثوں کے خلاف نہیں لہذا لینے والا جو رمضان میں ایک روزہ بھی نہ رکھنے والا اسے عوض عمر بھر روزہ رکھے، تو وہ درجہ اور ثواب نہ پایا گا جو رمضان میں
رکھنے سے پاتا اگرچہ شرفاً ایک روزے سے اسکی قضاء ہو جائے گی ادلئے فرض اور ہے درجہ پانا کچھ اور، رخصت ہے شرعی اجازت ہے جیسے سفر یا عورت
کا حمل یا بچہ کو دودھ پلانا وغیرہ اس سے معلوم ہوا کہ وقت پر عبادت کر لینا بہت بہتر ہے، نماز وغیرہ ساری عبادات کا یہی حال ہے، صوفیائے کرام
فرماتے ہیں کہ جوانی کی عبادت بڑھ چاہے کی عبادت سے افضل ہے کہ عبادات کا اصل وقت جوانی ہے، شعور

کہ جوانی میں عبادت کا ہلی اچھی نہیں جب بڑھا پا آگیا کچھ بات بن پڑتی نہیں
ہے بڑھا پا بھی فہمیت جب جوانی ہو چکی یہ بڑھا پا بھی نہ ہوگا موت جس دم آگئی

وقت کی قدر کرنا اسے فہمیت جانو ہو گیا وقت پھر آئے آتا نہیں تھے یعنی اس حدیث کی اسناد میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت کرنے والے رادی
ابو المطوس ہیں، ان سے صرف یہ ہی ایک حدیث مروی ہے، ابن خلف قرطبی نے فرمایا کہ یہ حدیث ضعیف ہے، مگر خیال رہے کہ ایک اسناد ضعیف
ہونے سے متن حدیث کا ضعیف ہو جانا لازم نہیں، ترمذی کی اسناد میں ابو المطوس ہیں باقی ابو داؤد ابن ماجہ دارمی و احمد نے مختلف اسنادوں
سے یہ حدیث نقل کی، تعدد اسناد ضعیف حدیث کی قوی کر دیتا ہے رزقات لکھ یہ وہ لوگ ہیں جو روزے میں گالی گولج، جھوٹ

رَأَاهُ الدَّارِمِيُّ وَذَكَرَ حَدِيثُ لَقِيطِ بْنِ صَبْرَةَ فِي بَابِ سَائِنِ الْوُضُوءِ : الْفَصْلُ
الثَّلَاثُ : عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثٌ لَا يَقْطُرَنَّ
الصَّائِمُ الْحَجَامَةَ وَالْقَمِيءُ وَالْإِحْتِلَامُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ غَيْرُ مَحْفُوظٍ
وَعَبْدُ الدَّحْخَنِ بْنِ زَيْدٍ الدَّارِمِيُّ يُضَعِّفُ فِي الْحَدِيثِ : وَعَنْ ثَابِتِ الْبُنَانِيِّ قَالَ سَأَلَ
النَّسَّابُ بْنُ مَالِكٍ كُنْتُمْ تَكْرَهُونَ الْحَجَامَةَ لِلصَّائِمِ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا لِأَمِنْ أَجْلِ الضَّعْفِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ : وَعَنْ الْبُخَارِيِّ تَعْلِيقًا

اودھ اور لقیط ابن صبرہ کی حدیث باب سائین الوضوء میں بیان کر دی گئی ہے فصل تیسری روایت ہے حضرت ابو سعید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین چیزیں روزہ دار کا روزہ نہیں توڑیں فصد نے احتلام (ترندی) اور ترندی نے فرمایا یہ حدیث غیر محفوظ ہے اور عبد الرحمن ابن زید راوی حدیث میں ضعیف مانے جاتے ہیں ۳۷ روایت ہے حضرت ثابت بنانی سے ۳۸ فرماتے ہیں حضرت انس بن مالک پر چھایا گیا کیا آپ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں روزہ دار کے لئے فصد پابند کرتے تھے کہ فرمایا نہیں مگر ضعف کی وجہ سے (بخاری) روایت کیا امام بخاری کی تعلیقاً ۳۹

غیبت بہتان وغیرہ گناہوں سے نہیں بچتے، کہ یہ لوگ بھوک پیاس کی تکلیف تو اٹھاتے ہیں مگر روزہ کا ثواب حاصل نہیں کرتے، چونکہ روزے میں بمقابلہ بھوک کے پیاس کی تکلیف زیادہ ہوتی ہے اس لئے صرف پیاس کا ذکر فرمایا بخیاں ہے کہ ایسے روزے سے فرض شرعی ادا ہو جائیگا ادا اور چیز ہے اس کے شرائط کچھ اور، اور قبولیت دوسری چیز ہے اس کے شرائط بھی دوسرے ۴۰

۴۱ یعنی وہ تہجد خواں جو حضور نبی کے بغیر تہجد پڑھے وہ جاگنے کی مشقت تو اٹھالیئے ہیں مگر اس کا ثواب نہیں پاتے، اشعۃ اللمعات نے فرمایا کہ اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو مخصوب زمین میں نماز پڑھیں اور نماز میں منوعات بچیں نہیں اور سنن و مستحبات کا لحاظ نہ رکھیں، اس فرمان کا منشاء یہ نہیں ہے کہ ایسے لوگ روزہ یا تہجد چھوڑ دیں، بلکہ مقصد یہ ہے کہ یہ بڑیاں چھوڑ دیں، اللہ تعالیٰ انہیں محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں مقبول عبادتوں کی توفیق دے، ہم کمزور ہیں نفس امارہ اور شیطان جیسے قوی دشمنوں میں گھرے ہیں، اے قوی وقادرمہمل نبی امان میں نے لے لے اس کی تحقیق پہلے کی جا چکی تھی سے مراد وہ تھے جو خود بخود ہو جائے، لہذا یہ حدیث گذشتہ اس حدیث کے خلاف نہیں جس میں تھے کہ روزہ ٹوٹنے کا سبب قرار دیا گیا کیونکہ وہاں وہ تھے مراد تھی جو خود کی جائے ۴۲ لہذا یہ شاذ بھی ہے اور ضعیف بھی، خیال ہے کہ یہ حدیث صرف ترمذی کا اسناد میں ضعیف ہے، اسے دارقطنی، ہیثمی، ابوداؤد نے بھی روایت کیا، ابوحاتم نے کہا کہ ابوداؤد کی روایت اشبہ بالثواب ہے، ابوزہرہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بہت ہی صحیح ہے، ہزار نے سیدنا عبد اللہ ابن عباس سے اور طرانی نے ثوبان سے مرفوعاً روایت کی، ہزار نے فرمایا حدیث صحیح ہے ۴۳ آپ ثابت ابن اسم مشہور تابعی ہیں، بصرہ کے علماء و اعلام میں سے تھے، حضرت انس کے ساتھ چالیس سال ہے ۴۴ صحابہ کرام سے فصد کے متعلق یہ سوالات اس حدیث کی وجہ سے ہوتے تھے جو لوگوں میں مشہور ہو چکی تھی اَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْحَاجِمُ مَرَّةً اس کا مطلب ہم پہلے عرض کر چکے ہیں ۴۵ یعنی چونکہ فصد لینے سے غن نکل جانے

قَالَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ يَحْتَجِمُ وَهُوَ صَائِمٌ ثُمَّ تَدَكَّهُ فَكَانَ يَحْتَجِمُ بِاللَّيْلِ وَعَنْ عَطَاءٍ
قَالَ إِنَّ مَضْمَضَ ثُمَّ أَفْدَغَ مَا فِي فِيهِ مِنَ الْمَاءِ لَا يُضِيرُهُ أَنْ يَزْدَرِدَ رِيْقًا وَمَا بَقِيَ فِي فِيهِ
وَلَا يَمْضَغُ الْعُلْكُ فَإِنْ لَزِمَ دَرَدَ رِيْقُ الْعُلْكِ لَا أَقُولُ إِنَّهُ يُفْطِرُ وَلَكِنْ يُنْهَى عَنْ رَوَاهُ
الْبُخَارِيُّ فِي تَرْجُمَةِ بَابٍ : بَابُ صَوْمِ الْمَسَافِرِ : الْفَصْلُ الْأَوَّلُ : عَنْ

فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر روزہ کی حالت میں نصد لیتے تھے پھر چھوڑ دی پھر رات میں نصد لیتے تھے لہ روایت ہے حضرت عطاء سے فرماتے
ہیں اگر کسی کے بھروسہ میں کا پانی اگل دے تو اسے متوک کا اور جرابانی کا اثر اسکے منہ میں رہ گیا ہے اسے نکل جانا ضرر نہیں لہ اور علق مصلیٰ نہ
چبائے ۳۰ اگر علق والا متوک نکل گیا تو میں یہ نہیں کہتا کہ روزہ ٹوٹ جائے گا لیکن اس سے منع کرنا چاہیے لہ بخاری و ترمذی باب : باب
سافر کا روزہ ۵۰ پہلی فصل روایت ہے ۔

کے باعث آدمی کمزور رہتا ہے، ممکن ہے کہ روزہ پورا نہ کر سکے یا بہت تکلیف اٹھائے اسلئے روزہ میں نصد بہتر نہ جانتے تھے اس حدیث نے گذشتہ حدیث
أَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمُحْجِمُ کی تفسیر کر دی جیسا کہ پہلے عرض کر چکے ہیں لہ بغیر اسناد حدیث بیان کر نیکیو تعلیق کہتے ہیں تعلیقات بخاری سب مقبول و معتبر
ہیں، کیونکہ امام بخاری اسی جگہ اسناد چھوڑتے ہیں جہاں انہیں حدیث کی صحت کا یقین ہوتا ہے جیسا کہ بخاری کی تعلیق معتبر ہے وثقہ تابعین کا ارسال بھی قبول ہے
بلکہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا فرمادینا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا بالکل قبول ہے یہ حضرات امام بخاری سے زیادہ رتبہ والے ہیں ۔

۱۔ اس کا مطلب ظاہر ہے کہ آپ جوانی اور طاقت کے زمانہ میں روزہ میں نصد لیتے تھے کہ اسوقت آپ کو صنعت کا اندیشہ نہ تھا، پھر بڑھاپے اور
کمزوری میں یہ عمل چھوڑ دیا کیونکہ نصد لے کر روزہ پورا کرنا دشوار تھا لہ یعنی روزہ دار کو کئی کر کے متوک نکلنا جائز ہے اگرچہ اس میں پانی کی ٹھنڈک
اور اس کا اثر رہ گیا ہو، کیونکہ اس قدر اثر سے بچنا ناممکن ہے اس کا ناعدہ کلیہ یہ ہے کہ جس چیز سے روزہ دار نہ بچ سکے اس سے روزہ نہیں
جاتا لہذا اگر وہ غبار و صوآں، مکتی مچھر اور آٹے کی مشین کا اڑتا ہوا آٹا، گلی کے پانی کی تری روزہ دار کے حلق میں چلی جائے، تو اس سے روزہ
نہیں جائیگا ۳۰ علق عرب کا مشورہ گوند ہے، جسے دانتوں کی صفائی اور مضبوطی کے لئے چبا یا جاتا ہے مصلیٰ کی طرح دانہ دانہ ہوتا ہے نہ لکھ غلامہ
یہ ہے کہ روزہ میں گوند مصلیٰ وغیرہ چبا کر متوک دینا مکروہ ہے، کیونکہ اندیشہ ہے کہ گوند کے کچھ اجزاء حلق میں اتر جائیں، گویا اس میں روزہ کو
قریب الافطار کر دینا ہے جو شخص یہ چبا کر اچھی طرح متوک دے، پھر متوک نکلے، تو اگرچہ گوند کے کچھ نامعلوم ذرے حلق میں اتر جائیں روزہ نہ
جائیگا ۳۰ مسئلہ، درزی نے رنگین دھاگا دانت سے توڑا جس سے اس کا متوک رنگین ہو گیا، تو اگر دھاگا کی طرح تیز رنگین ہو گیا اس کا نکلنا
روزہ توڑ دینگا اور اگر خفیف رنگین ہو گیا تو نہیں ۳۰ مسئلہ، عورتوں کے لئے مسواک مکروہ ہے کان کے سوڑے سے کمزور ہوتے ہیں، ان کے لئے
علق، سکڑا، انگلی، موٹا کپڑا مسواک کے نام مقام ہے ۳۰ مسئلہ، مردوں کے لئے رستی اور سکڑا اٹنا مکروہ ہے کہ اس میں عورتوں سے مشابہت
ہے ۵۰ شریعت میں سافر وہ ہے جو اپنے شہر سے تین منزل لینے چھتیس کوس ۷۰ میل کے ارادہ سے نکلے، پھر جب تک وہ گھر لوٹ نہ
آئے یا کسی جگہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہ کرے سافر ہی ہوگا، کہ اس پر نماز میں فقر واجب ہوگا اور روزہ قضا کرنے کی اجازت ہوگی امام

عَائِشَةُ قَالَتْ إِنَّ حَمْزَةَ بْنَ عَمْرِوَ الْأَسْلَمِيَّ قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصُومُ فِي السَّفَرِ
وَكَانَ كَثِيرَ الصَّيَامِ فَقَالَ إِنَّ شَيْئًا فَصُمَّ وَإِنْ شِئْتَ فَأَفْطِرْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ؛ وَعَنْ
أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ غَزَوْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَتْ
عَشْرَةٌ مَضَتْ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ فِيمَا مِنْ صَامٍ وَمِمَّا مِنْ أَفْطَرٍ فَأَمَّا يَعْيبُ الصَّائِمَ
عَلَى الْمُفْطِرِ وَلَا الْمُفْطِرُ عَلَى الصَّائِمِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ. وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَرَأَى رَجُلًا قَدْ ظَلَّلَ عَلَيْهِ فَقَالَ مَا هَذَا أَقَالُوا صَائِمٌ

حضرت عائشہ سے فرمائی ہیں کہ حضرت حمزہ ابن عمر اسلم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ کیا میں سفر میں روزہ رکھوں وہ بہت روزے رکھتے
تھے تو حضور نے فرمایا اگر چاہو روزہ رکھو اگر چاہو افطار کرو (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے فرماتے ہیں ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے ساتھ جہاد کیا جبکہ ماہ رمضان کے روزے گزر گئے تھے تو ہم میں سے بعض نے روزہ رکھا اور بعض وہ تھے جنہوں نے افطار کیا تو نہ روزہ داروں نے
نئے روزوں کو عیب لگایا اور نہ بے روزوں نے روزہ داروں کو (مسلم) روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ایک سفر میں تھے تو لوگوں کی بھیڑ دیکھی اور ایک شخص کو ملاحظہ کیا جس پر سایہ کیا گیا تھا وہ فرمایا یہ کیا ہے لوگوں نے کہا ایک روزہ دار ہے

ابو حنیفہ، مالک، شافعی و ثوری رضی اللہ عنہم کے ہاں مسافر کو روزہ رکھنا بہتر ہے اور امام احمد و داؤد زہری کے ہاں افطار بہتر ہے یہ تمام حالات میں ہیں بعض حالات میں اس
پر افطار واجب ہو جاتا ہے جیسے مسافر غازی جب روزہ کی وجہ سے بجائے جہاد کرنے کے دوسرے پر پوچھ رہا ہو (انذاعات) اسے یہاں مرقا ت فرمایا کہ آپ صائم اللہ
یعنی ہر روزہ کے روزہ دار تھے چاہتے تھے کہ سفر میں بھی کبھی روزہ نہ چھوڑیں، تب یہ سوال کیا سفر میں روزہ رکھنا گناہ تو نہیں، شاید آپ حضور اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ
فرمان سن چکے تھے کہ سفر میں روزہ اچھا نہیں، اس لئے یہ سوال کیا اسے اس جواب سے اشد سلام ہو رہا ہے کہ اگرچہ مسافر کو روزہ رکھنے نہ رکھنے کا اختیار ہے مگر عام
حالات میں روزہ رکھ لینا بہتر تاکہ عام مسلمانوں کی موافقت بھی ہو جائے اور رمضان کے بعد قضاء گراں بھی نہ پڑے، کیونکہ مکرر روزہ رکھنے کا ذکر پہلے فرمایا بخیاں ہے
کہ اگرچہ مسافر کو روزہ نہ رکھنے کا اختیار ہے، مگر ماہ رمضان کی بے حرمتی کرنے کا اختیار نہیں، لہذا بازار داروں میں علانیہ نہ کھائے پیئے، نہ سگریٹ پیتا پھرے بلکہ چھپ کے کچھ
کھائے پیئے، حیض و نفاس والی عورتوں کا بھی یہی حکم ہے کہ وہ چھپ کر کھائیں پیئیں، اسے بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر کوئی درمیان رمضان میں سفر کرے
تو اسے افطار جائز نہیں، اس پر روزہ ہی فرض ہے، افطار کی اجازت صرف اسے ہے جسے بحالت سفر رمضان شروع ہو، اس حدیث میں ان کی
کھلی تردید ہے، کیونکہ مولد رمضان کو سفر شروع ہوا، اور بعض صحابہ نے روزے نہ رکھے اسے یہ حدیث بظاہر ان علماء کی دلیل ہے جو سفر میں روزہ
رکھنے نہ رکھنے کو یکساں کہتے ہیں کسی کو ترجیح نہیں دیتے، مگر یہ استدلال ضعیف سا ہے، کیونکہ یہاں عیب لگانے کی نفی ہے، ترک استحباب پر نہ
عیب لگایا جاتا ہے نہ اعتراف ہوتا ہے بخیاں ہے کہ اس مغزوہ میں حالات معمول پر ہونگے ورنہ بحالت جنگ روزہ نہ رکھنا بہتر ہے اسے ان علماء
کا نام نفیس یا قیس ہے، کینت ابوالبراسیل ہے، اگر یہ سخت تھی، سفر کی حالت تھی، مغزوہ تبوک کا موقع تھا جبکہ لشکر اسلام میں کھانے کی بھی کمی تھی، یہ

فَقَالَ لَيْسَ مِنَ الْبَرِّ الصُّومُ فِي السَّفَرِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَكَانَ النَّسَّ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي السَّفَرِ فَمِنَّا الصَّائِمُ وَمِنَّا الْمُفْطِرُ فَزَلْنَا مَنْزِلًا فِي يَوْمٍ حَارٍّ فَسَقَطَ الصَّوْأْمُونَ وَقَامَ الْمُفْطِرُونَ فَضَارَبُوا الْأَبْنِيَّةَ وَسَقَوْا الزَّكَابَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَهَبَ الْمُفْطِرُونَ الْيَوْمَ بِالْأَجْرِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمَدِينَةِ إِلَى مَكَّةَ فَصَامَ حَتَّى بَلَغَ عُسْفَانَ ثُمَّ

فرمایا سفر میں یوں روزہ رکھنا بھلائی نہیں ہے۔ رسول بخاری روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے ہم میں سے بعض روزہ دار تھے بعض بے روزہ ہم گرم دن میں ایک منزل پر آتے تو دنہ دار توڑ گئے تھے اور بے روزہ کھڑے تھے انہوں نے خیمے لگائے انہوں کو پانی پلایا تھے تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج بے روزہ ثواب لے گئے تھے رسول بخاری روایت ہے حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے مکہ معظمہ تشریف لے گئے تھے تو روزہ رکھتے رہے تھے کہ عسفان پہنچ گئے تھے پھر

ایک دوخت کے پاس کھڑے ہوئے تھے، بغیر سحری کا روزہ نہ میں تھا، کہ بے ہوش ہو کر گر گئے، صحابہ کرام نے اپنی چادریوں سے سایہ کر لیا، یا ان پر خیمہ لگا دیا، کیونکہ عرب کے عام ورختوں کا سایہ کافی نہیں ہوا کرتا (از مرقات و لمعات)۔

اے بلکہ بڑا ہے، یہاں تو الصوم میں الف لام عند خارجی ہے: یا سفر میں یا دونوں میں، یعنی ایسے سخت سفر میں ایسا بے سرو سامانی کا روزہ بھلائی نہیں بلکہ بڑا ہے، اور رب تعالیٰ کے اس فرمان کے خلاف ہے یُرِيدُ اللَّهُ يَكُوْلُوا الْيُسْرَ وَلَا يُكُوْلُوا الْعُسْرَ، لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں، کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے سال سفر میں روزہ رکھے، یہاں مرقات نے فرمایا کہ صالحین کی خدمت نوافل سے افضل ہے یعنی صاحب اگر روزہ نہ رکھے، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کی خدمت کرتے، اب روزہ رکھ کر خود جلیل القدر صحابہ سے خدمت لینے لگے پھر روزہ دار حضرات صنعت کی وجہ سے منزل پر پہنچتے ہی پلٹ گئے، کوئی کام نہ کر سکے، یہاں گرنے سے مراد بے ہوش ہو کر گرنا نہیں، اور نہ ان پر بھی وہ عتاب ہو جاتا ہے کچھ حدیث میں گزرا ہے اور تمام وہ ضروری کام کے، جو سفر میں معمولاً اور جہاد میں خصوصاً کئے جاتے ہیں لہذا یہ سب کام ثواب ہیں لکھ ثواب سے مراد کامل ثواب ہے، یعنی روزہ وارد نے تو روزوں کا ثواب پایا، جسے یہ لوگ بھی بعد رمضان قضا کر کے حاصل کر لیں گے ہر روزوں نے جہاد کی تیاری اور شکر اسلام کی خدمت کر کے وہ ثواب کمایا، جس کی وہ قضا نہ کر سکیں گے: شہد۔

نمازیں گر قضا ہوں، پھر ادا ہوں نگاموں کی قضا میں کب ادا ہوں

کیا تمہیں خبر نہیں کہ سینا علی مرتضیٰ نے حضور نور صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند نماز عصر قضا کر دی خیال ہے کہ چونکہ یہ روزہ دار حضرات (بقیہ صحابہ پر جوہر نہ بنے اسلئے ان پر عتاب نہ فرمایا گیا ہے فتح مکہ کے سال خیال ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر اور فتح مکہ کے موقعوں پر رمضان میں سفر کیا ہے ان دو سفروں کے علاوہ اور کبھی رمضان میں سفر ثابت نہیں (مرقات) م وہ جو روایتوں میں آتا ہے کہ ہم ایک بار سخت گرمی میں سفر جہاد میں تھے، حضور نور صلی اللہ علیہ وسلم

دَعَا جَمَاعَةً فَرَفَعَهُ إِلَى يَدَيْهِ لِيَرَاهُ النَّاسُ فَأَفْطَرَحَتْهُ قَدِيمَ مَكَّةَ وَذَلِكَ فِي رَمَضَانَ فَكَانَ
ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُولُ قَدْ صَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَفْطَرَ فَمَنْ شَاءَ صَامَ وَمَنْ
شَاءَ أَفْطَرَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِي رِوَايَةِ مُسْلِمٍ عَنْ جَابِرٍ أَنَّهُ شَرِبَ بَعْدَ الْعَصْرِ الْفَصْلُ
الثَّانِي عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ الْكَعْبِيُّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ
اللَّهَ وَضَعَ عَنِ الْمَسَافِرِ شَطْرَ الصَّلَاةِ وَالصَّوْمِ عَنِ الْمَسَافِرِ وَعَنِ الْمُرْضِعِ وَالْمُجْتَلَى رَوَاهُ

پانی منگایا تو اسے اپنے ہاتھ میں اٹھایا اسے تاکہ آپ کو لوگ دیکھ لیں کہ پھر افطار فرماتے ہیں کہ مکہ معظمہ آگئے تھے اور یہ تو رمضان میں تھا کہ چنانچہ
حضرت ابن عباس فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں روزہ بھی رکھا ہے اور افطار بھی کیا ہے تو چاہے روزہ رکھے اور چاہے افطار کرے
مسلم بخاری مسلم کی روایت میں حضرت جابر سے یوں ہے کہ آپ نے بعد عصر پانی پیا ہے فصل دوسری: روایت حضرت انس بن مالک کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا نہ کھائے نے سافر سے آدمی نماز معاف فرمادی کہ اور روزہ سافر دودھ پلانے والی اور عالم سے کہ

کے سوا ہم میں کوئی روزہ دار نہ تھا، وہاں رمضان کا ذکر نہیں ہے۔ عصفان مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ کے راستہ پر دوسری منزل ہے، مشہور جگہ ہے۔
لے یہ اِنیٰ یعنی ہے جیسے یَجْعَلُكُمْ لِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ اور ہو سکتا ہے کہ کچھ معہ ہو، جیسے مِنْ اَنْصَارِيٍّ اِلَى اللّٰهِ يَجِيءُ لَا تَأْكُلُوْا اَمْوَالَهُمْ اِلَى مَوْلَاهُمْ
اور ممکن ہے کہ کچھ غلط ہو، اور ہو سکتا ہے کہ اپنے ہی معنی میں ہو یعنی اتماء کے لئے، اور اصل عبارت یوں ہو اِنیٰ مَدِيْنَةٍ ہ۔ یعنی پانی کا پیالہ اپنے
ہاتھ میں اٹھایا یا اپنے ہاتھ پر یا دست مبارک کے ساتھ پیالہ بھی اوپر اٹھایا، یا پیالہ ہاتھ میں لے کر ہاتھ پورا بلند کر دیا، الحمد للہ عبادت میں کوئی
اشکال نہ رہا ہے یہ لوگوں کو کھانا ماہ رمضان کی بے حرمتی کے لئے نہ تھا بلکہ لوگوں کو مسئلہ بتانے کے لئے، کیونکہ وہاں سب ہی مسافر تھے، اس سے
معلوم ہوا کہ مسافر راستہ میں مسافروں کے ساتھ رمضان میں علانیہ کھا سکتا ہے لے بعض شاربین نے اَفْطَرُ کے معنی یہ سمجھے کہ حضور انور صلی اللہ
علیہ وسلم نے روزہ رکھ کر توڑ دیا، اسی بنا پر انہوں نے فرمایا کہ مسافر کو رمضان میں روزہ رکھ کر توڑ دینا بھی جائز ہے، مگر یہ غلط ہے، اَفْطَرُ کے وہی معنی ہیں
جو غیر نے عرض کئے، ورنہ ابھی حدیثوں میں گزر چکا کہ بعض صحابہ سفر جہاد میں روزہ کی وجہ سے بے ہوش ہو کر گر گئے، ان پر صحابہ نے سایہ تو کیا مگر حضور
انور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں روزہ توڑنے کی اجازت نہ دی لے یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے لئے، ۲ رمضان ۱۱ھ میں بعد عصر مدینہ منورہ
سے روانہ ہوئے (مرقات) اور بیس رمضان کو مکہ معظمہ فتح ہوا، بعض مورخین نے دسویں رمضان کو روانگی بیان کی ہے لے بعض شیعہ مسافرین روزہ
مطلقاً ناجائز کہتے ہیں، اور اس قول کو سیدنا عید اللہ ابن عباس کی طرف منسوب کرتے ہیں مگر یہ درست نہیں، حضرت ابن عباس کا قول وہ ہے جو یہاں
منقول ہوا لے اس کا مطلب وہ ہی ہے جو ابھی عرض کیا گیا کہ سرکار نے اُس دن روزہ رکھا ہی نہ تھا اس کا اظہار عصر کے بعد اس طرح کیا، یہ
مطلب نہیں ہے کہ روزہ رکھ کر توڑ دیا، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم، یہ پانی پینا ایک مسئلہ شرعیہ کی عملی تبلیغ تھی نہ کہ ماہ رمضان کی بے حرمتی، لے یہ انس
ابن مالک وہ مشہور انس نہیں جو ابوطیہ انصاری کے سوتیلے بیٹے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص خادم ہیں، وہ تو انصاری بخاری خزر جی ہیں، بہت

أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ: وَعَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْمُحَبَّقِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ لَهُ جُمُوعَةٌ تَأْوِي إِلَى شَيْعٍ فَلْيَصُومْ رَمَضَانَ جِئْتُ أَدْرِكُ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ: الْفَصْلُ الثَّالِثُ: عَنْ جَابِرٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ عَامَ الْفَتْحِ إِلَى مَكَّةَ فِي رَمَضَانَ فَصَامَ حَتَّى بَلَغَ كُدَاعَ الْغَيْمِ فَصَامَ النَّاسُ ثُمَّ دَعَا بِقَدْحٍ مِنْ مَاءٍ فَرَفَعَهُ حَتَّى نَظَرَ النَّاسُ إِلَيْهِ ثُمَّ شَرِبَ فَقِيلَ لَهُ بَعْدَ ذَلِكَ إِنَّ

ابو داؤد، ترمذی، ابن ماجہ روایت ہے حضرت سلمہ بن محقق سے کہ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کے پاس سواری ہو جو بے محالت سواری منزل تک پہنچا دے اسے وہ رمضان کے روزے رکھے جہاں پائے اسے ابو داؤد اسے تیسری فصل روایت ہے حضرت جابر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سال رمضان میں مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوئے وہ تو روزے رکھتے تھے کہ کراۃ الغیم پہنچ گئے کہ لوگ بھی روزہ دار رہے پھر حضور نے پانی کا پیالہ منگایا اسے اٹھایا تھے کہ آپ کو لوگوں نے دیکھا پھر پیالہ اس کے بعد حضور سے عرض کیا گیا کہ

ہی احادیث کے راوی ہیں، بلکہ یہ انس ابن مالک عبد اللہ ابن کعب کی اولاد سے ہیں، اسی لئے کبھی کہلاتے ہیں، ان سے بہت ہی کم احادیث یعنی صرف یہ ہی مروی ہے ورمزات الاشعة للسمات میں فرمایا کہ جس صحابہ کے نام انس ہیں، جن میں سے دو کے نام انس ابن مالک ہیں، ایک حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص بہت سی احادیث کے راوی، دوسرے یہ، ان کا قیام بصرہ میں رہا ہے اس طرح کہ مافر پر نماز میں قعود واجب ہے، صرف جائز نہیں، جیسا کہ ہم مسافر کے باب میں ثابت کر چکے ہیں، اور اپنی کتاب جوار الحق حصہ دوم میں بہت دلائل سے بیان کر چکے ہیں ۹ یعنی ان تین شخصوں سے روزہ کا فوری وجوب معاف ہو چکا ہے، اگر چاہیں تو قضا کر دیں، خیال رہے کہ حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت پر بھی روزے کی قضا ہی واجب ہے، وہ فدیہ نہیں دے سکتیں، یہ ہی ہم احناف کا مذہب ہے، یہ دونوں اس حکم میں مسافر کی طرح ہیں، نیز ان دونوں کو قضا کی اجازت جب ہے جبکہ انہیں روزہ سے اپنے پھر پر خوف ہوا اشعۃ فرمایا کہ اگر عورت جبکہ پھر دودھ پیتا ہو وہ بچہ کے لئے دودھ پلائی رکھے اور خود روزہ رکھے کہ آپ خود بھی صحابی ہیں، اور آپ کے بیٹے سنان ابن سلمہ بھی صحابی، سنان بڑے پہلوان تھے، بہت سے غزوات میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے اس لیے آرام و آسائش سے منزل پر افطار سے پہلے پہنچ جاتے یا اس کا سامان خورد و نوش ساتھ ہو، تو وہ سفر میں روزہ قضا نہ کرے بلکہ تمام مسلمانوں کی موافقت میں روزہ رکھے کہ یہ حکم استحبائی ہے یعنی آرام کے سفر میں روزہ رکھ لینا بہتر ہے، قضا کر دینا مناسب نہیں آج کل ریل و موٹر کے سفر میں تو بہت آسانیاں ہیں، ان سفر میں روزہ رکھنا ہی اچھا ہے کہ اس حدیث کی اسناد میں عبد الصمد ابن حبیب ازدی ہے اگر محمد ثنین کے ہاں قوی نہیں ہے، لہذا یہ حدیث ضعیف ہے، مگر فضائل اعمال میں حدیث صحیح قبول ہے جیسا کہ بار بار عرض کیا گیا، یہاں بھی فضیلت عمل ہی کا ذکر ہے یعنی آسان سفر میں روزہ رکھ لینا بہتر ہے لہذا قبول ہے کہ فتح مکہ کے لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی روانگی بھی رمضان میں اور فتح فرمانا بھی رمضان میں، جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا کہ یہ مشہور ہے کہ مکہ معظمہ مدینہ منورہ کے درمیان واقع ہے، عسکان سے تین

بَعْضُ النَّاسِ قَدْ صَامَ فَقَالَ أُولَئِكَ الْعَصَاةُ أُولَئِكَ الْعَصَاةُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ
عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَائِمٌ رَمَضَانَ فِي السَّفَرِ
كَالْمُقِطِرِ فِي الْحَضَرِ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَعَنْ حَزَنَةَ بْنِ عَدٍ وَالْأَسْلَمِيِّ أَنَّهُ قَالَ يَا رَسُولَ
اللَّهِ إِنِّي أَجِدُنِي قُوَّةً عَلَى الصِّيَامِ فِي السَّفَرِ فَهَلْ عَلَيَّ جُنَاحٌ قَالَ هِيَ رُخْصَةٌ مِنْ

بعض لوگوں نے روزہ رکھ لیا ہے فرمایا یہ لوگ گنہگار ہیں یہ لوگ گنہگار ہیں کہ اس روایت ہے حضرت عبدالرحمن بن عوف سے فرماتے
ہیں فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ سفر میں رمضان کے روزے رکھنے والا ایسا ہے جیسے گھر میں افطار کرنے والا ہے روایت ہے حضرت
حمزہ ابن عمرو اسے سے انہوں نے عرض کیا رسول اللہ ﷺ میں اپنے اندر سفر میں روزہ کی طاقت رکھتا ہوں تو کیا مجھ پر گناہ ہے فرمایا وہ تو اللہ عزوجل کی طرف سے رخصت

میل نہ ملے پر چونکہ اس جنگل کا نقشہ بکری کی پنڈلی کی طرح ہے، اس لئے اسے کراخ کہا جاتا ہے، غنیمت جگہ لینے بکری کی پنڈلی کے نمونہ کا جنگل ہے کہ
یعنی آج تک روزہ رکھا، آج سے افطار شروع فرمایا، یہ مطلب نہیں کہ آج روزہ رکھ کر توڑ دیا، جیسا کہ ظاہر ہے *

لے لینے صحابہ کرام میں سے بعض نے تو حضور انور ﷺ کے عمل پر عمل کر کے روزہ نہیں رکھا ہے، اور بعض نے اس خیال سے رکھ لیا ہے۔
کہ سفر میں روزہ رکھنا جائز ہے، وہ یہ نہ سمجھ سکے کہ اس سفر میں اب سے روزہ نہ رکھنا سنت اور روزہ رکھنا خلاف سنت ہے، غرض کہ ان سے خطائے
اجتہادی واقع ہوئی تھیں اس جملہ کی تکرار تاکید بلکہ تغلیظ کے لئے ہے، یعنی یہ لوگ یقیناً سخت گنہگار ہیں دو وجہ سے: (۱) ایک یہ کہ میری موجودگی
میں انہیں اجتہاد نہ کرنا چاہیے تھا، بلکہ براہ راست مجھ سے مسئلہ پوچھ لینا چاہیے تھا، کیونکہ اجتہاد حدیث نہ مل سکنے پر ہوتا ہے (۲) دوسرے
یہ کہ آج سے روزہ نہ رکھنا میری سنت ہو چکا تھا، لہذا ان کا روزہ رکھنا خلاف سنت ہوا، اور سنت کی مخالفت یقیناً گناہ ہے، فقیر کی اس
تقریر سے یہ اعتراض بھی اٹھ گیا کہ صحابہ کرام تو فسق سے پاک ہیں پھر وہ حضرات یہ گناہ کیسے کر بیٹھے، کیونکہ ان بزرگوں نے نہ تو گناہ کی نیت سے یہ کام
کیا تھا، نہ بعد میں اس پر تائب ہوئے، اور فسق کے لئے دونوں چیزیں ضروری ہیں، اور یہ اعتراض بھی اٹھ گیا، کہ خطائے اجتہادی پر پکڑ نہیں، اور
نہ وہ گناہ ہے، پھر حضور انور ﷺ نے انہیں گنہگار کیوں فرمایا، کیونکہ سرکار نے اپنی موجودگی میں ان کے اجتہاد کو گناہ قرار دیا، کہ
انہیں مجھ سے پوچھنا چاہیے تھا، یہ اعتراض بھی اٹھ گیا کہ سفر میں روزہ رکھنا جائز ہے اس پر وہ حضرات گنہگار کیوں ہو گئے، کیونکہ اس وقت سے
افطار کرنا سنت ہو چکا تھا، اور سنت کی مخالفت یقیناً گناہ ہے خیال ہے کہ عدم سنت ادب ہے، اور مخالفت سنت کچھ اور اس وقت سے معلوم
ہوا کہ روزہ نماز بذات خود ثواب کا باعث نہیں بلکہ حضور انور ﷺ کی اتباع ثواب کا باعث ہے، جو عبادت ان کی اتباع سے خالی ہو
جائے وہ گناہ بن جاتی ہے، عید کے دن کا روزہ سورج نکلنے ڈوبنے نماز پڑھنا منع ہے، ایسے ہی اب ان کے لئے روزہ گناہ ہو گیا، حضور انور
ﷺ نے اس کے سبب سے ہجرت کر جانے پر کہ مغلطہ میں رہنا گناہ ہو گیا تھا، لہذا یہاں السَّفَر میں الف لام عندی ہے اور اس سے وہ سفر
مراد ہے جس میں روزہ بلا کثرت یا سخت تکلیف کا باعث ہو، یا وہ سفر جہاد و مراد ہے جس میں روزہ داری بجائے جہاد کرنے کے دوسرے غازیوں پر بوجھ
بن جائے، لہذا یہ حدیث سفر میں روزہ رکھنے کی احادیث کے خلاف نہیں، یعنی ایسا مسافر سفر میں روزہ رکھنے سے ایسا ہی گنہگار ہو گا جیسے

اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ فَمَنْ أَخَذَ بِهَا فَحَسَنٌ وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يُصُومَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ وَآهٌ مُّسْلِمٌ
بَابُ الْقَضَاءِ: الْفَصْلُ الْأَوَّلُ: عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ يَكُونُ عَلَى الصَّوْمِ
رَمَضَانَ فَمَا اسْتَطِيعَ أَنْ أَقْضِيَ إِلَّا فِي شَعْبَانَ قَالَ يُحِبُّ بَنُ سَعِيدٍ تَعْنِي الشَّغَلَ
مِنَ النَّبِيِّ أَوْ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحِلُّ لِلْمَرْأَةِ أَنْ تَصُومَ وَرُوحَهَا شَاهِدًا إِلَّا بِإِذْنِهِ

ہے جو اسے قبول کرے تو اچھا ہے اور جو روزہ رکھنا پسند کرے تو اس پر گناہ نہیں ہے (رسم) باب روزہ کی قضا: پہلی فصل: روایت حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں مجھ پر رمضان کے روزے ہوتے تھے سب تو میں سوائے شعبان کے قضا نہ کر سکتی تھی یہ سہیحی ابن سعید نے فرمایا آپ کی مراد حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مشغولیت ہے یہ رسم بخاری اور ابویہ ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کسی عورت کو نہ تو یہ درست ہے کہ جب اس کا خاوند موجود ہو تو اس کی بغیر اجازت روزہ رکھے نہ

غیر سفر گھر میں رہ کر یا عذر دینے نہ رکھنے پر گناہ ہوتا ہے یہ حدیث کہ سنیۃ اعمادیت کی تفسیر ہے کہ سفر میں روزہ رکھنے کی بھی اجازت ہے اور نہ رکھنے کی بھی: یہاں ایک اعتراض ہے وہ یہ کہ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ مسافر کو روزہ نہ رکھنا بہتر رکھنا خلاف اولیٰ، کیونکہ سرکار نے نہ رکھنے کو حن فرمایا اور رکھنے کو لا جہا: جواب یہ ہے کہ عرب کے سفر خصوصاً گرمی کے موسم کے عموماً دشوار ہوتے تھے اور ان میں روزہ سخت تکلیف کا باعث بعض لوگ اندازہ میں غلطی کر کے روزہ رکھ پڑتے تھے اور پھر بڑی شقت بھگتتے تھے، اس لئے فرمایا گیا کہ ان حالات میں روزہ نہ رکھنا ہی بہتر، لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں جس میں روزے کو افضل قرار دیا گیا، اور نہ عام حالات میں بحالتہ سفر روزہ رکھ لینا ہی بہتر ہے بلکہ ظاہر یہ ہی ہے کہ قضا سے روزوں کی قضا مراد ہے جیسا کہ اس موقع سے اور آئندہ حدیثوں سے معلوم ہو رہا ہے خیال ہے کہ ہر عبادت کی قضا بہت جلد کر لینا چاہیے کیونکہ موت کی خبر نہیں آتی اگر حالۃً یا مسافر کے پانچ روزے قضا ہو گئے، پھر حالۃً پاک ہونے اور مسافر گھر آنے کے تین دن بعد فوت ہو گئے تو ان تین دن کی پکڑ میں آجائیں گے رب کی پناہ سب جو نسائی عوارض یا بیماری کی وجہ سے رہ جاتے تھے پہلے سے زیادہ مناسب ہیں بلکہ ایسے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ حیات شریف میں رمضان کے روزوں کی قضا شعبان سے پہلے نہ کر سکتی تھی، شعبان میں قضا کرتی تھی، اگر وہ آخری مہینہ ہوتا تھا، جس کے بعد دوسرا رمضان ہوتا تھا، یا ماہ شعبان میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اکثر روزے رکھتے تھے، اس لئے میں فرغت پالیتی تھی: یہ اس جملہ کا مطلب کہ دس ماہ میں ہر وقت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے تیار رہتی تھی کہ نہ معلوم حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کس وقت شرفِ قربت عنایت فرمائیں اس لئے روزہ قضا نہ کرتی تھی معلوم ہو رہا ہے کہ ام المؤمنین ان دس ماہ میں نقلی روزے بھی نہ رکھتی تھیں جب فرض قضا نہ کر سکتی تھیں، تو نقلی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اس حدیث پہلے سے معلوم ہوئے ایک یہ کہ خاوند کو بھی ہے کہ ایک عورت کا بارگاہی دن میں دوسری عورت محبت کرے، کیونکہ باری عرفِ لہ کے قیام کی مول ہے نہ کہ محبت کی دوسری کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت دیگر عبادات سے افضل ہے، دیکھو حضرت عائشہ صدیقہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کے

وَلَا تَأْذَنَ فِي بَيْتِهِ إِلَّا بِإِذْنِهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ مُعَاذَةَ الْعَدَوِيَّةِ أَنَّهَا قَالَتْ
لِعَائِشَةَ مَا بَالُ الْحَائِضِ تَقْضِي الصَّوْمَ وَلَا يَقْضِي الصَّلَاةَ قَالَتْ بَعَائِشَةُ كَانَ
يُجِيبُنَا ذَلِكَ فَتَوْمَرُ يَقْضِي الصَّوْمَ وَلَا نُؤْمَرُ بِقَضَاءِ الصَّلَاةِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ
عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صَوْمٌ صَامَ عَنْ وَلِيِّهِ

نہ یہ کہ اس کی بلا اجازت اس کے گھر میں کسی کو آنے سے منع نہ ہو (مسلم) روایت ہے حضرت معاذہ عدویہ سے کہ انہوں نے حضرت عائشہ سے عرض کیا کہ عائشہ کا کیا حال ہے کہ وہ روزہ تو قضا کرتی اور نماز قضا نہیں کرتی؟ عائشہ نے فرمایا کہ یہ عارضہ ہم کو آتا تھا تو ہم کو روزہ کی قضا کا حکم دیا جاتا تھا اور نماز کی قضا کا حکم نہیں دیا جاتا تھا۔ (مسلم) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مر گیا اور اس پر روزہ تھے تو اس کی طرف سے اس کا ولی روزہ ادا کرے گا۔

بے نفلی روزہ نہ رکھتی تھیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اکثر روزہ دار رہتی تھیں، تیسرے یہ کام المؤمنین کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے سے معلوم تھا کہ میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں وفات نہ پاؤں گی، اگر آپ کو اپنی وفات کا ہر دم خطرہ رہتا، تو آپ پر قضا بہت جلد کا ضروری ہوتا جیسے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حج فرض ہونے پر پہلے سال حج نہ کیا، کیونکہ آپ کو اپنی زندگی کا یقین تھا، ہم پر حج فرض ہوتے ہی کر لینا ضروری تھا، تاخیر گناہ ہے، چوتھے یہ کہ ایک سال کے رمضان کی قضا دوسرے رمضان آنے سے پہلے ضرور کر لینا چاہیے شعبان میں ضروری کرے۔ یعنی خاندانِ نبوی گھر پر ہو تو اس کی ہر سبکی یا ہر بی اجازت کے بغیر بے نفلی روزہ رکھے، کیونکہ مرد و کون میں صحبت کرنے کا حق ہے اور اس کا روزہ یا احتکاف اس حق کو روک دینا گناہ ہے، چوتھے یہ کہ عورت کے رمضان اور رمضان کے روزے علیحدہ ہیں کہ وہ حق شرع ہیں، اگر عورت بغیر خاندان کی اجازت بے نفلی روزہ رکھ لیا تو وہ اس سے توڑ داکر صحبت کر سکتا ہے جس کی قضا واجب ہوگی، اسی لئے صاحب مشکوٰۃ یہ حدیث باب القضاء میں لائے، فقیر کا اس تقریر سے بہت اعتراضات اُبھ گئے، حدیث واضح ہو گئی، خیال ہے کہ عورت کو نفلی نماز سے منع نہیں فرمایا گیا، کیونکہ وہ تھوڑی دیر میں ہوجاتی ہے اس خاندان کا حق صحبت نہیں مارا جاتا۔

۱۔ یعنی خاندان کی ناراضگی پر کسی مرد و عورت، اجنبی یا قریبی کو گھر میں آنے کی اجازت نہ دے، فقہاء فرماتے ہیں کہ خاندان عورت کو اس کے ماں باپ سے ملنے سے نہیں روک سکتا، ہاں انہیں اپنے گھر میں آنے سے روک سکتا ہے، عورت دباں جا کر ملے، اس کا ماخذ یہ حدیث ہے کہ یعنی نماز بھی فرض ہے روزہ بھی فرض، اور حیض و نفاس دونوں سے مانع، پھر نماز کی قضا کیوں ہوتی ہے اور روزہ کے کیوں نہیں ہوتی، معلوم ہوا کہ احکام شرعیہ کی عقلی حکمتیں پختہ ہواں نہیں، ہاں احکام شرعیہ پر اعتراض کرنا گناہ ہے، فقیر نے ایک کتاب لکھی اسرار الاحکام، اس میں احکام شریعت و طریقت کی عقلی حکمتیں بیان کی ہیں ۳۔ سبحان اللہ کیا ایمان افراد جواب ہے کہ مجھے عقلی حکمتوں سے غرض نہیں، ہم تو حکم کے تابع ہیں چونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ کی قضا کا حکم دیا، نماز کی قضا کا نہیں دیا، اس لئے یہ فرق ہو گیا، ہم عقلی حکمتوں سے کیا غرض، بیمار طبیب کے نسخے پینے کی کوشش کرتا ہے، دواؤں کے اوزان سوچنے میں ذہن ضائع نہیں کرتا، فقہاء فرماتے ہیں کہ روزہ کی قضا میں ندرت ہے کہ سال میں سات آٹھ روزہ قضا کرنے پڑتے ہیں اس لئے اس میں دشواری نہیں، امد و فضائے نماز میں کثرت ہے کہ ہر مہینہ سات آٹھ دن کی دن پانچ نمازیں قضا کرنی

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۚ الْفَصْلُ الثَّانِي ۚ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامُ شَهْرِ رَمَضَانَ فَلْيُطْعَمْ عَنْهُ مَكَانَ كُلِّ يَوْمٍ مِنْكُمْ يَوْمٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ وَالصَّحِيحُ أَنَّهُ مَوْقُوفٌ عَلَى ابْنِ عُمَرَ ۚ الْفَصْلُ الثَّلَاثُ عَنْ مَالِكٍ بَلَّغَهُ أَنَّ عُمَرَ كَانَ يَسْأَلُ هَلْ يَصُومُ أَحَدٌ أَوْ يَصِلِي أَحَدٌ عَنْ أَحَدٍ فَيَقُولُ لَا يَصُومُ أَحَدٌ عَنْ أَحَدٍ وَلَا يَصِلِي أَحَدٌ عَنْ أَحَدٍ رَوَاهُ فِي الْمُوطَأِ

مسلم بخاری اور ترمذی: روایت ہے حضرت نافع سے وہ حضرت ابن عمر سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا جو مجھے اور اس پر ماہ رمضان کے روزے ہوں تو اس کی طرف ہر دن کی جگہ ایک مسکین کو کھانا دیا جائے۔ لے کر ترمذی اور ترمذی نے فرمایا کہ صحیح یہ ہے کہ ابن عمر ہر موقوف ہے لے تیسری فصل روایت ہے حضرت مالک انہیں روایت پہنچی کہ حضرت عمر سے پوچھا جاتا تھا کہ کیا کوئی کسی کی طرف سے روزہ رکھے یا نماز پڑھ دے تو فرماتے تھے کہ نہ کوئی کسی کی طرف سے روزہ رکھے اور نہ کسی کی طرف سے نماز پڑھے لے (موطا)

پڑھتے یعنی چالیس بلکہ بعض کو پچاس نمازیں اس میں بہت دشواری ہوتی، اسلئے نمازوں کی قضا نہیں، روزوں کی ہے، وائشہ ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص پر رمضان یا دیگر روزہ قضا ہو گیا، پھر اسے قضا کرنے کا موقع ملا، مگر قضا نہ کیا کہ مر گیا، تو اس کا ولی وارث اس کی طرف سے روزہ ادا کرے، امام احمد کے ہاں اس طرح کہ روزے رکھنے، اور باقی تمام اماموں کے ہاں اس طرح کہ روزوں کا فدیہ دیدے چند وجہوں سے ایک یہ کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَ فِدْيَةَ طَعَامٍ مَسْكِينٍ۔ جو روزہ کی طاقت نہ رکھیں ان پر فدیہ ہے اور میت بھی اب طاقت نہیں رکھتا، دوسرے یہ کہ خود حدیث شریف میں ہر احقر دار و دیار کہ الا لا یصوم من احد عن احد ولا یصل من احد عن احد کوئی کسی کی طرف سے نہ روزہ رکھے نہ نماز پڑھے جیسا کہ آگے آرہا ہے، تیسرے یہ کہ خود صحابہ کرام کا فتوہ یہ رہا کہ میت کی طرف سے روزوں کا فدیہ دیا جائے روزہ رکھنا نہ جائے، دیکھو مرقات: چوتھے یہ کہ قیاس شرعی بھی یہی چاہتا ہے کیونکہ نماز بقابلہ روزہ زیادہ اہم و ضروری ہے گزشتہ حدیث کی تفسیر ہے کہ وہاں ولی کے روزہ رکھنے سے مراد حکمی روزہ تھا لیکن اولے فدیہ، فقہاء فرماتے ہیں کہ میت کی نمازوں کا بھی فدیہ دے دیا جائے، کیونکہ نماز روزے سے زیادہ اہم ہے، حیلہ استقامت کا اصل یہ حدیث ہے اس جیلہ کی تحقیق ہماری کتاب جامعہ الحق حصہ اول میں ملاحظہ فرمائیے لے اگرچہ حدیث موقوف ہی صحیح ہے، مگر یہ موقوف حدیث مرفوع کے حکم میں ہے کیونکہ صحابہ کرام کے وہ اقوال جو عقل سے درام ہوں وہ حدیث مرفوع کے حکم میں ہوتے ہیں، کہ صحابی نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ یہی یہ فرمایا ہے عقل کا اس میں گنہگار نہیں، لے اس حدیث کی تائید آیات قرآنیہ کر رہی ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے لَیْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ اور فرماتا ہے لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ جن سے معلوم ہوا کہ سبب لینے بدنی عبادات خود بندے ہی کو کرنا ہوں گی، دوسرے نہیں کر سکتا، حدیث کا مطلب یہ ہے کہ زندگی میں یا بعد موت کوئی شخص کسی کی طرف سے محض بدنی عبادتیں روزہ نماز وغیرہ نہیں ادا کر سکتا: نسائی شریف میں حضرت ابن عباس

بَابُ صِيَامِ التَّطَوُّعِ: الْفَصْلُ الْأَوَّلُ: عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ حَتَّى نَقُولَ لَا يُفْطِرُ وَيُفْطِرُ حَتَّى نَقُولَ لَا يَصُومُ وَمَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَكْمَلَ صِيَامَ شَهْرٍ قَطُّ إِلَّا رَمَضَانَ وَمَا رَأَيْتُ فِي شَهْرِ شَعْبَانَ إِلَّا قَلِيلًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ: وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَقِيقٍ قَالَ قُلْتُ لِعَائِشَةَ أَمَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ شَهْرًا كُلَّهُ قَالَتْ مَا عَلِمْتُ صَامَ شَهْرًا كُلَّهُ إِلَّا رَمَضَانَ

باب نفل روزے: پہلے فصل روزہ حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزے رکھتے رہتے تھے کہ ہم کہتے افطار نہ کریں اور افطار کرتے رہتے تھے کہ ہم کہتے روزہ نہ رکھیں اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھا کہ مولیٰ رمضان کسی مہینے کے پورے روزے رکھے ہوں نہ اور میں حضور کو شعبان سے زیادہ کسی مہینہ میں روزے رکھتے نہ دیکھا کہ ایک روایت میں یوں ہے فرماتی ہیں کہ قریباً سائے شعبان کے روزے رکھتے تھے اور بحر تھوڑے دنوں کے سائے شعبان کے روزے رکھتے تھے مسلم بخاری: روایت ہے حضرت عبداللہ بن شقیق سے فرماتے ہیں میں نے حضرت عائشہ سے کہا کہ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی مہینہ کے پورے روزے بھی رکھتے تھے؟ بولیں مجھے خبر نہیں کہ رمضان کے سوا کسی اور پورے مہینے کے

سے بعینہ یہ فترے نفل فرمایا عبدالرزاق نے حضرت ابن عمر سے یہ قول نقل کیا، ام مالک نے فرمایا کہ میں نے کسی صحابی یا تابعی کے متعلق یہ نہ سنا کہ کسی نے کسی کی طرف سے نماز یا روزہ ادا کر دینے کی اجازت دی ہو یہ گفتگو نماز و روزے میں نیابت کے متعلق ہے، وہاں عبادات کا ثواب بخشنا، وہ باتفاق اہل سنت بالکل جائز ہے و مرقات: اس کی تحقیق ہماری کتاب جوار الحق حصہ اول میں ملاحظہ فرمائیے: اے تعلق، طوع سے بنا بھی بغیر و خوشی، رب تعالیٰ فرماتا ہے قالوا اتینا طائفین نفل عبادات کو طوع اس لئے کہا جاتا ہے کہ بندہ وہ کام اپنی خوشی سے کرتا ہے، رب تعالیٰ نے اس پر فرض نہ کیا، یعنی حضور اور صلی اللہ علیہ وسلم کسی مہینہ میں مسلسل اتنے روزے رکھے کہ ہم گمان کرتے یا اسے مخاطب تو گمان کرتا کہ آپ اس ماہ بالکل افطار نہ کریں گے، اور کسی مہینہ میں مسلسل اتنا افطار نہ کریں گے کہ ہم سمجھتا ہوں اس مہینہ میں آپ روزہ کوئی نہ رکھیں گے، عرض کر روزہ نفل میں آپ ہمیشگی نہ کرتے تھے: اے یہ حکم ہے جس کوئی مہینہ مستثنیٰ نہیں، کہ مرکز صلی اللہ علیہ وسلم نے سوائے ماہ رمضان کسی مہینہ کے مکمل روزے کبھی نہ رکھے: سوائے آپ رمضان کے علاوہ باقی تمام مہینوں میں روزے ضرور رکھتے تھے۔ مگر شعبان میں زیادہ رکھتے تھے فی شہر، اکثر کی ضمیر سے حال ہے، اور فی شعبان جہنہ کی ضمیر سے حال، یا یہ دونوں طرف ہیں: لہذا اس عبادت کا دوسرا جملہ پہلے جملہ کی تفسیر ہے، یعنی کل شعبان سے مراد قریباً کل ہے، چونکہ شعبان رمضان کا پڑوسی ہے اس لئے وہ بھی حرمت والا ہے، نیز اس مہینہ میں رمضان عبادات کی تیاری کرنا چاہیے، اس لئے اس ماہ میں نفل نماز و روزے کثرت سے ادا کرنا بہتر ہے: لہذا چونکہ حضرت عائشہ صدیقہ خصوصیت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمدم و ہمراز تھیں، اور آپ کے ہر حال پر نگاہ رکھتی تھیں، ساتھ ہی بڑی فقیہہ و عالمہ بھی تھیں، اس لئے حضور اور صلی اللہ علیہ وسلم کے اندرونی و بیرونی حالات زیادہ تر آپ ہی سے پوچھے جاتے تھے۔

وَلَا افْطَرَّةَ كُلَّ حَتَّى يَصُومَ مِنْهُ حَتَّى يَسْبِيْلَهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حَصِينٍ
عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ سَأَلَهُ أَوْسَالُ رَجُلًا وَعِمْرَانُ يَسْمَعُ فَقَالَ يَا أَبَا
قُلَافٍ أَمَا صُمْتَ مِنْ سَرِّ شُعْبَانَ قَالَ لَا قَالَ فَإِذَا افْطَرْتَ فَصُمْ يَوْمَيْنِ مُتَّفَقٌ
عَلَيْهِ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْضَلُ الصِّيَامِ بَعْدَ
رَمَضَانَ شَهْرُ اللَّهِ الْمُحَرَّمُ وَأَفْضَلُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْفَرِيضَةِ صَلَاةُ اللَّيْلِ رَوَاهُ

روزے رکھے ہوں یا کسی مہینہ کا پورا افطار کیا ہو ہر مہینہ میں کچھ روزے رکھتے تھے اے کہ اپنے راہ تشریف کے ۲۷ مسلم روایت حضرت عمران ابن
حصین وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا یا کسی اور سے پوچھا اور عمران سن رہے تھے تو حضور نے فرمایا
اے ابو قلاب کیا تم نے آخر ماہ شعبان کے روزے نہ رکھے ۳۷ وہ بولے نہیں فرمایا جب یہ روزے رکھ چکو تو دو دن روزے رکھ لینا ۳۸ (مسلم بخاری) روایت
حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ رمضان کے بعد افضل روزے اشہر مہینہ محرم کے ہیں ۳۹ اور فرض
کے بعد افضل نماز رات کی نماز ہے ۴۰

۱۔ ۳۷ یقیناً میں حجتے بھٹے کے ہے یعنی کسی مہینہ میں سارا افطار اسنے نہ کیا، تاکہ ہر ماہ میں بعض دن روزے رکھنا سنت ہوں اور جو رکھا ہے کہ حجتے انتہائی غایت
کا ہو، مگر اس میں بہت تکلیف ہے (مہینات) ۳۸ یہ حجتے تینوں جہلوں کی انتہا ہے، اولیٰ راہ تشریف لے جانے سے مراد وفات پا جانا ہے ۳۹ سر راہ اسلام مہینہ کے
اول دنوں کو بھی کہتے ہیں، درمیان کو بھی دعا کو بھی، مگر زیادہ آخری رات کو کہا جاتا ہے، کیونکہ اس میں چاند بادل چھپا ہوتا ہے بعض لوگوں نے یہاں دل یا دینی مہینہ مراد
لیا ہے، کیونکہ شعبان کی آخری تاریخ میں روزہ منع ہے جیسا کہ گذر چکا مگر لمعات، اشعة اللمعات و مرقات وغیرہ نے فرمایا کہ یہاں آخری کے معنی ہی میں ہے یہ صاحب ہر مہینہ کے
آخر روزہ رکھنے کے مادی تھے یا اسکی سنت مان چکے تھے، مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ممانعت سن کر انہوں نے شعبان کے آخر میں روزہ نہ رکھا، تب حضور انور صلی اللہ علیہ
وسلم نے یہ فرمایا ۴۰ یعنی ہماری ممانعت ان لوگوں کے لئے ہے جو صرف شعبان کے آخر میں روزے رکھیں، ہم جو نیکو راہ کے آخر میں دو روزہ رکھ مادی ہو یا مذہبی مان چکے
ہو اسنے تم بعد عید کے عوض دو روزے رکھ لینا لمعات و مرقات اس شرح سے حدیث بالکل واضح ہو گئی اور اس پر کوئی اعتراض نہ رہا ۴۱ ظاہر ہے کہ محرم سے مراد
ماشورہ کا دن ہے نہ کہ سارا ماہ محرم، ورنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شعبان کے روزے زیادہ رکھا کرتے، چونکہ ماشورہ کا دن محرم میں واقع ہوا ہے وہ ماشورہ
میں بڑے عہد واقعات ہو چکے ہیں، آدم علیہ السلام کی توبہ کی قبولیت نوح علیہ السلام کی کشتی کا جو دی پہاڑ پر بٹھرایا یعقوب علیہ السلام کا اپنے فرزند یوسف علیہ السلام سے ملنا
فرعون کا غرق اور موسیٰ علیہ السلام کی نجات ایوب علیہ السلام کی شفا یونس علیہ السلام کا مچھلی کے پیٹ سے باہر آنا وغیرہ ماشورہ ہی کے دن ہوئے، لہذا یہ شہادت اہم حجتیں اور قیامت کا
آنا اسی دن میں ہونے والا تھا اسنے سارے محرم کو اشہر مہینہ فرمایا گیا یعنی اللہ کے محبوبوں کا مہینہ، کہ جو اللہ کے بندوں کا ہر جائے وہ اللہ کا ہوجاتا ہے اور جس دن یا
جس مہینہ میں کوئی اہم کام ہوا اس میں عبادتیں کرنا بہتر ہے، لہذا ربیع الثانی کی گیارہویں، ربیع الاول کی بارہویں، رجب کی ستائیسویں افضل
تاریخیں ہیں اور ان میں عبادات، روزہ، نوافل، میلاد شریف وغیرہ کرنا بہت ہے: یہ حدیث مجتہدے صوفیاء و علماء مسائل کا نذر ہے، سو فیائے

مُسْلِمٌ وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَحَدَّى صِيَامَ يَوْمٍ فَضَّلَهُ عَلَى غَيْرِهِ إِلَّا هَذَا يَوْمَ عَاشُورَاءَ وَهَذَا الشَّهْرُ يَعْنِي شَهْرَ رَمَضَانَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ قَالَ جِبْنٌ صَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ عَاشُورَاءَ وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ يَوْمَ يُعْظَمُ إِلَهُ مُؤَدَّ النَّصَارَى فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مُسْلِم، روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھا کہ آپ کسی دن کے روزوں کو دوسرے دنوں پر بزرگی دے کر تلاش کرتے ہوں اے سوائے اسی دن یعنی عاشوراء کے دن اور اسی مہینہ یعنی ماہ رمضان کے (مسلم بخاری) روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشورہ کے دن کا روزہ رکھا اور اس کے روزے کا حکم دیا ہے تو صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ وہ دن ہے جس کی یہود و عیسائی تعظیم کرتے ہیں اے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

کہ ہم بہت سے اعمال کی نذوۃ عاشورہ کے دن ادا کرتے ہیں، اسکی تحقیق ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول میں دیکھئے اے فرض سے مراد نماز پنجگانہ ہے مع سغفہ مؤکدہ اور وتر کے، اور رات کی نماز سے مراد تہجد ہے یعنی فرائض، وتر اور سنن مؤکدہ کے بعد درجہ نماز تہجد کا ہے، کیوں نہ ہو کہ اس نماز میں مشقت بھی زیادہ ہے اور خصوصی حضور بھی غالب، یہ نماز حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر فرض تھی، ارب تعالیٰ فرمایا ہے وَمِنَ اللَّيْلِ فَسُجِّدُوا لِلَّهِ فَاجْلِسْ لِلَّهِ لَذَّابْتُنَّ لِلَّهِ وَالْوَالُونَ کے بڑے فرائض بیان فرمائے تَتَجَافَى جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ اور فرماتا ہے وَالَّذِينَ يَبِيتُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَقِيَامًا وغیرہ فقر کی وصیت ہے کہ ہر مسلمان ہمیشہ تہجد پڑھے، اور اس نماز کا ثواب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ہدیہ کر دیا کرے بلکہ انہی کی طرف سے ادا کیا کرے، انشاء اللہ وہ بہت کچھ ملیگا اے یعنی اسکو بہت بہتر بھی سمجھتے ہوں اور مبالغہ سے اس کی جستجو بھی کرتے ہوں اور سال بھر تک اس کا انتظار فرماتے ہوں یعنی آپ کا انتظار اور تلاش کرنا اتفاقاً، کتاب بلکہ ان کو سبب افضل بیان کرتا ہے اے یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تمام دنوں میں عاشورہ کے دن کو بہت افضل جانتے تھے اور مہینوں میں رمضان کے مہینہ کو عاشورہ کی افضلیت کے وجہ ابھی عرض کئے گئے، ماہ رمضان نزول قرآن کا مہینہ ہے اس میں شب قدر ہزار مہینوں سے افضل ہے اس کا آخری عشرہ اعکان کا زمانہ ہے، اس مہینہ میں جبریل امین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرآن کریم کا دود فرمایا کرتے تھے، نیز اس مہینہ میں دوزخ بندہ مستی ہے جنت کے دروازے کھلے رہتے ہیں، شیطان قید ہو جاتے ہیں اسلئے یہ مہینہ دوسرے مہینوں سے افضل ہے، خیال رہے کہ قریش عاشورہ کا روزہ رکھتے تھے اور ہجرت سے پہلے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی یہی عمل تھا، ہجرت کے بعد اسلام میں اس دن کا روزہ فرض ہوا، پھر رمضان کی فرضیت سے اس روزہ کی فرضیت تو منسوخ ہو گئی، مگر سنیت اور استحباب اب بھی باقی ہے، یہاں مرقاۃ نے فرمایا کہ مہم عاشورہ کا افضل اور مہم روزہ کا افضل یعنی نویں ذی الحجہ کہ وہ حج کا دن ہے لہذا یہ حدیث مؤرخ کی افضلیت کی حدیث کے خلاف نہیں، اے پہلے درجی حکم دیا اور فرضیت رمضان کے بعد استحبابی، واقعہ یہ ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد ہجرت یہود مدینہ کو روزہ رکھنے پایا، ان سے اس کی وجہ پوچھی، وہ بولے کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے میرے علیہ السلام کو فرعون سے نجات دی کہ اسے غرق کیا، سرکار نے فرمایا لَقَدْ أَخَذَ مَوْمِنٌ وَمِنْكُمْ بِمَقَابِلَتِهِ مَوْمِنٌ عَلَيْهِ السَّلَامُ کا ہم پر زیادہ حق ہے یہ فرما کہ عاشورہ کا روزہ مسلمانوں پر فرض کر دیا، پھر روزہ رمضان سے اس کی فرضیت تو منسوخ ہو گئی، مگر حضور

وَسَلَّمَ لَنْ يَبْقِيَتْ اِلَى قَابِلٍ لَّا حُومَتٌ اِلَّا تَامَتْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ اُمِّ الْفَضْلِ بِنْتِ الْحَارِثِ اَنَّ نَاسًا تَمَارَوْا عِنْدَهَا يَوْمَ عُرْفَةَ فِي صِيَامِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ بَعْضُهُمْ هُوَ صَائِمٌ وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَيْسَ بِصَائِمٍ فَاُرْسِلَتْ اِلَيْهِ بِقَدَحٍ لَبَنٍ وَهُوَ اَقْفٌ عَلَى بَعِيرٍ يَعْرِفُهُ فَشَرِبَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا سَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى

اگر ہم سال آئندہ زندہ رہے تو نویں محرم کا بھی روزہ رکھیں گے لے سلم روایت ہے حضرت ام الفضل بنت حارث سے لے کہ کچھ لوگوں نے ان کے پاس عرفہ کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روزے کے متعلق گفتگو کی بعض نے کہا کہ حضور روزہ دار ہیں اور بعض نے کہا کہ حضور روزہ دار نہیں لے تمام الفضل نے ایک پیالہ دودھ حضور انور کی خدمت میں بھیجا جبکہ آپ عرفات میں اپنے اونٹ پر قیام فرماتے تو آپ نے پی لیا لے سلم بخاری روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ

استجاباً خود بھی یہ روزہ رکھتے تھے اور صحابہ کو بھی حکم دیتے رہے تب وہ واقعہ پیش آیا جو یہاں مذکور ہے لے لہذا اگر ہم بھی عاشورے کی تعلیم کرینگے تو اہل کتاب سے شائبہ ہو جائیگی اور کفار سے شائبہ اسلام میں حرام ہے، یہ عرض محض سنہ میں ہوئی (مرقات) لے یعنی یہود و نصاریٰ کی شائبہ اس طرح برآجائیں گے کہ وہ عرف عاشورے کا ایک روزہ رکھتے ہیں اور ہم نویں محرم کا بھی روزہ رکھ کر دو کرنا کرینگے، یعنی شائبہ خوف سے نیکی بندہ کرینگے، بلکہ اس میں زیادتی کر کے فرق کر دیا کرینگے، مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اگلے سال تک تشریف فرما رہے، بلکہ اس سال ربیع الاول میں وفات پا گئے، فقہاء فرماتے ہیں کہ اب سنت یہی ہے کہ عاشورے کے دو روزے رکھے، سنت توی تو مراحت ہے اور سنت فعلی الادۃ: اس حدیث چہرے معلوم ہوئے: ایک یہ کہ بزرگوں کی یادگاریں قائم کرنا شرک یا حرام نہیں بلکہ رکن اسلام ہے، نماز پنجگانہ کی رکعتیں بقرعید کی نماز و قربانی اور حج کے سامنے ارکان یادگار انبیاء ہی ہیں (علیہم السلام) دیکھو ہماری کتاب جبار النبی صحتہ اول لہذا عرس، میلاد شریف، گیارہویں پاک سب افضل چیزیں ہیں، دوسرے یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم باذن الہی احکام کے مالک و مختار ہیں، عاشورے کے روزے کی کوئی آیت موجود نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب چاہا فرض ہو گیا، اور جب چاہا مستحب رہ گیا، تمیر سے یہ کہ حدیث قرآن سے مندرج ہو سکتی ہے، دیکھو عاشورے کا روزہ حدیث سے ثابت تھا اور اس کا نسخ رمضان سے ہوا جو قرآن سے ثابت ہے: چوتھے یہ کہ کفار سے ہر تشبہ برہمنیں ملکر بڑی باتوں میں یا ان چیزوں میں تشبہ حرام ہے، جسے اسلام نے ان کا قوی یا مذہبی نشان قرار دیا ہو، تشبہ اور اشتراک میں بڑا فرق ہے، دیکھو سنہ تک حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشورے کا ایک ہی روزہ رکھا اور صحابہ کے عرض کرنے پر بھی اس روزے کو حرام نہ کہا، پانچویں یہ کہ بخود سے فرق سے تشبہ اٹھ جاتا ہے، تشبہ کے بہانے سے عبادات بند نہ کرو، اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں، جو میلاد شریف کو کنسیا جنم سے اور نیاز ماسحو کو کنگتوں سے تشبیہ دیکر حرام کہتے ہیں، اللہ سبحی سمجھ عطا فرمائے: چھٹے یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی وفات کا علم تھا کہ اس سال ہو جائیگی، اسی نے عرف اس موقع پر اگر فرمایا: یہ اگر اپنے شک کے لئے نہیں ملکہ اوروں کو شک میں رکھنے کے لئے ہے جیسے ب

تائے فرماتا ہے اِن يَعْلَمِ اللَّهُ فِي قُلُوبِهِمْ خَيْرًا لَّهٗ اَنتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ آپ کا نام بابا ہے، حضرت عباس کی بیوی عبداللہ ابن عباس وفضل ابن عباس کی والدہ ہیں، ام المؤمنین حضرت میمونہ کی بہن ہیں آپ کے حالات پہلے بیان ہو چکے: لے یہ واقعہ حجۃ الوداع میں عرفہ کے دن ہوا جب حضور انور صلی اللہ

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَائِحًا فِي الْعَشْرِ قَطْرًا وَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ أَبِي قَتَادَةَ أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كَيْفَ تَصُومُ فَغَضِبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ قَوْلِهِ فَلَمَّا رَأَى عُمَرُ غَضَبَهُ قَالَ رَضِينَا بِاللَّهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا نَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ غَضَبِ اللَّهِ وَغَضَبِ رَسُولِهِ فَعَلَّ عُمَرُ بِرِدِّ هَذَا الْكَلَامِ حَتَّى سَكَنَ غَضَبُهُ فَقَالَ

علیہ وسلم کو بقرعید کے عشرہ میں کبھی روزہ رکھتے نہ دیکھا ہے وسلم روایت ہے حضرت ابو قتادہ سے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا عرض کیا آپ روزے کیسے رکھتے ہیں تو اس کی بات سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے لہ جب حضرت عمر نے آپ کی ناراضی دیکھی تو عرض کیا ہم اللہ کی رپویت اسلام کے دین مرنے اور محمد مصطفیٰ کے نبی ہونے سے ناراضی ہیں ہم اللہ و رسول کے غضب سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں لہ حضرت عمر یہ بار بار کہتے رہے تھے کہ حضور کی ناراضی جاتی رہی لہ پھر حضرت

وسلم عزرات میں قیام فرماتے خیال ہے کہ یہاں قیام مسند ہے جمع نہیں، جیسے قیام کبھی مسند ہوتا ہے کبھی صبح، صیام صوم کی جمع بھی آتی ہے اور صائم کی بھی اور مسند بھی لہ سبحان اللہ الفضل کی فراست پر قرآن جاؤں کہ اپنے نہایت آسانی سے ان کا جھگڑا ختم کر دیا اور دودھ بھیجا، کیونکہ وہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ مغرب تھا، فقہاء فرماتے ہیں کہ عرفہ کا روزہ غیر حاجی کے لئے سنت ہے حاجی کے لئے سنت نہیں، بلکہ ایسے کمزور جو روزہ رکھ کر ارکان حج ادا نہ کر سکے کمزور ہے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا اونٹ پر دودھ پینا اسی کے اظہار کے لئے تھا لہ اس میں ام المؤمنین اپنے علم کی نفی کر رہی ہیں نہ کہ اصل روزے کی، لہذا یہ حدیث نسائی کی اس روایت خلاف نہیں کہ آپ نویں بقرعید کو روزہ رکھتے تھے، نیز سرکار نے فرمایا کہ بقرعید کے پہلے عشرے کا ہر روزہ ایک سال کے روزوں کے برابر ہے اور اس میں ہر رات کا قیام شب قدر کے قیام کے برابر ہے، اہم غزالی فرماتے ہیں کہ بعد رمضان بقرعید کے پہلے عشرے کی عزت ہے خیال ہے کہ اگر نفی اور ثبوت کی احادیث میں تعارض ہو تو ثبوت والی احادیث کو ترجیح ہوتی ہے (مرقات) لہ چند وجہ سے یہ ناراضی ہوئی، ایک یہ کہ سوال میں بے ادبی کا شائبہ ہے سائل کو چاہیے کہ اپنے متعلق سوال کرے نہ کہ مفتی کے پاس، انہیں پوچھنا چاہیے تھا کہ میں کس طرح روزے رکھا کروں، دوسرے یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کریم مختلف تھے، آپ کبھی زیادہ روزے رکھتے تھے کبھی کم، تو جواب دشوار تھا، تیسرے یہ کہ بہت سے نیک اعمال حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کم کرتے تھے تاکہ امت پر دشواری نہ ہو ان پر آسانی ہے چرکتے یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تبلیغ اسلام حقوق ازواج اور سلطنت کے انتظام ہماروں کی تواضع میں زیادہ مشغول رہتے تھے، جس کی وجہ سے روزے کبھی کم رکھتے تھے، پانچویں یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو بخوشی اعمال پر وہ ثواب ملتا تھا جو دوسروں کو زیادہ اعمال پر بھی نہیں ملتا، ممکن تھا کہ وہ سائل حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے روزے سن کر انہیں کم سمجھتا، جیسے بعض لوگوں نے حضرت عائشہ صدیقہ سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادات سن کر انہیں کم جانا اور فرات و شاعر و لمعات لہ یعنی میں سامنے مسلمانوں کی طرف سے عرض کرتا ہوں کہ ہم سے جو بے ادبیات سرزد ہو جاتی ہیں ان کی وجہ یہ نہیں کہ ہمیں آپ کچھ مراتب کا انکار ہے بلکہ محض درباری آداب سے نادانیت کی بنا پر ہے، اعلیٰ حضرت نے کیا خوب فرمایا اللہ

سرکار ہم گنواروں میں طرزا د ب کساں ہم کو تو بس تمیز یہی بھیک بھری ہے

عَمْرِيَا رَسُولُ اللَّهِ كَيْفَ مَنْ يَصُومُ الدَّهْرُ كُلَّهُ قَالَ لَا صَامَ وَلَا أَفْطَرُ وَقَالَ لَمْ يَصُومُوا
لَمْ يُفْطِرُوا قَالَ كَيْفَ مَنْ يَصُومُ يَوْمَيْنِ وَيُفْطِرُ يَوْمًا قَالَ وَيُطِيقُ ذَلِكَ أَحَدًا قَالَ كَيْفَ
مَنْ يَصُومُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا قَالَ ذَلِكَ صَوْمُ دَاوُدَ قَالَ كَيْفَ مَنْ يَصُومُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ
يَوْمَيْنِ قَالَ وَدِدْتُ أَنِّي طَوَّقْتُ ذَلِكَ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثُ

عمر نے عرض کیا یا رسول اللہ جساری عمر روزے رکھے وہ کیسا فرمایا نہ اُس نے روزے رکھے نہ افطار کیا یا فرمایا نہ روزہ رکھ سکا اور نہ
افطار کر سکا ۱۔ عرض کیا جو دو دن روزے رکھے اور ایک دن افطار کرے وہ کیسا فرمایا کیا کوئی اس کی طاقت رکھتا ہے ۲۔ عرض کیا
جو ایک دن روزہ اور ایک دن افطار کرے وہ کیسا فرمایا یہ داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں ۳۔ عرض کیا جو ایک دن روزہ رکھے اور دو دن
افطار کرے وہ کیسا فرمایا میری تمنا ہے کہ مجھے یہ طاقت ملتی ۴۔ پھر فرمایا یا رسول اللہ شرعاً اور علم کے ہر ماہ میں

مرقات نے یہاں فرمایا کہ جو حضور اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضی پر دہانے بھی ناراض ہو جاتا ہے اسے جناب عمر نے اللہ کے غضب کا بھی ذکر کیا،
خیال ہے کہ اللہ رسول کے غضب سے سوائے رب کی بارگاہ کے کہیں پناہ نہیں مل سکتی ۵۔ معلوم ہوا کہ عاجزی اور خوشامدردی اکیسے شہد
عجز کا رابینا و اولیاء است عاجزی محبوب درگاہ خداست

۱۔ ایسا شخص ہمیشہ دن میں کھانے سے محروم رہا اور روزوں کا ثواب بھی نہ پاسکا کیونکہ سال میں پانچ دن روزے منع تھے، وہ ان دنوں میں بھی روزے
رکھ گیا، گنگا مہو، یا یہ حکم اس کے متعلق ہے جو ہمیشہ کے روزوں پر قائم رہتا ہو، بہت مشقت اٹھا کر اور نفس کو طاقت میں ڈال کر روزے رکھے، اور ان
روزوں کی وجہ سے حق والوں کے حقوق ادا نہ کر سکے، لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ حضرت ابو طلحہ انصاری اور حمزہ ابن عمرو سلمی حضور اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کے زمانہ ہی میں ان پانچ دنوں کے سوا ہمیشہ روزے رکھتے تھے، اور حضور اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مطلع ہونے پر منع نہ کیا، نیز یہی شریف
میں ہے کہ ہمیشہ روزے رکھے، اُس پر روزہ کی ایسی تنگ ہو جائیگی جیسے توتے کا مدد کہ کھلے کی انگلی کا کنارہ آگوتھے کی جڑ میں لگا دیا جائے، صوفیاء فرماتے
ہیں کہ یہ تنبیہ ان لوگوں کے لئے ہے جو ہمیشہ روزے رکھنے کی وجہ ایسے عادی ہو جائیں کہ انہیں روزے میں تکلیف محسوس نہ ہو بلکہ درمات لہذا امام اعظم
ابو حنیفہ کا چالیس سال مسلسل روزے رکھنا اس کتاب کی زد میں نہیں آتا ۲۔ یعنی عام لوگوں پر یہ بھی دشوار ہے اس سے بھی لوگوں کے سامنے کا دوبارہ بندہ عاجز
گے، اس جواب معلوم ہو رہا ہے کہ ممانعت کی وجہ لوگوں کی کمزوری ہے اگر کسی میں ہمیشہ روزے رکھنے کی طاقت ہو جس اس کا کوئی کام بند نہ ہو تو اس کے لئے وہی افضل
ہے ۳۔ یعنی آپ ہمیشہ روزہ رکھتے تھے یہ بہتر طریقہ ہے یا یہ مطلب کہ عوام پر یہ بھی مشکل ہے یہ تو داؤد علیہ السلام ہی تھے جو اس طرح روزے رکھ گئے، دوسرے
سنتے زیادہ ظاہر ہیں جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہو رہا ہے، اور دوسری حدیثیں پہلے معنی کی تائید کرتی ہیں، حضور اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بہترین روزے
داؤد علیہ السلام کے ہیں، علماء فرماتے ہیں کہ عمل آسان کر دو تمہیں علم سے نہ روکے، اور علم میں اتنے مشغول ہونا جو تمہیں اعمال سے نہ روکے، درمیان خیال اچھی
۴۔ یعنی نہ پرامت کا بوجھ ازواج کے حقوق، مملکت کے انتظامات نہ ہوتے، تو میں اسی طرح روزے رکھا کرتا، اگر میں ایسے روزے رکھنے
لوگوں، تو کمزور مسلمان بھی اس سنت پر عمل کرنے لگیں، جس سے اُن کے کاروبار بند ہو جائیں گے، یہاں طاقت رکھنے سے مراد موقع پانا ہے لہذا یہ

کی روزہ
میں سے
پانچ
عمر نے
ناراض
ہو جاتا
ہے اس
کے غضب
کا بھی
ذکر کیا
۵۔ معلوم
ہوا کہ
عاجزی
اور خوش
امدردی
اکیسے
شہد

مِنْ كُلِّ شَهْرٍ رَمَضَانَ إِلَى رَمَضَانَ فَبُذِلَ صِيَامُ الدَّهْرِ كُلِّهِ صِيَامُ يَوْمٍ عَدْفَةً أَحْتَسِبُ عَلَى اللَّهِ أَنْ يُكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِي قَبْلَهُ وَالسَّنَةَ الَّتِي بَعْدَهُ وَصِيَامُ يَوْمٍ عَاشُورَاءَ أَحْتَسِبُ عَلَى اللَّهِ أَنْ يُكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِي قَبْلَهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْهُ قَالَ سَأَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَوْمِ الْإِثْنَيْنِ فَقَالَ فِيهِ وَلِدَاتُ فِيهِ أَنْزَلَ عَلَى رَأْوَاهُ

تین دن کے روزے اور رمضان سے رمضان تک کے روزے ساری عمر کے روزے ہیں۔ اے عرفہ کے دن کا روزہ مجھے اللہ کے کرم پر امید ہے کہ ایک سال اگلے ایک سال پچھلے کا کفارہ ہو جائے۔ اے اور عاشورہ کے دن روزہ مجھے اللہ کے کرم پر امید ہے کہ پچھلے سال کا کفارہ بنائے۔ اے مسلم (ابو داؤد) ہے انہی سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیر کے روزے کے متعلق پوچھا گیا کہ تو فرمایا کہ اس دن میں ہم پیدا ہوئے اور اسی دن ہم پر قرآن آ کر گیا۔

حدیث اسکے خلاف نہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم روزہ وصال رکھا کرتے تھے کہ وہ ہمیشہ نہ رکھتے تھے کبھی کبھی، پھر سبھی صحابہ کو اس سے منع فرما دیا۔ لہذا اس عبادت سے کوئی دھوکہ نہ کھائے اور یہ نہ سمجھے کہ نعوذ باللہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کمزور تھے، اور آپ میں ان روزوں کی بھی طاقت نہ تھی، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلامانِ غلام حضرت بایزید بسطامی نے ایک بار تین سال تک پانی نہ پیا، اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خاں صاحب قدس سرہ نے ایک بار اسی دن کچھ نہ کھایا اور کسی کام میں فرق نہ آیا، یہ واقعہ مجھے میرے مرشد برحق صدر الافاضل مولانا نعیم الدین صاحب نے فرمایا۔ اے ہر مہینہ کی تیرھویں، چودھریں، پندرہویں تا سب سے بڑے رکھ لے جائیں، اور پورے ماہ رمضان کے روزے رکھ جائیں تو اس سے ساری عمر کے روزوں کا ثواب مل جاتا ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے مَنْ جَاءَنَا بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَهْتَالِهَا جب ایک کا دس ملتا ہے تو انشاء اللہ تین روزوں میں تیس کا ثواب ملیگا، اس حساب سے ساری عمر کے روزے ہو جائیں گے، یہ سب رحمتیں اس رحمت والے محبوب کے صدقہ سے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم پہلے عرض کیا جا چکا کہ یہ صیام مصدر ہے نہ کہ صوم یا صائم کی جمع یعنی ذی الحجہ کی تواریخ کا روزہ اگلے پچھلے دو سال کے صیغہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور اگر گناہ صیغہ نہ ہوں، تو درجے بلند کر دیتا ہے گناہ کبیرہ یعنی توبہ اور بندوں کے حق بغیر ادا کئے معاف نہیں ہوتے، بعض علماء فرماتے ہیں کہ آئندہ ایک سال کے گناہ مٹانے کے معنی یہ ہیں کہ اسے گناہ سے بچنے کی توفیق مل جاتی ہے خیال رہے کہ یہ حدیث غیر حاجیوں کے لئے ہے حاجی کے لئے عرفات میں اس دن روزہ نہ رکھا بہتر ہے، اے اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عاشورے کے روزے سے نوب بقرب عید کا روزہ افضل ہے کیونکہ عاشورہ کا روزہ تو ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ہے، اور عرفہ کا روزہ دو سال کا، مگر عاشورے کا دن عرفہ کے دن سے بعض اعتبار سے افضل ہے، لہذا یہ حدیث گذشتہ حدیث کے خلاف نہیں جس میں عاشورے کے دن کی افضلیت بیان کی گئی ہے کہ یا تو پوچھا گیا کہ اس دن میں روزہ رکھا کیسا ہے اور اس کا کیا ثواب ہے، یا یہ کہ یا رسول اللہ آپ ہر پیر کو روزہ کیوں رکھتے ہیں اس میں کیا خصوصیت ہے (مرقات و لمعات) ہے یعنی پیر کے دن دنیا کو دو نعمتیں ملیں، ایک میری تشریف آوری اور دوسرے نزول قرآن کی ابتداء کا فادرا میں پہلی وحی (فقد ربنا شیخ) آلا یہ پیر کے دن ہی آئی، لہذا اس دن روزہ رکھا بہت ہی بہتر ہے، اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ وقت اور جگہ اشرف واقعات کی وجہ سے اشرف ہو جاتے ہیں (مرقات) دوسرے یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم

میر کا روزہ

عبداللہ علیہ السلام نے ۱۹ دن کو صیام کیا

مُسْلِمٌ وَعَنْ مُخَاذَةَ الْعَدَوِيِّتِهَا سَأَلَتْ عَائِشَةَ أَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ قَالَتْ نَعَمْ فَقُلْتُ لَهَا أَيَّ أَيَّامٍ لِشَهْرٍ كَانَ يَصُومُ قَالَتْ لَمْ يَكُنْ يَبَالِي مِنْ أَيِّ أَيَّامٍ الشَّهْرِ يَصُومُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ أَنَّ حَدَّثَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ اتَّبَعَهُ سِتًّا مِنْ شَوَّالٍ كَانَ كَصِيَامِ الدَّهْرِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ انہوں نے حضرت عائشہ سے پوچھا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر مہینہ میں تین دن روزے رکھتے تھے فرمایا ہاں میں عرض کیا کہ مہینہ کے کون کس حصہ میں روزے رکھتے تھے فرمایا اسکی پرواہ نہ کرتے تھے کہ کس حصہ میں روزہ رکھیں (مسلم) روایت ہے حضرت ابو ایوب انصاری انہوں نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو رمضان کے روزے رکھے پھر اس کے بعد شوال کے چھ روزے رکھے تو ساری عمر کے روزوں کی طرح ہوگا (مسلم) یہ روایت ہے حضرت ابو سعید خدری فرماتے ہیں کہ رسول اللہ

کی ولادت کیر اللہ تعالیٰ کی بڑی ہی نعمت ہے، کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے نعمتوں میں شمار کیا، رب تعالیٰ نے صرف اس نعمت پر مکتوبات و احسان تجویز فرمایا لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ آلِ آدَمَ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ فَاذْكُرُوا يَوْمَ أَنْزَلَ الْحِكْمَ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ (سورہ آل عمران) یہ کہ ہم واقعات کی یاد گاریں مناسبت سے ثابت ہو چکے ہیں کہ یاد گاریں کھیل کود نہ ہونا چاہیے بلکہ عبادتیں ہوں اسلئے میلاد شریف، عید معراج، عید وغیرہ کا ثبوت ہوتا ہے پانچویں یہ کہ امام مالک کے ہاں پیر کا دن جمعہ سے بھی افضل ہے، انکی دلیل یہ حدیث بھی ہے :
 ۱۔ چونکہ حضرت عائشہ صدیقہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر حال نگاہ میں رکھتی تھیں، اس لئے مکران کے حالات زیادہ ترام المؤمنین ہی سے پوچھے جاتے تھے، خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مہینوں میں مختلف روزے رکھتے تھے، کبھی زیادہ کبھی کم، مگر تین دن سے کم کبھی نہ رکھتے تھے، اکثر تیرہویں چودھویں، پندرہویں کے روزے رکھتے تھے، کبھی ان کے علاوہ اور تاریخوں میں بھی، لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ان تین تاریخوں میں روزے رکھتے تھے، کیونکہ وہاں اکثری حالت کا ذکر ہے : اشعة اللمعات نے فرمایا کہ ان تین روزوں کی تاریخوں میں رسول قول ہیں، ۱۔ اپنے سے نیچے راوی کو لینے اپنے شاگرد ابن عمر و ابن ثابت کی، انہوں نے یہ حدیث بیان کی جس کا ذکر آگے آ رہا ہے : ۲۔ مسلسل یا متفرق مگر متفرق افضل، اس طرح کہ عید کے سویرے ایک روزہ رکھ لے، باقی پانچ روزے پورے مہینے میں کچھ فاصلہ کرتے ہوئے رکھ لے ۳۔ کیونکہ سال میں دن تقریباً تین سو ساٹھ ہوتے ہیں، اور ہر نیکی کا ثواب دس گنا، تو روزے کے تیس روزے تین سو بن گئے، اور ہر چھ روزے ساٹھ ہو گئے، خیال رہے کہ یہ حدیث اس روایت کے خلاف نہیں جس میں ارشاد ہوا کہ ہر مہینہ میں تین روزے عمر بھر کے روزے ہیں، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ ان روزوں کا بھی یہی ثواب ہوا اور ان کا بھی یہی ثواب ایک لیکن اسکے حاصل کرنے کے ذریعے بہت سے مرتقات نے فرمایا کہ یہ حدیث قریباً تیس صحابہ سے مروی ہے، ترمذی نے اسے حسن فرمایا، باقی انتیس اسنادیں اسکی نہایت صحیح ہیں، چنانچہ اسے طبرانی، بزاز، ابن ماجہ، نسائی، ابن خزیمہ ابن حبان، احمد، بیہقی وغیرہ کتب نے ابو ہریرہ، جابر، ثوبان، برادر ابن عازب، ابن عباس، سعد بن سعید، ابو ایوب انصاری اور حضرت عائشہ

اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ الْفِطْرِ وَالنَّحْرِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ؛ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا صَوْمَ فِي يَوْمَيْنِ الْفِطْرِ وَالْأَضْحَى مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ؛ وَعَنْ
 نُبَيْشَةَ الْهَمْدَانِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيَّامُ التَّشْرِيقِ أَيَّامُ أَكْلٍ وَ
 شَرَبٍ وَذِكْرِ اللَّهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ؛ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 لَا يَصُومُ أَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِلَّا أَنْ يَصُومَ قَبْلَهُ أَوْ يَصُومَ بَعْدَهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ؛

صلی اللہ علیہ وسلم نے عید و قربانی کے دنوں میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے (مسلم بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی
 اللہ علیہ وسلم نے کہ دو دن روزہ جائز نہیں عید و بقر عید (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت نبیشتہ ہمدانی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم نے تشریق کا زمانہ کھانے اور پینے اور اللہ کے ذکر کا زمانہ ہے (مسلم بخاری) حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی
 اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے کوئی جمعہ کے دن روزہ نہ رکھے وہ مگر یہ کہ اس کے آگے پیچھے بھی روزہ رکھے (مسلم بخاری)

حدیث سے روایتیں کیں، اس حدیث کو ضعیف کنا سفت عظمیٰ ہے لہٰذا نحر کے دن سے تشریق کے سارے دن مراد ہیں، چونکہ ان میں سے اکثر میں قربانی ہوتی ہے اسلئے
 قبیلاً ان سب کو نحر کا دن فرمادیا، دوسری ذی الحجہ میں قربانی کا دن ہے، گیاہوں میں بارہویں قربانی کا دن بھی ہے اور تشریق کا بھی، اور تیسری صوفیوں میں تشریق کا دن ہے
 خلاصہ یہ ہے کہ سال میں پانچ دن روزہ رکھنا حرام ہے یکم شوال اور دوسویں گیاہوں میں بارہویں تیسری ذی الحجہ۔ مسئلہ جو شخص ان دنوں میں روزے کی تعداد
 لے، تو دوسرے امور کے ہاں وہ نقد ہی درست نہیں، اودام اعظم کے ہاں نذر صحیح ہے مگر اس کی قضاء واجب ہے دو دن سے مراد دو قسم کے دن ہیں، بارہویں
 عید سے مراد دوسویں ذی الحجہ سے مع تین دن بعد والے جیسا کہ اگلی حدیث سے معلوم ہوتا ہے غرض کہ یہ حدیث محل ہے جسکی تفصیل آگے آ رہی ہے لہٰذا بقر عید
 کے تین دن بعد تک یعنی تا تاریخ تک اہل عرب قربانی کے گوشت کھاتے تھے اسلئے ان دنوں کو تشریق لینے کھانے اور دھوپ کھانے کا زمانہ کہا جاتا ہے
 مطلب یہ ہے کہ یہ چار دن بندوں کی مہمانی کے ہیں جن میں رب تعالیٰ میزبان بندے مہمان اسلئے ان دنوں میں روزہ رکھنا گویا رب تعالیٰ کی دعوت کا انکار
 اس زمانہ میں خوب کھاؤ خوب پیو اور خوب اللہ کا ذکر کرو، یہ حدیث گزشتہ حدیث کی تفصیل ہے جس نے بتایا کہ وہاں بقر عید سے مراد یہ چار دن تھے
 لکھے احمد طرانی، دارقطنی، ابن ابی شیبہ وغیرہم نے مختلف الفاظ سے روایتیں کیں، کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کے زمانہ میں اعلان کراتے تھے صحابہ
 نے کے بازار میں شور کرتے پھرتے تھے کہ خبردار ایام تشریق میں روزے نہ رکھنا یہ دن کھانے پینے اور اللہ کے ذکر کے ہیں لہٰذا لینے نفلی روزہ صرف
 جمعہ کا نہ رکھے یا جمعرات جمعہ یا جمعہ ہفتہ دو دن روزے رکھے، اس کی تحقیق آگے آ رہی ہے لہٰذا فتح القدیر میں ہے کہ امام ابو حنیفہ و امام محمد کے
 ہاں صرف جمعہ کا روزہ جائز ہے یہ ممانعت تشریق ہے، وہ بھی بعض صورتوں میں جیسا کہ اگلی حدیث میں آ رہا ہے نفلی روزہ صرف جمعہ کا نہ رکھنا بہتر
 اس کی وجہ اللہ رسول ہی جانتے ہیں، ہو سکتا ہے کہ چونکہ یہ دن غسل کرنے، کپڑے بدلنے، خطبہ سننے نماز جمعہ پڑھنے وغیرہ عبادات کا ہے ممکن
 ہے روزے کی وجہ سے بندہ یہ کام بخوبی انجام نہ دے سکے جیسے حاجی کے لئے عرفہ کے دن روزہ رکھنا بہتر نہیں، کہ وہ اس دن روزہ رکھ کر آج

کون سے
 روزے
 میں
 تشریق
 کا
 مطلب

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَخْتَصِمُوا لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ بِقِيَامٍ مِنْ بَيْنِ
الْيَمَانِي وَلَا تَخْتَصِمُوا يَوْمَ الْجُمُعَةِ بِصِيَامٍ مِنْ بَيْنِ الْأَيَّامِ إِلَّا أَنْ يَكُونَ فِي صَوْمٍ
يَصُومُهُ أَحَدُكُمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَامَ يَوْمًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ بَعْدَ اللَّهِ وَجْهَهُ عَنِ النَّارِ سَبْعِينَ خَرِيفًا مَتَّقٌ
عَلَيْهِ وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جمعہ کی رات کو دیگر راتوں میں شب بیدار کی خاص نہ کر لے اور جمعہ کے دن کو
دیگر دنوں میں روزے سے خاص نہ کر لے مگر یہ کہ جمعہ اس تاریخ میں آجائے جس میں کوئی روزہ رکھتا ہو لے وسلم روایت حضرت ابوسعید خدری
فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو اللہ کی راہ میں ایک دن روزہ رکھے تو اللہ اسے آگ سے ستر سال کی راہ دور رکھے گا لے وسلم
بخاری روایت ہے حضرت عبداللہ ابن عمر ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

کے کام کو بھی طرح نہ کر سکے گا شیعہ نے اور بہت سی دہیں بیان کی ہیں، لیکن یہ وجہ زیادہ قوی معلوم ہوتی ہے، بعض نے فرمایا کہ یسوع کے ہاں ہفتہ کا دن افضل ہے
اور عیسائیوں کے ہاں اتوار بہتر، وہ لوگ ان دنوں میں روزے رکھتے ہیں اگر مسلمان اپنے افضل دن یعنی صرف جمعہ کا روزہ رکھیں تو ان سے مشابہت ہو جائے گی، واللہ
اعلم۔ اس طرح کہ صرف اسی رات میں عبادت کو لازم کر دیا سمجھ لو، دوسری راتوں میں بالکل ہی غافل رہو، بلکہ اور راتوں میں بھی عبادت کیا کرو، اس توجیہ
پر حدیث بالکل صاف ہے یعنی جمعہ کی رات میں عبادت کرنا منع نہیں، بلکہ اور راتوں میں بالکل عبادت نہ کرنا مناسب نہیں کہ یہ عقلیت کی دلیل
ہے، چونکہ جمعہ کی رات ہی زیادہ عظمت والی ہے، اندیشہ تھا کہ لوگ اس کو نفلی عبادتوں سے خاص کر لیں گے اسلئے اسی رات کا نام لیا گیا لے
کیونکہ جمعہ ہفتہ بھر کی عید ہے، صرف عید میں روزہ رکھنا کیسا، لمعات میں لگایا نام مالک علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ کوئی فقیر صرف جمعہ کے روزے کو منع
نہیں کرتا، بلکہ بعض فقہاء ارادۃ جمعہ ہی کا روزہ رکھتے ہیں راشدہ خلاصہ یہ کہ تمام فقہاء کے ہاں یہ حدیث خلاف اولیٰ کے لئے ہے، کیوں کہ آگے
مراستہ حدیث میں آ رہا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کو بہت کم افطار کرتے، روزہ ہی رکھتے تھے لے (مثلاً کوئی شخص ہر گیارہویں
یا بارہویں تاریخ کو روزہ رکھنے کا عادی ہو، اور اتفاق سے اس دن جمعہ آجائے تو رکھ لے، اب غلط اولیٰ بھی نہیں، بعض لوگ مخصوص تاریخوں
میں خاص عبادتیں کرنے کو منع کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ اپنی طرف سے عبادت یا دن مقرر کرنا حرام ہے اور ان دو حدیثوں کی آڑ پر کہتے ہیں، الحمد
للہ اس جملے نے ان کے خیال کو باطل کر دیا، صاف بتا دیا کہ جمعہ کا روزہ مقرر کرنے کی وجہ سے حرام نہیں ہوا، بلکہ اس کی وجہ کچھ اور ہے جو پہلے عرض
کی گئیں، ورنہ یہ تاریخوں کا مقرر کرنا کیوں درست ہوتا، اس کی پوری بحث اس جگہ مرقعات میں ملاحظہ فرمائیے، لے عربی میں خریف موسم خزاں کو کہتے
ہیں چونکہ اہل عرب اپنے کا دبار میں اس موسم سے سال شروع کرتے ہیں، اسلئے اس سے پورا سال بھی مراد لے لیتے ہیں وہی یہاں مراد ہے اور حدیث
بالکل اپنے ظاہر پر ہے، روزے سے نفلی روزہ مراد ہے، اسی لئے صاحب مشکوٰۃ یہ حدیث نفلی روزے کے باب میں لائے یعنی بندہ مسلم اگر ایک نفلی روزہ

کسی بزرگوار کی یاد
وقت دن وغیرہ
مقرر نہ کرے

وَسَلَّمَ يَا عَبْدَ اللَّهِ أَلَمْ أَخْبَرْنَاكَ تَصُومُ النَّهَارَ وَتَقُومُ اللَّيْلَ فَقُلْتَ بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَلَا تَفْعَلْ حُمْ وَأَفْطِرْ وَحُمْ وَنُمْ فَإِنَّ لِحَسَدِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَإِنَّ لِعَيْنِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَإِنَّ لِدُوحِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَإِنَّ لِدُورِكَ عَلَيْكَ حَقًّا لَأَصَامَ مَنْ صَامَ الدَّهْرَ صَوْمَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِّنْ كُلِّ شَهْرٍ صَوْمَ الدَّهْرِ كُفِّهِ حُمْ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَأَقْرَأَ الْقُرْآنَ فِي كُلِّ شَهْرٍ قُلْتُ إِنِّي أُطِيقُ أَكْثَرَهُ مِنْ ذَلِكَ قَالَ حُمْ

اے عبد اللہ! مجھے یہ خبر ملی کہ تم ہمیشہ دن میں روزہ رکھتے ہو اور رات کو قیام کرتے ہو۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا ایسا نہ کرو روزہ بھی رکھو افطار بھی کرو قیام بھی کرو اور سو بھی نہ کیونکہ تم پر تمہارے جسم کا بھی حق ہے اور تم پر تمہاری آنکھوں کا بھی حق ہے۔ تمہارے ہاتھ پر تمہاری بیوی کا بھی حق ہے اور تم پر تمہارے ملاقاتی کا بھی حق ہے۔ جس نے عمر بھر روزہ رکھے اس نے روزہ رکھے ہی نہیں ۵۰ ہر مہینہ تین روزہ ساری عمر کے روزے ہیں ہر مہینہ میں تین روزہ رکھو۔ اور ہر مہینہ ایک قرآن ختم کرو۔ میں نے عرض کیا کہ میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں اسے فرمایا تو تم

رکھے اور اللہ قبول کرے، تو دوزخ میں جانا تو کیا، وہ دوزخ سے قریب بھی نہ ہوگا اور وہاں کی ہوا بھی نہ پائے گا۔ لے یہ سوال انکار کی ہے یعنی مجھے خبر ملی ہے کہ تم روزے پانچ منوعہ دنوں کے باقی سال بھر مسلسل نفلی روزے رکھتے رہتے ہو اور رات کو عبادات کہ نہ دن میں کبھی افطار کرتے ہو نہ رات میں سوتے ہو۔ روزہ تم اتنے کمزور ہو جاؤ گے کہ فرضی عبادتیں اور لوگوں کے شرعی حقوق ادا نہ کر سکو گے، اور نفلی کی وجہ فرض چھوڑنا یا فرض چھوٹنے کے اسباب پر عمل کرنا نہ عقلاً مناسب نہ شرعاً خیال ہے کہ اس صورت میں یہ ممانعت تحریمی ہے، جو چیز فی الفرض چھوڑا دے، وہ حرام ہے۔ لے ہمیشہ روزہ رکھنے سے تمہارا جسم بہت کمزور ہو جائے گا اور بالکل نہ سونے سے نگاہ کمزور ہو جائے گا خطرہ ہے کہ اگر ہمیشہ روزہ رکھنا اور شب بیداری کرنے سے تم کمزور ہو جاؤ گے اور بیوی کو منہ نہ لگاؤ گے، ملاقاتی لوگ دیر پہنچا ہتے ہیں کہ تم اُسے ساتھ کھاؤ پیو، اور رات کو دو گھڑی اُن سے بات چیت کرو، تم یہ بھی نہ کر سکو گے، ان جملوں سے معلوم ہوا کہ ہمیشہ روزہ رکھنے کی ممانعت ہم جیسے لوگوں کے لئے ہے جو تمام حقوق چھوڑ بیٹھیں، جن کے لئے ہمیشہ کا روزہ اور رات بھر کا جاگنا مذکورہ حقوق سے آڈنہ ہو، ان کے لئے اس میں حرج نہیں، مگر ایسے بے ہادرد لوگ لاکھوں میں ایک آدھ ہیں، جیسے حضرت طلحہ وغیرہ صحابہ میں اور امام ابو حنیفہ تابعین ۵۰ یعنی کامل روزہ نہ رکھے جس سے پورا ثواب ملے ہماری پہلی شرح سے معلوم ہو چکا کہ یہاں مَن سے مراد وہ عام مسلمین ہیں جو دن میں عبادتوں میں مشغول ہو کر باقی حقوق ادا نہ کر سکیں۔ لے کیونکہ ایک نیکی کا بدلہ دس گنا ہے، تو ہر مہینہ میں تین روزوں کا ثواب پورے مہینہ کے روزوں کا ہوگا، بہتر یہ ہے کہ یہ تین روزے چاند کی ۱۳، ۱۴، ۱۵ کو رکھے جائیں لے یہ جملہ قرآن کریم کے تیس پارے بنانے کی اصل ہے، زمانہ نبوی میں قرآن کریم کی تقسیم سو تلوں اور منزلوں پر تھی، رکوع اور پاروں پر نہ تھی، پھر خلافت عثمانیہ میں اس میں رکوع قائم کئے گئے، کہ حضرت عثمان غنی تراویح کی رکتوں میں جس قدر تلاوت کر کے رکوع فرماتے، اس کا نام رکوع رکھا گیا اور حاشیہ پر ح کا نشان لگایا گیا تاکہ تراویح کا باقاعدہ رواج دینے والے جناب عمر اور اس رواج کو تمام دنیا میں پھیلانے والے حضرت عثمان کی طرف اشارہ ہو، تراویح روزانہ میں رکعت ہوتی تھیں، اور ستائیسویں شب کو ختم قرآن، اسے قرآن کریم کے پانچ سو چالیس رکوع ہوئے، بہت

قرآن کریم
میں رکوع
کس جگہ
کئے گئے؟

أَفْضَلُ الصَّوْمِ صَوْمُ دَاوُدَ صِيَامُ يَوْمٍ وَافْطَارُ يَوْمٍ وَقَدْ رُفِيَ كُلُّ سَبْعٍ لَيَالٍ مَرَّةً وَلَا تَزِدْ عَلَى ذَلِكَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ: الْفَصْلُ الثَّانِي: عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ الْإِثْنَيْنِ وَالْخَمِيسَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُعْرَضُ الْأَعْمَالُ يَوْمَ الْإِثْنَيْنِ وَالْخَمِيسِ فَاجْتَنِبْ أَنْ يُعْرَضَ عَلَيْكَ وَأَنَا صَائِمٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ: وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ

بہترین روزے ایسے روزہ داؤد رکھو کہ ایک دن روزہ ایک دن افطار اور سات راتوں میں ایک قرآن ختم کرو اس زیادہ نہ کرو (مسلم بخاری)
دوسری فصل: روایت حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیرون جمعرات کا روزہ رکھتے تھے (ترمذی، نسائی)
روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اعمال پیر و جمعرات کو پیش کئے جاتے ہیں لہذا میں چاہتا ہوں کہ میرے عمل اس حال میں پیش ہوں کہ میں روزہ والا ہوں لہذا (ترمذی) روایت ہے حضرت ابو ذر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ میں روزہ رکھتا ہوں تاکہ روزانہ تلاوت کرنے والوں کو آسانی ہے کہ وہ اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے ہر مہینہ ایک قرآن ختم کر لیں
لہذا مجھے زیادہ عبادت کی اجازت دیجئے خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس مانگنے کے لئے تو اقل اور روزے ناجائز ہو گئے تھے، اس آپ
خوشایہ کہ زیادہ کی اجازت حاصل کر رہے ہیں، اس جہاں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیارات خدا کو معلوم ہوئے، وہاں ہی صحابہ کا شوق عبادت بھی ظاہر ہو گیا
اللہ ان بزرگوں کے طفیل ہمیں بھی عبادت کا شوق دے لے کہ روزانہ فی بشوق کی ترتیب پر ایک منزل پڑھو تاکہ ہفتہ میں ایک قرآن ختم ہو، ابھی عرض کیا جا چکا کہ یہ
حکم ان لوگوں کیلئے ہے جو حضرت عبداللہ ابن عمر جیسی طاقت رکھتے ہوں، ان سے کم روزہ مہینہ میں ختم کریں، اور ان سے زیادہ قوی ہفتہ سے کم میں بھی ختم کر سکتے ہیں
ایک مہینہ میں بھی ختم نہ کرنا بڑی عرومی ہے لہذا یہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اکثر جمعرات اور پیر کے دن فقل روزے رکھتے تھے، اسکی وجہ اگلی حدیث میں آ رہی
ہے، پیر کو یوم الاثنین غالباً اسلئے کہتے ہیں کہ یہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کا دن ہے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر
بعض نے کہا کہ عرب میں ہفتہ اتوار سے شروع ہوتا ہے، لہذا اتوار پہلا دن ہوا اور پیر دوسرا اور جمعرات پانچواں مگر علماء کا قول یہ ہے کہ ہفتہ سینچر سے شروع
ہوتا ہے (مرقات) احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہفتہ کا پہلا دن جمعہ ہے کہ اس دن ہی پیدائش عالم کی تبدل پڑی، واللہ اعلم لہذا اس طرح
کہ اعمال لکھنے والے فرشتے بندوں کے ہفتہ بھر کے اعمال ان دونوں میں رب تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کرتے ہیں، خیال رہے کہ اعمال کا اٹھانا
یعنی آسمانوں پر پہنچانا وہ ہے اور رب تعالیٰ کی بارگاہ میں پیشی کچھ اور اعمال کا اٹھانا تو روزانہ جو ہمیں گھنٹے میں دوبار ہوتا ہے کہ دن کے اعمال
رات سے پہلے، اور رات کے اعمال دن سے پہلے وہاں پہنچائے جاتے ہیں، مگر بیشی ہفتہ میں دوبارہ، لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں جس میں
روزانہ دوبارہ اعمال اٹھانے کا ذکر ہے (مرقات) یا اس کے معنی یہ ہیں کہ اعمال لکھنے والے فرشتے اعمال نامے ان فرشتوں پر پیش کرتے ہیں جو اعمال ناموں
کی نقل اپنے رجسٹروں میں کرتے ہیں (اشع) تب تو یہ حدیث بالکل صاف ہے لہذا تاکہ روزے کی برکت سے رحمت الہی کا دریا جوش مائے

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا اباذریب اُصُمْتُ مِنَ الشَّهِْرِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فَصُمْتُ ثَلَاثَ عَشْرَةَ
وَأَرْبَعَةَ عَشْرَةَ وَخَمْسَ عَشْرَةَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ
كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ مِنْ غَدَةِ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَقَلَّمَا كَانَ
يُفْطِرُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَرَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ إِلَى ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ
وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ مِنَ الشَّهِْرِ السَّبْعَ
وَالْأَحَدَ وَالْإِثْنَيْنِ وَمِنَ الشَّهِْرِ الْآخِرِ الثَّلَاثَةَ وَالْأَرْبَعَةَ وَالْخَمِيسَ وَاهُ التِّرْمِذِيُّ
وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُنِي أَنْ أَصُومَ ثَلَاثَةَ

اشہد اللہ علیہ وسلم نے اسے ابو ذریب تم ہر مہینہ تین روزے رکھو تیرہویں، چودھویں، پندرہویں کے رکھو (ترمذی، نسائی) روایت
ہے حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر مہینہ میں پہلی تین تاریخوں میں روزے رکھتے تھے (لہ اور جمعہ کے
دن بہت کم افطار کرتے تھے) (ترمذی، نسائی) اور ابو داؤد نے تین آیات تک روایت کی کہ روایت حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم ایک مہینہ میں ہفتہ آوار اور پیر کا روزہ رکھتے تھے اور دوسرے مہینہ میں منگل، بدھ اور جمعرات کا (ترمذی) روایت ہے حضرت سلم
سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے حکم دیتے تھے کہ میں تین روزے

خیال رہے کہ سال بھر کے اعمال کا تفصیل پیشی شعبان میں ہوتی ہے، کیونکہ وہ اللہ کے ہاں سال کا آخری مہینہ ہے اور رمضان سال کا شروع مہینہ
جیسے دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے، غرض کہ فرشتی سال اور ہے جس کی ابتداء محرم سے انتہاء بقرعید پر عرشی سال کچھ اور ازمرقات (۱۰
لہ انہی دنوں کو عربی میں ایام بیض یعنی چمکدار دن کہا جاتا ہے جن کی راتیں روشن ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان تاریخوں میں اکثر روزے رکھتے
تھے جیسا کہ لگتی حدیث میں آ رہا ہے (لہ پہلی، دوسری، تیسری تاریخوں میں یا ان کے قریب، حضرت ابن مسعود کی یہ روایت اپنے علم کے لحاظ سے ہے
ورنہ سرکار کا یہ عمل کبھی کبھی تھا اکثر ۱۲، ۱۳، ۱۵ کو روزہ رکھا کرتے تھے، لہذا یہ حدیث نہ تو اس حدیث کے خلاف ہے کہ سرکار مہینہ کے روزوں
میں خاص تاریخوں کے پابند نہ تھے اور نہ اس کے مخالف، کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ایام بیض یعنی تیرہویں، چودھویں، پندرہویں کے روزے رکھتے
تھے (لہ یعنی اکثر جمعہ کو روزہ رکھتے تھے، چونکہ جمعہ کی نیکی کا ثواب ستر گنا ہے، ظاہر یہ ہے کہ آپ صرف جمعہ کا روزہ رکھتے تھے، اور یہ آپ کی
خصوصیات میں سے نہیں، ہر شخص کو اس دن کے روزے کی عبادت ہے لہذا یہ حدیث مذہب حنفی و فقہاء کے فتوے کی توثیق ہے کہ جمعہ کا روزہ ممنوع
نہیں، جہاں ممانعت آئی ہے وہاں کسی عارضہ سے ہے، یا بچنے خلافت اولیٰ ہے (مرقات و اشعہ) لہذا اپنے آپ نے ہفتہ کے سارے دنوں میں اپنے
روزے تقسیم کر دیئے تھے تاکہ کوئی دن حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے روزے کی برکت سے محروم نہ رہے، چنانچہ ایک مہینہ میں تین دن اور
دوسرے مہینہ میں اگلے تین دن روزے رکھتے تھے اور جمعہ کے روزے کی تو عادت کر رہے تھے ہی جیسا کہ ابھی حدیث پاک میں گزر گیا، ہم لوگ

حضرت علیہ السلام کو
کبھی نفل روزہ
چاہئے

أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ أَوْ لَهَا الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيسُ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتَّسَانِيُّ وَعَنْ مُسْلِمٍ الْقُرَشِيِّ قَالَ سَأَلْتُ أَوْسَيْلَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صِيَامِ الدَّاهِرِ قَالَ إِنْ لَمْ يَهْلِكْ عَلَيْكَ حَقُّاهُمْ رَمَضَانَ وَالَّذِي يَلِيهِ وَكُلَّ أَرْبَعَاءٍ وَخَمِيسٍ فَإِذَا أَنْتَ قَدْ صُمْتَ الدَّاهِرُ كُلَّهُ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ صَوْمِ يَوْمٍ عَرَفَةَ يَعْرِفُهُ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُسَيْرٍ عَنْ أُخْتِهِ الصَّمَاءِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَصُومُوا يَوْمَ

ہر مہینہ میں رکھوں جن میں پہلا روزہ پیر یا جمعرات کا ہو۔ ابو داؤد، نسائی، روایت ہے حضرت مسلم قرشی سے فرماتے ہیں کیا میں نے یا کسی اور نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عمر بھر کے روزوں کے متعلق پوچھا ہے تو فرمایا کہ تمہاری بیوی کا تم پر حق ہے رمضان کا اور اس کے متصل کاروزہ رکھو۔ اور ہر بدھ و جمعرات کا روزہ رکھو تو تم نے ساری عمر کے روزے رکھ لئے۔ (ابو داؤد، ترمذی) روایت ہے حضرت ابو ہریرہؓ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام عرفات میں عرفہ کے روزے سے منع فرمایا ہے۔ (ابو داؤد) روایت ہے حضرت عبداللہ بن بسرؓ وہ نبی بن تمار سے روای کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہفت دن بچکر

سے برکت حاصل کرتے ہیں۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادات سے دن برکت پانے تھے، جیسے ہم چاند سے روشنی پاتے ہیں اور چاند سورج سے لے یہ حکم استجابی تھا نہ کہ جبری، اسی واسطے ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے وہ روزے نفل ہوتے تھے، عرفات نے فرمایا کہ اثنین پیر کے دن کا نام بن چکا ہے، جیسے بحر بن ایک علاقہ کا نام ہے، اور ناموں میں تبدیلی نہیں ہوتی، اسلئے یہاں رفع کی حالت میں اثنان نہ آیا بلکہ اثنین ہی آیا، بعض کا خیال ہے کہ یہاں یوم پوشیدہ ہے اثنین اس کا مضاف الیہ ہے، مگر پہلی بات بہت قوی ہے، مطلب یہ ہے کہ کسی مہینہ میں پیر مشکل اور بدھ کے روزے رکھو، اور کسی میں جمعرات، جمعہ اور ہفتہ کے، بعض شارحین کے خیال میں یہ داؤ بیچنے آدھے، یعنی تمہیں اختیار ہے کہ پیر سے شروع کر دیا جمعرات سے لے کر پانچ ممنوعہ دنوں کے علاوہ باقی سارا سال روزہ رکھنے کا شرعی حکم کیا ہے تو اب ہے یا گناہ؟ لے متصل سے مراد یا شعبان ہے یا شوال یعنی اکثر شعبان اور سارے رمضان کے روزے رکھو یا سارے رمضان اور چھ شوال کے روزے رکھو، یہ حدیث مجمل ہے جس کی شرح پہلی احادیث تھیں لے یعنی ان روزوں میں تمہیں ساری عمر کے روزوں کا ثواب مل جائے گا، یہاں عرفات نے فرمایا اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ عمر بھر کے روزے بذات خود ممنوع نہیں، بلکہ اگر ضعف پیدا کریں جس سے سلمان دوسرے حقوق ادا نہ کر سکے تو ممنوع ہیں، لہذا بعض صحابہ کرام اور مشائخ عظام کا عمر بھر روزے رکھنا اس حدیث کے خلاف نہیں ہے، یعنی حاجی کو نویں بقرعید کے دن عرفات شریف میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا گیا، تاکہ حاجی اس دن دعا مانگے، نمازوں کے جمع کرنے اور حج کے دیگر کاموں سے عاجز نہ ہو جائے، اور روزے کی وجہ سے اس کے اخلاق اپنے ساتھیوں کے ساتھ خراب نہ ہو جائیں، یہ ممانعت بھی تشریحی ہے، حضرت عائشہ صدیقہ نے بار بار اس دن روزہ رکھا ہے، حضرت عطاء فرماتے ہیں اگر سردی میں ایسا موقع آئے تو میں روزہ رکھ لیتا ہوں، گرمیوں میں نہیں ۛ

السَّبْتِ إِلَّا فِيمَا افْتَرَضَ عَلَيْكُمْ فَإِنْ لَمْ يَجِدْ أَحَدَكُمْ إِلَّا لِحَاءٍ عَنِتَّةٍ أَوْ عَوْدَ شَجَرَةٍ فَلْيَمْنَعْهُ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَامَ يَوْمًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ جَعَلَ اللَّهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّارِ خَنْدَقًا كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَعَنْ عَامِرِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْغِيَمَةُ الْبَارِدَةُ الصَّوْمِ فِي الشِّتَاءِ

جو تم پر فرض ہو اور روزہ نہ رکھو لے اگر تم میں کوئی انکو رکھ چکا ہو یا دہشت کی لکڑی کے سوا کچھ نہ پائے تو وہ ہی چلے لے (احمد، ابو داؤد) ترمذی، ابن ماجہ، دارمی لے روایت ہے حضرت ابوامامہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص لشکر کی راہ میں ایک دن روزہ رکھے لے تو اللہ تعالیٰ اُس کے اور آگ کے درمیان ایسی خندق کرویگا جیسی آسمان اور زمین کے درمیان ہے (ترمذی) روایت ہے حضرت عامر ابن مسعود سے لے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تھنڈی غنیمت جہازوں کے روزے ہیں لے

لے یعنی نفلی روزہ ہفتہ کے دن نہ رکھو، کیونکہ اس میں ہر صومے مشابہت ہے کہ وہ اگرچہ اس دن روزہ تو نہیں رکھتے، مگر اسکی تعظیم بہت ہی کرتے ہیں، تہاب اس روزے میں اُن سے اشتباہ ہوگا، جہور علماء کا قول یہ ہے، کہ یہ مانعت بھی سنت ہی ہے لہذا یہ حدیث ہفتہ کے دن کے روزے کی احادیث کے خلاف نہ ہوگی، کہ وہ بیان جواز کے لئے ہیں، اور یہ حدیث بیان استحباب کے لئے، اگر ہفتہ کے ساتھ اور دن کا بھی روزہ رکھ لیا جائے، تو نہ مشابہت ہے گی نہ مانعت، یہاں فرض سے مراد صرف غری فرض نہیں بلکہ مجھے ضروری ہے لہذا رمضان، آقائے رمضان، ائدہ کفارہ عاشورے، گیارہویں، بارہویں وغیرہ مہرک تاریخوں کے روزے اس دن میں رکھنا بلا کر بہت جائز ہیں (مرقات و لمعات) لے یعنی ہفتہ کے دن اتفاقاً ناقص بھی نہ کرے، اگر گھر میں کچھ کھانے پینے کو نہ ہو، تو معمولی چیز نکل کر ہی فاقہ سے بچ جائے، یہ فرمان مباخذ کے لئے ہے، اور جو سکتا ہے کہ یہ عبادت تحریمی ہو، اور حدیث منسوخ ہو لے اس حدیث کو حاکم نے صحیح اور شرط بخاری پر لکھا، اور نووی فرماتے ہیں کہ محدثین نے اسکی تصحیح کی ہے، ابو داؤد فرماتے ہیں حدیث منسوخ ہے (مرقات) لے لشکر کی راہ سے مراد جہاد، حج، عمرہ، طلب علم دین کا سفر ہے، یعنی ان میں سے جو سال ایک دن بھی رکھ لے، یا اس سے مراد رضائے الہی ہے یعنی جو کوئی گھر یا سفر میں ایک نفلی روزہ رکھ لے، لے یعنی پانچو سال کی راہ اس سے پہلے ستر سال کی راہ کا فاصلہ بھی آچکا ہے، مگر ان میں آپس میں تعارض نہیں، کیونکہ اخلاص کے فرق سے ثواب میں فرق ہو جاتا ہے خندق فرما کر اس جانب اشارہ فرمایا گیا کہ انشاء اللہ اس تک آگ نہ لگیا آگ کی تپش بھی نہ پہنچ سکے گی، جیسے اتنی لمبی چوڑی خندق پھلانگ کر دشمن نہیں پہنچ سکتا لے ان کے نام اور ان کی صحابیت میں بڑا اختلاف ہے بعض نے کہا کہ یہ عامر ابن عبد اللہ ابن مسعود ہیں، تاہی ہیں، بعض نے فرمایا کہ یہ عامر ابن مسعود ابن امیہ ابن خلف جمعی ہیں، یعنی صفوان ابن امیہ کے بھتیجے، حق یہی ہے کہ آپ صحابی نہیں، تاہی ہیں، لے جن میں تکلیف بہت کم اور اصل روزے کا ثواب پورا جیسے جماد میں دشمن بغیر مقابلہ بھاگ جائے، اور سردی کا موسم بھی ہو کہ غازی بلا تکلیف ثواب و رخصت لے آتا ہے سردی کے رمضان کا بھی یہی حال ہے خیال رہے کہ یہ اصل ثواب میں گفتگو ہے، ورنہ گرمی کے روزوں میں زیادہ مشقت کا ثواب بھی ملے گا، اسی لئے حضرت علی مرتضیٰ

رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ مُدْرَسٌ وَذَكَرَ حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ مَا مِنْ
 أَيَّامٍ أَحَبُّ إِلَى اللَّهِ فِي بَابِ الْأَضْيَاعِ : الْفَصْلُ الثَّالِثُ : عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ
 رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدِمَ الْمَدِينَةَ فَوَجَدَ إِلَيْهِ يَهُودَ صِيَامًا يَوْمَ عَاشُورَاءَ
 فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا هَذَا الْيَوْمُ الَّذِي تَصُومُونَ فَقَالُوا هَذَا
 يَوْمٌ عَظِيمٌ أَنْجَى اللَّهُ فِيهِ مُوسَى وَقَوْمَهُ وَغَرَّقَ فِرْعَوْنَ وَقَوْمَهُ فَصَامَ مُوسَى شُكْرًا
 فَتَحَنَّنْ نَصُومُهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَحَنَّنْ أَحَقُّ وَأَوْلَى بِمُوسَى مِنْكُمْ

راحمہ ترمذی اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث مرسل ہے لہٰذا حضرت ابو ہریرہ کی یہ حدیث مآین آیات الحدیث قرآنی کے باب میں ذکر ہو چکی
 تیسری فصل : روایت حضرت ابن عباس کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو یہود کو عاشورے کے دن روزہ رکھتے پایا لہٰذا ان
 سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کیسا دن ہے جس میں تم روزہ رکھتے ہو لہٰذا وہ بولے یہ وہ غلط والا دن ہے جس میں اللہ نے موسیٰ علیہ
 السلام اور ان کی قوم کی نجات دی اور فرعون اور اس کی قوم کو ڈبو یا موسیٰ علیہ السلام نے شکر یہ میں روزہ رکھا ہم بھی رکھتے ہیں لہٰذا رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم موسیٰ علیہ السلام کے نام سے زیادہ حقدار ہیں ۵۵

فرماتے ہیں کہ مجھے تین چیزیں بڑی پیاری ہیں اکرام الضعیف، امیام الضعیف، جہاد بالسیف، جہاد بالحد، گرمی کے روزے، توار سے جہاد لہٰذا کیونکہ
 عامر ابن مسعود نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت نہ پائی، خیال ہے کہ آپ ابراہیم ابن عمر قرشی کے والد ہیں، اور آپ کی اس کے سوا کوئی حدیث نہیں ملے
 ہجرت کے دوسرے سال میں جب عاشورے کا دن آیا، تو آپ نے یہود کو روزہ دار دیکھا، کیونکہ ربیع الاول شریف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ پہنچے تھے
 اس سال کا عاشورہ گزر چکا تھا ۵۶ خیال ہے کہ یہود کے مہینے اور تاریخیں اسلامی مہینوں اور تاریخوں کے علاوہ تھیں، مگر انہوں نے عاشورے کے دن کو روزے کے
 لئے چھپنا نہ لیا تھا جس میں چاند کے حساب ہی روزے رکھتے تھے محض برکت کے لئے، لہٰذا حدیث پر اعتراض نہیں، کہ جب یہود کے مہینے ہجری اور تھے، تو ان کا عاشورہ
 کے دن روزہ کیسا نہ لکھ شرعی قواعد دینی باتوں میں کفار کی خبر معتبر نہیں، مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی یہ خبر معتبر مانی یا اسے کہ عبد اللہ ابن سلام وغیرہ علمائے
 یہود جو اسلام لائے تھے انہوں نے بھی یہ خبر دی، یا اسے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ واقعہ وحی سے معلوم تھا، اسکی تائید کرانے کیلئے ان سے یہ سوال فرمایا
 گیا، یا اس لئے کہ یہود کے ہاں یہ خبر مشہور تھی، مشاعر خبریں کفار کی بھی معتبر ہیں، تو اگر مستقل بڑا ثبوت ہے : ۵۷ کیونکہ انبیاء علیہم السلام سارے بھائی ہیں اصل
 دین میں سب متفق ہیں، لہٰذا یہود تم نے تو ان کی کتاب ہی بدل دی، اور تم اصل دین ہی میں ان کے مخالف ہو گئے، تو جب تم ان کی خوشی میں شرکت کرتے
 ہو تو ہم بھی ان کی خوشی میں شریک ہوں گے، اور ان کی یادگار قائم کریں گے : اس میں لطیف اشارہ اس جانب بھی ہے کہ ہم عاشورہ کا روزہ تمہاری
 مشابہت کے لئے نہیں رکھتے بلکہ موسیٰ علیہ السلام کی موافقت کے لئے رکھتے ہیں، اور موافقت انبیاء علیہم السلام اسلام میں بڑی پیاری چیز ہے، دیکھو
 سورۃ ص کا سجدہ داؤد علیہ السلام کی موافقت کے لئے ہے نہ کہ داؤد کی مشابہت کے لئے، نفیر کی اس تقریر سے اس حدیث پر شبہ اٹھ گیا کہ یہود

فَصَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَمْرٌ بِصِيَامِهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ
كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ يَوْمَ السَّبْتِ وَيَوْمَ الْاَحَدِ أَكْثَرَ مَا يَصُومُ
مِنَ الْأَيَّامِ وَيَقُولُ إِنَّهُمَا يَوْمَا عِيدِ الْمُشْرِكِينَ فَأَنَا أَحَبُّ أَنْ أَجْالِفَهُمْ رَوَاهُ أَحْمَدُ
وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُ بِصِيَامِ

چنانچہ روزہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی رکھا ہے اور اس روزہ کا حکم بھی دیا مثلاً رسم بخاری روایت ہے حضرت ام سلمہ سے
فرواٹی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن دنوں میں روزے زیادہ رکھتے تھے ان میں اکثر ہفتہ و اتوار کو رکھتے تھے اور فرماتے تھے
کہ یہ دونوں دن مشرکین کی عید کے دن ہیں میں چاہتا ہوں کہ ان کی مخالفت کروں لہذا (احمد) روایت ہے حضرت جابر بن سمروہ سے
فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عاشوراء کے دن روزہ رکھتے

نصاری سے مشابہت اسلام میں منع ہے، یہ بھی کہا جاسکتا ہے، کہ شروع اسلام میں یہ مشابہت ممنوع نہ تھی، بلکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بہت سی باتوں میں اہل
کتاب کی مخالفت کرتے تھے، جیسے کہ اسلام کا پہلا قبلہ بیت المقدس رہا، کیوں انہی کے تالیف تلوک لے، پھر حبائلی ہٹ دھرمی کھل گئی تو اسلام میں ان کی مخالفت لازم
کردی گئی لہذا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ روزہ رکھنا موسیٰ علیہ السلام کی موافقت کے لئے ہے نہ کہ ان کی متابعت کے لئے، موافقت اور متابعت میں بین
آسمان کا فرق ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے فَمَنْ أَتَقَاتَىٰ ۚ یہاں موافقت کا ذکر ہے کہ آپ سائے انبیاء کی موافقت فرمائیں اور حضور انور صلی اللہ
علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر موسیٰ علیہ السلام بحیات ظاہری زندہ ہوتے تو انہیں میری اتباع کے بغیر حارہ کا رہنہ ہوتا، یہاں اتباع کا ذکر ہے غلامیہ کہ حضور
انور صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء کے موافق ہیں اور انبیاء کے امام حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع نہ لے چنانچہ شروع اسلام میں عاشوراء کا روزہ فرض
رہا، پھر رمضان کی فرضیت سے عاشوراء کے روزہ کی فرضیت تو منسوخ ہو گئی، مگر سنیت اب بھی باقی ہے، اس حدیث جہد مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ معظم
واقعات کی یادگاریں منانا کن اسلامی ہے، دوسری یہ کہ یہ یادگاریں محض اسلئے مرام نہ کسی جائیں گی کہ ان میں مشابہت کفار کا شائبہ ہے، تیسری یہ
کہ اسلامی یادگاریں کھیل کود سے نہ منائی جائیں بلکہ عبادتوں سے منائی جائیں، دیکھو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ کی یادگاریں
میں روزہ رکھا جو کہ عبادت ہے چوتھے یہ کہ اللہ والوں کی خوشی میں شرکت کرنا کچھ ملنے کا ہونا ہو جاتا ہے، بادشاہوں کے نوکر چاکر شہزادوں کی سالگرہ
میں دکھلاوے کی خوشی منا کر بھی کچھ پالیتے ہیں، تو اگر ہم عید میلاد، عید معراج دل سے منائیں تو انشاء اللہ منہ مانگی ہر ادب پائیں گے بلکہ پارہے ہیں، ان
تمام عیدوں کی اصل یہ حدیث ہے لے خیال رہے کہ ہفتہ یا اتوار یا دونوں دنوں کے روزے رکھنا یہودیوں عیسائیوں کی مخالفت کرنے کے لئے بہت ہی
بہتر ہے اور ان دنوں کی تعظیم کے لئے روزہ رکھنا سخت منع ہے لہذا یہ حدیث اس گزشتہ خلافت نہیں جس میں ہفتہ کے روزے سے منع فرمایا گیا تھا۔
کیونکہ وہاں دوسری نوعیت کا روزہ مراد تھا اور یہاں تقسیم کا روزہ مقصود ہے، اور ہو سکتا ہے کہ وہاں صرف ہفتہ کا روزہ مراد ہو، اور یہاں ہفتہ
اتوار دونوں دن کا روزہ ہے لے لینے ہفتہ کا دن یہودی عید ہے اور اتوار کا دن عیسائیوں کی عید ان میں وہ خوب کھاتے پیتے ہیں، اور عیش
کرتے ہیں، ہم نے ان کی مخالفت میں روزہ رکھا، مشرکین سے مراد یہودی عیسائی ہیں، کیونکہ یہود و عریز علیہ السلام کو خدا کا بیٹا مان کر ان کو پوجا

يَوْمَ عَاشُورَاءَ وَيُحْتَنَّا عَلَيْهِ وَيَتَعَاهَدْنَا عِنْدَهُ فَلَمَّا فُرِضَ رَمَضَانُ لَمْ يَأْمُرْنَا وَلَمْ يَنْهَنَا
عِنْدًا وَلَمْ يَتَعَاهَدْنَا عِنْدَهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ حَفْصَةَ قَالَتْ أَرُبْعَ لَحْمٍ كُنْ يَدُ عُمَرَ
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صِيَامَ عَاشُورَاءَ وَالْعَشْرِ وَثَلَاثَةَ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ وَرَكْعَتَانِ
قَبْلَ الْفَجْرِ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لَا يُفِطُّ أَيَّامًا لِبَيْضٍ فِي حَضَرٍ وَلَا سَفَرٍ رَوَاهُ النَّسَائِيُّ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ

کا حکم دیتے اور ہم کو اس پر رغبت دیتے اور عاشورہ کے دن ہماری تحقیقات فرماتے تھے پھر عید رمضان فرض ہوا تو نہ ہمیں اس کا حکم دیا نہ منع کیا
نہ تحقیقات فرمائیں اور اسے حضرت حفصہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چار کام نہ چھوڑنے سے عاشورہ کا روزہ بقرعید کے دس دن اور
ہر مہینہ تین دن کے روزے لے لے اور فجر سے پہلے کی دو رکعتیں رسائی اور دینے حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاندنی
کے روشن دنوں میں روزے نہ چھوڑتے تھے نہ گھر میں نہ سفر میں لے (رسائی) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا

کہتے ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام کو لہذا یہ دونوں مشرک ہوئے، قرآن شریف میں مومن مشرک بھی کفر اور مشرک بھی کفر استعمال ہوا ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے
إِنَّ الشِّرْكَ لَكُفْرٌ عَظِيمٌ اور فرماتا ہے إِنَّ اللَّهَ لَا يُغْنِي عَنْكَ شَيْءٌ۔ ان آیتوں میں مشرک بھی کفر ہے ہو سکتا ہے کہ یہاں بھی مشرکین سے کفار اور جوں
لے یہ دونوں واقع ہجرت کے بعد ہیں ہجرت سے پہلے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی روزہ کا حکم نہیں دیا تھا، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شروع اسلام
میں عاشورہ کا روزہ فرض تھا، کیونکہ اس کا حکم دینا اور عاشورہ آنے پر تحقیقات فرمانا کس نے روزہ رکھا اور کس نے نہیں فرضیت کی علامت ہے،
رمضان کی فرضیت کے بعد عاشورہ کی فرضیت اٹھ گئی، مگر سنت باقی رہی، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات شریف تک یہ روزہ رکھا ہے مسلم
بخاری میں حضرت سلمان دیکھ کر اس سے روایت ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے یہ اعلان کرایا، کہ جس نے کچھ کھا یا ہوا وہ بقیہ
دن کچھ نہ کھائے، اور جس نے نہ کھا یا ہوا وہ روزہ رکھ لے، کیونکہ آج عاشورہ ہے، یہ حدیث اس زمانہ کی ہے جب عاشورہ کا روزہ فرض تھا
لے یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات شریف تک یہ نفیوں قسم کے روزے لاکھے، لہذا یہ سب سنت ہیں، بقرعید کے دس دن سے مراد نو دن
ہیں، اور نہ دسویں بقرعید کو روزہ حرام ہے یہاں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا اکثری عمل مراد ہے نہ کہ ہمیشہ کا، لہذا یہ حدیث حضرت عائشہ صدیقہ کی
اس گزشتہ حدیث کے خلاف نہیں، جس میں آپ فرماتی ہیں کہ میں نے آپ کو بقرعید کے عشرہ میں روزہ رکھتے نہ دیکھا، بقرعید کا عشرہ بہت ہی
بہترین زمانہ ہے، بعض علماء فرماتے ہیں کہ رمضان کے آخری عشرہ کی راتیں بہترین ہیں کہ ان سب میں شب قدر ہے اور بقرعید کے پہلے عشرہ کے
دن افضل ہیں کہ ان میں عرفہ کا دن ہے، لے یہاں مرقات نے فرمایا ایم بیض کے متعلق علماء کے قول ہیں جن میں سے زیادہ قوی قول یہ ہے
کہ وہ چاند کی تیرہویں، چودھویں، پندرہویں راتیں ہیں، انہیں ایم بیض کے متعلق یا تو اس نے کہتے ہیں کہ ان کی راتیں اُجالی ہیں، اور یا اس نے کہ ان
کے روزے دنوں کو نورانی اور اُجیلا کرتے ہیں، اور یا اس نے کہ آدم علیہ السلام کے اعضا جنبت سے آکر سیاہ پڑ گئے تھے، رب تعالیٰ نے انہیں ان تین

رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِكُلِّ شَيْءٍ زَكَاةٌ وَزَكَاةُ الْجَسَدِ الصَّوْمُ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَ
عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَصُومُ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَالْاِثْنَيْنِ فَقِيلَ يَا
رَسُولَ اللَّهِ إِنَّكَ تَصُومُ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَالْاِثْنَيْنِ فَقَالَ إِنَّ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَالْاِثْنَيْنِ يَغْفِرُ اللَّهُ
فِيهِمَا لِكُلِّ مُسْلِمٍ اِذَا هَاجَوْنِ يَقُولُ دَعْمَا حَتَّى يَصْطَاحَا رَوَاهُ أَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَةَ
وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَامَ يَوْمًا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللَّهِ بَعَدَكَ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر چیز کی زکوٰۃ ہے اور جسم کی زکوٰۃ روزے ہے۔ (ابن ماجہ) روایت ہے انہی سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پیر اور
جمعرات کے دن روزے رکھتے تھے عرض کیا گیا یا رسول اللہ حضور پیر اور جمعرات کا روزہ رکھتے ہیں تو فرمایا کہ پیر اور جمعرات کے دن اللہ تعالیٰ سوائے
عبادت والوں کے باقی سب مسلمانوں کو بخش دیتا ہے۔ اُنکے متعلق فرمایا ہے انہیں چھوڑ دو سنے کہ آپس میں صلح کر لیں۔ (احمد، ابن ماجہ)
روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو رمضان الہی کی تلاش میں ایک دن روزہ رکھے۔ اُسے تو اللہ

روزوں کا حکم دیا، ہر روزے سے آپ کا تہائی جسم چمکیا ہوا، اُسے کہ تین روزوں کے بعد سارا جسم نہایت حسین ہو گیا۔ اُسے کہ روزے کی برکت سے اکثر آدمی دُبلے ہو جاتے
ہیں، جسم کا کچھ گوشت گل جاتا ہے، مایہ روزہ کی برکت سے جسم گناہوں پاک و صاف ہو جاتا ہے۔ یا روزہ کی برکت اگ روزہ داتا کہ نہ پہنچ سکے گی، ہر روزہ روزہ زکوٰۃ
کے سے تینوں کام کرتا ہے۔ اُسے سُبْحَانَ اللہ دو دن بڑی عظمت اور برکت والے ہیں کیوں نہ ہوں کہ انہیں غفلت والوں کی نسبت ہے، جمعرات و جمعہ کا روزہ
ہے اور حضرت آمنہ خاتون کے حاملہ ہونے کا دن ہے اور پیر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا بھی ہے اور نزول قرآن کریم کا بھی، جیسا کہ پہلے گذر چکا،
ہماری شریفین میں کہ ایک صحابی (حضرت عباسؓ) نے ابولہب کو اس کے مرنے کے بعد خراب میں دیکھا، پوچھا کیا حال ہے، بولا سخت عذاب میں گرفتار ہوں، گوچر
کے دن میرا عذاب کچھ مٹکا ہوتا ہے وہ اپنے دانے ہاتھ کی پسی انگلی سے مجھے پانی ملتا ہے، کیونکہ میں اُس دن حضور انور کی پیدائش کی خوشی میں اپنی لونڈی ثویبہ کو اس
انگلی کے اشارے سے کہا تھا جاگو آزاد ہے سب جان اللہ تعالیٰ امت ان دو دنوں میں اللہ کے فضل سے ہم گناہ بخشش اور حضرت کی مٹھائیاں لینے رہیں گے شعو
بزرگوں سے نسبت بڑی چیز ہے خدا کی یہ نعمت بڑی چیز ہے

یہاں مرتبات نے فرمایا کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ پیر و جمعرات کے دن اُن مسلمانوں کی بخشش ہوتی ہے جو ان دنوں میں روزہ رکھنے کے عادی ہیں۔ اُسے
یہ خطاب کہ انہیں چھوڑ دو یا تو اُس فرشتے سے موتا ہے جو اعمال کے رجسٹروں سے لوگوں کے گناہ مٹانے پر مقرر ہے، یا اُن لوگوں سے موتا ہے جو ان کے
دعائے مغفرت کریں (مرتبات و اشعار) یعنی ابھی ان کے گناہ باقی رہنے دو، جب تک کہ یہ آپس میں صلح نہ کر لیں، عبادتِ مراد دنیاوی عبادتیں ہیں، جو عبادتِ
مال وغیرہ کے باعث ہوں، دینی عبادتیں تو عبادت ہیں، ہر مسلمان ہر کار سے عبادت رکھے، رب تعالیٰ فرماتا ہے ان من ازواجکم و اولادکم
عد و لکم فاتخذو عدواً سے معلوم ہوا کہ مسلمان سے کینہ و عداوت اللہ تعالیٰ کی بڑی رحمت سے محرومی کا باعث ہے سینہ کینہ پاک رکھو۔ اس
میں مدینہ کے اتوار دیکھو، گندی تختی پر حرف کدہ نہیں ہوتے۔ اُسکے ظاہر یہ ہے کہ اس روزے سے مراد نفلی روزہ ہے اسی لئے صاحب شکرۃ یہ حدیث

مِنْ جَهَنَّمَ كَعَذَابِ طَائِفٍ وَهُوَ قَدْ خُتِمَتْ مَاتَ هَدْمًا رَوَاهُ أَحْمَدُ وَرَوَى الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعْبِ الْإِيمَانِ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ قَيْسٍ: بَابُ الْفَصْلِ الْأَوَّلِ: عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ فَقَالَ هَلْ عِنْدَكُمْ شَيْءٌ فَقُلْنَا لَا قَالَ فَإِنِّي إِذَا صَائِمٌ ثُمَّ أَتَانَا يَوْمًا أَخَذَ فَقُلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ أَهْدِي لَنَا حَيْسٌ فَقَالَ أَرَيْنِيهِ فَلَقَدْ أَصْبَحْتُ صَائِمًا فَأَكَلَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ: وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ

اُسے دوزخ سے آنا دیکر دیکھا جیسے اُڑنے والے کوئے کی دوری جب پہنچے ہوئے کہ بوڑھا ہو کر مر جائے اسی (احمد اور بیہقی نے شعبہ ایمان میں حضرت سہ ابن قیس کی روایت کی ہے باب ۱۰ پہلی فصل روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں یکدن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے تو فرمایا کیا تمہارے پاس کچھ ہے ہم نے عرض کیا نہیں بلکہ فرمایا تو اچھا ہمارا روزہ ہے وہ پھر دوسرے اور دن تشریف لائے تو ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمیں حیس ہدیہ آیا ہے اسی روزہ دیکھا تو میں نے تو کچھ روزہ دیکھا تو میں نے کچھ پھر اپنے کھایا کہ مسلم (روایت ہے حضرت انس فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ

تعالیٰ روزوں کے باب میں لائے تلاش رمضان الہی کی قید اس لئے ہے کہ کوئی عمل بغیر اخلاص نہ قبول ہو، نہ اس کا کوئی ثواب نہ اس کے فوائد کا ظہور ہو، اس میں رشاہت بنایا جا رہا ہے کہ جب ایک روزے کے ثواب کا یہ حال ہے تو اندازہ لگا لو کہ چھ روزے کا ثواب کتنا ہوگا: اسی کوئی کی طبیعت عمر ایک سال ہے (مترقانا اور یہ بہت تیز اثر ہے، یہاں دوزخ سے انتہائی دوری تباہی کے لئے بطور تمثیل شاہد ہوا کہ کوئی کچھ اگر پیدا ہوتے ہیں ان کا شروع کرے اور مرنے دم یعنی ایک سال تک برابر آتا ہے، تو اندازہ لگا لو کہ اپنے گھونٹے سے کتنی دور جا لیا، رب تعالیٰ اس روزہ دار کو دوزخ سے آنا دور رکھے گا، حدیث بائیں غابر پہ کئی تاویل کی ضرورت نہیں، رب تعالیٰ کی عطائیں ہماری ہم دکانوں و دلوں میں لے کر مارتے فرمایا حق ہے کہ ان کا نام سہ ابن قیس نہیں بلکہ سہ ابن قیس رضی عنہ ہے: بطرانی نے ان کا نام سلاست بتایا واللہ اعلم: اس باب میں گذشتہ بابوں کے متعلق مختلف مسامین بیان ہوں گے نفلی روزے، روزہ رکھ کر تو بدیت، روزے کا قصہ وغیرہ اس لئے مصنف اس کا ترجمہ اعتدال قائم فرمایا گویا باب المتفرقات ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ سوال تمام ازواج پاک تھا، اور جواب بھی سب کی طرف سے ہوا، یعنی نواز واج میں سے کسی کے گھر میں کھانے کی کوئی چیز نہیں، جو مالک کو نہیں ہے اُنکے اپنے گھر کا یہ حال ہے شعر مالک کو نہیں ہیں گویا کچھ رکھتے نہیں دو جہاں کی نعمتیں ہیں اُن کے خالی ہاتھ میں

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فقر و فاقہ اختیار ہی ہے، فرماتے ہیں اگر میں چاہوں، تو میرے ساتھ سونے کے پیادے ہیں: لکھنے چوئے آج گھر میں کچھ کھانے کو نہیں، لہذا ہم اب اس وقت سے روزہ نفلی کی نیت کرتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ روزے نفلی کی نیت ضروری کرے یعنی نصف نواز شرعی سے پہلے پہلے ہو سکتی ہے رات سے ہونا ضروری نہیں، مصنف اسی مقصد کے لئے یہ حدیث بیان لائے کہ لکھنے کسی شخص نے کھجور کا حلوہ بطور ہدیہ بھیجا ہے حضور ملاحظہ فرمائیں، مولیٰ میں حیس کے معنی ہیں خلط یا مخلوط چیز، اصطلاح میں یہ ایک حلوہ ہے جو مکھن پیڑ کھجور سے یا آٹے مکھن اور گھی سے تیار کیا جاتا ہے عربیہ اس سے اعلیٰ درجہ کا ہوتا ہے، فقیر نے مدینہ طیبہ میں حیس بھی کھایا ہے اور حلیہ بھی: کہ یہ صورت پہلے کا عکس ہوئی کہ وہاں تو گھر میں کھانا نہ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أُمِّ سُلَيْمٍ فَأَتَتْهُ بِتَمْرٍ وَسَمْنٍ فَقَالَ أَعِيدُوا أَسْمَنَكُمْ فِي سِقَائِهِ وَتَمْرَكُمْ فِي
وَعَائِهِ فَإِنِّي صَائِتٌ ثُمَّ قَامَ إِلَى نَاجِيَةٍ مِنَ الْبَيْتِ فَصَلَّاهُ غَيْرَ الْمَكْتُوبَةِ فَنَدَا عَلَى أُمِّ سُلَيْمٍ
وَأَهْلِ بَيْتِهَا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
إِذَا دَعَى أَحَدُكُمْ إِلَى طَعَامٍ وَهُوَ صَائِتٌ فَلْيَقُلْ إِنِّي صَائِتٌ وَفِي رِوَايَةٍ قَالَ إِذَا

علیہ السلام کے ہاں تشریف لائے لے تو وہ حضور کی خدمت میں چھوڑے دگھی لائیں لے حضور نے فرمایا اپنا کھی تو شکیزہ میں لوٹ دو اور اپنے چھوڑے
اس کے برتن میں ڈال دو میں روزہ دار ہوں لے پھر گھر کے ایک گوشہ میں کھڑے ہوئے تو فرض کے علاوہ نماز پڑھی پھر ام سلیم اور ان کے گھر
والوں کے لئے دعا کی لے (بخاری) روایت حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں سے کسی کو
دعوت دی جائے اور وہ ہمدرد روزہ دار تو کدے میں روزہ دار ہوں لے ایک روایت میں یوں ہے کہ فرمایا جب

ہونے کی وجہ سے روزے کی نیت کر لی گئی تھی اور یہاں کھانا دیکھ کر رکھا ہوا نفلی روزہ توڑ دیا گیا، ہمارے ام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ نفلی روزہ یا نماز شروع
کرنے سے واجب ہو جاتے ہیں کہ ان کا پورا کرنا ضروری ہوتا ہے کیونکہ رب تعالیٰ فرمایا ہے لَا تُبْطِلُوا آيَاتَكُمْ اَوْ تَكُونُوا مِنَ الْكَاذِبِينَ اور فرماتا ہے قَدْ آتَاكَ بِحَقِّ دَعَائِهِمْ يَأْتِي
اہل کتاب یک اعمال شروع کئے انہیں بھجایا نہیں معلوم ہوا کہ انکی شروع کر کے پوری کرنا واجب، اگر کوئی شخص نفلی روزہ شروع کر کے توڑے تو اس کی قضاء واجب ہے
ان دو گزشتہ آیتوں کی وجہ سے اس حدیث کی وجہ سے جو روایت حضرت عائشہ صدیقہ کے آرہی ہے اور نفلی حج و عمرہ پر قیاس کی وجہ سے، کہ یہ دونوں چیزیں حرام ہوتے
ہی واجب ہو جاتی ہیں، اگر انہیں پورا نہ کر سکے، تو قضاء کرنا واجب خیال ہے کہ نفلی روزہ اور نمازیں بلا عذر توڑنا ناجائز ہیں، دعوت اور مہمان کی آمد بھی عذر ہیں
یہ حدیث مخفیوں کے خلاف نہیں کہ یہاں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ روزہ توڑنا عذر تھا لیکن کسی روزے کھانا ملاحظہ فرمایا، اور اس میں یہ ذکر نہیں کہ آپ نے اس روزے
کی قضاء نہ کی، لہذا یہ حدیث نہ توافیوں کی دلیل ہے نہ مالکیوں کی اور یہ مخفیوں کے خلاف: نوٹ: شوافع کے ہاں نفلی روزہ توڑنے سے مطلقاً قضاء واجب نہیں، اور مالکیوں کے
ہاں اگر بلا عذر توڑا ہو تو قضاء واجب ہے، ہمارے ہاں مطلقاً قضا واجب ہے: لے ام سلیم بنت مہمان کے حالات پہلے بیان ہو چکے ہیں کہ یہ حضرت انس کی ولادت
ہیں اور ابو طلحہ کی زوجہ ان کے نام میں بہت اختلاف ہے امام ہے یا طلحہ یا غمیصہ یا ربیعاء پہلے مالک ابن انصر کے نکاح میں تھیں، ان سے حضرت انس
پیدا ہوئے، پھر حضرت ابو طلحہ سے اسلام کی شرط پر نکاح کیا لے ظاہر یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم صرف ملاقات کے لئے تشریف لائے تھے
اور ام سلیم نے خاطر و تواضع کے طور پر یہ پیش کیا، باقاعدہ دعوت نہ تھی، ورنہ ام سلیم حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے روزہ کے دن دعوت نہ دیتیں
یا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم روزے کے عذر سے دعوت قبول نہ فرماتے، نیز دعوت میں عموماً دو سالن پیش کیا جاتا ہے نہ کہ فقط کھجور دگھی، اس لئے
معلوم ہوا کہ ملاقاتی اور مہمان کی خاطر و تواضع کرنا سنت ہے، علماء فرماتے ہیں کہ بغیر کھائے پیئے مردوں کی سی ملاقات ہے: لے روزے کا اظہار اس
لئے فرمادیا، تاکہ جناب ام سلیم کو اس روزہ فرمادینے پر رنج نہ ہو، اس سے معلوم ہوا کہ نفلی روزہ دار کو اگر پتہ ہو کہ میرے روزے سے گھر والے مطلع ہو کر نہ کھانے
پر ناراض نہ ہوں گے، تو روزہ نہ توڑنا افضل ہے، اور اگر ان کے رنجیدہ ہونے کا اندیشہ ہو تو روزہ توڑ دینا اور کچھ کھالینا بہتر ہے بعد میں قضا کی جائے: یہ بھی
معلوم ہوا کہ اپنی بھی عبادت کا ہر اظہار دیا نہیں: یہ بھی معلوم ہوا کہ گھر میں کھانے پینے کا سامان جمع رکھنا توکل کے خلاف نہیں، دیکھو حضرت ام سلیم کے گھر گھمی کی

دَعِيَ أَحَدُكُمْ فَلْيَجِبْ فَإِنْ كَانَ صَائِمًا فَلْيَصِلْ وَإِنْ كَانَ مُفْطِرًا فَلْيُطْعَمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ
 الْفَصْلُ الثَّانِي عَنْ أُمِّ هَانِي قَالَتْ لَمَّا كَانَ يَوْمُ الْقَيْمِ فَتَحَ مَكَّتَا جَاءَتْ فَاطِمَةُ
 فَجَلَسَتْ عَلَى يَسَارِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأُمُّ هَانِي عَنْ يَمِينِهِ فَجَاءَتْ الْوَلِيدَةُ
 بِإِنَاءٍ فِيهِ شَرَابٌ فَتَوَلَّاهُ فَشَرِبَ مِنْهُ ثُمَّ نَاولَهُ أُمُّ هَانِي فَشَرِبَتْ مِنْهُ فَقَالَتْ يَا
 رَسُولَ اللَّهِ لَقَدْ أَفْطَرْتُ وَكُنْتُ صَائِمَةً فَقَالَ لَهَا أَكُنْتُ تَقْضِيْنَ شَيْئًا قَالَتْ لَا قَالَ

تم میں سے کسی کو دعوت دی جائے تو قبول کرے پھر اگر روزہ دار ہو تو دعا کر دے اور اگر بے روزہ ہو تو کھلے لے کر لے کر دے اور دوسری فعل روایت ہے حضرت
 ام ہانی سے فرماتی ہیں کہ جب فتح مکہ کا دن ہوا تو حضرت فاطمہ زہراؑ آئیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں طرف بیٹھ گئیں اور ام ہانی حضور کے
 دائیں طرف تھیں لے تو ایک لونڈی ایک برتن لائیں جس میں شربت تھا حضور کو پیش کیا آپ نے اسے پیا پھر ام ہانی کو دے دیا انہوں نے پیا لے پھر
 بولیں یا رسول اللہ میں نے روزہ توڑ لیا میں تو روزہ دار تھی لے تو فرمایا کیا تم کوئی روزہ قضا کر رہی تھیں بولیں نہیں فرمایا

شکیں بھری ہوئی تھیں اور چھوڑوں کے ٹوکرے لے گھر کے گوشہ میں نماز تو اس لئے پڑھی، تاکہ وہ گھر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے نقل سے مبارک ہو
 جائے، اور یہ بیکر والوں کے لئے دائمی جائے نماز بن جائے، اور دعا اس لئے کی تاکہ معلوم ہو کہ روزہ دار اگر کھانا نہ کھائے تو گھر والوں کے لئے دعا ضرور کرے
 ۵۰ یا اس طرح کہ دعوت قبول ہی نہ کرے یا اس طرح کہ قبول کرے اور پہنچ بھی جائے، مگر وہاں کھائے نہیں، یہ عذر کر دے، دوسرے صفحے زیادہ قوی ہیں جیسا کہ اگلے
 مضمون معلوم ہو رہا ہے خیال ہے کہ نفلی روزے کا چھپانا بہتر ہے، مگر چونکہ یہاں چھپانے سے یا صاحب نماز کے دل میں عداوت پیدا ہوگی یا رنج و غم مسلمان کے
 دل کو خوش کرنا بھی عبادت ہے، اس لئے روزے کے اظہار کا حکم دیا گیا: لے دعا کا حکم تو استحبالی ہے کہ وہیں نقل پڑھ کر یا بغیر نقل پڑھے دعا کر دینا بہتر ہے اور کھانے
 کا حکم وجوبی بھی ہو سکتا ہے اور استحبالی بھی جیسا دعوت دینے والا اور جیسا موقعہ دیا حکم و رقعات، لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں بن میں دعوت کے موقع
 پر روزہ توڑنے کا حکم ہے: لے غالباً مجلس کی ترتیب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے تھی کیونکہ ام ہانی فاطمہ زہراؑ کی نزدیکی تھیں اور پھر بھی، عمر میں بھی آپ بڑی تھیں
 اس لئے انہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بائیں طرف بٹھالا اور ام ہانی کو دائیں طرف، اب بھی اجتماع کے موقع پر نشستگاہوں میں مرتبہ کے مطابق ترتیب
 چاہئے، غالباً یہ واقعہ ام ہانی کے اپنے گھر میں نہ ہوا بلکہ کسی دوسرے گھر میں، ورنہ ام ہانی میزبانی کی خدمت خود انجام دیتیں، جیسا کہ دے کلام ہانی
 نے کہ معتزلے ہجرت نہیں کی تھی: لے سنت یہ ہے کہ مجلس میں پانی وغیرہ کا برتن پہلے بزرگ کی خدمت میں پیش کیا جائے، پھر دائیں طرف کو دے دے
 کہ اگر اس طرف چھوڑا آدی یا بچہ ہی ہو اور بائیں طرف بڑا، گردیا جائے دائیں طرف ہی، اور یہاں تو اتفاقاً دائیں جانب ام ہانی تھیں جو رشتہ ادرعر
 میں فاطمہ زہراؑ سے بڑی تھیں، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عزیز قرابت دار مرد دعوت ایک دوسرے کا جو ٹھکانا پانی پی سکے ہیں، جن روایات
 میں ہے کہ عورت مرد کا جو ٹھکانہ پیئے نہ مرد دعوت کا، وہاں اجنبی لوگ مراد ہیں، لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں: لے سبحان اللہ کیا عجیب
 عمل ہے کہ ام ہانی نے پہلے روزہ توڑا پھر مسلسل پوچھا، ان کے نزدیک حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا پس خوردہ تبرک پینا روزے سے افضل تھا

لَا يَضُرُّكَ إِنْ كَانَ تَطَوُّعًا وَادَّابُودًا وَادَّالْتِمَازِي وَالذَّارِي وَفِي رِوَايَةٍ لِأَحْمَدَ وَالْتِمَازِي
نَحْوَهُ وَفِيهِ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَفَأَنَا إِنْ كُنْتُ صَائِمَةً فَقَالَ الصَّائِمُ الْمُتَطَوُّعُ أَمَّا يَكُنْ نَفْسُهُ إِنْ
شَاءَ صَامَ وَإِنْ شَاءَ أَفْطَرَ وَعَنِ الذُّهْرِيِّ عَنْ عَدْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَنَا وَحَفْصَةُ
صَائِمَتَيْنِ فَعَرِضَ لَنَا طَعَامٌ اشْتَهَيْنَاهُ فَأَكَلْنَا مِنْهُ فَقَالَتْ حَفْصَةُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنْ أَكَلْنَا
صَائِمَتَيْنِ فَعَرِضَ لَنَا طَعَامٌ اشْتَهَيْنَاهُ فَأَكَلْنَا مِنْهُ ذَالَ إِقْضِيَ يَوْمًا أُخْرَمَ مَكَانُ رَوَاهُ

اگر نفی روزہ تھا تو ہمیں کچھ ضرر نہیں ملے ابو داؤد ترمذی حارمی اور احمد ترمذی کی روایت میں اسی کی مثل ہے اور اس میں یہ ہے کہ آپ بولیں یا رسول
اللہ میں روزہ دار تھی تو فرمایا نفی روزہ دار اپنے نفس کا خود مختار ہے اگر چاہے روزہ پورا کر چاہے افطار کرے لہ روایت ہے حضرت زہری سے وہ عروہ
سے دو ماہ تک حدیقہ سے راہی فرماتی ہیں کہ میں اور حفصہ دونوں روزہ دار تھیں اور ہمارے سامنے وہ کھانا آیا جس کی ہمیں رغبت تھی ہم نے اس میں سے
کھا لیا لہ حضرت حفصہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم دونوں روزہ دار تھیں ہمارے سامنے مرغوب کھانا آیا تو ہم نے اسے کھا لیا لہ سرکار نے فرمایا یا کی جگہ لیکن کی قضاء کرو

ان کے دل نے فتویٰ دیا کہ روزے کی قضاء یا کفارہ ادا کر لوں گی، مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا جھوٹا پھر کہا ہے گا، عشق کے رنگ نرے میں نشتر
نیست ایں باران از میں ابر شما : ہست باران دیگر دیگر سما

عشق کا مدد سہی دوسرا ہے اور اس کے آسمان وزمین ہی کچھ اور ملے یعنی اگر یہ روزہ نذر یا قضاء کے رمضان وغیرہ محتاب تو اس کا توڑنا منع تھا
اور اگر نفس نفی تھا تو توڑنا بالکل جائز اگرچہ اس کی قضاء واجب اس سے معلوم ہوا کہ مرد یا شاگرد اپنے پیر یا استاد کے تبرک کھانے کیلئے نفی روزہ توڑ سکتا ہے
دعوت کی طرح یہ بھی روزہ توڑنے کا ایک عذر ہے، لہ ان ظاہری الفاظ سے امام شافعی نے فرمایا کہ نفی روزہ توڑ دینے سے قضاء واجب نہیں لیکن یہ دلیل
ضعیف ہے کیونکہ یہاں گناہ کی نفی نہ کہ قضاء کی قضاء کا حکم تو اگلی حدیث میں آرہا ہے آیہ تَفْصِيْہ کا مطلب یہ ہے کہ نفی روزہ دار کی موقعہ اور محل پر
افطار بہتر سمجھے تو توڑ سکتا ہے اس حدیث پر بڑا اعتراض یہ ہے کہ فتح مکہ رمضان میں ہوئی ام بانی اس دن مسافر نہ تھیں، ان پر روزہ رمضان
فرض تھا نفی روزہ نہ رکھ سکتی تھیں اس لئے ترمذی نے فرمایا کہ اس کی اسناد میں کچھ ضعف ہے، نسائی نے کہا کہ اس کی اسناد میں بہت اختلاف ہے امام ترمذی
فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ثابت نہیں اور اگر صحیح بھی ہو یہاں فتح مکہ کے دن زمانہ فتح مکہ مراد ہے، کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد مکہ میں عرصہ تک قیام
فرمایا تھا، لہذا یہ واقعہ ماہ رمضان کے بعد پیش آیا شیخ نے فرمایا کہ فتح مکہ کیلئے مدینہ منورہ سے سفر رمضان میں ہوا اگر فتح بعد رمضان، لیکن پہلی توجیہ قوی معلوم
ہوتی ہے کیونکہ سارے مومنین کا اس پر اتفاق ہے کہ فتح مکہ بھی رمضان ہی میں ہوئی لہ اس جملہ سے معلوم ہوا کہ ان دونوں بزرگ سیول کا یہ روزہ نفی تھا فصل کے
رمضان یا نذر کا فرضی روزہ نہ تھا کہ فرضی روزہ توڑ دینے کی ہمت کوئی عام مسلمان بھی نہیں کر سکتا چنانچہ ازواج مطہرات محض چھ کھانا دیکھ کر ایک اہم عبادت تو ہیں، لہذا بعض
شافعیوں کا اسے فرضی روزہ قرار دینا درست نہیں ان بزرگوں کی شان کے خلاف ہے بلکہ یہ دونوں بزرگ سمجھیں کہ جب دعوت کیلئے نفی روزہ توڑ دینا جائز ہے تو یہ یہ
کیلئے جائز ہونا چاہیے کہ دونوں قریب یکساں ہیں یہی اجتہادی غلطی یا خطا ہے یہ حدیث امام اعظم کی قوی دلیل ہے کیونکہ قضاء امر ہے اور مرد و عورت کیلئے ہوتا ہے

الترمذی و ذکر جماعۃ من الحفاظ و و اعین الترمذی عن عائشة مرسلًا ولم يذكر و انب عن
عذوة وهذا أصح و رواه أبو داود عن زمیل مولى عذوة عن عذوة عن عائشة
وعن أم عمارة بنت كعب أن النبي صلى الله عليه وسلم دخل عليهما فذاعت ليطعام
فقال لها كلى فقالت إني صائمة فقال النبي صلى الله عليه وسلم وسأحران الصائم إذا أكل

ترمذی حنفی کی ایک جماعت نے اسے زہری سے انہوں نے حضرت عائشہ سے مرسل روایت کیا ہے اور اس میں عذوہ کا ذکر نہ کیا یہ ہی صحیح تر ہے
اور روایت کیا ابو داؤد نے اسے عذوہ کے مولا زمیل سے انہوں نے عذوہ سے انہوں نے حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے روایت ہے حضرت عمارہ بنت
کعب سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپس تشریف لائے تو انہوں نے حضور کے لئے کھانا لنگایا حضور نے ان سے فرمایا تم بھی کھاؤ بولیں
میں روزہ دار ہوں کہ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب روزہ دار کے پاس کچھ کھانا باقی رہے.....

معلوم ہوا اگر نفلی روزہ مشروع کر کے توڑ دیا جائے تو اس کی قضاء واجب ہوتی ہے اور جس کی قضاء واجب ہو وہ خود بھی واجب ہوتا ہے نفلی روزہ
شروع کرنے سے واجب ہو جاتا ہے شوافع فرماتے ہیں کہ یا تو یہ روزہ قضا یا نذر کا واجب روزہ تھا اس کا جواب تو بھی عرض کر دیا گیا اور یہ حکم استحبی ہے
نذر و حرمی کیونکہ نفل پہلے بھی نفل ہے اور بعد مشروع بھی نفل، مشروع کے بعد واجب ہو جاتا اس کی نفلیت کے خلاف ہے، مگر وہ حضرات بھی نفل حج و عمرہ
کو مشروع ہو جانیکے بعد واجب ملتے ہیں اور توڑ دینے یا چھوڑ دینے پر قضا لازم سمجھتے ہیں لہذا ان کا یہ استدلال یہاں بھی کمزور ہے، نیز جب نذر مان لینے
نفل واجب ہو جاتے ہیں تو مشروع کر دینے سے بھی واجب ہو جاتے ہیں کوئی مضائقہ نہیں اس مسئلے پر بہت قوی دلائل ہیں، تاہم کچھ پہلے عرض کیے ہو چکے ہیں
نے حضرت جابر سے اور ابو داؤد و ترمذی نے حضرت ابوسعید خدری سے روایت کی کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کی دعوت کی جب سب
حضرات کھانے لگے تو ایک صاحب الگ بیٹھ گئے پے میرا روزہ ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا توڑ دو اور اپنے بھائی میزبان کو خوش کر دو
اور اس کی قضا کر لو، مرقات و لمعات نے کہا ہر اس مسئلے سے اصطلاحی مسئلے مراد نہیں لیجئے صحابی کا چھوٹ جانا بلکہ نفوی مسئلے مراد ہے، یعنی اسناد میں راوی کا وہ جانا جسے
محدثین کے ہاں منقطع کہتے ہیں، مگر یہ ہے کہ جناب زہری و حضرت عائشہ کے درمیان عذوہ ہیں جن کا اس اسناد میں ذکر نہیں ہے یعنی اسناد میں بھی انقطاع ہے کیونکہ
زمیل نے عذوہ سے حدیث نہیں سنی نیز زمیل سے بھی ان شخصوں میں لہذا یہ اسناد ضعیف ہے مرقات نے یہاں فرمایا کہ یہ ضعیف مفسر نہیں کیونکہ ان میں حبان وغیرہ نے عن جریر بن
سازم عن محمد بن ابی سعید عن عذوہ عن عائشہ روایت کی اور ابن ابی شیبہ نے عن خبیث عن سعید بن جبیر عن عائشہ روایت کی اور طبرانی نے عن خبیث عن عکرم عن ابن
عباس عن عائشہ روایت کی، اور بزار نے عن حماد بن وہب عن عبید اللہ بن عمرو بن نفیع عن ابن عمر عن عائشہ روایت کی اور طبرانی نے عن محمد بن عمرو بن ابی سلمہ عن ابی
ہریرہ عن عائشہ روایت کی جب اسی صحیح اسناد میں موجود ہے تو حدیث صحیح ہے اور اس سے دلیل پکڑنا درست ہے لہذا مذہب حق نہایت ہی قوی ہے کہ آپ کا نام نسیم ابن کعب ابن
عوف ہے کہ نسبت ام عمارہ صحابیہ ہیں انصار میں عام ابن زید کی بیوی ہیں بیت عقیدہ و رعیت و عنوان میں حاضر تھیں عذوہ احد میں آپ نے گیارہ روزہ کھائے تھے کہ انہوں نے وجہ سے
ایک دن کھانا پڑھا یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کے باوجود تمام غزوات میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہیں کہ چنانچہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا کھایا

عِنْدَكَ صَلَّتْ عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ حَتَّى يَفْرُقُوا رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ
 الْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ دَخَلَ بِلالٌ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 وَهُوَ نِيغَدِي فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْغَدَاءُ يَا بِلَالُ قَالَ إِنِّي صَائِمٌ يَا رَسُولَ
 اللَّهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَأْكُلُ رِزْقَنَا وَفَضْلُ رِزْقِي بِلالٍ فِي الْجَنَّةِ أَشَعَرَتْ
 يَا بِلَالُ إِنَّ الصَّائِمَ يُسَبِّحُ عِظَامَهُ وَيَسْتَغْفِرُ الْمَلَائِكَةُ مَا أَكَلَ عِنْدَكَ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ

تو اسے فرشتے دعا میں دیتے ہیں جب تک کہ وہ فارغ ہوں۔ احمد ترمذی ابن ماجہ دارمی تیسری فصل روایت ہے حضرت بریدہ سے ملے فرماتے ہیں کہ حضرت بلال
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے جبکہ حضور زائستہ کر رہے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے بلال ناشتہ کرو عرض کیا یا رسول اللہ
 میں روزہ دار ہوں کہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اپنی روزی کھا رہے ہیں اور بلال کی بہتر روزی جنت میں سے ملے اے بلال کیا
 تمہیں خبر ہے کہ جب تک روزے دار کے ساتھ کچھ کھا جائے تب تک اس کی ہڈیاں تسبیح کرتی ہیں اسے فرشتے دعا میں دیتے ہیں اے ہمیشہ بقی شعب الایمان

انہوں نے نہ کھایا اس سے دوسکے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ روزہ دار مہمان کی تواضع خاطر کھانے سے کمر سکتا ہے، ہاں رمضان میں روزہ توڑوں
 اور روزہ چوروں کو نہ کھانا کھائے نہ ان کے لئے پکائے کہ یہ گناہ پر مدد ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا تَعَادُوا نَفْسَكُمْ إِلَّا شِرًّا وَالْجِدَارِ دُونَ
 بیکہ اگر مہمان کی ناراضی کا اندیشہ نہ ہو، تو میزبان فطری روزہ نہ توڑے اور مہمان سے عذر کر دے

ملے کیونکہ یہ روزہ دار دو عبادتیں کر رہا ہے، ایک روزہ، دوسرا کھانا کھانے دیکھ کر صبر اس لئے اس کا اجر و ثواب بھی زیادہ ہے اور فرشتوں کی دعا میں
 نفع میں ظاہر یہ ہے کہ فرشتوں سے مراد اعمال مکلفینے والے اور حفاظت کرنے والے فرشتے ہیں ملے آپ مشہور صحابی ہیں، اسلی ہیں، سبھی ہیں، زمانہ نبوی
 اور زمانہ خلفائے راشدین میں آپ نے اسلام کی شاندار خدمات کیں، جنگ و جمل و صفین میں جناب علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھے، بیزید پید کے
 زمانہ میں مسئلہ ہجری میں مقام مرو میں وفات ہوئی، وہیں آپ کا مزار ہے جس سے لوگ برکتیں حاصل کرتے ہیں یہ ملے اس سے معلوم ہوا کہ اگر کھانا کھاتے
 میں کوئی آجائے، تو اسے بھی کھانے کے لئے بلانا سنت ہے، مگر فطری ارادہ سے بلائے، جھوٹی تواضع نہ کرے، اور آنے والا بھی جھوٹ بول کر یہ نہ کہے کہ مجھے
 خواہش نہیں، تاکہ بھوک اور جھوٹ کا اجتماع نہ ہو جائے، بلکہ اگر کھانا کم دیکھے تو کہہ دے بَارُکَ اللہ یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی
 عبادات نہیں چھپائی چاہئیں، بلکہ ظاہر کر دی جائیں، تاکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس پر گواہ بن جائیں یہ اظہار ریا نہیں یہ ملے یعنی آج
 کی روزی ہم تو اپنی میں کھائے لیتے ہیں، اور بلال اس کے عوض جنت میں کھائیں گے، وہ عوض اس سے بہتر بھی ہو گا اور زیادہ بھی حدیث بالکل اپنے
 ظاہری معنی پر ہے، واقعی اس وقت روزہ دار کی ہر ہڈی و جوڑہ بلکہ رگ رگ تسبیح کرتی ہے جس کا روزہ دار کو پتہ نہیں ہوتا مگر سرکار سنتے ہیں یہ تسبیح اگرچہ
 بغیر اختیار ہے، مگر اس پر ثواب بے شمار واجب سبزو کی تسبیح سے سمیت کو فائدہ پہنچ جاتا ہے۔ تو ان ہڈیوں کی تسبیح سے خود روزہ دار بلکہ اس کے
 پاس بیٹھے والوں کو بھی ثواب ملے گا

بَابُ لَيْلَةِ الْقَدَرِ: الْفَصْلُ الْأَوَّلُ: عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحَدُّوا لَيْلَةَ الْقَدَرِ فِي الْوُتُرِ مِنَ الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ رَأَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَ
عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ إِنَّ رِجَالَ الْأَمِينِ أَحْمَادَ ابْنِ لَيْثٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرَوْا لَيْلَةَ الْقَدَرِ فِي الْمَنَامِ
فِي السَّبْعِ الْأَوَاخِرِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرَى رُؤْيَا كَمُوقَدَاتٍ تَوَاطَلَّتْ فِي السَّبْعِ

باب شب قدر کا پہلا فصل پہلی روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شب قدر رمضان کے آخری عشرہ کی طاق تاریخوں میں دھندلے ہوئے بخاری روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ کو شب قدر خواب میں دکھائی گئی کہ رمضان کے آخری ہفتہ میں ہے سہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں دیکھتا ہوں کہ تمہاری خوابیں آخری ہفتہ پر متفق ہو گئیں سہ

شب قدر اس امت محمدیہ کی خصوصیات سے ہے ہم سے پہلے کسی کو نہ ملی قدر کے معنی ہیں اعزاز و کرامت و عظمت و غلگی چونکہ اس رات میں سال بھر کے ہر بڑے واقعات فرشتوں کے صحیفوں میں لکھ کر انہیں دے دیے جاتے ہیں، ملک الموت کو سال بھر میں مریدانوں کی فہرست مل جاتی ہے، حضرت میکائیل کو تقسیم رزق کی فہرست ملتا ہوتی ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے فیہا یفترق کل امر حکم نیز اس رات میں اتنے فرشتے زمین پر اترتے ہیں کہ زمین تنگ ہو جاتی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے تَنْزِيلُ الْمَلَائِكَةِ وَاللَّهُ فِيهَا اس لے اسے لیلۃ القدر کہتے ہیں نیز اس رات کی عزت و عظمت بہت زیادہ اس شب میں عبادت کرنیوالا رب کے ہاں عزت والا ہے لہذا اسے لیلۃ القدر کہتے ہیں، اس میں بہت اختلاف ہے کہ یہ رات کب ہوتی ہے بعض کے خیال میں یہ مقرر نہیں کسی سال کسی عید اور کسی تاریخ میں دوسرے سال کسی عید اور تاریخ میں بعض کا خیال ہے کہ رمضان شریف میں ہوتی ہے مگر تاریخ مقرر نہیں بعض کے خیال میں رمضان کے آخری عشرہ میں ہے بعض کہتے ہیں کہ اس عشرہ کی طاق تاریخوں میں ہے اکیسویں تیسویں وغیرہ مگر زیادہ قوی قول یہ ہے کہ انشاء اللہ شب قدر ہمیشہ ستائیسویں رمضان کی شب ہے کیونکہ لیلۃ القدر میں حرف ہین اور یہ فقط سورۃ قدر میں تین جگہ ارشاد ہوا ہے، نو تیرے ستائیس ہوتے ہیں نیز سورۃ قدر میں تیس حرف ہیں جن میں سے ستائیسواں حرف ہے ہی، یہ ضمیر لیلۃ القدر کی طرف لگتی ہے درود ابیان اس کی پوری تحقیق اور اس رات میں کرنیکے اعمال ہماری کتاب مواہب لعمید اور اسلامی زندگی میں ملاحظہ کرو گئے اس حدیث سے اتنا معلوم ہوا کہ شب قدر ہر سال ماہ رمضان میں ہوتی ہے اور ہوتی بھی ہے آخری عشرہ میں، وہ بھی طاق تاریخوں میں قرآن کریم بھی اس تا میکہ فرما رہا ہے کیونکہ ایک جگہ ارشاد ہے شہد رمضان الذی انزل فیہ القرآن جس سے معلوم ہوا کہ نزول قرآن ماہ رمضان میں ہے دوسری جگہ ارشاد ہے انا انزلناہ فی لیلۃ القدر جس سے معلوم ہوا کہ قرآن شب قدر میں نازل ہوا یہ دونوں آیتیں جب ہی جمع ہو سکتی ہیں جبکہ شب قدر رمضان میں ہو خیال رہے کہ شب قدر کو رب تعالیٰ نے ہم سے چھپایا تاکہ ہم اسکی تلاش میں بہت راتوں میں عبادت کریں تھیں اس سے مراد عبادتیں کرتا ہے حق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو شب قدر کا علم دیا مگر اس کے اظہار کی اجازت ردی، اسم اعظم کی طرح عوام سے اسے چھپا رکھا تاکہ اس کی تلاش رہے اور اچھی چیز کی تلاش بھی عبادت ہے لہذا یہ چھپانا ہمارے لئے بہتر ہے تاکہ یہ توجہ بہت احتیاط سے کیا گیا ہے مطلب یہ ہے کہ کسی صحابی نے خواب دیکھا کہ وہ رمضان کی اکیسویں شب ہے کسی نے دیکھا کہ تیسویں ہے کسی نے پچیسویں اور کسی نے ستائیسویں یا انتیسویں کہا ہے یعنی آخری عشرہ کی طاق راتیں، چونکہ ان میں اکثر راتیں آخری ہفتہ میں ہیں یعنی تیسویں سے انتیسویں تک اس لئے آخری ہفتہ ارشاد ہوا اس جملہ کی شرح میں شارحین کو بہت دشوار ہوئی ہے، فقیر نے جو عرف کیا وہ زیادہ قرین ہے واللہ ورسولہ اعلم

یعنی اے صحابہ تمہاری خوابیں تمہیں میں

الْوَاحِدِ فَمَنْ كَانَ مُتَحِدٍ بِهَا فَلْيَتَحَدَّهَا فِي السَّبْعِ الْوَاحِدِ مُتَّفَقٌ عَلَيْكَ وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْقِسْوُهَا فِي الْعَشْرِ الْوَاحِدِ مِنْ رَمَضَانَ لَيْلَةُ الْقَدْرِ فِي تَاسِعَةِ تَبَقَى فِي سَائِلِغَةٍ تَبَقَى فِي خَامِسَةٍ تَبَقَى رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اعْتَكَفَ الْعَشْرَ الْأَوَّلَ مِنْ رَمَضَانَ ثُمَّ اعْتَكَفَ الْعَشْرَ الْاَوْسَطَ فِي قُبَّةِ تَرْكِيَّةٍ ثُمَّ اطْلَعَ لَأَسَدٌ فَقَالَ إِنِّي اعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْأَوَّلَ التَّمَسُّ هَذِهِ اللَّيْلَةُ ثُمَّ اعْتَكِفَ الْعَشْرَ

یہ تو جو شب تہ تلاش کرے وہ آخری ہفتہ میں تلاش کرے لے مسلم بخاری روایت ہے حضرت ابن عباسؓ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بقدر کہ رمضان کے بتوی عشرہ میں تلاش کر جب نو دن باقی رہیں سات دن باقی رہیں پانچ دن باقی رہیں ان میں لے بخاری روایت ہے حضرت ابی سعید خدریؓ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے پہلے عشرہ میں اعتکاف کیا لے پھر ترکیم کے اندر دمیانی عشرہ میں اعتکاف کیا لے پھر سربا رکعت سے نکال کر فرمایا کہ ہم نے اس رات کی تلاش میں پہلے عشرہ کا اعتکاف کیا پھر دمیانی عشرہ کا اعتکاف کیا لے

تو حقائق ہیں مگر نوعی تعین میں متفق ہیں کہ ہر شخص نے اسے رمضان کے آخری ہفتہ میں دیکھا لے اس سے معلوم ہوا کہ مومن کا خواب معتبر ہے نہ رہا جبکہ نبی کی تصدیق بھی ہو جائے دیکھا اذان خواب ہی میں صحابہ نے دیکھی تھی جو آج تک اسلام میں جاری ہے بلکہ اسلام کا شعار ہے ایسے ہی یہ بھی ہے لہذا اکیسویں تیسویں کی طرح ستائیسویں اکتیسویں میں اس کی تلاش کی جائے کسی تفصیل کی حدیث میں آئی ہے لے عرب میں دستور ہے کہ ابتدائی مہینہ میں تاریخوں کا اعتبار شروع نہیں کرتے ہیں یعنی پانچویں تاریخ وہ جس سے پہلے چار تک نہیں گزر گئی ہوں آٹھویں وہ جس سے پہلے مہینہ کے سات دن گزر چکے ہوں مگر مہینہ کے انتہا میں آخری دنوں سے حساب لگاتے ہیں اس طرح کہ نوین تاریخ وہ جس کے بعد مہینہ کے نو دن باقی ہوں یعنی اکیسویں ساتویں تاریخ وہ جس کے بعد مہینہ کے سات دن باقی ہوں یعنی تیسویں اور اس کے ساتھ فقط جتنے بول دیتے ہیں یعنی اس کے بعد اتنے روز باقی ہیں اسی قاعدے سے یہ فرمان عالی ہے تو مطلب یہ ہوا کہ بقدر رمضان کی اکیسویں تیسویں پچیسویں وغیرہ میں قوش کرو اشارہ میں نے اس نے جملے کے اور سین سے معنے لکے ہیں کہ سابعے ستائیسویں شب مراد ہے تاسعے اکتیسویں اور خامسے پچیسویں مگر فقیر نے جتنی لکے آسان تر میں واللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لاکھنا آسان نہیں لے یہاں اول داد کے شد سے بھی ہو سکتا ہے تفصیل کا واحد مذکر کیونکہ لفظ عشرہ واحد بھی ہے مذکر بھی اور مجزہ کے پیش داد کے ذریعے بھی اولیٰ کی جمع کیونکہ عشرہ معنی کے لحاظ سے مؤنث ہے اور جمع ہے پہلی قرات زیادہ مشہور ہے لگا جلیسی اس کتاب میں مذکور ہے کہ اس میں اوسط واحد مذکر آیا ہے یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار رمضان کے پہلے عشرہ میں اعتکاف کیا لے اس خیمہ کو عربی میں خیمہ کہتے ہیں اور ان کی میں خیمہ یا کبیل کا چھوٹا سا گول خیمہ ہوتا ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے مسجد ہی میں لگایا گیا تھا اس سے معلوم ہوا کہ متعلق مسجد میں اپنے لیے خاص کر لیا ہے جہاں چادر وغیرہ تان لے جس میں بغیر اجازت کوئی نہ لے سکے لے اس وقت تک حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تو شب قدر کی اطلاع نہیں دی تھی تھی آپ نے صرف اجتہاد سے یہ تلاش فرمائی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے سے بھی علم تھا کہ شب قدر رمضان کی میں ہے دوسرے مہینوں میں نہیں یہ حدیث ان بزرگوں کے خلاف ہوگی جو کہتے ہیں کہ شب قدر

الْأَوْسَطُ ثُمَّ أُتِيَتْ فَاقْبَلْ لِي زَهْدًا فِي الْعَشْرِ الْآخِرِ مَنْ كَانَ اعْتَكَفَ مَعِيَ فَلْيَعْتَكِفْ الْعَشْرَ
الْآخِرَ فَقَدْ أُبَيَّتْ لَهُ فِيهِ اللَّيْلَةُ ثُمَّ انْسَبَتْهَا وَقَدْ رَأَيْتَنِي أَسْجُدُ فِي مَاءٍ وَطِينٍ مِنْ
صَبِيحَتِهَا قَالَتْ مَسُوهَا فِي الْعَشْرِ الْآخِرِ وَالتَّمْسُوهَا فِي كُلِّ وَتِدٍ قَالَ فَتَنَظَرْتُ السَّمَاءَ تِلْكَ
اللَّيْلَةَ وَكَانَ الْمَسْجِدُ عَلَى عَرِيشٍ فَوَكَّفَ الْمَسْجِدُ فَبَعَثَتْ عَيْنَايَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ وَعَلَى جَبْهَتِهِ أَثَرُ الْمَاءِ وَالطِّينِ مِنْ صَبِيحَتِهِ أَحَدَايَ وَعَشْرِينَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

پھر کارے پاس آئیوا آ یا اور مجھے بتایا گیا کہ وہ رات آخری عشرہ میں ہے لہ تو جس نے مجھ کے ساتھ اعتکاف کیا ہو وہ آخری عشرہ کا بھی اعتکاف کرے لہ مجھے یہ
رات دکھائی گئی تھی پھر بھلا دی گئی میں اس رات کی سویرے اپنے کچھ طہیں کچھ کرتے دیکھا ہے کہ لہذا تم اسے آخری عشرہ میں ڈھونڈو ہر طاقن تاریخ میں تلاش کرو
لہ راوی فرماتے ہیں کہ اس بارش دیکھی اور مسجد پر چھڑا تھا چنانچہ مسجد کی اور میری آنکھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اکیسویں کے سویرے دیکھا کہ آپ
کی پیشانی پاک پر کچھ پانی کا اثر تھا کہ مسلم بخاری :

سال بھر میں کبھی ہو جاتی ہے لہ چوں کہ اس عشرہ کی ہر رات میں شب قدر ہونے کا احتمال تھا اس لئے یہاں ادا خر جمع ارشاد ہوا (مرقات) یعنی بیسویں تاریخ کو فرشتے نے اُن
عزیز کیا کہ شب قدر آگے عشرہ میں ہے ارب تعالے چاہتا تھا کہ محبوب کا ساما مہمہ اعتکاف میں گزرے اس لئے پہلے اطلاع نہ دی لہ تاکہ اس کی ریخت نامیگاں شب
اور شب قدر کی تلاش میں کامیاب ہو جائے اس جگہ سے بھی معلوم ہے کہ شب قدر رمضان میں ہے اور آخری عشرہ میں ہے لہ مرقات نے یہاں فرمایا کہ غالباً حضور انور
صلی اللہ علیہ وسلم کو شب قدر کی خصوصی علامت بتائی گئی تھی پھر وہ بھلا دی گئی تاکہ امت اس کی تلاش میں کوشش کرے اور ثواب پائے معین رات صراحت نہ
بتائی گئی تھی کہ اس کا محمول جائے بعد از عقل سے خیال رہے کہ جو چیز ضروریات دین سے نہ ہو پیغمبر سے محمول کئے ہیں اور اس محمول میں اللہ کی مبت حکمتیں ہیں یہ بھی
خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو شب قدر وغیرہ تمام چیزوں کا تفصیلی علم عطا ہوا، غور فرماتے ہیں فتح الی کل شئی و عذبت ہر چیز میں شب قدر بھی یقیناً داخل
ہے بھلا دی گئی فرما کر یہ بتایا کہ یہ محمول ہماری اپنی کوتاہی سے نہیں ہوا بلکہ رب تعالے کی طرف سے ہوا رب تعالے فرماتا ہے فَلَا تَنْسُوا الْآيَاتِ اللَّهِ لَعَلَّكُمْ يَتَّقُونَ
میں دیکھا ہے کہ اس سال شب قدر میں بارش ہوگی مسجد نبوی شریف ٹپکے گی جس سے مسجد میں کچھ نہ ہو جائے اور ہم اس کچھ طہیں نماز فرائد اگر ٹپکے یہ مطلب نہیں کہ ہر سال شب قدر
میں بارش ہو کر نہ گئی اور ہم کچھ طہیں فرائد ہا کر میں گئے لہ معلوم ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو شب قدر بالکل نہ بھلائی گئی تھی بلکہ اس کا تقریباً تعین
بھلا دیا گیا تھا اس لئے فرمایا کہ شب قدر آخری عشرہ رمضان کی طاق تاریخوں تیسویں پچیسویں وغیرہ میں ہے ڈھونڈو لہ کہ بجائے ستوروں کے
مجرر کے تھے اور بجائے کڑیوں کے کچھور کی شاخیں تھیں جن پر پتھر کے پتے ڈال دیئے گئے تھے دھوپ بھی چھن کر آتی تھی اور بارش بھی اسی لئے قطری
سی بارش سے مسجد میں کچھ نہ ہو جاتی تھی لہ تب ہیں پتہ لگا کہ آج اکیسویں شب کو لیلۃ القدر ہو گئی اس حدیث کی وجہ سے بعض علماء فرماتے ہیں کہ شب
اکیسویں رمضان ہے بعض نے فرمایا کہ اس سال اکیسویں شب تھی ہمیشہ نہیں ہم عرض کر چکے ہیں کہ دلائل ہر رات کے متعلق موجود ہیں، مگر سنا اکیسویں شب
کے دلائل ہی قوی اور زیادہ ہیں، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کچھ میں پیشانی زمین پر مڑ کر لگائے اگرچہ فرش پر کچھ ہو اور نماز میں پیشانی وغیرہ پر کچھ

فِي الْمَعْنَى وَاللَّفْظُ مُسْلِمٌ إِلَى قَوْلِهِ فَقِيلَ لِي إِنَّهَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ وَالْبَاقِي لِلْبُخَارِيِّ وَفِي
رِوَايَةِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي نَيْسٍ قَالَ لَيْلَةُ ثَلَاثٍ وَعِشْرِينَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَكَانَ زَيْدُ بْنُ جُبَيْشٍ قَالَ
سَأَلْتُ أَبِي بِنِ كَعْبٍ فَقُلْتُ إِنَّ أَخَاكَ ابْنَ مَسْعُودٍ يَقُولُ مَنْ لَيْقُمُ الْحَوْلَ يُصِيبُ لَيْلَةَ الْقَدَرِ
فَقَالَ رَحِمَهُ اللَّهُ أَرَادَ أَنْ لَا يَتَكَلَّ النَّاسُ أَفَإِنَّهُ قَدْ عَلِمَ أَنَّهَا فِي رَمَضَانَ وَإِنَّهَا فِي الْعَشْرِ
الْأَوَاخِرِ وَأَنَّهَا لَيْلَةُ سَبْعٍ وَعِشْرِينَ ثُمَّ خَلَفَ لَا يَسْتَثْنِي أَنَّهَا لَيْلَةُ سَبْعٍ وَعِشْرِينَ فَقُلْتُ
يَا بَنِي شَيْءٌ تَقُولُ ذَلِكَ يَا أَبَا الْمُنْذِرِ قَالَ بِالْعَلَامَةِ أَوْ بِالْأَيَةِ الَّتِي أَخْبَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى

معنی اور لفظ مسلم کے ہیں اس مضمون تک کہ مجھے بتایا گیا وہ آخری عشرہ میں ہے باقی بخاری میں ہے اور عبد اللہ بن ابی نیس کی روایت میں ہے کہ فرمایا وہ تیسویں
رات ہے لہٰذا سلم روایت ہے حضرت زید بن جُبَیْش سے ملے فرماتے ہیں میں نے حضرت ابی بن کعب سے پوچھا میں نے کہا کہ تمہارے بھائی ابن مسعود فرماتے ہیں جو سال
بیشب بیداری کرے وہ شب قدر پائے گا وہ بولے اللہ ان پر رحم کرے البتہ چاہا یہ لوگ بھر دس روزہ کر لیں درودہ جانتے ہیں کہ شب قدر رمضان میں
اس کے آخری عشرہ میں اور وہ تیسویں شب ہے لہٰذا پھر آپ نے بغیر اتنا لکھ کر کہ تم کھائی کہ وہ تیسویں شب ہے وہ میں نے کہا آپ کس دلیل سے فرماتے
ہیں اسے ابو المنذر فرمایا اس نشانی یا اس دلیل سے جو ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے۔

تیسویں شب کو بچھڑ گئے دس، ہاں بعد نماز پونچھ ڈالے کہ یہ عبادت کا اثر ہے جس کے اظہار میں ریا کا اندیشہ ہے لہٰذا اس جملہ میں لکھنے کو یا تو زبردستی تو مٹے ہوئے کہ بارش وغیرہ
کا بعد اترتیسویں رمضان کی شب میں ہوا تب رادلوں کی یاد میں اختلاف ہے حضرت ابوسعید خدری کو یاد رہا کہ تیسویں شب کو بارش ہوئی، اور حضرت عبداللہ بن
ابی نیس کو تیسویں شب یاد رہی اور ابی لیلہ کو پیش ہے، تو معنی یہ ہوں گے کہ شب قدر تیسویں رمضان کی رات ہے، کیونکہ انہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رات
بہت عبادت کرنا سکھایا لہٰذا آپ جلیل القدر تابعین میں سے ہیں آپ کی عمر اکتیس یا اسی تیس یا پڑھ سو برس ہوئی، آدمی عمر جاہلیت میں گذاری، آدمی اسلام میں
زبردست قادی تھے حضرت ابن مسعود و ابی ابن کعب کے ساتھیوں میں سے ہیں شب بیداری سے مراد نماز تہجد پڑھنا ہے کیونکہ تمام سال پوری رات جاگنا شرعاً
منوع ہے، رتبہ فرماتا ہے قم اللیل الاقلیل۔ یہ حدیث ان بزرگوں کی دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ شب قدر نہ تو رمضان کی کسی خاص تاریخ سے مخصوص ہے نہ
خود رمضان شریف سے بلکہ سال کے کسی مہینہ میں مزدور ہوتی ہے مسئلہ۔ اگر کوئی اپنی بوری سے کہے کہ تجھے شب کی صبح کو طلاق ہے، تو کہنے سے سال بھر کے بعد
طلاق واقع ہوگی، کیونکہ نکاح یقینی تھا اور شب قدر کی تعیین میں شک ہے، سال میں یقیناً ہوتی ہے، یقینی چیز یقینی ہے ہی ناکل ہو سکتی ہے لہٰذا
یعنی میرا بھی گمان غالب قریباً یقین ہے۔ اور حضرت ابن مسعود کا بھائی کہ شب قدر تیسویں رمضان کی رات ہے، مگر انہوں نے اس کا اظہار اس لئے نہیں کیا
کہ کیا کہ تم لوگ اس کی تلاش نہ چھوڑو و تلاش میں لگے رہو کہ ثواب پانے رہو، کہ اچھی چیز کی تلاش بھی اچھی ہے وہ یعنی یوں فرمایا کہ قسم خدا کی شب قدر
تیسویں رمضان کی شب ہے، اس سے معلوم ہوا کہ مسائل اجتہاد پر قسم کھائی جاسکتی ہے مثلاً حنفی کہے قسم خدا کی آئین ادنیٰ آواز سے پکارنا منع
ہے، یا اللہ کی قسم رفع یدین نہ کرنا سنت ہے، دیکھو حضرت ابی ابن کعب اپنے اجتہاد سے بخانی ہوئی بات پر قسم کھا رہے ہیں، آپ کو اتنا اعتماد ہے

اللہ علیہ وسلم اتمھا تطلم یومئذ لا شعاع لھا رواہ مسلم۔ وعن عائشہ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یختار مدنی العشر الاوحد ما لا یختار مدنی غیرہ رواہ مسلم۔ وعنہا قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخل العشر شدّ میزرہ و اخی لیلہ و ایقظ اھلہ یتفتّ علیہ الفصل الثانی عن عائشہ قالت قلت یا رسول اللہ اعریت

علیہ وسلم بتائی کہ اس دن سورج بغیر شعاعوں کے طلوع ہوتا ہے۔ سلم روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری عشرہ میں اس قدر مشقت فرماتے تھے جو دیگر ایام میں نہ کرتے تھے سلم روایت ہے انہی سے فرماتی ہیں کہ جب آخری عشرہ آتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کمر بستہ ہوجاتے تھے راتوں کو خود جاگتے اور گھروالوں کو جگاتے سلم بخاری و دوسری فصل روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ فرمائیے۔

لے لیے شب قدر کی علامت یہ بتائی گئی ہے کہ اس کے سورج کو سورج کی بوقت طلوع شعاعیں نہیں پڑتیں ہسفیہ بغیر شعاع طلوع ہوتا ہے بعد میں شعاعیں ظاہر ہوتی ہیں اور میں نے یہ آزمایا کہ ستائیسویں رمضان کو ایسا ہوتا ہے اس دلیل کا کبریٰ اخص سے ثابت ہے اور صغریٰ ان کے اجتہاد سے لہذا دلیل اجتہادی ہوئی اشعۃ لمعات میں اس جگہ فرمایا کہ ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ سے شبقدر کے متعلق پوچھا تو حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ رمضان کے آخری عشرہ کی ساتویں رات ہے خواہ سات باقی ہوں یا سات گذری ہوں یعنی تیسویں یا ستائیسویں شب احباب عمر نے پوچھا دلیل کیا ہے آپ نے فرمایا کہ رب تعالیٰ نے آسمان بنائے سات زمین سات ہفتہ کے دن سات انسان کی پیدائش سات اندام سے نیز انسان کھاتا ہے سات اعضا سے سجدہ کرتا ہے سات اعضا پر طواف میں سات چکر ہیں رچی چار میں سات کنگری مارے جاتے ہیں لہذا شب قدر میں بھی سات کا ہی عدد چاہئے حضرت عمر فرمایا اے ابن عباس تم نے وہ ہی چیز جان لی جو ہمارے علم میں بھی ہے سلم چنانچہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف بھی کرتے تھے اور عموماً شب بیداری بھی یا تو ایسے کس عشرہ میں شبقدر ہے یا اس لئے کہ جہان جارہا ہے الوداع سامنے ہے جو اوقات مل جائیں غنیمت ہے یا اسلئے کہ جہینہ کا خاتمہ زیادہ عبادتوں پر ہوا بزرگوں کو دیکھا گیا ہے کہ بڑے بڑے میں دنیا سے کنارہ کر کے عبادت زیادہ کرتے ہیں کہ اب چلتا وقت ہے جو ہر کچکے کر لیں شمع اترتے چاند صلی چاندنی جو ہو سکے کر لے اندھیرا پا کھ آتا ہے یہ دو دن کی اجالی ہے

سلم میں روز اور سے بنا مجھے تہمند یا پانچامہ لغلی معنی ہوئے اپنا تہمند باندھ لیتے ظاہر ہے کہ اس سے مراد ہے شاق کاموں کے لئے تیار ہوجانے جیسے کہاجاتا ہے اٹھ باندھ کر کیا بیٹھا ہے اور ہو سکتا ہے کہ مقصد یہ ہو کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس زمانہ میں ازدواج پاک قطعاً علیحدہ رہتے اعتکاف کی وجہ سے بھی اور زیادہ عبادتوں میں مشغولیت کے سبب بھی سلم یعنی اس عشرہ کی راتوں میں قریباً تمام رات جاگتے تھے تلاوت قرآن انوافل ذکر اللہ میں راتیں گزارتے تھے اور ازدواج پاک کو بھی اس کا علم دیتے تھے یہاں مرقاٹ نے فرمایا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام رات بیداری و عبادت کبھی نہ کیں خیال رہے کہ یہاں احیاء سے مراد ہے عبادت کیلئے جاگنا اور لیل اس کا ظرف ہے یعنی رات بھر عبادت کے لئے جاگتے ہو سکندہ کہ لیلہ معنی یہ ہو یعنی رات کے اوقات کو اپنی عبادت سے زندہ کر دیتے یا زندہ رکھے جو وقت اللہ کی یاد میں گزرے وہ زندہ ہے جو غفلت میں گزرے وہ

إِنْ عَلِمْتُ أَلَى لَيْلَةٍ لَيْلَةُ الْقَدَرِ مَا أَقُولُ فِيهَا قَالَ قُولِي اللَّهُمَّ إِنَّكَ عَفْوٌ تُحِبُّ الْعُفُوفَ حَدَّثَ
عَنْ رِوَاةِ أَحْمَدُ وَإِنْ مَلَجَةً وَالزَّيْدِيُّ وَصَحَّحَ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ التَّمَسُّرُهَا يَعْنِي لَيْلَةُ الْقَدَرِ فِي تِسْعِ يَبْقَيْنَ أَوْ فِي سَبْعِ يَبْقَيْنَ أَوْ
فِي خَمْسِ يَبْقَيْنَ أَوْ ثَلَاثٍ أَوْ لَيْلَةٍ رَوَاهُ الزَّيْدِيُّ وَكَانَ ابْنُ عَسْمَاءَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ لَيْلَةِ الْقَدَرِ فَقَالَ هِيَ فِي كُلِّ رَمَضَانَ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَقَالَ رَوَاهُ
سُفْيَانُ وَشُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ مَوْفُوفًا عَلَى ابْنِ عَسْمَاءَ وَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَنَيْسٍ قَالَ قُلْتُ

اگر میں جان لوں کہ شب قدر کونسی رات ہے تو اس میں کیا پڑھوں لے فرمایا یہ عرض کر دانی تو معاف فرمائیو اللہ ہے معافی پسند کرتا ہے مجھے معافی دینے لے احمد ابن حنبلہ
ترمذی اور ترمذی صحیح کہا ہے اردوایت ہے حضرت ابو بکر سے فرماتے ہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ ہر رات یعنی شب قدر ڈھونڈو واجب نو
دن باقی میں بیست دن باقی رہیں یا پانچ دن باقی رہیں یا تین یا آخری رات لے ترمذی اردوایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم سے شب قدر کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا وہ ہر رمضان میں ہوتی ہے لے ابو داؤد اور ابو داؤد نے کہا کہ یہ حدیث سفیان و شعبہ نے ابو
اسحاق سے حضرت ابن عمر پر موقوف روایت کی اردوایت ہے حضرت عبد اللہ ابن انیس سے فرماتے ہیں میں نے عرض کیا

مردہ جامع صغیر میں ہے کہ جو عشاء کی نماز جماعت سے پڑھے اس نے گویا شب قدر میں عبادت کی، طبری نے بروایت حضرت ابو امامہ روایت کی کہ جو نماز عشاء
جماعت سے پڑھے وہ گویا ادھی رات عبادت گزار رہا اور جو فجر جماعت سے پڑھے تو گویا وہ تمام رات عابد رہا لے یعنی اگر کبھی میری آنکھوں سے حجاب اٹھ جائیں
اور میں شجر و حجر کو سجدہ کرتے، فرشتوں کو اترتے، شب قدر کا نور بھیلے، روح فرشتہ کو زمین پر آنے دیکھوں جس سے معلوم کر لوں کہ یہ ہی شب قدر ہے تو میں اس میں
حاکم یا مائوں معلوم ہوا کہ بعض ادلیا کبھی شب قدر اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتے ہیں، مگر انہیں بھی چھپانے کا حکم ہے، کہ شب قدر کو چھپانا سنت ہے، مرقا، لے یہ حدیث
تقریباً اور بہت جامع ہے کیونکہ جب رب تعالیٰ نے بندے کو معافی و دہری تو سب کچھ دید یا خیال رہے کہ گنہگار گناہوں سے معافی مانگتے ہیں اور نیک کاری کی کر کے
معافی کے خواستگار ہوتے ہیں کہ خداوند اتنی باریگاہ کے لائق نیکی نہ ہو سکی تو معاف فرمانے والا ہے، معافی پسند کرتا ہے مجھے معافی دینے شکر :-

زادباں از گناہ تو بہر گنہگار
عارفاں از اطاعت استغفار

حضرت عائشہ صدیقہ رب تعالیٰ کے فضل سے گناہوں سے محفوظ ہیں، پھر بھی معافی مانگنے کا حکم دیا گیا، گناہوں سے معافی نہیں بلکہ وہ معافی جو عرض کی گئی :-
لے یعنی شب قدر کو ایسویں رمضان یا تیسویں یا پچیسویں یا ستائیسویں یا اسیسویں کی راتوں میں تلاش کرو، اس کی تحقیق ابھی کچھ پہلے عرض کی جا
چکی ہے کہ عرب میں کبھی اسراف سے حساب لگاتے ہیں، وہاں یقین یا بقیہ کہتے ہیں، اور یہ حساب اسی حساب سے ہے کہ رمضان تیس دن کا ہو، لے اس جو
کے دو مطلب ہو سکتے ہیں، ایک یہ کہ ہمیشہ شب قدر رمضان میں ہوگی، اس کے علاوہ دوسرے مہینہ میں نہیں ہوگی، اور تو یہ ہوگا کہ کوئی سال شب قدر بے ناکل
خالی رہے کہ کسی مہینہ میں شب قدر نہ ہو اور دوسرے مہینہ میں ہو جاوے، اور دوسرے یہ کہ رمضان کے ہر حصہ میں شب قدر ہو سکتی ہے، آخری

يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي بَادِيَةٌ أَكُونُ فِيهَا وَأَنَا أَصَلِّي فِيهَا بِحَمْدِ اللَّهِ فَمُرْنِي بِبَلِيَّةٍ أَنْزِلُهَا إِلَيَّ هَذَا
الْمَسْجِدَ فَقَالَ أَنْزِلْ بَلِيَّةً ثَلَاثَ وَعِشْرِينَ قِيلَ لِابْنِهِ كَيْفَ كَانَ أَبُوكَ يَصْنَعُ قَالَ كَانَ
يَدْخُلُ الْمَسْجِدَ إِذَا صَلَّى لَعَصْرَ فَلَا يَخْرُجُ مِنْهُ يَلْبِغُ حَتَّى يُصَلِّيَ لَصُبْحٍ فَإِذَا صَلَّى الصُّبْحَ
وَجَدَّ أَتَتْهُ عَلَى بَابِ الْمَسْجِدِ فَجَلَسَ عَلَيْهَا وَلَحِقَ بِبَادِيَةٍ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَكَانَ لِفَصْلِ

یا رسول اللہ میرا ایک جنگل ہے جس میں رہتا ہوں لے اور الحمد للہ وہاں ہی نمازیں پڑھتا ہوں لے مجھے ایک بات بتا دیجیے جس میں میں مسجد میں آیا کروں لے
فرمایا تیسویں رات آجایا کرو لے اُنکے بیٹے سے پوچھا کہ آپ کے والد کیا کرتے تھے تو فرمایا عصر پڑھتے تھے تو مسجد نبوی میں چلے جاتے تھے پھر کسی کا کہنا نہ دیکھتے تھے کہ نماز
ختم ہو چکی ہے جب فجر پڑھتے تو اپنی سواہی مسجد کے دروازے پر پاتے اس پر سواہر ہوا کہ اپنے جنگل چلے جاتے تھے ابو داؤد ۱۵۷۷ فصل

عشرہ سے خاص نہیں کبھی شروع تاریخوں میں ہوگی کبھی درمیانی میں اور کبھی آخری تاریخوں میں یہ حدیث ان علماء کی دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ ہمیشہ شب قدر
رمضان ہی میں ہوگی مگر تاریخ مقرر نہیں کبھی کسی تاریخ میں اور کبھی کسی میں اور اس قدر سولہ علم لے یعنی میرا مکان مدینہ منورہ سے دور اپنی زمین میں
واقع ہے جہاں میرا کنواں باغ وغیرہ ہے وہاں ہی میرے ہاؤز رہتے ہیں اور وہاں ہی میرے بال بچے عرب میں یہ بات عام مرد و عورتی کہ باغوں زمینوں لے
اپنی زمینوں میں رہتے تھے لے اس طرح کہ اس زمین میں میں نے مسجد بنائی ہے جہاں ہم سب گھر والے یا جماعت نمازیں پڑھنے لیا کرتے ہیں اور اگر مسافر بھی وہاں
نمازیں پڑھتے ہیں جیسا کہ پنجاب میں کنوؤں کی مسجدوں میں ہوتا ہے لہذا ان صحابی پر ترکیب جماعت کا اعتراض نہیں ہو سکتا لے یعنی مسجد نبوی شریف
میں حاضر ہو جاتا کروں رات بھر نوافل پڑھتے کیلئے یعنی شب قدر تبادین تاکہ زمین اور مکان دونوں کی برکتیں حاصل کر لیا کروں شب قدر میں مسجد نبوی
کی زمین پاک ہو اور میری زمین نیاز ہو اس طرح نوافل ادا کیا کروں رب تعالیٰ کبھی ہم کو کبھی یہ سعادت میسر کرے لے یعنی تیسویں رمضان کی رات یہاں
اگر شب بیداری اور نوافل ادا کیا کروں کہ یہ رات شب قدر ہے یہ حدیث ان بزرگوں کی دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ تیسویں رمضان شب قدر ہے اس سے معلوم ہوا کہ
حضرت انور علیہ السلام کو شب قدر کا علم دیا گیا لے یعنی میرے والد الباقیوس رضائی عصر پڑھ کر مسجد نبوی میں داخل ہو جاتے تھے ظاہر یہ ہے کہ نماز عصر
اپنے گھر پڑھ کر آتے تھے اور ہو سکتا ہے کہ نماز عصر یہاں مسجد نبوی شریف میں ہی پڑھتے ہوں تب داخلہ سے مراد گھر نہ کا داخلہ ہوگا اس طرح کہ یہاں
عصر پڑھی پھر ضروریات سے فارغ ہوئے پھر رات بھر قیام کے ارادے سے مسجد میں آگئے لے ظاہر یہ ہے کہ حاجت سے مراد مطلق ضرورت ہے تو آپ تمام ضروریات
انسانی سے ایسے فارغ ہو کر مسجد میں داخل ہوتے تھے کہ پھر وضو کیلئے بھی باہر نہ آتے تھے وضو ٹوٹا ہی نہ تھا اس جگہ کی اور بہت شریفی کی گئی ہیں مگر یہ
شرح بہت ہی مناسب ہے خیال رہے کہ آپ معتکف نہ ہوتے تھے کیونکہ فرضی اعتکاف تو جو میں گھنٹہ کا ہوتا ہے اور اعتکاف سنت رمضان کے پورے آخری
عشرہ کا اور اعتکاف فقہی ایک ساعت کا بھی ہو سکتا ہے مگر اس میں مسجد سے باہر آنا ممنوع نہیں جب چاہے معتکف باہر آجائے اور جب چاہے اندر جائے پھر
پھر نیت اعتکاف کے لہذا جن شارحین نے اس سے اعتکاف سمجھا وہ مناسب نہیں معلوم ہوتا آپ اس رات کی حاضری کو عقیمت جانتے تھے اور ایک منٹ کیلئے
بھی باہر نہ آتے تھے لے اور پھر شہر میں کبھی کبھار آتے اس سے اشارہ معلوم ہوا کہ اس رات کو وہ شب قدر جان کر یہ عبادت کرتے تھے جیسا کہ مرقعات میں ہے لے
ابو داؤد نے یہ حدیث عن عمرہ ابن عبد اللہ بن انیس سے روایت کی اس اسناد میں محمد بن اسحاق راوی ہیں جنکا حال یہ ہے کہ اگر وہ حدیث کا مکرر روایت کی

الثَّالِثُ عَنْ عِبَادَةِ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُخْبِرَنَا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فَتَلَاخِي رَجُلَانِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ فَقَالَ خَرَجْتُ لِأُخْبِرَكُمْ بَلِيَّةِ الْقَدْرِ فَتَلَاخِي فَلَانٌ وَفَلَانٌ فَدُفِعَتْ وَعَسَى أَنْ يَكُونَ خَيْرًا لَكُمْ فَالْتَمَسُوهَا فِي التَّاسِعَةِ وَالسَّابِعَةِ وَالْخَامِسَةِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ لَيْلَةُ الْقَدْرِ نَزَلَ جَبْرَيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي كَبْكَبَةٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ يُصَلُّونَ عَلَى كُلِّ عَبْدٍ قَائِمٍ أَوْ قَاعِدٍ يَذْكُرُ اللَّهَ

تیسری روایت ہے حضرت عبادہ ابن صامت سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں شب قدر ننانے تشریف لائے تھے تو وہ مسلمان مرد لڑ پڑے تھے حضور نے فرمایا کہ میں نہیں شب قدر ننانے آیا تھا مگر فلاں فلاں لڑ پڑے تو شب قدر ٹھالی گئی تھی ممکن ہے یہ بات لیا جائے تمہارے لئے بہتری ہو کہ اب اسے آخری نوبت ساتویں یا نویں میں تلاش کرو کہ بخاری روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب شب قدر ہوتی ہے تو جبریل علیہ السلام فرشتوں کی جماعت میں اُترتے ہیں لے کر اس کھڑے بیٹھے بندے کو دعا میں دیتے ہیں جو اللہ کا ذکر کر رہا ہو کہ ۛ ۛ

قوانا صحیح ہوتی، اصل حدیث مسلم کی ہے بروایت بشر ابن سعید لہ یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو شب قدر کی خبر بھی دیدی گئی اور بتانے کی اجازت بھی دیدی گئی اس لئے سرکارِ جہان نے کیلئے تشریف لائے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو شب قدر کا علم دیا کہ غالباً حضرات عبداللہ ابن ابی حذافہ اور کعب ابن مالک تھے جبکہ جھگڑا قرص کے متعلق تھا جن میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے آدھا معاف کر دیا اور باقی آدھا ان کو نیک حکم دیدیا کہ یعنی میرے علم سے اسکا تقرر در کر دیا گیا اور مجھے بھلا دی گئی، یہ مطلب نہیں کہ خود شب قدر ہی قسم کر دی اب وہ ہوا ہی نہ کرے گی ان جھگڑنے والوں کا جھگڑنا بھی تھا اور اعتدال سے زیادہ بھی جس کا اثر یہ ہوا معلوم ہوا کہ دنیا دی جھگڑے نخوس ہیں انکا وبال بہت ہی زیادہ ہے اسی وجہ سے اللہ کی اتنی ہوتی رحمتیں رک جاتی ہیں لہٰذا یعنی اس شر کے ضمن میں تمہارے لئے خیر ہے، کہ اب تم شب قدر کی تلاش کرو گے اور اس کی تلاش بھی عبادت ہے، لہٰذا تم اس پر بھی بہت ثواب پاؤ گے یہاں مرقعات نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص شب قدر کو اپنی آنکھوں سے دیکھے تو وہ بھی لوگوں پر ظاہر نہ کرے کہ اسکا ظاہر نہ کرنا سنت ہے اور ظاہر نہ کرنا خلاف سنت اللہ تعالیٰ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر مطلع کر دیا تھا مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تحقیقی اطلاع نہ دی تھی یا علامتیں بتائیں یا نوعی تقرظ ظاہر کیا ہے یعنی رمضان کی انتیسویں، ستائیسویں، پچیسویں راتوں میں زیادہ جستجو کرو غالب یہ ہے کہ ان میں سے کسی رات میں ہے اس فرمان سے معلوم ہوا کہ اس جھگڑے سے خود شب قدر نہ اٹھی تھی بلکہ اسکا تعین اٹھا ورنہ اسکے تلاش کرنے کیا معنی، تلاش وہ چیز کی جاتی ہے جو مگر اسکا پتہ نہ ہو کہ یہ حدیث اس آیت کریمہ کی تفسیر ہے کہ تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا اس سے پہلے لگا کہ وہاں روح سے مراد حضرت جبریل علیہ السلام ہیں اور ظاہر سے مراد فرشتوں کی وہ جماعت ہے جو ان کے ساتھ اترتی ہے، یہ جماعت سوائے شب قدر کے اور کبھی نہیں اتنی بعض بزرگوں نے کبھی اس جماعت کو کچھ کچھ بھی ہے روح کی تفسیر میں اور بہت ہیں مگر قوی یہی ہے کہ وہ حضرت جبریل ہیں ۛ ۛ اس تعلیم سے معلوم ہوا کہ شب قدر میں صرف نماز ہی پڑھنا لازم نہیں بلکہ نماز، تلاوت قرآن اور تمام قسم کے ذکر اللہ کے جائیں پھر نماز نفل کھڑے ہو کر پڑھی جائے یا بیٹھ کر ہر طرح فرشتوں کی دعائیں مل جاتی ہیں ۛ

[illegible]

الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ : بَابُ لِعِتْكَافٍ : الْفَصْلُ الْأَوَّلُ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْأَوَّلَ مِنْ رَمَضَانَ حَتَّى تَوَفَّاهُ اللَّهُ ثُمَّ اعْتَكَفَ الزَّوْجُ مِنْ بَعْدِهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ : وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجْوَدَ النَّاسِ بِالْخَيْرِ وَكَانَ أَجْوَدَ مَا يَكُونُ فِي رَمَضَانَ كَانَ جَبْرِئِيلُ يَلْقَاهُ كُلَّ لَيْلَةٍ فِي

بیہقی شعب الایمان باب اعتکاف فصل اول عن عائشة سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف کرنے سے پہلے کہ لکھنے والے انہیں وفات دی گئی پھر آپ کی بیویوں نے آپ کے بعد اعتکاف کیا گئے مسلم بخاری روایت ہے حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام اسے بڑھ کر پڑھنے لکھنے اور آپ رمضان میں نوبت ہی سخاوت فرماتے تھے کہ ہر رات جبریل امین آپ سے ملنے آتے تھے

وہابی لوگ اور عورتیں وغیرہ ان کی بخشش اس کے بغیر ہی ہوتی ہے جیسے عام مسلمانوں کی بخشش روزہ نماز سے بچوں اور دیوانوں کی بخشش محض کرم سے اس کی عطا ہماری طلب پر موقوف نہیں ہے۔ شہر :-

ما نہ بودیم و تقاضا ما نمود : لطف تو ناگفتہ ماے شنید

اعتکاف عکف سے بنا مجھے مٹھنا یا قائم رہنا رب تعالیٰ فرماتا ہے : یحکفون علی اصنامہم اور فرماتا ہے : وانتم حاکفون فی المساجد شریعت میں بریت عبادت مسجد میں خاص طور پر اعتکاف کہا جاتا ہے، اعتکاف بڑی پرانی عبادت ہے رب تعالیٰ نے حضرت ابراہیم واسمعیل علیہما السلام سے فرمایا تھا : اَنْ يَّهْدِيَنِي لِلْعَاقِبَاتِ الْخَيْرَاتِ وَالْعَاقِبَاتِ الْخَيْرَاتِ الشُّجُودِ، اعتکاف تین قسم کا ہے، اعتکاف فرض جیسے نذر مانا ہوا اعتکاف، اس میں روزہ شرط ہے اور اس کی مدت کم از کم ایک دن و رات ہے، اعتکاف سنت یا بیسیوں رمضان کی عصر سے عید کا چاند دیکھنے تک ہے، اعتکاف نفل اس میں نہ روزہ شرط ہے نہ اس کی مدت مقرر جب بھی مسجد میں جائے تو کہہ دے میں نے اعتکاف کی نیت کی جب تک مسجد میں رہوں حق یہ ہے کہ رمضان کا اعتکاف سنت موکدہ ہے الکفایہ ہے کہ اگر کسی نے کہے نہ کیا تو سب سنت کے تارک ہوئے، اگر کسی نے بھی کر لیا تو سب کی طرف سے ادا ہو گیا، مرد تو جماعت والی مسجد میں ہی اعتکاف کر سکتا ہے عورتیں نماز پنجگانہ باجماعت ہوتی ہیں مگر عورت اپنے گھر میں کوئی جگہ صاف و پاک کر کے وہاں ہی اعتکاف کرے جسے مسجد خانہ کہتے ہیں ولغات مترقاہ وغیرہ اس سے ہمیشگی سے معلوم ہوا کہ اعتکاف سنت موکدہ ہے، اور چونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکا حکم امت کو صراحتہ نہ دیا بلکہ رغبت دی معلوم ہوا کہ یہ اعتکاف واجب نہیں، کیونکہ وجوب کے لئے حکم دینا ضروری ہے، لہذا یہ حدیث احناف کی دلیل ہے کہ رمضان کا اعتکاف سنت موکدہ ہے، پھر سارے مدبرین حضور میں صرف حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور بعض صحابہ ہی اعتکاف کرتے تھے سب مسلمان نہ کرتے تھے معلوم ہوتا ہے کہ اعتکاف سنت موکدہ ہے الکفایہ ہے، سارے لیے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کی ازواج پاک نے ہمیشہ اپنے گھروں میں اعتکاف کیا نہ کہ مسجد نبوی شریف میں مسجد میں تو ایک بار ان بیویوں نے اعتکاف کیا تھا، اعتکاف کے لئے کپڑے کے خیمے لگائے تھے جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اکھڑا دیئے تھے، فقہاء فرماتے ہیں کہ اگرچہ عورت مسجد میں بھی باپردہ رہ کر اعتکاف کر سکتی ہے مگر اس کے لئے گھر میں اعتکاف بہت اچھا ہے لکھ کہ ہمیشہ ہی مال کی اعمال کی علم کی ہر جہت النبی کی سخاوت کرتے تھے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت آج تک نہ کسی نے نہ کوئی کر سکتا ہے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی صف

رَمَضَانَ يُعْرَضُ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقُرْآنَ فَإِذَا لَقِيَ جِبْرِيلَ كَانَ أَجُودَ بِالْخَيْرِ
مِنَ الْيَوْمِ الْمُرْسَلَةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَكَانَ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ يُعْرَضُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
الْقُرْآنُ كُلَّ عَامٍ مَرَّةً فَعُرِضَ عَلَيْهِ مَرَّتَيْنِ فِي الْعَامِ الَّذِي قُبِضَ وَكَانَ يُعْتَكِفُ كُلَّ عَامٍ
عَشْرًا فَاعْتَكَفَ عَشْرِينَ فِي الْعَامِ الَّذِي قُبِضَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبریل پر قرآن پیش فرماتے تھے کہ توجہ آپ سے جبریل ملتے تھے تب آپ بھیجی ہوئی یہ ہوا ہے بھی زیادہ سخی بالخیر ہونے تھے کہ مسلم بخاری
روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر سارا قرآن یکبار پیش کیا جاتا تھا جس سال حضور انور کو وفات دی گئی اس سال دو بار پیش کیا
گیا کہ اور حضور ہر سال دس دن اعتکاف کرتے تھے وفات کے سال میں دس دن اعتکاف کیا بلکہ بخاری روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ

جو آدمی نے قرآن پاک سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو کریم لیسے سخی داتا فرمایا یہ شعر:-

یا رب تو کریمی و رسول تو کریم : صد شکر کہ بہتیم میان دو کریم

کہ ماہ رمضان میں تو کسی کو کسی طرح رد فرماتے ہی نہ تھے جنت مانگنے والوں کو جنت رحمت کے سائکوں کو رحمت خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے حضور
کو مانگنے والوں کو اپنی توجہ کریم مال مانگنے والوں کو مال اعمال کمال لقائے ذوالجلال غرض کہ جو سائل جو مانگتا تھا منہ مانگی پاتا تھا بعض عشاق اب بھی رمضان
میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر چیز مانگتے ہیں مسلمانوں کو بھی رمضان میں میت سخاوت کرنا چاہیے کہ یہ سنت رسول ہے صلی اللہ علیہ وسلم
سے یہاں مرقاۃ نے فرمایا کہ ہر رمضان میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبریل کے ساتھ اول سے آخر تک سارا قرآن مع توبہ و تہجد و فہرج حروف کے دور فرماتے
تھے اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ رمضان میں دور قرآن کرنا یا قرآن کا دورہ کرنا سنت رسول بھی ہے اور سنت جبریل بھی اردو سرے یہ کہ حضور انور
صلی اللہ علیہ وسلم اول ہی سے سارا قرآن جانتے ہیں نزول قرآن تو امت پر احکام جاری کرنے کے لئے ہوا کیونکہ ہر رمضان میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم
پورا قرآن سن بھی رہے ہیں اور حضرت جبریل کو سنا بھی رہے ہیں حالانکہ ابھی سارا قرآن نازل نہیں ہوا تھا نزول کی تکمیل تو وفات سے کچھ پہلے ہوئی چونکہ یہ
تفاوت خصوصیت سے آٹھا نہیں ہوتی تھی اس لئے مصنف یہ حدیث اعتکاف کے باب میں لائے تھے جیسے ہوا کی سخاوت پچالم قائم ہے کہ ہر شخص ہوا سے
ہی سانس لیتا ہے اور ہوا ہی سے بارش آتی ہے ہوا سے ہی کھیت و بارح بھرتے پھرتے ہیں پھر ہر جگہ ہوا موجود ہے ہر جاندار و غیر جاندار کو ہر طرح فیض پہنچتی
ہے ایسے ہی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ملاقات جبریل کے موقع پر ہر ایک کو ہر طرح ہر چیز دیتے تھے خیال رہے کہ رب تعالیٰ رمضان میں بہت جود و کریم
فرماتا ہے اس سنت الہیہ کے مطابق حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بھی رمضان میں زیادہ سخاوت کرتے تھے ہوئے جو رب تعالیٰ کے مظہر آدم صلی اللہ علیہ وسلم سے
یعنی شروع نبوت سے مابعد ہجرت شروع سے ہر رمضان میں حضرت جبریل اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک پارہ روز دورہ کرتے تھے جس سے پورے رمضان
میں ایک ختم ہوتا تھا وفات کے سال دو پارہ روز دور کیا جس سے مہینہ میں دو ختم ہوئے یوں سمجھو کہ افضل رسول پر افضل مہینہ میں افضل کلام افضل
مقام میں لا کر سننے اور سناتے تھے یہاں معارفہ سے مراد مدار سنت ہے یعنی دور شعر:-

نور آیا نور ہا یا نور پر نورانی رات : اس لئے رمضان کا سارا مہینہ نور ہے

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اعْتَكَفَ أَذْنِي إِلَى رَأْسِهِ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ فَأَرْجَلُهُ وَكَانَ لَيْدًا خُلَّ لَبِيتَ إِلَّا لِحَاجَةِ الْإِنْسَانِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ عُمَرَ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُنْتُ نَذَرْتُ فِي الْحَاجَةِ أَنْ أَعْتَكِفَ لَيْلَةً فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ قَالَ خَافُفَ بِنَذْرِكَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ الْفَصْلُ الثَّانِي عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اعتکاف کرتے تو مسجد میں رہتے ہوئے میری طرف اپنا سر جھکا دیتے میں کنگھی کر دیتی تھی اور بھر ضروریات انسانی گھر میں تشریف نہ لاتے تھے مسلم بخاری اور ابی ہریرہ سے کہ حضرت ابن عمر سے کہ حضرت عمرؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا عرض کیا کہ میں نے زمانہ جاہلیت میں گھر میں ایک رات مسجد میں اعتکاف کرنے کی نذر مان لی تھی لہذا فرمایا اپنی نذر پوری کر دے مسلم بخاری لے دوسری نسل روایت حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

لے اس سے معلوم ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی وفات کی خبر پہنچی کہ اس سال مہوگی اسی لئے اس سال سفر آخرت کی تیاری خصوصیت سے فرما رہے ہیں یہ حدیث اہل سنت کے بہت سے مسائل کی اصل ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہر شخص بڑے بڑے میں یا مرض وفات میں خصوصیت سے آخرت کی تیاری کرے دنیاوی تعلقات کم کرنا شروع کر دے یہ بھی سنت رسولی ہے اللہ تعالیٰ توفیق دے لے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرو کا دروازہ مسجد میں تھا تو بحالت اعتکاف آپ مسجد میں رہتے اور حضرت عائشہؓ گھر میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں بیٹھے ہوئے مبارک حجرہ میں کر دیتے ام المومنین کنگھی کر دیتی تھیں اس حدیث سے بہت سے مسائل معلوم ہوئے ایک یہ کہ متعلقہ کا اپنے بعض اعضاء مسجد سے نکال دینا جائز ہے یہ مسجد میں نکلنا نہیں کہا جاتا ای طرح حالت عورت کا اپنے بعض اعضاء مسجد میں داخل کر دینا جائز ہے غیریہ کہ کنگھی وغیرہ مسجد میں نہ کرنا بہتر ہے کہ اس سے بال مسجد میں گریں گے اڑیں گے جو تھوڑے کرچو کام مسجد میں رہ کر کئے یا کرائے جاسکتے ہیں ان کیلئے متعلقہ مسجد سے نہ نکلے لے حاجت انسانی سے مراد صرف پیشاب پاجانہ ہے کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اختلا سے محفوظ ہیں فقہاء صرف چار کاموں کیلئے متعلقہ کو مسجد سے نکلنے کی اجازت دیتے ہیں پیشاب، پاجانہ، غسل جنابت اور نماز جمعہ اگر اس مسجد میں جمعہ نہ ہوتا ہوا اور اس پر جمعہ فرض ہو، غسل جمعہ کے متعلق روایت نہ ملے، حضرت شیخ نے یہاں اشعہ میں فرمایا کہ متعلقہ غسل نفل کے لئے بھی مسجد سے نکل سکتا ہے، مراقا نے فرمایا کہ اگر مسجد میں رہتے ہوئے کسی ٹپ وغیرہ میں اس طرح غسل کرے کہ مسجد میں مستعمل پانی بالکل نہ گرے تو وہاں ہی کرے غسل خانہ میں نہ جائے : لے زمانہ جاہلیت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے پہلے زمانہ کو کہتے ہیں جب اہل عرب بالکل اندھیروں میں تھے گذشتہ غیبیوں کی تعلیم کم ہو چکی تھی، مگر یہاں اشاعت نبوت سے پہلے کا زمانہ مراد ہے کیونکہ حضرت عمرؓ کی تندر قبول اسلام کے بعد کی ہے کہ آپ نے مسلمان ہو کر یہ نذر مانی مگر پوری نہ کر سکے کیونکہ کفار مکہ کا بہت زور تھا وہ آپ کو مسجد حرام میں رات گزارنے نہ دیتے تھے وہاں ٹھہرنے میں آپ کو جہاں کا خطرہ تھا مراقا، لے رات سے مراد رات مع دن ہے، اہل عرب رات بول کر پورے چوبیس گھنٹے مراد دیتے ہیں اور نذر کے اعتکاف میں روزہ شرط ہے اور وہ دن ہی میں ہوتا ہے امام شافعی کے ہاں صرف رات بھوکا بھی اعتکاف ہو سکتا ہے ان کے ہاں روزہ شرط نہیں وہ اس حدیث سے دلیل پکڑتے ہیں، مگر یہ دلیل نہایت ہی کمزور ہے اگلے مرحلہ حدیث آری ہے کہ بغیر روزہ اعتکاف نہیں اس مرحلہ حدیث ہوتے ہوئے اس اشارہ پر عمل نہیں کیا جاسکتا ہے یہ امر وجہی ہے کیونکہ حضرت عمرؓ کی تندر قبول کر لینے کے بعد کی ہے مسلمان کی تندرست ہے، اگر کافر زمانہ کفر میں کسی اچھے کام کی نذر مانے پھر مسلمان ہو جائے تو اسے تندر پورا کرنا مستحب ہے

يَعْتَكِفُ فِي الْعَشْرِ الْاَوَّلِ مِنْ مَضَانَ فَلَمْ يَعْتَكِفْ عَامًا فَكَانَ الْعَامُ الْمُقْبِلُ عَتَكَفَ
عَشْرَيْنِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَرَوَى ابُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ عَنْ أَبِي بِنِ كَعْبٍ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ
كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا ارَادَ أَنْ يَعْتَكِفَ صَلَّى الْفَجْرَ ثُمَّ دَخَلَ فِي مَعْتَكِفِهِ وَاهُ
ابُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَعَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُ الْمَرِيضَ وَهُوَ مَعْتَكِفٌ
فِيمَنْ كَمَا هُوَ فَلَا يَخْرُجُ يَسْأَلُ عَنْهُ رَوَاهُ ابُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَعَنْهَا قَالَتْ لَسْتُ عَلَى الْمُعْتَكِفِ

رمضان کے آخری عشرہ میں اشکان کرتے تھے ایک سال اشکان نہ کر سکے لہذا سال آیا تو حضور انور نے جس دن اشکان کیا اسے ترمذی اور ابوداؤد ابن ماجہ حضرت
ابن کعب روایت کی روایت ہے حضرت عائشہ سے فرمائی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اشکان کا ارادہ فرماتے تو نماز فجر پڑھنے پھر اشکان گاہ
میں داخل ہو جاتے تھے ابوداؤد ابن ماجہ اور ابن ماجہ انہی سے فرمائی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بجا لیتے اشکان بیمار کی سراج پر ہی فرماتے تھے
کہ اسی طرح چلتے رہتے تھے مرنے نہ تھے اس کا سراج پوچھ لیتے تھے کہ ابوداؤد ابن ماجہ روایت ہے انہی سے فرمائی ہیں مقلد کیلئے سنت یہ ہے

ظاہر یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کو کعبہ معظمہ میں مسجد حرام میں اشکان کا حکم دیا بعض فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر مسجد نبوی میں اشکان کی نذر مانی ہو تو عمری
مسجد میں اشکان نہیں کر سکتا، انہی میں یہ حدیث ہے بعض کے ہاں کر سکتا ہے وہ فرماتے ہیں کہ یہ حکم تنبیہی ہے لہذا یہ حدیث ابوداؤد، نسائی، دارقطنی نے بھی نقل
کی مگر انکی روایت میں ہے کہ جناب عمر نے کعبہ معظمہ کے پاس ایک دن ورات اشکان کرنے کی نذر مانی تھی، دارقطنی نے روایت کی کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم
نے انہیں اشکان اور روزے کا حکم دیا، مرقات، فتح القدیر میں ہے، کہ مسلم و بخاری روایت میں بھی ہے کہ حضرت عمر نے ایک دن ورات کے اشکان کی نذر پوری کی
تھی، اسلئے کسی جمہوری کی وجہ سے وہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا حذر اشکان کبھی نہ چھوڑا، ہمیشہ رمضان کے آخری عشرہ میں کرتے تھے وفاقاً اس ظاہر
یہ ہے کہ یہ گزشتہ رمضان کے اشکان کی قضاء نہ تھی، اور نہ اس رمضان تک انتظار نہ فرماتے، وہ رمضان گزرتے ہی قضاء کر لیتے تھے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم
نے آخری رمضان میں جس کے بعد وفات شریف واقع ہوئی جس دن اشکان فرمایا تھا ایسے ہی اس رمضان میں کیا ہو سکتا ہے کہ وہ اس دن گزشتہ
رمضان کی قضاء ہی ہوں تو یہ قضا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات سے ہے ورنہ آپ پر اشکان فرض تھا اور قضا فرض یا واجب کی ہوتی ہے جیسے
ایک دفعہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ظہر چار رکعت رہ گئی تھیں تو بعد عصر ان کی قضا کی پھر ہمیشہ یہ رکعتیں پڑھتے رہے، وہ بھی خصوصیات میں سے
تھا، مرقات نے فرمایا کہ موقت نفوں کی قضا کر لینا بہتر ہے جیسے نقل تہجد، لہذا اس حدیث کی بناء پر امام ابو زنازی و بیہ نے فرمایا کہ اشکان بعد فجر شروع کیا جائے
مگر باقی تمام ائمہ کے ہاں اشکان سنت و فرض بعد عصر شروع کیا جائے، وہ فرماتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس وقت سے اشکان گاہ میں داخل
تیاری اشکان کیلئے ہوتا تھا، اصل اشکان بعد عصر شروع فرماتے تھے، اسی لئے آپ فرمادی ہیں کہ اپنے اشکان گاہ میں داخل ہو جاتے، یہ نہ فرمایا کہ اشکان
شروع کر دیتے تھے، اشکان شروع کرنا اور یہ اور اشکان گاہ میں داخل کچھ اور اشکان گاہ سے ملا چٹائی کا وہ مجرب ہے جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے اشکان کیلئے
بنایا جاتا تھا کہ چٹائی گول شکل میں کھڑی کر دی جاتی تھی لہذا بیٹے جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بجا لیتے اشکان پیشاب یا پاخانہ کے لئے مسجد سے باہر جاتے

أَنْ لَا يَعُودَ مَرِيضًا وَلَا يَشْهَدُ جَنَازَةً وَلَا يَمْسُ لِمَرْأَةٍ وَلَا يَشْرُهَا وَلَا يَخْدُمُ لِحَاجَةٍ إِلَّا لِمَا لَا
بُدَّ مِنْهُ وَلَا اِعْتِكَافَ إِلَّا بِصَوْمٍ وَلَا اِعْتِكَافَ إِلَّا فِي مَسْجِدٍ جَامِعٍ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ الْفَصْلُ
الثَّالِثُ عَنْ ابْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ إِذَا اِعْتَكَفَ طُحِرَ لَهُ فَرَأْسُهُ
أَوْ يُوَضَّعُ لَهُ سَرِيْرُهُ وَرَأَى اسْطِوَآنَةَ النَّوْبَةِ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ

کہ نہ تو بیمار کی مزاج پرسی کرے نہ اور نہ جنازہ ہی کو جائے نہ نہ عورت کو ہاتھ لگائے نہ اسے چھوئے نہ کسی کا آگے جانے سوائے ضروری کام کے کہ غیر
روزہ اعتکاف نہیں ہوتا ہے اور صرف جامع مسجد میں ہی اعتکاف کرے یہ ابوداؤد رحمہ اللہ فضل تیسری روایت ہے حضرت ابن عمر سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم راوی
کہ جب اعتکاف کرتے تو آپ کیلئے بستر بچھا دیا جاتا یا ستون توہ کے نیچے ایک تخت پوش ڈال دیا جاتا تا کہ ابن ماجہ روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ رسول اللہ

اور اتفاقاً کوئی بیمار مل جاتا تو چھپتے ہوئے ہی مزاج پرسی فرماتے نہ تو بٹھرتے نہ اس کی خاطر راستہ سے مڑتے جمہور علماء کے ہاں معتکف کے لئے یہی حکم ہے اگر وہ
مزاج پرسی کے لئے بقدر ادا نماز بٹھرتے تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا اگر اس سے کم بٹھرتا تو مکروہ ہوگا جمہور علماء کا ماخذ یہ حدیث ہے

لئے نہ مزاج پرسی کے لئے مسجد سے نکلے اور نہ مسجد سے باہر اس کے لئے بٹھرتے لہذا یہ حدیث گذشتہ حدیث کے خلاف نہیں کہ وہاں چلتے ہوئے مزاج پرسی
مردختی اور ہاں بٹھرتے لیکن نماز جنازہ کے لئے مسجد سے باہر نہ جائے اگرچہ نماز مسجد میں نماز جنازہ ہو کہ معتکف اندرون مسجد رہنا چاہیے بلا ضرورت وضو
اور غسل کی جگہ بھی نہ جائے اگرچہ یہ جگہ مسجد کی حدود میں ہوتی ہیں لکن یعنی معتکف اپنی بیوی کو نہ شہوۃ ہاتھ سے چھوئے نہ اسے چمکے نہ صحبت کرے صحبت سے
تو اعتکاف یقیناً جاتا ہے گا اور بوس و کنار یا شہوۃ چھونے سے انزال ہو گیا تو اعتکاف گیا اور نہ سخت مکروہ ہوا لکن اس سے معلوم ہوا کہ نفلی غسل گرمی
کے غسل کے لئے مسجد سے نکلنا بھی جائز نہیں اور نہ پیشاب پانا نہ غسل جنابت کے لئے نکل سکتا ہے مگر جس پر وجوب فرض نہیں جیسے عورت یا دیہاتی وہ
نماز جمعہ کے لئے مسجد سے نہیں جا سکتا ہے یہ حکم اعتکاف فرض یا اعتکاف سنت کے لئے ہے کہ ان دونوں میں روزہ شرط ہے اعتکاف نفل میں نہ روزہ شرط
ہے نہ وقت کی پابندی نہ یہ حکم مرد کے اعتکاف کے لئے ہے عورتوں کے اعتکاف کے لئے مسجد شرط نہیں وہ اپنے گھروں میں اعتکاف کریں
جامع مسجد سے مراد جماعت دالی مسجد ہے جہاں نوزن و امام مقرر ہو اور نماز پنجگانہ باجماعت ہوتی ہو ایسی ہی مسجد میں اعتکاف کے اور اگر اس جمعوں والی مسجد
مراد ہو جہاں نماز جمعہ بھی ہوتی ہو تو یہ حکم تنہا ہی ہے کہ جمعہ دلی مسجد میں اعتکاف مستحب ہے جائز تو ہر مسجد میں ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ
خیال نہ رہے کہ سب سے افضل اعتکاف حرم کعبہ یعنی مسجد حرام میں ہے پھر مسجد نبوی میں پھر بیت المقدس میں پھر وہاں جہاں کا امام افضل ہو پھر وہاں
جہاں جماعت بڑی ہوتی ہو رقات و لعان یہ حدیث احادیث کی دلیل ہے کہ ہر مسجد میں اعتکاف کر سکتا ہے کہ یہ حدیث کچھ فرق سے سنائی نے بھی نفل کی
موطا امام مالک میں کچھ متواتر تبدیلی سے ہے اس حدیث کی اسناد میں عبدالرحمن بن اسحاق ہیں جن پر بعض محدثین نے صرح کی ہے مگر بعض محدثین نے انہیں تقریباً
کیا اور جب صرح و تعدیل میں تعارض ہو تو تعدیل مقدم ہوتی ہے اور حضرت عائشہ صدیقہ کا یہ فرمان کہ سنت یہ ہے مرفوع حدیث کے حکم میں ہے کہ کعبہ پر ہاتھ
انکل دخیاس نہیں کہی جاسکتی ہے لیکن حضور راوی صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ ستون توہ کے پاس اعتکاف کرتے تھے وہاں آپ کیلئے کبھی تو بستر بچھا دیا جاتا تھا
اور کبھی چار بانی کی طرح تخت بھی معلوم ہوا کہ معتکف مسجد میں چار بانی یا تخت پر سو سکتا ہے بشرطیکہ بالکل پاک صاف ستون توہ مسجد حرام میں ستون چار بانی

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي الْمُعْتَكِفِ هُوَ يُعْتَكِفُ لِدَاوُوبَ وَيُجْزَى لَهُ مِنَ الْحَسَنَاتِ كَعَامِلِ
الْحَسَنَاتِ كُلِّهَا رَوَاهُ ابْنُ جَابَرٍ كِتَابَ فَضَائِلِ الْقُرْآنِ : الْفَصْلُ الْأَوَّلُ : عَنْ عُثْمَانَ
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ : وَعَنْ

صلی اللہ علیہ وسلم نے معتکف کے بارے میں فرمایا کہ اعتکاف گناہوں سے باز رکھتا ہے اور معتکف کو ان نیکیوں کا ثواب دیا جاتا ہے تمام نیکیاں کر نیوے کی طرح
ملے ہیں ہر قرآن کے فضائل کا بیان پہلے ہی فصل روایت حضرت عثمان سے کرتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے سکھائے بخاری اور ترمذی نے حضرت

نے تو بسکی تھی اسی ستون سے انہیں باء صد یا گیا تھا اب حجاج و ابن کھڑے ہو کر توبہ و استغفار کرتے ہیں لہٰذا اعتکاف کا فوری فائدہ تو یہ ہے کہ یہ معتکف کو
گناہوں سے باز رکھتا ہے کف کے معنی میں روکنا، باز رکھنا، کیونکہ اکثر گناہ غیبت، جھوٹ اور غی و غیروں سے اعتکاف کے باعث ہوتی ہے، معتکف کو شر نشین ہے
اور جو اس سے ملے اُنہی سے بھی مسجد و اعتکاف کا لحاظ رکھتے ہوئے بُری باتیں نہ کرتا ہے نہ کرتا ہے لہٰذا معتکف اعتکاف کی وجہ سے جن نیکیوں سے محروم ہو گیا
جیسے زیارت قبور، مسلمانوں سے ملاقات، بیمار کی مزاج پرسی، نماز جنازہ میں حاضری اسے ان سب نیکیوں کا ثواب بھی ملے گا جیسے یہ کام کرنے
والوں کو ثواب ملتا ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ، حاجی، طالب علم و دین کا بھی یہی حال ہے سب فضائل فضیلت کی جمع ہے فضیلت فضل سے بنا بعضے زیادتی
عرف میں فضیلت اس خصوصی بزرگی کو کہتے ہیں جو دوسرے کو حاصل نہ ہو خیال رہے کہ فضل صفت ہے اور فضول عیب یعنی عبث یا فائدہ سے خالی قرآن
کی وہ تسمیہ ہماری کتاب تفسیر نعمی جلد اول کے مقدمہ میں ملاحظہ کیجیے، کہ یہ لفظ قدر سے بنا یا قدراۃ سے یا قدر سے قرآن کے فضائل بعض عمومی ہیں یعنی سارے
قرآن کے فضائل اور بعض خصوصی یعنی بعض سورتوں یا بعض آیتوں کے خصوصی فائدے و تاثیریں جن آیات میں حمد و ثناء ہیں وہ ذکر بھی افضل نوا کر بھی
اعلا اور مذکور بھی بہتر اگر جن آیات میں کفار کا ذکر ہے وہاں ذکر اعلیٰ فاخر افضل مگر مذکور بدترین خلق، اسی لئے قل هو اللہ تعالیٰ بار پڑنے میں سارے قرآن
کی تلاوت کا ثواب ہے کہ یہ حمد کی سورت ہے اور تبتین ایتیں سو بار بھی پڑھو تو تو بھی یہ ثواب نہیں کہہ سکتے سارا ہی خدا کا گھر ہے مگر رکن اسود بہت اعلیٰ ہے
مسجد ساری بیت اللہ ہے مگر حجاب و منبر اعلیٰ ہیں، لہٰذا اس فضیلت پر منکرین حدیث کا یہ اعتراض نہیں پڑ سکتا کہ سارا ہی قرآن کلام الہی ہے پھر یہ فرق
مرا تکیسیا نیوں، ادیبوں میں فرق مراتب موجود ہے حالانکہ وہ سارے اللہ کے پیارے ہیں تِلْكَ الدَّلِيلُ فَضْلًا بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ لَّكِنَّ الْقُرْآنَ سَيَكُونُ
مِنْ مَبْتَدِئَةٍ وَصَحْتِ هِيَ بِحُجْرٍ كَقُرْآنٍ كَسَيِّئَةٍ رَوَّانَةٍ سَيَكُونُ سَيَكُونُ سَيَكُونُ سَيَكُونُ سَيَكُونُ سَيَكُونُ سَيَكُونُ سَيَكُونُ سَيَكُونُ
کرام کا اسرار و رموز قرآن بسط طریق سے لکھا سکتا سب قرآن ہی کی تعلیم ہے صرف الفاظ قرآن کی تعلیم مراد نہیں، لہٰذا یہ حدیث فقہاء کے اس
قرآن کے خلاف نہیں، کہ فقہ سیکھنا تلاوت قرآن سے افضل ہے کیونکہ فقہ احکام قرآن ہے اور تلاوت میں الفاظ قرآن چونکہ کلام اللہ تمام کلاموں سے افضل ہے
لہٰذا اس کی تعلیم تمام کاموں سے بہتر اور اسرار قرآن الفاظ قرآن سے افضل ہیں کہ الفاظ قرآن کا نزول حضور اور صلے اللہ علیہ وسلم کے کان مبارک پر
ہوا اور اسرار و احکام کا نزول حضور اور صلے اللہ علیہ وسلم کے دل پر ہوا، تلاوت سے علم فقہ افضل رب تعالیٰ فرماتا ہے نَزَّلْنَاهُ عَلَى قَلْبِكَ عِلْمٌ بِالْقُرْآنِ عِلْمٌ
قرآن کے بعد ہے، لہٰذا عالم عامل سے افضل ہے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام عالم تھے قریشی عالم مگر حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام افضل مسجد رہے ۛ ۛ ۛ

قرآن
فضائل

عُقْبَةُ بْنُ عَامِرٍ قَالَ خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ فِي الصَّفَةِ فَقَالَ أَيُّكُمْ يُحِبُّ أَنْ
يَعْدُوَ وَكُلَّ يَوْمٍ إِلَى بُطْحَانَ أَوِ الْيَقْبِ فَيَأْتِي نِبَاتَيْنِ كَوْمَاوَيْنِ فِي غَيْرِ اثَرٍ وَلَا قَطْعٍ رِمٍ فَقُلْنَا يَا
رَسُولَ اللَّهِ كُنَّا نَحِبُّ ذَلِكَ قَالَ أَفَلَا يَعْدُو أَحَدُكُمْ إِلَى الْمَسْجِدِ فَيَعْلَمُ وَيُقَدِّمُ آيَتَيْنِ مِنْ
كِتَابِ اللَّهِ خَيْرٌ لَهُ مِنْ نَاقَتَيْنِ وَثَلَاثَ خَيْرٌ لَهُ مِنْ ثَلَاثٍ وَارْبَعَ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَرْبَعٍ وَمِنْ
أَعْدَائِهِمْ مِنَ الْأَبْلِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

عقبت بن عامر کہنے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے جبکہ ہم صفہ میں تھے کہ فرمایا تم میں کون یہ چاہتا ہے کہ صبح بطحان یا یقین کی طرف نکل جائے اور بغیر ثمرہ کے
بغیر رشتہ توڑے دراد بخجی اور مٹیاں لے آیا کرے کہ تم عرض کیا یا رسول اللہ یہ تو ہم سب چاہتے ہیں کہ فرمایا تو تم میں ہر شخص روزانہ صبح کو کیوں نہ مسجد چلا جائے
کہیں وہاں قرآن کریم کی دو آیتیں سیکھ لیا کرے یا پڑھ لیا کرے کہ بیدار آؤ بیٹھو سگینہ میں اور تین تین آؤ بیٹھو سگینہ میں اور چار چار سے اور اسی قدر
آؤ تھو سے گینہ میں سلم اور دین ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اے صفہ کے لئے میں چوتھوہ و پھر طہ مسجد نبوی سے متصل سچے کی جانب معتدلاً سا چوترا بناد یا گیا تھا جہاں جہاں آتے تھے اور علم سیکھنے والے حضرات بھی وہاں
مستقل طور پر رہتے تھے یہ حضرات اصحاب صفہ کہلاتے انہیں کی سی صفات رکھنے والوں کو آج صوفیاء کہتے ہیں، یعنی صفائی دل اور صوف کا لباس رکھنے والی
جماعت یہ حضرات کم و بیش ہوتے رہتے تھے کبھی ستر اور کبھی دوسرے زیادہ گویا یہ مدد سہنوی تھا عقبت ابن عامر اور ابو ہریرہ بھی انہی میں سے تھے اے بیٹے تھوڑی
دور جا کر تھوڑی سی دیر میں بہت سا مال مال لے آئے عرب میں اونٹنی بڑا عزیز مال تھا حقیق مدینہ منورہ سے دو تین میل پر ایک بازار ہے جہاں جانور
زیادہ فروخت ہوتے ہیں بطحان مدینہ پاک کا ایک وسیع جنگل ہے بطحہ یعنی وسعت یا پھر ملا حلاتہ سے یعنی یا رسول اللہ یہ تو ہم سب چاہتے ہیں خیال رہے کہ وہ حضرات
اگرچہ تہرک و دنیا تھے مگر دین کیلئے دنیا حاصل کرنے کو بہت افضل جانتے تھے دنیا اگر دین کیلئے ہو تو دین دین دین ہے اور اگر دین کیلئے ہو تو دنیا ہے یعنی
دنیا جہیز تہذیب پر یہ اعتراض نہیں کہ وہ لوگ تو حجب و نیاز تھے پھر یہ جواب کیوں دیا کہ یہ گفتگو صرف صفہ والے اصحاب سے نہیں ہے وہ تو ہر وقت گویا مسجد
میں رہتے، بلکہ تاقیامت مسلمانوں سے ہے کہ دنیاوی کاروبار میں مشغول ہونے سے پہلے کچھ علم قرآن حاصل کر لیا کہ اس سے معلوم ہو کہ دینی مدرسے مسجد میں
ہو تا بہتر ہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا مدرسہ صفہ میں تھا جو مسجد سے متصل تھا گویا مسجد ہی میں تھانیز معلوم ہوا کہ صبح سویرے علم قرآن حاصل کرنا اہل صبح
کام میں برکت ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ علماء اہل مائل طلباء کو علم سکھایا کریں گے یعنی پانچ آیات پانچ اونٹوں سے افضل اور چھ یا سات آیتیں اسی قدر
سے افضل و عرب میں اہل مطلقاً اونٹ کو کہتے ہیں نہ موطا مادہ اور محل نرا اونٹ کو ناکہ مادہ کو جیسے انسان یا آدمی مطلقاً انسان کو کہتے ہیں اور درجہ مرد کو امراۃ
عورت کو خیال رہے کہ یہاں آیت سے مراد آیت سیکھنا یا اس کی تعلیم میں مشغول رہنا ہے یعنی ایک آیت سیکھنا ایک اونٹنی کی ملکیت سے بہتر ہے لہذا اعد
پر یہ اعتراض نہیں کہ آیت قرآنی تو تمام دنیا سے بہتر ہے ایک اونٹ کا ذکر کیوں ہوا یا یہ تفصیل ان اہل عرب کو سمجھانے کے لئے ہے جنہیں اونٹ بہت مرغوب
ہے جیسے مٹی غنیمت ہونے والو کو سمجھانے کیلئے قبر کی اذان میں کہتے ہیں الصلوۃ خیر من نوم اس نیند سے بہتر ہے حالانکہ نماز تو ساری دنیا سے بہتر ہے

أَيُّ حُبِّ أَحَدِكُمْ إِذَا رَجَعَ إِلَى أَهْلِهِ أَنْ يُجَدِّفَ فِيهِ ثَلَاثَ خَلَفَاتٍ عِظَامِ سَمَانٍ قُلْنَا نَعَمْ قَالَ فَثَلَاثُ
آيَاتٍ يَقْرَأُ مِنْ أَحَدِكُمْ فِي صَلَاتِهِ خَيْرٌ لَّهِ مِنْ ثَلَاثِ خَلَفَاتٍ عِظَامِ سَمَانٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ
وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلْمَاهِرُ بِالْقُرْآنِ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ
الْبَدْرَةِ وَالَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَيَتَتَعْتَعُ فِيهِ وَهُوَ عَلَيْهِ شَاقٌّ لَهُ أَجْرَانِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

لے کیا تم میں سے کوئی یہ جانتا ہے کہ جب پڑھ گھر بولے تو وہ اس میں بڑی اور موٹی اونٹیاں پائے لے ہم نے عرض کیا ہاں فرمایا تو تین آیتیں جنہیں کوئی اپنی
نماز میں پڑھے لے وہ اس سے تین سالہ اور موٹی اونٹنیوں سے بہتر ہیں لے مسلم اس حدیث سے حضرت عائشہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کا عالم کہ فرزند
فرشتوں اور محترم و متمیز کے ساتھ ہو گا لے اور جو قرآن پڑھنا ہو کہ اس میں شکنا ہو اور قرآن اس پر گراں ہو اس کیلئے دو ثواب ہیں لے مسلم بخاری

لے یعنی جب سفر باز رہے گھر پہنچے تو وہ اس میں بڑی اور موٹی اونٹنیوں سے بہتر ہیں لے مسلم بخاری
ہیں اس لئے یہ مثال ارشاد ہوئی کیونکہ اونٹنی سے نسل ملتی ہے اونٹنی سے نہیں ملتی اور ظاہر ہے کہ اچھی نسل کی اونٹنی کی نسل بھی اچھی ہوگی لے قرآن کریم
اچھے چیز ہے اور جب نماز میں پڑ جائے تو نور ملے اور ہے کہ نماز و قرآن کی برکتیں جمع ہو جاتی ہیں اور اگر تقدیر سے حرم کہ یا حرم مدینہ میں نماز نصیب
ہو جائے تو اس تلاوت کی برکتیں بے شمار ہو جاتی ہیں کہ قین غریباں جمع ہو گئیں، نماز تلاوت حرم کی زمین لے ان اونٹنیوں کا نفع صرف دنیا میں ہے اور
آیات قرآنیہ کا نفع دنیا میں بھی آخرت میں بھی اور نفع سے باقی ہر چیز کا یہ ہے کہ دنیاوی مال میں مشغول ہو کر آخرت سے لاپرواہ نہ ہو جائے یہ مطلب
ہے کہ دنیا بالکل چھوڑ دو کہ اسلام میں ترک دنیا منع ہے بلکہ جو دنیا دین کمانے کا ذریعہ ہو وہ بھی دین ہے لے قرآن کریم کا ماہر وہ عالم ہے جو
انفاق قرآن معانی و مسائل قرآن اسرار و رموز قرآن کا واقف ہو اس کا بڑا درجہ ہے لے شیخ نے فرمایا کہ یہاں سفر سے فرشتوں کی جماعت مراد ہے اور
کرام برحق سے انبیائے کرام مقصود مرقات نے فرمایا کہ یہ تینوں مصفیق فرشتوں کی ہیں سفرۃ یا تو سفر سے بنا ہے یعنی سفر کرتے رہنے والے فرشتے جو ہمیشہ
حق تعالیٰ اور رسولوں کے درمیان آتے جاتے رہتے ہیں اور دغیرہ کے لئے یا مسافر کے بنائے گئے ہیں جس کی جمع اسفار ہے مجمل اسفار یعنی وہ
فرشتے جو روح محفوظ سے معنایں مصفیقوں میں نقل کرتے رہتے ہیں یا کاتبین اعمال فرشتے یا سفار یعنی اصلاح سے بنائے گئے وہ فرشتے جو رب تعالیٰ کی
طرف سے بندوں پر مصلحت و رحمت کی خبریں لاتے ہیں اور یہ فرشتے اول درجہ کے مقرب بارگاہ الہی ہیں اور گناہوں سے بہت ہی پاک و صاف
اس لئے ان کے یہ قین نقب ہوئے قرآن کریم کا عالم ان فرشتوں اور نبیوں کا سا کام کرتا ہے اس لئے اس کا شریک بھی انہیں جانتوں کے ساتھ ہو گا
معلوم ہوا کہ قیامت میں اچھوں کا ساتھ اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے شعر :-

گر محمد کا ساتھ ہو جائے پھر تو سمجھو نجات ہو جائے

یعنی نے فرمایا کہ یہ تینوں مصفیق صحابہ کرام کی ہیں کہ انہوں نے قرآن جمع بھی کیا اور وہ اللہ کے ہاں مقبول اور گناہوں سے محفوظ بھی ہیں مرقات
لے سبحان اللہ عالم بالقرآن کا تو وہ مرتبہ ہے جو کبھی ذکر ہوا اور کبھی نہیں ملتی زبان والا قرآن پاک سیکھ تو نہ سکے مگر کوشش میں لگا رہے کہ مرتے دم تک
کوشش کئے جائے وہ دلیل ثواب کا مستحق ہے شوق حقت خیال رہے کہ یہ دو گنا ثواب عالم قرآن کے مقابل میں نہیں ہے عالم قرآن تو فرشتوں

انسان جس مشغل میں بھیے گا اسی میں مرے گا اور انشاء اللہ اسی میں اٹھے گا بعض صحابہ کرام قبر میں بھی سورہ ملک پڑھتے سنے لگے عیباً کہ مشکوٰۃ شریف میں آئے گا کہ چونکہ خیر خیرات علانیہ خیرات سے اٹھل ہے اس لئے یہاں رات کا ذکر دن سے پہلے ہوا یعنی وہ الدار خدیج بھی خیرات کرے اور علانیہ بھی اخیال رہے کہ سنت کی نیت سے اپنے اور اپنے مال بچوں پر خرچ کرنا بھی اسی میں داخل ہے لکن یعنی تلاوت قرآن کرتا رہتا ہے منزل نہیں چھوڑتا معلوم ہوا کہ ہمیشہ تلاوت قرآن کرنا بہت بڑی عبادت ہے خواہ کچھ یا نہ کچھ، ترجیح عرب کا مشہور پھل ہے جس کا رنگ بہت اچھا ہوتا ہے خوشبو نہایت اعلیٰ مزہ بہت بہترین ادماخ اور مدہ کو بہت قوت دیتا ہے اس کے بہت فوائد لکے کتب طب میں مذکور ہیں یہ ہی اس موسم کا حال ہے کہ لوگ اس کی تلاوت سے ایمانی لذت بھی حاصل کرتے ہیں اور ثواب بھی خود اسے بھی لذت و ثواب دونوں ملتے ہیں، قرآن شریف بہت ہی لذیذ چیز ہے لکن ایسے ہی یہ فاعل مسلمان ہے کہ اس کا ظاہر خاص چھانیں مگر باطن نور ایمانی سے منور ہے لوگ اس سے ظاہری فائدہ نہیں اٹھاتے مگر اس کی صحبت سے کچھ کچھ باطنی فیض پاتے ہیں مومن کی صحبت بھی اچھی ہے۔

مَثَلُ الدَّيْحَانَةِ رِيحَهَا طَيِّبٌ وَطَعْمُهَا مُرٌّ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ فِي رِوَايَةِ الْمُؤْمِنِ الَّذِي يَقْدَرُ الْقُرْآنَ وَيَعْمَلُ بِهِ كَالْأُتْرَاجَةِ وَالْمُؤْمِنِ الَّذِي لَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَيَعْمَلُ بِهِ كَالثَّمَرَةِ: وَكَانَ عَدْرُ بْنُ الْخَطَّابِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ يَذْفَعُ بِهَذَا الْكِتَابِ أَقْوَامًا وَيَضَعُ بِهِ الْأَخْدِينَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ: وَكَانَ ابْنُ سَعِيدٍ أَخْبَرَنِي أَنَّ أَسِيدَ بْنَ حُضَيْرٍ قَالَ بَيْنَمَا هُوَ يَقْدَرُ مِنَ اللَّيْلِ

ریحان گھاس کی سی ہے جسکی خوشبو اچھی اور مزہ کڑوا سا مسلم بخاری اور ایک روایت میں یوں ہے کہ وہ مومن جو قرآن پڑھے اور اس پر عمل کرے ترجیح کی طرح ہے اور اللہ مومن جو قرآن پڑھے تو نہیں اس پر عمل کرے پھر ایک طرح ہے کہ روایت ہے حضرت عمر بن خطابؓ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ اس قرآن کس کو دیکھے تو مومن کہہ رہا ہے کہ اگر کوئی اللہ کے مسلم روایت ہے حضرت ابو سعید خدریؓ سے کہ حضرت اسید بن حنیفہؓ فرماتے ہیں اس آیت میں کہ وہ رات میں

اندراں ایک مشہور کڑوا پھل ہے جس میں کسی قسم کی بو نہیں اور سخت کڑوا ہوتا ہے، منافق کا نظارہ اچھا نہ باطن نہ یعنی بے دین جو زیادہ کے لئے یا مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لئے قرآن پڑھے، اگرچہ عود تو بد مزہ ہے کہ منافق ہے مگر اس کی تلاوت سے سنے والوں کو کچھ دیکھ راحت مزد دل جاتی ہے، جیسے ریحان گھاس، نیاز ہو، کہ ہے تو بد مزہ مگر اس کی خوشبو سے دماغ مزد مضر ہو جاتا ہے، اس حدیث سے چند مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ تلاوت قرآن کا اثر ظاہر و باطن میں ہوتا ہے کہ اس سے زبان، کان، دل، دماغ، ایمان سب ہی تازہ ہوتے ہیں، دوسرے یہ کہ قرآن پاک کی تاثیریں مختلف ہیں، جیسے پڑھنے والے کی زبان ویسے ہی، تاثیر قرآن حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے اندھے پر قائل ہوا کہ اللہ پڑھ کر دم کر دیا تو سونا ہو گیا، اور فرمایا کہ کلام ربانی کے ساتھ زبان فرید ہوئی چاہیے دیکھو یہاں مومن و منافق کی تلاوتوں میں فرق فرمایا گیا پھر جیسا مومن ویسی ہی تلاوت کی تاثیر تیسرے یہ کہ ہر تلاوت قرآن کرنے والے سے دھوکہ کھاؤ ان میں کبھی منافق بھی ہوتے ہیں، قرآن کریم ربیو کی مٹی ہے تلاوت دے کے دل کی سوئی اگر شیطان کی طرف مٹی ہوئی ہے تو اس کے سامنے تو قرآن ہو گا مگر اس کے منہ سے شیطان بولے گا اور اگر دل کی سوئی مدینہ پاک کی طرف ہے تو انشاء اللہ زبان سے مدیر کے فیضان نکلیں گے ملے مرقات نے فرمایا کہ جس گھر میں ترنج ہوداں جنات نہیں آتے، ایک شاعر کہتا ہے شعر :-

کانکھ فجد الاتدجہ طالب معاً : حلاً، و فوراً، و طالب العود والودق

اے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قرآن کی تلاوت بھی مستقل حلاوت ہے اور اس پر عمل مستقل نیکی محبوب کا پیغام، وطن کا خط پڑھنے سنے میں بھی مزہ آتا ہے اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو کہتے ہیں کہ تلاوت قرآن محض بیکار ہے قرآن عمل کے لئے ہے نہ کہ پڑھنے کے لئے کیونکہ دوا کھانے پینے اور بٹنے کیلئے ہوتی ہے محض نسخہ پڑھ لینے سے شفا نہیں ہوتی، ان بے وقوفوں کو خبر نہیں کہ بعض دواؤں کا سونگھنا مفید ہوتا ہے بعض کا محض دیکھنا فائدہ مند، سبزہ دیکھنے سے آنکھ کی روشنی بڑھتی ہے اور بعض دواؤں کے سنے سے فائدہ ہوتا ہے، بیمار عشق کے لئے محبوب کا ذکر سنا بہت مفید دوا ہے میوں یا ترش چیزوں کا ذکر کر دو منہ میں پانی بھر جاتا ہے لکھ لیتے جو مسلمان قرآن کریم کو مجھ طرح سمجھیں صحیح طرح عمل کریں تو وہ دنیا و آخرت میں بلند درجے پائیں گے اور جو اس مافل رہیں، یا غلط طرح سمجھیں، غلط طور پر عمل کریں وہ دنیا و آخرت میں ذلیل ہوئے قرآن کریم سے زندگی و موت طیب ہوتی ہے یہ مجھ میں کیلئے ماورائی ہے اور مجھ جین کے لئے دوا و دھون ہے، اب بھی قرآن پاک کے صحیح متبع بڑی عظمت و عزت کے مالک ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے شفاء کورحۃ اللہ منین

ولایذید الظالمین الاخسار حضرت عمرؓ اس امر پر غلام کو کہ معتز کا حکم بنا یا لگوں دجہ بوجھی تو فرمایا کہ یہ اگر چہ غلام ہے مگر قرآن کا ماہر ہے کہ آپ فقہاء الفصار میں سے ہیں جلیل القدر صحابی ہیں شکمہ میں وفات پائی حضرت عمرؓ آپ کا جہزہ اٹھایا اور نماز پڑھائی لے غالباً یہ بھی کا وقت تھا آپ نماز تہجد سے فارغ ہو کر تلاوت قرآن کر رہے تھے انوشب میں نماز کے سوا رکعت بھی ثواب ہے عمل صواب ہے کچھ کی جان کے خون سے اور اس واقعہ میں غور و تامل کرنے کیلئے کیونکہ تلاوت میں سکون رکھا متامل اور طرف متوجہ ہو گیا تھا سکون قلب حاصل کرنے کیلئے تلاوت بند فرمائی اگر نمازی کو عین نماز کی حالت میں سانپ کچھ نظر آئے تو انہیں مار سکتا ہے تاکہ سکون دل میسر ہو لہذا اس واقعہ پر اعتراض نہیں ہو سکتا کہ اپنے دنیاوی دجہ سے دینی کام کیوں بند کر دیا بند کرنا نہیں بلکہ اسکو کامل بنانے کی تدبیر ہے کہ غالب یہ ہے کہ یہ شامیانہ روزانہ ہی ان کی تلاوت پر ملگ جاتا تھا مگر آج ان کی نگاہ سے حجاب اٹھا دیے گئے اس لئے اپنی نگاہوں نے اسے دیکھ بھی لیا، بلکہ آپ کی ضعیف صحبت سے آپ کے گھوڑے نے بھی اسے دیکھ لیا کہ اس سے معلوم ہوا کہ مرید اپنے شیخ کی خدمت میں قبی واردات اور خفیہ اشارات اعمال کی شخصی تاثیریں عرض کر سکتا ہے اس میں ریا انہیں، بلکہ کبھی اس سے اپنی خامی دور ہوتی ہے اور کبھی مدارج میں ترقی ہوتی ہے مرعین اپنا ہر حال طیب عرصہ کرتا ہے حصول صحبت کیلئے عرفہ ان امور کا اظہار عوام پر نہ کرے خواص پر خصوصاً اپنے شیخ پر کرے کہ عینے آئندہ بھی تلاوت قرآن کیا کر دان جیسے واقعات دیکھ کر گھبرا انہیں پر ڈرنے کی چیز بنیں ہے یہی مخرج زیادہ ظاہر ہے بعض شارحین نے فرمایا کہ یہ اخر حصے ماعنی ہے یعنی تم نے اور نہ زیادہ تلاوت کی ہوتی بند کیوں کر دی اور دوسری مخرج کی بنا پر اگلا جواب بالکل ظاہر ہے جو حضرت اسید نے عرض کیا بلکہ یعنی دل تو میرا بھی چاہتا تھا کہ تلاوت خوب کر دوں کسی سستی وغیرہ کی وجہ سے میں نے تلاوت بند نہ کی، بلکہ واقعہ یہ پیش آیا جس کی وجہ سے مجھے تلاوت بند کرنی پڑی کہ اس عجبہ کو پیچھے گھوڑے نے دیکھا جس سے وہ ہلکا پھر میں نے اسے

تِلْكَ الْمَلَائِكَةُ دَنَتْ لِصَوْتِكَ وَلَوْ قَرَأْتَ لَا صَبَحْتَ يَنْظُرُ النَّاسُ إِلَيْهَا لَا تُتَوَارَى مِنْهُمْ مُتَفَقٌّ عَلَيْهِ وَاللَّفْظُ لِلْبَخَارِيِّ وَفِي مُسْلِمٍ عَدَجَتْ فِي الْجَوِّ بَدَلًا فَخَرَجَتْ عَلَى صِبْغَةِ الْمَتَكَلِّمِ وَعَنْ الْأَدَاءِ قَالَ كَانَ رَجُلٌ يَقْرَأُ سُورَةَ الْكَهْفِ وَإِلَى جَانِبِهِ حَصَانٌ مَذْبُوطٌ بِشَاطِنَيْنِ فَتَغَشَّتْ سَحَابَةً فَجَعَلَتْ تَدْنُو وَتَدْنُو وَجَعَلَ فَرَسُهُ يَنْفِرُ فَلَمَّا أَصْبَحَ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى

یہ فرشتے تھے جو تمہاری آواز پر چبک چبک تھے کہ اگر تم پڑھتے رہتے تو فرشتے اس طرح سویرا کرتے کہ انہیں دیکھتے فرشتے ان سے چھپتے ہیں تاکہ مسلم بخاری لفظ بخاری میں مسلم میں بجائے تکلم فرشتے کے ہیں کہ وہ شامیانہ اور چڑچڑھایا سے روایت ہے حضرت بروہ سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص سورہ کہف پڑھ رہا تھا اسکے پیلوں میں دراز سیدھے گھوڑا اندھا تھا تو ان پر ایک ہول چھایا وہ جھکنے لگا اور خوب جھکنے لگا اور انکا گھوڑا بدکنے لگا تاکہ پھر جب صبح ہوئی تو وہ صاحب بنی کریم صلی اللہ

دیجا اسکا بدکنہ میرے دیکھنے کا باعث بنا کہ حضرت سید کا ان فرشتوں کو دیکھ لیا اس وجہ سے ہوا کہ آج رب تعالیٰ نے ان کی آنکھ سے بھی حجابات دھوا دیئے تھے جیسے ایک بار حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے تیز بارش دیکھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری کو دفن کرنے قبرستان تشریف لے گئے تھے واپسی پر آپ نے عرض کیا کہ حضور اس بارش میں آپ کہاں تھے بھیگے کیوں نہیں فرمایا تمہارے سر پر کیا کپڑا ہے عرض کیا آپ کا تہبند فرمایا اس تہبند کی برکت سے تم نے یہ بھی بارش دیکھ لی اور نہ یہ بارش کسی کو نظر نہیں آتی، ثنوی شریف میں اس واقعہ کا تفصیلی ذکر فرمایا ہے جس کے انہی اشاریہ ہیں

گفت چه بر سر نگندی از ازار : گفت کردم آن روانے تو خمار

گفت ہر آن نمود اے پاک حبیب : چشم پاکت را خدا باران خنوب

نیست این باران ازیں ابرشما : نیست باران دیگر دگر سما

یعنی بزرگ مزید کے سر پر ہاتھ رکھ دیتے ہیں، تو اس کی آنکھ سے بھی حجاب اٹھ جاتے ہیں اور وہ عالم غیب کا مشاہدہ کر لیتا ہے مولانا فرماتے ہیں: شعر :-
سر من در چشم خاک ادلیا : تا بہ بینی ز ابتداء تا انتہا

تاکہ یہاں مرقات نے فرمایا کہ فرشتے پرے باندھ کر ان کی تلاوت سن رہے تھے ان کے سامنے شامیانہ کی طرح حجاب بن گئے، ان کے چہرے چراغوں کی طرح چمک رہے تھے تو رانی اجسام کا اثر دہم آڑ بن سکتے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ایسا ہی ہے جیسے فرمایا آج ہم نے شیلان پڑھ دیا تھا یا تاکہ اے مسجد کے ستون سے باندھ دیں، اگر باندھ دیتے، تو دہیز کے بچے اس سے کھینچتے تاکہ کیونکہ وہ آسمان کے رہنے والے فرشتے تھے، تلاوت سننے اور قاری سے قرب حاصل کرنے یہاں آئے تھے تلاوت بند ہو جانے پر اپنے مقام پر چلے گئے، زمینی فرشتے نہ تھے کہ نیچے آتے، اگرچہ فرشتے آسمان پر رہتے ہوئے زمین والوں کی آواز سن لیتے ہیں، مگر قرب حاصل کرنے کیلئے ایسی مجلس خیر میں آتے ہیں نفخ خواں ایک شعر پڑھا کرتے ہیں یہ شعر :-
فرشتے قفل میلاد میں رحمت کے آتے ہیں : رسول اللہ خود اس ہزم میں تشریف لاتے ہیں

اس شعر کا مفہوم یہ ہے مجلس ذکر میں اب بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا تشریف لانا بہت سی روایات سے ثابت ہے دیکھو ہماری کتاب جہا، الحق حصہ اول تک گھوڑے کا یہ بدکنہ ایک عجیب چیز کے نقارہ کی وجہ سے تھا جیسا کہ عرض کیا گیا

اللَّهُ عَلَيْهِ سَلَّمَ فَذَكَرَ ذَلِكَ لَهُ فَقَالَ تِلْكَ السَّكِينَةُ تَنَزَّلَتْ بِالْقُرْآنِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ
 أَبِي سَعِيدٍ بْنِ الْمَعْلَى قَالَ كُنْتُ أَصِلُّ فِي الْمَسْجِدِ فَدَعَانِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ أَجِبْهُ
 ثُمَّ آتَيْتُهُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي كُنْتُ أَصِلُّ قَالَ لَمْ يَقُلْ لِلَّهِ اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا
 دَعَاكُمْ ثُمَّ قَالَ أَلَا أَعْلَمُكَ أَعْظَمَ سُورَةٍ فِي الْقُرْآنِ قَبْلَ أَنْ تَخْرُجَ مِنَ الْمَسْجِدِ فَأَخَذَ بِيَدِي

اللہ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے یہ بھرا عزم کیا فرمایا سکیںہ رحمت ہے جو قرآن کی وجہ سے انہی کے مسلم بخاری روایت ہے حضرت ابوسعید ابن علی سے فرماتے ہیں
 کہ میں کبھی نماز پڑھ رہا تھا کہ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلوایا میں جواب نہ دیا پھر میں حاضر ہوا کہ اور عرض کیا یا رسول اللہ میں نماز پڑھ رہا تھا فرمایا کیا اللہ تعالیٰ نے
 یہ نہیں فرمایا کہ اللہ رسول جیتے ہیں یا نبی تو فوراً جواب دو کہ پھر فرمایا کہ کیا میں تمہارے مسجد میں جانے سے پہلے قرآن کریم کی عظیم شان سورۃ نہ پڑھوں گا پھر حضور میرا ہاتھ پکڑا

طہ فرشتوں کی ایک جماعت کا نام سکینہ ہے جو نماز کے اترتے سے مومن کے دل کو سکون دین حاصل ہوتا ہے اس لئے اسے سکینہ کہتے ہیں مومن پر بعض خاص حالت
 میں بھی اور خاص عبادات کے موقع پر بھی یہ فرشتے اترتے ہیں رب تعالیٰ ہجرت کے غار کا واقعہ بیان فرماتے ہوئے حضرت صدیق اکبر کے متعلق فرماتا ہے
 فَاَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيَّ صَدِيقِ اَكْبَرٍ كُوْا سِی وقت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت غم اور کفار کا اندیشہ تھا اسی لئے ان پر سکینہ انہی پر خیال رہے
 کہ بزرگوں کے تبرکات سے بھی سکون قلبی نصیب ہوتا ہے، انہیں بھی رب تعالیٰ نے سکینہ فرمایا ہے چنانچہ تابوت سکینہ جس میں حضرت موسیٰ و ہارون علیہما
 السلام کے تبرکات عامہ فقیہین وغیرہ تھے ان کے متعلق رب تعالیٰ فرماتا ہے فَيَسْكُنُ مِنْ رَيْكُم وَبَقِيَّةَ مَا تِلْكَ اَلْ مَوْعِدِ اَلْ هَامِدِ اَلْ تَحْمِلُهُ
 الْمَلَائِكَةُ بعض لوگ قبروں پر تلاوت قرآن کراتے ہیں تاکہ اس تلاوت سے میت کو سکون قلبی نصیب ہو اس کا ماغذ یہ حدیث ہے اور بعض لوگ اپنی قبروں
 میں اپنے بزرگوں کے تبرکات عامہ وغیرہ اور اپنا شجرہ آیات قرآنیہ رکھ دینے کی وصیت کرتے ہیں تاکہ سکون قبر میں ہو ان کا ماغذ قرآن کریم کی مذکورہ آیت
 ہے صحابہ کرام نے اپنے کفنوں میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ناخن، بال، تہبند شریف رکھواتے، خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی بی بی زینب
 کے کفن میں اپنا تہبند شریف رکھا اس کی بحث ہماری کتاب جامعہ احوال حضرت اول میں ملاحظہ فرمائیے کہ یہ حضرت مسجد نبوی شریف میں حاضر ہوئے، جبکہ حضور
 انور صلی اللہ علیہ وسلم بر سر منبر خطبہ ارشاد فرمائیے تھے اور آیت قَدْ اَنْزَلْنَا تَقْلِبَ وَجْهَكَ فِي السَّاعَةِ تَلَاوَتْ فَرَمَا تھے انہوں نے تحیۃ المسجد
 نفل کی نیت باندھ لی، ایک گوشہ میں نماز پڑھنے لگے و مرقاة، سنے یعنی میں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا بلا واسن لیا مگر نماز کی مشغولیت کی
 وجہ سے حاضر نہ ہوا پھر بعد سلام حاضر ہوا اور معتذرت کیلئے یہ عرض کیا کہ یہاں اللہ رسول کے بلائے سے مراد حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا بلا نا ہے اور نہ رب تعالیٰ
 بلا واسطہ کسی کو نہیں بلاتا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا بلا نا ہے اس لئے دعا واحد کا صیغہ ارشاد ہوا مرقاة اس فرمان سے چند مسئلے معلوم ہوئے
 ایک یہ کہ اگر عین نماز میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو بلائیں تو اسی وقت اسی حالت میں حاضر بارگاہ ہو جائے واجب ہے، دوسرے یہ کہ اس حاضر
 ہو جانے سے بلا جو خدمت سرکار فرمائیں اس کے بجالانے سے نماز ٹوٹے گی نہیں وہ نماز ہی میں رہے گا، اور خدمت سے فارغ ہو کر بقیہ رکعتیں پوری کر لگا جیسے حضور
 خطاب اور حضور کو سلام نماز نہیں ٹوٹتا، ایسے ہی حضور کی یہ اطاعت نماز فاسد نہیں کہتی و مرقات نمازی وضو ٹوٹنے پر پانی کے پاس جائے تو نماز نہیں جاتی
 حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تو رحمت الہی کا سمندر ہیں آپ کے پاس آنے سے نماز کیسے جائے پہلے سے یہ فرما کر منتظر مبادیاً تاکہ خوب یاد رکھیں جو بات

فَلَمَّا أَرَدْنَا أَنْ نَخْرُجَ قُلْتُمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّكَ قُلْتَ لَأَعْلَمَنَّكَ أَعْظَمُ سُورَةٍ مِنَ الْقُرْآنِ قَالَ
الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ هِيَ السَّبْعُ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنُ الْعَظِيمُ الَّذِي أُوتِيَتْهُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَ
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَجْعَلُوا بُيُوتَكُمْ مَقَابِرَ لِلشَّيْطَانِ
يَنْفِرُ مِنَ الْبَيْتِ الَّذِي يَقْرَأُ فِيهِ سُورَةُ الْبَقَرَةِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ سَمِعْتُ

جب یہ لکھے گئے تو میں حضورؐ کو کیا رسول اللہؐ اپنے فرمایا تھا کہ میں تم کو قرآن کی عظیم انسان سورۃ تبارک و تعالیٰ فرمادیوہ الحمد للہ رب العالمین ہے یہ سورۃ سات مکررات ہیں اور قرآن عظیم ہے جو مجھے عطا ہوئی تھی بخاری اور حدیث ہے حضرت ابو ہریرہؓ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھروں کو قبرستان نہ بنادے شیطان اس گھر سے بھاگتا ہے جس میں سورۃ البقرہ پڑھی جائے لکھ مسلم، روایت ہے حضرت ابو امامہؓ سے فرماتے ہیں نے ۔

انتظار کے بعد اس کی تفسیر ہوتی ہے سورۃ قرآن شریف کا وہ حصہ ہے جس میں مضمون مکمل ہوا اور اس کا نام بھی ہو یہاں مرقاۃ نے فرمایا کہ تمام کتابوں کے مضامین قرآن شریف میں ہیں اور سارے قرآن شریف کے مضامین سورۃ فاتحہ میں اور ساری سورۃ فاتحہ کے مضامین بسم اللہ میں اور ساری بسم اللہ کے مضامین اس کے بعد کے نقطہ میں دیکھو یہ سورۃ بسم اللہ یا جعفر فیہ میں پورے ملک یا پورے شہر کی طرف ایک نقطہ سے اشارہ کر دیا جاتا ہے اس لئے حضورؐ اور صلوات اللہ علیہ وسلم نے سورۃ فاتحہ کو بڑی سورۃ فرمایا اور ہر رکعت میں یہ دہرائی جاتی ہے :

لے حضورؐ اور صلوات اللہ علیہ وسلم کو اپنا دوسرا بار بھانگا اگر آپ نے ابتدا و نہ تعلیم دی تاکہ ان کے اپنے شوق کا پتہ لگے کہ انہوں نے یہ بات یاد رکھی یا نہیں اور ان کا شوق پورا ہے یا نہیں لے خلاصہ فرمان یہ ہے کہ سورۃ فاتحہ بہت ہی خوبوں کی جامع سورۃ ہے ان میں حمد الہی لغت پاک مسطوری، وعدے و عیدیں اشرف نشر کا ذکر، محبوب و مردود مندوں کا تذکرہ، رب تعالیٰ سے سوال کی تعلیم، دین برحق کی پہچان وغیرہ تمام مضامین ہیں دیکھو ہماری تفسیر بھی کلاں اس میں سات آیتیں ہیں جو نماز کی ہر رکعت میں دہرائی جاتی ہیں ان کا نذر دل دہرایا ہوا ہجرت سے پہلے اور ہجرت کے بعد یہ سورۃ سات حرفوں سے خالی ہے، ث، ج، ح، ز، ا، ش، ظ، ف، ہذا یہ سبع مثانی ہے یعنی سات مقررہ آیتیں، نیز یہ سورت اس امت کی خصوصیات سے ہے کہی کو ہم سے پہلے نہ ملی، اس لئے رب تعالیٰ نے اس کی عطا کا خصوصیت سے ذکر فرمایا کہ ارشاد کیا ولقد آتیناک سبعاً من المثانی والقرآن العظیم اگرچہ قرآن پاک میں یہ سورۃ بھی تھی، اگر اس کا ذکر مستقل طور پر فرمایا، لہذا اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کی بعض سورتیں بعض سے اعلیٰ و افضل ہیں اسکی تحقیق پہلے کی جا چکی ہے لے ایسے گھروں میں رُوحے دفن نہ کرو کہ یہ خصوصیت انبیاء ہے یا اپنے گھروں کو ذکر اللہ سے خالی نہ رکھو جیسے قبرستان خالی ہوتا ہے ایسے گھر قبرستان میں اور وہاں کے باشندے مردے دوسرے معنی زیادہ موزوں ہیں، ایسا کہ الگ مضمون سے ظاہر ہے خیال رہے کہ مومن مردے اپنی قبروں میں ذکر اللہ کرتے ہیں، مگر وہ ذکر ہم نہیں سنتے، ہم کو قبرستان سنان معلوم ہوتے ہیں، اسی لئے یہ ارشاد ہوا لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہ لے لے یعنی شیاطین کا سرگرداں نہیں اس گھر سے دور رہتا ہے یا سورۃ البقرہ پڑھنے وقت قرین شیطان دور رہتا ہے اگرچہ بعد میں آجائے یا اس گھر کے باشندوں کو وہ جنت سے بھاگ نہیں سکتا، انہیں بے دین بے ایمان نہیں بنا سکتا، اللہ لہذا حدیث واضح ہے خیال رہے کہ شیطان کو دفع کرنے کی یتما آنڈا میر ہیں نفس شامہ ان سے نہیں مڑتا اسکی موت کی مخالفت سے ہے اسی لئے اگرچہ یہ معان میں شیطان قید ہوتا ہے مگر لوگ گناہ کرتے ہیں نفس امارہ موجود ہے

رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ أَقْرَأُ الْقُرْآنَ فَإِنِّي يَأْتِي يَوْمَ الْقِيَمَةِ شَفِيعًا لِأَصْحَابِهِ أَقْرَأُ
الزَّهْرَ أَوْ بِنِ الْبَقَرَةِ وَرُسُورَةَ آلِ عِمْرَانَ فَإِنَّمَا تَأْتِيَانِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ كَأَنَّهُمَا عَمَدَانِ وَغِيَابَتَانِ
أَوْ قَرْنَانِ مِنْ طَيْرٍ صَوَّافٍ تَحَاجَّانِ عَنْ أَصْحَابِهِمَا أَقْرَأُوا سُورَةَ الْبَقَرَةِ فَإِنَّ أَخْذَهَا بَذَكَ وَ
تَذَكُّهَا حَسْرَةٌ وَلَا يَسْتَطِيعُهَا الْبَطَلَةُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ قَالَ سَمِعْتُ
النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يُؤْتَى بِالْقُرْآنِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَأَهْلُهُ الَّذِينَ كَانُوا يَعْمَلُونَ بِهِ تَقْدِيمًا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہیں کہ قرآن پڑھا کر دے کہ وہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کا سفارش کرے گا اور ان کو دیکھنا اور سننا ایسا ہے جیسے سورہ بقرہ پڑھ کر دے کہ وہ قیامت کے دن یوں آئیں گی جیسے بادل کے ٹکڑے یا سائبان یا صفت بڑے خوب تر ہیں تو بیاں ہیں کہ اپنے پڑھنے والوں کی طرف سے جھگڑا کی گئی ہے سورہ بقرہ پڑھ کر دے کہ اس کا نیا برکت ہے اور اس کا جھوڑا حسرت ہے جیسے جھگڑا نیا ہے جھگڑا نہیں کئے تھے مسلم، روایت ہے حضرت نواس ابن سمعان سے فرماتے ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ قیامت کے دن قرآن اور قرآن پڑھے جو اس پر عمل کرتے تھے یوں بلائے جائیں گے ۛ

یہ ہے ہمیشہ تلاوت کیا کر دے اور اس موقع کو غنیمت جانو قرآن کریم کی تلاوت مستقل عبادت ہے جسے کبھی میں آئیں یا نہ آئیں مرکب دو ایسی معجزہ ہیں ان کے اجزاء معلوم ہوں یا نہ ہوں نہ جھگڑا نہ غنیمت کی سفارش کرے گا نیک کاروں کی طبعی درجات کی محاسبہ سے قرآن کی تلاوت کرنا اس کو سکھانے، اس پر عمل کرنا اور اس سے ایسا برکت ہے کہ ہر سال تلاوت کرنا اس کو اس معجزہ سے ظاہر ہے کہ موت نے فرمایا کہ یہ دونوں سورتیں باقی سورتوں میں ایسی ہیں جیسے تار و نیر، پائندہ سارے انہیں زہر اور دین یعنی جھگڑا اور سورتیں فرمایا گیا در نہ سارا قرآن نوزہ ہے، لہذا حدیث واضح ہے کہ یہ تین تہیں تہیں قسم کے تلاوت کرنے والوں کے لحاظ سے ہیں، جیسے قاری کا اخلاص، کل قیامت میں، اور سیاہی ان کا سایہ بہت مخلص کے لئے یہ سورتیں ابر حجت بن کر سایہ بھی کریں گی اور روشنی بھی دیں گی، اور سیاہی اخلاص والے کے لئے سائبان و شامیانہ کی طرح اور معمولی اخلاص والے کے لئے پرندوں کی جماعت کی طرح یہ تنگ دلی کو نہیں ہے جیسا کہ بعض شارحین نے سمجھا، نیز یہاں ثواب تلاوت مراد نہیں بلکہ خود یہ سورتیں کل ان شکلوں میں ہوں گی یہاں کے عرصہ اور اعمال، دلیں جسم و جوہر ہوں گے آج ہم خواب میں آئندہ حالت کو جسمانی شکل میں دیکھتے ہیں، بادشاہ مصر نے آئندہ قحط کے سات سات گالیوں اور بایوں کی شکل میں دیکھے تھے یا تو اس کے دشمنوں سے جھگڑا کریں گی یا عذاب کے فرشتوں سے جھگڑا کرے جھگڑا کریں گی یا خود رب تعالیٰ سے جھگڑا کرے عرشہ آئیں گی مگر یہ جھگڑا انا کا ہو گا نہ کہ مقابلہ کا آج پیار بیٹا اپنے باپ سے جھگڑا کر دے مردوں کی سفارش کرتا ہے، لہذا حدیث واضح ہے کوئی اعتراض نہیں کہ یہ قیامت میں ان سورتوں کے پڑھنے والے کا ثواب دیکھ کر نہ پڑھنے والے کو افسوس میں گئے جنتی لوگ تمنا کریں گے کہ کاش ہم نے دنیا میں ایک سال بھی بغیر ذکر اللہ کے نہی ہوئی تھی اس جملہ کے کئی معنی ہیں، ایک یہ کہ منافقین ریاکار یہ سورتیں یاد نہ کر سکیں گے بلکہ ان کی تلاوت نہ کر سکیں گے انہیں یہ دونوں سورتیں بہت دراز اور مرگن معلوم ہوں گی غصہ میں پریشان ہوں گی دوسرے یہ کہ جادوگر وغیرہ ان سورتوں کا اثر اپنے جادو کے زور سے زائل نہیں کر سکتے اور ان کی تلاوت کرنا ان کو نقصان نہیں پہنچا سکتے تیسرے یہ کہ انکی صداقت اس قدر ظاہر ہے کہ انہیں جھوٹے لوگ جھگڑا نہیں سکتے نہ عزت عظمت کے ساتھ و نہ کی شکل میں بارگاہ الہی میں

سُورَةُ الْبَقَرَةِ وَالْاٰلِ عِمْرَانَ كَانَهُمَا غَمَامَتَيْنِ اَوْ ظِلَّتَانِ سَوَاوَيْنِ بَيْنَهُمَا شَرْقٍ اَوْ كَانَتَهُمَا اَوْقَانِ مِنْ طَيْرٍ صَوَافٍ تَحْتَاجَانِ عَنْ صَاحِبِهِمَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ اَبِي بَنْ كَعْبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اَبَا الْمُنْذِرِ اَتَدْرِي اَيُّ آيَةٍ مِنْ كِتَابِ اللَّهِ تَعَالَى مَعَكَ اَعْظَمُ قُلْتُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ اَعْلَمُ قَالَ يَا اَبَا الْمُنْذِرِ اَتَدْرِي اَيُّ آيَةٍ مِنْ كِتَابِ اللَّهِ تَعَالَى مَعَكَ اَعْظَمُ قُلْتُ اللَّهُ لَا اِلَهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ قَالَ فَضْرَبَ فِي صَدْرِي وَقَالَ لِي هُنَاكَ الْعَلَمُ يَا اَبَا الْمُنْذِرِ رَوَاهُ

کہ سورۃ بقرہ آل عمران کے آگے ہونے کو یا سفید باران میں یا کاسے شامیلے سے جیکے درمیان کچھ فاصلہ ہو گا کہ گویا دو صحن بسنے پر ہند کی دو ٹولیاں اپنے حائلوں کی طرف سے جھکڑتی ہوئی سے مسلم روایت ہے حضرت ابی ابن کعب فرماتے ہیں نہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ابو المنذر کیا جانتے ہو کہ تمہارے پاس کتاب اللہ کی کوئی شاندار آیت ہے کہ میں نے عرض کیا اللہ رسول ہی جانیں فرمایا اسے ابو المنذر کیا جانتے ہو تمہارے پاس کتاب اللہ کی کوئی شاندار آیت ہے میں نے عرض کیا اللہ لا الہ الا ہو الحی القیوم کہ تو حضور نے میرے سینہ پر ہاتھ مارا اور فرمایا کہ میں علم مبارک ہو کہ اسے ابو المنذر۔۔۔

پیش کیے لائے جائیں گے رب تعالیٰ فرماتا ہے جو نختہ المتقین الی الدھن وفدا وسوق المجرمین الی جہنم وردا لہ یعنی یہ سورتیں بعض بڑے شخصوں کیلئے سفید باد کی طرح اور ان سے کم درجہ والوں کیلئے سیاہ شامیانہ کی طرح اوپر سہکے ہوئی ہیں سے یہ لوگ گرمی خنجر سے محفوظ رہیں گے یہ بادل دشمنانے ان لوگوں کے ساتھ جیسے ہونگے تمام خنجر تو اسے انہیں دیکھنے ہی پہچان لیں گے کہ یہ حضرات قرآن پاک کی تلاوت کر رہے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہوئے ہیں اب جو کہہ کہ قیامت میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو موسیٰ و کافری بھی پہچان نہ ہوگی وہ جھوٹے سے عربی میں شرقی لکری کے کان کی پھٹیں کو کہتے ہیں، یہاں اس سے ان دونوں سورتوں کے درمیان فاصلہ مرا ہے یہ فاصلہ بسم اللہ شریف کا ہو گا یہاں بھی بسم اللہ ہی دو سورتوں میں فاصلہ فرق کرتی ہے بعض نے فرمایا کہ شرقی کعبے نور و چمک ہے یعنی ان دونوں سورتوں کے درمیان روشنی ہوگی مقصد یہ ہے کہ سورتیں خود گہرے بادل کی طرح ہونگی مگر ان سے اندھیرا نہ ہوگا بلکہ خورشید کی جگہ لگائے گئے نیچے ہی محسوس ہوگی یہ چمک سورج وغیرہ کی نہ ہوگی، نور الہی کی ہوگی رب تعالیٰ فرماتا ہے واشتقت الارض بنور ربہا اسے یعنی اللہ تعالیٰ سے جگہ جگہ کر لیتے تھیں عالمین و عالمین کو بخشو ایل کی، پسے عرض کیا ہوا چمکے کہ یہ جگہ مقابلہ ہوگا بلکہ نازد انداز کا ہوگا رب تعالیٰ ہم کو بھی ان سورتوں کی شفاعت نصیب کرے آمین کہ حضرت ابی ابن کعب اور آپ کے تین چچا زاد بھائی اس زمانہ میں پورے قرآن کریم کے حافظ تھے سوال یہ ہے کہ اسے ابی ابن کعب بتا دے جو قرآن کریم تم نے سارا حفظ کیا ہے اس میں بہت شاندار آیت کوئی ہے، مرقاۃ اس زمانہ میں قرآن کریم کی تلاوت اور اس کا حفظ بقدر ترقول ہوا تھا وہ اعظم سے مراد اخروی ثواب اور دنیاوی فوائد میں زیادہ ہے، یہ زیادتی امانی ہے، لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ کسی حدیث میں کسی آیت کو اعظم فرمایا اور دوسری حدیث میں دوسری آیت کو لکھ پہلی بار نہ بتانے اور پھر بتا دینے کی شارحین نے بہت وجوہ بیان کی ہیں فقیر کی نظر میں قوی وجہ یہ ہے کہ ان دو سوالوں کے درمیان کے وقفہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے دل میں جواب بطور فیضانِ انوار فرمادیا پھر پوچھا تو آپ نے وہی انوار کیا ہوا جواب عرض کر دیا حضرات صوفیاء کبھی فکر سے کبھی سیمین پر ہاتھ رکھ کر کبھی مرید کو سامنے بٹھا کر کبھی کوئی بات پوچھ کر نصیحت دیتے ہیں، ان طریقہ نبوی اصل یہ حدیث ہے (از لمعات فاشعہ) حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی ابن کعب کو نظر بھی کر دیکھا جس سے انکے سینہ میں علوم کے دریابہ گئے کہ یہ فرمان ہمارے

مَسَامٍ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ وَكَلَّنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحِفْظِ زَكَاةِ رَمَضَانَ فَاتَانِي
أَيُّ فَجَعَلَ يَحْتَوَانِ الطَّعَامَ فَاخْذَتْهُ وَقُلْتُ لَا رَفْعَ لَكَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَسَلَّمَ قَالَ إِنِّي مُتَحَاجٌّ وَعَلَى حَيَالٍ وَلِي حَاجَةٌ شَدِيدَةٌ قَالَ فَخَلَيْتُ عَنْهُ فَأَصْبَحْتُ فَقَالَ لَبَّيْ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ مَا فَعَلَ أَسِيرُكَ الْمُبَارِحَةُ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ شَكَاجَاةٌ

مسلم روایت ہے حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کی حفاظت پر مقرر فرمایا تھا تو ایک شخص آئے سے لپ بھرنے لگا کہ
میں نے کچھ لیا اور کہا کہ میں تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے چلوں گا تاکہ وہ بولا میں تجھے ہوں میرے بال بچے ہیں اور مجھے سخت حاجت ہے کہ نہ ملے ہیں
میں اسے چھوڑ دیا جسے صبح ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابو ہریرہؓ آج رات تمہارے نیدی کا کیا تا کہ میں تم کو صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت حاجت

عرض کئے ہوئے مطلب کی تائید ہے یعنی اسے اتنی تمہیں یہ علم لینی مبارک ہوا کہ بغیر کننا میں پڑھے داتا کی دین اور راہبر کا مل کی ایک نگاہ و کرم سے تمہیں سب کچھ
مل گیا ہے یعنی صحابہ کرام جو اپنے فطرے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر کر جاتے تھے تاکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم خود فقرائے میں تقسیم فرما دیں
تاکہ آپ کے ہاتھ کی برکت سے رب تعالیٰ قبول فرمائے اس جمع شدہ فطروں کی حفاظت اس دفعہ حضرت ابو ہریرہؓ کے سپرد ہوئی تھی یعنی فطرے کا گندم چرانے
اور لے جانے لگا میں نے اسے یہ حرکت کرتے دیکھ لیا خیال رہے کہ ابلیس اور اس کی ذریت دارالغذا میں بھل اٹھائیاں سب کچھ کھاتے ہیں، ساتھ ہی
کو کھ دھیر بھی کھاتے ہیں، احادیث شریف میں ہے کہ جو شخص بغیر بسم اللہ پڑھے کھائے تو شیطان کھانے میں شریک ہو جاتا ہے، لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں
کہ ابلیس کو کھانے کی کیا حاجت اس سے معلوم ہوا کہ شیطان چوری کرتا ہے، اس لئے آیت المکرسی وغیرہ مال پر دم کر دی جائے تاکہ حسن و انس کی چوری
سے محفوظ رہے۔ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ اولیاء اللہ خصوصاً صحابہ کرام شیطان کو دیکھ سکتے ہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض
کی برکت سے ان کی آنکھوں سے غیبی حجاب اٹھ جاتے ہیں، ان حضرات نے تو بار بار فرشتوں کو دیکھا جن کی کیا حقیقت ہے، دوسرے یہ کہ شیطان ان
کی گرفت سے چھوٹ نہیں سکتا، وہ لوگ نورانی ہیں، نور کی طاقت نارسے زیادہ ہے جن کا ہاتھ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہوا اس کی گرفت
سے کون چھوٹے تیسرے یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے شیطان گھبراتا ہے، اولیاء حاضر کی ہی امت نہیں کرتا خیال رہے کہ قرآن کریم شیطان کے منطوق فرمایا
انہ یذکرم ہود قبیلہ من حیث لا تدرونہم کہ وہ اور اس کی ذریت تو تم کو دیکھتے ہیں مگر تم ان کو نہیں دیکھتے، آیت کا فشاں یہ ہے کہ تم ان جنات کو انکی اصلی
شکل میں نہیں دیکھ سکتے، لیکن جب وہ شکل انسانی میں ہوں، تو انہیں دیکھا جاسکتا ہے لہذا یہ حدیث قرآن کے خلاف نہیں، مرقات، یا آیت میں عام انسانوں
کا ذکر ہے اور یہاں اللہ کے خاص بندوں کا تذکرہ ہے ادا کے قرض وغیرہ معلوم ہوا کہ شیطان جھوٹے بولتا، وہ نہ محتاج ہے، نہ اس کے بال بچوں کو فاقہ
ہے، دھنیے، کامیں اس کی نگاہ میں ہیں سفلی عمل کرنے والوں کو وہ دوزخ مال پہنچاتا ہے جسے ناجائز دست غیب کہا جاتا ہے جائز دست غیب رب تعالیٰ
کی رحمت ہے، ناجائز دست غیب حرام ہے یا اس لئے چھوڑ دیا کہ ابھی اس نے چوری نہیں تھی ارادہ ہی کیا تھا یا چوری تو کر لی تھی مگر چوری حاکم کے پاس
پہنچنے سے پہلے ہی العید رہتی ہے اور دلوں پہنچ کر حق اللہ بن جاتی ہے پہلی صورت میں مندر اس سے مال چھین کر اسے چھوڑ سکتا ہے، دوسری صورت میں مندر بیان
نہیں کر سکتا، ہاتھ ہی کیس لے یا اس لئے کہ اگر زکوٰۃ و خیرات سے فقیر چوری کرے تو ہاتھ دیکھیں گے کیونکہ اس مال میں اس کا بھی حق ہے، جیسے بیوی بچہ خاندان کے

اس لئے یعنی رُج شب کو میں خوب چوکتا رہا سو یا نہیں، عاقل نہ رہا، اسے پڑنا بھی تھا اور اس کا تماشہ بھی دیکھنا تھا لہذا حضرت ابو ہریرہؓ نے اس کا یہ قول کہ
اب نہ آؤں گا اس کی توبہ کیا اس نے چھوڑ دیا، اسے سچا نہ سمجھا، کیونکہ اس کا جھوٹا ہونا تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے معلوم ہو چکا تھا یہ رحمت
اس کی توبہ پر ہے، مگر اسے غریب سمجھ کر اس بار بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ہریرہؓ پر عتاب نہ فرمایا لہذا حدیث بالکل واضح ہے کوئی اعتراض نہیں یا اپنے
خیال فرمایا کہ یہ جھوٹ سے توبہ کر چکا ہے اور اب سچ بول رہا ہے یہی جھوٹا تھا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے گذشتہ جھوٹ کی خبر دی تھی اور اب سچ بول رہا ہے شک
اس رحم کی وجہ بھی عرض کر دی گئی اس چھوڑ دینے میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پاک کی مخالفت نہیں ہے کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ سَيَعُودُ قَرَصَدَّتْ فَجَاءَ يَخْتُمُ مِنَ الطَّعَامِ فَآخَذَتْهُ فَقُلْتُ
لَا رَفْعَتِكَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهَذَا أَخَذْتُكَ مَدَاتٍ إِنَّكَ تَذَعُمُ لَا تَعُودُ ثُمَّ
قَعُودُ قَالَ دَغْنِي أُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ يَتَفَعَّلُ اللَّهُ بِهَا إِذَا أُوتِيَ إِلَى فِدَا شِكَ فَايْتِ أَيْةَ الْكُدْسِيِّ لِلَّهِ
لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ حَتَّى تُخْتَمَ الْآيَةُ فَإِنَّكَ لَنْ يَذَالَ عَلَيْكَ مِنَ اللَّهِ حِفْظٌ وَلَا يَقْدِرَكَ
شَيْطَانٌ حَتَّى تَصْبِيَهَ فَخَلَيْتُ سَبِيلَهُ فَاصْبَحْتُ فَقَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا فَعَلَ

میرے حکم کے ذریعے سے وہ پھر ایک یقین ہو گیا کہ وہ ضرور آئے گا میں گھات میں مدد دے رہا تھا میں نے اسے پکڑ لیا تو کہا کہ اب تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
خدمت میں کھڑے ہو چلوں گا یہ آخری قسری بار ہے کہ تو کہہ سکتا ہے کہ نہ آئے گا پھر آجائے گا وہ پورا تجھے چھوڑ دے گی میں آپ کو چھوڑا یہی حکم تھا کہ اللہ تعالیٰ کی برکت سے آپ کو
نفع دے گا جب آپ بستر میں جائیں گے تو آئینہ الکرسی اللہ لا الہ الا اللہ لا الہ الا اللہ الکرسی آخری آیت تک پڑھیں تو آپ پر اللہ کی طرف سے حافظہ رہے گا لکھ اور صبح تک
شیطان آپ کے قریب نہ آسکے گا یہی اسے چھوڑ دیا ہے جب صبح ہوئی تو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا کیا بنا۔۔۔

اسکے چھوڑ دینے سے منع نہ کیا تھا خیال ہے کہ شیطان صرف ایک دفعہ ہی دوسری بار میں ہی کہا تھا کہ میں اب نہ آؤں گا حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ تو کہہ جا کہ میں دعاؤں کا
اس نے اشارہ میں نے فرمایا کہ یہاں تدریج مضامین ہے کہ جسے مانگی ہے یعنی تو کہہ گیا تھا اب نہ آؤں گا اور پھر آگیا یا علی وحقی دونوں طرح کہہ جاتا چھوڑ دے یعنی تو سہی بار میں حکم اور دوسری
بار میں حقیقت کہہ گیا تھا کہ اب نہ آؤں گا لہذا یہ حدیث واضح ہے کہ میں نے آپ پر ایک عمل مجرب بتا کر احسان کرتا ہوں آپ اسے عرض مجھ پر یہ احسان کر دیں کہ تجھے چھوڑ دیں کیونکہ احسان
کا بدلہ احسان ہوتا ہے ابلیس کی اس خوشامد سے معلوم ہوا کہ وہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش ہوتے ہوئے بہت گھبراتا ہے در نہ وہ حاضر ہو جانے پر راضی ہو جاتا اب جبکہ
دل میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نہ ہو وہ شیطان سے بدتر ہے شیطان یا تو خدا کے ڈر کہے کہ کہتا ہے اِنِّیْ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعَالَمِیْنَ یا جناب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
صلی مسلمان کے دل میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت چاہیے اور اگر اقبال یوں دعا کرتے ہیں بد شاعر۔

مکن رسوا بروئے خواجہ مارا حساب من ز چشم ادنہاں گیر

یعنی سونے کے لئے لیٹیں بستر پر یا فرش خاک پر یا تخت پر بستر کا ذکر عرف کی بنا پر ہے اور سونا خواہ وہ دن میں ہو یا رات میں ہے یعنی خود رب تعالیٰ
یا اس کا مقرر کردہ قرشتہ آپ کے جان و مال کی حفاظت کرے گا کہ گھر تو گھر جانے آگ لگ جانے وغیرہ سے محفوظ رہے گا اور مال چوری وغیرہ سے امان میں رہے
گا جیسا کہ دوسری احادیث میں وارد ہے یا علی بہت ہی مجرب ہے کہ یعنی دینی یا دنیاوی نقصان پہنچانے کے لئے شیطان ابلیس آپ کے قریب نہ آسکے گا،
مطلقاً قریب آنے کی نفی نہیں لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں دیا کہ بار بار دیکھا گیا ہے کہ ہم آئینہ الکرسی پڑھ کر سوتے ہیں پھر بھی نقصان پہنچتا ہے اور احکام
شیطان سے ہوتا ہے ہاں آئینہ الکرسی کی برکت سے شیطان نماز نقصان نہ کر سکے گا کہ یہ دینی نقصان ہے یوں ہی اس کی برکت سے اولاً تو گھر میں چور سناپ وغیرہ آئیں گے
نہیں اگر اتفاقاً آگ لگے تو شیطان اسے اس موقع پر غافل نہ کر سکے گا کہ اس میں دنیاوی نقصان ہے، انشاء اللہ آٹھ کھل جائے گی اور یہ شخص ان کے شر سے
محفوظ رہے گا لکھ اس بار رحم کھا کر نہ چھوڑا بلکہ اس کے احسان کے عوض اور اس چھوڑ دینے میں بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نہ تھی

اَسِيْرُكَ قُلْتُ زَعَمَ اَنَّهُ يَعْلَمُنِي كَلِمَاتٍ يَنْفَعُنِي اللهُ بِهَا قَالَا اِنَّهُ صَدَقَكَ وَهُوَ كَذُوْبٌ وَ
تَعْلَمُ مَنْ تَخَاطَبُ مِنْذُ قُلْتَ لِيَا لَقَالَ ذَاكَ شَيْطَانٌ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنْ اَبِي عُبَيْسٍ
قَالَ بَيْنَا جَبْرِ مَيْلٌ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَاعِدٌ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ نَقِيضًا مِنْ

تمہارے قیدی کا میں نے عرض کیا اس نے کہا کہ مجھے ایسے کلمات سکھائے گا جن سے اللہ مجھے نفع دے گا حضور نے فرمایا وہ ہے جو جھوٹا مگر تم سے سچ بول گیا ہے کیا
ہاتھ ہو کہ تم تین دن کے لئے گفتگو کر رہے ہو میں نے کہا نہیں فرمایا یہ شیطان ہے ملہ بخاری، روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں جب حضرت
جبریل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے تو آپ اور آپ کے آواز کی سہ

کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع نہ کیا تھا اسے اس فرمان عالی سے چند مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ شیطان قرآن شریف سے بھی واقف ہے
اور آیات قرآنہ کے احکام و اسرار و اشارات سے بھی خبردار ہے، امام فخر الدین رازی نے فرمایا کہ شیطان ہر دین کے اچھے برے اعمال سے تفصیل دار واقف
ہے، اور ہر شخص کی نیت دار اور ہر طرح سے اس کے بغیر وہ خلق کو بہکا نہیں سکتا، جب اس بہکانے والے کے علم کا یہ حال ہے تو خلق کے مادی صلی اللہ علیہ وسلم
کے علم کا کیا پوچھا، و اکی طاقت بیماری سے زیادہ چاہیے قرآن کریم فرماتا ہے اَنْذِرْهُمْ كُوْهُدٍ وَ قَبِيْلَةٍ مِنْ حَيْثُ لَا تَحْتَسِبُ شَيْطَانُ اَدْرَسَ كِي ذَرْمَتِ
تَمَّ سَبَّ كُوْهُدٍ كَيْفَتِهِمْ اِنْ مَكْرَمٌ اَنْهِيْ اَنْهِيْ دِيْكَيْتِيْ يَنْهِيْ دِيْكَيْتِيْ دِيْكَيْتِيْ دِيْكَيْتِيْ دِيْكَيْتِيْ دِيْكَيْتِيْ دِيْكَيْتِيْ دِيْكَيْتِيْ دِيْكَيْتِيْ دِيْكَيْتِيْ دِيْكَيْتِيْ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، دوسرے یہ کہ شیطان کافر بھی کبھی سچ بول دیتا ہے، تیسرے یہ کہ مومن کو چاہیے جہاں سے اُسے علم ملے، ہاں بے دین کو استاد دین کا نہ
بنائے، یہاں حضرت ابو ہریرہ نے شیطان کو استاد نہ بنایا، جیسے قاتل کو کوڑے نے طریقہ دین سکھایا، مگر کو ان کا استاد نہ تھا خیال رہے کہ کافر دے دین
کی اچھی بات پر جلد احمک نہ کرے ممکن ہے وہ شہد میں زہر دے رہا ہو، یہاں جناب ابو ہریرہ نے شیطان کی جب مافی، جبکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم
نے اس کی تائید و تصدیق فرمادی، چوتھے یہ کہ آیتہ الکرسی دفع شیطان کے لئے اکبر ہے خود شیطان اس کی خبر دے گیا کہ میرے بھانجے کا ذریعہ آیتہ الکرسی ہے
بھانجے والے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کی تائید فرمادی، اور بھانجے والے مردود نے بھی اس کی خبر دے دی، پانچویں یہ کہ کافر کی سچی بات کی مسلمان
تصدیق و تائید کر سکتا ہے، یعنی اہلس تھا جو اس مال میں برکت مٹانے آیا تھا، درنہ اسے چوری کرنے کی کیا مزدورت تھی، یہ حدیث تفسیر حیات کی اصل
ہے، بعض عامل حضرات جنات کو اپنے عمل سے قید کر دیتے ہیں، بالکل سچی ہے دلیل یہ حدیث سے، فقیر کی اس مذکور شرح سے حسب ذیل اعتراضات
اٹھ گئے، اول یہ کہ حضرت ابو ہریرہ کو شیطان نظر کیسے آگیا، قرآن پاک فرماتا ہے کہ تم اسے نہیں دیکھ سکتے، دوسرے یہ کہ حضرت ابو ہریرہ کی گرفت میں شیطان
کیونکہ آگیا، ہوا یا آگ کے شعلہ کی طرح ہے جسے پکڑا نہیں جاسکتا تیسرے یہ کہ شیطان کو جوہری کی کیا مزدورت ہے چوتھے یہ کہ حضرت ابو ہریرہ کو اسے پکڑ کر
چھوڑ دینے کا کیا حق تھا، پانچویں یہ کہ جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا تھا کہ وہ جھوٹا ہے، اور پھر آگیا، تو جناب ابو ہریرہ نے اس کی بات کا اعتبار
کیوں کیا، چھٹے یہ کہ شیطان کو کیا خبر کہ قرآن کریم کی کس آیت میں کیا تاثر ہے ساتویں یہ کہ اس سے لازم آیا کہ شیطان حضرت ابو ہریرہ کا استاد ہو، ثلث
سبع کا نا اعلیٰ حضرت جبریل علیہ السلام ہیں یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بعض شارحین نے فرمایا کہ حضرت جبریل علیہ السلام میں کیونکہ اعلیٰ ضمیر میں ہے، انہیں کی
طرف راجع ہیں نقیض نقض سے بنا یعنی ٹوٹنا، چونکہ ٹوٹا ہی وغیرہ کے ٹوٹنے کے وقت سخت آواز پیدا ہوتی ہے، اس لئے اب پر سخت آواز کو نقیض کہہ دیتے ہیں

۱۷
۱۸
۱۹
۲۰
۲۱
۲۲
۲۳
۲۴
۲۵
۲۶
۲۷
۲۸
۲۹
۳۰
۳۱
۳۲
۳۳
۳۴
۳۵
۳۶
۳۷
۳۸
۳۹
۴۰
۴۱
۴۲
۴۳
۴۴
۴۵
۴۶
۴۷
۴۸
۴۹
۵۰
۵۱
۵۲
۵۳
۵۴
۵۵
۵۶
۵۷
۵۸
۵۹
۶۰
۶۱
۶۲
۶۳
۶۴
۶۵
۶۶
۶۷
۶۸
۶۹
۷۰
۷۱
۷۲
۷۳
۷۴
۷۵
۷۶
۷۷
۷۸
۷۹
۸۰
۸۱
۸۲
۸۳
۸۴
۸۵
۸۶
۸۷
۸۸
۸۹
۹۰
۹۱
۹۲
۹۳
۹۴
۹۵
۹۶
۹۷
۹۸
۹۹
۱۰۰

مَنْ حَفِظَ عَشْرَ آيَاتٍ مِنْ أَوَّلِ سُورَةِ الْكَافِرِ عَصِمَ مِنَ الدَّجَالِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْهُ قَالَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيْجُزُ أَحَدِكُمْ أَنْ يَقْرَأَ فِي لَيْلَةٍ ثَلَاثَ الْقُرْآنِ قَالُوا وَكَيْفَ
يَقْرَأُ ثَلَاثَ الْقُرْآنِ قَالَ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ يَعْدِلُ ثَلَاثَ الْقُرْآنِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَرَوَاهُ الْبُخَارِيُّ
عَنْ أَبِي سَعِيدٍ وَعَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ رَجُلًا عَلَى سَرِيَّةٍ وَكَانَ
يَقْرَأُ لِأَصْحَابِهِ فِي صَلَاتِهِمْ فَيَخْتُمُ بِقُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ فَمَا رَجَعُوا ذَكَرُوا ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ

کہ جو شریعت سورہ کافر کی دس آیتوں پر پابندی کرے وہ دجال سے بچ جائیگا کہ مسلم روایت ہے اسی فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم اس راہ چلو
جو کہ ہر رات تین قرآن پڑھ لیا کرو گو کہ بڑے تھکائی قرآن پڑھا جا سکتا ہے مثلاً فرمایا قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ تین قرآن کے برابر ہے کہ مسلم بخاری میں حضرت
ابو سعید سے روایت ہے روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو لشکر کا سردار بنا کر بھیجا وہ اپنے ساتھیوں کی
امانت غارت کرنا تھا تو ہمیشہ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ پڑھتا تھا جب صحابہ لوٹے تو یہ ماجرا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ

لہ اس طرح کہ روزانہ ان کی تلاوت کر لیا کرے یا ہر جمعہ کو بعض لوگ ہر جمعہ کو سورہ کافر کی تلاوت کرتے ہیں ان کا مفسر یہ حدیث بھی ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ دجال سے مراد وہی
بڑا دجال ہے جو قرب قیامت نکلے گا اس کا قصہ آسمان سے ہو گا کہ ہر نبی نے اپنی امت کو اس سے ڈرایا یعنی اگر اس کی تلاوت کرنے والے کے زمانہ میں دجال ظاہر ہو تو انشاء اللہ
اس کے قتل سے محفوظ رہے گا اور ہو سکتا ہے کہ دجال سے مراد تمام فرقہ گروہ ہیں لوگ مراد ہوں جیسا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد میں دجال پیدا ہوں گے
جو نبوت کا دھولے کریں گے ان آیات کی برکت سے یہ شخص ہرے دین قتل کر کے مشرک بن جائے گا سورہ کہن میں بھی کہن کا ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں کافر بادشاہ کے شر سے محفوظ رکھا ان کی آیات
پڑھنے والے پر اللہ تعالیٰ فیضان ہوتا ہے بعض روایات میں تین آیات ارشاد مومن مگر دس میں تین بھی داخل ہیں لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں بلکہ یعنی روزانہ دس بار دس
کی تلاوت مشکل ہے ایک دو دن تو بہت کر کے پڑھا جا سکتا ہے کہ شارحین نے اس جملہ کے بہت معنی کئے ہیں بہترین معنی یہ ہیں کہ ایک بار قُلْ هُوَ
اللہ احد پڑھنے کا ثواب دس بارے تلاوت کرنے کے برابر ہے لہذا تین بار تلاوت کر لینے سے سارا قرآن شریف پڑھ لینے کا ثواب ہے ختم شریف وغیرہ
میں تمام سورتیں ایک ایک بار پڑھی جاتی ہیں مگر سورہ اخلاص تین بار اس عمل کی اصل یہی حدیث ہے خیال رہے کہ قرآن کریم میں تین قسم کے مضامین ہیں
اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات، قصے، احکام، اور سورہ اخلاص میں ذات و صفات الہی کا مکمل ذکر ہے اس لئے یہ سورہ قرآن کریم کے تہائی کا ثواب
رکھتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ حمد الہی کی آیات دیگر آیات سے افضل ہیں کہ نہ امت کا حق سلطان اسلام یا سردار قوم کو ہے جب کہ وہ علم شریعت
رکھتے ہوں، چونکہ یہ اس فرج کے کاغذ تھے اس لئے ان کے امام بھی رہے تھے یعنی ہر نمازی آخری رکعت میں اور جماعت کی دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے
بعد قُلْ هُوَ اللَّهُ احد پڑھا کرتے تھے قرآن ختم کرنے کے بعد یہی معنی ہیں، یہ مطلب نہیں کہ ہر رکعت میں اور سورہ پڑھ کر قُلْ هُوَ اللَّهُ احد پڑھتے تھے کہ یہ تو کمرہ
ہے عہد بات حکایت کہا گیا یا شاید کہ صحابہ کرام نمازیں کوئی سورہ مقرر نہ کرتے تھے، فرائض میں یہ کمرہ بھی ہے ہاں نوافل میں سورتوں کا تقرر جائز ہے
مثلاً کوئی شخص ہمیشہ تہجد میں قُلْ هُوَ اللَّهُ احد ہی پڑھا کرے اس سے معلوم ہوا کہ شاگرد کی شکایت استاد سے مرید کی شکایت میرے تھے کہ اپنے امام کی شکایت

سلطانِ اسلام سے کر سکتے ہیں، یہ غیبت نہیں بلکہ اصلاح ہے۔ اس شخص نماز کو مختصر کرنے کیلئے قتل ہوا لہذا حد پڑھتے تھے یا اس نے کہ اپنی دوسری سورتیں کم یا دہریں یا کسی اور وجہ سے معلوم ہو کہ فریقین کا یہاں سے کہ حاکم کو فیصلہ کرنا چاہیے نہ تو اسے اور بے فیصلہ کچھ اور فرستے صرف ایک فرقہ کے بیان پر دیا جاسکتا ہے دیکھو اور علیہ السلام نے بحریوں دے فرشتوں میں سے ایک کا بیان سن کر فتوے دے دیا تھا یہ حدیث تعلیم فیصلہ کے لئے ہے نہ لینے تھے اللہ تعالیٰ سے محبت ہے اور عاشق کو اپنے محبوب کا ذکر پیرا اور تپا ہے اور وہ اس کا ذکر اکثر کرتا ہے اس لئے میں بھی نماز میں اکثر یہ سورت پڑھا کرتا ہوں اور درجہ اور سورتیں بھی یاد میں رکھتا ہوں یا تو اس سورۃ سے محبت کرنے کی بنا پر یا اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے کی بنا پر اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم کی آیات ذات وصفات الہی سے محبت کرنا اور اللہ تعالیٰ کے محبوب بن جانے کا ذریعہ ہے ایسے ہی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت بلکہ ان کی اطاعت خدا کا محبوبیت کا ذریعہ ہے ارب تعالیٰ فرماتا ہے فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ يُحِبُّكَ اللَّهُ یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہم سب بندوں کے ایسے حالات سے خبردار ہیں جن کی خود ہمیں بھی خبر نہیں محبوب خدا یا مردود بارگاہ ہونا ایک ایسی چھٹی ہوئی حالت ہے جو کسی دلیل یا علامت سے معلوم نہیں ہو سکتی مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس پر بھی خبردار ہیں اس ایک جملہ میں اس کے تقویٰ پر استقامت ایمان پر خاتمہ و قبر و حشر میں نجات جنت میں داخلہ سب کی خبر دے دی گئی ظاہر ہے کہ ان اصحابی کو ہمیشہ نماز میں سورہ اخلاص پڑھنے کی اجازت دے دی گئی، یہ اجازت ان کی خصوصیات سے ہے اور مردوں کے لئے عجل مکروہ ہے، اسی لئے دوسرے صحابہ نے جو شجرہ سن کر خود بغیر شروع نہ کر دیا، لہذا یہ حدیث فقہی مسئلہ کے خلاف نہیں ہے اس عمر میں کرنے والے کا نام مکروہ یا کریم ہے، یہاں قول زیادہ قوی ہے، مرقات سے بجا اللہ کیسے مختصر اور جامع جواب ہے یعنی تو اس سورت سے محبت کی بنا پر، لہذا پیار میں جانا گیا، اور اللہ کے پیار سے کی جگہ جنت ہی تو ہے، بعض لوگ سورہ اَمَّ شُرُوحٍ وَالْحُجَّةِ اور سورہ فتح و احزاب سے بڑی محبت کرتے ہیں اس لئے کہ یہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت کی سورتیں ہیں ان کی یہ محبت بھی انشاء اللہ جنتی ہونے کا ذریعہ ہے لہذا یہ مصنف پر اعتراض ہے کہ اس نے سببی فصل میں ترمذی کی حدیث نقل کی حالانکہ بخاری میں اس کی مثل موجود تھی چنانچہ بخاری نے حضرت انس سے تعلیف ایک بڑا واقعہ روایت کیا کہ ایک انصاری مسجد قبا، غریب میں امام تھے وہ ہر رکعت میں الحمد پڑھ کر پہلے سورہ اخلاص پڑھتے پھر دوسری سورۃ اس پر مقتدیوں نے اعتراض کیا انہوں نے فرمایا کہ میں امامت چھوڑ دینا، مگر سورہ اخلاص پڑھنا نہیں چھوڑ دینا، چونکہ وہ افضل صحابہ میں سے تھے اس لئے لوگ ان کی امامت کو غیبت جانتے تھے، اب کیا رہی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد قبا کی زبردست

کے لئے تشریف لائے، تب یہ مقدمہ اور کاو عالی میں پیش کیا گیا، جس پر سرکار نے ان امام کا بیان لے کر یہ فیصلہ دیا، مرقاۃ، اس حدیث کو بڑا نادر و جہتی نے بھی روایت کیا، اُلْمُ تَلْکَیْنِ مَامَ سَلَاوْنَ سَے خطاب ہے، اور یہ فرمان اظہار تعجب یا ان سورتوں کی اہمیت دکھانے کے لئے ہے، یعنی تعوذ اور پکوا لینے کے متعلق جتنی اہمیت ہیں ان سب میں یہ سورتیں افضل ہیں، لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ نقل ہوا اللہ احد تو ان سورتوں سے بھی افضل ہے، لہذا اس سے دو سٹے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ بسم اللہ سورہ کا جز نہیں، کہ یہاں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بسم اللہ کا ذکر نہ فرمایا، نقل اخوذ سے سورۃ کی ابتداء بتائی، نیز پہلی جگہ اقربا ہم دیکھ بسم اللہ وہاں بھی نہیں ہے، اور دوسرے یہ کہ یہ دو دوں سورتیں قرآن ہیں، اسی پر امت کا اجماع ہے، لہذا جو انہیں قرآن نہ مانے وہ کافر ہے، اور جو کہا گیا ہے کہ حضرت ابن مسعود اور ابی اسحق نے انہیں قرآن نہ مانا غلط ہے، ان بزرگوں پر تہمت ہے، مرقاۃ، اگلے ہر رات کے فرمانے سے معلوم ہوا کہ یہ عمل دن کے قیولہ میں نہ کرتے تھے، ہر رات کو سوتے وقت کرتے تھے، البتہ سے مراد خواہاں ہے، لہذا اگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں جنگل میں بھی رات کو سوتے تو یہ عمل کر کے سوتے تھے، اور نفل دو تلوں کے معنی ہیں بھونکنا مگر نفل میں محض سانس نکالنا ہوتا ہے اور نفل میں سانس کے ساتھ کچھ نفاذ بھی شامل ہوتا ہے، یہاں فقہ اویان ایسی ہے جسے رب تعالیٰ کا فرمان و اذاعت القرآن فاستعذ باللہ، یا جسے اذا قمتم الی الصلوٰۃ فاحسبوا وجوہکم یعنی جب بستر پر لیٹے اور دم کرنا چاہیے تو یہ سورتیں پڑھتے، یہ مطلب نہیں کہ دم توہیے کر لیتے اور سورتیں بعد میں پڑھتے، لہذا ہمارا ترجمہ درست ہے، ان کے غفلت نہیں، بعض نسخوں میں درفش داد سے ہے، تب تو بالکل واضح ہے، لہذا تاکہ قرآن کی برکت کے ساتھ اپنے سانس اور ہاتھ شریف کی برکتیں بھی شامل ہو جائیں، اس سے بزرگوں کا دم درد یا مرض کی جگہ ہاتھ دکھ کر یا ہاتھ پھیر کر دم کرنا ثابت ہوا، ہم کو بھی اس پر عمل کرنا چاہیے، اس سے اُفقت بکھلتا ہے، لہذا یہ حدیث صحیح میں یہاں بھی مگر امام ابی المعراج میں بیان کر سگے، کیونکہ وہ اس باب سے زیادہ مناسب رکھتی ہے۔

دوسری فصل روایت ہے حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کو نبی کریم ﷺ سے مروی آپ نے فرمایا کہ قیامت کے دن تین چیزیں عرش کے نیچے ہوں گی ایک قرآن کریم جو بندوں کی طرف سے جملہ لوگوں کے قرائن کا ایک گاہر ہے ایک غلامی سہ دوسری امانت ہے تیسری رحم جو کفار کا ایک گاہر ہے جو اللہ اپنے سے ملا لگا اور جسے اللہ اپنے سے دور کرے گا۔
شرح سنن لا یحبہ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ ﷺ کہ قرآن کریم نے کہ قرآن داسے کہ بھانجے گا کہ کفار جو چاہیں کہ اس کی تہوں کو جسے دنیا میں کو تہا

لے یعنی ان تین چیزوں کو بہت ہی عزت و قرب الہی عطا فرمایا جائے گا، اگر خاص عرشِ اعظم کے نیچے انہیں جگہ دی جائے گی جیسے وزیر کی نشست بادشاہ کے بہت قریب ہوتی ہے، اور ان کے طفیل ان کے مالوں کو بھی عزت و قرب نصیب ہوگا، ائمہ تھے ان کا اجر ضائع نہ کرے گا، بندوں سے ملا قرآن کریم کی تلاوت ادا اس پر عمل کرنے والے مسلمان ہیں، اور جھگڑنے سے مراد جھگڑا جھگڑا کر ان کی شفاعت کرنا ہے، یعنی قرآن شریف اپنے تلاوت کرنے والوں اور اپنے عاملین کی شفاعت رب تعالیٰ سے جھگڑا جھگڑا کر کرے گا، یہ جھگڑا مقابلہ کا نہیں بلکہ ناز کا ہوگا، اسے یعنی قرآن پاک کے بعض معنی ظاہر ہیں جو عام مسلمان سمجھ لیتے ہیں: بعض مخفی جو واجب التاویل ہیں، جن تک علماء کی رسائی ہے، یا تلاوت قرآن پاک کا ایک ظاہر ہے، یعنی الفاظ کا زبان سے پڑھنا اور ایک لطیف معنی اس میں غور و تدبیر کرنا یا شرعی احکام قرآن کا ظاہر ہے، اور طریقت کے اسرار اس کا باطن جیسے بدن انسان ہمارا ظاہر ہے، اور روح انسان ہمارا باطن ہے، مطلب یہ ہے، کہ قرآن کی شفاعت بقدر تعلق ہوگی، ظاہر قرآن دالوں کی شفاعت اور قسم کی کرے گا اور باطن قرآن سے تعلق رکھنے والوں کی عزت اور قسم کی کریگا، امانت سے مراد خلق و خالق کے حقوق ہیں جو ہمارے ذمہ واجب الادا ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّا عَدُّنَا الْاِثْمَانَةَ عَلٰی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ اَمَانَتٌ عَلٰیہُمْ یَا اَمَانَتُ سے مراد عشق الہی اور عشقِ رسل ہے کہ قرآن کو عشق سے بہت تعلق ہے شہ رحم سے مراد انسان کے آپس کے قربت داریاں ہیں چونکہ ان قربت داریوں کا تعلق عورت کے رحم سے ہے اس لئے ان قربتوں کو رحم دہرایا جاتا ہے چونکہ اہل قربت کے حقوق کو کرنا بہت ضروری ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے، وَاَنْتَ ذَا الْقُدْرَةِ الْحَفَہُ اِنَّمَا اس لئے یہ بھی وہاں ہوگا، خیال رہے کہ دنیا کے اعراض کی قیامت میں جو ہر جگہ ان اعمال کی شکل و صورت ہوگی، یہ بات بھی کرینگے، جیسے یہاں خواب میں اعراض اجسام نظر آتے ہیں لہٰذا یعنی دنیا میں جس نے اپنے اہل قربت کے حقوق ادا کئے تھے آج اسے قرب الہی اور رحمت الہی نصیب ہوں گے، اور جس نے دنیا میں اپنے اہل قربت کے حقوق ادا نہ کئے ان سے تعلق نہ رکھا، آج وہ خدا کی رحمت سے محروم ہے، اگر ہم کا یہ کار بار رب تعالیٰ کے حکم سے ہوگا جیسے حکماء کے چڑیا کی کھیری کے دروازے پر اعلانات کرتے ہیں خیال رہے کہ منبر پر تین قسم کے حق ہیں، اللہ تعالیٰ کے، عام انسانوں کے اور خاص قربت دالوں کے قرآن پاک کا تعلق حقوق اللہ سے ہے، امانت کا تعلق عام لوگوں سے اور رحم کا تعلق اپنے عزیزوں و قربت داروں سے اس لئے یہ تین ہی عرشِ اعظم کے نیچے ہوں گے کامیاب بندہ وہ ہے جو ان سب حقوق کو ادا کر کے جائے کہ قرآن داسے سے مراد وہ مسلمان ہے جو ہمیشہ تلاوت کرتا ہو، اور اس پر عامل ہو، وہ شخص نہیں جو قرآن پڑھتا ہو، اور قرآن اس پر لعنت کرنا ہو کہ یہ تلاوت تو عذاب الہی کا باعث ہے بعض اربہ اور

سکے قرآن سے مراد حفظ قرآن یا تلاوت قرآن یا تفکر و تدبیر فی القرآن ہے جیسے جو حافظ یا قاری قرآن یا نحوید یا مکر نے میں یا عالم دین قرآن کریم سے مسائل مستنبط کرنے

عَلَى سَائِدِ الْكَلَامِ كَفَضِلَ اللَّهِ عَلَى خَلْقِهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ الدَّارِمِيُّ وَابْنُ أَبِي شَيْبَةَ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ
وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا أَحَدُ اثْنَيْ حَسَنٍ غَرِيبٌ وَعَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أَحَدُ فَا مِنْ كِتَابِ اللَّهِ فَلَهُ بِهِ حَسَنَةٌ وَالحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا لَا أَقُولُ إِلَّا الْحَرْفَ
الْفَ حَذَفٌ وَلَا مَ حَذَفٌ وَمِثُّ حَذَفٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَقَالَ لَتُرْمِذِيُّ هَذَا أَحَدُ اثْنَيْ

تمام کلاموں پر بھیجے اللہ تعالیٰ کی عظمت اپنی خلق پر لکھ کر لکھی حوالی بہت شعبہ ایمان سے اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن غریب ہے، روایت ہے حضرت ابن مسعود
سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کتاب اللہ ذکر کرے گا ایک حرف پر سے ستر سو ایک نیکی اور نیکی کا دس گنا کہ میں نہیں کہتا کہ اگر ایک حرف ہے جس
بلکہ ایک حرف ہے تمام ایک حرف اللہ میں ایک حرف ترمذی اور ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث

میں اتنا مشغول رہے کہ اسے دیگر وظیفے و دعاؤں کا وقت ہی نہ ملے، اسی طرح جو معلم تعلیم علوم، قرآن کی مشغولیت کی وجہ سے درود وظیفے دعا میں نہ کر سکے یہاں
دعاؤں وظیفوں سے مراد وہ دعا ہیں وظیفے ہیں جو قرآن مجید کے علاوہ ہیں، درود قرآن شریف میں خود ہی دعا عاقلین وظیفے ہیں کہ اعلیٰ مکمل کے صیغہ ہے اسی
لئے سائیں منصوب آیا، خیال رہے کہ رب تعالیٰ سے دعائیں ماننا صاف بھیک مانگنا ہے مگر کثرت قرآن یا تعلیم قرآن بالواسطہ بھیک
ہے جیسے ہمارے دروازہ پر بھکاری کھڑے ہو کر ہماری تعریفیں کرتے ہیں کہ آپ بڑے سخی و دانا ہیں یوں ہی درود شریف درپردہ دعا ہے بھکاری غنی کے مال
بچوں کو دعائیں دے کر درپردہ بھیک مانگتے ہیں بچے جیتے رہیں جان مال کی خیر ہو، ہم بھی رب تعالیٰ کے محبوب کو دعائیں دیدے کہ اس سے بھیک مانگتے
ہیں اسی لئے درود شریف کے متعلق بھی مشکوٰۃ شریف میں گزر چکا کہ جو شخص درود شریف میں مشغولیت کی وجہ سے دعا نہ مانگ سکے اس کے تمام ضروریات
خود ہی پورے ہونگے، دکھ، درد، رنج، غم خود بخود ہی دفع ہوتے رہیں گے :

لے ظاہر یہ ہے کہ یہ جملہ بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی فرمانِ عالی ہے یعنی کلام کی شانِ مکمل کی شان کے بقدر ہوتی ہے، ایک بات فقیر تو کہے اس
پر کوئی دھیان بھی نہیں دیتا وہی بات بادشاہ کہے تو دنیا میں دھوم مچ جاتی ہے چونکہ کلام اللہ رب تعالیٰ کا کلام ہے، اس لئے تمام مخلوق کے کلام سے
یقیناً افضل ہے، اسی طرح حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بعد خدا تمام خلق سے افضل ہیں، تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث تمام خلق کے کلاموں سے
بعد قرآن افضل ہونگی لہذا اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں سوائے عطیہ بنی کے کہ ان میں کچھ ضعف ہے، مگر فقہاء کی اعمال میں ضعیف حدیث بھی معتبر ہے
خصوصاً جبکہ دوسری روایتوں یا قرآنی آیتوں سے اسے قوت پہنچ جائے اس حدیث کو دوسری استادوں سے قوت حاصل ہے اس لئے اسے ترمذی نے حسن فرمایا
لے ظاہر یہ ہے کہ یہاں حرف سے مراد وہ حرف ہے جو حجابِ اُمید اُڑھا جائے لہذا الحرفین حرف ہیں اور حرف ایک حرف، مرقا، مگر قوی تر یہ ہے کہ حرف سے مراد
مطلقاً حرف ہے علیحدگی کے قابل ہوں یا نہ ہوں کیونکہ حدیث پاک میں کوئی قید نہیں، لہذا قرآن کریم میں لفظ اللہ بڑے صفے سے چالیس نیکیاں ملیں گی خیال،
رہے کہ قرآن پاک میں غیبت چیزوں کے نام بھی ہیں : جیسے ابی ہب، ابلیس، شیطان، غمزہ و غیرہ مگر ان ناموں کی تلاوت پر بھی ثواب اسی جتنا ہے جو کہ
یہ حرف یا ان کے ترجمے پر نہیں، بلکہ ان کے مصداق غیبت ہیں یہ تحقیق خیال میں رکھی جائے کہ اس فرمان میں اس آیت کریمہ کی طرف اشارہ کہ منجاد
بالحسنۃ فله عشر امثالہا یہ تو ادنیٰ ثواب ہے، آگے رب تعالیٰ کا فضل ہماری شمار سے باہر ہے واللہ یشاء مرقا میں فرمایا کہ یہ

۱۔ اسناد کا تعلق صرف غریب سے ہے یعنی یہ حدیث اسناد میں غریب ہے نہ کہ متن میں اس کا متن تو صحیح ہے، مرقات، مکملہ احادیث سے مراد دنیاوی باتیں ہیں جو مکہ میں حرام ہیں اگرچہ جائز باتیں ہی ہوں وہاں غیبت و جھوٹ وغیرہ حرام گفتگو تو اور سخت حرام ہے، احادیث سے مراد احادیث بنو ربیع جیسا کہ بعض محققین نے مسجد میں حدیث شریف دفعہ وغیرہ دینی علوم کا درس بہترین عبادت ہے، اصحاب صفہ مسجد نبوی میں رہتے تھے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے سارے دینی علوم سیکھتے تھے، یہ عمارت تابعی ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خدام خاص میں سے ہیں مکہ اگرچہ اس وقت اور صحابہ بھی موجود تھے، مگر آپ خصوصیت سے حضرت علی کے پاس گئے کہ حضرت علی دروازہ شہر نبوت ہیں انامہینہ العلم وعلیٰ بابہا یہ حدیث اگرچہ اسناد مقررہ سے ضعیف ہے مگر متن حدیث صحیح ہے، مرقات مکہ ظاہر یہ ہے کہ یہاں فتنوں سے مراد وہ لڑائیاں اور جھگڑے ہیں جو صحابہ میں رونما ہوئے اور مسجدوں میں دنیاوی باتیں کرنا ان فتنوں کے ظہور کی علامت ہے یعنی اب وہ قحطہ قریب آگئے کیونکہ مسجد میں دنیاوی باتیں ہونے لگیں، بعض نے اس سے مراد آگ کا بلید حال کا نکلنا مراد لیا مگر یہی معنی زیادہ موزوں ہیں خیال رہے کہ فتنہ عالم مصیبت یا آزمائش کو کہتے ہیں لہذا ایسا کون سا کام کیا جائے جس سے ان فتنوں سے سلمان بچا رہے لہذا قرآن کریم پر عمل یا اس کی تلاوت میں مشغولیت، معلوم ہوا کہ بعض نیکیوں کی برکت سے انسان دنیاوی آفات سے محفوظ رہتا ہے، اور دشریع کی کثرت موت و زندگی کے فتنوں سے محفوظ رکھتی ہے بفضلہ تعالیٰ لہذا یعنی قرآن شریف ایسی جامع کتاب ہے کہ اس میں گذشتہ امتوں و واقعات اسنادہ تا قیامت بلکہ جنت و جہنم کے حالات بھی ہیں اور عبادات و معاملات و سیاسیات بھی ہیں؛

لَيْسَ بِالْهَزْلِ مَنْ تَدَكَّرَ مِنْ أَجْبَارِ قَضَاءِ اللَّهِ وَمَنِ ابْتَغَى الْهَدَىٰ فِي غَيْرِهِ أَضَلَّهُ اللَّهُ وَهُوَ
حَبْلُ اللَّهِ الْمَتِينُ وَهُوَ الذِّكْرُ الْحَكِيمُ وَهُوَ الصِّرَاطُ الْمُسْتَقِيمُ هُوَ الَّذِي لَا تُذْبَعُ بِهِ الْأَهْوَاءُ وَلَا
تَلْتَسِسُ بِهِ الْأَلْسِنَةُ وَلَا يَشْبَعُ مِنْهُ الْعُلَمَاءُ وَلَا يَخْلُقُ عَنْ كَثَرَةِ الدِّدْوَلِ لَا يَنْقُضُ عَجَائِبَهُ

وہ غیر درست نہیں ہے جو ظالم اسے چھوڑ دیکھا اللہ اس کے ٹکڑے اڑا دیکھا اللہ اور جو اس کے غیر میں ہدایت ڈھونڈ لیا اللہ اسے گمراہ کر دیکھا اللہ وہ اللہ کی مضبوط
رسی ہے اور وہ حکمت والا ذکر ہے تہ قرآن وہ ہے جسکی برکت سے خیالات بگڑتے نہیں تہ اور جس سے دوسری زبانیں شائبہ نہیں
ہوتیں تہ جس سے علماء سیر نہیں ہوتے تہ جو زیادہ دہرانے سے پرانا نہیں پڑتا تہ جس کے عجائبات ختم نہیں ہوتے تہ

یہ جملہ یا خبر ہے یا بدو عالیہ جو محض قرآن کے خلاف چلے خدا اس کے ٹکڑے اڑا دے گا یا جو اس کے علاوہ دوسری راہ اختیار کرے گا خدا تعالیٰ اسے برابر کر دیکھا
یعنی وہ کافر جو ایسا خیال رہے کہ قرآن خیرین کو ناحق جان کر سے چھوڑ دیا کفر ہے اور اسکو حق جان کر عمل نہ کرنا فسق و مجہوراً اس پر عمل نہ کر سکتا معذوری ہے جس پر کچھ نہیں
پہلی صورت مراد ہے لہذا حدیث بالکل واضح ہے کہ غیر قرآن سے مراد علوم عقیدہ یا کفار کی پیروی ہے حدیث دفعہ غیر قرآن نہیں کہ یہ دونوں قرآن کریم کی شرحیں ہیں جیسے من
و جو قرآن پاک کے لئے حدود ممان ہیں لہذا اس حدیث سے چھڑاؤی دلیل نہیں پکڑ سکتے تہ یہ تمام چیزیں قرآن کریم کے اوصاف بھی ہیں اور اس کے نام بھی قرآن پاک
میں خود یہ نام موجود ہیں کسی کے ذریعہ کچھوں کو جمع کیا جاتا ہے کسی کے ذریعہ کنوؤں سے گردی کو اور پرنکالا جاتا ہے قرآن کریم میں یہ ساری صفات موجود ہیں رب تعالیٰ نے فرمایا
وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا سَلَامٌ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا مِنْهُمْ إِذَا قَامُوا إِلَى اللَّهِ فَعَاضِلُوا سَلَامٌ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا مِنْهُمْ إِذَا قَامُوا إِلَى اللَّهِ فَعَاضِلُوا سَلَامٌ
صفات موجود ہیں کہ ای قرآن کی وجہ سے ال عرب کی دنیا میں شہرت و عزت ہو گئی اس میں ہر قسم کی جھجکتیں اور ہر قسم کے تذکرے ہیں یہ خدا تعالیٰ نے تک پہنچانے والا سیدھا راستہ
ہے جو اسے چھوڑ دے وہ رب تعالیٰ تک نہیں پہنچ سکتا کہ یعنی جو قرآن کریم سے صحیح طور پر استدلال کرے گا وہ اپنے خیالات کو بگڑنے سے محفوظ رکھے گا اگر
کوئی اس سے غلط استدلال ہی کرے اور گمراہ ہو جائے تو قرآن کریم کا قصور نہیں بلکہ اس کے استدلال کا قصور ہے اقرآن کریم کو حدیث و دفعہ کی روشنی میں سمجھو
لہذا یہ حدیث اس میں کے خلاف نہیں کہ یہ ہدای بہ کثیرا و یصل بہ کثیرا نیز اس حدیث سے موجودہ زمانہ کے چھڑاؤی دلیل نہیں پکڑ سکتے کہ وہ
قرآن کریم کو صحیح طور سے سمجھتے ہی نہیں بعض شیعہ اس جملے کے معنی یہ کہے ہیں کہ قرآن کریم کو گمراہ لوگ بدل نہیں سکتے یہ ای طرح محفوظ رہے گا کیوں نہ
ہو کہ رب تعالیٰ اس کا حفظ ہے فرماتا ہے اِنَّا خَلَقْنَا الْقُرْآنَ الَّذِي نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَالْخَالِدَ الْحَافِظُونَ اس صورت میں بدلہ کی بات قدر ہے شاید یہ کہ قرآن کریم بدلنے
کی بہت کوششیں کی گئیں مگر بدلنے والے مٹ گئے قرآن کریم نہ بدل سکا تہ یعنی قرآن مجید کی عبارت دوسرے کلاموں سے ایسی ممتاز ہے کہ دوسرا عربی کلام
خواہ کتنا ہی فصیح و بلیغ ہو اس سے غلط نہیں ہو سکتا مخلوق کا کلام خالق کے کلام سے مشتبہ نہیں ہو سکتا ایسا اس جملے کے معنی یہ ہیں کہ یہ کلام مسلمانوں کی زبان پر
گواہ نہیں پڑتا آسانی سے پڑھ لیا جاتا ہے بلکہ حفظ کر لیا جاتا ہے و لقد یسرنا القرآن للذکر و یعنی قرآن کریم کے اسرار و نکات
کبھی ختم نہیں ہوتے علماء جب بھی غور کرتے ہیں اس سے نئے مسائل و اسرار معلوم کرتے ہیں اقرآن کریم کی کتہ تک کوئی نہیں پہنچا یہ ان موتیوں کا وہ سمندر ہے
جس کے موتی کبھی ختم نہیں ہوتے یہ قرآن کریم کا کھلا معجزہ ہے کہ بغیر معنی سمجھے بھی اس کا پڑھنا اور سننا لذت دیتا ہے اور عمر بھر پڑھنا لطف دیتا ہے
اس سے دل آگاتا نہیں دوسرے کلام کتنے ہی اعلیٰ ہوں مگر چند بار پڑھ لینے کے بعد دل آگاتا ہے تہ یہ جملہ پہلے جملوں کی یا تو شرح ہے یا دلیل یعنی اس

هُوَ الَّذِي لَمْ تَنْتَهُ الْجَنُّ إِذْ سَمِعَتْهُ حَتَّىٰ قَالُوا إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا يَهْدِي إِلَى التُّشْدِ فَا مَنَّا بِهِ مَنْ قَالَ بِهِ صَدَقَ وَمَنْ عَمِلَ بِهِ أُجِدَّ وَمَنْ حَكَمَ بِهِ عَدَلَ وَمَنْ دَعَا إِلَيْهِ هَدَىٰ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا أَحَدُ ثَلَاثِ أَسْنَادَةٍ مُجْمُولَةٍ وَفِي الْحَارِثِ مَقَالٌ وَعَنْ مَعَاذِ الْجُهَنِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ وَعَمِلَ بِمَا فِيهِ أَلْبَسَ وَالِدَاهُ تَاجًا يَوْمَ الْقِيَمَةِ ضَوْءُهُ أَحْسَنُ مِنْ ضَوْءِ الشَّمْسِ فِي يَوْمِ الدُّنْيَا لَوْ كَانَتْ فِيكُمْ فَمَا ظَنُّكُمْ بِالَّذِي عَمِلَ بِهَذَا رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُدَ وَعَنْ عَقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَوْ جُعِلَ الْقُرْآنُ فِي إِهَابٍ ثُمَّ أُلْقِيَ

قرآن مجید کو یہ اسے جنات ستائیں گے بغیر ذرا اس کے کہ مجھے عجیب قوت اس کا ہے جو صلاحت کی روشنی دے تو ہم اس پر ایمان لے آئے یہ جو قرآن کا ایک پہلو ہے
بچا ہے جس میں اس پر عمل کیا تو اب پانچ گوارہ جہاں اس پر فہم کر لیا سکتے ہیں اور جو اس پر عمل کیا تو اب پانچ گوارہ جہاں اس پر فہم کر لیا سکتے ہیں اور جو اس پر عمل کیا تو اب پانچ گوارہ جہاں اس پر فہم کر لیا سکتے ہیں
اس حدیث کا بیان مجمل ہے اور حارث میں کچھ گفتگو ہوئی ہے کہ اس روایت میں حضرت معاذ جونیسی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ علیہ السلام نے جو قرآن پڑھے
اور اس کے احکام پر عمل کرے ان کو قیامت کے روز اس کے ماں باپ کو ایسا ناز پہنچا یا یا بیٹا کہ جس کی مرضی سوز گئی کہ جتنی سے اچھی ہوگی جو اگر سوز ختم میں
ہو تو تو بارگاہِ گہروں میں ہوتی کہ تو اس کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے جو اس پر ایمان لے آئے احمد ابو داؤد اور راویت ہے حضرت عقیبہ ابن عامر
سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ علیہ السلام کو پڑھنے کے لئے قرآن لکھا میں نے دیکھا کہ اس کا نور نکلا اور ان کے

علماء میر نہیں ہوتے ہمارے بار پڑھنے سے یہ پڑنا نہیں پڑنا کیوں کہ اس کے عجیب معانی کبھی ختم نہیں ہوتے ہر بار عجیب لطف دینے سے یہ نفسیہ کے
جنات کا واقعہ ہے جو قرآن شریف نے سورہ جہن میں بیان فرمایا کہ جنات کے ایک گروہ نے سوتی عکاظ میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن کریم سناتو اپنی قوم میں جا
کر گھنگو کی تھ یہ تمام خوبیاں قرآن کریم سے حاصل کر سکتا ہے جو اس شخص اپنی رت سے نہ سمجھے بلکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے سمجھے اور نہ آج ہرے دین
قرآن کریم ہی کا نام لے کر لوگوں کو گمراہ کر رہا ہے بلکہ ایسے اس حدیث کی اسناد میں ایک راوی حارث ابن عورت وہ اگرچہ حضرت علی کے ساتھ رہے ہیں اور ان سے چار
حدیثیں بھی روایت کی ہیں مگر اسے سنائی نے کہا یہ قوی نہیں اشعری نے کہا یہ جھوٹا تھا مگر ابو داؤد نے فرمایا یہ بڑا فقیہ علم فرائض کا بڑا عالم اور بہت سب دان
تھا بہر حال اگرچہ الفاظ حدیث میں کچھ ضعف ہو مگر معنی حدیث بالکل صحیح ہیں نیز فضائل میں حدیث ضعیف بھی قبول ہے درقات و لمعات اس کے ظاہر یہ ہے کہ یہاں
قرآن پڑھنے سے مراد روزانہ اس کی تلاوت کرنا ہے اور یہ سکتا ہے کہ قرآن پڑھنے سے مراد علم قرآن سیکھنا ہو یعنی عالم باعمل کا ثواب دہ ہے جو آگے مذکور ہے
۵ یعنی عالم باعمل کے مومن ماں باپ کا درجہ یہ ہو گا خواہ انہوں نے اسے اپنی کوشش سے پڑھایا ہو یا نہیں کیونکہ حدیث مطلق ہے پڑھانے کی قید نہیں
۶ یعنی اگر سورج زمین پر نہ ہوتا تو بتاؤں اس کی چمک دمک روشنی تمہارے گہروں میں کتنی ہوتی اس سے زیادہ اس تاج کے موتی چمکتے ہوں گے
۷ یعنی پھر عالم باعمل کے متعلق سوچو کہ اس کا درجہ قیامت میں کیا ہو گا وہ تو ہمارے خیال سے ذرا ہے

بعض نے فرمایا کہ یہ کلام فرض و تقدیر پر ہے یعنی قرآن پاک کی عظمت کا تقاضا یہ ہے کہ آگ میں اس کا تھیلہ بھی نہ جلیے جیسے رب تعالیٰ کا فرمان کہ
وَاتْلُوهَازِالْقُرْآنَ حُلْجَلًا لِّرَايَةٍ خَاسِمًا مِّنْصَدَاعٍ مِّنْخَشِيَةِ اللّٰهِ : حضرت ابولہبانہ سے روایت ہے فرماتے ہیں قرآنی صورتیں حفظ کد کہ جس دل
میں قرآن ہوگا اسے آگ سے عذاب نہ دیا جائیگا، لغات و مرقاۃ خیال رہے کہ قرآن پاک کے یہ تمام فوائد کمومن کے لئے ہیں، اگر سارا قرآن حفظ کر لیں کفار تو
بھی دوزخی ہیں، ارام چند رد پڑی کو چودہ پارے حفظ تھے، اے جان جسم کو کوئی دوا معینہ نہیں ہے ایمان دل کو کوئی عمل فائدہ مند نہیں لے، استغفار کے معنی
ہیں مدد لینا یعنی تلاوت قرآن میں اپنے دل سے مدد لے، کہ اسے یاد رکھے، ہر وقت اس کا خیال و لحاظ رکھے لے یعنی صرف تلاوت و حفظ پر قناعت نہ کرے
بلکہ اس کے عقائد کو مٹنے احکام پر عمل کرے لہذا اس میں حافظ و عالم باعمل دونوں داخل ہیں لے ایسے باعمل عالم کو قرآن پاک سے دو عظیم الشان فوائد
حاصل ہونگے، ایک یہ کہ اول ہی سے جنت میں داخل کیا جائیگا، دوسرے یہ کہ اس کے اہل قرابت میں سے دس دوزخی مسلمان کو اس کی شفاعت سے بخشا
جائیگا معلوم ہوا کہ شفاعت بلندی درجات ہی کی نہ ہوگی بلکہ معافی مسعیات کی بھی ہوگی، اور علماء حافظ، شہداء و غیر ہم کی شفاعت برحق ہے خیال رکھ کہ شفاعت
کبرے کا سہرا مرت حصور انوار علیہ السلام کے سر ہے شفاعت مصغرے حصور انوار علیہ السلام کے غلام بھی کو اس کی شفاعت کی تحقیق و تقسیم ہماری تفسیر یعنی

كَعْبٍ كَيْفَ تَقْرَأُ فِي الصَّلَاةِ فَقَدْ أَمَرَ الْقُرْآنَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِي
نَفْسِي بِيَدِهِ مَا أُنْزِلَتْ فِي التَّوْرَةِ وَلَا فِي الْإِنْجِيلِ وَلَا فِي الزَّبُورِ وَلَا فِي الْقُرْآنِ مِنْهَا وَأَنَّهَا
سَبْعٌ مِنَ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنُ الْعَظِيمُ الَّذِي أُعْطِيَتْهُ رِوَاةُ التِّرْمِذِيِّ وَرَوَى لَدَارِمِيُّ مِنْ قَوْلِهِ
مَا أُنْزِلَتْ وَلَمْ يَذْكُرْ أَبِي بَنْ كَعْبٍ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَعَنْهُ قَالَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعْلَمُوا الْقُرْآنَ فَإِنَّ مَثَلَ الْقُرْآنِ لِمَنْ تَعْلَمُ

کعب فرمایا تم نماز میں قرآن کیسے پڑھتے ہوئے تو انہوں نے محمد شریف پر طبعی کلمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی قسم جسے کعب نے میں میری جان ہے اس جیسی
سورت زبور میں انفری زنجیل میں اور زبور میں اور قرآن میں کلمہ اور یہ سات مکہ آیتیں اور قرآن عظیم ہے جو مجھے عطا ہوئے کلمہ ترمذی اور دارمی نے
ماہر لغت کی روایت کی اور ابی ابن کعب کا واقعہ ذکر کیا ہے ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن و صحیح ہے روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن سیکھو کلمہ پھر اسے پڑھا کرو کلمہ کیونکہ جو قرآن سیکھے اور

جلد سوم میں ملاحظہ فرمائیے یعنی یہ حدیث عزیز بھی ہے مادر حفص ابن سلیمان راوی کی وجہ سے اس کی یہ اسناد جس میں یہ راوی ہے ضعیف بھی ہے مگر ہم پہلے
معنی کو چکے ہیں کہ فضائل میں حدیث ضعیف بھی قبول ہے،

یعنی نماز کی ہر رکعت میں کوئی سورۃ پڑھتے ہو اور کیسے پڑھتے ہو چھ پڑھ کر بنا و معلوم ہوا کہ شاگردوں کا امتحان لینا سنت ہے، فقیر کی اس شرح سے حدیث
پر یہ اعتراض نہ رہا کہ حضرت ابی کا جواب سرکار کے سوال کے مطابق نہیں کیونکہ یہاں سوال قرأت، طریقہ قرأت اور مقروء سب کے متعلق تھا اس جواب میں حضرت
ابی کا سورۃ فاتحہ پڑھ کر سنا دینا ہر سوال کا جواب ہو گیا کلمہ سورۃ فاتحہ کے بہت سے نام ہیں جن میں سے ایک نام ام القرآن بھی ہے، کہ یہ سورۃ سارے قرآن
کے سارے معنائیں کو اپنے میں ایسے لئے ہوئے ہے جیسے ماں بچے کو اپنے پیٹ یا گود میں لئے ہوتی ہے اس کی تحقیق ہماری کتاب تفسیر نعیمی پارہ اول میں ملاحظہ فرمائیے
اس سے معلوم ہوا کہ شاگرد کا استاذ کو پڑھا ہوا سبق سنا سنت صحابہ سے لے لے ایسے فضائل و فوائد والی جامع سورۃ کسی اور آسمانی کتاب میں تو کیا ہوتی
خود قرآن کریم میں بھی نہیں ہے سورۃ فاتحہ کے فضائل و فوائد بے شمار ہیں، اسی لئے یہ نماز کی ہر رکعت میں پڑھی جاتی ہے اس کے فضائل و فوائد کی کچھ تفصیل ہماری تفسیر نعیمی
پارہ اول میں ملاحظہ کیجئے، یہ سورۃ شفا ہے، مان ہے مومن کی حرز جان ہے کلمہ یعنی قرآن مجید میں ارشاد ہوا صلعم من المثنائی والقرآن العظیم
اس سے مراد سورۃ فاتحہ ہے، اس میں سات آیتیں ہیں اور ہر رکعت میں بار بار پڑھی جاتی ہیں، نیز اس کا نزول ہجرت سے پہلے بھی ہوا اور بعد بھی
اس لئے یہ سبع مثنائی ہے یعنی سات مکہ آیتیں اور ہر قرآن عظیم بھی ہے کیونکہ قرآن کریم کی ہر آیت قرآن ہے جیسے پانی کا قطرہ پانی ہے لہذا اس آیت کو عرب میں جیون
و صف سورۃ فاتحہ کے ہیں لے یعنی دارمی کی روایت میں حضرت ابی ابن کعب کا یہ واقعہ مذکور نہیں مرن فضائل مذکور ہیں کلمہ ظاہر یہ ہے کہ قرآن سیکھنے سے مراد
عام ہے جس میں قرآن کے الفاظ معانی، احکام سیکھنا سب ہی شامل ہے فقہاء و فرما نے میں حفظ قرآن فرض کفایہ ہے مختلف بستیموں میں اتنے حافظ ضرور ہیں
جن سے قرآن کریم کا تو اتر قائم رہے اور کوئی بے دین قرآن میں تبدیلی نہ کر سکے، لہذا اگر لوگ حفظ قرآن چھوڑ دیں تو سب گنہگار ہیں اور اگر اتنے لوگ حفظ کریں
تو سب کا فرض ادا ہو گیا علم قرآن کا بھی یہی حال ہے اور بقدر جو باری نماز قرآن حفظ کرنا فرض عین ہے جیسے بقدر ضرورت مسائل یاد کرنا سیکھنا فرض عین ہے اور

۱۵ یعنی سورہ مومن کی پہلی آیت حَتَّٰمٌ تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ غَاثِ الْمُنْتَفِبِ وَقَالِ اتَّبِعِ الْهُدَىٰ مِنَ الْقَوْمِ الذِّكْرِ ذِي الْأَعْلَانِ لَا يَدْرَأُ
هَؤُلَاءِ الْمُحْصِينَ تَحْتَ كَيْفٍ لَّهُمْ أَنْ يُبْعَثُوا بِرَبِّهِمْ وَلَا يَكْفُرُ لَهُمْ شَيْءٌ مِنْ ذَلِكَ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا مُنِظِّرًا
مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِمْ وَأَمَّا الْيَهُودُ الَّذِينَ هَادَوْا فَقَدْ أَفْرَقْنَا بَيْنَ الَّذِينَ يَسْتَبِطُونَ وَلِلَّهِ الْآخِرَةُ وَالْأُولَىٰ وَمَن يُضْلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ هَادٍ فَذَرْهُمْ
وَمَا يَدْعُونَ إِلَىٰ سُبُلِهِمْ وَلَا تُقَاتِلْهُمْ اذْهَبُوا خَالِدِينَ فِي مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ

۱۶ یعنی بعد نماز مغرب یہ آئینیں پڑھ لیا کرے تو صبح تک اللہ کی حفظ دامن میں رہے گا خیال رہے کہ بغیر نماز کوئی وظیفہ یا عمل مفید نہیں تمام ورد
وظیفوں کے لئے پابندی نماز ضروری ہے کہ یہ حدیث احمد و ابن حبان نے بھی روایت کی :-

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ كَتَبَ كِتَابًا قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالنَّبِيِّ عَامٍ
 أَنْزَلَ مِنْهُ آيَاتَيْنِ خَتَمَ بِهَا سُورَةَ الْبَقَرَةِ وَلَا تُقْرَأُ فِي دَارِ ثَلَاثِ لَيَالٍ فَيَقْدِرُهَا الشَّيْطَانُ رَوَاهُ
 التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا أَحَدُ ثَلَاثِ آيَاتٍ مِنْ أَوَّلِ الْكِتَابِ عَصِمَ مِنْ فِتْنَةِ التَّجَالِ
 رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ ثَلَاثَ آيَاتٍ مِنْ أَوَّلِ الْكِتَابِ عَصِمَ مِنْ فِتْنَةِ التَّجَالِ
 رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هَذَا أَحَدُ ثَلَاثِ حَسَنٍ حَبِيبَةٍ وَكَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی پیدائش سے دو ہزار برس پہلے ایک کتاب لکھی تھی جس میں روایتیں وہ آیتیں ہیں جو سورۃ البقرہ ختم فرمائی
 تھیں یہ ممکن تھی کہ میں یہ آیتیں براہِ نبی شیب پر بھی جائیں پھر تیرہ سال پہلے اس بھی پچھلے تھے ترمذی اور دارمی اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے کہ
 روایت ہے حضرت ابو الدرداء سے نہ ملنے میں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو سورۃ کہف شریف سے نہیں آئیں پڑھا کرے وہ جہاں کے فقرے محفوظ رہے گا
 تھے ترمذی اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے روایت ہے حضرت انس سے نہ ملنے میں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کہ دو ہزار برس سے مراد اس قدر مدت ہے کہ اگر سورج ہوتا تو اسی مدت کے دو ہزار برس بن جاتے ورنہ اس وقت سورج نہ تھا نہ دن رات، پھر دیکھیں
 ہفتے اور سال کیسے بن سکتے ہیں، لکھنے سے مراد فرشتوں کو لکھنے کا علم دیا ہے خاص خدام کا کام لکھنا یا سلطان ہی کا کام ہے خیال رہے کہ مخلوق کی تقدیر
 میں آسمان و زمین کی پیدائش سے پچاس ہزار برس پہلے لکھی گئیں، مگر یہ تحریر دو ہزار برس پہلے ہوئی، لہذا یہ حدیث پچاس ہزار برس کی روایت کے خلاف نہیں کہ
 وہاں لوح محفوظ میں تقدیروں کی تحریر مراد ہے، اور یہاں قرآن کریم کی تحریر مراد ہے کہ یہاں دو ہزار برس سے تقدیر مراد نہ ہو بلکہ مطلق زیادتی بیان
 کرنا مقصود جو درجات پہلے یہ دو آیتیں اَمَّنَ الذُّرِّيُّلُ سے آخر سورۃ البقرہ تک ہیں اگرچہ سارا قرآن شریف ہی لوح محفوظ میں تھا اور وہاں سے ہی نازل ہوا
 مگر ان آیتوں میں تو خصوصیت ہے جس کا ذکر آگے ہو رہا ہے اس لئے ان کا ذکر خصوصیت سے فرمایا کہ جب ان آیتوں کی برکت سے وہ گھر وہ محل وہ
 جگہ شیطان سے محفوظ ہو جاتی ہے جہاں تین دن یہ آیات پڑھ لی جائیں تو جس زبان میں یہ آیتیں رہیں انشاء اللہ وہ بھی شیطان سے محفوظ رہیں گے،
 ان جیسی تمام احادیث میں شیطان سے مراد ابلیس ہوتا ہے ورنہ قرین شیطان اور نفس امارہ تو ہر حال انسان کے ساتھ رہتے ہیں ان موزیوں سے بچنے کی کوئی
 تدبیر نہیں ہے اللہ بچائے وہ ہی بچے لکھ اس حدیث کو لسانی ابن جہان اور حاکم نے اپنی مستدرک میں بھی روایت کیا ورنہ اس کی شرح پہ گزری ہے
 کہ چونکہ سورۃ کہف میں یہ ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف کو دنیا و قیاس بادشاہ کے ظلم و ستم سے بچا لیا اور وہ بادشاہ ان بزرگوں کو دین حق سے نہ ہٹا
 سکا اب اس ذکر میں تاثیر ہے کہ روزانہ یا ہر جمعہ کو ان آیات کا پڑھنے والا دجال کے شر سے محفوظ رہے گا کہ اگر اس کی زندگی میں دجال آجائے تو اسے ایمان
 سے نہ ہٹا سکے گا بزرگوں کے ذکر میں بھی تاثیر ہوتی ہے

خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ نے اذلاً تو پوری سورۃ کہف میں یہ رکھی تاثیر تھی، پھر اس کی دس اگلی آیتوں میں یہ تاثیر بخش دی پھر اس کی تین آیتوں میں یہ
 تاثیر رکھ دی گئی رب تعالیٰ کی عطیہ مختلف رہیں لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں پوری سورۃ کہف یا اس کی دس آیتوں کی یہ تاثیر مذکور ہے

اللَّهُ عَلَيْهِ سَلَامٌ إِنَّ لِكُلِّ شَيْءٍ قَلْبًا وَقَلْبُ الْقُرْآنِ لَيْسَ وَمَنْ قَرَأَ لَيْسَ كَتَبَ اللَّهُ لَهُ بِقِرَاءَتِهَا
قِرَاءَةُ الْقُرْآنِ عَشْرَ مَرَّاتٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ
وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَرَأَ طَهَ وَلَيْسَ
قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْفِ عَامٍ فَلَمَّا سَمِعَتِ الْمَلَائِكَةُ الْقُرْآنَ قَالَتْ طُوبَى
لِأَقْوَمٍ يُنْزَلُ هَذَا عَلَيْهِهَا وَطُوبَى لِأَجْوَفٍ تَحْمِلُ هَذَا أَوْ طُوبَى لِمَنْ لَسِنَتِهِ تَتَكَلَّمُ بِهَذَا أَوْ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ
وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ حَمَّ الدُّخَانَ فِي لَيْلَةٍ أَصْبَحَ يَسْتَغْفِرُ

نے ہر چیز کا دل ہے اور قرآن کا دل سورہ لیس ہے لہٰذا جو سورہ لیس پڑھے تو اس سے اس کی تلاوت کی برکت دس بار قرآن ختم کرے گا تو اب دیکھ لے ترمذی دارمی اور ترمذی
فرمایا یہ حدیث غریب ہے کہ روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ طہ اور لیس زمین و آسمان پیدا کرنے سے
ایک ہزار سال پہلے پڑھی تھی جب فرشتوں نے قرآن سنا تو بے خبر ہو گئے تھے اس وقت کو جس پر یہ خبر کی اور غوی ہے ان سینوں کو جو اسے اٹھائیں گے اور غوی ہے ان زبانوں کو
جو اسے پڑھیں گے داری روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو رات میں سورہ حم الدخان پڑھے وہ اس طرح سویرا کرے گا کہ

لے جسے دل سے اصل زندگی وابستہ ہے کہ اگر یہ ٹھیک ہے تو جاندار جاندار ہے اس کو ٹھیک کہتی ہے جان ہو جاتا ہے ایسے ہی قرآن کریم کا اصل مقصود سورہ لیس
سے وابستہ ہے یہ سورہ پورے قرآن شریف کا گویا خلاصہ ہے کہ اس میں قیامت کے حالات کا مکمل بیان ہے اس کی تلاوت سے دل زندہ ایمان اتانے روح
شاداں و فرحاں ہوتے ہیں، قریب موت اس کی تلاوت سے جان کنی آسان ہوتی ہے امام غزالی فرماتے ہیں کہ ایمان کا دل ہے قیامت کے حالات کو ماننا
اور حالات قیامت جس تفصیل سے سورہ لیس میں مذکور ہیں دوسری سورت میں مذکور نہیں اس لئے اسے قرآن کا دل فرمایا ہے اس سے معلوم ہوا کہ اگرچہ
سارا قرآن شریف ہی کلام الہی ہے مگر اس کی سورتوں کی تاثیریں مختلف ہیں ایک بار سورہ لیس کی تلاوت دس ختم قرآن کا ثواب رکھتی ہے یہ اس کی بے مثال
خصوصیت ہے خیال رہے کہ دس ختم قرآن کا ثواب ملنا اور ہے اور حقیقتہً دس ختم قرآن کریم ختم کرنا کچھ اور طیب کہتے ہیں کہ ایک منہ گرم کر کے کھانے
میں ایک روٹی کی طاقت ہے اگر میٹ بھرے گا روٹی ہی کھانے سے ختم قرآن ہو گا تیسوں پارے پڑھنے سے ملے اس لئے کہ اس کی اسناد میں ہارون ابن محمد
ہیں جو محدثین کے نزدیک بہت قوی نہیں تھے حدیث بالکل ظاہری معنی پر ہے واقعی رب تعالیٰ نے یہ سورتیں پڑھیں، فرشتوں نے بلا واسطہ نہیں اب
رب تعالیٰ کی تلاوت کی نوعیت ہماری عقل سے دوا ہے اس طرح قرأت کی جو اس کی شان کے لائق ہے، مرقا نے فرمایا کہ لیس اور طہ حضور انور
صلی اللہ علیہ وسلم نے نام شریف ہیں جو ان سورتوں کی ابتداء حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے ہوئی اس لئے یہ سورتیں بہت عظمت والی ہیں اسی وجہ
سے رب تعالیٰ نے فرشتوں کو سنائی، معلوم ہوا کہ لغت کی سورتیں، آیتیں رب تعالیٰ کو بڑی پیاری ہیں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فرشتوں کی پیدائش
زمین و آسمان کی پیدائش سے پہلے ہے وہ طوبیٰ جنت کا ایک درخت بھی ہے جس کی شاخیں جنت کے پرخل میں ہیں اور مجھے خوش خبری بھی یہاں دو توں معنی
ہیں کہ جس نے ساری امت محمدیہ عموماً اور ان سورتوں کے حافظ و قاری خصوصاً درخت طوبیٰ کے مالک ہیں یا انہیں خصوصی خوشخبری ہے یہ لوگ بڑے

لَهُ سَبْعُونَ أَلْفَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ لِهَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَعَمْرُو بْنُ خَنْعَمٍ الدَّوْنِيُّ
يُضَعَّفُ وَقَالَ مُحَمَّدٌ يَعْنِي الْبُخَارِيُّ هُوَ مُتَكِدٌ الْحَدِيثُ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ حَمْدَ الدُّخَانِ فِي لَيْلَةٍ الْجَمْعَةِ غُفِرَ لَهُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ لِهَذَا
حَدِيثٌ غَرِيبٌ ضَعِيفٌ وَهَشَامُ أَبُو الْمُقَدَّمِ الدَّوْنِيُّ يُضَعَّفُ وَعَنْ الْعَدْبَاعِ بْنِ سَابِيَةَ
أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ الْمُسَبِّحَاتِ قَبْلَ أَنْ يَرْقُدَ يَقُولُ إِنَّ فِيهِنَّ آيَاتِ خَيْرٍ
مِّنْ أَلْفِ آيَةٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابُودُودٌ وَرَوَاهُ الدَّارِمِيُّ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ مَرْسَلًا وَ

اس کیلئے ستر ہزار فرشتے طے مغفرت کریں گے ترمذی اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے اور عمر بن خنعم راوی ضعیف مانے گئے ہیں امام محمد بخاری نے فرمایا وہ منکر الحدیث
ہے کہ روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو جمعہ کی رات تمام اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھے اس کی بخشش ہوگی کہ ترمذی اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث
غریب ہے ضعیف ہے اور ہشام ابو مقدم راوی کو ضعیف کہا گیا ہے کہ روایت ہے حضرت عمر باطن بن ساریہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سونے سے پہلے تسبیح دلی
آیتیں پڑھا کرتے تھے کہ فرشتے تھے ان میں ایک آیت ہزار آیتوں سے بہتر ہے کہ ترمذی و ابودود و دارمی یہ حدیث خالد بن معدان سے مرسلاً روایت کی کہ اور

تو شریف ہیں کہ یعنی اس کی تلاوت کے وقت سے صبح تک اتنے فرشتے اس کے لئے دعا کرتے مغفرت کرتے رہیں گے، خیال رہے کہ اس دعا سے خصوصی دعا ملتا
ہے، اور نہ حاملین عرش اور دوسرے فرشتے ہمیشہ ہی مومنوں کے لئے دعا میں کرتے رہتے ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے، وَالَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُ
يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِي آمَنُوا رَبُّهُ وَسِعَتْ كُلُّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَعِلْمًا، لَهَذَا يَرُدُّ حَدِيثَ اس قرآنی آیت کے خلاف نہیں اس حدیث سے ملتی
ہو کہ سورۃ دخان پڑھنا ان معصوموں کی معصوم زبان سے دعائیں لینے کا ذریعہ ہے کہ امام عسقلانی نے شرح نخبہ الفکر میں فرمایا کہ محدثین کی اصطلاح میں
منکر الحدیث کہنا ضعیف کہنے سے زیادہ سخت ہے یعنی عمر بن خنعم کو دوسرے محدثین نے تو ضعیف فرمایا مگر امام بخاری نے اسے منکر فرمایا یعنی ضعیف سے
بھی سخت تر خیال رہے کہ یہ حدیث ضحاک کی احمال کی ہے فضائل میں حدیث ضعیف قبول ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ سورۃ دخان دوسری راتوں میں
پڑھنا تو اچھا ہے، مگر اس کے ذریعہ ہزار بار فرشتوں کی دعائیں ملتی ہیں لیکن شب جمعہ میں اس کی تلاوت بہت ہی بہتر ہے کہ اس سے فرشتوں کی دعائیں بھی
ملتی ہیں اور رب تعالیٰ کی مغفرت بھی گویا اس رات کی تلاوت سے دو نعمتیں ملتی ہیں کہ یہ نہ معلوم کہ ان کے ضعف کی وجہ کیا ہے، احناف کے ہاں جرح جہول
معتبر نہیں ہے یعنی جن سورتوں کے اقل میں تسبیح یا تہلیل یا تہلیل یا تہلیل یا تہلیل ہے وہ سورتیں پڑھتے تھے یہ سورتیں کل سات ہیں، سورۃ اسرئیل
حدید حشر صافات، تعابین، اعراف، مرقات ظاہر یہ ہے کہ سر کا طبع پوری سورتیں نہ پڑھتے ہوئے، کہ یہ تو بہت زیادہ ہیں، بلکہ ان کی جیدہ جیدہ آیات تلاوت
فرماتے ہوئے کہ ان الفاظ سے یہ پتہ نہ لگا کہ وہ آیت کونسی ہے بعض نے فرمایا کہ وہ آیت لَوَ اَنْزَلْنَاهُ لَفُتِحَ الْقُرْآنُ آلا یہ بعض نے فرمایا کہ وہ آیت سورۃ
کی شروع کی آیت ہے جس میں مہم یا یس ہے مگر حق یہ ہے کہ وہ آیت رب تعالیٰ کے اسم اعظم یا شب قدر کی طرح صیغہ راز میں رکھی گئی ہے مرقات نے فرمایا
کہ یہاں فیہن سے مراد جمیع ہن ہے یعنی ان تمام سورتوں میں ایک ایک آیت ایسی ہے جو ہزار آیتوں کے افضل و بہتر ہے کہ کیونکہ خالد بن معدان شامی

قَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ سُورَةَ فِي الْقُرْآنِ ثَلَاثُونَ آيَةً شَفَعَتْ لِرَجُلٍ حَتَّى غُفِرَ لَهُ وَهِيَ تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَإِبْنُ مَاجَةَ وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ ضَرَبَ بَعْضُ مُصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَبَاءَةً عَلَى قَبْرِ وَهُوَ لَا يَحْسِبُ أَنَّ قَبْرًا فَإِذَا فِيهِ نَسَانٌ يَقْرَأُ سُورَةَ تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ حَتَّى خَتَمَهَا فَاتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هِيَ الْمَانِعَةُ هِيَ الْمُنْجِيَةُ تُنْجِيهِ مِنْ

ترندی نے فرمایا یہ حدیث حسن ہے غریب ہے روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی ایک تیس آیتوں والی سورۃ نے ایک شخص کی بیان تک شفاعت کی کہ اس کی بخشش ہوگئی وہ سورۃ تبارک الذی بیدہ الملک ہے کہ احمد ترندی ابو داؤد و نسائی ابن ماجہ کہ روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی نے ایک قبر پر خیمہ ڈال لیا انہیں خبر نہ تھی کہ یہاں قبر ہے یہ نہ لگا کہ اس میں ایک شخص سورۃ تبارک الذی بیدہ الملک پڑھ رہا ہے جسے کہ اس نے ختم کر لی کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس واقعہ کی خبر دی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ سورۃ روکنے والی ہے شہ نجات دہنے والی ہے جو

ہیں ثقہ ہیں تابعی ہیں فرماتے ہیں کہ میں نے ستر صحابہ سے ملاقات کی ہے میں نے سچے عرض کیا کہ ثقہ تابعی کا ارسال معتبر ہے اور ان سے مرسل حدیث جنت ہے کہ وہ تابعی خود تو ثقہ ہے اور صحابہ سارے ہی عادل ہیں لہٰذا اسے سنائی ہے حضرت عرابی ابن ساریہ سے مروی ہے در معاد یا بن صالح سے موقوف روایت کیا کہ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ عزوجل سورۃ کا جز نہیں دے گا اس کی آیتیں ۳۱ ہو جائیں کیونکہ سورۃ ملک اسم اللہ کے علاوہ میں آیتیں ہیں کہ بعض ایک شخص سورۃ ملک کا در در کھتا تھا اس سے بہت محبت کرتا تھا اس کے مرنے کے بعد اس سورۃ نے اس کی سفارش کی تو اس کی شفاعت کی برکت سے وہ شخص عذاب قبر سے محفوظ رہا لہٰذا یہاں شفاعت مجھے مافی ہی ہے معلوم ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس عالم کی ہر برکت ہر برودت کی تفصیل خبر مہتری ہے یا خود کاظم فرماتے رہتے ہیں المعات نے فرمایا کہ شفاعت مجھے مستقبل بھی ہو سکتی ہے یعنی سورۃ ملک اپنے مالوں کی شفاعت کریگی اور اس کی شفاعت کی برکت سے عامل کی بخشش ہوگی اس صورت میں بیفرمان ترغیب کے لئے ہے تاکہ لوگ اس کی تلاوت کیا کریں اس کی شفاعت کی امید رکھیں کہ اللہ تعالیٰ ان احباب اور عالم نے بھی روایت کیا عالم کی روایت میں یوں ہے کہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہمنام تو تاکہ یہ سورۃ ہر مسلمان کے دل میں ہوتی ہے اگر فقیہ غیر ہوتی تو دواں ہرگز خیمہ نہ ڈالتے کیونکہ قبر پر بیٹھا لیٹنا اس پر ملنا پھرنا ممنوع ہے لہٰذا مرقاۃ نے بیان فرمایا کہ بعض مردے قبر میں بھی بعض وہ نیکیاں کرتے رہتے ہیں جو زندگی میں کرتے تھے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مرنے علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھنے دیکھا، صوفیاء فرماتے ہیں کہ جس حال میں جیو گے اسی میں مردے اور جس حال میں مردے اسی میں اٹھو گے اس لئے کوشش کرو کہ زندگی اچھے اعمال میں گزار دو بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت بلال اذان دیتے ہوئے قبر سے اٹھیں گے ان کا ماضی غالباً ان جیسی روایات ہیں انشاء اللہ نعمت خواں مسلمان قبر میں بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نعمت ہی پڑھیں گے رتبہ قبول فرمائے ان صحابی کا یہ تلاوت سن لینا ان کی کرامت ہے ورنہ ہم لوگ نہیں سنا کرتے کہ اور تمہارے کا اظہار کیا کہ مردہ بھی تلاوت قرآن کریم کا تقاضا ہے یعنی اس سورۃ کی تلاوت کرنے والے

عَدَّ ابْنُ اللَّهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هَذَا أَحَدُ بَيِّنَاتِ غَدِيٍّ، وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَنَامُ حَتَّى يَقْدَأَ التَّمَنُّزِيلَ وَتَبَارَكَ الَّذِي سَيَّأَهُ الْمَلِكُ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالْذَاوَرَقِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا أَحَدُ بَيِّنَاتِ حَبِيبِهِ وَكَذَلِكَ فِي تَرْجُومَةِ السُّنَنِ وَفِي الْمَصَابِيحِ غَدِيٍّ وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ وَأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا زُلْزِلَتْ تَعْدِلُ نِصْفَ الْقُرْآنِ وَقُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدًا تَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْآنِ وَقُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ تَعْدِلُ رُبْعَ الْقُرْآنِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَعَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اللہ کے عذاب کی نجات دہی کے لئے ترمذی اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے روایت ہے حضرت جابر سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہ سوتے تھے کہ پڑھ بیٹے اللہ تعالیٰ اور تبارک الذی بیدہ الملک لکھ احمد ترمذی اور حرمی اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث صحیح ہے یوں ہی ترمذی نے بھی روایت ہے اور معانیج میں ہے کہ غریب ہے سہ روایت ہے حضرت ابن عباس و انس ابن مالک فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اذا زلزلت اذکھ قرآن کے برابر ہے لکھ اور قل هو اللہ تعالیٰ قرآن کے برابر ہے اور قل یا ایہا الکافرون جو غنائی قرآن کے برابر ہے ترمذی روایت ہے حضرت ابن عباس سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہے ۔

کو زندگی میں گن گن ہوں سے موت کے وقت خدائی غائب ہو کر سے آخرت میں دشت و کشت عذاب سے بچانی ہے لے بیٹے عذاب قبر و حشر سے بچانے کی علامت جو اب یہ ہوا کہ شخص اپنی زندگی میں اس سورۃ کی تلاوت کرتا تھا اب قبر میں بھی تلاوت کر رہا ہے اور اس سے مذکورہ بالا فائدے حاصل کر چکا ہے اب بھی کر رہا ہے اس لئے کہ یہ سورۃ اللہ علیہ وسلم بعد نماز عشاء اور سونے سے پہلے یہ دونوں سورتیں ہمیشہ پڑھا کرتے تھے خواہ مسجد میں یا بستر پر بیٹھ کر معلوم ہوا کہ شب کو یہ سورتیں پڑھا سنت ہے اور اس میں بہت فوائد ہیں لکھ خیال رہے کہ حدیث کی عزت اس کے صحیح ہونے کے مخالف نہیں ایک ہی حدیث صحیح بھی ہوتی ہے غریب لہذا ترمذی کا اسے صحیح کہنا اور معانیج کا غریب فرمانا دونوں درست ہیں، یہ حدیث نسائی ابن ابی شیبہ اور حاکم نے بھی حضرت جابر سے روایت کی لکھ یعنی سورہ اذا زلزلت کی تلاوت میں پندرہ بارے تلاوت کرنے کا ثواب ہے ایسا جو قرآن کریم میں معاش و معاد دونوں کا ذکر ہے اور اذا زلزلت میں معاد کا ذکر ہے، یعنی قیامت اور دوزخ کے حالات کا لہذا اس کا مقولہ

مضامین قرآن پاک کے نصف ہے لکھ اس کی شرح اور جو پہلے عرض کی گئی ہے اسی باب میں لکھ کیونکہ قرآن مجید میں اصل

مضامین جاری ہیں، مشرک اور بدعتیہ گروہوں سے دوری اور خیر و رسالت اور تمام مقامات اسلام کا اقرار، احکام

قصص، سورہ کافرون میں مشرک سے بیزاری کا کامل طور پر ذکر ہے، لہذا قرآن کا چوتھا

مضمون اس سورۃ میں ہے اس لئے یہ سورۃ چار بار پڑھنے سے

پورے قرآن کریم کی تلاوت کا ثواب ملتا ہے، لغات و اشعار وغیرہ جو کوئی سوتے وقت یہ سورۃ پڑھ لیا کرے، تو انشاء اللہ اسے ایمان پر قائم نصیب ہو گا

فیقر حقیر بفضل رب تقدیر اس پر عامل ہے اور جس غائب کلمہ کی تعلق سے امید رکھتا ہے اللہ نصیب کرے ۔

قَالَ مَنْ قَالَ حِينَ يُصْبِحُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ أَعُوذُ بِاللَّهِ السَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ فَقَدْ
ثَلَاثَ آيَاتٍ مِنْ آخِرِ سُورَةِ الْحَشْرِ وَكُلَّ اللَّهِ بِهِ سَبْعِينَ أَلْفَ مَلَكٍ يُصَلُّونَ عَلَيْكَ حَتَّى يُمِيتَكَ وَإِنْ
مَاتَ فِي ذَلِكَ الْيَوْمِ مَاتَ شَهِيدًا وَمَنْ قَالَ لَهَا حِينَ يُمِيتُكَ كَانَ بِتِلْكَ الْمَنْزِلَةِ يَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ
الدَّارِمِيُّ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا أَحَدُ ثَلَاثٍ غَرِيبٌ وَعَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ
مَنْ قَرَأَ كُلَّ يَوْمٍ مِائَتِي مَرَّةٍ قُلْتُ اللَّهُ أَحَدٌ مَحْيٍ عَنْهُ ذُنُوبٌ خَمْسِينَ سَنَةً إِلَّا أَنْ يَكُونَ عَلَيْهِ دَيْنٌ
رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَالدَّارِمِيُّ وَفِي رِوَايَةٍ خَمْسِينَ مَرَّةً وَلَمْ يَذْكُرْ إِلَّا أَنْ يَكُونَ عَلَيْهِ دَيْنٌ وَعَنْهُ
عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَرَادَ أَنْ يُنَامَ عَلَى فِدَائِهِ فَنَامَ عَلَى يَمِينِهِ ثُمَّ قَرَأَ

کہ حضور نے فرمایا جو صبح کے وقت تین بار یہ کہے کہ میں سننے والے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ وہ درویش بظاہر سے پھر سورۃ حشر کی آخری تین آیتیں پڑھے کہ
تو اللہ اس پر ستر ہزار فرشتے مقرر فرما دے گا جو شام تک اسے دعائیں دیں گے اور اگر یہ اس دن مر جائے تو شہید ہو جائے گا اور جو یہ چیزیں شام کے وقت پڑھے تو اس کی وجہ
میں ہو گا کہ ترمذی و دارمی اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے روایت ہے حضرت انس سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ حضور نے فرمایا جو روزانہ دو سو
بار قل اللہ اکبر پڑھا کرے کہ تو اس کے پچاس سال کے گناہ مٹا دیے جائیں گے کہ ہوائے قرض کے کہ ترمذی و دارمی اور ایک روایت میں پچاس بار ہے اور قرض
نہ ہونے کا ذکر نہیں روایت آتی ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ حضور نے فرمایا جو اپنے بستر پر سونا چاہے کہ تو دہائی کر دے پڑھے کہ پھر

کہ یعنی میری بات سننے والے میرا درود دل جانتے والے رب کی پناہ مانگتا ہوں خیال رہے کہ اخذ جلد خیر ہے بمعنی اثناء یعنی اثناء یعنی اسے اٹھ کر بچھ اپنی پناہ میں
لے لے کہ نہ کہ دن بھر وہ محدود مجھے بہکانے کے عبادتوں میں دھبیان نہ ٹھائے جو کہ سویرا زندگی کی دکان کھلنے کا وقت ہے اس لئے خصوصیت اسی وقت یہ دعا پڑھوائی
گئی کہ ھو اللہ الذی سے آخر سورۃ ھو العزیز الحکیم تک یہ آیات خالص حمد کی ہیں کہ یہاں فرشتوں کی دعا سے ان کی خصوصی دعائیں مراد ہیں اور نہ
فرشتے عمومی دعائے مغفرت تو ہر مسلمان کے لئے کرتے رہتے ہیں جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا اور شہید سے مراد شہادت مکی ہے کہ بندہ اگر اپنے بستر پر مرے مگر قیامت میں
اس کا شمار ان شہداء میں ہو جو راہ خدا میں مارے گئے تھے لغت میں صبح آدھی رات سے زوال تک کہتے ہیں اور مساء زوال سے اول نصف رات تک کہتے ہیں
اور دو ظائف میں صبح صادق سے سورج نکلنے سے کچھ بعد تک ہے اور شام اس کے مقابل یعنی سورج چھپنے سے کچھ رات کے تک یعنی وقت غشاء کے سے
پہلے اور عورات اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے صبح و شام کی بنیاد نفیس تحقیق اپنی کتاب الوظیفہ مکریمہ میں فرمائی ہے ناظرین اس کا مطالعہ ضرور کریں کہ یعنی دن
رات کے کسی حصہ میں پوری سورۃ اخلاص دو سو بار پڑھا کرے بہتر یہ ہے کہ ایک دم ہی پڑھے اور اگر مختلف مجلسوں میں پڑھے تب بھی اجر و ثواب کی امید ہے کہ
حرم پڑھتا رہے تو انشاء اللہ پچاس سال کے گناہ صغیرہ معاف ہونگے اور اگر اتنے گناہ نہ ہوں تو وہ بے بند ہونگے کیونکہ جن اعمال سے گنہگاروں کے غصہ سبک ہوئی
ہے نیک گاروں کے لئے رفع درجات یہ قانون کہ ہے لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ کچھ تو نیک لوگ یہ عمل دیکھا کریں کہ کہ فرض تو حق العہد ہے بغیر ادا
کئے یا قرض خواہ کے بغیر معاف کئے ساقط نہیں ہوتا سارے حقوق العباد کا یہی اصل ہے کہ بستر کا ذکر اتفاقی ہے اگر کوئی زمین پر بھی بیٹے تو یہ پڑھے کہ گریٹنا

بِأَنَّهُ مَدَّةٌ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ إِذَا كَانَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ يَقُولُ لَهُ الرَّبُّ يَا عَبْدِي أَدْخُلْ عَلَىٰ يَدَيَّكَ الْجَنَّةَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هَذَا أَحَدُ حَدِيثٍ حَسَنٌ غَرِيبٌ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ رَجُلٍ أَقْبَلَ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ فَقَالَ وَجِبَتْ قُلْتُ وَمَا وَجِبَتْ قَالَ الْجَنَّةُ رَوَاهُ مَالِكٌ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالتَّسَائِيُّ وَعَنْ فَرُودَةَ بْنِ نُوفَلٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ عَلَّمَنِي شَيْئًا أَقُولُهُ إِذَا رَوَيْتُ إِلَىٰ فِدَائِي فَقَالَ اقْدَأ قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ فَأَتَرَهَا بَدَأَةً مِنَ الشُّرْكِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَالدَّارِمِيُّ وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ بَيْنَا أَنَا وَسَيِّدُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الْحُجَّةِ وَالْأَبْوَاءِ إِذْ غَشِيَتْنا رِيحٌ وَظَلَمَهُ شَدِيدٌ يَدُهُ فَجَعَلَ

سودا قتل ہوا اللہ احد پڑھ لے کہ توجہ قیامت کا دن ہوگا رب تلکے فرمائے گا اے میرے بندے اپنی دامن طرف سے جنت میں جا لے تیرا اور تیرا فرمایا یہ حدیث حسن غریب ہے کہ روایت ہے حضرت ابو ہریرہؓ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو قتل ہوا اللہ احد پڑھتے سنا تو فرمایا واجب ہوگئی میں عرض کیا کہ واجب ہوگئی فرمایا جنت لے جا لے تیرا اور تیرا فرمایا کہ روایت ہے حضرت فرود بن نوفل سے روایت ہے کہ اپنے والد سے راوی ہے کہ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے ایسی چیز سکھائیے جو میں بستر پر نہ سوئے وقت پڑھ لیا کروں تو فرمایا قل یا ایہا الکافرین پڑھ لیا کرو کہ یہ شرک ہے اگر کسی نے رزق اور دینی اور دنیاوی چیز سے حقیر بن جائے تو اسے فرماتے ہیں کہ جب یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جھگڑا اور لڑنے کے درمیان سفر کر رہا تھا کہ کچھ ایک ہیں انہی نے سخت تیرا کی گئی پھر لیا حق

سونے کے لئے ہو دیے لیکن کا حکم نہیں اس لئے اس سید الفضا صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کے ارادے کا ذکر فرمایا کہ اس طرح کہ قبلہ کو رخ ہو اور داہنی ہتھیلی داہنے رخسار کے نیچے رکھے کہ سنت اسی طرح لیٹنا ہے پھر بائیں کر دیئے کہ سو جائے، غرض کہ بستر نماز فجر کا سا ہو۔
لے فقط لفظ قل هو الله احد نہیں بلکہ پوری سورۃ مع بسم اللہ کے برابر اگرچہ یہ عمل ہے تو مشکل، مگر بہت مفید ہے۔ لے یعنی چونکہ تو میرے محبوب کی سنت پر عمل کرتے ہوئے داہنی کر دیئے لیٹنا تھا اور میری حمد والی سورۃ پڑھ کر سوتا تھا اس کے انجام میں آج توجہ جنت کے داہنے باغ میں داخل ہو جاوہ تیرا تھا ہے خیال رہے کہ جنتی لوگ تین قسم کے ہونگے مقررین حضرات علیین دالے ہیں ابراہیمؑ میں دالے ہیں گنہگار جن کی شفاعت کی بنا پر حضرت ہو چکی یہ سارے دالے ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے منهم ظالم لنفسہ ومنهم فقطصد ومنهم سابق بالخیرات اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جنت کا داہنا حصہ بائیں سے افضل ہے اور یہ کہ عرش کی داہنی طرف دالے بائیں سمت والوں سے بہتر تھے علماء فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اگرچہ درجہ صحیح کو نہ پہنچی مگر اس پر میں کم از کم ایک باوجود عمل کرے کہ اس کے حال کو بڑی بشارت ہے فضائل اعمال میں حدیث ضعیف بھی قبول ہے، نزول، لے یعنی اس سورۃ شریف کی تلاوت کی برکت سے اس کے لئے جنت واجب و لازم ہوگئی خیال رہے کہ نیک اعمال جنت حاصل ہونے کے اسباب میں علت نامہ نہیں بڑے بڑے نیک لوگ پھسل جاتے ہیں مگر جنہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بشارت کی وجہ سے جنتی یقیناً ہو گیا کہ آپ کی زبان رب تعالیٰ کا قلم ہے اس شخص کا جنتی ہو جانا قطعی ہو گیا ہے فردہ کی مصابیت میں اختلاف ہے صحیح یہ ہے کہ آپ صحابی نہیں بلکہ تابعی ہیں، مگر آپ کے والد نوفل صحابی ہیں (اشترکہ بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ قتل ہوا اللہ احد پڑھتے ہی سو جا دیئے پھر کوئی دنیاوی

رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَعَوَّذُ بِأَعُوذِ بَدِيبِ الْفَلَقِ وَأَعُوذِ بَدِيبِ النَّاسِ يَقُولُ يَا عَقْبَةَ
تَعَوَّذُ بِهِمَا فَمَا تَعَوَّذُ مَعَهُ بِمَا رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حُجَيْبٍ قَالَ خَرَجْنَا فِي
لَيْلَةٍ مَطَرٌ وَظُلُمٌ شَدِيدٌ نَطَلَبُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَدْرَكْنَاهُ فَقَالَ قُلْ قُلْتُ
مَا أَقُولُ قَالَ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ وَالْمُعَوَّذَتَيْنِ حِينَ تَصْبِحُ وَحِينَ تَمْسُو قُلْتُ مَدَّ يَدَكَ تَكْفِيكَ
مِنْ كُلِّ شَيْءٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تعوذ فرمانے لگے اعوذ برب الفلق سے اعوذ برب الناس اور فرماتے لگے اے عقبہ ان دونوں سورتوں سے تعوذ کیا کرو کہ کسی پناہ لینے
وے نے ان جیسی تعوذ کیا ہے ابو داؤد اور ابی نعیم حضرت عبداللہ بن حبیب فرماتے ہیں کہ ہم ایک بار شام کی صبح رات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو
ٹھونڈے نکلے ۱۲ گرم حضور کو پایا حضور فرمایا کہ میں بول لیا کہ میں فرمایا صبح و شام کے وقت تل ہوا اللہ اور خلق و اس میں تین بار پڑھ دیا کرو ۳۰ یہ تمہیں
ہر چیز سے کافی ہوں گا ۱۲ (ترمذی، ابو داؤد، نسائی) ابی نعیم حضرت عقبہ ابن عامر سے فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول

بات مذکور اور اگر کہنا پڑ جائے تو پھر پڑھو ۱۲ پھر عرض کیا جا چکا ہے کہ اس کا عامل انشاء اللہ ایمان پر عمل کرے گا علامہ نے اس کی تفسیر فرمائی ہے
۱۱ جعفر اور ابی داؤد دونوں کہ مغلطہ و مدیر منورہ کے درمیان دو مقامات ہیں: ۱۱۰۶ تو وہی جگہ ہے جہاں حضرت آمنہ خاتون رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات مندرجہ
ہوئی، جعفر شام، مصر اور مغرب والوں کا مینقات ہے جہاں سے یہاں کے حجاج احرام باندھتے ہیں اسی جگہ کے متعلق حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم
نے دعا فرمائی تھی کہ خدا یا مدینہ کی وجہ جعفر کی طرف منتقل فرماوے چنانچہ وہاں بیمار یاں خصوصاً بخار بہت زیادہ ہے آج کل اگر پرندہ بھی وہاں سے گزرے تو
اسے بھی بخار آجاتا ہے جبکہ رابع کے پاس ہے بعض کا خیال ہے کہ ابی جعفر کا نام رابع ہے جعفر اور ابی داؤد کے درمیان میں میل کا فاصلہ ہے، (لمعات و مرقاۃ)
۱۲ یہ کالی آندھی آگئی اور ہم اس میں گھر گئے سفر میں ایسی صورت بہت تکلیف دہ ہوتی ہے:

۱۳ اس سے معلوم ہوا کہ یہ دونوں سورتیں صرف حاد و کے لئے ہی نہیں ہیں بلکہ دوسری آفتوں میں بھی کام آتی ہیں اگر ان کا تعویذ کلمہ کے ساتھ رکھا جائے تو بھی
امان ملتی ہے قرآنی آیات سے تعویذ جائز ہے ۱۴ یہی ہم حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تو آگے بڑھ گئے ہم لوگ پیچھے رہ گئے
تو ہم نے رفتار ترک کر دی تاکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جائیں چنانچہ ہم اپنے مطلوب و محبوب تک پہنچ گئے اور اپنے حکم کیا ۱۵ ہمارے مسلہ میں ایک عمل ہے
کہ بعد نماز فجر و مغرب حسب ذیل سورتیں پڑھ دیا کرے سورہ حشر کا آخری رکوع اِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ زِلْزَالَهَا فَتُخْرُجُ الْأَرْضُ الْأَرْضُ قُلْ يٰ أَيُّهَا الْكَافِرُونَ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ قُلْ هُوَ اللَّهُ
نَاسٌ مَا يَمِيشُ اس پر عمل کرے ان شاء اللہ دنیاوی مصیبتوں سے محفوظ رہے گا اور ایمان پر قائم نصیب ہوگا اور مرتے وقت اپنی جنت کی جگہ خواب میں دیکھ لے گا اور قریب
موت کے خواب میں اطلاع دیدی جائیگی کہ تیرا وقت قریب ہے تیاری کر لے فقیر نے یہ عمل اپنے بزرگوں سے پایا ہے اور محمد تمہارے اس کے نتائج کی اپنے
رب سے امید رکھتا ہے اللہ نصیب کرے کہ یہی نتیجہ ہے ہر آن کے لئے اور ہر مصیبت کو دفع کرنے میں کافی ہوں گی، یا تجھے ہر درد و قیصہ سے غنی کر دیں گی، اگر ان کے جوتے
نتیجہ: ۱۴ اگر کوئی وظیفہ کرنا نہ پڑے اس دوسرے معنی کی تفسیر وہ حدیث ہے کہ ان سورتوں سے بہتر کوئی تعویذ نہیں یہ بہترین تعویذ و امان ہے ۱۵ ۱۶ ۱۷ ۱۸ ۱۹ ۲۰ ۲۱ ۲۲ ۲۳ ۲۴ ۲۵ ۲۶ ۲۷ ۲۸ ۲۹ ۳۰ ۳۱ ۳۲ ۳۳ ۳۴ ۳۵ ۳۶ ۳۷ ۳۸ ۳۹ ۴۰ ۴۱ ۴۲ ۴۳ ۴۴ ۴۵ ۴۶ ۴۷ ۴۸ ۴۹ ۵۰ ۵۱ ۵۲ ۵۳ ۵۴ ۵۵ ۵۶ ۵۷ ۵۸ ۵۹ ۶۰ ۶۱ ۶۲ ۶۳ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ ۶۸ ۶۹ ۷۰ ۷۱ ۷۲ ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰ ۱۰۱ ۱۰۲ ۱۰۳ ۱۰۴ ۱۰۵ ۱۰۶ ۱۰۷ ۱۰۸ ۱۰۹ ۱۱۰ ۱۱۱ ۱۱۲ ۱۱۳ ۱۱۴ ۱۱۵ ۱۱۶ ۱۱۷ ۱۱۸ ۱۱۹ ۱۲۰ ۱۲۱ ۱۲۲ ۱۲۳ ۱۲۴ ۱۲۵ ۱۲۶ ۱۲۷ ۱۲۸ ۱۲۹ ۱۳۰ ۱۳۱ ۱۳۲ ۱۳۳ ۱۳۴ ۱۳۵ ۱۳۶ ۱۳۷ ۱۳۸ ۱۳۹ ۱۴۰ ۱۴۱ ۱۴۲ ۱۴۳ ۱۴۴ ۱۴۵ ۱۴۶ ۱۴۷ ۱۴۸ ۱۴۹ ۱۵۰ ۱۵۱ ۱۵۲ ۱۵۳ ۱۵۴ ۱۵۵ ۱۵۶ ۱۵۷ ۱۵۸ ۱۵۹ ۱۶۰ ۱۶۱ ۱۶۲ ۱۶۳ ۱۶۴ ۱۶۵ ۱۶۶ ۱۶۷ ۱۶۸ ۱۶۹ ۱۷۰ ۱۷۱ ۱۷۲ ۱۷۳ ۱۷۴ ۱۷۵ ۱۷۶ ۱۷۷ ۱۷۸ ۱۷۹ ۱۸۰ ۱۸۱ ۱۸۲ ۱۸۳ ۱۸۴ ۱۸۵ ۱۸۶ ۱۸۷ ۱۸۸ ۱۸۹ ۱۹۰ ۱۹۱ ۱۹۲ ۱۹۳ ۱۹۴ ۱۹۵ ۱۹۶ ۱۹۷ ۱۹۸ ۱۹۹ ۲۰۰ ۲۰۱ ۲۰۲ ۲۰۳ ۲۰۴ ۲۰۵ ۲۰۶ ۲۰۷ ۲۰۸ ۲۰۹ ۲۱۰ ۲۱۱ ۲۱۲ ۲۱۳ ۲۱۴ ۲۱۵ ۲۱۶ ۲۱۷ ۲۱۸ ۲۱۹ ۲۲۰ ۲۲۱ ۲۲۲ ۲۲۳ ۲۲۴ ۲۲۵ ۲۲۶ ۲۲۷ ۲۲۸ ۲۲۹ ۲۳۰ ۲۳۱ ۲۳۲ ۲۳۳ ۲۳۴ ۲۳۵ ۲۳۶ ۲۳۷ ۲۳۸ ۲۳۹ ۲۴۰ ۲۴۱ ۲۴۲ ۲۴۳ ۲۴۴ ۲۴۵ ۲۴۶ ۲۴۷ ۲۴۸ ۲۴۹ ۲۵۰ ۲۵۱ ۲۵۲ ۲۵۳ ۲۵۴ ۲۵۵ ۲۵۶ ۲۵۷ ۲۵۸ ۲۵۹ ۲۶۰ ۲۶۱ ۲۶۲ ۲۶۳ ۲۶۴ ۲۶۵ ۲۶۶ ۲۶۷ ۲۶۸ ۲۶۹ ۲۷۰ ۲۷۱ ۲۷۲ ۲۷۳ ۲۷۴ ۲۷۵ ۲۷۶ ۲۷۷ ۲۷۸ ۲۷۹ ۲۸۰ ۲۸۱ ۲۸۲ ۲۸۳ ۲۸۴ ۲۸۵ ۲۸۶ ۲۸۷ ۲۸۸ ۲۸۹ ۲۹۰ ۲۹۱ ۲۹۲ ۲۹۳ ۲۹۴ ۲۹۵ ۲۹۶ ۲۹۷ ۲۹۸ ۲۹۹ ۳۰۰ ۳۰۱ ۳۰۲ ۳۰۳ ۳۰۴ ۳۰۵ ۳۰۶ ۳۰۷ ۳۰۸ ۳۰۹ ۳۱۰ ۳۱۱ ۳۱۲ ۳۱۳ ۳۱۴ ۳۱۵ ۳۱۶ ۳۱۷ ۳۱۸ ۳۱۹ ۳۲۰ ۳۲۱ ۳۲۲ ۳۲۳ ۳۲۴ ۳۲۵ ۳۲۶ ۳۲۷ ۳۲۸ ۳۲۹ ۳۳۰ ۳۳۱ ۳۳۲ ۳۳۳ ۳۳۴ ۳۳۵ ۳۳۶ ۳۳۷ ۳۳۸ ۳۳۹ ۳۴۰ ۳۴۱ ۳۴۲ ۳۴۳ ۳۴۴ ۳۴۵ ۳۴۶ ۳۴۷ ۳۴۸ ۳۴۹ ۳۵۰ ۳۵۱ ۳۵۲ ۳۵۳ ۳۵۴ ۳۵۵ ۳۵۶ ۳۵۷ ۳۵۸ ۳۵۹ ۳۶۰ ۳۶۱ ۳۶۲ ۳۶۳ ۳۶۴ ۳۶۵ ۳۶۶ ۳۶۷ ۳۶۸ ۳۶۹ ۳۷۰ ۳۷۱ ۳۷۲ ۳۷۳ ۳۷۴ ۳۷۵ ۳۷۶ ۳۷۷ ۳۷۸ ۳۷۹ ۳۸۰ ۳۸۱ ۳۸۲ ۳۸۳ ۳۸۴ ۳۸۵ ۳۸۶ ۳۸۷ ۳۸۸ ۳۸۹ ۳۹۰ ۳۹۱ ۳۹۲ ۳۹۳ ۳۹۴ ۳۹۵ ۳۹۶ ۳۹۷ ۳۹۸ ۳۹۹ ۴۰۰ ۴۰۱ ۴۰۲ ۴۰۳ ۴۰۴ ۴۰۵ ۴۰۶ ۴۰۷ ۴۰۸ ۴۰۹ ۴۱۰ ۴۱۱ ۴۱۲ ۴۱۳ ۴۱۴ ۴۱۵ ۴۱۶ ۴۱۷ ۴۱۸ ۴۱۹ ۴۲۰ ۴۲۱ ۴۲۲ ۴۲۳ ۴۲۴ ۴۲۵ ۴۲۶ ۴۲۷ ۴۲۸ ۴۲۹ ۴۳۰ ۴۳۱ ۴۳۲ ۴۳۳ ۴۳۴ ۴۳۵ ۴۳۶ ۴۳۷ ۴۳۸ ۴۳۹ ۴۴۰ ۴۴۱ ۴۴۲ ۴۴۳ ۴۴۴ ۴۴۵ ۴۴۶ ۴۴۷ ۴۴۸ ۴۴۹ ۴۵۰ ۴۵۱ ۴۵۲ ۴۵۳ ۴۵۴ ۴۵۵ ۴۵۶ ۴۵۷ ۴۵۸ ۴۵۹ ۴۶۰ ۴۶۱ ۴۶۲ ۴۶۳ ۴۶۴ ۴۶۵ ۴۶۶ ۴۶۷ ۴۶۸ ۴۶۹ ۴۷۰ ۴۷۱ ۴۷۲ ۴۷۳ ۴۷۴ ۴۷۵ ۴۷۶ ۴۷۷ ۴۷۸ ۴۷۹ ۴۸۰ ۴۸۱ ۴۸۲ ۴۸۳ ۴۸۴ ۴۸۵ ۴۸۶ ۴۸۷ ۴۸۸ ۴۸۹ ۴۹۰ ۴۹۱ ۴۹۲ ۴۹۳ ۴۹۴ ۴۹۵ ۴۹۶ ۴۹۷ ۴۹۸ ۴۹۹ ۵۰۰ ۵۰۱ ۵۰۲ ۵۰۳ ۵۰۴ ۵۰۵ ۵۰۶ ۵۰۷ ۵۰۸ ۵۰۹ ۵۱۰ ۵۱۱ ۵۱۲ ۵۱۳ ۵۱۴ ۵۱۵ ۵۱۶ ۵۱۷ ۵۱۸ ۵۱۹ ۵۲۰ ۵۲۱ ۵۲۲ ۵۲۳ ۵۲۴ ۵۲۵ ۵۲۶ ۵۲۷ ۵۲۸ ۵۲۹ ۵۳۰ ۵۳۱ ۵۳۲ ۵۳۳ ۵۳۴ ۵۳۵ ۵۳۶ ۵۳۷ ۵۳۸ ۵۳۹ ۵۴۰ ۵۴۱ ۵۴۲ ۵۴۳ ۵۴۴ ۵۴۵ ۵۴۶ ۵۴۷ ۵۴۸ ۵۴۹ ۵۵۰ ۵۵۱ ۵۵۲ ۵۵۳ ۵۵۴ ۵۵۵ ۵۵۶ ۵۵۷ ۵۵۸ ۵۵۹ ۵۶۰ ۵۶۱ ۵۶۲ ۵۶۳ ۵۶۴ ۵۶۵ ۵۶۶ ۵۶۷ ۵۶۸ ۵۶۹ ۵۷۰ ۵۷۱ ۵۷۲ ۵۷۳ ۵۷۴ ۵۷۵ ۵۷۶ ۵۷۷ ۵۷۸ ۵۷۹ ۵۸۰ ۵۸۱ ۵۸۲ ۵۸۳ ۵۸۴ ۵۸۵ ۵۸۶ ۵۸۷ ۵۸۸ ۵۸۹ ۵۹۰ ۵۹۱ ۵۹۲ ۵۹۳ ۵۹۴ ۵۹۵ ۵۹۶ ۵۹۷ ۵۹۸ ۵۹۹ ۶۰۰ ۶۰۱ ۶۰۲ ۶۰۳ ۶۰۴ ۶۰۵ ۶۰۶ ۶۰۷ ۶۰۸ ۶۰۹ ۶۱۰ ۶۱۱ ۶۱۲ ۶۱۳ ۶۱۴ ۶۱۵ ۶۱۶ ۶۱۷ ۶۱۸ ۶۱۹ ۶۲۰ ۶۲۱ ۶۲۲ ۶۲۳ ۶۲۴ ۶۲۵ ۶۲۶ ۶۲۷ ۶۲۸ ۶۲۹ ۶۳۰ ۶۳۱ ۶۳۲ ۶۳۳ ۶۳۴ ۶۳۵ ۶۳۶ ۶۳۷ ۶۳۸ ۶۳۹ ۶۴۰ ۶۴۱ ۶۴۲ ۶۴۳ ۶۴۴ ۶۴۵ ۶۴۶ ۶۴۷ ۶۴۸ ۶۴۹ ۶۵۰ ۶۵۱ ۶۵۲ ۶۵۳ ۶۵۴ ۶۵۵ ۶۵۶ ۶۵۷ ۶۵۸ ۶۵۹ ۶۶۰ ۶۶۱ ۶۶۲ ۶۶۳ ۶۶۴ ۶۶۵ ۶۶۶ ۶۶۷ ۶۶۸ ۶۶۹ ۶۷۰ ۶۷۱ ۶۷۲ ۶۷۳ ۶۷۴ ۶۷۵ ۶۷۶ ۶۷۷ ۶۷۸ ۶۷۹ ۶۸۰ ۶۸۱ ۶۸۲ ۶۸۳ ۶۸۴ ۶۸۵ ۶۸۶ ۶۸۷ ۶۸۸ ۶۸۹ ۶۹۰ ۶۹۱ ۶۹۲ ۶۹۳ ۶۹۴ ۶۹۵ ۶۹۶ ۶۹۷ ۶۹۸ ۶۹۹ ۷۰۰ ۷۰۱ ۷۰۲ ۷۰۳ ۷۰۴ ۷۰۵ ۷۰۶ ۷۰۷ ۷۰۸ ۷۰۹ ۷۱۰ ۷۱۱ ۷۱۲ ۷۱۳ ۷۱۴ ۷۱۵ ۷۱۶ ۷۱۷ ۷۱۸ ۷۱۹ ۷۲۰ ۷۲۱ ۷۲۲ ۷۲۳ ۷۲۴ ۷۲۵ ۷۲۶ ۷۲۷ ۷۲۸ ۷۲۹ ۷۳۰ ۷۳۱ ۷۳۲ ۷۳۳ ۷۳۴ ۷۳۵ ۷۳۶ ۷۳۷ ۷۳۸ ۷۳۹ ۷۴۰ ۷۴۱ ۷۴۲ ۷۴۳ ۷۴۴ ۷۴۵ ۷۴۶ ۷۴۷ ۷۴۸ ۷۴۹ ۷۵۰ ۷۵۱ ۷۵۲ ۷۵۳ ۷۵۴ ۷۵۵ ۷۵۶ ۷۵۷ ۷۵۸ ۷۵۹ ۷۶۰ ۷۶۱ ۷۶۲ ۷۶۳ ۷۶۴ ۷۶۵ ۷۶۶ ۷۶۷ ۷۶۸ ۷۶۹ ۷۷۰ ۷۷۱ ۷۷۲ ۷۷۳ ۷۷۴ ۷۷۵ ۷۷۶ ۷۷۷ ۷۷۸ ۷۷۹ ۷۸۰ ۷۸۱ ۷۸۲ ۷۸۳ ۷۸۴ ۷۸۵ ۷۸۶ ۷۸۷ ۷۸۸ ۷۸۹ ۷۹۰ ۷۹۱ ۷۹۲ ۷۹۳ ۷۹۴ ۷۹۵ ۷۹۶ ۷۹۷ ۷۹۸ ۷۹۹ ۸۰۰ ۸۰۱ ۸۰۲ ۸۰۳ ۸۰۴ ۸۰۵ ۸۰۶ ۸۰۷ ۸۰۸ ۸۰۹ ۸۱۰ ۸۱۱ ۸۱۲ ۸۱۳ ۸۱۴ ۸۱۵ ۸۱۶ ۸۱۷ ۸۱۸ ۸۱۹ ۸۲۰ ۸۲۱ ۸۲۲ ۸۲۳ ۸۲۴ ۸۲۵ ۸۲۶ ۸۲۷ ۸۲۸ ۸۲۹ ۸۳۰ ۸۳۱ ۸۳۲ ۸۳۳ ۸۳۴ ۸۳۵ ۸۳۶ ۸۳۷ ۸۳۸ ۸۳۹ ۸۴۰ ۸۴۱ ۸۴۲ ۸۴۳ ۸۴۴ ۸۴۵ ۸۴۶ ۸۴۷ ۸۴۸ ۸۴۹ ۸۵۰ ۸۵۱ ۸۵۲ ۸۵۳ ۸۵۴ ۸۵۵ ۸۵۶ ۸۵۷ ۸۵۸ ۸۵۹ ۸۶۰ ۸۶۱ ۸۶۲ ۸۶۳ ۸۶۴ ۸۶۵ ۸۶۶ ۸۶۷ ۸۶۸ ۸۶۹ ۸۷۰ ۸۷۱ ۸۷۲ ۸۷۳ ۸۷۴ ۸۷۵ ۸۷۶ ۸۷۷ ۸۷۸ ۸۷۹ ۸۸۰ ۸۸۱ ۸۸۲ ۸۸۳ ۸۸۴ ۸۸۵ ۸۸۶ ۸۸۷ ۸۸۸ ۸۸۹ ۸۹۰ ۸۹۱ ۸۹۲ ۸۹۳ ۸۹۴ ۸۹۵ ۸۹۶ ۸۹۷ ۸۹۸ ۸۹۹ ۹۰۰ ۹۰۱ ۹۰۲ ۹۰۳ ۹۰۴ ۹۰۵ ۹۰۶ ۹۰۷ ۹۰۸ ۹۰۹ ۹۱۰ ۹۱۱ ۹۱۲ ۹۱۳ ۹۱۴ ۹۱۵ ۹۱۶ ۹۱۷ ۹۱۸ ۹۱۹ ۹۲۰ ۹۲۱ ۹۲۲ ۹۲۳ ۹۲۴ ۹۲۵ ۹۲۶ ۹۲۷ ۹۲۸ ۹۲۹ ۹۳۰ ۹۳۱ ۹۳۲ ۹۳۳ ۹۳۴ ۹۳۵ ۹۳۶ ۹۳۷ ۹۳۸ ۹۳۹ ۹۴۰ ۹۴۱ ۹۴۲ ۹۴۳ ۹۴۴ ۹۴۵ ۹۴۶ ۹۴۷ ۹۴۸ ۹۴۹ ۹۵۰ ۹۵۱ ۹۵۲ ۹۵۳ ۹۵۴ ۹۵۵ ۹۵۶ ۹۵۷ ۹۵۸ ۹۵۹ ۹۶۰ ۹۶۱ ۹۶۲ ۹۶۳ ۹۶۴ ۹۶۵ ۹۶۶ ۹۶۷ ۹۶۸ ۹۶۹ ۹۷۰ ۹۷۱ ۹۷۲ ۹۷۳ ۹۷۴ ۹۷۵ ۹۷۶ ۹۷۷ ۹۷۸ ۹۷۹ ۹۸۰ ۹۸۱ ۹۸۲ ۹۸۳ ۹۸۴ ۹۸۵ ۹۸۶ ۹۸۷ ۹۸۸ ۹۸۹ ۹۹۰ ۹۹۱ ۹۹۲ ۹۹۳ ۹۹۴ ۹۹۵ ۹۹۶ ۹۹۷ ۹۹۸ ۹۹۹ ۱۰۰۰ ۱۰۰۱ ۱۰۰۲ ۱۰۰۳ ۱۰۰۴ ۱۰۰۵ ۱۰۰۶ ۱۰۰۷ ۱۰۰۸ ۱۰۰۹ ۱۰۱۰ ۱۰۱۱ ۱۰۱۲ ۱۰۱۳ ۱۰۱۴ ۱۰۱۵ ۱۰۱۶ ۱۰۱۷ ۱۰۱۸ ۱۰۱۹ ۱۰۲۰ ۱۰۲۱ ۱۰۲۲ ۱۰۲۳ ۱۰۲۴ ۱۰۲۵ ۱۰۲۶ ۱۰۲۷ ۱۰۲۸ ۱۰۲۹ ۱۰۳۰ ۱۰۳۱ ۱۰۳۲ ۱۰۳۳ ۱۰۳۴ ۱۰۳۵ ۱۰۳۶ ۱۰۳۷ ۱۰۳۸ ۱۰۳۹ ۱۰۴۰ ۱۰۴۱ ۱۰۴۲ ۱۰۴۳ ۱۰۴۴ ۱۰۴۵ ۱۰۴۶ ۱۰۴۷ ۱۰۴۸ ۱۰۴۹ ۱۰۵۰ ۱۰۵۱ ۱۰۵۲ ۱۰۵۳ ۱۰۵۴ ۱۰۵۵ ۱۰۵۶ ۱۰۵۷ ۱۰۵۸ ۱۰۵۹ ۱۰۶۰ ۱۰۶۱ ۱۰۶۲ ۱۰۶۳ ۱۰۶۴ ۱۰۶۵ ۱۰۶۶ ۱۰۶۷ ۱۰۶۸ ۱۰۶۹ ۱۰۷۰ ۱۰۷۱ ۱۰۷۲ ۱۰۷۳ ۱۰۷۴ ۱۰۷۵ ۱۰۷۶ ۱۰۷۷ ۱۰۷۸ ۱۰۷۹ ۱۰۸۰ ۱۰۸۱ ۱۰۸۲ ۱۰۸۳ ۱۰۸۴ ۱۰۸۵ ۱۰۸۶ ۱۰۸۷ ۱۰۸۸ ۱۰۸۹ ۱۰۹۰ ۱۰۹۱ ۱۰۹۲ ۱۰۹۳ ۱۰۹۴ ۱۰۹۵ ۱۰۹۶ ۱۰۹۷ ۱۰۹۸ ۱۰۹۹ ۱۱۰۰ ۱۱۰۱ ۱۱۰۲ ۱۱۰۳ ۱۱۰۴ ۱۱۰۵ ۱۱۰۶ ۱۱۰۷ ۱۱۰۸ ۱۱۰۹ ۱۱۱۰ ۱۱۱۱ ۱۱۱۲ ۱۱۱۳ ۱۱۱۴ ۱۱۱۵ ۱۱۱۶ ۱۱۱۷ ۱۱۱۸ ۱۱۱۹ ۱۱۲۰ ۱۱۲۱ ۱۱۲۲ ۱۱۲۳ ۱۱۲۴ ۱۱۲۵ ۱۱۲۶ ۱۱۲۷ ۱۱۲۸ ۱۱۲۹ ۱۱۳۰ ۱۱۳۱ ۱۱۳۲ ۱۱۳۳ ۱۱۳۴ ۱۱۳۵ ۱۱۳۶ ۱۱۳۷ ۱۱۳۸ ۱۱۳۹ ۱۱۴۰ ۱۱۴۱ ۱۱۴۲ ۱۱۴۳ ۱۱۴۴ ۱۱۴۵ ۱۱۴۶ ۱۱۴۷ ۱۱۴۸ ۱۱۴۹ ۱۱۵۰ ۱۱۵۱ ۱۱۵۲ ۱۱۵۳ ۱۱۵۴ ۱۱۵۵ ۱۱۵۶ ۱۱۵۷ ۱۱۵۸ ۱۱۵۹ ۱۱۶۰ ۱۱۶۱ ۱۱۶۲ ۱۱۶۳ ۱۱۶۴ ۱۱۶۵ ۱۱۶۶ ۱۱۶۷ ۱۱۶۸ ۱۱۶۹ ۱۱۷۰ ۱۱۷۱ ۱۱۷۲ ۱۱۷۳ ۱۱۷۴ ۱۱۷۵ ۱۱۷۶ ۱۱۷۷ ۱۱۷۸ ۱۱۷۹ ۱۱۸۰ ۱۱۸۱ ۱۱۸۲ ۱۱۸۳ ۱۱۸۴ ۱۱۸۵ ۱۱۸۶ ۱۱۸۷ ۱۱۸۸ ۱۱۸۹ ۱۱۹۰ ۱۱۹۱ ۱۱۹۲ ۱۱۹۳ ۱۱۹۴ ۱۱۹۵ ۱۱۹۶ ۱۱۹۷ ۱۱۹۸ ۱۱۹۹ ۱۲۰۰ ۱۲۰۱ ۱۲۰۲ ۱۲۰۳ ۱۲۰۴ ۱۲۰۵ ۱۲۰۶ ۱۲۰۷ ۱۲۰۸ ۱۲۰۹ ۱۲۱۰ ۱۲۱۱ ۱۲۱۲ ۱۲۱۳ ۱۲۱۴ ۱۲۱۵ ۱۲۱۶ ۱۲۱۷ ۱۲۱۸ ۱۲۱۹ ۱۲۲۰ ۱۲۲۱ ۱۲۲۲ ۱۲۲۳ ۱۲۲۴ ۱۲۲۵ ۱۲۲۶ ۱۲۲۷ ۱۲۲۸ ۱۲۲۹ ۱۲۳۰ ۱۲۳۱ ۱۲۳۲ ۱۲۳۳ ۱۲۳۴ ۱۲۳۵ ۱۲۳۶ ۱۲۳۷ ۱۲۳۸ ۱۲۳۹ ۱۲۴۰ ۱۲۴۱ ۱۲۴۲ ۱۲۴۳ ۱۲۴۴ ۱۲۴۵ ۱۲۴۶ ۱۲۴۷ ۱۲۴۸ ۱۲۴۹ ۱۲۵۰ ۱۲۵۱ ۱۲۵۲ ۱۲۵۳ ۱۲۵۴ ۱۲۵۵ ۱۲۵۶ ۱۲۵۷ ۱۲۵۸ ۱۲۵۹ ۱۲۶۰ ۱۲۶۱ ۱۲۶۲ ۱۲۶۳ ۱۲۶۴ ۱۲۶۵ ۱۲۶۶ ۱۲۶۷ ۱۲۶۸ ۱۲۶۹ ۱۲۷۰ ۱۲۷۱ ۱۲۷۲ ۱۲۷۳ ۱۲۷۴ ۱۲۷۵ ۱۲۷۶ ۱۲۷۷ ۱۲۷۸ ۱۲۷۹ ۱۲۸۰ ۱۲۸۱ ۱۲۸۲ ۱۲۸۳ ۱۲۸۴ ۱۲۸۵ ۱۲۸۶ ۱۲۸۷ ۱۲۸۸ ۱۲۸۹ ۱۲۹۰ ۱۲۹۱ ۱۲۹۲ ۱۲۹۳ ۱۲۹۴ ۱۲۹۵ ۱۲۹۶ ۱۲۹۷ ۱۲۹۸ ۱۲۹۹ ۱۳۰۰ ۱۳۰۱ ۱۳۰۲ ۱۳۰۳ ۱۳۰۴ ۱۳۰۵ ۱۳۰۶ ۱۳۰۷ ۱۳۰۸ ۱۳۰۹ ۱۳۱۰ ۱۳۱۱ ۱۳۱۲ ۱۳۱۳ ۱۳۱۴ ۱۳۱۵ ۱۳۱۶ ۱۳۱۷ ۱۳۱۸ ۱۳۱۹ ۱۳۲۰ ۱۳۲۱ ۱۳۲۲ ۱۳۲۳ ۱۳۲۴ ۱۳۲۵ ۱۳۲۶ ۱۳۲۷ ۱۳۲۸ ۱۳۲۹ ۱۳۳۰ ۱۳۳۱ ۱۳۳۲ ۱۳۳۳ ۱۳۳۴ ۱۳۳۵ ۱۳۳۶ ۱۳۳۷ ۱۳۳۸ ۱۳۳۹ ۱۳۴۰ ۱۳۴۱ ۱۳۴۲ ۱۳۴۳ ۱۳۴۴ ۱۳۴۵ ۱۳۴۶ ۱۳۴۷ ۱۳۴۸ ۱۳۴۹ ۱۳۵۰ ۱۳۵۱ ۱۳۵۲ ۱۳۵۳ ۱۳۵۴ ۱۳۵۵ ۱۳۵۶ ۱۳۵۷ ۱۳۵۸ ۱۳۵۹ ۱۳۶۰ ۱۳۶۱ ۱۳۶۲ ۱۳۶۳ ۱۳۶۴ ۱۳۶۵ ۱۳۶۶ ۱۳۶۷ ۱۳۶۸ ۱۳۶۹ ۱۳۷۰ ۱۳۷۱ ۱۳۷۲ ۱۳۷۳ ۱۳۷۴ ۱۳۷۵ ۱۳۷۶ ۱۳۷۷ ۱۳۷۸ ۱۳۷۹ ۱۳۸۰ ۱۳۸۱ ۱۳۸۲ ۱۳۸۳ ۱۳۸۴ ۱۳۸۵ ۱۳۸۶ ۱۳۸۷ ۱۳۸۸ ۱۳۸۹ ۱۳۹۰ ۱۳۹۱ ۱۳۹۲ ۱۳۹۳ ۱۳۹۴ ۱۳۹۵ ۱۳۹۶ ۱۳۹۷ ۱۳۹۸ ۱۳۹۹ ۱۴۰۰ ۱۴۰۱ ۱۴۰۲ ۱۴۰۳ ۱۴۰۴ ۱۴۰۵ ۱۴۰۶ ۱۴۰۷ ۱۴۰۸ ۱۴۰۹ ۱۴۱۰ ۱۴۱۱ ۱۴۱۲ ۱۴۱۳ ۱۴۱۴ ۱۴۱۵ ۱۴۱۶ ۱۴۱۷ ۱۴۱۸ ۱۴۱۹ ۱۴۲۰ ۱۴۲۱ ۱۴۲۲ ۱۴۲۳ ۱۴۲۴ ۱۴۲۵ ۱۴۲۶ ۱۴۲۷ ۱۴۲۸ ۱۴۲۹ ۱۴۳۰ ۱۴۳۱ ۱۴۳۲ ۱۴۳۳ ۱۴۳۴ ۱۴۳۵ ۱۴۳۶ ۱۴۳۷ ۱۴۳۸ ۱۴۳۹ ۱۴۴۰ ۱۴۴۱ ۱۴۴۲ ۱۴۴۳

اللَّهُ أَقْرَأُ سُورَةَ هُودٍ أَوْ سُورَةَ يُوسُفَ قَالَ لَنْ تَقْرَأُ شَيْئًا أَبْلَغَ عِنْدَ اللَّهِ مِنْ قُلِّ أَعُوذُ بِدَبِّ
الْفَلَقِ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالنَّسَائِيُّ وَالْدَّارِمِيُّ: الْفَصْلُ الثَّالِثُ: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعِدُّوا الْقُرْآنَ وَاتَّبِعُوا غَدَائِبَهُ وَغَرَائِبَهُ فَذَلِكَ وَحْدُهُ
وَعَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قِرَاءَةُ الْقُرْآنِ فِي الصَّلَاةِ أَفْضَلُ مِنْ قِرَاءَةِ
الْقُرْآنِ فِي غَيْرِ الصَّلَاةِ وَقِرَاءَةُ الْقُرْآنِ غَيْرُ الصَّلَاةِ أَفْضَلُ مِنَ التَّسْبِيحِ وَالتَّكْوِيلِ وَالتَّسْبِيحِ

اشترک میں سورہ ہود یا سورہ یوسف پڑھا کروں گے فرمایا تم قل عوذ برب الفلق سے بڑھ کر کوئی ایسی سورت نہیں پڑھ سکتے جو آسان تر اور کبھی نزدیک تمارے ہوئے
(احمد، نسائی، دارمی) تیسری فضیلت روایت حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کو خوب ظاہر کر دیا اور قرآن کے عجائبات
کی پیروی کر دیا اس کے عجائب اس کے فضائل اس کے اسرار میں سکھ روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اشترک علیہ وسلم نے فرمایا نماز میں قرآن پڑھنا بیرون نماز کا تقویٰ
سے افضل ہے اور بیرون نماز قرآن شریف پڑھنا تسبیح و تکبیر پڑھنے سے بہتر ہے اور تسبیح پڑھنا۔

لے اقدار سے مجزہ استفہامیدہ در کردی گئی ہے یعنی کیا میں آفات سے بچنے اور مصیبتوں کے دفع کرنے کیلئے سورہ یوسف و ہود کا در رکھوں، اوقات مراقبہ، غرض کہ یہاں کلام
کی اجازت نہیں چاہ رہے ہیں بلکہ تلوذ کی اجازت حاصل کرنا چاہتے ہیں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ درود و طبعیوں میں تسبیح کی اجازت چاہیے در ثواب قبول جائیگا گناہ نہ ہوگا
یہ حدیث اجازت تسبیح کی اصل ہے لہٰذا یعنی سورہ فلق پڑھنے میں نہایت آسان ہے کہ مختصر سی سورہ ہے اور جائز دفع کرنے میں تیز بہت اور جامع ہے کیونکہ اس میں ہر مخلوق
کی شریعت پناہ مانگی گئی ہے اور در طبعیوں و دعاؤں میں جامع و طیفیہ دو عالمیں بہتر ہیں مرقاۃ نے فرمایا کہ ممکن ہے اس سے دوسو مرتبہ فلق و ناس مراد ہوں، یعنی ایک کا ذکر فرما
کر دوسو کی اجازت دی ہو کیونکہ سورہ ناس سورہ فلق کی ساتھی ہے و اللہ اعلم لہٰذا اے عالم قرآن کریم کی لوگوں میں خوب اشاعت کر دے چھپانہ رکھو جیسے یہود و نصاریٰ
نے اصل تورات و انجیل چھپادی سورج چھپے کیلئے انہیں نکلتا چکے کیلئے نکلتا ہے قرآن کو چکے دو بلکہ خود بھی چکا و اعراب کے معنی میں ظاہر کن عربی میں حرکات یعنی زیر و بر و میث کو
ایک لے اعراب کہنے میں کہ اس سے کلمات کی فاعلیت، مفعولیت وغیرہ ظاہر ہو کر عبارت کے معنی ظاہر ہو جاتے ہیں لہٰذا یعنی غرائب سے مراد قرآنی تشابہات نہیں کیونکہ انکی تعداد بیس کو پہنچ
بلکہ مراد قرآنی احکام ہیں جو بہت انوکھے اور نرے ہیں یا فرائض سے مراد کرنے والے کاموں کے احکام ہیں اور حدود سے مراد نہ کرنے والی چیزیں یا فرائض سے مرادداشت
کے حصے ہیں اور حدود سے مراد باقی دیگر احکام ہیں یا فرائض سے مراد عام فہم معنی و احکام ہیں اور حدود سے مراد قرآنی اسرار میں یعنی قرآنی احکام اس کے معجزات
اس کے وعدے و وعید ہیں طلباء و عوام پر ظاہر کر دے طلباء پر مدرسوں میں عوام پر مجلسوں اور غلوں میں قرآن کا ایک ظاہر ہے ایک باطن جیسے انسان کا ظاہر
بدن ہے اور باطن قلب درود، فرائض میں ظاہر کی طرف اشارہ ہے، حدود میں باطن کی طرف اس سے معلوم ہوا کہ قرآن شریف کے لئے علم نحو، عربی لغت
بلاغت وغیرہ کی ضرورت ہے کہ ان علوم کے بغیر قرآن کے ہر صفیات ظاہر نہ ہو سکتے ہیں رکے جاسکتے ہیں لہٰذا کیونکہ نماز میں تلاوت سے دو عبادتوں کا اجتماع
ہے اور ایک عبادت سے دو افضل نیز نماز میں جو یکسوئی ہوتی ہے وہ بیرون نماز قسیر نہیں ہوتی نیز نماز میں جو قرب الہی نصیب ہوتا ہے وہ بیرون نماز نصیب
نہیں ہوتا اس سے معلوم ہوا کہ دو عبادتوں کا اجتماع افضل ہے لہٰذا فاتحہ ختم وغیرہ بہترین چیز ہے کہ ان میں تلاوت و خیرات کا اجتماع ہوتا ہے یعنی یہ دو عبادتوں کا مجموعہ

أَفْضَلُ مِنَ الصَّدَقَةِ وَالصَّدَقَةُ أَفْضَلُ مِنَ الصَّوْمِ وَالصَّوْمُ جَنَّةٌ مِنَ النَّارِ : وَعَنْ
عُمَانَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَوْسٍ الثَّقَفِيِّ عَنْ جَدِّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قِلَاءَةُ الدَّجَلِ الْقُدَانِ فِي غَيْرِ الْمُصْحَفِ لَفٌ دَرَجَةٌ وَقِدَاءُ تَنَانِي الْمُصْحَفِ تُضَعَّفُ عَلَى ذَلِكَ
إِلَى أَلْفِي دَرَجَةٍ : وَعَنْ ابْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ هَذِهِ الْقُلُوبَ تَصَدُّ
كَمًا يَصْدَأُ الْحَدِيدَ إِذَا أَصَابَهُ الْمَاءُ قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا جَلَاءُ وَهَآ

خیرات بہتر ہے کہ اور خیرات روزے سے افضل ہے کہ اور روزہ آگ سے بحال ہے کہ روایت حضرت عثمان بن عبد اللہ بن اوس ثقفی سے
دو اپنے ملا سے راوی فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی شخص کا بغیر قرآن کریم دیکھے تلاوت کرنا ہزار درجہ ہے کہ اور قرآن میں دیکھ کر
تلاوت کرنا اس پر دہزار درجہ افضل ہے کہ اور روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ یہ دل ایسے رنگ
آلود ہوتے رہتے ہیں جیسے لوہا پانی لگنے سے رنگ آلود ہو جاتا ہے کہ عرض کیا گیا یا رسول اللہ ان دلوں کی صحت کیا ہے کہ

ہیں کہ کیونکہ تسبیح و تہلیل قرآن کا جزو ہیں اور تلاوت میں کل قرآن ہے اور ہر جزو سے کل افضل نیز قرآن میں وظیفہ بھی ہے اور رب تعالیٰ کے احکام بھی تلاوت فرماتے
ہیں کہ کچھ حد تک وہ تشبہ سے قیام افضل ہے کیونکہ قیام میں تلاوت قرآن ہے انکی دلیل یہ حدیث ہے شیخ نے فرمایا کہ بیرون نماز تلاوت ناری تسبیح و تہلیل سے کچھ افضل ہے
کہ یعنی اس خیرات سے بہتر ہے جو ذکر اللہ سے خالی ہو جو ظاہر ہے کہ حدیث ہے ہمارا کام تسبیح و تہلیل میں ہے رب کا نام ہمارے کام سے رب کا نام افضل ہے
چاہیے کہ خیرات کے وقت اللہ کا ذکر بھی کیا جائے کہ اس وجہ سے کہ صدقہ میں مال راہ خدا میں خرچ کرنا ہے اور روزے میں مال نفس کے لئے روکنا اور بچانا
ہے کہ روزہ میں دوسرا کھانا بچا جاتا ہے اور مال بچانے سے خرچ کرنا راہ خدا میں بہتر بعض صوفیائے فرماتے ہیں کہ روزہ وہ چیز جس میں بچا ہوا مال خیرات کو دیا
جائے یعنی جب نفی روزہ رکھے تو دوسرا کھانا خیرات کو دے تاکہ روزہ خیرات جمع ہو جائیں بلکہ روزہ میں ذکر اللہ زیادہ کرے تاکہ روزہ تسبیح و تہلیل کا اجتماع نصیب
ہو یا یہ وجہ ہے کہ روزہ میں صوم روزہ دار کا نفع ہے اور صدقہ دینے والے کا بھی اور فقیر کا بھی بھلا اور لازم عبادت سے متعدی عبادت بہتر ہے خیال رہے کہ یہ
فضیلت جزوی ہے ورنہ کلیۃً روزہ خیرات سے بہتر ہے لہذا یہ حدیث روزہ کی فضائل کی احادیث کے خلاف نہیں بلکہ جب روزہ حیا تمام عبادات میں
سے آخر درجہ کی عبادت ہے اس کا یہ فائدہ ہے تو مسوچ لو کہ اس سے اوپر دالی عبادتوں کا کیا فائدہ ہو گا وہ ہمارے خیال و دہم سے دراوے کہ یعنی
حفظ تلاوت قرآن کا ثواب دیگر عبادات سے ہزار گنا زیادہ ہے اس کی وجہ پہلے بیان ہو چکی تھی یعنی قرآن کریم میں دیکھ کر تلاوت کرنے کا ثواب دوسری
عبادات سے دوسرا گنا زیادہ یا حفظ تلاوت سے دوسرا حصہ زیادہ ہے کیونکہ قرآن کریم دیکھا بھی عبادت ہے اور اسکی تلاوت بھی عبادت تو دیکھ کر پڑھنے والا
دوسری عبادت کرتا ہے اور حفظ تلاوت کرنے والا ایک عبادت کرتا ہے خیال رہے کہ چند چیزوں کا دیکھنا عبادت ہے قرآن کریم کو کچھ عالم دین کا چہرہ
ہاں باپ کو شفقت کی نظر سے دیکھنا اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا دیکھنا تو بڑی ہی عبادت ہے کہ اس سے مومن صحابی بن جاتا ہے کہ یہی گناہوں و خطیئوں
الجہنم میں مشغولیت ذکر محبوب سے غفلت وغیرہ دل کے رنگ کا سبب ہے نیز نمک بھی معمولی سموتی ہے اور معمولی گوشتش سے جاتی رہتی ہے اور کبھی بہت سخت

قَالَ كَثْرَةُ ذِكْرِ الْمَوْتِ وَتِلَاوَةِ الْقُرْآنِ رَوَى الْبَيْهَقِيُّ الْحَادِثُ الْأَرْبَعَةُ فِي شُعْبِ الْإِسْبَانِ
وَعَنْ أَيْفَعِ بْنِ عَبْدِ الْكَلَامِيِّ قَالَ قَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَمَى سُورَةُ الْقُرْآنِ أَعْظَمُ قَالَ قُلُوهُ
اللَّهُ أَحَدًا قَالَ فَأَمَى آيَةُ الْقُرْآنِ أَعْظَمُ قَالَ آيَةُ الْكَرْسِيِّ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ
قَالَ فَأَمَى آيَةُ نَبِيِّ اللَّهِ نَحْبُ أَنْ تُصِيبَكَ وَأُمَّتُكَ قَالَ خَاتِمَةُ سُورَةِ الْبَقَرَةِ فَإِنَّهَا
مِنْ خَزَائِنِ رَحْمَةِ اللَّهِ تَعَالَى مِنْ تَحْتِ عَرْشِهِ أَعْطَاهَا هَذِهِ الْأُمَّةَ لَمْ تَتْرُكْ خَيْرًا مِنْ

فرمایا موت کا زیادہ یاد لے اور قرآن کریم کی تلاوت لے ان چاروں حدیثوں کو بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا روایت ہے حضرت ایفہ بن عبد الکلامی سے لے فرماتے ہیں ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ قرآن کریم کی کونسی سورہ بہت بڑی ہے فرمایا اے مہاجر! سورہ البقرہ عرض کیا پھر قرآن کریم کی کونسی آیت بہت بڑی ہے لے فرمایا آیت الکرسی یعنی اللہ لا الہ الا ہو العلی القیوم لے عرض کیا یا نبی اللہ کس آیت کے متعلق آپ چاہتے ہیں کہ اس کی برکت آپ کو دے گی امت کو پہنچے لے فرمایا سورہ البقرہ آخری آیات لے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رحمت کے عرش پر خزانے ہیں جو اللہ تعالیٰ اس امت کو بخشے لے ان آیتوں نے دنیا

کو بہت دلچسپی کے بعد دور ہوئی ہے اور کبھی ناقابل دفع جسے رہن اور ختم کہا جاتا ہے رب تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ لا بل راہ علی القلوب ہم ما کانوا یکسبون خیال رہے کہ یہاں ہذا القلوب سے مراد عام انسانوں کے دل ہیں انبیاء گرام اور خاص اولیاء اللہ کے دل اس سے مستثنیٰ ہیں جو ہمیشہ حفاظت الہی میں رہتے ہیں ان کے لئے ذکر موت اور تلاوت قرآن زیادتی اور انیت کے سبب ہیں لے یعنی ہر چیز کی صفائی کے آفات الگ الگ ہیں اور ہر ایک کی پالش جدا گانہ ہے تو دلوں کی پالش و صفائی کس چیز سے ہوگی ؟

لے کیونکہ موت کو یاد کرنے میں دل دنیا سے سرد ہو جاتا ہے آخرت کی طرف راغب ہو کر گناہوں سے متنفر اور نیکیوں کی طرف متوجہ ہوتا ہے جو شخص روزانہ موت کو یاد کر لیا کرے اس کو درجہ شہادت ملے گا اگرچہ طبعی موت سے مرے یا شامی اسی لئے زیارت قبور سفت ہے تاکہ اس سے اپنی موت یاد آتی رہے موت خاموشی و اعط ہے لے کیونکہ قرآن گویا اپنے روحانی دیس کا خط ہے جو ہم پر دیسیوں کو دلوں کی یاد دلاتا ہے اس دیس کی یاد اس جسمانی عارضی دیس سے دل سرد کر دیتی ہے یہ بولتا ہوا واعظ ہے اس سے معلوم ہوا کہ یاد موت کی کثرت دل کا رنگ دور کر دیتی ہے اور تلاوت مطلقاً خواہ زیادہ ہو یا کم یہ اثر کرتی ہے لے آپ کا نام ایفہ ابن ناکور کلامی ہے ذوالکلاع میں کا شہور قبیلہ ہے، شیخ نے فرمایا کہ آپ صحابی ہیں مگر مرقعات نے فرمایا کہ آپ تابعی ہیں کیونکہ آپ یمن سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کے لئے روانہ ہوئے، راستہ میں تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی تھی کیونکہ اس سورت میں رب تعالیٰ کی توحید کا نہایت جامع اور مکمل بیان ہے اور کلام کی عظمت اس کے معنوں کی عظمت سے ہوتی ہے لہذا یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جن میں ارشاد ہوا کہ سورہ فاتحہ بڑی اعظم سورہ ہے ، کہ

کہ دلوں کی عظمت اور لحاظ سے ہے کہ وہ بہت سے معنایں کی جامع ہے اور یہاں اعظمیت دوسری حیثیت سے ہے غالباً یہاں سوال بھی ایک اعظمیت کا تھا ، لہذا جواب سوال کے مطابق ہے لے جس میں رب کی ذات و صفات کا مکمل و جامع بیان ہو ، پہلے سورہ کے متعلق سوال تھا اب آیت کے متعلق سوال ہے لے آخر آیت وهو العلی العظیم تک آیت الکرسی بہت ہی نافع آیت ہے اس کے فضائل عدد عد سے باہر ہیں لے یہاں برکت سے مراد دائمی ثواب فائدہ ہے جو کبھی ختم نہ ہو برکت بزرگی سے بنا جسے بیٹھ جانا نہ ہوتا ہے امن الرسول سے آخر تک اور بہتر یہ ہے کہ للہ فانی المسلمات سے آخر تک پڑھا کرے

تمام پملیوں کی شفا و مطلق ہے بہت پملیوں میں مختلف طریقوں سے استعمال کی جاتی ہے اور بہت سی بیماریاں بہت جلد ہی بہتر ہوتی ہیں۔
 ۱۔ یہ حدیث اگرچہ حضرت عثمان پر موقوف ہے مگر مرفوع کے حکم میں ہے، کیونکہ قرآنی سورتوں کے فضائل عقل سے نہیں معلوم ہو سکتے صرف حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان شریف سے ہی معلوم ہو سکتے ہیں آخر آل عمران سے مراد آیت ان فی خلق السموات والارض سے آخر تک ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر آیا
 ۲۔ اٹھتے وقت بھی پڑھتے تھے، آسمان کے تاروں کو لٹکا کر ملتے جاتے اور آیات پڑھتے جلتے تھے بہتر یہ ہے کہ تہجد کے وقت اٹھنے پر بھی پڑھے اور نماز تہجد میں بھی
 ۳۔ مطلب یہ ہے کہ جو کوئی یہ آیتیں رات کے کسی حصہ میں خصوصاً تہجد میں پڑھے تو اسے تمام اوقات نوافل پڑھنے کا ثواب ملے گا، سبحان اللہ رب تعالیٰ کی عطا ہمارے
 ۴۔ خیال سے درراہ ہے یعنی حضرت مکحول شامی جو مشہور تابعی ہیں فرماتے ہیں کہ جمعہ کے دن میں پوری سورہ آل عمران پڑھ لے، وہ فرشتوں کی دعاؤں کا مستحق
 ۵۔ دعاؤں سے مراد خاص دعائیں کیونکہ ان کی عام دعائیں تو ہر مسلمان کے لئے وقف ہیں جیسا کہ قرآن کریم میں ہے، یہ اگرچہ حضرت مکحول کا قول ہے مگر حدیث
 ۶۔ مرفوع کے حکم میں ہے یعنی امن الدمول سے آخر سورہ تک کی دعائیں عرشی خزانوں میں سے ہیں، اخزانوں سے مراد رحمت کے معنوی خزانہ ہیں۔
 ۷۔ کہ بیٹے ان دونوں آیتوں کا ایک ایک کلمہ سیکھو اور سکھاؤ اسی لئے خلق جمع مومن ارشاد ہوا درود دعائیوں کے لئے بھی تشریف آئی چاہیے تھی، رب تعالیٰ

فَانْهَاصِلْوَةً وَقُرْبَانَ وَدُعَاءَ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ مُرْسَلًا وَعَنْ كَعْبٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اقْرَأْ سُورَةَ هُودٍ يَوْمَ الْجُمُعَةِ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ؛ وَعَنْ ابْنِ سَعِيدٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَرَأَ سُورَةَ الْكَهْفِ فِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ أَضَاءَ لَهُ النُّورُ مَا بَيْنَ الْجُمُعَتَيْنِ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي الدَّعَوَاتِ الْكُبْرَى؛ وَعَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ قَالَ اقْرَأْ وَالْمُنْجِيَةَ وَهِيَ الْمُرْتَزِلُ فَإِنَّهُ بَلَّغَنِي أَنَّ رَجُلًا كَانَ يَقْرَأُهَا مَا يَقْرَأُ شَيْئًا غَيْرَهَا وَكَانَ كَثِيرَ الْخَطَايَا

کہ یہ نماز بعد از قرب الہی و دعائیں لے اور ارمی امر سہ روایت ہے حضرت کعب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جمعہ کے دن سورہ ہود پڑھا کر دے (دارمی) روایت ہے حضرت ابوسعید کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر جمعہ کے دن میں سورہ کھف پڑھے تو اس کا نور یابی و جموں کے درمیان چمکتا ہے لے یہی دعوات الکبریٰ روایت ہے حضرت خالد بن معدان سے لے کہ انہوں نے فرمایا نجات دینے والی سورہ پڑھا کر جو اس قدر تنزیل ہے کہ مجھے خبر ملی ہے کہ ایک شخص یہی سورہ پڑھتا تھا اس کے سوا کچھ نہ پڑھتا تھا لے اور وہ بھلا ہوا گنہگار۔

فرماتا ہے ہذاں حصان اختصموا اور فرماتا ہے وان طائفتان من المؤمنین اقتتلوا الخ عورتوں کا ذکر خصوصیت سے اس لئے فرمایا کہ بمقتا طبر مردوں کے عورتیں گناہ زیادہ کرتی ہیں اس لئے یہ دو زنی زیادہ میں یعنی یہ دو آیتیں اپنے سارے گھروالوں کو سکھاؤ کہ ان کے سکھانے سے چھوٹے بچے جلد سکھ جائیں گے کہ بچوں کا یہ مکتب مال کی گود ہے لے صلوٰۃ سے لے دیا تو استغفار ہے جیسے ان اللہ وملتکنتہ یصلون علی النبی میں فرشتوں کی صلوٰۃ سے مراد ہے استغفار یا یہ مطلب ہے کہ نماز میں تلاوت کی جانے والی آیتیں ہیں مطلب یہ ہے کہ نماز یا خارج نماز ان آیات کے پڑھنے میں بہت فائدہ ہے، ان میں دعا بھی ہے قرب الہی بھی، استغفار بھی اور ان سے نماز بھی ہوتی ہے کہ ان میں غفرانک بھی ہے اور والیدک المصید بھی یا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے قرب کا ذریعہ ہے ایسی جامعیت دوسری آیات میں کم ہے معلوم ہوا کہ آیات کے فضائل کبھی ان کے مضامین کی اہمیت کی وجہ سے ہوتے ہیں لے کیونکہ جبرائیل بن نفیر تابعی ہیں انہوں نے فرمایا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں ارشاد کیا صحابی کا ذکر نہ آیا، ہاکم نے حضرت ابو ذر سے مروی روایت کی تھوڑے فرق سے مرقاۃ سے ہو و معروف بھی ہے اور غیر معروف بھی اور جبرائیل کے پیش سے بھی ہے اور سکون سے بھی مگر قرآن کریم میں ہمیشہ سے ہے، اس سے معلوم ہوا کہ جمعہ کے دن سورہ ہود پڑھنا بہت برکتوں کا باعث ہے جیسے اسی دن سورہ کھف کی تلاوت دفع بلا کے لئے ہے لے یہ چمک اس کے چہرہ پر ہر گز یاد دل میں زندگی میں یا قبر میں یا قیامت کے دن اور دو جموں کے درمیان سے مراد اتنی مدت اور اتنا وقت ہے جو شخص ہر جمعہ کو یہ پڑھ لیا کرے تو انشاء اللہ ہمیشہ ہی نور ہے یہ سورہ قنہ جلال سے امان بھی ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا بلکہ یہ نور ہی وصال کی آفت سے بچنے کا ذریعہ ہو گا انشاء اللہ یہ حدیث مختلف طریقوں اور مختلف عباراتوں سے حاکم، دارمی، نسائی، طبرانی، ہذا نے بھی روایت کی لے آپ مشہور تابعی ہیں سترہ صحابہ سے آپ کی ملاقات ہے نقد میں عالم ہیں دانشور لے یہ سورہ دنیا دی آفات طراپ قبر و حشر سے نجات کا ذریعہ ہے اس لئے اسے منجیہ کہتے ہیں جب قرآنی سورہ کو منجیہ کہنا درست ہے، تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو منجی ہے یعنی نجات دہندہ کہا جاسکتا ہے لے یعنی صرف اس سورہ کا وظیفہ کرتا تھا اس کے سوائے اس کا کوئی درد وظیفہ نہ تھا :-

فَنَشَرْتُ جُنَاحَهَا عَلَيْهِ قَالَتْ رَبِّ اغْفِرْ لَهُ فَإِنَّا كَانَ يُكْذِرُ قُرْآنِي فَشَفَعَهَا الرَّبُّ تَعَالَى فِيهِ وَ
 قَالَ أَكْتُبُوا لَهُ بِكُلِّ حَسَنَةٍ حَسَنَةً وَأَرْفُتُوا لَهُ دَرَجَةً وَقَالَ أَيْضًا إِنَّهَا تَجَادِلُ عَنْ
 صَاحِبِهَا فِي الْقَبْرِ تَقُولُ اللَّهُمَّ إِن كُنْتُ مِنْ كِتَابِكَ فَشَفِّعْنِي فِيهِ وَإِنْ لَمْ أَكُنْ مِنْ كِتَابِكَ
 فَأُخْجِنِي عَنْهُ وَإِنَّهَا تَكُونُ كَالطَّيْرِ تَجْعَلُ جُنَاحَهَا عَلَيْهِ فَتَشْفَعُ لَهُ فَتَمْنَعُهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ
 وَقَالَ فِي تَبَارَكَ مِثْلَهُ وَكَانَ خَالِدًا لَا يَبِيتُ حَتَّى يَقْدَأُهَا وَقَالَ طَاوُسٌ فَخِذْتُهَا
 عَلَى كُلِّ سُورَةٍ فِي الْقُلْدَانِ بِسِتِّينَ حَسَنَةً سَرَاوَاهُ الدَّارِمِيُّ وَكَعْنُ عَطَّارُ بْنُ أَبِي رِبَاحٍ

تو اس سورہ نے اس کے اُپر اپنے پر پھیلا دیئے ہوئی بار بار سے بخش دے کہ کیونکہ میری بہت تلوادت کرتا تھا اب تم نے اس کے بارے میں شفاعت قبول کی کہ
 اور فرمایا اس کے لئے ہر ایک حَسَنَةٍ کی گھڑی اور ہر ایک سورہ کے لئے ایک حَسَنَةٍ کی گھڑی اور ہر ایک کتاب کے لئے ایک حَسَنَةٍ کی گھڑی اور ہر ایک کتاب کے لئے ایک حَسَنَةٍ کی گھڑی
 حق میں میری شفاعت قبول کرے اور اگر میں تیری کتاب میں نہیں ہوں مجھے اس سے کہہ دو کہ میں نے اپنے پر پھیلا دیئے کہ اس کی شفاعت قبول کر جائے کہ
 اور یہ ہے عذاب قبر سے بچانے کے لئے سورہ ملک کے بارے میں کلام فرمایا کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے کہ سورہ میں فرماتا کہ ہر سورہ کے لئے ایک حَسَنَةٍ کی گھڑی

لے لیے جب وہ قبر میں گیا تو یہ سورہ پڑھنے کی شکل میں نمودار ہوئی اور اس پر اپنے پردوں کا سایہ کر دیا تاکہ اس شخص پر عذاب نہ آئے اس کے ظاہر ہے کہ یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو
 ہر بعض صحابہ سے بعض گناہ سرزد ہوئے ہیں مگر ان میں فاسق کوئی نہیں گناہ اور ہر فسق کچھ اور ملے یعنی اس شفاعت کی برکت سے عذاب قبر دفع ہی ہو گیا اور اس عذاب قبر سے بچا یا چھوٹ
 کیا کہ یعنی اس کے گناہ اہمال سے سارے گناہ مٹا دیئے اور ہر گناہ پریشانی کا ثوب دوم مطلب نہیں ہے کہ گناہ مٹا کر دیکھ دو کہ اس نے کیا کیا کیں کہ یہ تو جھوٹ ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے فَاذْكُرْ
 بِعِدَالِ اللَّهِ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتِ بَادِشاه خوش ہوتے ہیں تو کالی پر انعام دے دیتے ہیں گناہ پر نشتام خلعت و سہد، لہذا حدیث واضح ہے خیال رہے کہ خطیر سے مراد حقوق اللہ کے گناہ
 حقیقہ ہیں کہ العباد، لہذا اس سے یہ لازم نہیں کہ اگر تشریل پڑھنے والا لوگوں کے مال مارے چوری دیکھتی کرتا رہے اور اس کو ان جرموں پر ثواب ملے کہ اور اس کی قبر
 دست اور کر دے اور اسے سوالات نکیر میں کامیاب فرما دے، کیونکہ یہ مجھے بہت تلوادت کرتا تھا آج اس کا چل اسے دے دے یعنی مجھے روح محفوظ سے مٹا دے
 یا قرآنی اور اراق سے اس کے سینے سے نکال دے، یہ ناز کی عرض و معروض ہے مجھے ناز پروردہ غلام اپنے آقا سے کہے کہ اگر میں نیراعلام ہوں، تو میری بات مان اور نہ
 مجھے فروخت فرما دے، یا بیٹا باپ سے عرض کرے، کہ اگر میں آپ کا فرزند ہوں تو میرے حق کا لحاظ فرمادیں، اگر نہیں ہوں تو مجھے اپنے گھر سے باہر
 نکال دیجئے، لہذا یہ اگر اگر شک و تردید کے لئے نہیں کہ یعنی مجھے مرنے یا چڑیا اپنے بچوں کو اپنے پردوں میں لے لیتی ہے جس سے بچوں تک باہر کی تکلیف نہیں پہنچے
 باقی ایسے ہی یہ سورہ اپنے حال کو قبر و قیامت میں اپنے پردوں میں لے لی جس سے اس شخص تک گرمی، وحشت، دہشت وغیرہ نہ پہنچ سکے گی مدح حضرت
 خالد بن معدان نے سورہ ملک کے فضائل بھی تقریباً ایسے ہی بیان کیے کہ وہ یعنی بعض خصوصی قائلوں میں دوسری تمام سورتوں سے ساتھ گنا
 زیادہ ہیں، یا بعض حالات میں ان کی تلوادت دوسری سورتوں کی تلوادت سے ساتھ گنا زیادہ مفید ہو جیسے نماز وتر میں سبح اسم ربك الاعلیٰ اور قل یا
 اہم الکفرون اور قل هو اللہ احد پڑھنا بہت بہتر ہے اور جو قبر میں سورہ سجده ۱۲ :-

قَالَ بَلَّغْنِي أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَدَّأَ لَيْسَ فِي صَدْرِهِ لَهَا رُقِصِيَتْ
حَوَائِجُهُ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ مُدْرَسًا: وَعَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ الْمُذَنَّبِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَدَّأَ لَيْسَ ابْتِغَاءً وَجِبَ اللَّهُ تَعَالَى عُفْرَتَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ فَأَقْدَرُوا وَهَذَا
عِنْدَ مُوتِكُمْ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ: وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ أَنَّهُ قَالَ إِنْ لِكُلِّ
شَيْءٍ سَنَاءٌ وَإِنْ سَنَامَ الْقُرْآنِ سُورَةُ الْبَقَرَةِ وَإِنْ لِكُلِّ شَيْءٍ لُبَابٌ وَإِنْ لُبَابُ الْقُرْآنِ

فرماتے ہیں مجھے خبر ملی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شروع دن میں سورہ بقرہ لکھ لے گا تمام ضرورتیں پوری ہوں گی (دارمی مرسل)

روایت ہے حضرت معقل بن یسار مدنی سے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو روزنامے الٹی کے لئے سورہ بقرہ لکھ لے گا اس کے گزشتہ گناہ بخش دیئے جائیں گے لہذا
لے مرنے والے کو پس پڑھا کر لے وہ بھی ان شعبہ بیان روایت حضرت عبد اللہ بن مسعود فرمایا کہ ہر چیز کا ایک بندہ کا اور قرآن کی ہندی سورہ بقرہ لے لے اور پڑھا کر لے۔

اور سورہ دھرم کی تلاوت افضل ہے، لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ سورہ فاتحہ اور سورہ اخلاص کے فضائل تو بہت ہیں مگر آپ جلیل القدر تابعی بے مثل
عالم اور بے نظیر فقیہ تھے، امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے عطا سے بڑا تو کیا ان جیسا عالم و فقیہ نہ دیکھا، سیاہ رنگ ایک، آنکھیں چوٹی
ناک، ایک ہاتھ مثل تھا، پاؤں سے ٹکڑے تھے، آخر عمر میں ناجینا ہو گئے تھے، اٹھاسی سال عمر بانی اسلام میں وفات ہوئی، امام احمد بن حنبل
فرماتے ہیں اگر علم نسب یا دوسری خصوصیات سے ملتا، تو عطا کو نہ ملتا، کہ ان میں کوئی ظاہر خصوصیت نہ تھی مگر علم کے خزانے ان کے سینے میں تھے
پاک ہے وہ جس کی عطا کسی کے کمال پر موقوف نہیں نہ شعر نہ

داد حق را قابلیت شرط نیست : بلکہ شرط قابلیت داد است

آپ نے حضرت ابی عباس ابو ہریرہ، ابو سعید خدری، جابر بن عمر، عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے احادیث لیں اور ان سے فیوض حاصل کئے
لے بعض بزرگ نماز فجر کے بعد سورہ بقرہ کی تلاوت کرتے ہیں ان کی اصل یہ حدیث ہے، یہ عمل نہایت مجرب ہے اس کا حال انشاء اللہ کبھی فقرو قاتلہ یا
دیگر آفات میں نہ پھنسے گا، دفع حاجات کے لئے یہ سورہ اکسیر ہے سورہ بقرہ کی تلاوت کرنے کی تلافی کرنے والا و باری آفات
سے محفوظ رہے گا اور اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے انشاء اللہ کبیرہ گناہ بھی درمات اپنی ظاہر یہ ہے کہ یہاں موتی سے مراد وہ ہے جس کی جان نکل
رہی ہو اقرب الموت ہو، ایسی حالت میں سورہ بقرہ کی تلاوت کرنے کا عام رواج ہے اس کی اصل یہ حدیث ہے، چونکہ اس سورہ سے مشکل بھی حل ہوتی
ہے اور گناہ بھی مٹا، اس لئے اس وقت سورہ بقرہ پڑھنا نہایت مناسب ہے، اور ہو سکتا ہے کہ موتی سے مراد میت ہی ہو، یعنی قبر پر یا دفن سے پہلے
سورہ بقرہ پڑھا کر دیکھنے سے زیادہ موزوں ہیں دلعات و مرقات، بلکہ یعنی اونٹ کا حسن اونٹ کو ہان سے ہے مسجد کا حسن اونٹنے میناروں سے
ہے اور قرآن کا حسن سورہ بقرہ سے ہے، کہ اکثر احکام شرعیہ اسی سورہ میں ہیں اور آیات جہاد بھی اسی سورہ میں ہیں، اور جہاد سے اسلام و قرآن
سے ہی کیا ہے نیز یہ سورہ تمام سورتوں سے بڑی ہے :

الْمَفْصَلُ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ، وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لِكُلِّ شَيْءٍ عَدُوٌّ وَعَدُوٌّ لِقُدَّانِ الدَّرَجَيْنِ، وَعَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ سُورَةَ الْوَاقِعَةِ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ لَمْ تُصِبهُ فَاقَةٌ أَبَدًا وَكَانَ ابْنُ مَسْعُودٍ يَأْمُرُ بَنَاتَهُ يَقْرَأْنَ بِهَا فِي كُلِّ لَيْلَةٍ رَوَاهُمَا الْإِمَامُ تَقِيُّ فِي شُعْبِ الْإِيمَانِ، وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ هَذِهِ السُّورَةَ سَبَّحَهُ بِاسْمِ رَبِّكَ الْأَعْلَى رَوَاهُ

مفصل ہے (دارمی) روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ ہر چیز کی ایک زینت ہے اور قرآن کی زینت سورہ واقعہ ہے۔ روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو ہر رات سورہ واقعہ پڑھا کرے تو اسے فاقہ نہ ہوگا۔ حضرت ابن مسعود اپنی دو کپڑوں کو ختم کرتے تھے کہ ہر رات یہ پڑھا کرے۔ یہ دونوں حدیثیں (سبھی) اشعوب الایمان میں مروی ہیں۔ روایت ہے حضرت علی سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سورہ سے بہت محبت کرتے تھے جسے اسم ربک الاعلیٰ ہے۔

اس سورہ ہجرت سے انسان تک مفصل کہتے ہیں اس کے تین حصے ہیں ہجرت سے بروج تک طوال مفصل ہے اور بروج سے لم یکن تک ادسا ط اور لم یکن سے انسان تک قصار مرقات نے فرمایا کہ بقیہ قرآن کے معانی میں تورات و انجیل کے معانی کے مشابہ ہیں، مگر مفصل کے معنیوں کے مثال میں، ایسے ہی مفصل میں اکثر ان معانی کی تفصیل کر دی گئی ہے، جو بقیہ قرآن میں اجمالاً مذکور ہوئے، اس لئے اسے خلاصہ قرآن فرمایا گیا، چند وجہ سے سورہ رحمان کو قرآن کی دوہیں، زینت، فرمایا گیا اس سورہ میں اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کا ذکر ہے، اور ذات و صفات پر اعتقاد ایمان کی زینت ہے اس سورہ میں جنت کی رحمتوں ان کے حسن و جمال، ان کے زیورات کا ذکر ہے، یہ چیزیں جنت کی زینت ہیں، اس سورہ میں آیت کریمہ خیرای الودیہ کا تذکرہ ہے، اس آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ میں نے اپنے پیارے بندوں کو بھیج دیا ہے، اس سورہ کی زینت زیادہ ہوگی، خیال رہے کہ عربی میں عروس دو لہا کو بھی کہتے ہیں اور دوہیں کو بھی یہ عرس سے بنا ہے یعنی شادی بارات چونکہ دو لہا ہیں کو نہایت آراستہ پیراستہ کیا جاتا ہے اس لئے پھر یہ لفظ یعنی زینت زیبائش استعمال ہونے لگا، یہاں اسی مجازی معنی میں ارشاد ہوا ہے، جنت میں رب تعالیٰ سورہ رحمان کی تلاوت فرمایا گیا جنتی سنیں گے، اس سننے سے جو لذت و سرور حاصل ہوگا وہ بیان بلکہ گمان سے دور ہے، آج اچھے قاری کی تلاوت سن کر لوگ ٹوٹ پوٹ ہو جاتے ہیں، تو رب تعالیٰ کی تلاوت کیسی ہوگی اسے بعض شاعرین نے اس حدیث کی تائید میں کیا ہے کہ اسے فاقہ میں بے صبری نہ ہوگی یا اسے توکل نصیب ہوگا یا اسے دلی فاقہ یعنی عبادت سے غفلت نہ ہوگی، اگر حق یہ ہے کہ حدیث ظاہر پر ہے سورہ واقعہ ہر رات پڑھنے والا فخر و فاقہ سے محفوظ رہتا ہے، یہ عمل بہت تجرب ہے، اللہ تعالیٰ نے بعض سورتوں، آیتوں میں دنیاوی فائدے بھی رکھے ہیں تاکہ لوگوں کو تلاوت قرآن کی رغبت ہو مختلف آیتوں میں مختلف دنیاوی تاثیریں بھی رکھی گئی ہیں، دلچسپ بات یہ کہ تلاوت کا ثواب بھی پائیں اور فخر و فاقہ سے محفوظ بھی رہیں معلوم ہوا کہ دنیاوی نفعے و اثر کے لئے بھی قرآن پاک پڑھنا جائز ہے، ہاں نا جائز مقاصد کے لئے قرآن کریم پڑھنا یا کوئی عمل کرنا جو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم قرآنی آیات اور دوسری دعائیں یا سورتوں پر استعمال فرماتے تھے شفا کے لئے، یہ چنانچہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم و تر کی پہلی رکعت میں ہی سورہ پڑھتے تھے، ویسے بھی اس کی تلاوت زیادہ کرتے تھے اس لئے کہ اس سورہ میں حضرت ابراہیم و موسیٰ علیہما السلام اور ان کے صحابہ

أَحْمَدُ: وَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو قَالَ أَتَى رَجُلٌ لِنَبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَقْدَرُ نَبِيٍّ
يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ أَقْدَرُ ثَلَاثًا مِنْ ذَوَاتِ الدِّارِ فَقَالَ كَبُرَتْ سِرِّي وَأَشْتَدَّ قَلْبِي وَخَلَطَ لِسَانِي
قَالَ فَأَقْدَرُ ثَلَاثًا مِنْ حَمٍّ فَقَالَ مِثْلَ مَقَالَتِهِ قَالَ لَدَجُلُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَقْدَرُ نِي سُوْرَةُ جَامِعَةٌ
فَأَقْدَرُ يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا زُلْزِلَتْ حَتَّى فَرَّغَ مِنْهَا فَقَالَ الدَّجُلُ وَالَّذِي
بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا أَزِيدُ عَلَيْهِ أَبَدًا أَنْتُمْ أَذْبَرُ الدَّجُلُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

احمد: روایت ہے حضرت عبداللہ بن عمرو سے فرماتے ہیں ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا بولا یا رسول اللہ مجھے قرآن سکھائیے
فرمایا اللہ والی تین سورتیں پڑھا کر دے عرض کیا میری عمر بہت ہو چکی دل سخت اور زبان موٹی ہو چکی ہے فرمایا تو خطہ والی تین سورتیں پڑھا کر دے تو اس نے
پھر وہی غلط کیا پھر وہ بولا یا رسول اللہ مجھے کوئی جانتی سورت سکھائیے تو اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ اوزلزلت پڑھائی تھے کہ اسے ناسخ ہو گئے
تھے وہ شخص بولا اے نبی تم جتنی آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں اس پر کبھی کچھ زیادتی نہ کروں گا کہ اس نے پیٹھ پھیری تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

بھی ذکر ہے اور مشکلات آسان کرنے کا بھی وعدہ ہے، جیسے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سورہ فتح دنیا و دینا سے زیادہ پیاری ہے کہ اس میں فتح مکہ
کا وعدہ ہے، مغفرت کی بشارت ہے، انکسار میں اس جگہ فرمایا کہ انسان اپنے اوقات کے تین حصے کرے ایک حصہ میں اپنے نفس کا حساب لے کہ میں نے آج کتنے عیوب کئے اور کون
کتنے دوسرے حصہ میں اللہ تعالیٰ کی صنعتوں میں غور کرے، تیسرے حصے میں تلاش معاش کرے اس سورۃ میں تینوں چیزیں مراعات یا اشارۃ مذکور ہیں :
۱۔ یعنی عبادت قرآن کی اجازت دیجئے یا قرآنی درد و غم تباہی ہو میں پڑھا کر دوں یہ مطلب نہیں کہ مجھے قرآنی الفاظ کے بچے یا روانہ کرنا سکھائیے جیسا
کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب سے معلوم ہو رہا ہے بلکہ یعنی جن سورتوں کے اول میں الف، لام، را، ہے ان میں سے تین سورتیں
روزانہ پڑھ لیا کر دو، بہت فوائد دیکھو گے : ۱۔ یعنی یہ سورتیں ہیں لمبی اور بڑی ہاں بے کی وجہ سے میرا دل قابو میں ہے نہ زبان، زیادہ لمبے درد نہیں پڑھ سکتا
بہت زیادہ تلاوت نہیں کر سکتا بلکہ یعنی اگر اللہ والی دراز سورتیں روزانہ نہیں پڑھ سکتے، تو ختم والی سورتیں پڑھ لیا کر دو کہ زبان سے چھوٹی ہیں
۲۔ یعنی ایسی سورۃ تباہی، جو پڑھنے میں آسان ہو، الفاظ میں مختصر ہو، فوائد میں جامع ہو، کہ بڑی بڑی سورتوں کے فضائل و فوائد کھنٹی ہو، جامع سے
یہ ہی مراد ہے بلکہ یعنی اس سے یہ سورۃ لکھی اور سن کر اس کے ورد کی اجازت دے دی، بھڑات صوفیاء و دلائل الخیرات شریف وغیرہ لطیف مریدوں کو
سکھاتے ہیں، پھر ان سے سنتے ہیں، پھر ان کی اجازت دیتے ہیں جس سے ان کی تاثیر بہت زیادہ ہوجاتی ہے اس سنے اور اجازت دینے کی اصل یہ حدیث بھی
ہے کہ اس شخص نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت کے عمل کی اجازت لی، حضور علیہ السلام نے اسے اجازت مرحمت فرمائی کلام کے اثر کے ساتھ زبان
کی تاثیر بھی چاہیے، کار تو اس کی طاقت کے ساتھ رافع کی قوت بھی فردی ہے کہ یعنی صرف اسی سورت کا وظیفہ کیا کر دے گا اگرچہ تلاوت سارے قرآن
شریف کی کیا کر دوں گا یہ مطلب نہیں کہ سوائے اسی سورۃ کے اور کوئی آیت یا سورۃ کبھی پڑھوں گا کہ یہ تو غلط ہے، نماز میں الحمد شریف پڑھنا واجب ہے اور اس
کے بعد سورتیں بدل کر پڑھنا بھی فردی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ مرید شیخ کے تباہی ہوئے درد و غم میں نہ تو زیادتی کی کرے نہ تنہائی کرے نہ اثر نہ ہو

عَلَيْهِ سَلَامُ اَفْلَحَ الرَّوْحِلُ مَرَّتَيْنِ رَوَاهُ اَحْمَدُ وَابُو دَاوُدَ وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَسْتَطِيعُ أَحَدُكُمْ أَنْ يَقْدِرَ أَلْفَ آيَةٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ قَالُوا وَمَنْ يَسْتَطِيعُ أَنْ يَقْدِرَ أَلْفَ آيَةٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ قَالَ أَقَا يَسْتَطِيعُ أَحَدُكُمْ أَنْ يَقْدِرَ أَلْفَ سَلَامٍ التَّكَاثُرُ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ : وَعَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ مَرْسَلًا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَدَرَ قُلُّهُوَ اللَّهُ أَحَدَ عَشْرَ مَرَّةٍ بَنَى لَهُ بِهَا قَصْرٌ فِي الْجَنَّةِ وَمَنْ قَدَرَ عَشْرِينَ مَرَّةً بَنَى لَهُ بِهَا قَصْرَانِ فِي الْجَنَّةِ وَمَنْ قَدَرَ ثَلَاثِينَ مَرَّةً بَنَى لَهُ بِهَا ثَلَاثَةَ قُصُورٍ فِي الْجَنَّةِ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَاللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِذَا التَّكَاثُرُ قُصُورًا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

دو بارہ فرمایا یہ شخص کامیاب یا مراد ہو گیا ہے احمد ابو داؤد روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تمہارا کوئی یہ نہیں کر سکتا کہ روزانہ ہزار آیتیں پڑھ لیا کرے لوگ ملے روزانہ ہزار آیتیں کون پڑھ سکتا ہے نہ فرمایا کیا کوئی یہ نہیں کر سکتا اللہ کے شکر کا ثمر پڑھ لیا کرے یہ بھی شعب الایمان روایت ہے حضرت سعید بن مسیب سے اسناد وہی کہ یہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ فرمایا جو قُلُّ ہو اللہ صد مرتب بار پڑھے اللہ اس کے لئے جنت میں محل تیار کر لگا اور جو بیس بار پڑھے اللہ اس کی برکت میں دو محل بنایا اور جو اسے تیس بار پڑھے اللہ اس کی برکت میں تین محل تیار کر لگا لکھ حضرت عمر بن الخطاب نے عرض کیا یا رسول اللہ تب تو اللہ کی قسم ہم اپنے محل بہت بنوائیں گے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

لے سورۃ زلزلت فضائل و فوائد کے لحاظ سے بھی جامع ہے اور احکام، مسائل، شریعت و طریقت میں جامع ہے اس کی ایک آیت میں دونوں جہان جمع ہیں : مَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ، وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کو جامعہ فاذہ فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہر شخص کے اُتار دے کے عمل اور اس کے خاتمہ کو جانتے ہیں، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں اس شخص کے متعلق دو خبریں دی ہیں، ایک یہ کہ اسے اس عمل کے نبھانے کی توفیق ملے گی، دوسرے یہ کہ اس کا انجام بخیر ہوگا، کیونکہ کامیابی انہیں چیزوں پر موقوف ہے بلکہ یعنی ایک دودن تو آدمی تمام کام بند کر کے ایک ہزار آیتیں پڑھ سکتا ہے، روزانہ نہیں پڑھ سکتا، درود دوسرے کاموں کے لئے وقت دے گا ہم لوگ کلام بار بھی کرتے ہیں بلکہ اس کی تلاوت میں ایک ہزار آیتوں کی تلاوت و عمل کا ثواب ہے، قرآن کریم میں چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ (۶۶۶۶) آیتیں ہیں، کسر کو نکالو تو چھ ہزار آیات رہتی ہیں، اور مرقا صد قرآن چھ ہیں جن میں سے ایک ہے آخرت کی پہچان یہ سورۃ تکوین ہے، اس لئے یہ سورۃ گواہ قرآن کریم کا تقریباً چھٹا حصہ ہے اس میں غور کرنے سے دنیا سے بے رغبتی ہوتی ہے آخرت میں رغبت، جس سے نفس گناہوں سے متنفر و اور نیکیوں میں راغب ہوتا ہے بلکہ غلامیہ یہ ہے کہ ہر دس بار ایک بے مثل عمل کا علیہ ہے، یہ تکرار اس لئے مذکور ہوئی کہ کوئی شخص یہ خیال کرے کہ محل کی عطا صرف پہلے دس بار پر تو ہے، بعد میں نہیں، وسعت عطا ظاہر فرمانے کے لئے ارشاد فرمایا کہ جتنے دہائے پڑھو گے اتنے ہی محل پاؤ گے، یہ بعض معروضات تعجب کے طور پر ہے کہ اگر رب کی عطا کا یہ حال ہے تو ہم میں سے ہر شخص خوب تلاوت سورۃ غلامی کیا کرے گا اور جو محل بنوائے گا : :

وَسَلَّمَ اللَّهُ أَوْ سَمِعَ مِنْ ذَلِكَ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ: وَعَنِ الْحَسَنِ مُسْلَانٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَدَّأَ فِي لَيْلَةٍ وَائَةٍ لَمْ يُجَاجِ الْقُرْآنَ تِلْكَ اللَّيْلَةَ وَمَنْ قَدَّأَ فِي لَيْلَةٍ وَائِيْنِ كُتِبَ لَهُ قُنُوتُ لَيْلَةٍ وَمَنْ قَدَّأَ فِي لَيْلَةٍ خَمْسَ وَائِيْنِ إِلَى الْآلِفِ أَصْبَحَ وَلَهُ قِنْطَارٌ مِنَ الْأَجْرِ قَالُوا وَمَا الْقِنْطَارُ قَالَ ثِنْتَا عَشَرَ أَلْفًا رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ: بِأَبْوَابِ الْفَضْلِ لِأَوَّلِ عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعَاهَدُوا الْقُرْآنَ

اللہ اس سے بھی زیادہ وسعت والا ہے لہ دارمی روایت ہے حضرت حسن سے کہ اسے اس سال کنبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو ایک رات میں سو آیتیں پڑھے تو قرآن شریف اس رات کے متعلق اس سے خصوصیت نہ کر لیا گئے اور جو رات میں دو سو آیتیں پڑھے تو اس کے لئے تمام آیت کی عبادت کبھی جاگی اور جو رات میں پانچ سو سے ہزار آیتوں تک پڑھے تو اسے صبح ہونے پر ثواب کا ڈھیر ملے گا عرض کیا پھر کتنا فرمایا بارہ ہزار گے دارمی باب آداب تلاوت ص ۱۱ فصل ثانی روایت ہے حضرت ابو موسیٰ اشعری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی نگرانی رکھو گے

لے یعنی اے عترت اس عہد پر جو دربار رب کی جنت بہت وسیع ہے اور اس کی عطا بہت زیادہ اگر تمام انسان ایمان لاکر ہزار بار درود نماز سورہ اخلاص کی تلاوت کیا کریں تو ہر ایک کو یہ حساب سے جتنی نفل عطا فرمایا گیا اور اسکے خزانوں میں کچھ بھی کمی نہ ہوگی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم رب تعالیٰ کی عطا کے مظہر اتم ہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض موقعہ پر معمولاً جنت پر جنت بخش دی ہے: شجرہ - جو بیاں کھولے ہوئے یونہی نہ دوڑے آئے: ہم کو معلوم ہے دولت تری حادث تیری

لے محدثین جب حسن مطلق بولتے ہیں، تو حضرت خواجہ حسن بھری رضی اللہ عنہ مراد ہوتے ہیں جو جلیل القدر تابعی ہیں: لے قیامت میں قرآن شریف کی ایک شکل د صورت ہوگی وہ اپنے ماحول کی شفاعت اور فاعلوں کی شکایت کرے گا، قرآن کریم کی دو شکایتیں ہوں گی ایک تو اسکے خلاف عمل کرنے والے

کی، دوسرے اس حافظ کی جو قرآن کریم کا دورہ نہ کرے حتیٰ کہ اسے بھول جائے، یہاں دوسری شکایت کا ذکر ہے یعنی جو حافظ ہر شب سو آیتیں تلاوت کر لیا کرے تو قرآن کریم اس حافظ کی یہ شکایت نہ کرے گا، لہذا حدیث بالکل واضح ہے، بلا وجہ کسی تاویل کی ضرورت نہیں، قرآن سے یہی قرآن مراد ہے جو ہم پڑھا کرتے

ہیں اور شکایت سے ظاہری شکایت ہی مراد ہے لے بارہ ہزار درہم یا دینار یا بارہ ہزار اوقیہ خیرات کرنے کا ثواب ملے گا، اور ایک اوقیہ آسمان و زمین کی وسعت سے زیادہ وسیع، غرض کہ رب تعالیٰ کی عطا ہمارے فہم و سمجھ سے دوا ہے، درقات وغیرہ عربی میں قنطار بہت مال کو کہتے ہیں رب تعالیٰ

نے فرمایا دان اعطیتکم احداھن قنطارا ۱۱ لے مشکوٰۃ شریف کے بعض نسخوں میں صرن باب ہے یعنی قرآن کریم کے متعلق متفرق مسائل کا باب، اور بعض نسخوں میں باب آداب التلاوة و درسی القرآن، لے تعاهن عہد سے

بننا ہے حفاظت نگرانی و مضبوط وعدے کو بھی اسی لئے عہد کہتے ہیں کہ اس کی حفاظت کی جاتی ہے، قرآن شریف کی نگرانی کرنے سے مراد ہے اس کلمہ کرتے رہنا، اس کی تلاوت کی عادت ڈالنا، خصوصاً حافظ صاحبان کے لئے ظاہر یہ ہے کہ قرآن سے مراد الفاظ قرآن، معانی قرآن، علوم قرآن اور

مسائل قرآن سب ہی ہے یعنی حفاظ اپنے حفظ کی اتاری صاحبان تجویذی، علماء علوم قرآنی کی تجدید مکرر کرتے رہیں، اور بھول جانے کا اندیشہ ہے:

فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ كَرُوْا شَدْ تَفْصِيًّا مِّنَ الْاِبِلِ فِي عَقْلِهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَعَنْ اِبْنِ مَسْعُوْدٍ
 قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيِّنْ مَا لَاحِدًا هُمْ اَنْ يَقُوْلَ نَسِيْتُ اَيَّ كَيْتٍ
 يَلْ نَسِيْتُ وَاُسْنَدُ كَرُوْا الْقُدْرَانِ فَاِنَّهُ اَشَدُّ تَفْصِيًّا مِّنْ صُدُوْرِ الدِّجَالِ مِنَ النِّعَمِ مُتَّفَقٌ
 عَلَيْهِ وَزَادَ مُسْلِمٌ بِعَقْلِهَا. وَعَنْ اِبْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا مَثَلُ
 صَاحِبِ الْقُدْرَانِ كَمَثَلِ صَاحِبِ الْاِبِلِ لِمُعَقَّلَةٍ اِنْ عَاهَدَا عَلَيْهِمَا اَمْسَكَمَا وَاِنْ اَطْلَقَهُمَا

اسی قسم کے کتبے میں میری جان ہے کہ قرآن رسی میں بندھے اونٹ سے زیادہ بھالک بھالک ہے۔ روایت ہے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کا یہ کہنا برا ہے کہ میں فلاں آیت بھول گیا بلکہ وہ بھلا دیا گیا۔ اور قرآن یاد کرتے رہو کیونکہ قرآن لوگوں کے سینوں سے وحشی
 جانور سے بھی زیادہ بھالک بھالک ہے۔ اور مسلم نے یہ زیادہ کیا کہ اپنی رسی سے، روایت ہے حضرت ابن عمر سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
 قرآن واسے کی مثال بندھے اونٹ واسے کی سی ہے اگر اسکی نگہبانی کر لیا تو اسے روکے گا اور اگر چھوڑ دے گا۔

اے عقل میں وقاف کے پیش سے ہے عقل کی جمع بھنے رسی جس سے جانور باندھا جائے، یہاں فی بھنے من ہے یعنی جیسے اونٹ کو باندھنے کے باوجود اس سے
 غافل نہیں ہوتے، اسی طرح قرآن شریف حفظ کرنے کے باوجود اپنی یاد پر اعتماد نہ کرو یہ بہت بھول بھول جاتا ہے، کیوں نہ ہو کہ کلام الہی قدیم اور ہم
 حادث، ہم کو اس سے نسبت ہی کیا ہے، یہ رب تعالیٰ کی مہربانی ہے کہ ہم اسے سیکھ لیتے ہیں اور یہ ہمارے ذہنوں میں سما جاتا ہے تو ہماری ذرا سی عقلیت
 اور لاپرواہی سے یہ نعمت ہم سے جاتی رہے گی، پان واسے ہمیشہ پان کے ڈھیر کو ٹٹے پٹتے رہتے ہیں، تو قرآن واسے ہمیشہ اس کی ٹوٹ و پٹ رکھیں اسے یعنی اگر
 کسی شخص کو قرآن شریف یا کوئی یاد کی ہوئی سورۃ یا آیت یاد نہ رہے، تو یہ نہ کہے کہ میں بھول گیا، کیونکہ اس میں اپنے گناہ کا اعلان ہے، اور قرآن شریف کی بے
 ادبی، اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ میں نے قرآن شریف سے لاپرواہی برتی کہ اسے چھوڑ دیا، اسی لئے بھول گیا، یہ عیب کفار کا ہے اِنَّهَا فَتٰیئٰتُهَا
 وَكَذٰلِكَ اُنۡسٰی بلکہ یوں کہے کہ مجھے رب تعالیٰ کی طرف بھلا دیا گیا، اس کلام میں اظہار حسرت ہے یعنی اے افسوس میں اس نعمت سے محروم کر
 دیا گیا، رب تعالیٰ فرماتا ہے مَا نُنۡسِیْ مِنْ اٰیۃٍ اَوْ نُنۡسِیْهَا تَاٰتِیۃً یَّخۡبِیۡرُہَا بَمَا نَعۡمَلُ اَعۡلَانَ گناہ کے اظہار حسرت کرے، کہ اعلان گناہ بھی گناہ ہے اور
 اظہار حسرت ثواب، خیال رہے کہ یہ حکم استحبی ہے، لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں جس میں ارشاد ہوا جَلِ اَوْقِ اٰیۃً فَنَسِیَہَا یَا
 حُضُوْرُ الزَّوْجُ اللّٰہ علیہ وسلم نے کسی کو ایک آیت کی تلاوت کرتے سنا تو فرمایا لَقَدْ اَذْکَرٰنِیْ اٰیۃً کُنْتُ اَسْقَطُہَا اس جملہ کی ادھر کی شرحیں کی گئی ہیں
 مگر یہ شرح بہترین ہے اسلئے یعنی جیسے شکاری جانور کا وطن جنگل ہے، وہ تمہاری قید میں جب تک رہے گا جب تک تم اس کی نگہبانی رکھو۔ یوں ہی قرآن کریم کا وطن عالم بالہ ہے
 وہ تمہارے ذہنوں میں جب تک ہی محفوظ رہے گا جب تک تم اسکی نگہبانی کرتے رہو ورنہ چڑیا یا اس پتھر سے سے اڑ جائے گی، یہ پتھر بھی ہے کہ بڑے سے بڑا حافظہ عالم اگر
 کچھ دن مشغلہ نہ رکھے تو بھول جاتا ہے اسی لئے علامہ شامی نے

فرمایا کہ قافی کو کچھ روز بعد کتبہ بنی کے لئے اچھی دی جائے تاکہ علم قرآن شریف بھول نہ جائے

اسرائیل کا الف ہمزہ خواہ ایک ہی کلمہ میں ان حروف کے بعد واقع ہو جیسے التَّامُّو، السُّو، جِئِی یا دوسرے کلمہ میں جیسے مَا اَنْزَلَ، قُلُوْا مَنَاوْغِیْرہ۔ مثلاً کی پورے تحقیق کتب تجوید میں ملاحظہ فرمائیے مثلاً ظاہر یہ ہے کہ یہاں نبی سے مراد تمام انبیاء کرام ہیں اور قرآن سے مراد تمام آسمانی کتابیں اور صحیفے ہیں

عَلَيْكَ وَسَلَّمَ مَا أَذِنَ اللَّهُ لَشَيْءٍ مَا أَذِنَ لِدَبِّي يَتَغَنَّى بِالْقُرْآنِ ۖ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ مِمَّا مَنْ لَمْ يَتَغَنَّ بِالْقُرْآنِ رَوَى الْبُخَارِيُّ ۖ وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ
 قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَوْهُ عَلَى الْمُنْبَرِ قَدْ أَعْلَى قُلْتُ أَقْدَأُ
 عَلَيْكَ وَعَلَيْكَ أَنْزَلَ قَالَ إِنِّي أَحْبَبُ أَنْ أَسْمَعَهُ مِنْ غَيْرِي فَقَدَّتْ سُورَةُ النَّسَاءِ حَتَّى
 آتَيْتُ إِلَى هَذِهِ الْآيَةِ فَبَكَتُ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ قَوْمٍ شَهِيدًا وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا

نے کہ اللہ نے کسی چیز کو اتنا حکم نہ دیا تھا جی کو خوش الحانی قرآن پڑھنے کا حکم دیا ہے روایت ہے ابی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو قرآن خوش الحانی
 سے نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں ہے بخاری روایت ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبکہ آپ منبر پر بیٹھے میرے سامنے
 تلاوت کر رہے تھے میں عرض کیا کہ میں آپ کے سامنے کیا پڑھوں آپ پر ہی تو قرآن اُنزل ہے کہ فرمایا میں چاہتا ہوں کہ دوسرے سے سنوں کہ میں سورہ نسا پڑھی
 جتنے کہ میں اس آیت پر پہنچ گیا کہ کیا سوچا کہ جب ہم ہر امت سے گواہ لائیں گے اور آپ کو ان سب پر گواہ بنائیں گے ۔ ۔ ۔ ۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں کو جس قدر تاکید کی حکم اس کا دیکھ لیا کہ کتب آسمانی خوش الحانی سے پڑھیں اتنا تاکید کی حکم اور دوسری چیزوں کا نہ دیا اور ممکن ہے کہ نبی سے مراد حضور انور صلی
 اللہ علیہ وسلم ہوں اور قرآن سے مراد یہی قرآن شریف ہو یعنی اللہ تعالیٰ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو عیسائیکہ حکم یہ دیا کہ قرآن کریم خوش الحانی سے تلاوت کریں اتنا تاکید کی
 حکم دوسرا نہ دیا کہ خوش الحانی قرآن کریم کی نیت ہے جس سے قرآن کا حسن اور بھی بڑھ جاتا ہے اس کی شرح ابی اور بروالی حدیث میں گذر گئی تھی بالقرآن کے معنی انتشار اللہ
 ابی اگلی حدیث میں عرض کئے جا چکے ہیں کہ متغنی یا تو غناء سے منہ ہے یعنی خوش الحانی اور اچھے لہجے سے پڑھنا یا غناء سے منہ ہے یعنی بے پرواہی بے نیازی یعنی جو شخص قرآن شریف خوش الحانی سے
 نہ پڑھے وہ ہمارے طریقہ سے خارج ہے معلوم ہوا کہ بری آواز اور اچھی بغیر طاقت مندگی سے قرآن شریف پڑھے کہ خوش آواز ہی قرآن کریم کا زیور ہے جس سے تلاوت میں کشش پیدا
 ہوتی ہے لوگوں کے دل مائل ہوتے ہیں اس لئے تبلیغ کا ذریعہ ہے یا جسے اللہ قرآن کا علم دے اور وہ لوگوں سے بے نیاز نہ ہو جائے بلکہ اپنے کو ان کا محتاج سمجھے وہ
 ہمارے طریقہ یا ہماری جماعت سے خارج ہے عالم مرت اللہ رسول کا محتاج ہے اور باقی مخلوق عالم دین کی حاجت مند ہے اس لئے معلوم ہوا کہ قرآن پڑھ کر
 جسک انگلیا یا علما کا مالداروں کے دروازہ پر دست سے جانا ممنوع ہے اللہ تعالیٰ علمائے دین کو کفایت بھی دے قناعت بھی انزل فرماتے اس لئے یعنی تم قرآن پڑھو
 میں سنوں نہ تشعرب۔ خوشتر آن باشند کہ مرد لبران ۖ گفتہ آید از حدیث دیگران

معلوم ہوا کہ قرآن شریف پڑھنا، پڑھنا، سننا، سنانا سب عبادت اور سنت رسول ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ پڑھنا نہ تو تعلیم کے لئے تھا نہ اصلاح
 کے لئے بلکہ صرف سننے کے لئے تھا کہ یعنی حضور آپ کو تو حضرت جبریل قرآن سناتے ہیں تو میری کیا حقیقت ہے یا قرآن کریم حکمت سے حضور حکیم ہیں،
 جنہوں اللہ عزیز حکیم نے سکھایا، حکمت حکیم کے لئے سمجھی ہے، میرا حضور کے سامنے پڑھنے کا حوصلہ نہیں پڑتا کہ کیونکہ قرآن پڑھنا بھی عبادت ہے
 اور دوسرے سے پڑھو کہ سننا بھی پہلی عبادت تو ہم کرتے رہتے ہیں آج چاہتے ہیں کہ دوسری عبادت بھی ادا کریں، عرب شریف میں اب بھی دستور ہے کہ جہاں
 جہاں صاحب جمع ہوتے ہیں تو وہاں ایک دوسرے سے قرآن شریف سنتے ہیں یہ اس حدیث پر عمل ہے ۖ یعنی اے محبوب قیامت کے دن ان کفار کا کیا بنے گا ۖ

جب کہ ان کے انبیاء ان کے خلاف گواہی دیں گے اور اے محبوب تم ان تمام انبیاء کی تائیدی گواہی دو گے کہ موطیہ سارے انبیاء یکے ہیں ان کی قوموں نے واقعی بہت سرکشی کی تھی اپنے نبیوں کی بات نہ مانی تھی، اس آیت کریمہ کی نفیس تفسیر ہماری کتاب شان حبیب روحان اور تفسیر نفیسی میں ملاحظہ کرو :-

سہ بیٹے حضور اور صلے اللہ علیہ وسلم کی مبارک آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگی ہوئی تھی یا تو بیعت الہی سے قیامت کے اس مقدمہ کے تصور سے یا اپنی امت پر رحمت کی وجہ سے، مرقاۃ نے فرمایا کہ اس آیت پر بعض لوگ بے ہوش ہو گئے اور بعض حضرات مہلکے ہو گئے، معلوم ہوا کہ قرآن شریف پڑھ کر یا سن کر مدعا مست ہے بشرطیکہ جادو سے نہ ہو، بیعتی شریف میں ہے کہ قرآن کریم علم و درجہ لئے ہوئے آیا ہے، اس لئے تم اس کی تلاوت پر رد و مرقاۃ مٹے اس طرح کہ قرآن کریم کی بعض آیتیں یا سورتیں خصوصیت سے تم کو سناؤں اگرچہ عموماً ہر مسلمان کو سنا نا احکام بتانا ہمارا تبلیغی فریضہ ہے، معلوم ہوا کہ کسی خاص شخص کو قرآن پاک سنانا بھی سنت ہے مثلاً یہ سوال تعجب کے لئے ہے کہ کیا تجھ جیسے عاجز مسلمان کا نام بھی رب تعالیٰ نے آپ کے سامنے عزت کے ساتھ لیا کیا میں ایسا خوش نصیب انسان ہوں سوال کے بہت مقصد ہوتے ہیں ایک تعجب بھی ہے مثلاً یہ ردنا امتحانی خوشی کا تھا اور اس اندیشہ کی بنا پر تھا کہ میں عاجز انسان اتنی بڑی نعمت کا شکر کیس طرح ادا کر سکوں گا حضرت ابی بکعب نے قرآن سیکھنے میں بڑی محنت کی تھی تھے کہ آپ تمام صحابہ میں بڑے پائے کے قاری تھے اسی بنا پر رب تعالیٰ نے فرمایا کہ اے محبوب چو کہ دنیا ان سے قرأت سیکھنے لگی لہذا آپ خصوصیت سے انہیں قرأت سنائیں آپ میرے شاگرد اعلیٰ ہیں یہ آپ کے شاگرد رشید ہوں خصوصیت سے یہ سورۃ تلاوت فرمانے کی توجہ ہو سکتی ہے کہ حضرت ابی ابن کعب علمائے یہود سے تھے اور اس سورۃ میں علمائے اہل کتاب کا ذکر ہے اس کے سننے سے ان کا ایمان اور بھی قوی ہو گا، اس حدیث سے حضرت ابی ابن کعب کی عظمت کا پتہ لگا یہ بھی معلوم ہوا کہ افضل مفضل کو مفضل افضل کو قرآن کریم سکھائے مثلاً ظاہر ہے کہ قرآن شریف سے مراد یہ ہی لکھا ہوا قرآن مجید ہے، اور دشمن سے مراد کفار حربی ہیں اور جانے سے مراد وہ جانا ہے جس

الْعَدُوِّ الْفَصْلُ الثَّانِي عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ جَلَسْتُ فِي عَصَابَةٍ مِمَّنْ
ضَعَفَاءُ الْمُهَاجِرِينَ وَإِنْ بَعْضُهُمْ لَيَسْتَنْزِلُ بَعْضٍ مِنَ الْعَدِيِّ وَقَارِي يَقْدَأُ عَلَيْكَ إِذَا جَاءَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ عَلَيْنَا فَلَمَّا قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَكَتَ
الْقَارِي فَسَأَلُونِي قَالُوا مَا كُنْتُمْ تَصْنَعُونَ قُلْنَا كُنَّا نَسْتَمِعُ إِلَى كِتَابِ اللَّهِ فَقَالَ الْحَدِيثُ لِلَّهِ

وہمیں نے اسے لے لیا: دوسری فصل: روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے فرماتے ہیں میں مکہ مکرمہ میں بیٹھا تھا اس وقت وہ حضرت عائشہ کے ہاں تھے
بعض بعض کی آڑ لیتے تھے کہ ایک قاری ہم پر تلاوت کر رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہم کھڑے ہو گئے سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
تشریف فرما تھے تو قاری خاموش ہو گئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا تم کیا کر رہے تھے کہ ہم نے عرض کیا ہم اللہ کا کتاب پورس رہے تھے کہ فرمایا تم کو

میں کفار سے قرآن کریم کی بے حرمتی کا اندیشہ قوی ہو لہذا اگر لشکر اسلام قرآن شریف لے کر دار الحرب میں جائے یا ایک مسلمان کفار کی امن لے کر وہاں جائے یا جو
مسلمان کفار کی رعایا بن کر ان کے ملک میں رہتے ہوں اور ان کے پاس قرآن شریف ہو تو کوئی مصالحت نہیں کہ ان صورتوں میں قرآن کی بے حرمتی کا قوی اندیشہ
ہو، لہذا اب قرآن کریم کے پاس کفار کے ملک میں بھیجئے یا خود کفار کے ہاتھ قرآن پاک فروخت کرنا یا کفار کے خط میں قرآنی آیت لکھنا یا انہیں قرآن سناتا
سب کچھ جائز ہے کہ یہ تبلیغ ہے، بعض شارحین نے فرمایا کہ یہاں قرآن سے مراد حافظ قرآن ہیں یا وہ صحیفے جن میں زمانہ صحابہ میں قرآنی آیات لکھی ہوئی تھیں۔
مقصود یہ ہے کہ جہاں حافظ قرآن آئیے دشمنی کے ملک میں نہ جائیں کہ اگر یہ شہید کر دیئے گئے تو قرآن مجید ضائع ہو جائے گا یا یہ صحیفے کہ دشمنی کے ملک میں لکھے رہا کہ اگر یہ برباد
ہو گئے تو قرآن کریم کا بہت حصہ جاتے رہے کا اندیشہ ہے، لغات و روایات نے فرمایا کہ اس میں غبی خبر ہے، کہ آئندہ قرآن کریم کتابی شکل میں جمع ہو گا کیونکہ حضور
انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قرآن کریم کتابی شکل میں نہ تھا:

لے اور لیکر اس کی توہین کرے یا تم کو واپس نہ دے یا اسے بچاؤ دے یا جلادے مکہ یعنی صفحہ دے صحابہ کے ساتھ جو تقریباً ستر تھے جنہوں نے اپنے کو علم دین
سیکھنے کے لئے وقف کر دیا تھا اسے بیچنے ان کی غریبی و افلاس کا یہ حال تھا کہ بعض کے جسم پر بقدر تن پوشی بھی پورا کپڑا نہ تھا تو وہ دوسرے کی آڑ میں بیٹھا تھا
کہ کچھ ستر پوشی ہو جائے: اللہ اکبر: بشعر:

یہ وہ تھے جن سے حق کا بول بالا ہونے والا تھا: یہ وہ تھے جن سے دنیا میں اجالا ہونے والا تھا

لکھ لیئے اس جماعت میں ایک قاری تلاوت قرآن کر رہے تھے باقی تمام سن رہے تھے سب یکدم نہ پڑھتے تھے کہ یہ ممنوع ہے لہذا جب قاری خاموش
ہو گیا، تب آپ نے سلام کیا اس سے چند منٹے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ کسی دینی بزرگ کی تشریف آوری پر تلاوت بند کر دینا، ان کے احترام کے لئے خاموش ہو
جانا بالکل جائز بلکہ سنت صحابہ ہے، بلکہ قرآن مجید مذکور کے اس کی تعظیم کو کھڑا ہو جانا بھی درست ہے صحابہ کرام نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب عین نماز میں کیا
ہے کہ حضرت صدیق اکبر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری پر صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے ہٹ کر مقتدی بن گئے، دوسرے یہ کہ آنے والا بحالت تلاوت سلام یا
کلام نہ کرے جب تلاوت بند ہو جائے تب سلام کرے، تیسرے یہ کہ اگر آتے وقت سلام کا موقع نہ ہو تو بعد میں بھی آمد کا سلام کرنا جائز ہے کہ حضور انور صلی اللہ
علیہ وسلم سوال اگلی خوشخبری کی تمہید ہے، در نہ سرکار نے ان کی تلاوت سن لی تھی اور ان کی کچھ نہ تھی جیسے رب نے مولے علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا

الَّذِي جَعَلَ مِنْ أَمْتِي مَنْ أَمَرْتُ أَنْ أَصْبِرَ نَفْسِي مَعَهُمْ قَالَ فَجَلَسَ وَسَطْنَا بِيَعْدِلَ
بِنَفْسِهِ فَبَدَأَ قَالِ بِيَدِهِ هَكَذَا فَيَحْلِقُوا وَبَدَزْتُ وَجُوهَهُمْ فَقَالَ ابْشِرُوا يَا مَعْشَرَ
صَعَالِبِكُمُ الْمُهَاجِرِينَ بِالنُّورِ النَّامِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ تَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ قَبْلَ غَنِيَاءِ النَّاسِ بِنَصِيفِ
يَوْمٍ وَذَلِكَ خَمْسُ مِائَةِ سَنَةٍ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَيَّنَا الْقُدْرَانُ بِأَصْوَاتِكُمْ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ وَعَنِ

اس خدا کا جس نے میری امت میں وہ لوگ پیدا کئے جن کے ساتھ رہنے کا مجھے حکم دیا گیا پھر مائے درمیان لے کر تشریف فرما ہو گئے، تاکہ اپنے کو ہمارے برابر رکھیں
پھر ان کا اشارہ فرمایا کہ ان کو جہاں لوگ حلق بن گئے کہ جبکہ چہرے حضور کے سامنے ہو گئے تھے فرمایا اے فقراء و مہاجرین کی جماعت تمہیں قیامت کے دن کے نور کی بشارت
ہو گی تم بہت میں مالداروں کے آدھاروں پہلے جانے گے یہ آدھاروں یا بچوں میں سے (ابو داؤد) روایت ہے حضرت براء بن عازب فرماتے ہیں فرمایا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم کو اپنی آوازوں کی زینت دیا (احمد، ابو داؤد، ابن ماجہ، دارمی) اچھے روایت ہے حضرت

کہ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے کہ برکت اولادت ایمانی کے لئے تلاوت قرآن بہترین مشغلہ ہے اللہ تعالیٰ کرے اس سے انسان دنیا کے سارے غم بھول جاتا ہے یہ ہی
تائید حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک پڑھنے لکھنے اسکی شرح کرنے میں ہے فقیر کا تجربہ ہے کہ یعنی میری امت و صحابہ میں ایسے فقراء و مساکین پیدا کئے جو رب پر متکفل قرآن
کے حامل ہیں اور مجھے حکم دیا کہ محبوب تم ان ہی غریبوں میں رہو کہ قاضی بنو نصر رحمہ اللہ مع الذین یدعون ربہم بالغداؤۃ والعشیۃ ایضاً خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم
اب بھی ان ہی مساکین کے سینوں میں رہتے ہیں اگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ ٹھکانا ہے تو ان سینوں میں تلاش کر دان کے سینے رحمت کے گنجینے ہیں دینے میں تھے
یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس مجلس میں ہم میں اس طرح بیٹھ گئے کہ ہم سب قرب میں یکساں ہو گئے نہ اپنی نشست پر جلوہ فرما ہوئے نہ ہم سے علیحدہ ہم فقراء کے زمرہ
میں ہم مساکین کے طبقہ میں ایسے بیٹھ گئے جیسے تاروں کے درمیان چاند قرآن اس حلقہ پر حلقہ عالم کے افضل تھا تھے تاکہ سب پر حضور کی نظر رحمت یکساں پڑے یہ رب کے اس فرمان
پر عمل تھا وَلَا تَقْدُجُنَاكَ عَنْهُمْ لَشَعْرَةٍ۔

جو ہم داں ہوتے خاک گلشن لپٹ کے قدموں سے لیتے اتارن : مگر کریں کیا نصیب میں تو یہ نارادی کے دن کچھ تھے

عام مجلسوں میں حلقہ بنا نا افضل ہے، نماز و جہاد میں صف بنانا بہتر ہے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن فقراء و مسکین کا نور مسلمان مالداروں سے زیادہ ہو گا،
کیونکہ صبر کا نور شکر کے نور سے قوی تر ہے، جیسے چاند کے نور سے سورج کا نور قوی ہے یعنی قیامت کا دن ایک ہزار سال کا اس کا آدھا یا پچاس سال کا،
مالداروں کو حساب دینے دیر لگے گی، مگر ان فقراء سے وہ لوگ مراد ہیں جو صابر متقی ہوں، اسی وجہ سے ارشاد ہے کہ فقیر صابر یعنی شاکر سے افضل ہے، یہ گفتگو
ایک درجہ کے فقراء و افسیاء میں ہے، اور نہ غیر صحابی فقیر صحابی غنی کے قدم کی خاک کو نہیں بچ سکتا، یوں ہی خلفائے راشدین تک ان کے ماتحت حضرات نہیں
بچ سکتے لہذا عثمان غنی و امیر ابن عوام غیر کم بہت ادنیٰ شان والے ہیں کہ یہ حضرات بے حساب جنتی ہیں نہ ان کا حساب ہو گا نہ انہیں دیر لگے گی، خیال رہے کہ قیامت
کا دن ہے تو ایک ہزار سال کا، مگر کفار کو پچاس ہزار سال کا محسوس ہو گا اور بعض خاص مومنین کو چار رکعت نماز کی بقدر ملکہ یعنی خوش الحانی اور

سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ أَمْرٍ يَقْدَرُ الْقُدْرَانُ ثُمَّ
يُنْسَاهُ إِلَّا لَنَفِي اللَّهِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ أَجْذَمٌ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالدَّارِمِيُّ وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو
أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمْ يَفْقَهُ مِنْ قَدْرِ الْقُدْرَانِ فِي أَقَلِّ مِنْ ثَلَاثِ رَوَاهُ
الترمذی وَاَبُو دَاوُدَ وَالدَّارِمِيُّ وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

سعد بن عبادہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کوئی نہیں جو قرآن پڑھ کر بھلائے مگر وہ نیامت کے دن اسے نہ لے لے
کوڑھی ہو کر لے گا لے (ابوداؤد، دارمی اور بیہقی) حضرت عبداللہ بن عمرو سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو تین دن سے کم میں قرآن
کریم ختم کرے وہ مجھے گاہنیں لے (ترمذی، ابوداؤد، دارمی) روایت ہے حضرت عقبہ بن عامر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بہترین لیے تین دن سے تلاوت کرو اور ہر حرف کو اس کے خراج سے صحیح ادا کر دگر گارتلاوت کرنا جس سے نڈھ میں فرق آجائے حرام ہے کہ اسے سنائی ۱۰ بن
حبان، حاکم نے بھی روایت کیا، ان میں یہ بھی ہے کہ اچھی آواز قرآن کا زیور ہے حکایت ایک بار حضرت عبداللہ ابن مسعود کسی مجلس پر گزرے جہاں
ایک گویا بہت اچھی آواز سے آواز سے گارہا تھا آپ نے فرمایا کاش یہ آواز قرآن شریف پر استعمال ہوتی یہ خبر گونے کو پہنچی اس نے بھی توبہ کی اور حضرت ابن مسعود
کے ساتھ رہنے لگاتے کہ قرآن کریم کا عالم وقاری ہو گیا ریزات ۱۰

لے اس حدیث کی بہت شرحیں کی گئیں جن میں قوی ترین یہ ہے کہ جو شخص قرآن شریف پورا یا اس کی کوئی سورۃ حفظ کرے، پھر اس کا دور چھوڑ دے، جس سے
وہ بھول جائے، تو یہ شخص قیامت میں کوٹھی اٹھے گا اس کی کوٹھ اس کے اس جرم کی علامت ہوگی، جس سے سب لوگ پہچان لیں گے، بعض نے فرمایا
کہ اجذم سے مراد دانت گرنا ہوا ہے، بعض کا خیال ہے کہ اجذم سے مراد مقطوع الذیل ہے جو رب تعالیٰ کے سامنے بول نہ سکے وغیرہ مگر سب تفسیریں
ہے لے یعنی جو شخص ہمیشہ تین دن سے کم میں ختم قرآن کیا کرے، وہ جلدی تلاوت کی وجہ سے نہ تو الفاظ قرآن صحیح طور پر سمجھ سکے گا ۱۰ اور نہ اس کے
ظاہری سننے میں غور کر سکے گا، خیال رہے کہ یہ حکم عام مسلمانوں کے لئے ہے کہ وہ اگر بہت جلدی تلاوت کریں، تو زبان لپٹ جاتی ہے حرف صحیح ادا نہیں
ہوتے، خواص کا حکم اور ہے خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تنہا کی ایک ایک رکعت میں پانچ پانچ چھ چھ بارے پڑھ لیتے تھے، حضرت عثمان غنی نے ایک
رات میں ختم قرآن کیا ہے، اداؤد علیہ السلام چند منٹ میں نہ پورے ختم کر لیتے تھے، حضرت علی گھوڑا کئے سے پہلے ختم قرآن کر لیتے تھے، امرتات، نے فرمایا کہ شیخ
موتے سعدانی شیخ ابودین کے اصحاب میں تھے ایک دن درات میں ستر ہزار ختم کر لیتے تھے ایک دفعہ انہوں نے کعبہ معظمہ میں سنگ اسود چوم
کر دروازہ کعبہ پر پہنچے ختم قرآن فرمایا اور لوگوں نے ایک ایک حرف سنا، اور اوج غلغلہ میں مولوی اشرف علی صاحب نے اس کی تصدیق کی کہ مولوی
محمد اسماعیل خاں دہلوی نے ایک بار نماز عصر کے بعد سے نماز مغرب تک پورا قرآن ختم کیا کہ ہر حرف الگ الگ سنا گیا، لہذا اس حدیث کی بنا پر نہ تو درجہ
شیبیون کو حرام کہا جاسکتا ہے اور نہ امام اعظم ابو حنیفہ اور ان صحابہ کرام پر اعتراض کیا جاسکتا ہے جو ایک دن درات میں پورا ختم کر لیتے تھے کہ یہ حکم عوام
مسلمانوں کے لئے ہے جو اس قدر جلد قرآن شریف پڑھنے میں درست نہ پڑھ سکیں ختم قرآن میں عام بزرگوں کے طریقے مختلف رہے ہیں بعض ایک ماہ میں ایک
کرتے تھے بعض ایک ہفتہ میں ایک ختم غمی بشوق کی منزلوں کے لحاظ سے پہلی منزل سورہ فاتحہ پر شروع ہوتی تھی اور دوسری ماہہ پشیری یونس پر پہنچی تھی اسرائیل پر

پانچویں شمار پر پہلی والداریات پر ساتویں سورۃ ق پر بعض ہزار تین دن میں لے لیئے دوزں طرح تلاوت جائزہ اور باعث ثواب ہے، جیسے دوزں طرح کا صدقہ مغفیرہ و علانیہ باعث ثواب ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے ان تبدوا الصدقات فنعلمہا مگر بعض حالات میں بلند تلاوت افضل ہے کہ اس سے دل بیدار ہوتا ہے، دوسروں کو تلاوت کا شوق پیدا ہوتا ہے، غینہ بھاگتی ہے شیطان دفع ہوتا ہے، رحمان راضی ہوتا ہے، اور بعض حالات میں ہستہ تلاوت افضل ہے جبکہ تلاوت میں ریاء کا اندیشہ ہو، یا کسی نمازی وغیرہ کو تکلیف ہو، درمقات دشمنی، یہ اختلاف احکام ان تلاوتوں میں ہے جو جبر و یا اختار واجب نہ ہو، در نماز قہر و عرصہ میں اختار، اور غیرہ میں جبر واجب ہے (لغات دانش) لے لیئے تلاوت قرآن جب مفید ہے، جب کہ اس کے احکام پر ایمان ہو ایمان کے بغیر تلاوت مفید ہے نہ قرآن ساتھ رکھنا، اگرچہ سارے ہی حرمت کو حرام ماننا ضروری ہے، اگرچہ تکہ قرآن کریم بہت عظمت والا ہے، اس لئے خصوصیت سے اسی کا ہی ذکر فرمایا احلال و حرام پر ایمان نہ لانے والا کافر ہے پھر تلاوت کا ثواب کیسے پائے، غذا، دوا، زندہ کو مفید ہے نہ کہ مردے کو ملے، اگرچہ حدیث بعض راویوں کی وجہ سے قوی نہ ہو، مگر قرآن مجید اس کی تاکید فرما رہا ہے، فرماتا ہے، الَّذِينَ خَلَّ سَبْعُ مِثْمَ فِي الْجُبَّةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ مُبْسِطُونَ صُنْعًا، بلکہ لیث ابن سعد مشہور تابعی فقیہ ہیں مصر کے امام ہیں، اور ابن ابی لمیہ کے تابعی ہیں کہ مصلح کے قاضی تھے حضرت ابن زبیر کی طرف سے، آپ نے تیس صحابہ سے ملاقات کی ہے، لیث ابن ملک بھی تابعین میں سے ہیں، لیث نے حضرت ام سلمہ نے خود قرآن کر کے سنائی تو اس قرآن شریف میں دو خوبیاں تھیں ایک تو نہایت ترتیل کے ساتھ طہر طہر کر تھی، دوسرے یہ چون اپنے فخر سے صحیح ادا ہوتا تھا معلوم ہوا کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بڑی قاریہ تھیں، اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی قرآن کی نقل نہ کر سکتیں حضرت عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ مجھے ترتیل سے ایک سورۃ تلاوت کرنا بغیر ترتیل کے سارا قرآن پڑھنے سے زیادہ پسند ہے، زیادہ حسن اچھا ہے، ایک موتی،

أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْطَعُ قِرْأَتَهُ يَقُولُ
 الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ثُمَّ يَقِفُ ثُمَّ يَقُولُ الدُّخَانُ الدَّجِيمُ ثُمَّ يَقِفُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ
 وَقَالَ لَيْسَ إِسْنَادُهُ مُتَّصِلٌ لِأَنَّ اللَّيْثَ رَوَى هَذَا الْحَدِيثَ عَنْ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ
 يَعْلَى بْنِ مَمْلُكٍ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ وَحَدِيثُ اللَّيْثِ أَصَحُّ ۚ الْفَصْلُ الثَّالِثُ ۚ عَنْ جَابِرٍ
 قَالَ خَدَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَقْدَأُ الْقُرْآنَ وَفِينَا الْأَعْدَاءُ وَ
 وَالْعَجَبِيُّ فَقَالَ قَرُّوا فَلَ كُلِّ حَسَنٍ وَسَيِّئٍ أَقْوَامٌ يَفْقَهُونَ كَمَا يَقَامُ الْقُدْرُ يَتَعَجَّلُونَ ۚ

ابن ملکہ سے وہ حضرت ام سلمہ سے روایت فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پھر پھر تلاوت کرتے تھے اس طرح کہ پڑھتے الحمد للہ رب العالمین پھر پڑھتے پھر پڑھتے الرحمن الرحیم پھر پڑھتے تھے (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا اس حدیث کا اسناد متصل نہیں ہے کیونکہ یہ حدیث لیث ابن ابی ملیکہ سے نہیں ہے بلکہ ابن مملک سے ہے
 نے اسلمہ سے روایت کی لیث کی حدیث زیادہ صحیح ہے لہذا میری فصل روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم پر تشریف لائے
 جب ہم قرآن پڑھ رہے تھے عربی و عجمی سب ہی غصے سے تڑپا پڑے جابر سب جھبک ہوئے کچھ تو یہی سی ہو گئی جو تلاوت کو ایسے سن کر یں گے جیسے برسی صاع

ہزار ہا روپے سے بہتر ہوتا ہے لہذا یعنی ہر آیت پر پھر کر سانس توڑ دیتے تھے پھر دوسری آیت تلاوت فرماتے تھے اسکتے اور وقف میں یہ ہی فرق ہے کہ وقف
 میں سانس توڑ دیا جاتی ہے پھر پھر پڑھنا ہے مگر سکتہ میں پھر پڑھتے تو وہیں سانس نہیں توڑتے بلکہ قرا کہتے ہیں کہ وقف تین قسم کا ہے بدوقف حسن وقف
 کافی، وقف تام، الدخن الدجیم پر وقف کرنا وقف کافی ہے، وقف حسن نہیں بہتر یہ ہے کہ والد یوم الدین پر وقف کرے اسی طرح رب
 العالمین پر وقف تام تو ہے حسن نہیں، وقف حسن یہ ہی ہے کہ الحمد سے شروع کر کے یوم الدین پر پھر پڑے، ہمارے ہاں بعض لوگ رب العالمین پر وقف
 کو سخت برا جانتے ہیں یہ بھی درست نہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے ہاں یہ کہو کہ بہتر نہیں بلکہ کیونکہ ابن ابی ملیکہ نے حضرت ام سلمہ سے
 ملاقات نہیں کی، لہذا درمیان میں کوئی راوی چھوڑ گئے حدیث منقطع ہے، لہذا خلاصہ یہ ہے کہ ابن ابی ملیکہ سے لیث ابن سعد نے بھی روایت کی ہے
 اور جریج نے بھی، مگر لیث ابن سعد کی روایت صحیح تر ہے کہ اس میں کوئی راوی چھوڑا نہیں، ام سلمہ سے پہلے لیث ابن مملک کا ذکر ہے اور جریج کی روایت
 میں راوی چھوڑ گیا ہے، یہ منقطع ہے، لیث ابن سعد بہت ثقہ تھے، انہوں نے ابن ابی ملیکہ، عطاء زہری، سے روایات لیں، اور ان سے بہت محدثین
 نے، انہیں بیس ہزار دینار کی سالانہ آمدنی تھی، مگر ان پر کبھی زکوٰۃ واجب نہ ہوئی، نیز اس حدیث کا متن بلاغت و لہجہ کے لحاظ سے کہ الدخن الدجیم
 پر وقف بہتر نہیں وقرآن وغیرہ، لہذا یعنی اس مجلس میں شہری صحابہ بھی تھے اور دیہات کے باشندے بھی عربی و اعرابی میں یہی فرق ہے کہ عربی عام ہے
 اعرابی خاص اہل دیہات اور عربی بھی تھے بیرون عرب کے بھی کہ بلال حبشہ کے تھے، سلطان فارس کے، حبیب روم کے رضی اللہ عنہم غرض کہ مختصر ۛ

لکھا تھا مالی نے اک باغ ایسا ۛ دغا جس میں چھوٹا بڑا کوئی پودا

بلکہ یعنی قرآن شریف عجمی، عربی، شہری، بدوی سب کے لئے آیا ہے اسب ہی عادت کیا کہ عجمی یہ خیال نہ کریں کہ چونکہ ہمارا لہجہ عرب کا سا نہیں ہو سکتا

وَلَا يَتَنَجَّلُونَ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَذَاهِبُ هَقِي فِي شُعْبِ الْإِيمَانِ : وَعَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اقْرَأُوا الْقُرْآنَ بِكُنُوحِ الْعَدَبِ أَصَوَاتِهَا وَأَيَّاكُمْ وَلَكُمْ أَهْلُ الْعِشْقِ وَلَكُمْ أَهْلُ الْكِتَابَيْنِ وَسَبَّحِي بَعْدِي قَوْمٌ يُرْجَعُونَ بِالْقُرْآنِ تَرْجِيَةِ الْغَنَاءِ وَ النُّوحِ لَا يَجَاوِزُ حَاجِدَهُمْ مَفْتُونَةٌ قُلُوبُهُمْ وَقُلُوبُ الَّذِينَ يُحِبُّهُمْ شَأْنُهُمْ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعْبِ الْإِيمَانِ وَذَرِيْن فِي كِتَابِهِ : وَعَنْ الْبَدَائِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ حَسِّنُوا الْقُرْآنَ بِأَصَوَاتِكُمْ فَإِنَّ الصَّوْتَ الْحَسَنَ يَزِيدُ الْقُرْآنَ

دنیا میں جنت میں گئے آخرت کے لئے نہ کہیں گے لہذا ابو داؤد و بیہقی شعب الایمان اور روایت ہے حضرت حذیفہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید عربی لہجوں اور عربی آوازوں سے پڑھو لے عشق والوں کی راگیتوں اور توریث و انجیل والوں کے لہجوں سے جو کہ ہم سے بعد وہ تو ہیں آئیں گی تو قرآن میں ایسی گلیں بازیاں کریں گے جیسے گانے اور زمرے میں لکے قرآن اُن کے گلوں کی طرح نہ آئے گا لکھ آئے اور انہیں پسند کرنے والوں کے دل فتنہ میں مبتلا ہوں گے لہذا بیہقی شعب الایمان اور رزین اپنی کتاب میں روایت ہے حضرت براء ابن عازب سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے سننا کہ فرماتے تھے قرآن کو اپنی آوازوں سے زینت دو کیونکہ اچھی آواز قرآن کا

لہذا ہم تلاوت ہی چھوڑ دیں، جو مجھ بن پڑے اس میں پڑھو، ہاں مجھ پڑھو لیجے کا اعتبار نہیں صحت کا اعتبار ہے اور خلاص کا ثواب شعر ہے۔

اور دونوں راہیں یکساں ہیں ۱ : ہاں دونوں راہیں یکساں ہیں و قال را

لے یعنی آخر زمانہ میں بعض ریاء و نمود کے لئے قرآن کا مجھ درست کرنے میں بہت تکلفات کریں گے مگر ثواب سے محروم رہیں گے اس کی وجہ اُن کے آہی ہے لے یعنی ان کی تمام محنتیں صرف مجھ حسین کرنے کے لئے ہوں گی، تاکہ دنیا دار پسند کریں، رواہ واہ ہو، جیسے خوب میں، اخلاص نہ ہو گا پھر ثواب کیسے پائیں، جان کی قیمت ہوتی ہے نہ کہ نقص غالب کی، ہر عبادت کا یہی حال ہے اللہ تعالیٰ اخلاص نصیب کرے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ ناراضی ان کی محنت پر نہیں بلکہ ریاء و نمود پر ہے لہذا اہل عرب کی تمام ذلت میں صرف آواز کی نگہی، مخارج کی صحت، اداء الفاظ کی نفاست ہوتی ہے تکلف اور بے بسی کے طریقوں سے خالی، چونکہ قرآن شریف عربی ہے اسے عربی طریقے سے پڑھو، لہجے کے معنی ہیں خوش و طرب اور آواز کی لچک دہر سہ یعنی نہ تو قرآن گیت کے نمونے گا جیسے عشاق گوئیے ٹھری اور دے وغیرہ گاتے ہیں، اور نہ ایسے تکلفات سے پڑھو جیسے ہمدرد و نساہی توریث و انجیل پڑھتے ہیں جس سے اصل عبادت بگڑ جاتی ہے جہاں مذہب ہو وہاں پیدا ہو جاتا ہے جہاں شد ہو وہاں نہیں رہتا، الف زبر میں جانا ہے زبر الف وغیرہ، فقیر نے بعض قواعد کو قرآنی آیات طبع سازگی پر غموں سے گاتے سننا کہ ان کے گیتوں میں آہستہ میں انہیں باہر پر گاتے ہیں لکھ یعنی قرآن میں گلیں بازیاں، ملاک، راگنی و آواز میں بدلنے سے کام لیں گے اسے گیت یا قوالی کا شعر بنا دیا کریں گے جیسا کہ آج دیکھا جا رہا ہے اس غیب دان نبی نے پہلے ہی اس کی خبر دی تھی لکھ یعنی صرف زبان پر قرآن کے الفاظ ہوئے دل پر قرآن کا کوئی اثر نہ ہو گا ایمان میں تازگی نہ پیدا ہوگی نہ اُن کے سامعین کے کیونکہ جو منہ سے نکلتا ہے وہ کان پر گرتا ہے جو دماغ سے نکلتا ہے وہ دماغ پر گرتا ہے جو دل سے نکلتا ہے وہ دل پر گرتا ہے لکھ یعنی خود ان کے اور سامعین کے دل اس تلاوت سے فائدہ نہ اٹھائیں گے بلکہ اس نفع

حُسْنًا رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ: وَعَنْ طَاوُسٍ مُرْسَلًا قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ
النَّاسَ لِحَسَنِ صَوْتِ الْقُرْآنِ وَأَحْسَنُ قِرَاءَةٍ قَالَ مَنْ إِذَا سَمِعْتَهُ يَقْرَأُ أَرَيْتَ أَنْتَ تُخْشَى اللَّهَ
قَالَ طَاوُسٌ وَكَانَ طَلَّقَ كَذَلِكَ رَوَاهُ الدَّارِمِيُّ: وَعَنْ عَبْدِ دَاوُدَ الْمَكِّيِّ وَكَانَتْ
لَهُ صُحْبَةٌ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَهْلَ الْقُرْآنِ لَا تَتَوَسَّدُوا الْقُرْآنَ

حسن بڑا قیمتی ہے لہذا دارمی، روایت ہے حضرت طاووس سے اسکا فرمان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو چاہیے کہ کون شخص قرآن میں خوش آواز اور اچھی قرآن
والا ہے؟ فرمایا وہ ہے تم جب قرآن پڑھتے سنو تو محسوس کرو کہ وہ اللہ سے ڈر رہا ہے سب سے طاووس فرماتے ہیں کہ طلق ایسے ہی تھے کہ دارمی روایت ہے حضرت
عبیدہ مکی سے کہنا بھلنے کی نصیحت میری تھی ہے فرمانے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن والوں کو قرآن کو ٹیکہ نہ بناؤ کہ

لہ اس کی شرح ہے گزرتی کہ ہر شخص کی آواز اس کے لحاظ سے ہوگی ایک ہی شخص اپنی آواز بری بھی نکال سکتا ہے اور کچھ اچھی بھی تو قرآن کی تلاوت میں اچھی
آواز استعمال کر دیر مطلب نہیں کہ جس کی آواز اچھی نہ ہو وہ تلاوت قرآن ہی نہ کرے حضرت بلال اسی موٹی آواز سے ہی اذان و تلاوت کرتے تھے رب تعالیٰ کو وہ ہی
پیاری تھی کہ وہاں دل کی آواز سنی جاتی ہے۔ - شعر :-

گفت ہاتف بازار بانگ بلال : خوش شد بر عرش رب ذوالجلال
مطلب یہ ہے کہ حق الامکان خوش الحانی سے قرآن شریف پڑھو تاکہ سننے والوں کو قرآن کی طرف میلان ہو یہ نہ ہو کہ در شعر :-
گر تو قرآن میں غلط خوانی : میری رودنی مسلمان

یا اس اچھی آواز کا مطلب وہ ہے جو اگلی حدیث میں آیا ہے یعنی درد والی آواز جو درد دل کا پتہ دے، غشوع و خضوع ظاہر کرے سبھان اللہ کیا
پیارا سوال ہے مفقود یہ ہے کہ لوگ اچھی آواز تو سہی رسی آواز کو سمجھتے ہیں اور نعمہ والی تلاوت کو اچھی تلاوت سمجھتے ہیں، سرکار نے جو اچھی آواز میں
تلاوت قرآن کا حکم دیا ہے کیا اس سے بھی یہی مراد ہے یا کچھ اور ہے یہ حدیث تمام ان احادیث کی شرح ہے جن میں اچھی آواز اچھی تلاوت کا حکم دیا گیا ہے
درد دل والی اداء اور خوف خدا والی قرأت اچھی ہے نفس آواز باریک ہو یا موٹی بعض بزرگوں کو دیکھا گیا کہ ان کی آواز موٹی تھی مگر ان کی تلاوت سے
خود ان کے اور سننے والوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے، دل کانپ جاتے تھے، اللہ تعالیٰ ایسی تلاوت نصیب کرے آمین کہ یعنی طلق ابن علی ابن عمر
نخعی بیامی اسی طرح تلاوت کرتے تھے کہ خدا یاد آجاتا تھا آپ قیس ابن طلق یمانی کے والد ہیں مشہور صحابی ہیں حضرت طاووس نے ان سے ملاقات کی ہے
یہ جملہ معترف ہے اور امام بیہقی کا قول ہے، یعنی عبیدہ مکی صحابی ہیں کہ انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے کہ صحابی بننے کے
لئے ایک ان کی صحبت یا ایک نظر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنا کافی ہے مگر تابعیت کے لئے صحابی کے ساتھ رہنا فیضانِ صحبت حاصل کرنا ضروری ہے
لہ اصطلاح میں اہل قرآن ہر قرآن کے ماننے والے پڑھنے والے اس پر عمل کرنے والے کو کہتے ہیں، اور اہل حدیث وہ خاص جماعت ہے جو اپنی زندگی علم حدیث
حاصل کرنے اور سکھانے میں گزار دے یعنی محدث نہ تو اہل قرآن سے چکڑا ہوئی مگر حدیث مراد ہوتی ہیں نہ لفظ اہل حدیث سے موجودہ دینی مفکر مراد ہوتے ہیں
یعنی اے قرآن ماننے والے مسلمانو! یعنی قرآن شریف پر سر رکھ کر نہ لپیٹو کہ یہ بے ادبی ہے قرآن سے بے فکر نہ ہو جاؤ کہ اس کی تلاوت میں سستی کو داس پر

وَاتْلُوهُ حَقَّ تِلَاوَتِهِ مِنْ أُنَاءِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَأَفْشُوهُ وَتَعْنُوهُ وَتَدَابَّرُوا مَا
فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَفْقَهُونَ وَلَا تُعْجِلُوا الْقُرْآنَ أَنْ يَكُنَّ آيَاتُهُ تُبَيِّنُ فِي شُعَبِ الْإِيمَانِ
بَابُ الْفَصْلِ الْأَوَّلِ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ سَمِعْتُ هِشَامَ بْنَ حَكِيمٍ بْنِ حِزَامٍ يَقْرَأُ
سُورَةَ الْفُرْقَانِ عَلَى غَيْرِ مَا أَقْدَاهَا وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْدَأَ يَنْهَا
فَكَدَّتْ أَنْ أُعْجَلَ عَلَيْهِ ثُمَّ أَمَهَلَتْهُ حَتَّى أَنْصَرَفَ ثُمَّ لَبَّيْتُهُ بِرَدَائِهِ فَجِئْتُ بِهِ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي سَمِعْتُ هَذَا يَقْدَأُ سُورَةَ الْفُرْقَانِ عَلَى

اور دن رات اس کی تلاوت کرو جبکہ تلاوت کا حق ہے کہ اور قرآن کا اعلان کر دے خوش آواز کی پڑھو کہ معنی میں غور کرو تاکہ تم کامیاب ہو سکو اور اس کا ثواب
جلدی نہ مانگو کہ اس کا بہت ثواب ہے بمعنی شعیب ایمان باب کہ پہلی فصل روایت ہے حضرت عمر بن خطاب سے فرماتے ہیں میں نے ہشام ابن حکیم ابن حزام کو سنا کہ وہ سورہ
فرقان اس کے خلاف پڑھ رہے ہیں جو میں پڑھنا تھا اور مجھے یہ سورہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھائی تھی کہ قریب تھا کہ میں ان پر
جلدی کر بیٹھوں مگر میں انہیں مہلت دی تھی کہ وہ فارغ ہو گئے پھر میں نے انہیں ان ہی کی چادر میں لپیٹ لیا کہ پھر انہیں رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بلکہ گاہ میں لایا اور عرض کیا یا رسول اللہ میں نے انہیں سنا کہ سورہ فرقان اس کے علاوہ پڑھ رہے ہیں

تاکہ وہ دوسرے معنی زیادہ قوی ہیں جیسا کہ مفسرین سے ظاہر ہے لہذا اس جگہ میں دو حکم ہیں ہمیشہ قرآن پڑھنا اور درست پڑھنا، قرآن کا حق تلاوت یہ ہے کہ اس کی تلاوت صحیح
طریقے سے کرے اور اس پر عمل کرے رضائے الہی کیلئے پڑھے نہ کہ تعین لوگوں کو خوش کرنے کیلئے رب تعالیٰ فرماتا ہے (الَّذِينَ يَتْلُونَ كِتَابَ اللَّهِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ آلاَئِهِمْ
مَرَاتٍ نَفِيسًا قُرْآنَ كَرِيمٍ تَرْكُوهُ لَكُمْ هَذَا اس کی طرف پاؤں پھیلا نا اس پر کوئی اور کتاب رکھنا اس کی طرف سیٹھ کرنا ہے پھینکنا وغیرہ سمجھئے معنی قرآن کریم کو چومنا ہر پر رکھنا مستحب ہے
اس سے نال لانا حرام ہے تاکہ فقرائے دین سے پہلے عرض کئے جا چکے ہیں یعنی قرآن کریم خوش الحانی سے پڑھو اور قرآن کے ذریعہ لوگوں سے غنی دے نیاز ہو جاوے گا ان کے لئے
میں نہیں کہ قرآن شریف کا کر پڑھنا حرام ہے نہ قرآن علماء کا اور نہ بے علم لوگوں کا کچھ اور علماء تو اس کے معانی احکام میں غور کریں عوام یہ سمجھ کر پڑھیں کہ یہ وہ حفاظ ہیں
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہ نے پڑھے تھے اللہ اکبر ہمارے کہاں نصیب کہ وہ الفاظ ہماری زبان پر بھی آئیں تاکہ یعنی تلاوت قرآن، تعلیم قرآن، تجوید قرآن
خدمت قرآن کا ثواب آخرت میں ملے گا جو تمہارے علم و فہم سے درآئے ہے، تم مرن پہاں ہی اس کا ثواب نہ لو یعنی دنیا کو اسی کا مقصد نہ بناؤ کہ یعنی قرأت
قرآن کے متعلق متفرق مضامین کا باب بعض نسخوں میں یوں ہے باب اختلاف القرآن و جسم القرآن یعنی قرآن شریف کی مختلف قراتوں اور صحیح
قرآن کا باب جمع قرآن سے مراد کچھ کتابی شکل میں جمع کرنا ہے وہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ حکیم ابن حزام قرشی ہیں حضرت ام المومنین خدیجہ الکبریٰ کے متبع
ہیں فتح مکہ کے دن ایمان لائے آپ کے ساری اولاد صحابی ہے ان میں سے ہشام بھی ہیں تاکہ یعنی مجھے اپنی قرأت کے صحیح ہونے کا یقین تھا کیونکہ میں نے
کسی اور سے نہ سیکھی تھی خود حضور اور صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھی تھی اس لئے مجھے شبہ نہ ہوا کہ ہشام ویدہ و دانستہ قرآن غلط پڑھ رہے ہیں بلکہ اس سے دو سٹے
احسن ہونے ایک یہ کہ دین میں کسی کی رعایت نہیں عزیز قری ہو یا اجنبی مولیٰ آدمی ہو یا بڑا دوسرے یہ کہ تلاوت قرآن کا بڑا احترام ہے کسی شخص کو دوران

غَيْرِمَا أَقْرَأْتِنِيهَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهُ أَفْقَدُ الْقُدَاةَ الَّتِي سَمِعْتُهُ يَقْرَأُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَكَذَا أَنْذَلْتُ تَمَّ قَالَ لِي فَقَدْتُ فَقَالَ هَكَذَا أَنْذَلْتُ إِنَّ هَذَا الْقُدَانُ أَنْزَلَ عَلَى سَبْعَةِ أَحَدٍ فَأَقْرَأُوا مَا تَشْرُونُ مِنْهُ مُتَّفِقٌ عَلَيْهِ وَاللَّفْظُ لِمُسْلِمٍ وَكَعْنُ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ سَمِعْتُ رَجُلًا قَدَأُ وَسَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ خَلْفَهَا فُحِثْتُ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرْتُهُ فَقَدْتُ فِي وَجْهِهِ الْكَدَاهِيَةَ فَقَالَ

جو مجھے حضور نے پڑھا ہے اے نبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انہیں چھوڑ دو اے ہشام پڑھو انہوں نے وہی قرأت تلاوت کی جو میں نے انہیں تلاوت کرتے سنی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ہی اتری ہے پھر مجھ کو فرمایا پڑھو میں نے بھی فرمایا وہ بھی اتری ہے یہ قرآن سات قرأت پر اترے جس طرح آسان ہو تلاوت کریا کرو اے مسلم بخاری اور فقط مسلم کے میں لکھ روایت حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں میں ایک شخص کو تلاوت کرنے سنا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو لکے تلاوت کرتے سنا تھا تو میں نے انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا اور یہ سنا یا تو میں حضور کو لکے پڑھتا ہوں یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے لانا چکھتا ہوں چاہیے نہ اسکی تلاوت میں رکاوٹ پڑے دیکھو حضرت عمر قرآن کریم کے اعطاف میں فرق دیکھ کر طیش میں آگئے کہ تلاوت ختم ہونے پر حضرت ہشام کو گویا گرفتار کر لیا نہ رعایت نہ قرآن کی سماعت نہ اس نے میں انہیں گرفتار کر کے ایک خدمت میں لایا ہوں تاکہ آپ اس سے منع فرمادیں اور گدگدہ شہ قصور پر بے زادی معلوم ہوا کہ جتنے الامکان کسی طرز کو خود مرنے والے حکام سے فیصلہ کرا دے جو نہ حضرت عمر کو طیش کیلئے رہا تھا نہ کہیں تھانیز حضرت عمر مثل استاد کے تھے اور حضرت ہشام مثل شاگرد کے اس نے حضور کو نور علیہ وسلم نے نہ تو حضرت عمر بقیع فرمایا اور نہ انہیں حضرت ہشام سے معافی مانگنے کا حکم دیا جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون کی بے قصور وار طبعی سرکے بال پکڑنے انہیں کھینچ کر نہ مانیاں اس شیخ اگر غلط فہمی سے کسی کو سزا بنا جائے طور پر بھی دیدیں تب بھی مجرم نہیں بلکہ تھوڑے سے تھوڑے شرعی لغت قریش میں نازل ہوا اگرچہ عرب کے بیت سے قبیلے تھے جس کی زبانیں مختلف تھیں بر قبیلہ زبان گراں معلوم ہوتی تھی اپنی زبان آسان تھی اور نہ بارہ بانکل نیا تھا اندیشہ تھا کہ دوسرے قبیلہ تلاوت قرآن چھوڑ دیں گے اسی لئے سات بلکہ سات سے بھی زیادہ طریقوں سے تلاوت کی اجازت دے دی گئی تھی یہاں سات سے مراد بیان زیادتی ہے نہ کہ خاص یہ حدود اور حرف سے مراد طریقہ تلاوت ہے خواہ خود حرف کی ذات میں فرق ہو جیسے نُنْشَاہَا زے سے اور نُنْشَاہَا رائے پہلے سے یا صفات حرف میں فرق ہو جیسے قَالِیْہِ یَوْمَ الدِّیْنِ اور قَالِیْہِ یَوْمَ الدِّیْنِ خواہ طریقہ ادا میں فرق ہو جیسے اَوْفَامُ اَوْفَامُ نَفِیْمُ تَرْفِیْقُ اَمَامُہُ مَدَّ قَصْر تَبِیْنِ وغیرہ مگر ان اختلاف کی وجہ سے معافی نہ بدلیں گے قرآن کریم کی سات قرأتیں تو متواتر ہیں اور چودہ شاذ متواتر قرأتوں کی تلاوت کرے شاذ کی مذکور جیسے فصیام ثلثہ ایام متوالیات یا صبیحہ وصلوۃ الوصلی صلوة العصر وغیرہ اب ہماری قرأت ابو حفص عن والی ہے قاریوں کو چاہیے کہ اس کی قرأت کیا کریں، ورنہ عوام میں فتنہ پھیلے گا اور لوگ ان قرأتوں کا انکار ہی کر دیں گے لکھ بعض تھمیں نے فرمایا کہ بعد از متواتر ہے اکیس صحابہ سے مروی ہے شاید متواتر سے مراد متواتر لکھے ہو مرقاۃ اے یہ ناراضی قرآن شریف میں اختلاف کی وجہ سے ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو خطرہ تھا کہ کہیں مسلمان کتاب میں یہود و نصاریٰ کی طرح اختلاف نہ کرنے لگیں :

كَلَّا كَمَا احْسَنَ فَلَا تَخْتَلِفُوا فَاِنْ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ اخْتَلَفُوا فَهَكَذَا رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنْ
 ابْنِ كَعْبٍ قَالَ كُنْتُ فِي الْمَسْجِدِ فَبَدَخَلَ رَجُلٌ يُصَلِّي فَقَدْ أَقْرَأَ أَنْكَرْتُهَا عَلَيْهِ ثُمَّ دَخَلَ
 أَخْرَفَقْدًا سَوَى قِرْعَةٍ صَاحِبِهِ فَلَمَّا قَضَيْنَا الصَّلَاةَ دَخَلْنَا جَمِيعًا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ إِنَّ هَذَا أَقْرَأَ قِرْعَةً أَنْكَرْتُهَا عَلَيْهِ وَدَخَلَ أَخْرَفَقْدًا سَوَى قِرْعَةٍ صَاحِبِهِ
 فَأَمَرَهُمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَرَأَ فَحَسَنَ شَأْنُهُمَا نَسَقَطَ فِي نَفْسِي مِنَ التَّكْذِيبِ
 وَلَوْلَا ذَلِكَ كُنْتُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَلَمَّا رَأَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا قَدْ غَشِيَنِي خُزْبٌ

فرمایا تم دونوں ٹھیک ہو رہے ہو آپس میں جھگڑا مت کیونکہ تم سے پہلے لوگ جھگڑے تو ہلاک ہو گئے تھے (بخاری اور ابی نعیم نے حضرت ابی بن کعبؓ سے روایت کی ہے) میں مسجد میں تھا کہ ایک شخص نے اگر نماز پڑھنے کا اس نے ایسی قرات کی جس کا میں نے انکار کیا ہے پھر دوسرا شخص آیا تو اس نے بھی اُس سے پہلے دے کر قرات کے سوا اور قرات کی کہ جب ہم نماز پڑھ چکے اور ہم سب رسول اللہ ﷺ کے خدمت میں حاضر ہوئے وہ تو میں نے عرض کیا کہ ان صاحب ایسی قرات کہ جس میں انکار ہو اور دوسرا صاحب تو انہوں نے ان کے سوا اور ہی قرات کی تب نبی کریم ﷺ نے ان دونوں کو حکم دیا انہوں نے قرات کی کہ وہ دونوں کی تشریف لے گئے میرے دل میں کچھ تردد پیدا ہوا کہ جو زبان جاہلیت میں نہ ہوا تھا کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مجھ پر جھایا تو تردد ملا نہ کہ تو میرے

دل سے تم نے جو سادہ ٹھیک سنا اور انہوں نے جو بڑا درست پڑھا تمہارا مذاق ان کا پڑھنا دونوں ٹھیک ہے چونکہ تمہیں یہ قدر تھی کہ قرآن کریم کی قرات مختلف طریقوں سے جاری ہے اس لیے تم نے انکار کر دیا ہے تمہیں ان صحابی سے اچھا لگا کہ نماز پڑھتے تھا انہیں میرے پاس لانا نہ چاہیے تھا کہ اس طرح کہ ہونے تو ریت کے اور ہیسائیوں نے بخیل کے مختلف نسخے بنائے اور جماعت نے دوسرے نسخے کا انکار کر دیا اور کلام الہی کا انکار کفر ہے کہ غالباً یہ قرات نماز سے خارج ہو گئی یعنی انہوں نے نماز سے خارج ہو کر قرآن کریم تلاوت کی اس تلاوت میں یہ واقعہ پیش آیا انکار کی وجہ یہ ہوئی کہ حضرت ابی نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے اور طرح تلاوت سیکھی تھی اور یہ دوسری طرح تھی اُن کے علم میں یہ بات نہ تھی کہ تلاوت قرآن مختلف طرح سے درست ہے میں نے انکار سے مراد وہی انکار ہے یعنی میں نے دل میں ان پر اعتراض کیا کہ میں نے ان دوسرے صاحب کی قرات میری قرات کے بھی خلاف تھی اور اس پہلے شخص کی قرات کے بھی خلاف اس سے میرا تعجب و انکار اور بڑھ گیا ہے مرقات نے فرمایا غالباً یہ نماز چاشت تھی جو آگے چھے ان بزرگوں نے پڑھی مسجد نبوی میں ان سب کا اجتماع ہو گیا فرض نماز ہوئی تو ایک ساتھ جماعت سے پڑھی جاتی لہذا حدیث بالکل ظاہر ہے بعد نماز یہ حضرات حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی حجرے میں حاضر ہوئے جہاں اس وقت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ گر تھے کہ وہ ہی قراتیں کی جو میں نے ان دونوں سے سنی تھیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کی ان مختلف قراتوں کو بھی فرمایا کہ تم بھی ٹھیک پڑھتے ہو اور تم بھی کہ ظاہر ہے کہ فقط معروف ہے اس نے اس کے یہ سننے کے لئے اور تکذیب سے مراد ہے اس کے کلام الہی ہونے کا انکار کہ اگر یہ کلام ربانی ہوتا تو ایک ہی طرح ہوتا چند طرح کیسا خیال رہے کہ بے اعتیاری پر خیال کو دوسرا کہتے ہیں اس پر نہ عذاب ہے نہ سزا یہ دوسرے ہی تھا اس نے حضرت ابی پر نہ فتوے کفر لگ سکتا ہے نہ فتوے فسق اس نے فقط فرمایا یعنی غیر اعتیاری طور پر دل میں بدگمانی کی پیدا ہوئی ہے یعنی کفر کا یہ اختیار غیر اعتیاری اتنا قوی تھا کہ اس سے پہلے حالت کفر میں اس قسم کا اتنا سخت انکار میرے دل میں

فِي صَدْرِي فَفَضْتُ عَذَقًا وَكَأَنَّمَا أَنْظَرُ إِلَى اللَّهِ فَرَدًّا فَقَالَ لِي يَا أَبَتِي أُرْسِلْ إِلَيَّ أَنْ أَقْدَأَ الْقُدْرَانَ عَلَى حَرْفٍ فَرَدَدْتُ إِلَيْهِ أَنْ هَوْنٌ عَلَى أُمَّتِي فَرَدَدْتُ إِلَى الثَّانِيَةِ أَقْدَأَ عَلَى حَرْفَيْنِ فَرَدَدْتُ إِلَيْهِ أَنْ هَوْنٌ عَلَى أُمَّتِي فَرَدَدْتُ إِلَى الثَّالِثَةِ أَقْدَأَ عَلَى سَبْعَةِ أَحْصَاءٍ وَلَكَ بِكُلِّ رَدَّةٍ رَدَدْتُكَهَا مَسْئَلَةً تَسْأَلُ بِهَا فَقُلْتُ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِأُمَّتِي اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِأُمَّتِي وَأَخَذْتُ الثَّالِثَةَ لِيَوْمٍ يَدْغِبُ إِلَى الْخَلْقِ كُلِّهِمْ حَتَّى إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ ابْنِ

دستِ اقدس ہمارے پیچھے سے چڑھ گیا اور دوسرے میں ایسا ہو گیا کہ یارب کو دیکھ رہا ہوں نہ مجھ سے فرمایا اے ابی قرآن مجھ پر ایک قرأت میں بھیجا گیا تھا میں نے رب کی بارگاہ میں رجوع کیا کہ الہی میری امت پر آسانی کر دے مجھے دوبارہ جواب دیا کہ دو قرأتوں پڑھ سکتے ہو پھر میں رب کی طرف رجوع کیا کہ میری امت پر آسانی فرما رب نے تباہ جواب دیا کہ سات قرأتوں پر تلاوت کر سکتے ہو اے اور اے محبوب نہیں ہر بار عرض کیے عرض ایک خصوصی دعا بخشے ہیں تو تم ہم سے مانگ پناہ میں نے عرض کیا الہی میری امت بخش دے الہی میری امت بخش دے لکھ اور میں تیری دعا اس سولی کے لئے بجا رکھی ہے جب ساری خلقت جتنے کہ ابراہیم علیہ السلام بھی میرے درجہ شفاعت کہئے آئیں گے جسے مسلم مدایت حضرت ابن

نہ آیا تھا خیال ہے کہ اس انکار کو انا سخت کہتا اس لئے ہے کہ پہلے تو وہ مسلمان تھے ہی نہیں اس وقت انکار کرنا انکارِ باجمہ تھا ہر ایک تھے مسلمان اور مسلمان ہر ایک انکار بڑا جرم ہے خلاصہ یہ ہے کہ انا خطرناک انکار فرما کر میں میرے دل میں نہ آیا تھا اس انکار کو خطرناک جانتا کمالِ ایمان کی دلیل ہے اور یہ عداوتِ بہتریں عبادت ہو سکتا ہے کہ سلف کا نال پریشانی ہوا درمیان انکساری کی تعلیل ہے اس غیر اختیاری تکذیب کی وجہ سے مجھے اتنی فخر مندی ہوئی اور میرے دل میں ایسی عداوت واقع ہوئی کہ ایسی عداوت اس سے پہلے کبھی نہ ہوئی تھی کہ میں اسلام میں اس صورت میں بعض بالکل واضح ہیں کہ اس وقت میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے تین معجزے ظاہر ہوئے ایک تو حضرت ابی رضی اللہ عنہ کی دلی عداوت و شرمندگی معلوم فرمایا دوسرے دستِ اقدس و لکھ اس انکار اور عداوت کو ختم فرما دینا تیسرے حضرت ابی ابن کعب کو احسان کے اعلیٰ درجہ پر پہنچا دینا کہ حضرت ابی کو یہ محسوس ہونے لگا کہ میں رب کو دیکھ رہا ہوں اس وقت جو فیضانِ بھلا ہو گا وہ بیان سے باہر ہے حضرت ابی کو یہ سبب آجاتا تو فیض کی بنا پر تھا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو جباروں کے موسمِ نازل ہونے پر یہ سبب آجاتا تھا بعض مشائخ اپنے مریدین کو ان کے سینے پر مل کر فیض دیتے ہیں ان کا مذهب یہ حدیث ہے کہ سرکارِ عالی کا یہ ارشاد فرماتا خانی تسکین عطا فرمانے کے بعد ساقی تسکین ہے حضرت ابی کو طمینان تو پہلے ہی ہو چکا تھا مگر وہ بیان میں نہ آ سکتا تھا اب کلامِ ارشاد فرمایا جسکی تبلیغ بھی ہو سکتی ہے گویا پہلے طریقت سکھائی پھر شریعت بتائی گئی یعنی اے محبوب ہم تو پہلے ہی جانتے تھے کہ قرآن کریم کی قرأتیں سات ہونی چاہئے مگر ہمارا انشائیہ تھا کہ یہ آسانی تمہاری طلب پر دینا کہ ہمارے یہ نعمت امت کو تمہاری طفیل ملے جسے چاس نمازوں کی پانچ رہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عرض اور تمہاری کوشش سے اور ہم کو تمہاری عرض و معروض ایسی پیاری معلوم ہوئی کہ ہم تمہیں ہر عرض پر ایک انعام خاص بخشتے ہیں کہ تم نے تین بار عرض کیا ہم تمہیں تین خصوصی دعائیں دیتے ہیں جو مانگو سو پاؤ لگے اس رحمت والے داتا کے قربان اس کی دین کے صفحے اس وقت حضور اپنے اور اپنی اولاد کے لئے جو چاہتے مانگ لیتے مگر امت کو یاد فرمایا خیال رہے کہ پہلے بخشش سے کبیرہ گناہوں کی بخشش مراد ہے اور دوسری بخشش سے صغیرہ گناہوں کی مغفرت مقصود یعنی الہی میری امت کے چھوٹے بڑے سارے گناہ بخش دے جو نہ بخشش صرف مجرم مسلمانوں کے

عَبَّاسٍ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَقْدَرُنِي جِبْرِيلُ عَلَى أَحَدٍ فَرَأَيْتُهُ
فَلَمَّا زِلْتُ أَسْتَزِيدُهُ وَبَيَّزْتُ دُنِي حَتَّى أَتَيْتُهُ إِلَى سَبْعَةِ أَحَدٍ قَالَ ابْنُ شَهَابٍ بَلَغَنِي أَنَّ
تِلْكَ السَّبْعَةَ الْأَحَدُ ابْنُ مَاهِي فِي الْأَمْرِ تَكُونُ وَاحِدًا إِلَّا تَخْتَلِفُ فِي حَلَالٍ وَلَا
حَدٍّ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ: الْفَصْلُ الثَّانِي عَنْ أَبِي بِنِ كَعْبٍ قَالَ لَقِيَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جِبْرِيلُ فَقَالَ يَا جِبْرِيلُ إِنِّي بَعَثْتُ إِلَى أُمَّةٍ أَقْبِيئِينَ مِنْهُمْ الْعُجُوزَ وَالْ
الشَّيْخَ الْكَبِيرَ وَالْغُلَامَ وَالْجَارِيَةَ وَالذَّجَلَ الَّذِي لَمْ يَقْدَأْ كِتَابًا قَطُّ قَالَ يَا مُحَمَّدُ إِنَّ

عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا مجھے جبریلؑ ایک قرأت پر قرآن پیش کیا تھا مگر میں نے انہیں داپس بھیجا میں نے زیادہ مانگا تا کہ رب مجھے زیادہ فرمادے
مجھے کہ سات قرأتوں کا پتہ چاہیے اب شہاب فرماتے ہیں مجھے خبر ملی کہ سات قرأتیں حقیقتہً ایک ہی ہیں جو حلال و حرام میں مختلف نہیں بلکہ مسلم بخاری و ترمذی
فصل دروایت حضرت ابی اس کہتے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جبریلؑ ملاقات کی تو حضورؐ فرمایا اے جبریلؑ میں نے بے طرحی جماعت کی طرف بھیجا
گیا ہوں جن میں بڑی عورتیں بڑے بڑے بچے بچیاں اور بڑے لوگ بھی جنہوں نے کبھی کوئی کتاب نہ پڑھی تھی انہوں نے عرض کیا اے محمدؐ

لے ہی ہو سکتی ہیں اس نے اپنی امت کا ذکر کیا ہے یعنی تیسری دعا قیامت کے لئے اٹھا رکھی ہے اس دعا کا فائدہ کفار، مسلمان، گنہگار، نیک کار، نبیلے
کرام، اولیائے عظام سب ہی اٹھائیں گے کہ اس دعا سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت کبریٰ کا دروازہ کھولیں گے اس کی برکت سے کفار کو
میدانِ حق سے نجات، ایم گنہگاروں کو دوزخ سے نجات، نیک کاروں کو رفیع درجات میں پہنچائیں گے اور سب کے لئے عرض حاجات کا دروازہ کھل جائے گا
اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کی دہم چج جائے گی۔ شعر:-

گرتے ہوں کوثرہ مسجدے میں گرے سوط :- درود کے شفاعت کی تمہید اٹھائی ہے

اللھم صل وسلم وبارک علی سیدنا محمد والہ وصحبہ وسلم :-

لے یعنی پہلی ایک قرأت نور تج کی طرف سے میری بغیر طلب ملی، البقیہ چھ قرأتیں میری طلب پر عطا ہوئیں، یہ قرآنی آیات بلکہ اسلامی احکام کا حال ہے کہ بعض
قرآن و رب تھائے لے عطا فرمائیں اور بعض حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی طلب و خواہش پر دی گئیں رب تھائے فرماتا ہے قد ندی تغلب و جہد فی
السماء آئیہ معلوم ہوا کہ تغلب علی قبلہ کا حکم اور اس کی آیت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی عبودیت کا اظہار
ہے بلکہ ابن شہاب نے امام زہری کا مقصد یہ ہے کہ پہلی سورت احرف سے مراد احکام قرآنی نہیں ہے جیسا کہ بعض لوگوں نے سمجھا ہوا ہے کہ قصے، مثالیں، امر
بنی، حلال، احرام، حکم، مشابہ وغیرہ مضامین جو قرآن کریم میں وارد ہوئے یہاں وہ مراد ہیں، امام زہری فرماتے ہیں نہیں یہ مراد نہیں بلکہ سات قرأتیں
مراد ہیں کہ ان قرأتوں میں حرف حروف کی ہیئتوں میں فرق ہوتا ہے معانی و احکام وغیرہ میں فرق نہیں ہوتا علیٰ اصول نے فرمایا کہ قرآن میں مطلق
مغید، عام، خاص، نص، قول، ناسخ، منسوخ، مجمل، مفسر وغیرہ میں نحو یوں نے کہا کہ اس میں ذکر، حذف، تقدیم، تاخیر، استعارہ، انکار، کنایہ،

الْقُدَّانَ أَنْزَلَ عَلَى سَبْعَةِ أَحَدٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَفِي رِوَايَةٍ لِأَحْمَدَ وَأَبْنِ دَاوُدَ قَالَ لَيْسَ مِنْهَا إِلَّا شَافٍ كَافٍ وَفِي رِوَايَةٍ لِلنَّسَائِيِّ قَالَ إِنَّ جُبْرَيْلَ وَمِيكَائِيلَ أَتَيَانِي فَقَعَدَ جُبْرَيْلُ عَنْ يَمِينِي وَمِيكَائِيلُ عَنْ يَسَارِي فَقَالَ جُبْرَيْلُ اقْرَأُ الْقُدَّانَ عَلَى حَرْفٍ قَالَ مِيكَائِيلُ اسْتِزْدَةٌ حَتَّى أَبْلَغَ سَبْعَةَ أَحَدٍ فَكُلَّ حَدِيثٍ شَافٍ كَافٍ وَعَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ أَنَّهُ

یہ قرآن سات قرأتوں پر آنا لیا ہے۔ اترنڈی اور احمد والوداد کی روایت میں یوں ہے ان قرأتوں میں سے ہر قرأت شافی کافی ہے بلکہ اور نسائی کی روایت میں ہے کہ فرمایا حضور انورؐ نے جبریل و میکائیل میرے پاس آئے جبریل تو میری دایہ جانب بیٹھ گئے اور میکائیل میری بائیں طرف بیٹھے جبریل نے قرآن ایک قرأت پر تلاوت کیجیے حضرت میکائیل نے کہا یا رسول اللہؐ زیادتی کا مطالبہ فرماؤ سنئے تھے کہ سات قرأتوں تک پہنچتے تھے ہر قرأت شافی کافی ہے۔ یہ روایت ہے حضرت عمران ابن حصین سے کہ وہ

حقیقت و مجاز وغیرہ میں موصوفیہ نے فرمایا کہ قرآن میں زبرد قناعت یقین حق و عظمت حیا و کرم ایجاد و مراقبہ خوف امید ارضیاد و شکر و صبر و محبت شوق اشتاہد وغیرہ ہیں، یہاں وہ مراد ہے، مگر امام زہری کا قول قوی ہے کہ یہاں سات قرأتیں مراد ہیں سب خلاصہ یہ ہے کہ قرآن کو ہم بقیامت لوگوں کے لئے آیا اور ان میں سب لائق و فائق ہی نہ ہوں گے بلکہ ہر قسم کے لوگ ہوں گے تو اگر اس کی قرأت صرف ایک ہی تو بیت لوگوں کو دشواری ہوگی کہ بعض لوگوں کی زبان پر مالہ آسان ہوتا ہے بعض کی زبان پر تفہیم سہل اس لئے اس میں نرمی ہونی چاہیے جبریل امیں سے یہ فرمانا درحقیقت رب تعالیٰ سے عرض کیا کیونکہ حضرت جبریل رب محبوب کے درمیان وسیلہ ہیں جیسے ہمارا حضور انورؐ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے درو کھنا درحقیقت حق تعالیٰ سے عرض کرتا ہے معلوم ہوا کہ وہ قبول بندوں سے عرض مدعا کرنا درحقیقت رب تعالیٰ ہی کو کہنا ہے نہ نبی امرا و مکیل کو جو کچھ رب سے کہنا ہوتا تھا وہ مومن علیہ السلام سے ہی عرض کرتے تھے اور وسیلہ کا ثبوت ہوا۔

لے یعنی قرآن کریم سات لغتوں میں نازل ہوا جس کو جو لغت آسان ہو اس میں قرأت کرو اس کی مفصل تشریح پہلے ہو چکی ہے لے یعنی ان سات قرأتوں میں سے جو قرأت پڑھ لی جائے وہ مومن کے لئے باعث شفا ہے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر کافی دلیل ہے یا دنیا میں شافی ہے آخرت میں ثواب کے لئے کافی ہر قرأت کا ثواب یکساں کیونکہ صرف الفاظ اور طریقہ و ادائی میں کچھ فرق ہے معنی یکساں ہیں لے سبحان اللہ فرشتے نورانی اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نور انوروں نے نور کو گھیر لیا اور مجمع نور صلی اللہ علیہ وسلم نور انوروں نے نور کو گھیر لیا اور حضرت میکائیل صرف قدم بوسی کے لئے حاضر ہوئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مختلف فرشتے مختلف مقامات پر حاضری دیتے تھے کوئی وحی دینے کو کوئی فیض لینے کو لے جبریل امیں سے، اور وہ عرض کریں رب العالمین سے، تاکہ آپ کی امت کو یہ فیض اور یہ آسانی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے توسل سے اور ان فرشتوں کے ذریعہ سے فیض ہو، خیال رہے کہ حضرت جبریل کا عرض کرنا کہ ایک قرأت پر تلاوت قرآن کیجئے رب تعالیٰ کی طرف سے تھا، اور حضرت میکائیل کی یہ عرض بھی حقیقتہً رب تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے کہ یہ عرض ان کے دل میں ڈال دی اس کی حکمتیں ہم ابھی کچھ پہلے عرض کر چکے ہیں لے اس طرح کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر جبریل امیں بارگاہ رب العالمین میں حاضر ہوئے اور دو قرأتوں کی اجازت لائے پھر دوبارہ فرمان عالی پاکر پھر وہاں پہنچے اور تین قرأتوں کی اجازت لائے عرض مذکور و محبوب کے درمیان سات چکر لگائے، جیسے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج میں نمازیں کم کرانے کو حضرت حکیم اور بارگاہ

مَا عَلَى قَاصٍّ يَقْدَأْتُمْ يَسْأَلُ فَاَسْتَرْجِعْ ثُمَّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ قَدَأَ الْقُدْرَانَ فَلَيْسَ بِاللَّهِ بِهِ فَإِنَّهُ سَبَّحِي أَقْوَامٌ يَقْدَرُونَ الْقُدْرَانَ يَسْأَلُونَ بِهِ النَّاسَ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ: **الفصل الثالث** عَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَدَأَ الْقُدْرَانَ يَتَاكَلُّ بِهِ النَّاسَ جَاءَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَوَجْهُهُ عَظُمٌ لَيْسَ عَلَيْهِ لَحْمٌ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعْبِ الْإِيمَانِ: وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

ایک قصہ خراں پر گند سے جو قرآن پڑھتا اور لوگوں مانگتا تھا کہ آپ نے اللہ پر بھی پھر فرمایا کہ میں رسول اللہ سے اللہ علیہ السلام کو فرماتے سنا کہ جو قرآن پڑھے تو اس کے ذریعہ میں اللہ سے مانگے منقرض ایسی تو میں ہوں گی جو قرآن پڑھیں گا اس کے ذریعہ لوگوں مانگیں گی سہ (احمد ترمذی) اور میری فصل برایت ہے حضرت بریدہ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو قرآن پڑھے اس کے ذریعہ لوگوں کھائے کہ وہ قیامت دن یوں آئے گا کہ اس کے منہ میں ہڈیاں ہوں گے کہ گوشت نہ ہوگا کہ (بیہقی) شعب الایمان روایت ہے حضرت ابن عباس فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ

رب العالمین کے درمیان دس دفعہ گردش فرمائی تھی یہ منقرض بھی عجیب ہو تا ہے کہ حدیث میں کی اصطلاح میں قاص میرے دروازہ کو کہتے ہیں جو اپنی تقریر میں احکام شرعی بیان نہ کرے مرن شعرا شعار قصے کہانیاں سنا کر لوگوں کو خوش کر لیں کوشش کرے اگرچہ قرآن شریف ہی کے قصے سنائے مگر احکام سے غافل ہیں جیسے اہلک کے عام بے علم و اعلیٰ میں سب قاص ہیں و غلط نہیں کہ وہ تو نصیحت کریں گے کہ کہتے ہیں وہ نصیحت نہیں کرتا صرف پیسے مانگے صاحب منہ کسی کو نصیحت نہیں کر سکتا کہ اس گناہ و بدعت و علامت قیامت کو دیکھ کر اس کو محنت حدیث ہوا اظہار رخ کیلئے آپ نے اللہ پر بھی سنا کہ تو اس طرح کہ دران تلاوت میں جب آیت رحمت پڑھے تو اس کے حصول کی دعا مانگے اور جب آیت عزت تلاوت کرے تو اس سے پناہ مانگے یا اس طرح کہ کد سے غلط ہو کر غلط مانگے معلوم ہوا کہ تلاوت سے فراغت پر خصوصاً ختم قرآن کے موقع پر وہ حاضر دروغی جلتے لٹے جیسا آج کل دیکھا جا رہا ہے کہ بعض بھکاری مسجدوں میں بلکہ گلی کو چوں میں تلاوت کرتے پھرتے ہیں اور ہاتھ پھیلا یا ہوتا ہوا ہے یہ حرام ہے کہ اس میں قرآن کریم کی توہین ہے، خیال رہے کہ طلباء سے ختم قرآن شریف کو اگر ان کی دعوت بھی کی جاتی ہے اور کچھ نقدی بھی دی جاتی ہے یا اٹھائے دین سے جلسوں میں داخلہ کر کے گویا یہ وغیرہ دینے دیے جاتے ہیں یہ تمام صورتیں اس حکم سے خارج ہیں کہ وہاں ختم اور وعظ فی سبیل اللہ ہے اور ان کی خدمت فی سبیل اللہ جیسے مدرسین وغیرہ کی تنخواہیں یا خلفائے املا میر کے بھاری بھاری وظیفے نیز دم و تقویٰ کی اجرت بھی اس سے خارج ہے کہ وہ تو علاج کی ہے نہ کہ تلاوت قرآن کی خلفائے راشدین نے خلافت پر تنخواہ لی اور صحابہ نے صورت فافخہ پڑھ کر مد گزیدہ پر دم کیا اجرت میں نہیں بکریاں میں جن کا گوشت حضور اور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی غلط فرمایا جیسا کہ اسی مشکوٰۃ شریف کتاب الامارہ میں ان شاء اللہ آئے گا اس طرح کہ بھکاری چند نفیسے حاصل کرنے کے لئے دروازہ پر بجائے صدا دینے کے قرآن کریم پڑھے تاکہ لوگ کچھ دے دیں اسے قرآن پڑھانے والوں کی اجرت مدرسین و علماء کی تنخواہوں سے کوئی تعلق نہیں جیسا کہ روش حدیث سے ظہر ہے :

یعنی ان کے چیر دہ پر ذلت و خواری چھائی ہوگی جیسے آج بھی بعض لوگوں کو دیکھتے ہی معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ فقیر بھکاری ہے، خیال رہے کہ امت محمدیہ کے پیچھے عیب اللہ تعالیٰ بھی چھپائے گا نشان ستاری کی جلوہ گری ہوگی اگر جو عیب خود ان لوگوں نے ہی علانیہ کئے ہوں وہ وہاں پر بھی علانیہ طور پر

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَعْرِفُ فَصَلَ السُّورَةَ حَتَّى يَنْزِلَ عَلَيْهِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ مَا
أَبُودَاؤُدُ؛ وَكَانَ عَلَقَةً قَالَ كُنَّا بِحِمْصَ فَقَدَّ ابْنُ مَسْعُودٍ سُورَةَ يُوسُفَ فَقَالَ رَجُلٌ مِمَّا
هَكَذَا أَنْزَلْتُ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ وَاللَّهِ لَقَدْ أَتَاهَا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَقَالَ أَحْسَنْتَ فَبَيْنَا هُوَ يَكْلِمُنَا إِذَا وَجَدَ مِنْهُ رِيحَ الْخَمْرِ فَقَالَ أَتَشْرِبُ الْخَمْرَ وَتَكْذِبُ
بِالْكِتَابِ فَضَرَبَهُ الْحَدَّ مُتَّفِقٌ عَلَيْهِ؛ وَكَانَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ قَالَ أَرْسَلَ إِلَيَّ أَبُو بَكْرٍ

عید و مسلم سورتوں میں نماز میں پڑھتے تھے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم اتنی تھی کہ ابوداؤد روایت ہے حضرت علقمہ سے فرماتے ہیں ہمیں میں تھے حضرت ابن مسعود سورہ
یوسف پڑھی تو ایک شخص بولا یا اس طرح نہیں اتنی تھی حضرت عبد اللہ نے فرمایا اللہ کی قسم میں نے یہ سورہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم کے زمانہ پاک میں پڑھی تو حضور
نے فرمایا ٹھیک پڑھی ہے جبکہ وہ شخص باقیں کہہ رہا تھا کہ اس سے شراب کی بو محسوس کی تو عبد اللہ نے فرمایا تو شراب پیتا ہے اور قرآن کو جھٹلاتا
ہے پھر اسے حد لگائی اسے مسلم بخاری اور ابن ماجہ سے حضرت زید ابن ثابت سے فرماتے ہیں مجھے ابو بکر صدیق نے

ظاہر ہوئے، لہذا اس حدیث پر براعترا من نہیں کر رہے کہ یہ تو امت مصطفوی میں سے تھا پھر اس کا یہ عیب کیوں ظاہر فرمایا گیا کیونکہ یہ اظہار تو خود وہی کر چکا ہے رب تعالیٰ کسی کا
پروردہ نہیں کر لگا ہے یہ حدیث مذہب حنفی کی قوی دلیل ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم اس سورت کا جزو نہیں ہے بلکہ سورہ کے درمیان فیصلہ کیلئے نازل فرمائی گئی ہے اکی لے اہل ہجرت
نمازوں میں بسم اللہ پڑھتے نہیں پڑھتے اور جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر جب سے سچی سورہ یعنی اقراء باسم ربک اتی تو بسم اللہ نہ اتی کہ یہ نزول میں پہلی سورت تھی یہاں فصل
کر چکی ضرورت نہ تھی اور اس لئے بسم اللہ دوسری آیتوں سے ملا کر نہیں لکھی جاتی بلکہ علیحدہ سطر میں لکھی جاتی ہے اور اس لئے سورہ توبہ میں بسم اللہ نہ لکھی گئی کیونکہ یہاں پہلی سورت تھی
نہ ہو کہ سورہ توبہ کا علیحدہ سورہ ہونا مشکوک تھا اس لئے وہیں سورہ کا نام تو لکھ دیا گیا بسم اللہ نہ لکھی گئی بعض علما نے فرمایا کہ بسم اللہ رحمت کی آیت ہے اور سورہ توبہ مذہب
دہری کی سورہ ہے اس لئے قہری سورت میں رحمت کی آیت مناسب نہیں اور قرات مع اضافہ، ملے یعنی تو تو کہتا ہے کہ سورہ یوسف اس طرح نازل نہیں
ہوئی اور خود صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم نے میری یہی سورہ سنی اور تصدیق و تحسین فرمائی تھی، یہ خبر یہ نہ کہا تھا، بلکہ نعمت الہی کے اظہار
کے لئے فرمایا کہ اسی کوڑے شراب پینے کی سزا اس سے چند مسئلے ثابت ہوئے ایک یہ کہ شراب کی بو منہ سے پائی جائے، تو اس سے شراب پینے کا
ثبوت ہو جائے گا جرم اقرار کرے یا نہ کرے، گواہی قائم ہو یا نہ ہو، مگر شرط یہ ہے کہ بولے شراب ہی کی ہو کھلے سبب یا ہی کی نہ ہو، یہی احتیاط کا
مذہب ہے، اور دوسرے یہ کہ شراب کی بو پائے جانے یا شراب کی تہ کرنے پر بھی حد شراب یعنی شراب کی سزا دی جاسکتی ہے، تیسرے یہ کہ نشہ والے کا ارتداد معتبر
نہیں کہ وہ اپنے ہوش میں نہیں ہوتا، دیکھو قرآن شریف کا یا اس کی متواتر قرات میں طریقہ ادا کا انکار کفر ہے، مگر حضرت ابن مسعود نے اسے مرتد قرار نہ دیا،
بلکہ شرابی قرار دیا در نہ آپ یا تو اسے قتل کرتے، در نہ تہجد دیا یا ان و تہجد نکاح کا حکم دیتے ایک بار حضرت حمزہ نے نشہ کی حالت میں حضور انور صلی اللہ علیہ
وسلم کو دیکر صحابہ سے کہہ دیا تھا لایتم الا جید لای، یہ گھٹو کفر تھی، مگر انہیں کافر نہ کہا گیا فقہاء و فرما تے ہیں کہ اگر میت سے بجا نہ نزع روح کفر یہ بات
سنی جائے تو اسے کافر نہ مانا جائیگا اس کی غائز جنازہ و دفن کیا جائیگا کہ اس وقت ہوش ٹھکانے نہیں ہوتے بے ہوشی میں کہہ رہا ہے بعض صوفیاء سے سنی کی حالت

صحیح قرآن
حدیث

مَتَّلْ أَهْلَ لِيَمَامَةٍ فَإِذَا عَمَّرُنَا الْحَطَابُ عِنْدَهُ قَالَ أَبُو بَكْرٍ إِنَّ عَمَدَاتِي فَقَالَ إِنَّ الْقَتْلَ
 قَدْ اسْتَحْدَّ يَوْمَ لِيَمَامَةٍ بِقَدَرِ الْقُدَانِ وَإِنِّي أَخْشَى أَنْ اسْتَحْدَّ الْقَتْلَ بِالْقُدَرِ بِالْمَوَاطِنِ
 فَيَذْهَبُ كَثِيرٌ مِنَ الْقُدَانِ وَإِنِّي أَرَى أَنَّ تَأْمُرَ بِجَمْعِ الْقُدَانِ قُلْتُ لِعُمْدِكَ تَفْعَلُ
 شَيْئًا لَمْ يَفْعَلْهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَقَالَ عُمْدُ هَذَا وَاللَّهِ خَيْرٌ فَكَمْ
 يَذُلُّ عُمْدٌ يَدَّاجِعُنِي حَتَّى شَرَحَ اللَّهُ صَدْرِي لِذَلِكَ وَرَأَيْتُ فِي ذَلِكَ الَّذِي سَأَلَ عُمْدُ

جنگِ یمامہ کے موقع پر بلا یا کہ تو حضرت عباسؓ خطاب آپ کے پاس ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا کہ جناب عمرؓ کیسے پاس آئے تو بولے کہ کیا تم کو کون قرآن کے قاری بہت شہید ہو گئے ہیں اور تمہاں کہ اگر اور چند جنگوں میں قاری شہید ہوتے رہے تو تمہیں سا قرآن ضائع ہو جائے گا لہذا میری رائے یہ ہے کہ آپ قرآن جمع کر لیا کہ تم دیریں تک اس عمر سے کہ تم وہ کام کیسے کر سکتے ہو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کیا کہ فرماتے ہیں کہ نبی حضرت عمرؓ نے کہا رب کی قسم یہ کام اچھا ہے حضرت عمرؓ بار بار یہ کہتے رہے تھے کہ اللہ نے اس کام کے لئے میرا سینہ کشادہ کر دیا ہے اور میں نے حضرت عمرؓ کی رائے میں مصلحت دیکھی ہے

میں کہ کفر ثابت ہیں یہی انا الحق یا بھائی ما اعظم مشافی وہ سب مقرر ہیں کہ ہر شے ہیں، نیز کلامی ہی حال ہے بلکہ یامامہ کی سرسبز شہر ہے جو مدینہ منورہ سے سو منزل پورا فاصلہ پر عورت کے نام پر رکھا گیا وہاں قیدی حنیفہ کے ایک شخص سیلہ نے دعویٰ نبوت کیا اس پر بیت لوگ ایمان لے آئے ان مرتدین سے حضرت ابو بکر صدیقؓ نے جہاد کیا پڑے کھسار کارن پڑا بارہ سو مسلمان شہید ہوئے جن میں سات سو حافظ قرآن و قاری بھی تھے قرآن کریم کی حفاظت خطرہ میں پڑ گئی حضرت خالدؓ ابی سعیدؓ ابی ہریرہؓ تھے، آخر حضرت وحشیؓ نے سیلہ کو ہلاک کیا کہ کہہ کر کہ حضرت حمزہؓ کے خون کا کفار ہم پر غور نہت جہر حنیفہ کی جنگ میں گرفتار آئیں جو حضرت متھے کو دی گئیں جن سے محمدؓ ابی حنیفہ پیدا ہوئے اس جنگ کی خبر قرآن کریم نے یوں دی سَتَذَكَّرُونَ إِلَىٰ خَيْرٍ أَوْ إِلَىٰ بُيُوتِكُمْ يُدْعَوْنَ لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ اے اللہ کی قسم میں تم کو یاد کروں گا کہ تم نے قرآن کریم نہ توجہ ہوا ہے نہ کتابی شکل میں باقاعدہ رکھا گیا ہے صرف سینوں میں ہے اگر یہ سینے ہی ختم ہو گئے تو قرآن بھی ختم ہو جائیگا اے عورتوں! اللہ تمہیں ہم سب کی طرف سے جو بوجھ دے تمہیں نے قرآن جمع کر لیا اور تمہیں نے حفاظت فرمائی کافر نبی قائم کیا یعنی باقاعدہ تراویح کی جماعت میں ختم قرآن ہونا اگر تراویح نہ ہوتی، تو حفظ قرآن کا رواج بھی ختم ہو چکا ہوتا تمہارے احسان سے مسلمان قیامت تک خوش رہیں ہو سکتے، اللہ تمہاری قبر انور نور سے بھر دے رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھ لیجئے جمع قرآن بدعت ہے اور ہر بدعت بری ہوتی ہے، لہذا یہ کام بھی بُرا ہو گا اس سے معلوم ہوا کہ ہر وہ کام جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ پاک میں نہ ہو وہ بدعت ہے اسی لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تراویح کی باقاعدہ قیامت قائم کر کے فرمایا نعمت الابداعہ طحاہ یہ بڑی اچھی بدعت ہے یعنی سنت صحابہ شریفی بدعت ہے خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانہ حیات میں قرآنی آیات کی ترتیب تو دے دی تھی کہ ہر آیت کے نزول پر فرمادیتے تھے کہ اے فلاں سورہ میں فلاں آیت کے بعد رکھو یہ ترتیب روح محفوظ کی ترکیب کے موافق تھی مگر قرآن جمع نہ فرمایا تھا کیونکہ جب ممکن نہ تھا آخر حیات شریف تک تو مختلف سورتوں کی مختلف آیتیں آتی رہی ہیں جمع قرآن کی یہ سعادت تو حضرت صدیق اکبر و عثمان غنیؓ کے نصیب میں تھی وہ اور میں نے بھی یہ سمجھ لیا کہ ہر بدعت بری نہیں ہوتی بلکہ بعض بدعتیں اچھی بھی ہوتی ہیں جتنے کہ بدعت حسنہ مستحب کبھی واجب اور کبھی فرض بھی ہوتی ہے، اس وقت جمع قرآن بدعت تھا مگر فرض تھا اس سے بدعت حسنہ کا قوی ثبوت ہوا لہذا مجھے یقین ہو گیا کہ اس وقت جمع قرآن نہ کرنا

یہ اس کے حوالے ہوئے اسباب ہوگا یہاں مرقعات نے فرمایا کہ جمع قرآن بدعت تھا مگر خبر بدعت ملے یعنی جمع قرآن میں قوت کی بھی ضرورت ہے اور علم و حفظ اور دینداری کی بھی تم میں
میں خدا کے فضل سے یہ سارے اوصاف جمع میں ملے یعنی اکثر کتابت وحی تم نے کی ہے مرقعات نے فرمایا کہ کاتبین وحی جو ہیں صحابہ تھے جس میں خلفائے راشدین بھی ہیں ہم نے اپنی
کتاب امیر معاویہ میں بکوالہ صواعق قرآنہ وغیرہ لکھی ہے کہ کاتبین وحی تیرہ ہیں، یعنی زیادہ تر کھنے والے خلفائے راشدین، حاضرین فہیمہ، عبداللہ بن عمر، ابی بن کعب، ثابت ابن
قیس، معاذ ابن سید ابن عامر، عطاء ابن ربیع سلمہ ازید ابن ثابت، اسحاق ابن عمار، شریک ابن مسلمہ، یعنی یہ کام قرآن سارے صحابہ کر چکے، مگر اس کے حکم تم میرے البتہ اس
جلد پر یہ احترام نہیں کہ پھر تو قرآن کریم متواتر نہ رہا ایک زید ابن ثابت کی سعادت سے شروع ہوا لکن یہ تو اس لئے کہ جمع قرآن کو میں نے بدعت جانا اور نہ جانا کھلا اس لئے کہ یہاں
کا مستقل کرنا جسمانی شقت سے ہے اور جمع قرآن میں جسمانی اور روحانی دونوں شقتیں ہیں یا اس لئے کہ یہاں ٹھکانے دینے میں کوئی ذمہ داری نہیں اور جمع قرآن میں قیامت
تک مسلمانوں کے ایمان و اعمال کی حفاظت کی ذمہ داری ہے کہ اگر ایک آیت میں ذرا کی بھی غلطی ہو گئی تو کسی کے نہ ایمان کی خرابی نہ اعمال کی ذلالت یعنی اگر چہ
قرآن جمع کرنا بدعت ہے مگر اچھی بدعت ہے خیال رہے کہ ایسا دات صحابہ کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے سنت فرمایا ہے عَلَیْكُمْ سُنَّتِي وَسُنَّةُ الْخُلَفَاءِ
الذَّائِرِينَ مِنْ بَعْدِي سُنَّةٌ مِنْ قَدْ اسَلَمْنَا قَبْلَكَ مِنْ دَسَلْنَا لَكَ اور میں بھی سمجھ گیا کہ ہر بدعت بُری
نہیں ہوتی بعض بدعتیں اچھی بھی ہوتی ہیں جمع قرآن مجید ہے تو بدعت مگر اچھی ہے شک خیال رہے کہ چار صحابہ کو قرآن کریم مکمل حفظ تھا، ابی ابن کعب، ازید
ابن ثابت، معاذ ابن جبل، ابوالمرود اور عیسیٰ اللہ عنہم، مگر حضرت زید نے صرف اپنی یاد پر جمع نہ فرمایا بلکہ تمام صحابہ سے ہر آیت کی تائید حاصل کی چنانچہ
مختلف آئینہ مختلف صحابہ سے مختلف طرح لیس کسی کو صرف یاد تھیں کسی کے پاس یاد کے علاوہ تپوں، پتھروں وغیرہ پر لکھی ہوئی بھی تھیں، حضرت زید ابن ثابت نے

سہ یعنی یہ آیت ابوخریرہ انفاری کے سوا کسی کے پاس لکھی ہوئی محفوظ نہ تھی یاد مجھے بھی تھی اور دوسرے صحابہ کو بھی مگر میں نے صرف اپنی یاد پر آیات جمع نہ کیں لہذا اس سے لازم یہ بھی کہ یہ آیت متواتر نہ رہی یہ سہ برآۃ سورۃ توبہ کا نام کیونکہ اس کے اول میں ہے بدآۃ من اللہ یعنی سورہ توبہ کی آخری آیت لفظ بدآۃ کو کھڑے دب العرش العظیم تک صرف ابوخریرہ انفاری کے پاس لکھی ہوئی ملی مرقات نے فرمایا کہ الفاظ قرآن دلیل قطعی سے ثابت ہیں اور طریقہ کتابت دلیل ظنی سے سہ چونکہ صدیق اکبر کی حیات شریف میں ہی حضرت عمر غلیفہ ہو گئے تھے اس لئے اوراق آیات کا یہ تخیل عرفا روق کو خود صدیق اکبر ہی نے ظاہر فرما دیا تھا اور حضرت فاروق کا زندگی میں غلیفہ مقرر نہ ہوا تھا بعد میں چناؤ ہوا تھا اس لئے یہ اوراق جناب عمر کی صاحبزادی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نزد مجر مطہرہ ام المومنین حفصہ کے پاس امانتہ محفوظ رہے جو پھر حضرت عثمان نے ان سے منگائے جس کا ذکر اگلی حدیث میں آ رہا ہے سہ یہاں مرقاۃ نے حدیث حسن نقل کی کہ حضرت علی فرماتے ہیں کہ مسلمانوں پر احسان عظیم فرمانے والے ابوبکر صدیق ہیں ائمہ ان پر رحمتوں کی بارش کرے کہ مسلمانوں کو قرآن جمع کر کے دے گئے وہ جو بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت علی نے خفیہ قرآن جمع کیا وہ روافض کی گھڑی ہوئی ہے ورنہ وہ مزور اس قرآن کی اشاعت کرتے قرآن تو

قَبْلَ أَنْ يَخْتَلِفُوا فِي الْكِتَابِ اخْتَلَفَ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى فَأَرْسَلَ عُثْمَانُ إِلَى حَفْصَةَ
أَنْ أُرْسِلَ إِلَيْهَا بِالصُّحُفِ نَسَخَهَا فِي الْمَصَاحِفِ ثُمَّ نَدَّهَا إِلَيْكَ فَأَرْسَلَتْ بِهَا حَفْصَةَ
إِلَى عُثْمَانَ فَأَمَرَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ الزُّبَيْرِ وَسَعِيدُ بْنُ الْعَاصِ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ
الْكَأْسِرِ بْنِ هَشَامٍ فَنَسَخُوهَا فِي الْمَصَاحِفِ وَقَالَ عُثْمَانُ لِلرُّهْطِ الْقَدَرِيِّينَ الثَّلَاثِ
إِذَا اخْتَلَفْتُمْ أَنْتُمْ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ فِي شَيْءٍ مِنَ الْقُرْآنِ فَكُتُبُوهُ بِلِسَانِ قَدَرِيٍّ فَإِنَّمَا

جبکہ وہ یہود و نصاریٰ کی طرح کتاب انہیں اختلاف کر بیٹھیں لے تب بنایا عثمان نے نبی ہفصہ کو بیجا کہ ہمارے پاس وہ اوراق بھیج دو تاکہ ہم انہیں صحیفوں
میں نقل کریں پھر نہیں واپس کر دیں گے حضرت ہفصہ نے وہ صحیفے بنایا عثمان کو بھیج دیے آپ نے حضرت زید بن ثابت عبد اللہ ابن زبیر سعید ابن عاص
عبد اللہ ابن کثیر ابن ہشام کو حکم دیا کہ انہوں نے اسے مختلف صحیفوں میں نقل کیا ہے اور حضرت عثمان قریشی جماعت نے بنایا جو تین صاحب تھے لے
کہ جب تم اور زید بن ثابت قرآن کی کسی آیت میں اختلاف کرو کہ تو اسے زبان قریش ہی میں لکھنا کیونکہ

اشاعت کے لئے آیہ کہ غار میں چھپانے کے لئے رب تعالیٰ فرماتا ہے، اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ مَا اَنْزَلْنَا مِنْ الْاٰيٰتِ اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُوْنَ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ
قرآن چھپانے والے پرانہ کی اور سب خلق کی لعنت ہے یہ بلاد المغرب میں آذرباجاں مشہور شہر ہے اور اسی شہر کے نام سے علاقہ کو بھی آذرباجاں کہا جاتا ہے اس مقام
میں اگر منیہ مشہور شہر ہے عبد عثمانی میں یہ علاقہ فتح ہوا اس جہاد میں شام و عراق کے غازی جمع تھے، یہ حضرات قرآن کریم مختلف طرح پڑھتے تھے اور ہر ایک کے
معاذ میرا قرآن صحیح دوسرے کا غلط ہے یہ اختلاف یا تو مختلف قرائتوں کی بنا پر تھا جو زمانہ نبوی میں مروج ہو چکی تھیں یا اس لئے کہ بعض صحابہ کے پاس قرآنی آیتوں کے
ساتھ کچھ تفسیری نوٹ تھے جو حضور اور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمائے تھے وہ اسے قرآن سمجھ بیٹھے تھے اور قرآن کی طرح ان کی بھی تلاوت کر بیٹھے تھے لے یعنی اے امیر المؤمنین
اے ابی وجہد صحابہ ہر گز اس وقت سے قرآن میں اختلاف پیدا ہو گیا تو اگے پر سبکدوش قسم کے قرآن جمع ہو جائیں گے جس کی وجہ سے مسلمانوں میں تفرقہ پیدا ہو گا ہر فرقہ کے مالک میرا
قرآن درست ہے دوسرے کا غلط جیسا کہ آج تورات و انجیل کے نسخوں کا حال ہے لے حضرت عثمان غنی نے پہلے تو یہی پس ہزار مسلمانوں کو جمع فرما کر ان سے مشورہ کیا سب
نے بالاتفاق جمع قرآن کی رائے دیدی پھر آپ نے حضرت ام المؤمنین ہفصہ بنت عمر فاروق سے جمع شدہ تھیں لکھا یا یہاں مصحف سے مراد وہ اوراق ہیں جو حضرت صدیق اکبر
جمع فرما کر دھاگے سے باندھ کر لکھا گئے تھے اور مصاحف سے مراد قرآن کریم کے مکمل نسخے ہیں جو کتابی شکل میں ہوں لہذا حدیث واضح ہے کہ کیونکہ حضرت ہفصہ کے پاس
قرآن بعینہ امانت تھا کہ یہ اوراق قرآن مجید نقل کر کے اوراق انہیں بھیج دیے گئے لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ حضرت ہفصہ کو وہ اوراق واپس کیوں لگے گئے
لے یعنی قرآن کے جمع کے لئے یہ چار حضرات منتخب ہوئے جن میں سے حضرت زید بن ثابت تو انصاری تھے باقی تین حضرات ہماجر قرشی تھے لے چار یا سات نسخے
قرآن کریم کے جمع کئے جن میں سے ایک نسخہ یہاں مدینہ پاک میں رکھا گیا باقی تمام اطراف میں بھیج دیے گئے لے جن کے نام ابی و ابی ذکر کئے گئے عبد اللہ
ابن زبیر سعید ابن عاص عبد اللہ ابن کثیر اس طرح کہ تمہاری قرآۃ کچھ اور طرح ہو، اور حضرت زید بن ثابت کی یہ قرآۃ دوسری طرح اس
اختلاف کی وجہ وہ ہے جو پہلے گزر چکی کہ زمانہ نبوی میں تلاوت قرآن مختلف قرائتوں سے ہوتی تھی

کامیابی ہم انہوں نے اپنے والدین کے ساتھ ساتھ میری سہیلی

اَسْمَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْدُرُ بِهَا فَالْتَمَسَهَا فَوَجَدَتْهَا مَعَ خَدِيْجَةَ بِنْتِ
ثَابِتِ الْاَنْصَارِيِّ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رَجُلًا صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللّٰهُ عَلَيْهِ فَالْحَقْنَا هَا فِيْ
سُوْرَتِهَا فِي الْمَصْحَفِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قُلْتُ لِعُمَّانَ مَا حَمَلَكَ عَلَى
اَنْ حَمَدْتُمْ لِي الْاِنْفَالِ وَهِيَ مِنَ الْمَثَانِي وَالِيْ بَدَاْعَةٍ وَهِيَ مِنَ الْمِثَالِيْنَ فَقَدْتُ تَرْبِيَّتَهُمَا
وَلَمْ تَكْتُبُوْا سَطْرًا لِّسَمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَوَضَعْتُمُوْهَا فِي السَّبْعِ الطَّوْلِ مَا حَمَلَكَ عَلَى

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھتے ہوئے سنا کرتا تھا کہ ہم نے اسے بہت تلاش کیا تو اسے خزیمہ بن ثابت انصاری کچا پاس پایا اسے یخیزیت
کہ مومنوں میں بعض وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ سے کئے ہوئے عہد کو پس کر دکھایا چنانچہ ہم نے اسے قرآن شریف میں اس سورۃ سے ملا دیا کہ بخاری
روایت ہے حضرت ابن عباس فرماتے ہیں میں نے حضرت عثمان پوچھا کہ تمہارے لئے اس کا کیا سبب ہوا کہ تم نے سورۃ انفال کو جوشانی میں سے سورۃ
براقۃ سے ملا دیا جراثین میں سے سورۃ اونیج میں بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھی ہے اور تم نے اسے سات بڑی سورتوں میں رکھ دیا اس کی وجہ

اس لئے جب ہم نے صحیفہ صدیقی سے صحیفہ ثنائیہ میں قرآن شریف نقل کیا تو اس صحیفہ میں یہ آیت نہ ملی غالب یہ ہے کہ وہ پرچہ اس عرصہ میں گم ہو گیا ہو گا یا گنایا گیا ہو گا
دور حضرت صدیق اکبر کے زمانہ میں ساری آیتیں مع ساری قراتوں کو جمع ہو چکی تھیں، ان بزرگوں کو یہ آیت بخوبی یاد تھی مگر کوشش یہ کی گئی کہ کس سے یہ آیت لکھی
ہوئی ہوگی مل جائے اور ہو سکتا ہے کہ یہ واقعہ عہد صدیقی میں جمع قرآن کے وقت کا ہو سکے یعنی لکھی ہوئی صرف حضرت خزیمہ انصاری کے پاس تھی باقی دوسرے
لوگوں کو یاد ضرور تھی حضرت فرحمہ کی کفایت ابو عمار ہے، اسی ہیں، بدری ہیں، بدراداد اس کے بعد کے تمام عزادات میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے
جنگ صفین میں حضرت علی کے ساتھ تھے اسی جنگ میں شہید ہوئے رضی اللہ عنہ سب اس طرح کہ یہ آیت سورۃ احزاب میں اپنی جگہ پر رکھ دی گئی، اوقات نے فرمایا
کہ غالب یہ ہے کہ یہ واقعہ سب جمع کے وقت ہوا یعنی زمانہ صدیقی اس وقت سورۃ توبہ کی آیت لفظ جاء کو رسول کا بھی ہوا تھا اور نہ کیسے ہو سکتا ہے کہ زمانہ صدیقی میں تمام
قرآن جمع ہو جائے اور پھر یہ آیت اس میں نہ ہو یہ صحیح مسلمہ میں ہوا اوقات نے فرمایا کہ عہد صدیقی کا صحیح کیا ہوا قرآن مردان ابن حاکم کے زمانہ میں جلاد لیا گیا حضرت حفصہ کی وفات
کے بعد اشعۃ اللغات میں شیخ نے فرمایا کہ حضرت علی نے بھی تذکرہ کے مطابق قرآنی آیات جمع فرمائی تھیں مگر فتنہ کے خوف سے اس قرآن کی اشاعت نہ کی بلکہ اسے تحفہ کر دیا تاکہ
مسلمانوں میں دو قرآن نہ ہو جائیں کہ یہ سخت فتنہ کا باعث ہو گا لہذا قرآن کریم کی تقسیم یوں ہے کہ اول قرآن کا نام ثنائی ہے اس کے بعد ثنائی، پھر تو ان باتوں پر مفصل سورۃ حجرات
سے آخر قرآن کا نام مفصل ہے ثنائی سورۃ فاتحہ کا نام بھی ہے اور سارے قرآن کریم کا بھی، اور اس کی اگلی سات سورتوں کا بھی، حضرت ابن عباس نے
حضرت عثمان سے دو سوال کئے ایک یہ کہ سورۃ انفال تمہارے جمع کے مطابق ثنائی حصے کی سورۃ ہے، اور سورۃ توبہ میں حصہ کی سورۃ آپ حضرات نے ان
دو سورتوں کو لاکھوں دیا نیز سورۃ انفال چھوٹی سورۃ ہے کہ کچھ چیز آیتوں کی ہے اور سورۃ توبہ بہت بڑی کہ اس کی ایک سو اسی آیتیں ہیں مگر آپ
حضرت نے ثنائی سورتیں بڑی ہیں اور بائیس چھوٹی، مگر آپ نے ضرورت کو ثنائی میں داخل کیا اور بڑی یعنی توبہ کو میں میں، چاہئے تھا اس کے برعکس۔
یہ دوسرا سوال ہے یعنی تمام سورتوں کو بسم اللہ سے شروع کیا جاتا ہے، مگر تم نے سورۃ توبہ کے اقل بسم اللہ نہ لکھی، غلامہ یہ ہے کہ سورۃ کا سورت

ذَلِكَ قَالَ عُثْمَانُ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّا يَأْتِي عَلَيْهِ الزَّمَانُ وَهُوَ يَتْلُو عَلَيْهِ
السُّورَ ذَوَاتِ الْعَدَدِ وَكَانَ إِذَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ شَيْءٌ دَعَا بَعْضَ مَنْ كَانَ يَكْتُبُ فَيَقُولُ ضَعُوا
هَؤُلَاءِ الْآيَاتِ فِي السُّورَةِ الَّتِي يَذْكُرُ فِيهَا كَذَا وَكَذَا فَإِذَا أُنْزِلَتْ عَلَيْهِ الْآيَةُ فَيَقُولُ ضَعُوا
هَذِهِ الْآيَةَ فِي السُّورَةِ الَّتِي يَذْكُرُ فِيهَا كَذَا وَكَذَا وَكَانَتْ الْأَنْفَالُ مِنْ أَوَائِلِ مَا نَزَلَتْ
بِالْمَدِينَةِ وَكَانَتْ بَرَاءَةً مِنْ آخِرِ الْقُرْآنِ نَزُولًا وَكَانَتْ فَصَّتْهَا شَبِيهَةٌ يَقْصِصُهَا

کیا ہوئی ہے حضرت عثمان نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر زمانہ گذر رہا تھا کہ آپ پر متعدد سورتیں نازل ہوتی رہتی تھیں لے
اور جب بھی آپ پر کوئی آیت اترتی تو بعض کا تبین وحی کو بلاستے اور فرماتے کہ یہ آیتیں اس سورہ میں رکھو جن میں فلاں فلاں چیزوں کا ذکر
ہے لے پھر جب آپ پر کوئی آیت نازل ہوتی تو فرماتے کہ اس آیت کو اس سورہ میں لکھو میں ایسا ایسا ذکر ہے لے اور سورہ انفال ان سورتوں میں
ہے جو مدنیہ پاک میں پہلے نازل ہوئیں اور سورہ برأت نزول میں آخر قرآن ہے لے اور اس کا قصہ سورہ انفال کے قصے سے مشابہ تھا لے

سے فضل و جزیروں سے ہوتا ہے ایک سورہ کے نام آئینوں، رکوعوں کی تعداد کا ذکر اور دوسرے قسم اللہ آپ نے ان دو سورتوں انفال و توبہ کے درمیان ایک فضل تو رکھا مگر
فضل بسم اللہ والا رکھا اس کی کوئی وجہ ہے بھان اللہ و دروں سوال بہت ہی اہم ہیں لے لیجئے سورہ انفال کو جس کی آیتیں سو سے کم بھی ہیں مثالی میں رکھا جائے گا مثالی مثالی
کی آیتیں تو میں سے بھی زیادہ ہونی چاہئیں خیال رہے کہ میں سورتوں کی آیتیں سو سے زیادہ ہیں اس لئے انہیں نہیں کہتے ہیں اور مثالی کی آیتیں تو میں سے بھی زیادہ ہیں
علاوہ یہ ہے کہ سورہ توبہ پہلے چاہئے تھی کہ بڑی ہے اور سورہ انفال بعد میں کہ یہ چھوٹی ہے لے لیجئے سورہ توبہ تک حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی وحی نہ آئی تھی اور کبھی مسلسل
سورتیں آتی رہتی تھیں پھر آیات کے نزول کا یہ حال تھا کہ کبھی کسی سورہ کی کوئی آیت آگئی اور کبھی دوسری سورہ کی کوئی آیت سورتوں کے نزول کا بھی یہی حال تھا کہ کبھی کبھی
سورہ پہلے آگئی اور کبھی اگلی سورہ چھٹے نازل ہو گئی، کیونکہ سورتوں، آیتوں کا نزول حسب ضرورت ہوتا تھا یہ ترتیب نزول کے مطابق نہیں بلکہ لوح محفوظ
کی ترتیب کے لحاظ سے ہے، یہ کلام جواب کے علاوہ ہے لے لیجئے جب کوئی آیت نازل ہوتی تو فرمادیتے کہ یہ آیت فلاں سورہ کی فلاں آیت کے
بعد رکھو معلوم ہوا کہ ترتیب آیات، توقیفی چیز ہے جس میں عقل کو دخل نہیں، اسی لئے خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حکم اپنے استقام سے ترتیب
دلائی، کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر لوح محفوظ پر تھی، دیکھتے تھے کہ وہاں کون سی آیت کس جگہ ہے، اور دیکھ کر اصرار ترتیب دیتے تھے یہ وہ دونوں جگہ
معلوم ہوتے ہیں گواہ میں فرق یہ ہے کہ وہاں شے فرمایا گیا جس سے چند آیتوں کا مجموعہ مراد ہے اور یہاں آیتہ ارشاد ہوا لیجئے ایک آیت مطلب یہ ہوا کہ اگر چند
آیتیں ایک دم آئیں تو ان میں بھی سرکار خود ہی ترتیب دیتے تھے اور اگر صرف ایک آیت آتی تھی ترتیب دیتے خیال رہے کہ آیتوں کی ترتیب تو بالاتفاق توقیفی ہے
جس میں عقل کو دخل نہیں مگر سورتوں کی ترتیب میں اختلاف ہے بعض نے کہا وہ بھی توقیفی ہے بعض کے ہاں نہیں و مرقعات، لے لیجئے سورہ انفال و برات
دونوں مدنی ہیں اس لئے انہیں ایک ساتھ رکھا گیا پھر سورہ انفال پہلے انزی، اس لئے اسے آگے رکھا گیا، اور سورہ برات بعد ازیں اس لئے اسے پیچھے رکھا گیا
یہ دو جمع و ترتیب کی ہوئی لے لیجئے سورہ انفال و برات کا مضمون یکساں ہے کہ سورہ انفال میں اکثر دین کی سرمنہدی کفر کی نگوہناری کا ذکر ہے اور

فَقَبِضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَبَيِّنْ لَنَا أَنَّهُمَا مِنْهَا فَيَنْ أَجَلِ ذَلِكَ قَدَنْتَ بَيْنَهُمَا
وَلَمْ أَكْتُبْ سَطْرِي سَمِ اللَّهُ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ وَوَضَعْتُهَا فِي الشَّجَرِ الطُّوْلِ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَاللَّيْثِيُّ
وَأَبُو دَاوُدَ كِتَابُ الدَّعَوَاتِ: الْفَصْلُ الْأَوَّلُ: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ مُسْتَجَابَةٌ فَتَعَجَّلْ كُلُّ نَبِيٍّ دَعْوَتَهُ وَلَا تَأْتِ اخْتِبَاتُ

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی اور یہ صراحت بیان نہ فرمایا کہ یہ سورہ انفال کا جز ہے اس لئے میں نے انہیں ملائکہ کے اسم اللہ الرحمن الرحیم کی سطر لکھی اور میں نے اسے سات لمبی سورتوں میں رکھا ہے احمد ترمذی ابو داؤد و سلمہ دعاؤں کا بیان کے پہلی فصل روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر نبی کی دعا خصوصاً قبول ہوتی ہے تو ہر نبی نے اپنی وہ دعائیاں استعمال کر لی تھیں اور میں نے

سورہ براۃ میں زیدہ ترمذی کی رسائی ان کی پردہ وری و عتاب کا ذکر ہے جو فریاد کی غرض کا نتیجہ ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں ایک ہی سورت ہیں :-
اس لیے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بسم اللہ کے نزل سے معلوم فرماتے تھے کہ یہ آیات مستقل علیحدہ سورہ میں یہی ہم کو بتا دیتے تھے مگر سورہ براۃ کے متعلق حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر نہ دی کہ یہاں بسم اللہ آگئی ہے یہ سورہ انفال سے علیحدہ سورت ہے بلکہ علامہ جواب یہ ہوا کہ ان دونوں سورتوں کا مدنی ہونا دونوں کے مضامین کا بہت مناسب ہونا درمیان میں بسم اللہ آنا ان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں سورتیں ایک ہی سورہ ہیں اس لئے درمیان میں بسم اللہ نہ لکھی گئی مگر دونوں کے نزل میں اتنا فاصلہ ہوتا کہ سورہ انفال شروع ہجرت میں نازل ہوئی اور سورت توبہ آخر میں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک ایک دو سورتیں ہیں اس لئے میں نے ان کی علیحدگی کی ایک علامت تو رکھ دی یعنی درمیان میں لمبا خط سورہ کا نام اس کی آیتوں کو رکھوں گا ذکر اور دوسری علامت نہ رکھی یعنی بسم اللہ اپنے ہر جگہ قرآن میں بہت ہی احتیاط سے کام لیا گیا ہے حضرت عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ بسم اللہ رحمت کی آیت ہے اور سورہ توبہ کفار سے امان اٹھانے کا عذاب آنے کی آیت ہے اسی لئے رحمت کی آیت اس کے اول میں نہ لکھی گئی و نفات و لمعت اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سورتوں کی ترتیب محض تو فیقی نہیں اس میں کچھ عقل کو بھی دخل ہے پتہ اس سوال و جواب سے معلوم ہوا کہ حج حدیقی اور حج عثمانی میں دو طرح فرق ہے ایک یہ کہ حج حدیقی کتنا ہی شکل میں نہ تھی اور اقا کو رب کر کے دھاگے سے بلفہہ دیا گیا تھا اور حج عثمانی میں قرآن کتنا ہی شکل میں ہوا دوسرے یہ کہ حج حدیقی میں تمام قرأتیں موجود تھیں مگر حج عثمانی میں صرف ایک قرأت رکھی گئی کیونکہ مختلف قرأتوں کی اب ضرورت نہ تھی تھی لوگ اس قرأت کے عادی ہو چکے تھے اور اس حج میں وہ ہی قرأت رکھی گئی جو جبریل امین لائے تھے باقی قرأتوں کی لوگوں کو اجازت دیدی گئی تھی، ضرور کہ انہی زبان میں قرآن پڑھ میں ان قبیلوں کی زبانوں میں کچھ الفاظ میں معمولی فرق تھا جیسے بَلَّك، مَالِك، نَشْرًا اور نَشْرًا رَاوِجْلہ و زَا و مَجْجہ سے تھ دعوات دعوت کی حج ہے یعنی دعا چھوٹے کا اپنے بڑے سے اظہار عجز کے ساتھ مانگنا دعا کہلاتا ہے چونکہ دعائیں حدیقہ قسم کی ہیں اس لئے دعوات حج بولا دعا مانگنا بھی ایک عبادت ہے بلکہ عبادات کا مغز ہے حدیقہ بعض علماء دعا کو ارضی کہتے ہیں یعنی رضا بالقضاء کو مگر بہتر یہ ہے کہ زبان سے دعا مانگے اور دل میں رضا رکھے کہ اگر دعا قبول نہ ہو تو طول نہ ہو اس صورت میں دعا درضا دونوں پر عمل ہوگا بعض حضرات فرماتے ہیں کہ عربی حالت میں دعا مانگنا بہتر ہے کہ اس میں بندگی کا اظہار ہے اسی لئے تمام انبیاء خصوصاً حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے دعائیں مانگی ہیں مگر وقت امتحان دعا

دَعَوْتِي شَفَاعَةً لَا مَقِيَّ إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ فِي نَائِلَتِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنْ مَاتَ مِنْ أُمَّتِي لَا يَشْرِكُ
بِاللَّهِ شَيْئًا رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَابْنُ خَرِّشٍ وَأَبُو حَرِيرَةَ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اللَّهُمَّ إِنِّي اتَّخَذْتُ عِنْدَكَ عَهْدًا أَنْ تُخَلِّفَنِي فَإِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ فَأَيُّ الْمُؤْمِنِينَ أَذِيَّتُكَ شَمَّتْهُ
لَعْنَتُهُ جَلَدَتْهُ فَاجْعَلْهَا لَهْ صَلَاةٍ وَزَكَاةٍ وَقُدْرَةٍ تُقَدِّبُ بِهَا إِلَيْكَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ مُتَّفِقٌ عَلَيْهِ

اپنی دعا روز قیامت کے لئے بجا رکھی اپنی امت کی شفاعت کے واسطے چنانچہ میری دعا انتہا رائے میرے ہر اس امتی کو پہنچے گی جو اس طرح مرے کہ تھلے
کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہو مسلم اور بخاری میں کچھ مختصر ہے، روایت ہے اپنی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے الہی
میں نے تجھ سے عہد لے لیا ہے تو ہرگز اس کے خلاف نہ کرے گا سہ کہ میں بشر ہوں لہذا جس مسلمان کو میں ایذا دے دوں اسے بُرا
کہہ دوں بدو عا کروں کوڑا مار دوں تو تو اس کے لئے رحمت و مہربانی اور قربت بنا کہ تجھے ذریعہ اسے قیامت کے دن اپنے سے قریب فرما سکے مسلم بخاری

بافتتاح فصل چہمى حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تارخہ خود میں جاتے وقت دعا مانگی بلکہ حضرت جبریل کے عرض کرنے پر فرمایا کھٹانی من سوائی علمہ بجالى لہذا دونوں
قسم کے واقعات آپس میں متعارض نہیں ہوا زعمات مع زیادہ دعا ترک دعا کی اور بھی تو جیسے کی گئی ہیں مگر یہ توجہ بہت ہے احوال مختلف ہیں، جیسی حالت دیا عمل ہے
یعنی یوں تو انبیاء کرام کی قریب باری دعا میں ہی قبول ہیں، مگر رب تعالیٰ کی طرف سے ہر نبی کو ایک خصوصی دعا عطا ہوتی ہے جس کے متعلق رب تعالیٰ کا صحتی وعدہ تعلق
کہ ہم مزد قبول کرینگے تمام شیعوں نے اپنی اپنی دعائیں دنیا میں استعمال فرمائیں کسی بزرگ نے ہلاکت کھا رکھی تھی حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی دعا کی کہ میں
اور بعض انبیاء کرام نے کسی اور مقصد کیلئے استعمال فرمائیں جیسے حضرت ابراہیم، اسماعیل، یعقوب و یوسف علیہم الصلوٰۃ والسلام کسی بزرگ نے اپنی دعا کسی مقصد میں استعمال فرما
لی یہ بہت وسیع مضمون ہے اشعار اللغات پہلے بیٹے میں نے اپنی وہ دعا یہاں استعمال کی بلکہ قیمت کیلئے اٹھا رکھی ہے اس سے اپنی امت کی شفاعت کرونگا اور اسی کا نام ہے
وہ شخص اٹھائے گا جیسے ایمان پر خاتمہ نصیب ہو خیال رہے کہ ایسے موقع پر شرک نہ کرنے سے مراد کفر نہ کرنا ہے جیسے رب تعالیٰ فرماتا ہے إِنْ شَاءَ اللَّهُ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ الْخ
لہذا اس حدیث سے یہ لازم نہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت مرزا یوں اچھا لوگوں وغیرہ مرنے والوں کو پہنچے گی کہ یہ لوگ مشرک تو نہیں مگر ظاہر
یہ ہے کہ عہد سے مراد دعا ہے اور یہ کلام اخبار نہیں بلکہ انتہا ہے یعنی اے مولیٰ میں تجھ سے دعا کرتا ہوں تجھے یقین ہے کہ تو میری دعا روز قیامت لے گا کیونکہ نبی کی دعا
رد نہیں ہوتی ان کی دعا مثل عہد الہی کے ہے جس کے خلاف کا احتمال نہیں مرقات سے بیٹے جو نہ تو تھے مجھ میں بشریت بھی ودیعت رکھی ہے اور بشریت کے
لئے غصہ بھی لازم ہے، اگر میں کسی وقت غصہ میں کسی کو زبانی یا بدنی تکلیف پہنچا دوں تو تو میری بدعا یا میری مار کو اس شخص کے لئے رحمت بنا دینا میری بدعا کو
امی کر کے لگانا اس فرمان پاک سے دوٹو معلوم ہوئے ایک یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بدعاؤں کو جو کسی امتی کے لئے ہو جائیں خود دعا بنا کر دیا
کہ عرض کیا خدا یا وہ بدعا میں میری قبول نہ فرما بلکہ ان کے برعکس کر دے، اور دوسرے یہ کہ نبی اگر کسی پر بلا دھمکنی فرمادیں بڑا کہدیں، مادیں، توان پر قصاص
نہیں دیکھو ہوئے علیہ السلام نے ماروں علیہ السلام کی داڑھی بھی پکڑ لی اور بالوں سے پکڑ کر گھسیٹنا بھی، مگر قصاص نہیں دیا تیسرے یہ کہ حضرت امیر معاویہ
کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ ان کا پیٹ نہ بھرے یہ بدعا یقیناً ان کو دعا ہو کر لگی کہ عرب تھے پھرتے بڑے مالدار ہوئے کہ امام حسن و حسین
اور حضرت علی کے بھائی عقیل کو لاکھوں روپے نذرانے جیتے رہتے تھے، دیکھو ہماری کتاب امیر معاویہ خیال رہے کہ ان تمام سے وہ بدعا میں دوسرا میں

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَعَا أَحَدُكُمْ فَلَا يَقُلْ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي إِنْ شِئْتَ ارْحَمْنِي إِنْ شِئْتَ أَرْزُقْنِي إِنْ شِئْتَ وَلْيَعْزِمْ مُسْئَلَتُهُ لَنْ يَفْعَلَ مَا يَشَاءُ وَلَا مَكْرَهُ لَهُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَعَا أَحَدُكُمْ فَلَا يَقُلْ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي إِنْ شِئْتَ وَلَكِنْ لِيَعْزِمْ وَلْيَعْظُرْ الدُّخْبَةَ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَتَعَاطَاهُ شَيْءٌ أَعْطَاهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسْتَعَابُ لِلْعَبْدِ مَا كَرِهَ يَدُ بَاشِمٍ أَوْ قَطِيعَةٍ رَحِمَ مَا كَرِهَ يَسْتَجِجُلُ فَيُلْ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا

روایت ہے انہی صحیحان میں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تم میں کوئی دعا مانگے تو یوں نہ کہے اے اللہ تو مجھے بخش دے اگر تو چاہے تو مجھ پر رحم کر اگر تو چاہے تو مجھے روزی دے لے بلکہ پورے عزم سے دعا مانگے کیونکہ رب تعالیٰ جو چاہتا ہے وہ کرنا ہے اے کوئی تجو نہیں کر سکتا بخاری روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تم میں کوئی دعا مانگے تو یوں نہ کہے اے اللہ اگر چاہے تو مجھے بخش دے لیکن عزم کرے اور خوب غیبت ظاہر کرے لے کیونکہ رب تعالیٰ کے نزدیک کوئی چیز ٹیڑھی نہیں جو چاہے وہ دے لے مسلم روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بد کے دعا قبول ہوتی ہے جب تک کہ گناہ یا قطع رحمی کی وعادہ مانگے لے بیت تک کہ جلد بازی سے کام نہ لے عرض کیا اے رسول اللہ

مراد میں جو غیر مستحق کو دے جائیں اور ممکن ہے کہ کام بد دعائیں و سزائیں مراد ہوں اسحق کو دی جائیں یا غیر مستحق کو، بشرطیکہ وہ مسلمان ہوں و اشعر، یہاں مرقات نے فرمایا کہ ایک بار حضرت عائشہ صدیقہ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی چیز بہت اہم سے مانگی اور سرکار کا دامن پیچے سے پکڑا کہ کھینچا کہ تجھے وہ چیز دے کر جائے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے نکلا کہ تمہارے ہاتھ ٹوٹ جائیں حضرت ام المومنین علقمہ بیٹھ گئیں تب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بد دعا مانگی بعض سے فرمایا یا حق تعالیٰ حلقی بعض کو فرمایا رحم الف ابی ذر لے کیونکہ ان الفاظ سے کچھ بے غیبتی ظاہر ہوتی ہے مطلب یہ نکل آتا ہے کہ تجھے اس چیز کی ضرورت تو نہیں، لیکن اگر تو چاہتا ہے تو دیرے وہاں دل کی غیبت دیکھی جاتی ہے لے بیٹھے تم نزل کے یقین سے دعا کرو اور عرض کرو کہ تجھے مزدور عطا فرما دے وہی عطا وہ تو بہ حال اس کے کرم پر موقوف ہی ہے تم خود تو یقین قبول رکھو لے شفا کہے کہ خدا یا یہ چیز تجھے مزدور دے لے تجھے اس کی ضرورت ہے میں تو قریبے درد داز سے لے کر ہی اٹھوں گا، تبا تیرے سوا میرا درد دازہ اور کسنا ہے وغیرہ وغیرہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں ہی مانگو یہ شعر :-

اگر میرا نیم از در میں ہمسار دیگر : کرا خوانم، کجا تا لم اغثنی یا رسول اللہ

لے یعنی جو چیز ہمارے لئے مشکل سے مشکل ہے وہ رب تعالیٰ کو آسان سے آسان ہے، اگر تمام جہان کی ساری تمنائیں پوری کر دے تو یہ تمام اسکے سمندر کرم کا ایک قطرہ بلکہ اس سے بھی کم اس کے کئی فرما دینے میں ہمارا بیڑا پار ہے لے اس سے معلوم ہوا کہ گناہ کی وعادہ مانگے کہ خدا یا تجھے خراب مینا نصیب کر یا فلاں کو قتل کر دینے کا موقع دے، نیز جن رشتوں کے جوڑنے کا حکم ہے ان کے توڑنے کی دعا نہ کرے کہ خدا یا تجھے میرے باپ سے دور رکھ یہاں مرقات نے فرمایا کہ ناممکن چیزوں کی دعا مانگنا بھی منع ہے، جیسے خدا یا تجھے دنیا میں ان آنکھوں سے اپنا دیدار کرادے یا فلاں مسلمان کو ہمیشہ دوزخ میں رکھ یا فلاں کافر کو

اَلَا سَتَجِدَالُ قَالَ يَقُولُ قَدْ دَعَوْتُ وَقَدْ دَعَوْتُ فَلَمَّا ارْتَجَبَ لِي فَيَسْتَحْضِرُ عِنْدَ ذَلِكَ وَيَدْعُ الدُّعَاءَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعْوَةُ الْمُدْرِعِ الْمُسْلِمِ لِإِخِيهِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ مُتَجَابَةٌ عِنْدَ رَأْسِهِ مَلِكٌ مُوَكَّلٌ كُلَّمَا دَعَا لِإِخِيهِ بِخَيْرٍ قَالَ الْمَلِكُ الْمُوَكَّلُ بِهِ أَمِينَ وَلَكَ بِشَيْءٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَدْعُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ وَلَا تَدْعُوا عَلَى أَوْلَادِكُمْ وَلَا تَدْعُوا عَلَى أَمْوَالِكُمْ لَا تَوَافِقُوا مِنَ اللَّهِ سَاعَةً يَسْأَلُ فِيهَا عَطَاءً فَيَسْتَجِيبُ لَكُمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَذَكَرَ

جلد ہائی کی فرمایا کہ میں دعائی اور بائیں گھر مجھے امید نہیں کہ قبول ہو بلکہ اس پر دل تنگ ہو جائے اور دعا مانگنا چھوڑ دے لے مسلم روایت ہے حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمان کی اپنے مسلمان بھائی کے اکابر پشت و حاضر در قبول ہے لے اس کے سو کے پاس فرشتہ مقرر ہوتا ہے لے کہ وہ جینے بھائی کیلئے دعا کرتا ہے تو مقرر فرشتہ کہتا ہے آمین اور تجھے بھی ایسا جیسا ہے لے مسلم روایت ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی جان و پیر ہمارے اور دوسری اولاد پر پڑنے والوں پر یہ ایسا نہ ہو کہ اتفاقاً وہ ایسی گھڑی ہو جس میں اللہ تعالیٰ دعا قبول ہو جائے لے مسلم اور

بحث دے اسی لئے کلمہ مرتدین کو مہم مغفور یا رحمت اللہ علیہ کہنا جرم ہے، مطلب حدیث کا یہ ہے کہ قبولیت دعا کی ایک شرط یہ ہے کہ ناجائز چیزوں کی دعا نہ کرے ورنہ قبول نہ ہوگی لے یعنی قبول دعا کی دوسری شرط یہ ہے کہ اگر قبول دعا میں دیر لگے تو نہ دل تنگ ہو نہ بھائی رحمت سے مایوس ہو دیکھو حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کی دعا کہ خدا یا فرعون کو ہلاک کر دے چالیس سال کے بعد قبول ہوئی یعنی قبول کا اظہار اتنے عرصہ بعد ہوا کہ یعقوب علیہ السلام فرات پر طوفان علیہ السلام میں چالیس یا اسی سال تک روئے مگر توبہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوئے بلکہ اپنے بچوں سے فرمایا دَلَّيْنَا سُلَيْمَانَ دَرَجَاتٍ مِّنْ رَّحْمَةِ اللَّهِ اے بچو اللہ کی رحمت سے نا امید نہ ہو غرض کہ ہر کام کا ایک وقت ہے، دعا مانگنے کا، مانگنا بندے کا کام ہے دینا رب کا کام اپنے کام کو اس کے کام پر موقوف نہ کیجئے شعہ:۔

حافظ و طیف: تود دعا کردن است و لبس ۛ در منبر آں مباشرت کشید یا نہ کشید

قبول دعا کی بہت قسمیں ہیں، دعا مانگنا دعا کی برکت سے کوئی آفت طل جاتا دعا کا ثواب مل جاتا دعا جات بلند ہو جاتا جو کچھ ہو جائے ہمارا مدعی حاصل ہے لے کسی کے سامنے اس کے لئے دعا کرنے میں چاہو کسی خوشامداریا وغیرہ کا احتمال ہے مگر پس پشت دعائیں یہ کوئی احتمال نہیں اس میں اخلاص ہی ہوگا اسی لئے پس پشت کی قید لگائی اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان بھائی کی خدمت بہترین عبادت ہے اور اس کی خیر خواہی بہترین عمل ہے یہ فرشتہ کوئی اور فرشتہ ہے جس کے ذمہ یہی خدمت کہ ایسی دعاؤں پر آمین کہا کرے، محافظ یا کاتب اعمال فرشتہ نہیں وہ فرشتے تو اپنے بائیں ہر وقت رہتے ہیں لے یعنی تم مسلمان بھائی کے لئے دعا کرو تو فرشتہ تمہارے لئے دعا کرے گا اگر تم نے فرشتہ کی دعا لینا ہے تو دوسروں کو دعا دو یعنی بزرگ جب کوئی دعا کرنا چاہتے ہیں تو پہلے دوسروں کیلئے دعا کرتے ہیں اور اپنے لئے بھی جمع کے صیغہ سے دعا کرتے ہیں ان نکلوں کا مفہور حدیث ہے یہ عمل بھی ہے کہ پہلے اپنے لئے دعا کرے پھر دوسرے کیلئے سب اغفر لی ووالدتی ہے دعا کے بعد اگلے آئے تو وہ دعا بھی بد دعا ہوتی ہے اور الزام آئے تو مجھے دعا کے خیر یہاں ہے لے مطلب یہ ہے کہ غصے یا جوش میں اپنی

جان، اور وہ کو نہ کوسو مال، جا فوراً غلام کی پاکت کی دعا نہ کر سیٹھ، اس حدیث سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو ان بددعاؤں کے عادی ہو چکے ہیں، بات، بات میں کہتے ہیں، میں مرعائوں تو مٹ جائے، تجھے سانپ کاٹے، تجھے گولی لگے، معاذ اللہ، اور اگر کوئی ایسا عادتہ ہو جائے تو پھر سر پر ہار کر دیتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ قبولیت کی گزری طرف جمعہ یا شب قدر یا آخری رات ہی میں نہیں ہے اور وقت میں بھی ہوتی ہے، مگر کبھی کبھی تو ہر ساعت میں احتمال ہے کہ وہ قبولیت کی برسات نئے ہمیشہ جی دعائیں ہی مانگے، کبھی بددعا منتر سے نہ نکالے خیال رہے کہ لعان میں ایسے ہی مقابلہ میں اپنے کو بددعا دینا اظہار حق کے لئے ہونا ہے وہ محض بددعا نہیں سمجھنا یہ یہ کہا جاتا ہے، کہ اگر میں حق پر رہوں تو ہاک ہو جاؤں لہذا یہ حدیث آیت لعان اور آیت مباہلہ کے خلاف نہیں وہ آیات اپنی جگہ حق ہیں مثلاً اللہ عامین الفت لام عبدی ہے یعنی اللہ سے دعا کرو ناجہی عبادت ہے کہ اس میں اپنی بندگی اور رب تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار و اظہار ہے، یہی عبادت ہے۔ لہذا اس پر بھی ثواب ملے گا، لہذا اس کا مطلب یہ نہیں کہ کسی بندے سے کچھ مانگا گیا اس کی عبادت ہے، یہ شرک ہے، لہذا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگنا، حاکم سے حکیم سے مالداروں سے کچھ مانگنا یہ اصطلاحی وجہ ہے اور کفر و شرک، بندے بندوں سے دارودعا مانگنا ہی کرتے ہیں عرض کیا کہ دعا شرعی اور ہے اور دعائے لغوی کچھ اور ہے صلوة شرعی اور ہے یعنی نماز اور دعا لغوی کچھ اور نزول رحمت اور دعائے رحمت وغیرہ، رب تعالیٰ فرماتا ہے اقیموا الصلوۃ سیاں صلوة شرعی مراد ہے، اور صلوا علیہ میں صلوة لغوی مراد یا یوں کہو کہ اللہ کے بندوں سے دعا مانگنا رب تعالیٰ کی عبادت ہے نہ کہ ان بندوں کی، جیسے کعبہ کی طرف سجدہ کرنا رب تعالیٰ کی عبادت ہے نہ کہ کعبہ کی بہر حال یہ حدیث و روایوں کی دلیل نہیں ہو سکتی مثلاً یہ آیت، شہادت کے طور پر پیش فرمائی کہ جیسے رب تعالیٰ نے نماز روزے کا حکم دیا ہے ویسے ہی دعا کا حکم دیا ہے، اور اس پر قبولیت کا وعدہ فرمایا ہے پس عرف کیا جا چکا ہے کہ قبولیت دعا کی تین صورتیں ہیں، پہلی پورا کردینا کوئی آفت ٹال دینا درجاء بڑھا دینا وغیرہ اسکے بعد رب تعالیٰ فرما رہا ہے ان الذین یستکبرون عن عبادتی وحکم بعد عبادت کا ذکر فرمانے سے معلوم ہوا کہ دعا عبادت ہے خیال رہے کہ دعا مانگنا اکثر مستحب ہے واجب نہیں لہذا آیت کی یہ وعید اس کے لئے ہے جو تنگرو سے دعا نہ مانگے، کہ یہ تو کفر ہے، دعائے استسقاء یعنی دعا عبادت کا رکن اعلا ہے جسے مغز کے بغیر بیڑی کی اگر دس کے بغیر چھلکے کی کوئی قدر نہیں ایسے ہی دعا سے خالی عبادت کی کوئی قدر نہیں، رب تعالیٰ مانگنے کو پسند فرماتا ہے جیسے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں الحج عرفۃ حج عدد کانام ہے لیس عرفۃ کا قیام حج کا رکن اعلا ہے عبادت نام ہے اپنی انتہائی عاجزی رب تعالیٰ کی انتہائی عظمت کے اظہار کا دعائیں یہ دونوں چیزیں اعلا طریقہ سے

وَعَنْ ابْنِ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ شَيْءٌ أَكْبَرُ عَلَى اللَّهِ مِنَ الدُّعَاءِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا أَحَدُ اثْنَيْ حَسَنٍ غَرِيبٌ، وَكَعْنُ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدُ الْقَضَاءِ إِلَّا الدُّعَاءُ وَلَا يَزِيدُنِي الْعَمْرُ إِلَّا الْبُزْرَاهُ التِّرْمِذِيُّ، وَكَعْنُ ابْنِ عَرَفَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الدُّعَاءَ يَنْفَعُ وَمَا نَزَلَ وَمِمَّا نَزَلَ فَعَلَيْكُمْ عِبَادَ اللَّهِ بِالْأَدْعَاءِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ

روایت حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے پاس دعا کا یہ کرم کوئی چیز گرامی نہیں ہے ترمذی، ابن ماجہ اور ترمذی نے فرمایا حدیث حسن غریب روایت ہے حضرت سلمان فارسی فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قضا کو دعا کے سوا کوئی چیز نہیں ہے ترمذی اور نسائی کے سوا کوئی چیز نہیں ہے ترمذی اور ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دعا نازل شدہ آنت میں بھی نافع ہے اور اس بلا بھی جو نہ آئی ہو گئے تو اسے اللہ کے بند و عباد کو مضبوط پکڑ دے ترمذی اور

موجود ہیں کہ اس میں بندہ اقرار کرتا ہے کہ میں کچھ نہیں، تو کریم ہے معنی ہے اس نے میں تیرے دروازہ پر ہاتھ پھیلائے آیا ہوں اللہ رب خود فرماتے ہیں قل ما يعبدونكم وبي لولا دعاءكم انكم تصليون دعائهم من دون رب تعالیٰ تمہاری پوجا بھی پر کر کے معلوم ہوا کہ اگر ہماری بارگاہ الہی میں کچھ قدر وسعت ہے تو دعائیں کی برکت سے ہے، دعا میں ساری عبادت بھی شامل ہیں کہ وہ بھی بلا واسطہ دعائیں ہیں لہذا یہ حدیث اس ایت کے خلاف نہیں (اَنْ اَكْذِبُكُمْ هَذَا اللهُ اَنْ اَكْذِبُكُمْ كَذِبًا) کہ دعائیں تقویٰ کا رکھنے سے ملنے والی برکت سے آتی جلائی جاتی ہے دعا کے درویشوں کو بلا تقاضا سے مراد تقدیر معلق ہے یا معلق مشابہ بالمرم کہ ان دونوں میں تقدیر مقرر ہو رہی ہے تقدیر مرم کسی طرح نہیں ملتی لہذا یہ حدیث اس ایت کے خلاف نہیں اذ اجاء اجلهم لا يستأخرون ساحة ولا يستقدمون کہا جاتا ہے کہ بھار اگیا تھا دعا سے اڑ گیا دعا کے تقدیر مرم کو نہیں بدل دیا بلکہ اس کے اثر سے چڑھا ہوا تھا تقدیر میں یہ کچھ تھا کہ اسے بھار اگیا تھا اگر فلاں دعا کرے تو اتر جائیگا اس کے اور بھی معنی لگے ہیں مگر یہ ترجمہ بہتر ہے کہ مجھے لوگوں سے خصوصاً اس باب اور اہل قربت سے اچھا سلوک کرنا عریضہ دیتا ہے اس کی بھی وہ صورت ہے جو اجماع عرف کی گئی ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے وما يعجزون معدود لا ينقص من حمده الا في كتاب معلوم ہوا کہ عمر میں زیادتی کی ہوتی ہے اور فرماتا ہے يسبحون الله ما يشاء وحيث وعدنا ان الكتاب معلوم ہوا کہ تقدیر میں محدود ثابت ہوتا ہے یہ غلام میرے کہ ایک ہے اللہ کا علم دیکھ ہے اللہ تعالیٰ کے فرشتوں کو اعلام تحریر سے ہوا یعنی تحریر ان دونوں کا نام تقدیر ہی ہے، مگر پہلی تقدیر میں تبدیلی قطعیاً ممکن ہے دوسری تقدیر تبدیلی ممکن بلکہ واقع ہے اس کی پوری تحقیق ہماری کتاب تفسیر نعمی جلد سوم میں ملاحظہ کیجئے: حضرت داؤد علیہ السلام کی عمر آدم علیہ السلام کی دعا سے ساٹھ سال سے سو سال ہو گئی تھے یعنی دعا کے دو فائدے ہیں ایک یہ کہ اس کی برکت سے آئی جلائی جاتی ہے دوسرے یہ کہ آنے والی بلا رک جاتی ہے، لہذا فقط جلا آنے پر ہی دعا ذکر و فکر و دعا مانگو شاید کوئی بلا آنے والی ہو کہ اس دعا سے رک جائے اس کا مطلب یہ ہی ہے جو اجماع میں ہوا کہ یہ سب تقدیر معلق کے متعلق ہے لہذا اس طرح کہ حال میں دعائیں مانگو دعا کے لئے جلا آنے کا انتظار نہ کرو کہ جب آفت آگئی تو دعا مانگ لیں گے امام غزالی فرماتے ہیں کہ میرے دل حال اصلاح یعنی ہتھیار کا دارو کھیتی ہے اور میرے پانی لگی پیاس بجھا دیتا ہے یعنی دل حال اور پانی ان کے اسباب ہیں ایسے ہی

رَوَاهُ أَحْمَدُ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ؛ وَكَعْنُ جَابِرٌ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ أَحَدٍ يُدْعُو بِدُعَائِي إِلَّا أَنَا اللَّهُ مَا سَأَلَ أَوْ كَفَّ عَنْهُ مِنَ الشُّعْرِ مِثْلَهُ مَا لَمْ يَدْعُ بِإِيَّتِي أَوْ قِطْعَنَةٍ رِجْمٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ؛ وَكَعْنُ ابْنُ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَلُوا اللَّهَ مِنْ فَضْلِهِ فَإِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ أَنْ يُسْأَلَ وَافْضَلُ الْعِبَادَةِ أَنْ تَنْتَظِرَ الْفَجْرَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ؛ وَكَعْنُ ابْنُ كَهْرَبَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَحَرَ يُسْأَلُ اللَّهُ يَغْضَبُ عَلَيْهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ؛

احمد اور ابی معاذ بن جبل اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب، روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص کوئی دعا مانگے تو ضرور اللہ تعالیٰ اس کی سنتا ہے یا اس کی مراد دیتا ہے یا اس کی جیسی کوئی آفت در کر دیتا ہے اے جین تک کہ گناہ یا قطع رحمی کی دمانہ کرے اے ترمذی، روایت ہے حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے اس کا نقل منگو لے کہ اللہ تعالیٰ مانگے کہ پوزہ فرماتا ہے لے اور بہترین عبادت کشائش کا انتظار ہے (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب، روایت ہے حضرت ابوسریحہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اللہ تعالیٰ سے نہ مانگے تو اللہ اس پر ناراض ہوتا ہے (ترمذی) پ

دعا کی ہوتی بلا کا واروک لیتی ہے اور لگی آگ بجھا دیتی ہے اسباب بھی رب تعالیٰ کی طرف سے ہیں اور مسببات بھی رب تعالیٰ فرماتے ہیں دلیاخذوا حذرکم و اسلحتمہم جگہ میں اپنا بچاؤ اور ہتھیار لے کر جاؤ لہذا دنیا میں بھی انسان دعاؤں کا بچاؤ اور نیک اعمال کے ہتھیار لے کر رہے اور نہ انات کھل دیں گی لے یہ حدیث اس آیت کی تفسیر ہے کہ ادعونی استجب لکم مجھ سے دعا کرو میں تمہاری قبول کروں گا اس حدیث نے بتایا کہ قبولیت دعا کی چند صورتیں ہیں، ایک مراد لگی مراد دل جانا، دوسرے اس جیسی آفت ٹل جانا مثلاً کسی کے ہاں سور و پید کی چوری ہوئی تھی، اس نے اللہ سے دعا مانگی کہ خدا یا مجھے سور و پید سے اسے سور و پید تو نہ لے مگر اتنی چوری ٹل گئی، بہر حال دعا مانگی گئی لہذا مانگی مراد نہ تھے پر دل تنگ نہ ہو بعض مرادیں نہ ہوتا ہمارے لئے بہتر ہوتا ہے یہ قبول دعا کی شرط ہے کہ انسان بری چیز کی دعا نہ مانگے کہ وہ قبول نہیں اور نہ اس دعا کی یہ تاثیریں ہیں خیال رہے کہ کبھی بندہ بڑی بات بھی مانگ لیتا ہے اور پالیتا ہے مگر یہ اس کی دعا کی قبولیت نہیں بلکہ ہونا بھی ایسا ہی تھا اتفاقاً اس نے مانگ بھی لیا، نیز اس دعا پر ثواب کوئی نہیں بلکہ گناہ ہے لے لے اس کا عدل نہ مانگو ورنہ ہاک ہو جاؤ گے عدل وہ ہے جو کام کے عوض دیا جائے فضل وہ ہے جو بلا وجہ دے جس ہر بانی سے دیا جائے اگر رب عدل فرمائے تو ہم گنہگار بڑی سزا کے مستحق ہیں فضل فرمائے اور بخش دے تو اس کی ہر بانی ہے صوفی فرما کر یہ بتلایا کہ اس کا بعض فضل مانگو کہ سدا کیونکہ اس کا فضل غیر فنا ہی ہے اور نہ ہاری جھولی فنا ہی، پیالی والا سارا سمندر کھینچنے کی کوشش نہ کرے لے عجیب بارگاہ ہے نیاز ہے دوسرے سخی مانگنے والوں سے گھر جاتے ہیں رتبہ وہ کریم ہے کہ مانگنے والوں سے خوش ہوتا ہے، ہر دل کے ساتھ اس کا نیاز راز ہے اور اس کے دروازے پر ہر بیکاری کا نیاز راز و انداز شہر ہے۔

اے کہ باہر دل نزارا رے دگر ہر گدا را برورت نازے دگر

یعنی اگر غار جائز نکلتیں نہ کرتا پھرے بلکہ اس کی ہر بانی کا انتظار رکھے، وہاں اس دے کی اس توڑی نہیں جاتی خیال رہے کہ کسی سے دوا یا دعا کی

وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قُتِحَ لَهُ مِنْكُمْ بَابُ الدُّعَاءِ
فُتِحَتْ لَهُ أَبْوَابُ الرَّحْمَةِ وَمَا سَأَلَ اللَّهُ شَيْئًا يَعْزِي أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ أَنْ يَسْأَلَ الْعَافِيَةَ
رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّكَ أَنْ
يَسْتَجِيبَ اللَّهُ لَهُ عِنْدَ الشَّدَائِدِ فَلْيُكْثِرِ الدُّعَاءَ فِي الرِّخَاءِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هَذَا
حَدِيثٌ غَرِيبٌ: وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ادْعُوا اللَّهَ وَأَنْتُمْ

روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کرم میں سے جس کے لئے دعا کا دروازہ کھولا جائے تو اس کے لئے دہشت دروازے کھول
دیئے جائیں گے اے عافیت بڑھ کر کوئی کیسی چیز اللہ سے نہ مانگی گئی جو تم سے زیادہ پیار کا ہو لہٰذا ترمذی اور ابی ہریرہ فرماتے
ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو چاہے کہ مصیبتوں کے دنت اللہ کی دعا قبول کرے تو وہ آرام کے زمانہ میں عافیت زیادہ مانگا کرے لہٰذا
ترمذی اور ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث غریبہ روایت انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ سے دعا کرو

درخواست کرنا شایستگی نہیں اور دیر اس انتظار کے خلاف ہے لہٰذا جو شخص عز و کبر اور اپنے کورب تعالیٰ سے بے نیاز سمجھ کر دعا مانگے وہ غضب و لعنت کا مستحق ہے ابراہیم علیہ السلام
نے آگ میں جاتے وقت دعا مانگی کیونکہ وہ سمجھتے کہ یہ میرے امتحان کا وقت ہے شاید دعا کرنا بے مبری میں شمار ہو، فرمایا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جسے اللہ
کے ذکر یا درود شریف کی کثرت دعا سے روک دے تو اسے دعا میں مانگنے والوں سے زیادہ ملے گا یہ حدیث ان دونوں کے خلاف نہیں بلکہ یعنی جسے ہر وقت ہر حال میں دعا میں
مانگنے کی توفیق ملے تو اس کی علامت ہے کہ اس کیلئے رب تعالیٰ نے رحمت کے دروازے کھول دیئے ہیں، اس میں اشارہ فرمایا گیا کہ دعا کا ہر طرف دل کا رعب ہونا چاہیے
دعا کیلئے اچھے الفاظ مل جائیں اور رب تعالیٰ ہی کے کرم سے ہے جب وہ کچھ دینا چاہتا ہے تو ہمیں مانگنے کی توفیق بخشتا ہے شعر :-

مری طلب بھی تمہارے کرم کا صدقہ ہے قدم یہ اٹھتے نہیں ہیں اٹھاتے جاتے ہیں

لے لے لے لے فرمایا کہ عافیت کے معنی سلامتی ہیں، یہاں کامل سلامتی مراد ہے یعنی زندگی موت و قبر حشر کی تمام ظاہری باطنی چھوٹی بڑی آفتوں سے
سلامتی و حفاظت ظاہرات ہے کہ یہ دعا جامع الدعا ہے مرقاۃ نے فرمایا کہ رب تعالیٰ نے مصیبتیں پیدا ہی اس لئے کی ہیں تاکہ بندہ ان سے سلامتی، کی
دعا میں مانگے، صوفیائے کرام فرماتے کہ عافیت اسی میں ہے جس میں رب راضی ہے، لہٰذا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا خیر میں زہر کمالینا فاروق اعظم
کا مصلائے مصطفیٰ پر خیر کھا کر شہید ہونا عثمان غنی کا قرآن پڑھتے ہوئے دھج ہو جانا حسین علیہ السلام کا بے آب دوارہ مثل پروانہ شمع مصطفویٰ پر شمار ہو
جانا عافیت ہی تھا، لہٰذا رب تعالیٰ سے وہ عافیت مانگو جو اس کے علم میں ہمارے لئے عافیت ہے نہ وہ جو ہمارے علم میں ہمارے لئے عافیت ہو حضرت
عباس نے عرض کیا یا رسول اللہ تجھے کوئی بہترین دعا سکھائیے، فرمایا اے جان! اللہ سے دین و دنیا کی عافیت مانگو لہٰذا اس کی وجہ ظاہر ہے کہ صرف
مصیبت میں دعا مانگنا اور راحت میں رب سے غافل ہو جانا خود غرضی ہے اور ہر وقت دعا مانگنا عبادت ہے رب کو خود غرضی ناپسند ہے عبادت پسند
نہ در فرما ہے: وَإِذَا أَفْتَحْنَا عَلَى الْإِنْسَانِ أَعْرَضَ وَنَأَى بِجَانِبِهِ وَإِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَخَدَاذًا دُعَاءٌ عَرِيبٌ اے خود غرضی کا حشر یہ ہوتا ہے

مُوقِنُونَ بِالْإِجَابَةِ وَعَلِمُوا أَنَّ اللَّهَ لَا يَسْتَجِيبُ دُعَاءَ مَنْ قَلْبٍ خَافِلٍ لَهُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ
وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ، وَعَنْ مَالِكِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
إِذَا سَأَلْتُمُ اللَّهَ فَاسْأَلُوهُ بِبُطُونِ أَكْفِكُمْ وَلَا تَسْأَلُوهُ بِظُهُورِهَا وَفِي رِوَايَةِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ
سَأَلُوا اللَّهَ بِبُطُونِ أَكْفِكُمْ وَلَا تَسْأَلُوهُ بِظُهُورِهَا فَإِذَا فَرَعْتُمْ فَاْمَسَحُوا بِهَا وَجُوهَكُمْ وَرَوَاهُ
أَبُو دَاوُدَ، وَعَنْ سَلْمَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ رَبَّكُمْ حَيٌّ كَرِيمٌ يَسْتَجِيبُ
مِنْ عَبْدِهِ إِذَا رَفَعَ يَدَيْهِ إِلَيْهِ أَنْ يَرُدَّ هُمَا صَغِيرًا رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَابْنُ أَبِي شَيْبَةَ

قبولیت کا یقین رکھتے ہوئے اے اور جان رکھو کہ اللہ غافل ولا پرواہ کی دعا قبول نہیں فرماتا ہے (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے نہ روایت ہے حضرت مالک ابن یسار سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تم اللہ سے دعا مانگو تو ہتھیلوں سے مانگو انھوں کی پشت سے نہ مانگو اے اور حضرت ابن عباس کی روایت میں یوں ہے کہ اللہ سے دعا کر رہتے ہیں یاں پھیلا کر نہ ہاتھ کی پشت سے پھر جب مانگے ہو جاؤ تو منہ پر ہاتھ پھیر لو گے (ابوداؤد) روایت ہے حضرت سلیمان سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ تمہارا رب حیا والا ہے کرم والا ہے اس حیا فرماتا ہے کہ بندہ اسکی بارگاہ میں ہاتھ اٹھائے وہ انہیں خالی ٹوٹا دے (ترمذی، ابوداؤد، بیہقی)

کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے اس پر مصیبت رہنے دو تاکہ کسی بہانے میرے دروازے پر حاضر رہے لہٰذا جیسے دعا کرنے وقت یہ یقین کر لو کہ رب تعالیٰ اپنے کرم سے میری دعا
مزد قبول کرے گا اس میں لطیف اشارہ اس جانب بھی ہے کہ دعا کے وقت تمام شرائط قبول اور آداب دعا پورے کرو جس سے تمہارے دل کو قبولیت کا یقین خود
بخود ہو جائے پھر ساتھ ہی اسکے کرم سے امید رکھو اللہ تعالیٰ اس والوں کو تا امید نہیں فرماتا اس کا نام ہے رجاء السائلین ازمرقات و لمعات
لہ قبولیت دعا کی بہت سی شرطیں ہیں جن میں سے بڑی اہم شرط دل لگنا ہے اسی نے خصوصیت سے اس کا ذکر فرمایا گیا اسکا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی مانگنے
کے وقت دل اور طرف ہو منہ اور طرف ہاتھ رب تعالیٰ کی بارگاہ میں پھیلتے ہوں اخیال بازار وغیرہ میں ہو تو دعا قبول نہیں ہوتی یہ قبولیت دعا اس شرط سے
ہے کہ ہاتھ ازبان اول و حصان سب کا سر کر ایک ہو یعنی بارگاہ الہی سے یعنی دعا کے وقت ہتھیلیاں آسمان کی طرف پھیلاؤ اور ہاتھوں کی میٹھ زمین
کی طرف رکھو کیونکہ ہاتھ والا دعا کے سامنے لینے کیلئے ہتھیلی ہی پھیلتا ہے، نیز اس میں اقباء و عزیز زیادہ ہے ہاں جن دعاؤں میں کچھ مانگا جائے کسی آفت سے بچا
جائے وہاں سفت یہ ہے کہ پہلے تو ہتھیلیاں پھیلاؤ اور پھر آسمان کی طرف ہاتھوں کی پھیل کر دو ابی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز استسقاء کے بعد ایسے ہی دعا
مانگتے تھے اس ہاتھ پٹنے میں اشارہ یہ عرض کرنا ہے کہ مولا دنیا کا مال بدل دے، خشکی ہے تھی کر دے، قحط ہے فراجی کر دے اگرانی ہے ارزانی کر دے لکھ کیونکہ
پھیلے ہوئے ہاتھوں پر اللہ کی رحمت اترتی ہے ان ہاتھوں کے منہ پر پھر لینے سے رحمت منہ پر پہنچ جاتی ہے، یہ عملی سفت بھی ہے اتباع سفت میں برکت ہے، مراقبہ
ہاں بعض علما نے فرمایا کہ کھانے کے بعد دعا مانگی جاتی ہے اگر مجمع میں کھانا کھایا جائے تو اس دعا میں ہاتھ نہ اٹھائے تاکہ ان لوگوں کو شرمندگی نہ ہو ورنہ
ایک فارغ نہ ہوئے حصن حصین شریف میں ہے کہ ہاتھ اٹھانا آداب دعا سے ہے جن احادیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سوائے استسقاء کے اور دعاؤں
میں ہاتھ نہ اٹھاتے تھے وہاں زیادہ اونچے ہاتھ اٹھانا مراد ہے یعنی غلظہ استسقاء میں ہاتھ مبارک سے اونچے اٹھاتے تھے باقی دعاؤں میں سینے کے مقابل، لہذا

الدَّعَوَاتِ الْكُبْرَى وَعَنْ عُمَرَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَفَعَ يَدَيْهِ فِي الدُّعَاءِ لَمْ يُحِطْ بِمَا حَقَّ يَسْتَحْبِرُ بِمَا وَجْهَهُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَحِبُّ الْجَوَامِعَ مِنَ الدُّعَاءِ وَيَدْعُو مَا سَوَى ذَلِكَ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ وَقَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَسْرَعَ الدُّعَاءِ لِجَابَةِ دَعْوَةِ غَائِبٍ لِغَائِبٍ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ لَسْتُ أَذْنُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْعُمْدَةِ فَإِذَا نَبِيٌّ وَقَالَ أَشْرِكُنَا يَا أَخِي فِي دُعَائِكَ وَلَا

دعوت الکبیر روایت ہے حضرت عمر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دعائیں پڑھتے تھے تو بغیر منہ پر ہاتھ نہ کرتے تھے (ترمذی) روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جامع دعائیں پسند فرماتے تھے اور اس کے ماسوا و دعائیں چھوڑ دیتے تھے (ابو داؤد) روایت ہے حضرت عبداللہ بن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت جلد قبول ہونے والی دعائیں کی غائب کے لئے ہے (ابو داؤد) روایت ہے حضرت عمر ابن خطاب سے فرماتے ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عمر کے لئے جانے کی اجازت مانگی تھی تو مجھے اجازت دی اور فرمایا ہے یہ دعائیں پڑھنا

احادیث میں تفارض نہیں رہے اس میں ہاتھ پھیلنے کی حکمت کا بیان ہے انشاء اللہ پھیلے ہوئے ہاتھ رب کا بارہ گاہ سے خالی نہیں ہونے کے خیال رہے کہ رب تعالیٰ ہمیں ان شرم و غیرت کے ظاہر سے پاک ہے اس کے لئے ان چیزوں کا نتیجہ مراد ہوتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ ایسا کرتا نہیں کہ بندے کے پھیلے ہوئے ہاتھوں کو خالی پھیرے اس کے معنی ہم عرض کر چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مانگنے والے کو مزدور دیتا ہے خواہ اس طرح کہ اس کی مراد پوری کر دے یا اس طرح کہ اس کی کوئی آفت نال دے یا اس طرح کہ درجات بلند کر دے لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ بہت دفعہ ہاتھ پھیلا کر دعائیں کی جاتی ہیں اور مراد نہیں مانی جاتی بلکہ دعائیں آسمان کی طرف ہاتھ اٹھانے کی وجہ یہ ہے کہ آسمان دعا کا قبضہ ہے اور رزق و رحمت کے آنے کی جگہ یہ وجہ نہیں کہ رب تعالیٰ آسمان میں رہتا ہے جیسے خواہ اپنے دے فرماتے پر چھ ہر جاتے ہیں فرماتے ہیں ان کی تمنا ہیں میں ذکر خود مادہ اللہ جامع دعا دہ بھلائی ہے جس کے الفاظ تھوڑے ہوں، معافی زیادہ جیسے رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ الْخَيْرَ وَفِي الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ میں عمومی حالات مراد ہیں لیکن حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم عام طور پر جامع دعائیں مانگتے تھے، خاص موقعوں پر خاص دعائیں بھی مانگی ہیں جیسے استسقاء میں بارش کی دعا وغیرہ لہذا یہ حدیث ان روایات کے خلاف نہیں بلکہ یعنی جب کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کے لئے اس کی غیر موجودگی میں دعائے خیر کرے تو بہت جلد قبول ہوتی ہے اس کی وجہ ظاہر ہے کہ یہ شخص مسلمان بھائی کا خیر خواہ بھی ہے اور غرض بھی، سامنے دعا کرنے میں دباؤ و کھلاؤ دے خوشامد کا احتمال ہو سکتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام سے پہلے عمر کی تدریسی تھی جو پوری نہ کر سکے تھے کہ مسلمان ہو گئے پھر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے مسلک پوچھا تو فرمایا اللہ پوری کر دو تب آپ عمر کے لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے روانہ ہوئے وہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت عمر کو نبیائی فرمایا یہ اتہامی کرم کریمانہ ہے جیسے سلطان انبیاء رعایا سے کہے میں تمہارا خادم ہوں، مگر کسی مسلمان کا حق نہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھائی کہے، رب فرماتا ہے لَا تَجْعَلُوا

دعاء الرسول کہ عا و بعضکم بعضاً اتواہی لکھی محراب کراہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھائی لہگو نہ پکارا اور حدیث میں تمام صحابہ پر یہی کہتے تھے قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں نے کوئی عقیدہ پیچیدہ نہ مقبول دہا میں اپنے ساتھ میرے لئے بھی دعا کرنا معلوم ہوا کہ حاجی سعد عا کرنا اور وہاں پہنچکر دعا کرنے کیلئے کہنا سنت ہے صوفیائے کرام اس جگہ کے معنی یہ کرتے ہیں کہ اگر مرد دعائیں ہم پر دو دشرین پڑھنا ہمارے درود کو نہ سمجھنا تاکہ اس کی برکت سے تمہاری دعائیں قبول ہوں حضور کیلئے اٹھنے اور صبح کی دعا آپ پر درود شریف پڑھنا ہے صلی اللہ علیہ وسلم کرام کے پیادوں کو دعائیں دینا درحقیقت اس کے لائق کی تدبیر ہے ہمارا بھائی ہمارے درود پر اگر ہمارے جان و مال اولاد کو دعائیں دیتا ہے ہم سے بھیک پائے ہم بھی رتبہ کے محبوب کو دعائیں دیں رب فضلہ بھیک میں تھے حضرت عمرؓ فرمایا خبر نہیں بلکہ شکریہ کے طور پر ہے میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بھائی کے خطاب سے نوازا معلوم ہوا کہ میں دنیا و آخرت میں صحیح مومن ہوں پھر تجھے حکم دعا کہ حضور کو دعائیں دوں معلوم ہوا کہ میرا من حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے لائق ہے پھر فرمایا مجھے بھولنا نہیں معلوم ہوا کہ میرا دل کا شائد یار بننے کے لائق ہے ایسی بشارتیں ہیں کہ تم دنیا کی نعمتیں ان پر قسم بان ہیں : مع شخصوں سے مراد مسلمان میں مرد ہوں یا عورت کفار میں داخل نہیں : دعا روز نہ ہونے کا وہ مطلب ہے جو پہلے عرف کیجا چکا ہے علانے مدعی اور بلا رفع درجات کے کیونکہ عبادت سے فراغت کا وقت ہے بعد عبادت دعائیں قبول ہوتی ہیں اسی لئے نماز، حج، زکوٰۃ سے فراغت پر دعائیں کرنا چاہیے ، معلوم ہوا کہ بعد نماز عتازہ بھی دعا کی جائے کہ وہ بھی رب کی عبادت ہے اور عبادت کے بعد دعا قبول ہے : مرقات نے فرمایا کہ مسلمان حاکم کا ایک گھڑی عدل و انصاف کرنا ساٹھ برس کی عبادت سے افضل ہے کہ اس عدل سے خلق خدا کا نظام قائم ہے : مرقات نے فرمایا کہ مظلوم جائز و ملکہ مظلوم کا فرد ناسق کی بھی دعا قبول ہوتی ہے ، اگرچہ مسلمان مظلوم کی دعا زیادہ قبول ہے کیونکہ مظلوم مضطرب قرار ہوتا ، اور بے قرار کی دعا عرش پر قرار کرتی ہے رب فرماتا ہے

۲۱ من یحبب المضطر اذا دعا : دعا کو بدلوں پر اٹھانے اس کے لئے آسمان کے دروازے کھولے جانے کا مطلب بہت جلد مستجاب اور اس کی دعا کی عزت افزائی اور اہمیت کا اظہار فرماتا ہے عین عربی میں مطلقاً وقت کو کہتے ہیں مگر اکثر کم سے کم چھ ماہ اور زیادہ چالیس سال پر پرتے ہیں

دَعْوَةُ الْوَالِدِ وَدَعْوَةُ الْمُسَافِرِ وَدَعْوَةُ الْمَظْلُومِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ ابْنُ مَاجَةٍ
 الْفَصْلُ الثَّالِثُ: عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ سَأَلَ
 أَحَدُكُمْ رَبَّهُ حَاجَتَهُ كُلَّهَا حَتَّى يَسْأَلَ شَيْئًا نَعْلَمُ إِذَا انْقَطَعَ نَزَادِي سِرَافِيَّةٍ عَنْ ثَابِتِ
 الْبُنَانِيِّ مُرْسَلًا حَتَّى يَسْأَلَ الْمَلَكُ وَحَتَّى يَسْأَلَ شَيْئًا نَعْلَمُ إِذَا انْقَطَعَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَ
 عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْفَعُ يَدَيَّ فِي الدُّعَاءِ حَتَّى يَرَى بَيَاضَ إِبْطِيهِ

ہاپ کی دعا کے مسافر کی دعا کے اور مظلوم کی دعا کے ترمذی ابو داؤد ابن ماجہ ترمذی نے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر شخص اپنے
 رب کی نئی ساری حاجتیں مانگی تھیں کہ جب چاہے تو اس کے لئے ایک روایت میں بت بنانی مرسلانہ یا تو یہ ہے کہ رب کے لئے اور جب کسی کو
 مانگے تو وہ مانگے کہ تمہارا روایت ابھی ترمذی میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا میں ہاتھ اٹھاتے تھے کہ آپ کی بغل شریف کی سفیدی دیکھی جاتی تھی

طلب یہ ہے کہ میں صمیم ہوں، لہذا ظالم کو جلد میں پکڑتا، اسے توبہ اور مظلوم سے معافی مانگنے کا وقت دیتا ہوں اگر وہ اس مہلت سے فائدہ نہ اٹھائے، تو پکڑتا ہوں
 شہ خیال رہے کہ پہلی حدیث میں تین دعا کرنے والوں کا ذکر تھا، اور یہاں تین دعاؤں کا تذکرہ ہے، یعنی یہ تین دعائیں بذات خود قابل قبول
 ہیں اور اپنے فاعلوں کے برکت سے بھی لائق قبول، اسی لئے وہاں عدل اور دروازے کا ذکر فرمایا جس میں فاعل بہ تکلف مشقت اٹھاتا ہے یہاں مسافر اور
 باپ کا ذکر ہے جس میں تکلف و مشقت نہیں (مرقات) :

لے اولاد کے حق میں باپ کی دعا قبول ہے اور بد دعا بھی مگر چونکہ باپ اکثر دعائیں ہی دیتا ہے اس لئے دعا کا نسخہ فرمایا، والد سے مراد ماں باپ
 دونوں ہیں داد بھی اس میں داخل ہے، کہ بالواسطہ وہ بھی والد ہے، ماں کی دعا بہت زیادہ قبول ہوتی ہے : لے یوں تو مسافر کی بحالت سفر تمام
 دعائیں ہی قبول ہیں اگر اپنے حق کے لئے دعا، اور اپنے مستانے والے پر بد دعا بہت قبول ہے مرقات اسی طرح مظلوم کی بد دعا قبول، مگر مستانے
 والے کے لئے بد دعا، اور امداد کرنے والے یا بچانے والے کے لئے دعا بہت قبول ہے لے یعنی بندہ یہ خیال نہ کرے کہ اتنے بڑے آستانے سے چھوٹی
 چیز کیا مانگوں کوئی بڑی حاجت مانگوں گا، نہیں ہر حاجت مانگوں چھوٹی ہو یا بڑی، اگر اس سے بڑی چیز ہی مانگی جائے، تو بتاؤ چھوٹی حاجتوں کے لئے کون
 سادر دانہ ہے، اخلاص اپنے آقا سے ہر چیز مانگا ہی کرتے ہیں دیکھو موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رب تعالیٰ سے میں میں پھنکے روٹی کا ٹکڑا مانگا، کہ مرض کیا
 دب لما انزلت الی من خیر فقہار لے یعنی ایک ہانڈی کا ٹکڑا جو چند توتلے ہوتا ہے، ایسے ہی ایک جوتی کا تسمہ جو کوڑی دو کوڑی کا ہوتا ہے، وہ بھی
 رب تعالیٰ سے مانگوں یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سر سے اونچے ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے تھے، جتنے کہ اگر قیض مبارک دہستے ہوتے تو بل ترمزین
 کی سفیدی نظر آ جاتی: خیال رہے کہ اس قدر اونچے ہاتھ اٹھانا یا تو نماز استسقاء میں ہوتا تھا یا کبھی کبھی میان جواز کے لئے اور موقعوں پر بھی اور نہ عام
 دعاؤں میں سینے یا کندھے تک ہاتھ اٹھاتے تھے، لہذا یہ حدیث کندھوں یا سینہ تک ہاتھ اٹھانے کے خلاف نہیں اور نہ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ حضور
 انور صلی اللہ علیہ وسلم بغیر قیض کے نماز پڑھتے تھے کہ یہ تو سخت مکروہ ہے، آج کل بعض لوگ بغیر قیض نماز پڑھتے ہیں اور اس حدیث کو اڑھاتے ہیں مگر غلط

وَعَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ يَجْعَلُ أَصْبَعِيهِ حِذَاءَ مَنْكَبِيهِ وَيَدْعُوهُ؛ وَعَنْ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا دَعَا فَرَفَعَ يَدَيْهِ مَسَّ وَجْهَهُ بِيَدَيْهِ رَوَى كَيْفَ تَقَى الْأَحَادِيثَ الثَّلَاثَةَ فِي الدَّعَوَاتِ الْكُبْرَى وَ
عَنْ عَدْرِقَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ الْمُسْئَلَةُ أَنْ تَرَفَعَ يَدَيْكَ حَذَا وَمَنْكَبَيْكَ أَوْ تَحْوَهُمَا
وَالِاسْتِغْفَارُ أَنْ تَشِيرَ بِأَصْبَعٍ وَاحِدَةٍ وَالْإِبْتِهَالُ أَنْ تَمُدَّ يَدَيْكَ جَمِيعًا وَفِي رِوَايَةٍ
قَالَ وَالْإِبْتِهَالُ هَكَذَا أَوْ رَفَعَ يَدَيْهِ وَجَعَلَ ظُهُورَهُمَا مِثْلِي وَجْهَهُ رِوَاةُ الْبُودَاوْدِيِّ
وَعَنْ ابْنِ عَمْرٍو أَنَّهُ يَقُولُ إِنَّ رَفْعَهُمَا أَيْدِيكَ يُكْرِمُ بِدَعَا مَا زَادَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

روایت ہے حضرت سہل بن سعد سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑکی نزلتے ہیں حضور دعا کے وقت اپنی دو انگلیاں کندھوں کے مقابل کرتے تھے یہ حدیث ہے حضرت سائب بن یزید سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کہ جب دعا مانگتے تو ہاتھ شریف اٹھاتے پھر ہاتھ منہ پر پھیر لیتے تھے ان کمینوں محدثوں کو یہ بھی نے دعوات کبیر میں نقل کیا۔ روایت ہے حضرت عمرؓ و حضرت ابن عباس سے راوی کہ آپ نے فرمایا طریقہ دعایہ ہے کہ اپنے ہاتھ کندھوں کے مقابل یا ان تک اٹھاؤ گے اور طریقہ استغفار ہے کہ ایک انگلی سے اشارہ کرو گے اور عاجزی زاری کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھ غروب پھیلو دو دھے اور ایک روایت میں فرمایا کہ زاریوں سے اور اپنے ہاتھ اٹھائے ہاتھوں کی بیٹھ چہرہ انور کے سامنے کی گئے (البوداودی) روایت ہے ابن عمر سے وہ فرماتے تھے کہ تمہارا زیادہ ہاتھ اٹھانا بدعت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فلے کندھے نماز پڑھنے کی ممانعت باب المستزید گذر گئی ہے یہ جیسے آپ ہاتھ شریف اتنے اٹھانے کہ ہاتھوں کی انگلیاں کندھوں کے مقابل ہو جاتیں پھر دعا مانگتے تھے یہ اکثری حالات کا ذکر ہے، اور پہلی حدیث میں بعض خصوص حال کا ذکر تھا لے بیٹھے جن دعاؤں میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ اٹھاتے تھے ان میں ہاتھ منہ پر پھیر لیتے تھے، اور جن میں ہاتھ نہ اٹھاتے تھے جیسے نماز، طواف، کھانے کے بعد کی دعائیں ان میں ہاتھ منہ پر پھیر نہ لیتے تھے، بلکہ اذاعا، کان کا ظن ہے کہ پھر اس کی خبر تو مسیح بن یونس سے ہے، لہذا حدیث صاف ہے کہ بیٹھے عام دعاؤں میں ہاتھ سینے تک اٹھا ناست ہے، کہ عادت بھکاری مانگتے وقت دعا کے سامنے یہاں تک ہی ہاتھ اٹھاتے اور پھیلاتے ہیں، لغات، لے بیٹھے استغفار پڑھتے وقت اپنی کلمہ کی انگلی اپنے نفس کی طرف کر کے عرض کرے کہ یا اللہ یہ نفس نامہ مجرم ہے اور یہ بندہ گنہگار عاصی مجرم ہے بخش دے وہ ابہمال کے معنی ہیں اظہار عجز اور اتہائے خسوع، اسی سے ہے مبارک یہاں اس سے مراد دفع ہلاکی دعا ہے جیسے استسقا، میں قحط کے دفع ہونے کی دعا مانگی جاتی ہے، ایسی دعاؤں میں ہاتھ سر سے اوپر اٹھانے چاہیے لے بیٹھے ہاتھ پورے اٹھا دیے جائیں گے کہ ہاتھوں کی بیٹھ چہرے کی طرف ہو جائے گے یعنی اسے لوگوں کی بار بار دعا میں سر سے اونچے ہاتھ اٹھانا اور دعاؤں میں فرق نہ کرنا کہ کس دعائیں اتنے اونچے ہاتھ اٹھائے جائیں یہ خلاف مسنت ہے اسے چھوڑ دینا چاہیے خیال رہے کہ بدعت کے ایک معنی تو ہیں نیا کام یعنی جو کام حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایجاد ہو، اس بدعت کی دو قسمیں ہیں، بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ جس کی پوری بحث باب الاعتقاد میں گذر چکی، جمع قرآن کے وقت بعض صحابہ نے حضرت ابوبکر صدیق سے عرض کیا تھا کہ آپ وہ کام کیوں کر رہے ہیں جو حضور انور صلی

عَلَيْهِ هَذَا يَنْبَغِي إِلَى الصَّدْرِ رَوَاهُ أَحْمَدُ: وَعَنْ أَبِي بِنِ كَعْبٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا ذَكَرَ أَحَدًا فَدَا عَالَةً بَدَأَ بِنَفْسِهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ
 حَسَنٌ غَرِيبٌ صَحِيحٌ: وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا
 مِنْ مُسْلِمٍ يُدْعُو بِدَعْوَةٍ لَيْسَ فِيهَا لَئْمٌ وَلَا قَطِيعَةٌ رَحِمَ إِلَّا أَعْطَاهُ اللَّهُ بِهَا أَحَدَ
 ثَلَاثٍ إِمَّا أَنْ يُعْجَلَ لَهُ دَعْوَتُهُ وَإِمَّا أَنْ يُدْخِلَهُ فِي الْآخِرَةِ وَإِمَّا أَنْ يُصْرِفَ عَنْهُ مِنَ
 الشُّوْرِ مِثْلَهَا قَالُوا إِذَا أَنْكَرَ قَالَ اللَّهُ أَكْثَرُ رَوَاهُ أَحْمَدُ: وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَمْسُ دَعَوَاتٍ يُسْتَجَابُ لِهِنَّ دَعْوَةُ الْمَظْلُومِ حَتَّى يَنْتَصِرَ وَدَعْوَةُ الْحَاجِّ

اسی زیادہ سے زیادہ ہے۔ احمد اور ابن کعب سے حضرت ابی بن کعب فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کا ذکر کرتے تھے تو اس کی تعریف کرتے تھے اور اگر کسی کا ذکر کرتے تھے تو اس کی مذمت کرتے تھے۔ یہ روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا کوئی مسلمان نہیں ہو سکتا جس کی دعا مانگے جس میں نہ گناہ ہو نہ قطع رحمی نہ مکر نہ شر تو اس کے لئے ایک ضرورت ہے یا تو اس کی دعا یہاں ہی قبول کر لیتا ہے کہ یا آخرت میں اس کے لئے ذخیرہ کر دیتا ہے یا اس جیسی مصیبت نال دیتا ہے کہ صحابہ نے عرض کیا تب تو ہم خوب زیادہ دعائیں کرینگے فرمایا کہ یہ دعا بہت زیادہ ہے کہ احمد اور ابی بن عباس سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس دعا میں بہت قبول کی جاتی ہے مگر اس کی دعا جس کے بدلے لے لے جائے حاجی کی دعا

اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے یہ بدعت ہے حضرت صدیق نے فرمایا کہ واللہ ہوشیار رہو کہ رب کی قسم یہ اچھا کام ہے، یعنی بدعت حسنہ ہے، دوسرے خلاف سنت کام، یہ بدعت مجیدہ سیدہ اور بری ہی ہوگی، یہاں دوسرے معنی مراد ہیں کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو عموماً سیدہ کی بات چلائی اور تم عموماً سر سے اپنے اٹھاتے ہو تو اس سنت کو چھوڑتے ہو، اس سے باز آجاؤ اس پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ اس سے عام دعائیں مراد ہیں مطلب یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم عموماً دعائوں میں کبھی ہاتھ کم اٹھاتے تھے کبھی زیادہ، مگر زیادتی سیدہ سے اور نہ ہوئی، لہذا یہ حدیث گذشتہ ان احادیث کے خلاف نہیں ہیں جس میں کبھی سر سے اپنے ہاتھ اٹھانے کا ثبوت ہے بلکہ اس میں اُمت کو تعلیم ہے کہ تم جب کسی کے لئے دعا کرو تو پیسے اپنے لئے کرو پھر اس کے لئے صرف دوسرے کے لئے دعا کرنے میں اپنے استغناء اور بے نیازی کا شائبہ ہوتا ہے، مگر یہ قاعدہ بھی کمترین تھا کہ یہ حدیث ان احادیث کے خلاف نہیں جس میں وارد ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رحمۃ اللہ اس پر رحم کرے یا فرماتے اللہم صل علی ابی ادنی وغیرہ اس دعا میں نہ تو لازم تھا کہ ہر متعدی، مثلاً کہے کہ فلاں اجنبی سے وصال نصیب کر یا مجھے دولت دے تاکہ میں اپنے عزیزوں کو اپنا غلام بن کر رکھوں کہ ایسی دعائیں ممنوع ہیں بلکہ کہ اس کی منہ مانگی مراد جلد یا کچھ دیر سے دے دیتا ہے کہ دنیا میں تو اس کی مراد پوری نہیں کرتا مگر آخرت میں اس کے عوض اس کے گناہ معاف فرما دیا گیا اس کے درجے بلند کر دیگا بلکہ معلوم ہو کہ دعا سے رو بڑھتا ہے اس لئے مراد پوری نہ ہونے پر مول نہ ہوتا چاہیے کہ اگر سارا جہاں ہمیشہ دعائیں مانگے تو رب تعالیٰ کے اس سے محروم نہ ہونگے، مگر شہر، جو مانگنے کا طریقہ ہے اس طرح مانگو: در کریم سے بندے کو کیا نہیں ملتا؟ شہ زبان سے یا ہاتھ سے یا حاکم کے

حضرات نقشبندیہ کے ہاں ذکر خفی افضل ہے دو مرتبے سلسلوں میں ذکر باجمہر بہتر، فریقین کے دلائل ہماری کتاب جوار الحق حصہ اول میں ملاحظہ کیجئے تقدیر الی اللہ سے مراد مکافی قرب نہیں کر ب تعالیٰ مکان وجگہ سے پاک ہے بلکہ قبولیت کا قرب مراد ہے مردود دور ہے محبوب در حضور شہ ظاہر ہے کہ بیٹھے سے مراد کھڑے ہونے کے مقابل ہے، لہذا اس جملہ سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ ذکر اللہ محبوب کر کرنا افضل ہے، با کہ اس میں سکون زیادہ ہوتا ہے دوسرے

وَذَكَرَهُمُ اللَّهُ فِيمَنْ عِنْدَهُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ ابْنِ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسِيرُ فِي حَرِيقٍ مَكَّةَ فَمَرَّ عَلَى جَبَلٍ يُقَالُ لَهُ جُمْدَانُ فَقَالَ سَيِّدُ وَاهَذَا أَجْمَدُ أَنْ سَبَقَ الْمُفْقِدُونَ قَالُوا وَمَا الْمُفْقِدُونَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ الذَّاكِرُونَ لِلَّهِ كَثِيرًا وَالذَّاكِرَاتُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ ابْنِ مُوسَى قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الذَّيْ يُذَكِّرُ

اپنے پاس والے فرشتوں میں اللہ انکا ذکر کرتا ہے کہ مسلم، روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے راستہ میں جا رہے تھے کہ ایک پہاڑ پر گزرے جسے جمدان کہا جاتا ہے وہ پہاڑ جمدان ہے کہ سبقت لے گئے جمدان رہنے والے تھے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کون سے لوگ ہیں کہ فرمایا اللہ کی بہت یاد کرتے ہیں اور دعوت لے مسلم، روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی مثال جو ربکا ذکر کرے

یہ کہ ذکر اللہ جماعت میں کرنا افضل ہے جیسا کہ آگے آ رہا ہے ممکن ہے کہ سچے سے مراد ہمیشہ ذکر اللہ کرنا ہو سکتی ہے ہمیشہ کرنا افضل ہے کہ یہاں فرشتوں سے مراد وہ فرشتے ہیں جو زمین کا پیکر لگاتے رہتے ہیں، ذکر اللہ کی طبعی ڈھونڈتے پھرتے ہیں اور رحمت سے مراد خاص رحمت الہی ہے جو ذاکرین کیلئے مخصوص ہے لہذا اس جگہ پر یہ اعتراض نہیں کہ فرشتے تو انسان کو ہر وقت ہی گھیرے رہتے ہیں کیونکہ ہر وقت ساتھ رہنے والے فرشتے عافین ہیں کہ کیونکہ شرح باب فضائل القرآن میں گزری ہے کہ یا تو اس سے مراد خاص مالکہ ہیں یا ملائکہ کا تو زیادتی میں وسکون ہے اللہ کے ذکر سے دل کو حسین نصیب ہوتا ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے اَلَّذِينَ كَرِهُوا الْقَدْرِ ادْفَرَاتَا هُوَ الَّذِي اخَذَ السَّيِّئِينَ قُلُوبَهُمْ فَتُحَسِّنُ لَهُ يَفْعَلُ اللَّهُ بِكُمْ مَا تَكُونُونَ اس کے پاس رہتے ہیں انتظام عالم کے لئے نہیں آتے اور اراج انبیاء علیہم السلام داوایاے عظام نہیں لوگوں کا ذکر خیر سے عزت و عظمت سے کرتے ہیں (مرقاۃ) یہ حدیث اس آیت کی شرح ہے فاذا ذكرني اذكركم پھر جس طرح بندہ رب کو یاد کرتا ہے اسی طرح رب بندہ کو نشا بندہ کہتا ہے کہ موتے میں گنہگار ہوں رب فرماتا ہے بندے مت گھبرا میں غفاریں وغیرہ یہ پہاڑ مدینہ منورہ کے قریب ہے کہ مصلح کے راستے پر یہاں سے مدینہ منورہ پہیل ایک رات کے فاصلے پر ہے، اہل رانی نے حضرت ابن مسعود سے روایت کیا ایک دوسرے کو نام بنام پکار کر پوچھتے ہیں کہ کیا تجھ پر کوئی اللہ کا ذکر گزرا، اگر کوئی پہاڑ کہتا ہے کہ ہاں تجھ پر گزرا تو سب کہتے ہیں مبارک ہو عوارف المعارف میں حضرت انس سے روایت ہے کہ روزانہ صبح و شام زمین کے بعض حصے بعض سے پوچھتے ہیں کہ کیا تجھ پر کوئی بندہ ایسا گذرا یا بیٹھا جو اللہ کا ذکر کر رہا ہو، اگر کوئی طبقہ کہتا ہے کہ ہاں مجھ پر گذرا ہے تو دوسرے طبقے کہتے ہیں تو ہم سب سے افضل ہے، مرقات، لے لیے اے جماعت صحابہ یہ جمدان پہاڑ ہے یہاں اللہ کا ذکر کرنے کیلئے قیامت میں تمہارا گواہ ہو لکھ مفردون تقریب سے ہے مجھے الگ کرنا ابدا رکھنا لیجئے جنہوں نے اپنے کو دنیاوی الجھنوں، اغیار کی مجلس سے الگ رکھا یا جنہوں نے تمام ذکر و عمل سے اللہ کے ذکر کو چھٹا لیا جس میں وہ ہر وقت لگے رہتے ہیں یہ ما سوال احوال کے لئے ہے نہ کہ سوال ذات کے لئے جیسے فرعون نے موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا تھا وعاذب الغافلین لیجئے اللہ تعالیٰ کے صفات کیا ہیں اسی لئے یہاں من بنو لہا بلوا اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب بھی وہ غایت فرمایا جو سوال کے مطابق ہے کہ چونکہ اللہ کے ذکر مرد زیادہ ہیں عورتیں کم، اس لئے مردوں کا ذکر پہلے ہوا عورتوں کا بعد میں مرقات نے فرمایا کہ اللہ کا بہت ذکر کرنے والا وہ ہے جو کسی حال میں رب کو نہ بھولے غلوں سے اس کی عبادت کرے خلقت سے مستغنی رہے فکر و شکر میں حیریں ہو جو خدا سے غافل کرے اس سے

رَبِّهِ وَالَّذِي لَا يَذْكُرْ مَثَلًا الْحَيِّ وَالْمَيِّتِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. وَحَنِ ابْنُ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي وَأَنَا مَعَهُ إِذَا ذَكَرَنِي فَإِنْ ذَكَرَنِي فِي نَفْسِهِ ذَكَرْتُهُ فِي نَفْسِي وَإِنْ ذَكَرَنِي فِي مَلَأٍ ذَكَرْتُهُ فِي مَلَأٍ خَيْرٌ مِنْهُمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

اور جو نہ کرے زندہ و مردہ کی کسی بات، مسلم بخاری، ملکہ روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اپنے بندے کے گمان کے نزدیک ہوتا ہوں جو مجھ سے رکھے تلک جب بندہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں تلک اگر بندہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے اکیلے ہی یاد کرتا ہوں اور اگر مجھے جمع میں یاد کرتا ہے تو میں اسے بہتر مجمع میں یاد کرتا ہوں تلک مسلم بخاری ۱۰

دور رہے اللہ کے ذکر میں ایسی لذت پائے جو کسی اور چیز میں نہ پائے رب تعالیٰ فرماتا ہے وَتَبْتَغِلُ التَّيْبَةَ بِتَبْتِيلِهَا۔ یعنی تمام غیر اللہ سے کٹ کر رب کے ہوا جاؤ تلک یعنی جیسے زندہ کا جسم روح سے آباد ہے مردہ کا غیر آباد، ایسے ہی ذکر کا دل ذکر سے آباد ہے غافل کا دل ویران یا جیسے شہر کی آبادی زندوں سے ہے مڑوں سے نہیں ایسے ہی آخرت کی آبادی ذکر میں غافلین سے نہیں، یا جیسے زندہ و مردوں کو نفع و نقصان پہنچا سکتا ہے مردہ نہیں، ایسے اللہ کے ذکر سے نفع و نقصان خلق حاصل کرتی ہے غافل سے نہیں یا جیسے مردے کو کوئی دوا یا غذا مفید نہیں، ایسے ہی غافل کو کوئی عمل وغیرہ مفید نہیں اللہ کا ذکر و پھر دوسرے اعمال کا ذکر کر بھی جتنا ہے غافل زندہ دیکھ کر بھی مردہ ہے، مرقاۃ نے فرمایا کہ اس میں اشارۃ ارشاد ہوا کہ جی لا موت کا ذکر خدا کی حیات غیر فانی بخش دیتا ہے اولیاء اللہ مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں چلے جاتے ہیں مرقاۃ، ملکہ مسلم شریف میں ہے کہ جو گھر اللہ کے ذکر سے آباد ہو وہ زندہ ہے اور جو گھر کسی ذکر سے خالی ہو وہ مردہ ہے گھر سے مراد مومن کا دل ہے کہ اللہ کا گھر ہے مبارک وہ جو اس گھر کو آباد رکھے محسوس ہے وہ جو اسے ویران کر دے۔۔۔ شہر۔۔۔ آباد وہی دل ہے جس میں تمہاری یاد ہے ۱۰ جو یاد سے غافل ہو اور ویران ہے برابر ہے،

تلک یہاں عبد سے مراد بندہ مومن ہے اور ظن مجھے یقین بھی آتا ہے جیسے یَقْضُونَ أَنَّهُمْ مُلْقَوْنَ رَبَّهُمْ اور مجھے گمان نیک بھی جیسے خَلَّتِ الْكُفْرُوتُونَ فِي الْأَنْفُسِهِمْ خَيْرًا اور مجھے بدگمانی بھی جیسے إِنَّ بَعْضَ النَّاسِ إِنَّمَا نِيَاهَا دُونَ مَعْنَى دَرَسْتُمْ میں یعنی بندہ میرے متعلق جیسا یقین رکھے گا میں ویسا ہی معاملہ اس سے کروں گا یا بندہ میرے متعلق جیسا گمان کرے گا میں ویسا ہی کروں گا مطلب یہ ہے کہ اگر بندہ قبولیت کی امید یا یقین پر عبادت کرے گا تو میں اسکی دعا و عبادت ضرور قبول کروں گا اور اگر رد کا یقین یا گمان کرے گا تو رد ہی کروں گا مقصد یہ ہے کہ اعمال بھی کرو اور قبول کی امید بھی رکھو عمل نہ کر کے بخشش کی امید رکھنا ظن نہیں بلکہ نفس کا دھوکا دہر دہ ظن و خرد میں فرق چاہیے جو بگو کہ گندم کاٹنے کی امید ٹھنڈا لوبہ کو شاید بیکار ہے، مولا تا فرماتے ہیں شہر۔۔۔

گندم (گندم، بردید جو ز جو) ۱۰ از مکافات عمل غافل مشو

بعض لوگ امید دھوکے میں فرق نہیں کرتے، وہ اس حدیث سے دھوکا کھاتے ہیں، حدیث واضح ہے تلک رحمت و کرم، توفیق و مہربانی، خیال ہے کہ بندہ رب سے ذکر اللہ کرتے وقت بہت قریب ہوتا ہے، جو ہر وقت ذکر کرے وہ ہر وقت رب سے قریب ہے تلک بہتر مجمع سے مراد ارجح انبیاء و اولیاء میں لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں، اور ہو سکتا ہے اس مجمع سے مراد مقرب فرشتوں کا مجمع ہو جو تلک بعض لحاظ سے فرشتے انسان سے افضل ہیں کہ ہم انسان نیک و بد ہر طرح کے کام کر لیتے ہیں، فرشتے صرف نیک کام ہی کرتے ہیں اسی لئے انہیں خیر و انھم کہا گیا، لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ انسان فرشتے سے افضل ہے پھر یہاں فرشتوں کو انسان سے افضل کیوں فرمایا گیا مسئلہ ماسیت انسان مابیت فرشتہ سے افضل ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي

ادامہ اسی لئے انسان کو اشرف المخلوقات کہا جاتا ہے۔ ہر افراد اس میں تفصیل یہ ہے کہ خاص انسان جیسے انبیاء و اولیاء خاص و عام تمام فرشتوں سے افضل ہیں مگر عام مسلمانوں سے خاص فرشتے افضل۔ ہر کفار و کفر سے کئے سے بھی بدتر ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے اُولَٰئِكَ هُمُ شَرُّ الْبَرِیَّةِ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ذکر بالجہر افضل ہے کہ بہتہ ذکر کرنے والوں کا ذکر دیاں بھی خفیہ ہی ہوتا ہے اور جمع لاکر اور پکڑ کر کرنے والوں کا دیاں بھی علانیہ ذکر ہی ہوتا ہے جسے فرشتے و انبیاء و اولیاء سنتے ہیں ذکر بالجہر والوں کی یہ حدیث قوی دلیل ہے کہ جیسے نیکی کرنا اے مسلمان کو ایک کا دس نو قاف و نواد و نوادیا جائیگا اور اسکے علاوہ فضل و کرم سے بطور انعام عطا ہوگا جو ہمارے گمان و دھم سے وراہے خیال رہے کہ ایک کا دس گنا عام حالات میں ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ مِثَالِهَا اور کسی زمانہ یا جگہ کی خصوصیت سے ایک نیکی کا عوض سات سو یا پچاس ہزار بلکہ ایک لاکھ تک ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے كَسَلٌ حَبِیْرٌ اَنْتَبَتْ سَبْعَ سَآئِلٍ فِیْ كُلِّ سُبُكَةٍ مَا كُنْتَ دَاخِلَهُ یَصْکُفُ عَنْكَ تِسْعًا اور یہ مرنے کی کا عوض نہیں بلکہ صوفت یا جگہ کی خصوصیت بھی ہے لہذا نہ تو گنہگارہ ذکر کرتے ہیں آپس میں متعارف ہیں اور نہ یہ حدیث و دوسری احادیث کے خلاف جن میں فرمایا گیا کہ مدینہ پاک کی ایک نیکی کا ثواب پچاس ہزار ہے یا مکہ مکرمہ کی ایک نیکی کا ثواب ایک لاکھ ہے یا من سے مراد مومن ہے اور عام گناہ مراد ہیں، عام حالات میں مومن کے ایک گناہ کا عوض ایک سو ہے یا وہ بھی بخش دیا جائے لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں کہ مکہ معظمہ کا ایک گناہ ایک لاکھ ہے سبب انسان دونوں ہاتھ سیدھے کر کے پھیلائے تو داہنے ہاتھ کی انگلی سے بائیں ہاتھ کی انگلی تک کو باع کہتے ہیں یہ کلام تشبیلی طور پر ہے مطلب یہ ہے کہ اگر تم اخلاص کے ساتھ حضورؐ کے عمل کے ذریعے قرب الہی حاصل کرو تو رب تعالیٰ اپنے کرم سے بہت زیادہ رحمت کے ساتھ تم سے قریب ہوگا لہذا اعلیٰ کے جاؤ حضورؐ بہت نزدیک ہو گئے یہ کلام بطور مثال سمجھانے کیلئے ہے مطلب یہ ہے کہ تمہاری طلب سے ہماری رحمت سبقت لے گئی ہے، اگر تم ایسے معمولی اعمال کرو جن سے بدرجہم تم تک پہنچ سکو تو تم کو اپنے کرم سے بہت جلد اپنے دامن رحمت میں لے لیں اگر نہ یہ سے قرب ہماری کوشش سے ہوتا تو قیامت تک ہم اس تک نہ پہنچ سکتے، اس تمہارے اس کی رحمت سے ہے وہ یہاں شرک سے مراد کفر ہے، اور بخشش سے مراد مطلقاً بخشش ہے جلد ہو یا دیر سے یعنی مسلمان کتنا ہی گنہگار ہو، اس کی بخشش ضرور ہوگی خواہ پہلے ہی سے ہو جائے یا کچھ مزا دے کر اور ظاہر ہے کہ بخشش بقدر گناہ ہوگی، ایک گناہ کی بخشش بھی ایک، اور لاکھوں گناہوں کی بخشش بھی لاکھوں، مقصد یہ ہے کہ کوئی بڑے سے بڑا گنہگار بھی رحمت الہی سے ناامید نہ ہو بلکہ بخشش کی امید مرتبہ کرے، یہ مقصد نہیں کہ بخشش حاصل کرنے کے لئے خوب گناہ کرے کہ یہ تو خدا پر اس ہے اور اس کفر ہے لہذا یہ حدیث گنہگاروں کی

۳۔ یعنی مجھ تک پہنچنے کے بہت ذریعہ ہیں، اگر ان تمام ذرائع سے زیادہ محبوب ذریعہ ادا کئے مرائع ہے اسی لئے صوفیاء فرماتے ہیں کہ مرائع کے بغیر نوافل قبول نہیں ہوتے ان کی مانند یہ حدیث ہے افسوس ان لوگوں پر جو فرض عبادات میں سستی کریں اور نوافل پر زبردیں اور ہزار افسوس ان پر جو بھگت، چرس حرام کھانے بجانے کو خدا رمی کا ذریعہ سمجھیں نماز روزے کے قریب نہ جائیں لگے یعنی بندہ مسلمان فرض عبادات کے ساتھ نوافل بھی ادا کرتا رہتا ہے کہ وہ میرا پیارا ہو جاتا ہے کیونکہ وہ مرائع و نوافل کا جامع ہوتا ہے، مرقات، اس کا مطلب یہ نہیں کہ مرائع چھوڑ کر نوافل ادا کرے عجب سے مراد کامل محبت ہے، اس عبارت کا یہ مطلب نہیں کہ خدا تعالیٰ ولی میں حلول کر جاتا ہے جیسے کوئلہ میں آگ یا پھول میں رنگ و بو، کہ خدا تعالیٰ حصول سے پاک ہے اور یہ عقیدہ کفر ہے بلکہ اس کے جید مطلب ہیں، ایک یہ کہ ولی اللہ کے یہ اعضاء گناہ کے لائق نہیں رہتے ہمیشہ ان سے نیک کام اسی سرزد ہوتے ہیں اس پر عبادات

کتابخانه

وَجَدُوا قَوْمًا يَذْكُرُونَ اللَّهَ تَنَادُوا هَلُمُّوا إِلَى حَاجَتِكُمْ قَالَ فَيَحْفَظُونَهُمْ بِأَجْحَتِهِمْ إِلَى
السَّمَاءِ الدُّنْيَا قَالَ فَيَسْأَلُهُمْ رَبُّهُمْ وَهُوَ أَعْلَمُ بِهِمْ مَا يَقُولُ عِبَادِي قَالَ يَقُولُونَ يُسَبِّحُونَكَ وَ
يُكَبِّرُونَكَ وَيُحَمِّدُونَكَ وَيُجَدِّدُونَكَ قَالَ فَيَقُولُ هَلْ رَأَوْا قَالَ فَيَقُولُونَ لَا وَاللَّهِ مَا رَأَوْكَ
قَالَ فَيَقُولُ كَيْفَ لَوْ رَأَوْا قَالَ فَيَقُولُونَ لَوْ رَأَوْكَ كَانُوا اسْتَدْلَكَ عِبَادَةَ قَائِدِكَ لَمْ تَجِدْ جِدًّا
وَكَثْرَتِكَ تَسْبِيحًا قَالَ فَيَقُولُ فَمَا يَسْأَلُونَ قَالُوا يَسْأَلُونَكَ الْجَنَّةَ قَالَ يَقُولُ وَهَلْ رَأَوْهَا

کرتے پاتے ہیں تو ایک دوسرے کو پکارتے ہیں کہ اپنے مقصد کی طرف آؤ لے چنانچہ وہ فرشتے ان ذاکرین کو اپنے پرزوں میں ڈھانپ لیتے ہیں آسمان دنیا تک بھواتے
ہیں اگلے حضور نے فرمایا کہ رب تعالیٰ تو عظیم و خیر ہے مگر ان سے پوچھنا ہے کہ میرے وہ بندے کیا کہتے تھے کہ فرمایا عرض کرتے ہیں کہ تیری تسبیح و تکبیر تیری حمد اور
تیری بزرگیاں بیان کر رہے تھے کہ فرمایا رب تعالیٰ نے مجھے دیکھا ہے فرمایا وہ عرض کرتے ہیں تیری قسم انہوں نے تجھے کبھی نہیں دیکھا ہے فرمایا
وہ فرمایا ہے کہ اگر وہ مجھے دیکھ لیں تو کیا ہو فرمایا وہ عرض کرتے ہیں کہ اگر وہ تجھے دیکھ لیں تو تیری بہت عبادت کریں اور تیری بہت بڑائی بولیں اور تیری بہت
ای تسبیح کریں کہ فرمایا رب تعالیٰ فرماتا ہے وہ مانگتے کیا تھے عرض کرتے ہیں تجھ سے جنت مانگ رہے تھے فرمایا رب تعالیٰ فرماتا ہے کیا انہوں نے جنت دیکھی ہے

غرض کہ ہماری موت تو چھپنے کا دن ہے اور اولیاء و انبیاء کی وفات پیاروں سے ملنے کا دن اسی لئے ان کی موت کے دن کو عرس یعنی شادی کا دن کہا جاتا ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ
اللہ تعالیٰ کے ارادہ مشیت اور حکم کراہت میں بہت فرق ہے بعض چیزیں رب تعالیٰ کو ناپسند ہیں مگر ان کا ارادہ ہے بعض چیزیں پسند ہیں مگر ان کا ارادہ نہیں اگلے بیان فرشتوں سے
وہ فرشتے مرد ہیں جو ذکر اللہ سنتے پھر قرآن میں راستوں سے مسلمانوں خصوصاً ذاکرین کے ماسمہ مراد ہیں یعنی یہ فرشتے ذاکرین کے راستوں میں چکر لگاتے رہتے ہیں تاکہ ان کی زیارت
کریں اور ان سے اللہ تعالیٰ کا ذکر سنیں یعنی وقت سے پہلے وہ حضرات مجلس ذکر کے ارد گرد گھومتے رہتے ہیں یہ مطلب نہیں کہ انہیں ذاکرین اور ان کے مجلس کی خبر نہیں ہے خبری میں دھونڈتے
پھرتے ہیں بلکہ آؤ اور اذان ذکر میں کی زیارت کرو ان کی زبان سے اللہ رسول کا ذکر سنو معلوم ہو کہ دوسروں سے رسول کا ذکر سننا بھی محبوب ہے اور محفل میلاد شریف گیارہویں
شریف وغیرہ میں رحمت کے فرشتے شرکت کرتے ہیں کہ یہ بھی اللہ رسول کے ذکر کی مجلسیں ہیں **شعر :-**

فرشتے محفل میلاد میں رحمت کے آتے ہیں : رسول اللہ خود اس بزم میں تشریف لاتے ہیں

اس شعر کے پہلے مصرع کی اصل یہ حدیث ہے دوسرے مصرع کی اصل آئندہ احادیث میں آئے گی اگلے یعنی یہ فرشتے پر سے بنا کر ان مجلس والوں پر اس طرح چھا
جاتے ہیں جیسے رحمت کے بادل زمین پر اور یہ پر سے آسمان تک پہنچتے ہیں کہ بچے ایک پرہ اس کے اوپر دوسرا اس پر تیسرا اگلے مجلس ختم ہونے پر لوگ تو اپنے
گھروں کو لوٹ جاتے ہیں اور یہ فرشتے بارگاہ الہی میں حاضر ہو جاتے ہیں تب رب تعالیٰ ان سے یہ سوال فرماتا ہے مگر یہ سوال رب کی بے علمی سے نہیں بلکہ فرشتوں
کو اگلے حضروں پر گواہ بنانے کے لئے ہوتا ہے کہ یا تو بلا واسطہ یا بلا واسطہ اس طرح کہ تیرے محبوبوں کا عظمت سے ذکر کر رہے تھے اور تیرے دشمنوں کا حقارت
سے تذکرہ کرتے تھے جیسا کہ شروع باب میں عرض کیا گیا ہے بغیر دیکھے تیرے عاشق ہیں اللہ تعالیٰ محبوب حقیقی ہے کہ بغیر دیکھے دلوں میں اس کا عشق ہے اس
کا پر تو حضور اور صلے اللہ علیہ وسلم ہیں کہ آج ان کا دیکھنے والا کوئی نہیں عاشق جانا بنا کر دلوں میں یہ دونوں سوال تعجب کے اظہار کے لئے ہے
ہیں کہ جب میرے بندے تجھے بغیر دیکھے مرن میرے اوصاف سن کر میری ایسی دلہا ز عبادت کر رہے ہیں تو اگر تجھے دیکھ لیں تو ان کی غیبت و عبادت :-

فَيَقُولُونَ لَا وَاللَّهِ يَارَبِّ مَا رَأَوْهَا قَالَ يَقُولُ فَكَيْفَ نُرَاهَا قَالَ يَقُولُونَ نَوَافِلُهُمْ رَأَوْهَا
كَأَنَّا أَشَدَّ عَلَيْهِمْ حِرْصًا وَأَشَدَّ لَهَا طَلِبًا وَأَعْظَمَ فِيهَا رَجَبَةً قَالَ قَبِيضٌ يَتَعَوَّدُونَ قَالَ يَقُولُونَ
مِنَ النَّارِ قَالَ يَقُولُ فَمَلُ رَأَوْهَا قَالَ يَقُولُونَ لَا وَاللَّهِ يَارَبِّ مَا رَأَوْهَا قَالَ يَقُولُ
فَكَيْفَ نُرَاهَا قَالَ يَقُولُونَ نَوَافِلُهُمْ رَأَوْهَا أَشَدَّ لَهَا مَخَافَةً قَالَ
فَيَقُولُ فَأَشْهَدُكُمْ أَنِّي غَفَرْتُ لَهُمْ قَالَ يَقُولُ مَلَكٌ مِنَ الْمَلَائِكَةِ فِيهِمْ فَلَاكُنْ لَيْسَ

عرض کرتے ہیں یارب تیری قسم نہیں دیکھی سہ فرمایا رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر وہ جنت دیکھ لیں تو کیا ہو فرمایا وہ عرض کرتے ہیں کہ اگر وہ جنت دیکھ لیں تو اس کے بہت حیران اور بہت طلبگار اور اس میں بہت راجب ہو جائیں سہ فرماتا ہے کہ وہ کس چیز سے پناہ مانگ رہے تھے فرمایا وہ عرض کرتے ہیں آگ سے سہ فرمایا رب تعالیٰ فرماتا ہے تو کیا انہوں نے آگ دیکھی ہے فرمایا عرض کرتے ہیں یارب تیری قسم نہیں دیکھی فرمایا رب فرماتا ہے اگر وہ لوگ دیکھ لیں تو کیا ہو فرمایا عرض کرتے ہیں اگر وہ لوگ دیکھ لیں تو اس سے بہت بھاگیں اس سے بہت ڈریں سہ فرمایا پھر رب فرماتا ہے میں تمہیں گواہ کرتا ہوں کہ میں نے ان سب کو بخش دیا ہے فرمایا کہ ان فرشتوں میں سے ایک عرض کرتا ہے کہ ان میں فلاں بھی تھا جو ذکر والوں سے نہ تھا :۔

کا کیا حال ہو اس میں اشارہ فرمایا جا رہا ہے کہ اسے فرشتہ تو تم نے تو کہا تھا انسان خور نیز یہاں سے مرگادیکھو انہیں انسانوں میں ایسے غازی ذکر کی تو میں جس سے سارا عالم چھپا ہوا ہے اور عالم شہادت یعنی دنیا کے ہزار ہا جہانوں میں گرفتار ہیں مگر کبھی رب کے ذکر و پرستار میں معلوم ہوا کہ ایمان بالغیب رب تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے لہذا حق س کراس پر ایمان لائے اور اس کے طلبگار ہو گئے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ جنت پیدا ہو چکی ہے جو لوگ کہتے ہیں کہ بعد قیامت پیدا ہوگی غلط کہتے ہیں اس کی مکمل بحث ہماری تفسیر فی الجملہ اول اور اسرار الاحکام میں ملاحظہ فرمائیے اس سے معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ سے جنت مانگنا بڑا نہیں، ان عرق جنت حاصل کرنے کے لئے عبادت کو نابرابر ہے عبادت غفور رضائے الہی کے لئے چاہیے جنت اس کے فضل سے ملے گی یعنی پھر نور لوگ جنت کی طلب میں ناکام دنیا میں بھیجیں زن و فرزند کو بھول بھیجیں کیونکہ معاشرہ خیر سے نیا ہو تو کیا ہے معلوم ہوا کہ انسانوں سے جنت چھپانے میں ہزار حکمتیں ہیں اگر جنت دکھادی جاتی تو کوئی شخص کوئی دنیاوی کام نہ کرنا سہ یعنی دوزخ کی آگ سے خیال رہے کہ فرشتے نہیں کہتے کہ دوزخ سے پناہ مانگ رہے تھے کیونکہ دوزخ میں داخلہ تو قیامت کے بعد ہو گا مگر آگ کا عذاب مرتے ہی شروع ہو جاتا ہے اس لئے آگ کے عذاب سے پناہ مانگنا چاہیے قرآن کریم نے جو جامع و عام کو سکھائی ہے اس کے آخر میں ہے وَقَدْ عَذَابُ النَّارِ نَزْدُ دُوزَخِ کے ٹھنڈے طبقوں میں بھی آگ ہی کا عذاب ہے گرم طبقوں میں آگ کے قرب سے عذاب ہے ٹھنڈے طبقوں میں آگ کی دوری سے عذاب جیسے دنیا میں گرم سرد موسموں میں سورج کی دوری و نزدیکی سے سردی گرمی ہوتی ہے سہ اس طرح کہ پھر تو دوزخ کے خوف سے دنیا میں عیش و آرام بھول جائیں ہمیشہ روتے رہیں کبھی نہ ہمیشیں معلوم ہوا کہ اگر وہ عالم ظاہر کو دیکھ جائے تو یہ عالم پناہ ہو جائے اگر رب تعالیٰ کا نظارہ یہاں ہو جائے تو کوئی کاقر نہ رہے :۔

کفر و اسلام کے جھگڑے ترے چھپنے سے بڑھے :۔ تو اگر پردہ اٹھا دے تو قوی تو ہو جائے

ہے گزشتہ ساری گفتگو اسی آخری جگہ کے لئے تھی کہ فرشتوں کو ان ذاکر و ممنوں کی بخشش پر گواہ بنانا تھا خیال رہے کہ رب تعالیٰ نے یہ نہ فرمایا کہ ان کے گناہ بخشتا ہوں کہ اس میں شبہ ہو تا کہ شاید پچھلے گناہ بخشے گئے بلکہ فرمایا انہیں بخشتا ہوں یعنی آئندہ گناہوں سے بچنے کی توفیق دوں گا اور اگر کبھی ان سے کوئی گناہ ہو

فَمِنْهُمْ أَنَّمَا جَاءَ لِحَاجَةٍ قَالَ لَهُمُ الْجَلَسَاءُ لَا يَشْقَى جَلِيسُهُمْ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَفِي رِوَايَةٍ مُسْلِمٌ قَالَ
 إِنَّ لِلَّهِ مَلَائِكَةً سَيَّارَةٌ فَضُلَا يَتَّبِعُونَ فَجَالِسَ لَذِكْرٍ فَإِذَا وَجَدُوا مُجْلِسًا قَبِيزَ ذِكْرٍ قَعَدُوا وَأَمَّا هُمْ
 وَحَفَّ بَعْضُهُمْ بَعْضًا بِأَجْنَحَتِهِمْ حَتَّى يَكْمَلُوا وَأَمَّا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ السَّمَاءِ الدُّنْيَا فَإِذَا اتَّفَقُوا
 عَرَجُوا وَصَعِدُوا إِلَى السَّمَاءِ قَالَ فَيَسْأَلُهُمُ اللَّهُ وَهُوَ أَعْلَمُ مِنْ أَيْنَ جِئْتُمْ فَيَقُولُونَ

وہ تو کسی کام کے لئے آیا تھا کہ رجب فرما کر میں ایسے ہمیشہ ہیں کہ ان کے ساتھ بیٹھ جائیو لا محذور نہیں رہنا ہے بخاری، اور مسلم کی روایت میں
 ہے کہ حضور نے فرمایا کہ اللہ کے کچھ فرشتے پہلے پھر گھومنے والے ہیں جو ذکر کی مجلسوں کو دیکھتے رہتے ہیں کہ جب کوئی ایسی مجلس پائیں جہاں ذکر ہو تو ان کے
 کے ساتھ بیٹھ جاتے ہیں لہذا بعض بعض کو اپنے پردوں سے گھیر لیتے ہیں کہ ان لوگوں اور آسمان دنیا کے درمیان فضا بھر دیتے ہیں لہذا پھر جب لوگ بکھر
 جاتے ہیں کہ تو وہ فرشتے آسمان پر پہنچ جاتے ہیں کہ فرمایا کہ رب تعالیٰ عظیم و خیر ہے مگر ان سے پوچھا ہے کہاں سے آ رہے ہو تو وہ عرض کرتے ہیں : : : :

بھی جائے گا تو اس کی بخشش کا آج ہی فیصلہ کئے دیتا ہوں اگناہ بخشا اور بے گناہ کو بخشا کچھ اور جہاں گناہگار کو بخشا گیا ہے
 لہذا یعنی ذکر اللہ سنتے دیا تھا بلکہ کسی کام کو جاری تھا، راستہ میں یہ مجلس نظر پڑی تو کچھ دیر کے لئے بیٹھ گیا یا کھڑے کھڑے کچھ ذکر میں لیا یہ عرض و مغرور میں اس کو
 بخشانے کے لئے ہے معلوم ہوا کہ فرشتے ذکر کرنے کے لئے خیر خواہ ہیں ہم کو بھی چاہیے کہ ان کے لئے دعا ہے خیر کیا کریں، وہ اہل الخیرات میں بعض دعائیں فرشتوں کے لئے بھی آتی ہیں،
 ہمیں ان سے کام لینا ہے، ان سے تعلق رکھنا چاہیے لہذا یعنی ان مجلس والوں کو تو ذکر کی وجہ سے بخش دیا اور اس گزرنے والے کو ان اچھوں کی صحبت کی برکت سے بخش دیا موصوفیاً
 کرام فرماتے ہیں کہ نیک صحبت ساری عبادات سے افضل ہے دیکھو صحابہ کرام سارے جہان کے اولیاء اسے افضل ہیں، کیوں، اس لئے کہ صحبت یافتہ جناب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ
 وسلم ہیں، صحابہ کرام کتنا بھی بہتر ہو گیا اور دنیا کی صحبت کی برکت سے، فرقات نے فرمایا کہ اللہ کی صحبت اختیار کرو، اگر نہ ہو سکے تو اللہ کے پاس رہنے والوں کی صحبت کرو،
 مولانا فرماتے ہیں شفعہ

ہر خواہد ہم نشینی با خدا : : : : : اولشید در حضور اولیاء

لہذا یعنی ان فرشتوں کے ذمہ سوائے اس گھومنے پھرنے کے اور کوئی ذمہ نہیں بعض صوفیاء ہمیشہ سفر میں رہتے ہیں جہاں عرس و غیر مجلس ذکر ہوتی ہیں شرکت کرتے ہیں
 ان کا تہذیب حدیث ہے، برقات، فضل بعض نوحوں میں ان کے پیش من کے قریب ہے یعنی دوسرے فرشتوں سے افضل لہذا اس طرح کہ اس ٹوٹی چٹائی پچھلے فرش پر بیٹھ
 جاتے ہیں ذاکرین میٹھے ہیں کوئی اعلیٰ جگہ نہیں دھونڈتے تاکہ انہیں فیض دیں اور ان سے فیض لیں لہذا بعض فرشتے ان بعض انسانوں کو یا بعض فرشتے بعض فرشتوں
 کو اپنے پردوں سے ڈھانپ لیتے ہیں کیونکہ دلیہ اوپر والوں کے پردوں کے سایہ میں ہو جاتے ہیں لہذا معلوم ہوا کہ ذاکرین کی آواز آسمان تک پہنچتی ہے کہ دہاں
 تک کے فرشتے سنتے ہیں جبکہ بجلی کے ذریعہ آج انسانی آواز ہزار بائیس پہنچتی ہے، تو نورانی آواز کہاں تک پہنچے گی کہ اس طرح کہ مجلس ختم ہو جاتی ہے اور لوگ اپنے اپنے
 گھروں یا کاموں کو چلے جاتے ہیں کہ کیونکہ یہ فرشتے تو مرت مجلسی ذکر سنتے آتے ہیں، کیوں کا ذکر سننا ان کا کام نہیں اس

کے لئے دوسرے فرشتے ہیں اس سے بھی معلوم ہوا کہ ذکر بالجہ ذکر خفی سے افضل ہے

یہ حدیث حضرات قادر بر حیثیہ کی دلیل ہے حضرات نقشبندیہ کی دلائل دوسری احادیث و آیات ہیں : : : : :

جِئْنَا مِنْ عِنْدِ عِبَادِكَ فِي الْأَرْضِ لِيَسْئَلُونَكَ وَيَكْبُرُونَكَ وَيَهْلِكُونَكَ وَيُحْجِدُوكَ وَ
يَسْأَلُونَكَ قَالَ وَمَاذَا يَسْأَلُونِي قَالُوا يَسْأَلُونَكَ جَنَّتِكَ قَالَ وَهَلْ رَأَوْا جَنَّتِي قَالُوا
لَا أَيْ رَبِّ قَالَ وَكَيْفَ لَوْ رَأَوْا جَنَّتِي قَالُوا وَيَسْتَجِيرُونَكَ قَالَ وَمَا يَسْتَجِيرُونِي قَالُوا مِنْ
نَارِكَ قَالَ وَهَلْ رَأَوْا نَارِي قَالُوا لَا قَالَ فَكَيْفَ لَوْ رَأَوْا نَارِي قَالُوا يَسْتَغْفِرُونَكَ وَقَالَ
فَيَقُولُ قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ فَاعْطَيْتُهُمْ مَا سَأَلُوا وَاجْتَرْتُهُمْ مِمَّا اسْتَجَارُوا قَالَ يَقُولُونَ رَبِّ
فِيهِمْ فَلَا نِعْبَدُكَ خَطَاؤُا وَلَنَا مَذَاجُ فَجَاسَ مَعَهُمْ قَالَ فَيَقُولُ وَلَكِنَّ غَفَرْتُ لَهُمُ الْقَوْمَ لَا

ہم تیرے ان بندوں کے پاس سے آگے میں ہوز میں تیری تسبیح تکبیر تہلیل کر رہے تھے لہذا تیری حمد و ثنا کرتے تھے تجھ سے دعا کیں مانگ رہے تھے رب فرماتا ہے وہ مجھے
مانگے کیا بغیر عرض کرتے میں تیری جنت مانگتے تھے فرماتا ہے کیا انہوں نے میری جنت دیکھی ہے عرض کرتے ہیں یا رب نہیں فرماتا ہے اگر وہ میری جنت دیکھ لیں تو کیا ہو عرض کرتے
ہیں مولانا تیری پناہ مانگتے تھے فرماتا ہے کس چیز سے میری پناہ مانگتے تھے عرض کرتے ہیں تیری آگ فرماتا ہے انہوں نے میری آگ دیکھی ہے عرض کرتے ہیں نہیں فرماتا ہے اگر میری آگ دیکھ
لیں تو کیا ہو عرض کرتے ہیں کچھ معافی مانگتے تھے فرماتا ہے یا رب فرماتا ہے میں نہیں بخش دیا ہوں جس پناہ مانگتے ہیں میں اس میں کچھ عیب لگاؤں گا فرماتا ہے عرض
کرتے ہیں یا رب اللہ میں فلاں بندہ بڑا گنہگار تھا وہ ان پر گزرتے ہوئے ان کے ساتھ بھی گیا تھا فرمایا رب فرماتا ہے میں اسے بھی بخش دیا ہوں ایسی قوم ہے جن کا :

سے وہ فرشتے ان بندوں کے نام اور جگہ کا پورا پر عرض کرتے ہیں، سبحان اللہ ان لوگوں اور اس جگہ کے بھاج جاک جاتے ہیں، کہ ذکر الہی کی برکت سے معصوموں کی زبان پر
بارگاہ الہی میں ان کے نام آجاتے ہیں، مبارک ہیں دینی مدرسے اور خانقاہیں جہاں ہمیشہ ہی اللہ کا ذکر رہتا ہے۔

شعر :-

زہے مسجد و مکتب و خانقاہ ہے کہ در دے بود قیل و قال محمدؐ

تجھے خیال رہے کہ جنت کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف بھی ہوتی ہے جیسے یہاں ہے کیونکہ رب تعالیٰ جنت کا خالق اور حقیقی مالک ہے اور کبھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم
کی طرف ہوتی ہے کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بطائے الہی جنت کے مالک ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّا آتَيْنَاكَ الْكِتَابَ اور کبھی مسلمانوں کی طرف کیونکہ یہ
لوگ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ سے اس کے مستحق ہیں انہی کی خاطر بنائی گئی ہے۔

شعر :-

مسلمانوں کو کوئی غلہ سے روکے تو کیوں روکے یہ امت ہے محمدؐ کی وہ جنت ہے محمدؐ کی

سے مسلم بخاری کی روایتوں میں فرق یہ ہوا کہ بخاری کی روایت میں تعویب کا اظہار بھی مذکور ہے اور فرشتوں کا جواب بھی مگر مسلم کی روایت میں فرشتوں کا جواب مذکور نہیں
صرف اظہار تعویب کا ہی ذکر ہے فرشتے جواب دیتے ہیں مگر یہاں اس کا ذکر نہیں ہے اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان ایسے موقعوں پر خصوصیت سے آخرت کی نعمتیں مانگیں صرف
دنیا مانگنا اچھا نہیں آخرت مانگو دنیا اتنا رائے خود بخود مل جائے گی پھر پتے انشاء اللہ خود مل جائیں گے گلدستہ میں پھول بغیر پتے کے نہیں ہوتے ہے معلوم ہوا کہ فرشتے ہر بندے
کو بھی پہچانتے ہیں اور ہر شخص کے تمام نیک و بد اعمال کی پوری پوری خبر رکھتے ہیں اور ہر شخص کے ہر ادا دے سے باخبر ہیں در نہ انہیں کیا خبر ہوتی کہ یہ بندہ کون ہے، نیک ہے یا
بد ہے یہاں کس ارادہ سے آیا ہے جب ان فرشتوں کا یہ حال ہے تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کا کیا پوچھنا :

يَشْفِيهِمْ جَلِيسُهُمْ ۖ وَعَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ الرَّبِيعِ الْأَسَدِيِّ قَالَ لَقِيَنِي أَبُو بَكْرٍ فَقَالَ كَيْفَ
 أَنْتَ يَا حَنْظَلَةَ قُلْتُ نَافِقٌ حَنْظَلَةُ قَالَ سُبْحَانَ اللَّهِ مَا تَقُولُ قُلْتُ نَكُونُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكُونُ بَالِدًا زَارًا وَالجَنَّةَ كَأَنَّا رَأَى عَيْنٍ فَإِذَا أَخْرَجْنَا مِنْ عِنْدِ رَسُولِ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَافَسْنَا الْأَزْوَاجَ وَالْأَوْلَادَ وَالصِّبْيَاتِ نَسِينَا كَثِيرًا قَالَ أَبُو بَكْرٍ قَوْلَ اللَّهِ
 إِنَّا لَنَلْقَى مِثْلَ هَذَا فَإِن طَلَقْتُ أَنَا وَأَبُو بَكْرٍ حَتَّى دَخَلْنَا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مختص ہیں یہی برغیب نہیں ہوتا کہ روایت ہے حضرت حنظلہ ابن ربیع اسیدی سے کہ فرماتے ہیں مجھے حضرت ابو بکر صدیق علیہ السلام نے پوچھا حنظلہ کیسے ہو میں بولا کہ حنظلہ تو منافق
 ہو گیا ہے فرمایا سبحان اللہ کیا کہہ رہے ہو کہ میں بولا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوتے ہیں حضور جنبت و دوزخ کا ذکر ہمیں سناتے ہیں گویا وہ دوزخ
 کا ہیے انکو کے سامنے ہیں ہمیں یہی کہہ رہے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہے میں تو یہی کہوں ہاں واسباب میں کھل کر بہت سا بھول جاتے ہیں کہ حضرت ابو بکر علیہ السلام
 کی قسم ہم سب ہی کو یہ درپیش رہتا ہے کہ ہم میں اور حضرت ابو بکر صدیق علیہ السلام کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں پہنچے ۛ

۱۔ جب عام ذکروں کی مجلس کی یہ برکت ہے تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پاک کیسی بابرکت ہوگی ان کا نام لیوا بھی برغیب نہیں ہوتا۔ **شعر**

سلام اس پر کہ جس کے ذکر سے میری نہیں ہوتی ۛ سلام اُس پر کہ جس کی بزم میں قسمت نہیں ہوتی

دیکھو ایک گنہگار ان ذاکرین کی مجلس میں ایک اُن کے لئے آیا تو بخشا گیا، تو جو حضرات سایہ کی طرح حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے ان کی مغفرت میں
 شک کیسا ان کے متعلق رب تعالیٰ نے اعلان فرمادیا وکَلَّمَ اللَّهُ نَحْسًا لَهُ يَخْطُبُهُ غَسِيلٌ مَلَكٌ لَمْ يَبْسُجْ، بلکہ دوسرے صحابی ہیں، جو کاتب وحی تھے اسیدی ابن
 عمرو ابن تمیم کی اولاد سے ہیں، بڑی عمر پائی حضرت امیر معاویہ کے زمانہ میں آپ کی وفات ہوئی تھے یعنی میری حالت منافقوں کی سی ہوئی کہ میں یکسانیت نہیں
 یہاں نفاق سے اعتقادی نفاق مراد نہیں جیسا کہ اگلے معنوں سے معلوم ہو رہا ہے اور نہ اس کلام میں کفر یا نفاق کا اقرار ہے آپ کا یہ قول اتہابی
 خوف خدا پر مبنی ہے، اقرار کفر تو کفر ہے، مگر اقرار گناہ جو خوف خدا سے ہو میں تقویٰ ہے حضرت یونس علیہ السلام نے عرض کیا تھا اِنِّیْ کُنْتُ مُّیْمِنٌ
 اَظْلَمَیْنِ حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا، جیسے ان بزرگوں کو ظالم نہیں کہا جاسکتا، ایسے ہی ان صحابی کو اس کلام کی بنا پر حامی
 یا منافق نہیں کہا جاسکتا، لہذا یہ حدیث رد افہام کی دلیل نہیں بن سکتی بلکہ تم سے نفاق کو کیا نسبت تم صحابی رسول ہو کاتب وحی ہو اپنے کلام کا مطلب
 خود بیان کر دہے یعنی اس وقت ہم کو خوف و امید اس درجہ کی ہوتی ہے گویا ہم جنت و دوزخ دیکھ کر اس سے ڈر رہے ہیں اور اُسے چاہ رہے ہیں معلوم ہو
 کہ صحابہ کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں میں یقین نصیب ہو جاتا تھا نہ معلوم حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ان کی نماز کیسی ہوتی ہوگی، اللہ تعالیٰ
 ان کی تحفہ کچھ ہم کو بھی نصیب کرے، یہ فیعات صیدۃ کی جمع ہے فیعمہ وہ چیز ہے جس سے روزی وابستہ ہو اکثر زمین، باغات کھیتی باڑی کو فیعمہ
 کہا جاتا ہے مطلب یہ ہے کہ ہم پر گھنیز منج کر کچھ غفلت طاری ہو جاتی ہے، دل کا حال وہ نہیں رہتا جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس پاک میں ہوتا
 ہے، دل کا کیساں حال نہ رہتا ہی حال کی منافقت ہے کہ فیعمہ یہ اختلاف حال صرف تمہارا ہی نہیں بلکہ ہم تمام صحابہ کا ہے، تو کیا ہم سب منافق ہو گئے
 کیسے ہو سکتا ہے جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھیں ۛ

فَقُلْتُ نَافِقَ حَنْظَلَةَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا ذَاكَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ نَكُونُ عِنْدَكَ تَذْكُرُنَا بِالنَّارِ وَالْجَنَّةِ كَأَنَّا رَأَى عَيْنٍ فَإِذَا أَخَذَجْنَا مِنْ عِنْدِكَ عَافَسْنَا الْأَزْوَاجَ وَالْأَوْلَادَ وَالصَّبِيغَاتِ نَسِينَا كَثِيرًا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي تَفْسِي بِبَيْتٍ لَوْ تَدُوْمُونَ عَلَى مَا تَكُونُونَ عِنْدِي وَفِي الذِّكْرِ لَصَافَتْكُمْ الْمَلَائِكَةُ عَلَى فُرُشِكُمْ وَفِي طَرَفِكُمْ وَلَكِنْ يَا حَنْظَلَةُ سَاعَةً وَسَاعَةً ثَلَاثَ مَرَّاتٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ الْفَصْلُ الثَّانِي عَنْ أَبِي الدُّدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُبَدِّلُوا خَيْرَ أَعْمَالِكُمْ

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ حنظلہ تو منافق ہو گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نقدہ کیا ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم آپ کے پاس ہوتے ہیں آپ ہمیں جنت و دوزخ کا ذکر کریں سنانے میں گویا وہ ہماری آنکھوں کے آگے ہیں بلکہ آپ کے پاس ہم نکلے ہیں تو یوں بچوں مال و اسباب میں مشغول ہو جاتے ہیں بہت کچھ بھول جاتے ہیں تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس خدا کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان جو تمہارا حال میرے پاس ہوتا ہے اگر اس پر بیشمار ہو تو فرشتے تمہارے بستروں پر تمہارے راستوں میں تم سے مصافحہ کیا کریں یہ لیکن حنظلہ تو منافق لڑی تین بار فرمایا ہے مسلم، فصل، دوسری، روایت ہے حضرت ابی الدرداء سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا میں تمہیں ایسے بہترین اعمال نہ بتا دوں

سہ یہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان سے علم غیب گویا علم شمول بن جاتا تھا بعض علماء کی تقریر میں سامعین کو ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے واقعہ کے پورے ہیں، بار بار ذکر معراج، ذکر ہجرت وغیرہ میں ایسا دیکھا گیا ہے یہ بیان و اظہار کا کمال ہے سہ بھول جانے سے مراد ہے توجہ تمام نہ رہنا نہ کہ حفظ کا مقابل، لہذا حدیث پر اعتراض نہیں کر جب صحابہ کا اعتقاد تھا کہ دوزخ کا فوراً حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان بھول جاتے تھے تو ان سے روایت حدیث کیوں ممکن رہتی سہ دینی الذکر کا وہاں واقعہ ہے اور یہ حال کا بیان ہے اور ذکر سے مراد ہے شاہدہ و توجہ تمام یعنی تمہارے قلب کا جو حال میری مجلس میں ہوتا ہے اور جب کشف و مشاہدہ و میثاقی یہاں ہوتی، اگر ایسی ہی ہوتی ہے کہہ لیے تو فرشتے تم سے علانیہ طور پر باتیں مصافحہ کیا کریں ورنہ صحابہ کرام سے فرشتے مصافحہ بھی کرتے تھے اور ملاقاتیں بھی مگر دوسری شکلوں میں وہ یعنی زندگی کی بعض گھڑیاں دینی اہمک کہتے رہیں اور بعض گھڑیاں دنیاوی کاروبار کیلئے تاکہ دوزخوں جہاں آباد و قائم رہیں، ایک ہندی شاعر نے کیا خوب کہا

تو دنیا میں ایسا ہو رہا جوں مرغابی سا گر میں : ڈگر پہ اپنے ایسے جانا جوں چت تاری گا گر میں

مرقاۃ دریائیں اگر تیرنے والا جوں رہن جاتی ہے اور ہوا میں پہنچ کر پرندہ بہناری عورت دو گھڑے سر پہ ایک گھڑا نعل میں بیٹے دوسرا ہاتھ میں لٹکائے اپنی سہیلیوں سے باتیں کرتی راستے طے کرتی ہے، ایک وقت راستہ پر بھی نظر رکھتی ہے اور گھڑوں کا دھیان بھی اور سہیلی کی طرف توجہ بھی ایسے ہی مسلمان مسجد میں پہنچ کر فرشتہ صفت بن جائے، بازار میں جا کر غلطی درجہ کا ناچھو دنیا دین دونوں کو سنبھالے، خالق و مخلوق سب کے حقوق ادا کرنا ہوا زندگی کا راستہ طے کرے، سبحان اللہ کیا نفیس تعلیم ہے موصیائے کرام فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں کی ہر ساعت اللہ کے ذکر میں گزرتی ہے کہ دنیاوی کاروبار انہیں ذکر اللہ سے غافل نہیں کرتے اور بعض لوگوں کے ہاں لیسیم ہوتی ہے کہ بعض گھڑیاں رب تعالیٰ کے ذکر میں اور بعض گھڑیاں دنیاوی مشغلہ میں، صحابہ کرام میں بھی انہیں دو قسم کے حضرات تھے حضرات جن

فَاِذَا كَا هَا عِنْدَ مَلِيْكِكُمْ وَاَرْفَعْهَا فِي دَرَجَاتِكُمْ وَخَيْرٌ لَّكُمْ مِّنْ اِنْفَاقِ الذَّهَبِ وَالْوَرَقِ وَخَيْرٌ لَّكُمْ
مِّنْ اَنْ تَلْقَوْاْ اَعْدَاكُمْ فَتَضَرَّبُوْا اَعْنَاقَكُمْ قَالُوْا بَلٰی قَالَ ذِكْرُ اللّٰهِ وَاهْلُ مَالِكٍ
وَاَحْمَدُ وَالتَّزْمِيْنُ وَاِنْ مَّا جَآءَ اِلَّا اَنْ مَّالِكًا وَقَفَّ عَلَى اَبِي الدَّرْدَاءِ وَكَفَّنَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ بُسَيْرٍ
قَالَ جَاءَ اَعْرَابِيٌّ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَيُّ النَّاسِ خَيْرٌ فَقَالَ طُوبٰى لِمَنْ حَالَ
عُمُرُهُ وَحَسَنَ عَمَلُهُ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَيُّ الْاَعْمَالِ اَفْضَلُ قَالَ اِنْ تَفَارَقَ الدُّنْيَا وَ

جو رب کے نزدیک بہت سخرے اور تمہارے درجے بہت بلند کرنے والے اور تمہارے لئے سونا چاندی خیرات کرنے سے بھی بہتر ہیں اللہ اور تمہارے لئے اس سے بھی بہتر ہو کہ تم کو دشمن کے ہاتھوں سے مار دیا اور وہ تمہیں شہید کریں صحابہ عرض کیا یا رسول اللہ فرمایا وہ عمل اللہ کا ذکر ہے اللہ مالک احمد ترمذی ابن ماجہ، مگر مالک فی حدیث حضرت ابو الدرداء پر موقوف کی سلاہ روایت ہے حضرت عبداللہ بن بسر سے کہ فرماتے ہیں کہ ایک بدوی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا عرض کیا کہ میں شخص چاقو باریزہ ہوں جس کی عمر بڑھ کر ہو اور اعلیٰ چھے ہوں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کو نسا اعلیٰ افضل ہے فرمایا یہ کہ دنیا کو اس حال میں چھوڑ دو کہ ۰ ۰ ۰

دوسری جہالت سے تھے اس لئے اُن سے یہ فرمایا گیا، اسی لئے حضرت متعلقہ سے خطاب فرمایا، صدیق اکبر سے خطاب نہ فرمایا کہ حضرت صدیق پہلی جہالت سے تھے ۰
لے یعنی برائی و ملی عبادات سے افضل ہوں لہ اگر یہاں ذکر اللہ سے مراد زبانی ذکر ہے تو اس کی افضلیت کی وجہ یہ ہے کہ ذکر اللہ بلا واسطہ رب تعالیٰ تک پہنچاتا ہے اور دوسری عبادتیں بالواسطہ اور ظاہر ہے کہ بلا واسطہ پہنچانے والا بالواسطہ سے افضل ہے، اور اگر ذکر سے مراد قلبی و دلی ذکر اللہ ہے، تو ظاہر ہے کہ یہ ذکر دلی عبادت ہے اور دوسری عبادات برائی عبادات اور ظاہر بادشاہ ہے اچھا، اس کی رعایا، بادشاہ کا عمل بھی رعایا کے اعمال سے افضل ہے، اسی لئے رب تعالیٰ نے قرآن کریم میں ذکر اللہ کے بڑے درجے بیان فرمائے کہ فرمایا فاذا ذکرونی اذک کہ تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا حدیث قدسی ہے ۱۰ (نا جلیس میں ذکر فی میں اپنے ذکر کا ہفتین ہوں ۱۰ اس سے معلوم ہوا کہ بعض آسان عمل مشکل عملوں سے درجہ میں بڑھ جاتے ہیں دیکھو ذکر اللہ آسان ہے اور جہاد دشوار مگر ثواب میں ذکر اللہ بڑھ گیا مگر یہ اُس جہاد کا ذکر ہے جو اللہ کی یاد سے خالی ہو لیکن اگر بات حق میں تلوار اور زبان پر ذکر یا رہو تو سبحان اللہ سب سے بہتر شیخ نے فرمایا کہ بعض لازم عمل متعدی عمل سے بہتر ہو جاتے ہیں جیسا یہاں ہوا ۰ صوفیاء فرماتے ہیں کہ جہاد میں کافروں کو مارا جاتا ہے اور ذکر اللہ میں نفس و شیطان کو اسی لئے ذکر اللہ جہاد اکبر ہے کہ اس میں دل کا تزکیہ ہے پھر ذکر میں بعض ذکر دوسرے ذکروں سے افضل ہیں جیسے تلاوت قرآن شریف دوسرے شریف دوسرے اذکار سے بہتر ہیں لہ یعنی موطا امام مالک میں تو یہ حدیث موقوف ہے، اور باقی محدثین کے ہاں مرفوع اسے حاکم نے بھی مستدرک میں مرفوعاً ہی نقل فرمایا لہ آپ خود اور آپ کے والد کبیر آپ کے بھائی عطیہ آپ کی بہن معقا تمام صحابہ ہیں یہ حضرات ایک ساتھ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کھانا کھلایا اور ان کے لئے کدو خیر فرمائی شام میں سب سے آخر صحابی آپ ہی ہیں (استدعا ۱۰) ظاہر یہ ہے کہ یہ فرمان خیر ہے اور طوبی سے مراد مژدہ و خوشخبری ہے بعض نے فرمایا کہ یہ کلام دعا ہے اور طوبی سے مراد جنت کا مشہور و نعت طوبی ہے یعنی جس کی عمر دیر اور اعمال نیک ہوں، خدا کرے اسے طوبی و نعت ملے مگر یہ خلاف ظاہر ہے (مرقات ۱) ۰

لِسَائِكَ رَطْبٌ مِّنْ ذِكْرِ اللَّهِ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا مَرَّ بِمَدِيْنَةٍ فَارْتَعَوْا قَالُوا وَمَا رِيَاضُ لُجْنَةٍ قَالَ حَلَقُ الذَّكَرِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَكَفَى ابْنُ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَعَدَ مَقْعَدَ التَّوْبَةِ يَذْكُرُ اللَّهَ فِيهِ كَانَتْ عَلَيْهِ مِنَ اللَّهِ تَزِدَةٌ وَمَنْ ضُطَّجَ مَضْطَجِعًا لَا يَذْكُرُ اللَّهَ فِيهِ كَانَتْ عَلَيْهِ مِنَ اللَّهِ تَزِيدَةٌ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ قَوْمٍ يَقُومُونَ مِنْ مَجْلِسٍ لَا يَذْكُرُونَ اللَّهَ فِيهِ إِلَّا قَامُوا عَنْ وَثَلٍ أَيْ جَفَّتْ جَوَارِ وَكَانَ عَلَيْهِمْ حَسْرَةٌ

تمہاری زبان اللہ کے ذکر سے تر ہوئے احمد ترمذی مروایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تم جنت کی کیا ریاض سے گزر دو تو کہو چریا کر دیکھ لوگوں کو چھا جنت کی کیا ریاض فرمایا ذکر کے حلقے سے ترمذی مروایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مجلس میں بیٹھے جس میں اللہ کا ذکر نہ کرے تو وہ اس کے لئے اللہ کی طرف کھسرت و خسار ہوگی اور جو کسی خواہ گاہ میں بیٹھے کہ انہیں اللہ کا ذکر نہ کرے تو یہی اس پر اللہ کی طرف سے ندامت ہوگی اسے ابو داؤد مروایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی کوئی قوم یا جماعت نہیں جو کسی مجلس سے بغیر اللہ کا ذکر کے اٹھ جائے مگر وہ مراد اگر کھسکی مثل سے اٹھتے ہیں وہ اور یہ ان پر کھسرت ہوتی ہے

لہذا چھوڑنے سے مراد مرتبہ یعنی جب تمہیں موت آئے تو تمہاری زبان اللہ کے ذکر میں چل رہی ہو، یا بھی ایسی چل چکی ہو لہذا اس میں وہ لوگ بھی داخل ہیں جنکی زبان مرتے وقت بند ہوتی ہے مگر بند ہونے وقت ذکر اللہ پر بند ہونی چاہیے مطلب یہ ہے کہ اللہ کا نام بآسانی اس کی زبان پر جاری ہو تو مکر کی کو آگ نہیں ملتی اور ترمذی کا کو وہ بھی کی آگ نہ ہوگی اللہ اللہ حق تعالیٰ ایسی موت نصیب کرے، بعض علماء نے فرمایا کہ ذکر قلبی سے ذکر زبانی بہتر ہے اسی دلیل پر حدیث بھی ہے کہ ذکر زبانی نامرغال میں رکھا جائے جسکے ذریعے گواہ ہوتے ہیں اور ذکر قلبی کی تحریر ہوتی ہے نہ گواہی مرقات نے یہاں فرمایا کہ طبرانی میں روئے مآئیت نقل فرمائی کہ حسنہ اور حسنہ اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر خشک و تر چیزوں کے پاس ذکر اللہ کرتے کر یہ چیزیں تمہارے ایمان کی گواہ ہوں نہ معلوم ہوا کہ ذکر اللہ خدا اور معانی ہے اور ذکر کے حلقے روحانی سہرہ زار حب انسان باطن کھیت سے گزرتا ہے تو کچھ کھاتا ہے لہذا جب ذکر اللہ پر گزرتے تو کچھ ذکر کرے یا سہ سے اس سے دو سکے معلوم ہوئے ایک یہ کہ ذکر الہی کے مجلسوں میں جاننا وہاں شرکت کرنا بہتر ہے، لہذا میلاد شریف، درس قرآن، گیارہویں پاک اور عرس بزرگان میں شرکت افضل، دوسرے یہ کہ ذکر اللہ کے لئے حلقے بنا کر بیٹھا افضل ہے، نماز میں صغیر کھڑے ہو کر فرشتے صغیر جنت حاضر رہتے ہیں اور ذکر اللہ کے حلقے بنا کر صغیر جنتی لوگ حلقے بنا کر بیٹھا کر گئے رب تعالیٰ فرماتا ہے دیھاف علیہم بانیہ من فضتہ واکو اب، تیسرے یہ کہ اکیلے ذکر سے جماعت میں ذکر کرنا اور سنا افضل ہے اس سے ذکر بالجہر کا ثبوت ہوا، اگر مجمع کے ذکر میں ایک کا ذکر بھی قبول ہوا تو سب کا قبول ہو گا لہذا اس حدیث میں مجلس سے مراد ہر جگہ مجلس ہے جو کہ گندگی وغیرہ سے خالی ہو لہذا افضل ہے حاجت کی مجلس، اسی طرح شراب خوردن کی مجلس اس سے مستثنیٰ ہے ان مقولوں پر خدا تعالیٰ کا نام لیتا ہے اے بی، مطلب یہ ہے کہ جب کسی دینی یا دنیاوی مجلس میں بیٹھا اور جب بھی سونے کے بہتر پردہ ہو تو اللہ کا ذکر مزدور کر لو ورنہ کل قیامت میں ان اوقات کے ضائع ہو جائے رکھ، انوس ملے بعض لوگ ہر وقت درود شریف پڑھتے رہتے ہیں ان کی اصل یہ حدیث ہے، مومن کی

رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُدَ: وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا جَلَسَ قَوْمٌ مُجَلِّسًا لَمْ يَذْكُرُوا اللَّهَ فَبِهِ وَلَمْ يُصَلُّوا عَلَى نَبِيِّهِمْ إِلَّا كَانَ عَلَيْهِمْ تَبَةٌ فَإِنْ شَاءَ عَذَابُهُمْ وَإِنْ شَاءَ غُفِرَ لَهُمْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ: وَعَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ كَلَامٍ ابْنُ آدَمَ عَلَيْهِ لَالَهُ إِلَّا أَمْرٌ مَعْرُوفٌ أَوْ نَهْيٌ عَنْ مُنْكَرٍ أَوْ ذِكْرُ اللَّهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ: وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

احمد ابو داؤد اور دانت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں میں کوئی قوم کسی مجلس میں نہ تو اللہ کا ذکر کرے اور نہ اپنے نبی پر درود پڑھے لے مگر مجلس اُن پر حسرت ہوگی اگر رب چاہے انہیں اس پر عذاب اور اگر چاہے بخش دے سکے ترمذی روایت ہے حضرت ام حبیبہ فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان کا ہر کلام اس پر وبال ہے مگر سوائے اچھے باتوں کے حکم یا مبری باتوں سے منع کرنے کے یا اللہ کے ذکر کے مکہ ترمذی ابن ماجہ اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے روایت ہے حضرت ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کوئی حالت ذکر اللہ سے خالی نہ چاہیے ہے یعنی گویا یہ قافلہ لوگ مردار گدھا کھاکر اٹھے جو بیدار بھی ہے اور حقیقی اور اپنی زندگی حقاقت میں مشہور بھی ہے اور شیطان کا منظر بھی کہ اس کے بولنے پر لاجول پڑھی جاتی ہے، غرض کہ اللہ کے ذکر سے خالی مجلسیں مردار گدھے کی طرح ہیں اور ان میں شرکت کرنے والے اس مردار کے کھانے والے ہیں، الحمد للہ تمہیں کی کوئی مجلس اللہ کے ذکر سے خالی نہیں ہوتی، وعدہ سے پرانا اللہ کہتا ہے چھیک پر الحمد للہ، چھائی پر لاجول ولا توفہ الا باللہ، غم کی خبر پر ان اللہ عرض کہ بات بات پر اللہ تعالیٰ کا نام لیتا ہے درود ہو اس واقعہ شرجن والے پر صلوٰۃ ہو اس غمخوار امت پر جس نے ہماری زندگی سنبھال دی اور ہماری مجلسیں اللہ کے ذکر سے آباد کر دیں صلی اللہ علیہ وسلم

لے اگرچہ ذکر اللہ میں درود شریف بھی داخل تھا، مگر چونکہ درود شریف ذکر اللہ کی بہترین قسم ہے اس لئے اس کا ذکر خصوصیت سے کیا گیا، کیونکہ درود پاک میں اللہ کا نام بھی ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی آل اولاد کو دہائیں بھی ملے اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ عموماً مجلسوں میں حضور غیبت وغیرہ گناہ ہو جاتے ہیں، اگر ان میں حمد و صلوٰۃ وغیرہ بھی ہوتی رہے تو اس کی برکت سے یہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور اگر مجلس ان خیر ذکروں سے خالی ہو تو گناہ تو پا گیا، کفارہ نہ ادا ہوا لہذا اب پکڑو اور سزا کا سخت اندیشہ ہے، وفات نے فرمایا کہ اس جملہ میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے ولو انهم اذ ظلموا انفسهم آلا یہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بھی معاف گناہ کا ذریعہ ہے، اس جملہ سے اشارہ یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر مجلس میں اللہ رسول کا ذکر ہو تو اس کے گناہ یقیناً بخشے جائیں گے رب تعالیٰ کا وعدہ ہے سہ کیونکہ ہمارے کلام یا تو گناہ ہوتے ہیں جن کا معاف ہونا ظاہر ہے یا عیبت دے یا فائدہ جو دوسرے میں داخل ہیں یہ بھی وبال ہوتے اور جائز کلام بھی جب فائدہ اور ثواب سے خالی ہوئے، تو آخرت میں ہم کو وبال محسوس ہونگے جیسے سفر میں غیر ضروری سامان۔ لہذا حدیث بالکل واضح ہے خیال رہے کہ کل قیامت میں عیبت کام ہم پر سوار ہونگے اور نیک کاموں پر ہم سوار ہونگے لہذا عیبت بھی وبال ہے لکھ کہ یہ تینوں نیکیاں وبال نہیں بلکہ نیک اعمال ہیں پہلی دو نیکیاں متعدی ہیں اور آخری تیسری نیکی لازم اگرچہ تبلیغ سمی اللہ کا ذکر ہی ہے مگر وہ بالواسطہ ذکر ہے اور یہاں بلا واسطہ ذکر مراد ہے اس لئے اس کا ذکر علیحدہ فرمایا ذکر اللہ میں سارے اذکار الہی داخل

نے ذکر اللہ کے بغیر زیادہ باتیں نہ کر دیں کیونکہ بغیر ذکر اللہ نہ زیادہ باتیں دل کی کھتی ہے بلکہ اور لوگوں میں سب سے زیادہ اللہ سے دور سخت دل والا ہے بلکہ ترمذی روایت ہے حضرت ثوبان سے فرماتے ہیں جب یہ آیت اتری کہ جو لوگ سنا چاندی جمع کرتے ہیں انھیں تو ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی سفر میں تھے بعض مہاجر نے فرمایا کہ سونے چاندی کے متعلق تو یہ آیت نازل ہوئی بلکہ اگر ہمیں پتہ لگ جائے کہ کونسا مال اچھا ہے تو ہم وہی جمع کرتے ہیں حضور نے فرمایا بہترین مال ذکر زبان شکر دل اور مومنہ مہوی ہے جو ایمان میں اس کی مدد کرے بلکہ احمد، ترمذی، ابن ماجہ، فضل

ہیں تلاوت قرآن ہو یا درود شریف یا کوئی اور ذکر خیر و مقامات اسلئے یہاں زیادہ باتوں سے مراد بیکار باتیں ہیں جن کا کوئی فائدہ نہ ہو لہذا تجارتی باتیں گھر پر مفید باتیں جتنی بھی ہوں زیادہ باتوں میں شامل نہیں کئے محنتی دل کا انجام یہ ہوتا ہے کہ اس میں وعظ و نصیحت اثر نہیں کرتا کبھی انسان اپنے گزشتہ گناہوں پر رونا نہیں آیات ہمیں میں پڑھیں گے کہ تانا اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے زیادہ کلام اور بہت ہندوں کو سخت کرتا ہے اور زیادہ ذکر اللہ یا اللہ والوں کی صحبت موت کی یاد، آخرت کا دھیان قبرستان کی زیارت دل میں برقی پیدا کرتی ہے کئے یہاں دل سے مراد دل والا ہے یعنی سخت دل والا آدمی دنیا میں بھی اللہ سے دور ہے اور آخرت میں بھی اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں محنتی دل کی بہت برائیاں بیان فرمائی ہیں فرماتا ہے ثم تستقلو کجہ فحیٰ کالحیۃ اور فرماتا ہے اَلَمْ یَکُنْ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِکْرِ اللّٰهِ حِیَّتْ تَکُوْبَاحْت ہے کچھ نہیں بن سکتا ہے مگر جب نرم ہو گیا تو ایسے جس طرح چاہو ڈھالو اور جو چاہو اس کا بنا لو یوں ہی سخت دل نہ مومن بن سکے نہ عارف نہ متقی نہ پرہیزگار مگر دل نرم ہو کر دلی غوث و قطب سب کچھ بن جاتا ہے، لو ہا نرم کرنے کے لئے یہ آگ چاہیے اور دل نرم کے لئے عشق کی آگ درکار ہے رب تعالیٰ نصیب کرے پھر فقط عشق کی آگ کافی نہیں، بلکہ ساتھ میں کسی کا ریکہ کے ہفتوں طے کی جھوٹ بھی ضروری ہے، مصرع چوں بے صاحب دل رسی گو ہر شوی، غرض کہ دل کے لئے آگ عشق تو نرم کرنے والی چیز ہے صحبت نیک عمدہ سانچہ ہے، نگاہ مرد کا بل کارگیر کا ہنر ہے ان نین چیزوں سے قلب کچھ کا رآمد بنتا ہے کئے یعنی اس آیت سے ہمیں معلوم ہو گیا کہ سونا چاندی جمع کرنا دوزخ کا ذریعہ ہے اور ان چیزوں کے بغیر دنیاوی کام چلنا نہیں اب کیا کریں شہ اور ضرورت کے وقت اسکی کام نکالنے کہہ دنیاوی ضروریات بغیر مال پوری نہیں ہوتیں، یہ حضرات غالباً یہ سمجھے تھے کہ مطلقاً سونا چاندی جمع کرنا حرام ہے، حالانکہ آیت میں زکوٰۃ دینے والوں کا ذکر ہے انہی کی برائی بات ہو رہی ہے کئے یہ جواب حکیمانہ ہے کہ سالکیں نے تو مال کے متعلق سوال کیا تھا مگر جواب میں وہ چیز ارشاد ہوئی جو مال سے بھی زیادہ مفید ہے کیونکہ مال سے جسم کا نفع ہے اور ان چیزوں سے روح و ایمان کو فائدہ خیال رہے کہ ایمان سے مراد دینی کام ہیں یعنی وہ بیوی جو مرد کو زنا، چوری، بدکاری، جھوٹے وغیرہ سے بچائے، نماز و روزے کا پابند بنادے، وہ بیوی بھی اللہ کی رحمت ہے :-

الثَّالِثُ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ خَرَجَ مَعُونِي عَلَى حَلْقَتِي فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ مَا أَجْلَسَكُمْ قَالُوا
جَلَسْنَا نَذْكُرُ اللَّهَ قَالَ اللَّهُ مَا أَجْلَسَكُمْ إِلَّا ذَلِكَ قَالُوا اللَّهُ مَا أَجْلَسَنَا غَيْرَهُ قَالَ أَمَا إِنِّي
لَمْ أَسْتَحْلِفْكُمْ نَهْمَةً لَكُمْ وَمَا كَانَ أَحَدٌ بِمَنْزِلَتِي مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقَلَّ
عَنْهُ حَدِيثًا مِنِّي وَإِنْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ عَلَى حَلْقَةٍ مِنْ أَحْشَابِهِ فَقَالَ مَا
أَجْلَسَكُمْ هُنَا قَالُوا جَلَسْنَا نَذْكُرُ اللَّهَ وَنُحَمِّدُهُ عَلَى مَا هَدَانَا لِلْإِسْلَامِ وَمَنْ بِهِ عَلَيْنَا قَالَ

تیسری روایت ہے حضرت ابو سعید نے فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہ مسجد میں ایک حلقہ پر گزرتے رہے پوچھا تمہیں یہاں کس چیز نے بیٹھایا ہے وہ بولے ہم اللہ کا ذکر کرنے
بیٹھے ہیں اللہ فرمایا کیا خدا کی قسم تمہیں اسی چیز نے بیٹھایا ہے بولے اللہ کی قسم ہیں اس کے سوا کسی اور چیز نے نہ بیٹھایا ہے اللہ فرمایا میں نے تم پر نعمت کی بنا پر تم سے قسم خالی
نہیں لی کوئی نہیں جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے صحابہ کے ہونے کے بعد وہ آپ کے احادیث سے زیادہ کم روایت کرے ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے حلقہ پر تشریف لائے
تو پوچھا تمہیں یہاں کس چیز نے بیٹھایا ہے وہ بولے ہم اللہ کا ذکر کرنے بیٹھے ہیں اس کا شکر کرتے ہیں کہ اس نے ہمیں اسلام کی ہدایت دی ہم پر بڑا احسان کیا ہے فرمایا

اللہ کو کچھ لوگ مسجد نبوی یا کسی اور مسجد میں ذکر اللہ کے لئے حلقہ بناتے بیٹھتے تھے نماز کے انتقال میں نہ بیٹھتے تھے کیونکہ اس وقت صوفیہ بہت بیٹھ چکے تھے حلقہ بنانا منع ہے، لہذا یہ حدیث
حلقہ بنانے کی ممانعت کی حدیث کے خلاف نہیں بلکہ اس طرح کہ ایک صاحب ذکر فرماتے ہیں کہ میں اور باقی حضرات سن رہے ہیں کہ باقیوں نے حلقہ کی مجلس ہے یا باری باری سے ہر شخص ذکر و
کر دے یا سب مل کر طیبہ وغیرہ پڑھ رہے ہیں بلکہ پہلے اللہ اصل میں اور اللہ تعالیٰ عزہ استغفار میرا دعا و قسم، دعا و کوائف سے بدل دیا گیا اور لفظ اللہ کو جبر ہے بعض نسخوں
میں زبردستی ہے اسکی دوسری توجیہ ہے ایسے کیا خدا کی قسم تم لوگ صرف ذکر کرنے ہی بیٹھے ہو دوسرے اللہ کی اصل عبارت یہ ہے اِدْعُوا نَفْسَكُمْ تَقْسِمًا بِاللَّهِ لَكُمْ یَعْنِیْ تِلْكَ حَضْرَتِ
کو جھوٹا سمجھ کر قسم نہی ہے آپ حضرات صحابہ میں صحابہ سب عاقل ہیں بلکہ ادائے سنت کے لئے قیسم ہی ہے کہ کیونکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سالابھی ہوں کہ حضرت ام
حبیبہ رضی اللہ عنہا کا جہلی ہوں اور کتاب دہی بھی ہوں اسی لئے مولانا مردم نے حضرت امیر معاویہ کو مسلمانوں کا ماموں فرمایا مگر روایت حدیث بہت کم کرتا ہوں احتیاط کے لئے
دیکھو حضرت ابو بکر صدیق عمر بن خطاب اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم کے ساتھ رہے مگر آپ نے نوائے حدیث بہت کم فرمائیں اس حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ حضرت
امیر معاویہ کو حضرت ابو بکر صدیق و عمر فاروق سے بھی زیادہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے قرب رہا ہو بلکہ آپ جن لوگوں سے خطاب کر رہے ہیں یا جو آپ کے
زمانہ میں صحابہ موجود تھے ان کے مقابلہ میں اپنی جزوی فضیلت قرب بیان فرما رہے ہیں اخیال رہے کہ جن صحابہ نے حدیث کی روایت بالعموم یا کتب صحیحہ میں روایت
زیادہ روایت کرتے تھے اور جن کے نزدیک روایت بالعموم یا کتب صحیحہ میں روایت کرتے تھے، حضرت امیر معاویہ دوسری جماعت سے ہیں بلکہ معلوم ہوا
کہ اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہدایت ایمان ہے، اور سب سے بڑا احسان حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن پاک ہاتھ آجانا ہے، خود فرماتے ہیں جلی
عَلَيْكُمْ أَنْ هَذَا كَقَوْلِ الْإِيمَانِ أَوْ فَرَاتِهِ لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ جَعَلَ فِيهِمْ رَسُولًا، ایمان اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف
آوری کے سوا کسی اور نعمت پر رب تعالیٰ نے لفظ حق ارشاد نہیں فرمایا شاعر

رب اعطی کی نعمت پہ اعطی درود : حق تعالیٰ کی منت پہ لاکھوں سلام

اللہ مَا اجْلَسَكُمْ اِلَّا ذَلِكَ قَالُوا اللّٰهُ مَا اجْلَسَنَا اِلَّا ذَلِكَ قَالَ اَمَّا اِنِّیْ اَمْ اسْتَخْلِفَكُمْ تَهْمَةً لَّكُمْ
وَلَكِنَّهُ اَتَانِیْ جِبْرِیْلٌ فَاخْبَرَنِیْ اَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ یُبَاہِیْ بِكُمْ الْمَلَائِكَةُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ
عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُسْرِ اَنَّ رَجُلًا قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنْ شَرَّ رَیْعٍ اِلَّا سَلَامٌ قَدْ كَثُرَتْ عَلَیَّ فَاخْبَرَنِیْ
یَسْحُ اَتَشَبَّتْ بِہِ قَالَ لَا یَزَالُ لِسَانُكَ رَطْبًا مِنْ ذِکْرِ اللّٰهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ وَابْنُ مَاجَہٍ وَقَالَ
التِّرْمِذِیُّ هَذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ وَعَنْ ابْنِ سَعْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَمِعَ
اَنِّی الْعِبَادِ اَفْضَلَ وَارْفَعَ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ یَوْمَ الْقِیَمَةِ قَالَ الذَّاكِرُونَ اللّٰهُ كَثِیْرًا وَّ

کیا خدا کی قسم تمہیں مرنے سے بچایا ہے وہ بولے اللہ کی قسم ہم کو اس کے سوا کسی اور چیز نے نہیں بچایا یا فرمایا میں نے تم پر تمہمت رکھتے ہوئے تمہیں قسم سے
لے لیکن میرے پاس جبریل آئے انہوں نے مجھ سے کہا کہ اللہ تم سے فرشتوں پر فخر کر رہا ہے سہ مسلم، روایت ہے حضرت عبداللہ بن بسر
سے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ اسلام کے احکام شرعیہ بہت ہیں سہ مجھے کوئی ایک بات ایسی بتادیں جسے میں مضبوط نفاذ
لوں فرمایا تمہاری زبان اللہ کے ذکر میں تر رہے سہ ترمذی، ابن ماجہ، ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن غریب ہے سہ روایت ہے حضرت ابو سعید
سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہنچ گیا کون بندے اللہ کے نزدیک افضل اور نیا مت دن بلند درجے دے دیں سہ فرمایا اللہ کا بہت ذکر کرنے والے اور

یہی معلوم ہوا کہ اسلام اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے شکریہ کے لئے مجلسیں کرنا محض بنا کر بیٹھا صفت صحابہ ہے یہ حدیث قیاس، میلاد شریف
کی اصل ہے سہ کیونکہ ہر مومن پر عموماً اور صحابہ کرام پر خصوصاً بدگانی کرنا جائز نہیں، بلکہ یہ قسم نہیں تمہاری عظمت و عزت کے اظہار کے لئے ہے سہ
اس طرح کہ فرشتوں سے فرمان ہا ہے میرے ان بندوں کو دیکھو کہ نفس و شیطان کے تسلط میں ہیں، دنیاوی رکاوٹیں موجود ہیں، شہوت و غضب رکھتے ہیں
اتنی رکاوٹیں ہوتے ہوئے سب پر لات مار کر میرا ذکر کر رہے ہیں، یقیناً تمہارے ذکر سے میرا ذکر افضل ہے چوتھے فرشتوں ہی نے انسان کی شکایت کی تھی
کہ وہ خون ریز و فسادى ہو گا اس لئے انہیں کو یہ سنایا جا رہا ہے کہ دیکھو اگر انسان میں فسادى ہیں تو ایسے نمازی و غازی بھی ہیں جو نفس و شیطان
و طغیان کفار سب سے ہی جہاد کرتے رہتے ہیں سہ جو تفصیل دار مجھے یاد نہیں ہو سکتے وہ تجھ پر غالب ہیں، معلوم ہوا کہ مکمل عالم بنا فرض نہیں بلکہ فرض کفایہ
ہے، ورنہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں تمام مسائل سیکھنے کا حکم دیتے سہ غالباً مسائل کا سوال و نوافل کے متعلق تھا، اس لئے انہیں یہ جواب
دیا گیا، مقصد یہ ہے کہ ہر وقت زبان پر کوئی ذکر اللہ جاری رہے معلوم موت کب آجائے، جب بھی ملک الموت تمہاری جان لکائے آئیں تو تمہیں
خافل نہ پائیں، اللہ تعالیٰ ایسی زندگی نصیب کرے، مطلب فرما کر اشارۃً بتایا کہ جیسے ترک لڑی آگ میں نہیں جلتی ایسے ہی اللہ کا ذکر زبان کی تری ہے جس
سے بندہ و درخ میں نہ جل سکے گا سہ یہ حدیث ابن عباس، ابن ابی شیبہ اور حاکم نے بھی روایت کی لہذا سبحان اللہ کیسپا پیرا اور جامع سوال ہے کہ
ایسا بندہ کون ہے جس کا ثواب بھی زیادہ ہو اور قرب الہی بھی زیادہ خیال ہے کہ ثواب اور ہے قرب و درجہ کچھ اور اگر بادشاہ کسی موقع پر ایک سپاہی کو لکھ
یہ انعام دیدے اور وزیر کو کچھ نہ دے اس وقت اگرچہ انعام سپاہی سے زیادہ مگر درجہ زیر ہی کا زیادہ ہے ۛ

الذَّاكِرَاتُ قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَنِ الْغَازِي فِي سَبِيلِ اللَّهِ قَالَ لَوْ ضَرَبَ سَيْفِهِ فِي الْكُفَّارِ وَ
الْمُشْرِكِينَ حَتَّى يَنْكَسِرَ وَيَخْتَصِبَ دَمًا فَإِنَّ الذَّاكِرَ لِلَّهِ أَفْضَلُ مِنْهُ دَرَجَةً رَوَاهُ أَحْمَدُ وَ
التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
الشَّيْطَانُ جَائِثٌ عَلَى قَلْبِ ابْنِ آدَمَ فَإِذَا ذَكَرَ اللَّهَ خَسَّ وَإِذَا خَفَلَ وَسَّوَسَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ
تَعْلِيقًا وَعَنْ مَالِكٍ قَالَ بَلَغَنِي أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ ذَاكِرُ اللَّهِ فِي

بہت ذکر کرنے والی عورتیں ملے عرصہ میں کیا گیا یا رسول اللہ اللہ کی راہ کا غازی کون ہے سے فرمایا اگر غازی مشرکین اور کفار پر تلوار اترتی چلائے کہ تلوار ٹوٹ جائے اور فتنوں
میں نہ لگ جائے تب بھی اللہ کا ذکر کرنا والا اس سے درجہ میں زیادہ ہو گا کہ احمد و ترمذی اور ترمذی نے فرمایا بعد میں غیب ہے روایت ہے حضرت ابن عباس سے
فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شیطان انسان کے دل پر چڑھتا رہتا ہے جسے جب انسان اللہ کا ذکر کرتا تو مٹ جاتا اور جب انسان غافل ہوتا تو وہ دوسرے
ہے نہ بخاری تعلیقاً روایت ہے حضرت مالک فرماتے ہیں مجھے خبر پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ غافلوں میں اللہ کا ذکر کرنے ۴

لے ذکر سے مراد زبان و دل کے سارے ہی ذکر میں خصوصاً وہ ذکر جو احادیث خریفہ میں مذکور ہیں کہ وہ دوسرے ذکروں سے بہتر ہیں اس سے معلوم ہوا کہ ذکر اللہ باری
ثواب کا بھی ذریعہ ہے اور زیادتی قرب الہی کا بھی وسیلہ ہوگا دنیا کی نعمتیں ذکر اللہ سے ملتی ہیں، زیادتی ذکر سے مراد ہے کہ اسکے اکثر اوقات ذکر میں گھرے ہوں دوسرے
مشغلوں کیلئے بہت کم وقت بچے و مرقعات و لمعات اللہ بعض غازی قیمت کے بعض حکم جتنی کی سرفراز سے بعض اپنی شجاعت دکھانے بعض اسلام پھیلانے کیلئے کفار پر
جہاد کرنے ہیں ان سب میں فی سبیل اللہ غازی کون ہے سہ اس طرح کہ غازی اپنے خون میں تھک جائے جیسے شہید ہو جائے، غلامہ یہ کہ شخص غازی بھی درجہ اول کا ہو اور
شہید بھی اچھے مرتبہ کا کہ اس کی وجہ ظاہر ہے کہ ذکر مقصودی عبادت ہے اور جہاد غیر مقصودی عبادت کیونکہ جہاد اللہ کا ذکر پھیلانے کیلئے تو رہتا ہے نیز جہاد غازی کا کام آدم
ذکر اللہ میں ہے اللہ کا نام اور یقیناً رب قائلے کا نام ہمارے کام سے بہتر ہے نیز جہاد کی جزا جنت اور ذکر اللہ کی جزا ہے ذکر عبدہ رب تعالیٰ فرماتا ہے غازی کوئی ذکر کہو یہاں
درجہ سے مراد معنی درجہ ہے نہ کہ شخصی درجہ یعنی ذکر خدا ہر سے بدرجہا بہتر ہے اشارۃً یہ بھی فرمایا گیا کہ بوقت جہاد غازی اللہ کا ذکر کرتا رہے کوئی نماز حتی المقدور پڑھو گئے
ہاتھ میں تلوار نہ رہیں پر ذکر یا رب ہو پھر سبحان اللہ کیا پوچھنا ہے ظاہر یہ ہے کہ شیطان سے مراد قرین شیطان ہے جو ہر انسان کے ساتھ الگ الگ ایک شیطان
رہتا ہے ابلیس مراد نہیں، وہ تو ان تمام شیاطین کا منظم ہے، یعنی شیطان کی منزل انسان کا دل ہے جہاں وہ ایسا چمٹا رہتا ہے، جیسے شہید سے جسمی خیال
رہے کہ غافل کے دل پر شیطان کی منزل ہے اور کافر کے دل میں شیطان کا گھر ہے، اس جگہ ابن آدم سے مراد غافل مسلمان ہے نہ کہ کافر جیسا کہ اگلے حصہ
سے ظاہر ہے سہ اس سے معلوم ہوا کہ دوسرے سے غفلت نہیں آتی بلکہ غفلت سے دوسرے آتے ہیں، لہذا ذکر اللہ دوسروں کا علاج ہے یہاں ذکر سے
مراد مسلمان کا ذکر اللہ ہے نہ کہ کافر کا کہنے لیں سے شیطان تو ایمان سے نکلے گا، بغیر ایمان اگر سارا قرآن بھی پڑھ لے شیطان نہ نکلے گا، کیونکہ مسافر کو
منزل سے ہٹانا آسان ہے مگر کسی کو اس کے گھر سے نکلانا مشکل، غلامہ یہ ہے کہ مومن کا دل مالا مال گھر ہے شیطان چور ہے غفلت تاریکی ہے اور ذکر اللہ نور
درخشانی، چور ہمیشہ اندھیرے میں آتا ہے اُجیا لا ہوتے ہی بھاگ جاتا ہے، مومن کو چاہیے کہ اپنے دل کے گھر میں ذکر اللہ کا اُجالا رکھے تاکہ اس چور سے اس

رہے، یوں تو ہر ذکر اللہ دفع دوسرے کے لئے مفید ہے، مگر لا حول شریف اور اذان دفع شیطان کے لئے اکسیر ہے، اسی لئے بعد از من قبر پر اذان پکی جاتی ہے کہ مرے سے شیطان دور رہے اور
اسے دوسرے نہ دے تاکہ مردہ امتحان میں کامیاب ہو سکے، امام ہک رحمتہ اللہ علیہ تیغ نابلی ہیں لہذا اس حدیث میں اول کے دوران ہی چھوٹ گئے، نابلی اور صحابی مگر کوئی حرج نہیں امام
ہک جیسے محدث کی ایسی احادیث مقبول ہیں جب امام بجائی کی تعلیق معتبر ہے تو امام کی اتنی وجہ اتم تر ہے کہ مرے غازی کا کہے تا بدے جاگدین کی پانی جگہ دنا رہے جسے کہ مارتے
ماتے خود شہید ہو جائے وہ بڑے درجہ والا ہے ایسے ہی عاقل مسلمان بھگوانے غازی ہیں ان میں اکیلا یہ ذکر بڑا بہادر تھا ہر ذکر میں ذکر اللہ کرنا
آسان ہے مگر جب لا حول لگندہ ہو پھر صاف رہنا بہت مشکل ہے لہذا جیسے باغبان کے دل میں اس ہری شاخ و ہرے و رخت کی بڑی قدرت ہے ایسے ہی رب تعالیٰ کی
بارگاہ میں ایسے ذکر کی بڑی منزلت ہے لہذا میرے گھر اور غافل دل میں ملت، غیبت و غور ہے، ماجیلے گھر اور ذکر دل میں نور ہے، حضور ہے اور سرور ہے اللہ بذکر
اللہ تعلق اللہ لب لکھ یا خواب میں یا جاگتے ہوئے، جیسے بعض صحابہ نے کہا میں شہادت سے پہلے جنت دیکھ لی اور لوگوں کو خبر دی یا بوقت جاگنی کہ ملک الموت
پہلے سے اس کا جتنی گھر دکھاتے ہیں پھر وہی نکالتے ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے اُولَئِكَ مَتَّذِلٌ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ اَلَا تَخَافُوْنَ اَلَا تَحْذَرُوْنَ اَدَّ اَبْشَرُوْا بِمَا بَجَحْتُمْ
اَللّٰہِیْ کُنْ تَحُوْ کُوْعُدُوْنَ یہ حدیث اس آیت کی تفسر ہے، خیال رہے کہ ذکر دل کو مرنے و منت جنت دکھائی جاتی ہے، اور عاشقوں کو نزع میں محبوب
صلی اللہ علیہ وسلم کا جمال دکھاتے ہیں جس سے سبب شدت نزع بالکل محسوس نہیں کرتا، جیسے مصری عورتوں کو جمال یوسفی دیکھ کر مانعہ ٹٹے کا درد محسوس
نہ ہوا ہے کیونکہ ذکر اللہ کی برکت سے انسان کو عذاب سے امن ملتی ہے اور عا نور دل کو بھی، لہذا ذکر سے سب ہی فائدہ اٹھاتے ہیں، اس لئے ان
سب کی بقدر اسے ثواب ملتے ہے لہذا معلوم ہوا کہ ذکر اللہ دفع عذاب کے لئے اکسیر ہے، اسی لئے بید موت میت کو زیادہ تر ختم شریف وغیرہ کا ثواب
پہنچاتے ہیں کہ اگر میت عذاب میں ہو تو اس ذکر کی برکت سے نجات پا جائے ذکر اللہ بیان مطلق فرمایا گیا خواہ انسان خود کرے یا کوئی دوسرا ذکر کر کے
سے بخشنے حدیث شریف میں ہے کہ اگر بارہ ہزار بار کلمہ طیبہ پڑھ کر کسی کو کشا جائے تو اسے عذاب سے رہائی ملتی ہے اسے مولوی محمد قاسم صاحب دیوبند

وَالْتَفَهَدْنِي وَإِنْ مَاجَةٍ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يَقُولُ أَنَا مَعَ عَبْدِي إِذَا ذَكَرَنِي وَتَحَرَّكَتْ بِي شَفَعَتَاهُ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّكَ كَانَ يَقُولُ لِكُلِّ شَيْءٍ صِفَالَةٌ وَصِفَالَةُ الْقُلُوبِ ذِكْرُ اللَّهِ وَمَا مِنْ شَيْءٍ أَبْجَى مِنْ عَذَابِ اللَّهِ مِنْ ذِكْرِ اللَّهِ فَالْتَوُوا وَلَا الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ قَالَ وَلَا أَنْ يُضْرَبَ بِسَيْفٍ حَتَّى يَنْقُطَ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي الدَّعَوَاتِ الْكَبِيرَةِ كِتَابُ أَسْمَاءِ

نورہدی ابن ماجہ نے روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں اپنے بندے کے ساتھ رہتا ہوں جبکہ وہ میرا ذکر کرتا ہے اور میرے نام سے ایک جوت لگتے ہیں میں نے بخاری روایت ہے حضرت عبد اللہ ابن عمر سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ حضور فرماتے تھے کہ ہر چیز کی صیقل ہے اور دونوں کی صیقل اللہ کا ذکر ہے سہ اور کوئی چیز ذکر اللہ سے بڑھ کر عذاب الہی سے نجات نہیں دیتی صی بنے عرض کیا کہ اللہ کی راہ میں جہاد فرمایا بلکہ نہ یہ کہ غازی اپنی تلوار سے کفار کو مارے جتنے کہ تلوار ٹوٹ جائے سہ یعنی دعوات کبیرہ اللہ تعالیٰ کے ناموں

نے بھی اپنی کتب تحذیر الناس میں نقل فرمایا ہم بھی پہلے بخوار مرگات عرض کر چکے ہیں یہ حدیث اگرچہ موقوف ہے مرفوع کے حکم میں ہے جیسا کہ محدثین کا قاعدہ ہے کہ یہ حدیث احمد لم یروا ابن ابی شیبہ نے فرمایا روایت کی سہ یعنی جب تک بندہ میرا ذکر نہ کرتا ہے میں رحمت کرم سے محبت سے توفیق خیر سے اس کے ساتھ رہتا ہوں خیال رہے کہ خدا تعالیٰ ربوبیت سے ہر بندے کے ساتھ ہے قبر و غضب سے ہے دنیوں کے ساتھ ہے رحمت عامہ سے ہر دوس کے ساتھ ہے رحمت خاصہ سے ہر ذاکر کے ساتھ ہے اور اپنے نور و تجلے سے حضور اور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ ہونے میں بہت وسعت ہے یہ ہر ایمان قرآن کریم کی مختلف آیتوں میں مذکور ہیں اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ذکرین کے پاس رہنا خدا تعالیٰ کے پاس رہنا ہے سہ و نیادی الجھنیں اور گناہ آئینہ دل کو میلا کرتے رہتے ہیں اور ذکر اللہ اس میں کو دور کر کے اس آئینہ کو شفاف بناتا رہتا ہے اگر انسان گناہ نہ کرے اور پھر ذکر اللہ کرے تو دل پر ایسی پالش ہوتی ہے کہ سارا عالم اس دل میں نظر آتا ہے جیسے گھر کا سارا سامان دیوار میں لگے ہوئے شفاف آئینہ میں پھر بندہ عالم کے ہر ذرہ کو کون و وسعت کی طرح دیکھتا ہے، حضور غوث پاک فرماتے ہیں **تسعد** :-

نظرت الی بلاد اللہ جمیعاً کخرد لیت علی حکم اتصال

قرآن کریم فرما رہا ہے کہ آصف بخانیہ شام سے جیلے ہوئے تخت بطنیس گویں میں بغداد دیکھ بھی لیا اور اٹھ بھی لائے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہادند کی جنگ کو دیکھ بھی لیا اور حضرت ساریہ کو نقشہ جنگ کھا بھی دیا، یہ سب صفائی دل کے کرشمے ہیں ہر چیز کی صفائی علیحدہ ہے کپڑے کی صفائی صابن سے ہو چہ کی صیقل سے اور دل کی صفائی ذکر اللہ سے ہے یعنی تم تو صرف جہاد کو کہہ رہے ہو، اگر مجاہد اول درجے کا غازی بھی ہو تہمید بھی ذکر اللہ کے درجے کو نہیں پہنچتا اس کی وجہ پہلے بیان کی جا چکی ہے، یہاں منقطع کا فاعل یا تو تلوار ہے یا غازی یعنی تلوار ٹوٹ جائے یا غازی کی زندگی کا تلوار ٹوٹ جائے ذکر اللہ کے جو معنی عرض کئے گئے ہیں وہ یاد رکھنا کہ اللہ کا ذکر یہ بھی ذکر اللہ اس کے محبوب بندوں کا عظمت سے ذکر یہ بھی ذکر اللہ ہے، اس کے دشمنوں کا بربائی سے ذکر یہ بھی ذکر اللہ ہے، لہذا ہر وقت درود شریف پڑھنے والا بھی اکی میں شامل ہے، درس قرآن کریم، تعلیم حدیث

وَقَدْ سَبَّحَ اسْمُ اللَّهِ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ يَسُبِّحُونَ اللَّهَ كُلُّ دَلِيلٍ مُبِينٍ قُلْ مَنْ لَمْ يَرْغِبْ إِلَيْكَ بِعِلَّةٍ غَيْرِ الْإِسْلَامِ تَبِعْتَهُ أَعْبُدْهُ وَاسْئَلْ عِنْدَ رَبِّكَ فَارْحَمَكَ إِنَّ رِجَالَكُم مِّنْ قَبْلِ هَٰذَا هُمْ أَكْفَرُونَ

اور اس بندے کو پسند فرمائیے، جو دنیا سے کٹ کر اس کا ہو رہے، غرض کہ دوسرے وتر میں بہت احتمالات ہیں چنانکہ رب تعالیٰ کے صفات و افعال بہت ہیں اس لئے اس کے نام بھی بہت ہیں، نیز اس کے بندوں کی حاجتیں بہت ہیں لہذا رب کے نام بھی بہت کہ بندہ جو حاجت کے کرائے اسی نام سے لے پکارے یا دعا پکارتا ہے یا شافی الہی گنگا پکارتا ہے یا فقار، بدکار پکارتا ہے یا ستار وغیرہ خیال ہے کہ جتنے نام رب کے ہیں اتنے ہی نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس جیساکہ کتب تصوف دیکھئے والوں پر ظاہر ہے ان ناموں میں رب تعالیٰ کے بہت سے مشہور نام نہیں آئے جیسے قدیم، وزیر، شدید، کافی، رب

الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ الْغَفَّارُ الْغَفَّارُ لَوْ هَابَ الدَّرَاقُ الْفَتَّاحُ الْعَلِيمُ

بدلہ کرنا ہے بلند ہے بلکہ پیدا کرنا والا یکا دفر بانوالا صورت دینے والا لکھ گناہ بخشنے والا اسلئے غالب و مہربان ہے کہ روزی رساں ہے کہ کھولنے والا علم والا

اکرم، اعلیٰ، اکرم الاکرمین و العرش المجید، فعال، مایہ، ملک، یوم الدین رفیع الدرجات، ذو القوہ المتین، ذو العرش الحسن، الحقین وغیرہ، وغیرہ اس سے معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ کے کل نام یہ نہیں ہیں جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا، رحمن کے معنی ہیں دنیا میں تمام بندوں پر رحم فرمانے والا اور رحیم کے معنی ہیں آخرت میں مروت مسلمانوں پر رحم فرمانے والا چونکہ دنیا آخرت سے پہلے ہے اس لئے رحمن کا ذکر رحیم سے پہلے ہوا اکثر علماء نے لا الہ الاہد کو اسم اعظم مانا ہے کہ دنیا کے بادشاہ مقہوری زمین کے مقہورے زمانہ میں بادشاہ ہوتے ہیں رب تعالیٰ بذات خود ہمیشہ سے بادشاہ ہے سارے عالموں کا مالک حقیقی ہے تدوس کے معنی ہیں امکان و حدوث ہے پاک کسی کے دم خیال میں آنے سے پاک، سلام کے معنی ہیں عیوب سے پاک، غرض کہ رب تعالیٰ ذاتی و صفاتی عیوب سے ہر طرح پاک ہے، لہذا تدوس اور سلام میں بڑا فرق ہے یہ سلام کے معنی ہیں مخلوق میں سے الہ ایمان کو سلامتی دامن بخشنے والا شہ مومن کے معنی ہیں مخلوق کے لئے امن و امان کے سداں پیدا فرمانے والا جسم کے لئے ہزار بلائیں ہیں، ہر بلا سے حفاظت دامن کا ذکر یہ الگ ہے روح کے لئے بھی لاکھوں آفات ہیں ان کی امان کے لئے ایمان تقویٰ، عرفان پیدا فرمانے والا جہین کے معنی ہیں خلق کے اعمال، ارزاق، احوال کا حافظہ عزیز و غائب ہے جس کے آستانہ تک کسی کی رسائی بغیر اس کی کرم فرمائی کہ نہ ہو سکے اس معنی سے رب تعالیٰ کے سوا کوئی غالب نہیں ہے

لہ جہاں جہر سے بنا بخشنے والے کو جو بڑا کسی کا حال درست کرنا، اسی سے ہے جہر نقصان، یعنی رب تعالیٰ بندے کی برائیوں کا بدلہ بھلائیوں سے کرنے والا ان کے ٹوٹے ہوئے شکرستہ عالموں کو اپنے فضل و کرم سے جوڑنے والا، متکبر تکبر سے بنا جس کا مادہ ہے کبر تکبر کے معنی ہیں اتمہائی بڑائی یعنی مخلوق کے خیال و گمان سے ورا
شعر: اے بزرگ خیال و قیاس و گمان و دم : دار ہر جہ گفتم اندر شنیدم و خواندہ ایم

بندہ متکبر وہ کہلاتا ہے جو بڑا نہ ہو، اور اپنے کو بڑا جانے یعنی شیخی خور اسلئے یتیموں لفظ قریب المعنی ہیں خالق کے معنی ہیں اندازہ لگانے والا باری کے معنی ہیں نسبت کو بہت کرنے والا جو کچھ نہ ہو اسے سب کچھ کہہ دینے والا، معصوم کے معنی ہیں ہر چیز کو اس کے لائق صورت و نقش عطا فرمانے والا، لہذا خلق پہلے ہے پھر بڑا پھر تصور حضرت علیہ السلام نے فرمایا تھا و اخلقکم من الطین کبشتہ لعل رب تعالیٰ فرمایا ہے و تخلقون انکا اور فرمایا ہے فبقیادہ اللہ احسن الخالقین تمام آیتوں میں خلق یعنی اندازہ کرنا اسلئے غفار غفر سے بنا بخشنے چھپانا غفار کے معنی ہیں دنیا میں بندے کے گناہ چھپانے والا اور آخرت میں معاف فرمانے والا، معافی بھی چھپانے ہی کی ایک قسم ہے، خیال رہے کہ غفار بھی مبالغہ کا صیغہ ہے اور غفور بھی اور یہ دونوں رب تعالیٰ کے نام ہیں، مگر غفار میں مفدار کے لحاظ سے مبالغہ ہے اور غفور میں کیفیت کے لحاظ سے مبالغہ، کہ درود گناہوں کو چھپانے و بخشنے والا اور ہر طرح چھپانے بخشنے والا اسلئے تبارہ سے بنا بخشنے جاکر غلبہ، ناجائز و باؤ کو ظلم کہا جاتا ہے، تبارہ مبالغہ ہے یعنی رب تعالیٰ ایسا عظیم الشان غالب ہے کہ بڑی سے بڑی مخلوق اس کے دربار میں عاجز و سرنگون ہے و یا ہر سے بنا جس کے معنی ہیں بغیر عوص و بغیر عرض و لالچ دینا، و یا ہر مبالغہ ہے یعنی رب تعالیٰ ہر مخلوق کو ہر چھوٹی بڑی نعمت بغیر معاوضہ بغیر کسی طمع ہر دت و تہا ہے معطی عا ہے و یا ہر خاص، رب کی عطا بالواسطہ بھی ہے اور بلا واسطہ بھی فرماتا ہے دعا بکم من نعمہ فمن اللہ، ولہذا ہمیں بذریعہ انبیاء و اولیاء یا بذریعہ انبیاء کچھ مٹا اس کی رہایت کے خلاف نہیں شہ رزاق رزق سے بنا بخشنے حصہ، رب تعالیٰ فرماتا ہے و تجعلون دوزخکم انکم تکتلون رزاق کے معنی ہیں ہر ایک کا حصہ پیدا فرمانے والا اور اس کے مستحق کو پہنچانے والا۔ رزق دو قسم کا ہے، رزق صوری جس کا تعلق ہے رزق معنوی جس کا تعلق روح و دل سے

الْقَابِضُ لَبَاسُ الْخَافِضِ لَرَّافِ الْمَعْدُ الْمَذَلُ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ الْحَكَمُ الْعَدْلُ اللَّطِيفُ الْخَبِيْرُ

تمہی و فراموشی دینے والا سید نیچا اونچا کر نیوالا سہ عزت و ذلت دینے والا سہ مستی و کھینے والا سہ حکومت و انصاف والا سہ ہر بات کو نیا خبر رکھنے والا سہ ہے مدنی پانی مدد و صحتانی روزی ہے ایمان و عرفان قرآن و غیرہ روحانی روزی بھی جسمانی روزی میں لوگ مختلف ہیں، کسی کو زیادہ ملی، کسی کو کم، ایسے ہی روحانی روزی میں لوگ مختلف ہیں، سہ یعنی اپنی رحمت کے دروازے اپنی مخلوق پر کھولنے والا اور ہر مستحق کا سال و استحقاق خوب جاننے والا علام علم کا مالک ہے اور علم بھی مگر ان میں وہ ہی فرق ہے جو غفار و غفور میں عرض کیا گیا، غفار کا تعلق علیم سے بہت ہی نفیس ہے، جو رب تعالیٰ کے علیم و خیر ہوئے کا پدھیان رکھے وہ گناہ پرور کی نہ کر سکے گا:

سہ اس طرح کہ جس بندے کا رزق حسی یا معنوی جیب چاہتا ہے کم کر دیتا ہے اور جیب چاہتا ہے زیادہ کر دیتا ہے بڑے ہنرمند کبھی فقیر ہو جاتے ہیں اور بڑے بے ہنر کبھی امیر ہو جاتے ہیں بغض و بے حریت میں ہوتا رہتا ہے، انبیاء و اولیاء کبھی عالم کی خبر رکھتے ہیں، کبھی اپنی بھی خبر نہیں پاتے **لَعَلَّ**

بلغت احوال ان برق جہاں است : دے بیدار دیکھو دم نہاں است

گہے بطارم اعلىٰ نشینم : گہے بر پشت پائے خود نہ بینم

سہ کافر و کوفت سے نیچا اور مومنوں کو عزت سے اونچا، دشمنوں کو بد بختی سے نیچا، دوستوں کو خوش نصیبی سے اونچا کرنے والا، یا غافلوں کو نفس میں پھنسا کر نیچا، عاشقوں کو اپنی محبت کے اعلیٰ علیین میں پہنچا کر اونچا فرمانے والا، بندے کو چاہیے کہ اپنے کسی حال پر بھروسہ نہ کرے، مٹو در رب کے ہاتھ میں، مخلوق پر تنگ کی طرح اس کے قبضے میں ہے سہ یعنی اپنے دوستوں کو دنیا میں گناہوں سے بچا کر نیکیوں کی توفیق دے کر پھر ان کی مغفرت فرما کر پھر انہیں دایر کرامت تک پہنچا کر، پھر انہیں اپنا دیدار دکھا کر عزت دینے والا اور اپنے دشمنوں کو دنیا میں توفیق خیر سے محروم رکھ کر، اپنی معرفت سے آشنا کر کے آخرت میں دار عقوبت میں داخل کر کے پھر اپنی محنت کا طوق لگے میں ڈال کر ذلت و خواری دینے والا حقیقی عزت و ذلت یہ ہے سہ یعنی ہر ایک کی ہر طرح ہر وقت زبان و دل خطرات کی آواز سننے والا ہر حال دیکھنے والا، مگر کان و آنکھ سے دراع کہ کان و آنکھ بدلتے رہتے ہیں پھر ان کی طاقتیں محدود ہیں، رب تعالیٰ بدلتے اور محدود ہونے سے پاک ہے، خیال رہے کہ یہ صفتیں صفتِ علم کے علاوہ ہیں سہ ایسا حاکم کہ اس کے حکم کی کہیں اپیل نہیں اس کے فیصلہ میں خطا و غلطی کا احتمال نہیں ایسا عادل کہ کسی پر کسی طرح ظلم نہیں خیال رہے کہ رب تعالیٰ کے حکم و قسم کے ہیں نگوئی و تشرعی، نگوئی احکام میں ہم مجبور ہیں، تشرعی احکام میں ہم با اختیار اس لئے نگوئی پر مرزا و جزا ہیں، تشرعی احکام پر سب کچھ ہے، اور عدل مصدر ہے مجھے عادل یہ عدل ظلم کا مقابل ہے نہ کہ رحم کا، اللہ تعالیٰ کفہ پر عدل فرماتا گا مومن گنہگار پر عدل نہ کرے گا بلکہ فضل و کرم کرے گا، لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ جب وہ عادل ہے تو رحیم کیسے ہوا سہ لطیف کے بہت بھٹے ہیں اسکی ذات فہم و ادراک سے دراع، مولانا فرماتے ہیں **لَعَلَّ**

یا خفی الذات محسوس العطاء : انت کالماء و نحن کالوحی

انت کالدی و نحن کالغبار : یخفی الدی و عندہ اء جہاد

ایسی ہر باتیں فرمانے والا جو ہماری عقل و ادراک میں نہ ہے

جہاد سب کی بھرتی رہتی ہیں : دینے والا نظر نہیں آتا

الْحَكِيمُ الْعَظِيمُ الْغَفُورُ الشَّكُورُ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ الْحَفِيفُ الْمُقِيتُ الْحَسِيبُ الْجَلِيلُ الْكَرِيمُ الرَّقِيبُ

علم و عظمت والا ہے بخشنے والا قادر دان ہے بلند و بزرگی والا مع حفاظت فرمانے والا قوت دینے والا لکھ حساب لینے والا عزالت و بخشش والا نگہبان ہے

ایسی نعمتیں دینے والا جو بندے کو دلوں و جہان میں کام آئیں، یا لطیف و باریک چیزوں کا دیکھ جانے والا چیز کے معنی میں ہر وقت ہر ظاہر و باطن پر اطلاع رکھنے والا بلکہ ہماری پیدائش سے پہلے ہمارے ہر حال سے خبردار ہے علم کے معنی میں آہستگی و بردباری یعنی رب تعالیٰ مستحق سزا کو جلدی نہیں پکڑتا، تو بڑی رحمت دیتا ہے یا دنیا میں بدوں پر بھی کرم و مہربانی فرماتا ہے، عظیم عظمت سے بنا یعنی بڑائی، بڑائی جسمانی بھی ہوتی ہے اور رتبہ و عزت کی بھی یہاں عظمت و عزت کی بڑائی مراد ہے یعنی ایسی عظمت والا کہ کسی کا لگان و دھم و ہاں کام نہ کر سکے۔ **شعر :-**

تو دل میں تو آتا ہے سمجھ میں نہیں آتا : پہچان گیا میں تری پہچان ہی ہے
مع غفار کے معنی بھی ہیں بخشنے والا اور غفور کے معنی بھی ہیں بخشنے والا بہت سے گناہوں کو بخشنے والا غفار ہمیشہ بڑے گناہوں کو بخشنے والا غفور یعنی غفار
میں مقدار کا مبالغہ ہے اور غفور میں کیفیت کا مبالغہ **شعر :-**

گنہ رما کا حساب کیا وہ اگر چہ لاکھوں سے ہیں سوا : مگر اے غفور زمرے عفو کا حساب ہے نہ بے شمار ہے

شکر جب بندے کی صفت ہو تو اس کے معنی ہیں انعام پاکر منعم کی حمد و ثنا بجا لانا اور جب رب تعالیٰ کی صفت ہو تو معنی ہوتے ہیں معذورے عمل پر بہت فضل فرمانا جس کا ترجمہ قدر و ان بہت مناسب ہے کہ وہ کریم بندہ کے لائق جزا و دیتا ہے نہ اس کے کام کے لائق بلکہ اپنی شان کے لائق دیتا ہے ایک نیکی پر بڑوں کی جزا میں ایک نماز پڑھ کر نہ کرنے کی جزا، علیحدہ مسجد کے ہر قدم کی جزا، علیحدہ پھر مسجد میں اگر انتہائی نماز کی جزا، علیحدہ پھر نماز میں قیام کی جزا، علیحدہ رکوع کی سجدہ کی جزا، و تیسری کی جزا، علیحدہ بعد نماز دعا مانگنے کی جزا، میں علیحدہ علیحدہ غرض اس کی عطا کا شمار نہیں، ہر عبادت کا یہی حال ہے اسے شکر اس بندہ گنہگار کی یحییٰ قبول فرما اور اسے صدقہ جاریہ بنا آئی ہے بجاہ حبیب اکبریم صلی اللہ علیہ وسلم صفائی رکھنے والا علی اور بلندی ذات والا اکبر، صوفیا فرماتے ہیں کہ علی وہ جس کے صفات تک عقل پہنچ سکے، کبیر وہ جس کے تصور ذات سے ذہن عاجز ہو علی کا مقابل حقیر ہے کبیر کا مقابل صغیر حتیٰ تعالیٰ کا رتبہ سب سے اونچا سارے رتبہ والے اس سے نیچے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی تمام صفات کی عطا اور ان دو صفاتوں کی خصوصاً بخشی دالی ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات و صفات ہمارے دھم گمان سے دراز ہیں **شعر :-**

اللہ اللہ آپ کا رتبہ صلی اللہ علیہ وسلم : پڑھتی ہے دنیا رتبہ کا خطبہ صلی اللہ علیہ وسلم

یعنی کہ تمام عالم اور عالم کی چیزوں کا بربادی سے محفوظ رہنا اس کی حفاظت کے باعث ہے، ہمارے مزاج میں چار دشمنوں کو جمع فرما دیا پھر ان میں سے ہر ایک محفوظ رہے اس کی شان جفیل مقبت قوت سے بنا یعنی روزی یعنی جسمانی جنائی روحانی روزیاں پیدا فرمانے والا اور ہر ایک کو اس کے لائق روزی دینے والا کہ حیوانی کو کھانسی کو من دیتا ہے، رزق و قوت میں فرق ہے، اسی طرح رزاق اور مقبت میں فرق ہے وہ حبیب مجھے کافی بھی ہے یعنی اللہ ہر بندے کو ہر طرح کافی بھی ہے اسی واسطے بندے کہتے ہیں جسی اللہ رب تعالیٰ فرماتا ہے ومن توکل علی اللہ فہو حسیبہ یا یعنی حساب لینے والا کہ ساری خلق کا حساب چار گھنٹے میں لے لوں گا ان اللہ صمد الحساب یا دنیا میں ہر بندے کو حساب سے روزی دے رہا ہے جلیل کے معنی میں صفات صمدیہ یہ صفت یعنی بزرگی، جلالت و قدر والا امام غزالی نے فرمایا کبیر کمال ذاتی اور جلیل کمال صفاتی پر دال ہے کہ کیم وہ ہے جو مجرم پر نادر و برکرم معافی دیدے وعدہ کر کے

اَنْجِبْنَا لَاسْمِ الْحَكِيمِ الْوَدُودِ الْحَمِيدِ الْبَاعِثِ الشَّهِيدِ الْحَقِّ الْوَكِيلِ الْقَوِي الْمَتِينِ الْوَلِيِّ الْحَمِيدِ

وہاں قبول کرنے والا فراخی دینے والا ہے حکمت والا بزرگی والا اٹھانے والا ہے حاضر ہے دائم کار ساز ہے قوت و استواری والا ہے مددگار لائق تعریف ہے

پورا کرے اور امید سے زیادہ دے اور اپنے پناہ لینے والے کو ضائع نہ کرے تمام وسیلوں سے بے نیاز ہو، مگر ہر ایک لفظ پر کریم حامد کا مجموعہ ہے، رزقت وہ حافظ جس کی حفاظت سے کوئی چیز ایک لمحہ کے لئے باہر نہ ہو سکے، رزاقیت میں علم و حفظ ہے لزوم ہے ملہ حبیب کے معنی میں پکارنے والے کو جواب دینے والا یا مانگنے والوں کی دعا میں، آرزو میں پوری کرنے والا بلکہ ہماری پیدائش سے پہلے ہماری ضروریات پوری فرمانے والا ہے

مانہ پریم و تقاضائے ما نبود : لطف تو باگفتہ نامے شنود

واسع وسعت سے بنا یعنی فراخی یا احاطہ رب ایسا واسع ہے کہ اس کا علم اس کی قدرت، رحمت، حکمت اس کی عطا فرشتہ کو گھر ہے۔ وسیع حکم وسیعہ السموات والارض کی کرسی کی نہایت نفیس تفسیر ہماری تفسیر نبی میں ملاحظہ کیجئے آیت الکرسی کے ماتحت ہے حکیم حکم سے ہے یا حکمت سے یعنی ہر چیز پر اعلیٰ حاکم کہ اس کے فیصلہ پر کسی کو دم مارنے کی مجال نہیں یا اس کا ہر کام حکمت سے ہے کوئی چیز محبت نہیں بنائی، وود و دوست سے بنا یعنی صحیح محبت یعنی اپنے دوستوں سے ان کے اچھے اعمال سے محبت فرمانے والا، اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ادا کو پسند فرمانے والا حمید حمد سے بنا یعنی بزرگی یعنی ایسی بزرگی والا کہ اس کی بزرگی تک کسی کے دہم کی رسائی نہیں یا ہر طرح بزرگ کہ اس کے ذات و صفات و افعال سب بزرگ، باعث باعث سے بنا یعنی اٹھانا یعنی مسنون کو بند سے مردوں کو قبروں سے مردہ و لوں کو علم سے اٹھانے والا، مگر ہر ایک باعث میں بہت وسعت ہے سب شہید شہادت سے بنا یا شہود سے یعنی رب تعالیٰ بند سے کے برعل کا گواہ ہے کہ وہ ہر وقت ہر عمل کو مشاہدہ کر رہا ہے یا ہر جگہ حاضر ہے مومنوں کے ایمان میں حاضر، عارفوں کی جان میں حاضر، خیال رہے کہ رب تعالیٰ کا نام شہید ہے حاضر نہیں کیونکہ رب کی ذات جسمانی یا مکانی حضور سے پاک ہے اور اس کا علم و قدرت و رحمت ہر جگہ موجود ہے حضور و شہود میں بڑا فرق ہے رب کی خلقت ہر جگہ میں نہیں کہ مکان سے پاک و منزہ ہے لہذا حق باطل کا مقابل ہے، باطل یعنی معدوم ہے تو مجھے ثابت و موجود، رب تعالیٰ ایسا موجود ہے کہ اس کے وجود کو فنا نہیں اور تمام موجودات اس کے کرم سے موجود ہیں، جیسے تمام دھوئیں اور دھواں آفتاب کے فیض سے ہیں، رب تعالیٰ گو یا سورج ہے،

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم گویا دیوار ساری خلق اس دیوار ہمدی خلق اس دیوار کا سایہ کہ اگر درمیان سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہٹ جائے تو ربی رب ہو خلقت ختم ہو جائے مصرع اصل ہے ظل بند قائم پر کروڑوں درود لکھے امام غزالی نے فرمایا کہ قوت کے معنی میں کامل قدرت اور منانت کے معنی میں اس قدرت کی کھنکی و مضبوطی، رب تعالیٰ فرماتا ہے ذوالقوة المتین یعنی وہ مضبوط قدرت و طاقت والا ہے، قوت، قدرت میں بڑا فرق ہے، جسے

مرقات نے اس جگہ بہت تفصیل سے بیان کیا ہے ولی یا تو کوئی سے ہے یعنی قرب یا ولایت سے یعنی دلی ہوتا یا مددگار رہنا یعنی اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کی ان کے دشمنوں کے مقابل مدد فرمانے والا ہے یا ان کا ظل و ارث و متولی امور ہے فرماتا ہے اللہ ولی المتقین اور فرماتا ہے ولی الذین امنوا یا اللہ تعالیٰ

اپنے دوستوں سے قریب ہے حمید حمد سے تمام یعنی اسم فاعل یا معنی اسم مفعول یعنی اللہ تعالیٰ اپنے عبادوں کی حمد فرماتا ہے اسی لئے اس کا

نام حامد ہے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام حمد خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام محمد ہے

یعنی بہت ہی حمد کئے ہوئے اور رب کا نام ہے محمود یعنی حمد کیا میرا کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم

تو اللہ کے محمد ہیں اور اللہ تعالیٰ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا محمود اور خطاب ہے کہ اللہ کی حمد بہت اعلیٰ اس لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی محمودیت بہت اعلیٰ ہے

الْمُحْصَى الْمُبْدِئُ الْمُعِيدُ الْحَيُّ الْقَيُّومُ الْوَاحِدُ الْمَاجِدُ الْوَاحِدُ الْأَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِي لَا يُدْرِكُهُ الْمَقْتَدِرُ الْمُقَدِّمُ الْمُؤَخِّرُ الْأَوَّلُ الْآخِرُ الظَّاهِرُ الْبَاطِنُ الْوَالِي الْمُنْعَالِي الْبَدَأُ الْتَوَابُ

سب کو جاننے والا شروع کرنے والا ٹھکانے والا اسے زندہ رکھنے والا اسے قائم رکھنے والا سب کو مہرستی والا بزرگی والا اسے ایک اکیلا لائق ہر طرح کی قدرت ذاتی اختیار والا اسے آگے بھی کرنا والا سب سے پہلے سب کو اسے پہلے سے مددگار عظمت والا احسان فرمانے والا اسے توبہ قبول کرنے والا

لے محضی احد سے بنا یعنی شمار کرتا اور گننا یعنی اللہ تعالیٰ ایسا علیم ہے کہ سب کو تفصیلی حدود و احسان ہے اس کا علم گول مول اجمالی نہیں جیسے عظیم الشان مجمع دیکھ کر ہم کو مجمع کا اجمالی علم ہو جاتا ہے کہ دس ہزار آدمی ہیں مگر ان کی تفصیلی نہیں معلوم ہوتی بلکہ اس کا علم تفصیلی ہے، اس نے خلق کو پہلے پیدا کیا لہذا وہ مبدی ہے وہ قیامت میں سب کو دوبارہ اٹھائے گا لہذا وہ معید ہے یا اس نے ہم کو پہلے مٹی سے بنا یا لہذا وہ مبدی ہے اور وہ ہی ہم کو موت دے کر پھر مٹی ہی میں لوٹا دیتا ہے لہذا وہ معید ہے خیال رہے کہ مردہ خواہ دفن ہو یا سلا دی جائے یا اُسے جانور کھا جائے، آخر کار بنیا مٹی ہی ہے کہ گل کر رکھ دیا جائے یا جانور کے پیٹ میں یا خانہ بنا پھر وہ رکھ دیا جائے یا یا خانہ مٹی بن گئی رب تعالیٰ نے فرمایا مَتَّعْنَاهَا خَلْقًا ثُمَّ دَفَّيْنَاهَا عَيْنًا كَوْثَرًا بالکل حق ہے کہ کہ جسوں کو جان سے اور جان کو ایمان سے

جنان کو عرفان سے، انسان کو علم و معرفت رحمان سے زمین کو مسزوں سے زندگی بخشتا ہے، پھر کفار کو کفر سے غفلت سے موت دیتا ہے سب یعنی وہ خود زندہ و قائم ہے اور مردوں کو زندہ و قائم رکھتا ہے کتھام کی بقا نامی سے ہے، اگر اس سے نسبت نہ رہے تو کوئی کچھ نہ رہے صوفیاء کی اصطلاح میں ولایت کا ایک درجہ بھی قیومت کہلاتا ہے جس پر پہنچ کر بندہ قیوم کہلاتا ہے وہاں قیوم کے معنی ہیں باعث قیام عالم، لفظ قیوم ایک ہے مگر رب تعالیٰ کیلئے ایک معنی میں اور بندے کیلئے دوسرے معنی میں جیسے جی، سمیع، البعیر اللہ تعالیٰ کی بھی صفات ہے اور اس کے بندوں کی بھی مگر مختلف معنی سے اسی نے اولیاء اللہ کو قیوم اول، قیوم ثانی وغیرہ کہا جاتا ہے کہ وہ ہی واجب الوجود ہے سب اسی کے موجود کرنے سے موجود ہیں حقیقی بزرگی اسی کی ہے اور سب اس کے بنانے سے بزرگ بنے، واحد یعنی کامل وجود دوستی والا اسے واحد یعنی ایک اور احد یعنی اکیلا دلیگانہ یعنی ذات بھی ایک کہ اس کے سوا دوسرا نہیں مصفاً بھی ایک کہ اس جیسا کوئی نہیں، افعلاً بھی ایک کہ اس جیسا کوئی جمیل افعال والا نہیں، لہذا واحد اور احد میں تکرار نہیں لکھ محمد کے بہت معنی ہیں وہ مالک جہاں سرور اسی مالکیت ختم ہے وہ ہے خوف جسے کسی کا ڈر نہیں عاجت و اُنت سے منزہ و بری، وہ باقی جسے فنا نہیں وہ مومن جس پر سارے بندے بھروسہ و توکل صمود سے مشتق یعنی مقصد دار وہ یعنی لائق توکل و بھروسہ اسی کی ذات ہے شیخ نے فرمایا کہ اس اسم کی تخلی جس پر پڑ جائے وہ کوئی سے بے نیاز ہو جاتا ہے دیکھو خود انور علیہ السلام نے علم و ایمان و عرفان کسی سے حاصل نہ کیا، سب نے سب کچھ حضور سے حضور نے اپنے پروردگار سے صلے اللہ علیہ وسلم ہے محمد کی تخلی کہ قادر و مقتدر و وزن قدرت سے بنے، مگر مقتدر میں مبالغہ ہے قادر جو مختار ہو چاہے کہے یا نہ کہے دے یا نہ دے مقتدر وہ کہ اپنے کسی کام میں کسی کی مدد کا حاجت مند ہو شہ باذات اُس کے پیچھے کرنے والا جیسے اسباب کو اُس کے کردار یا مسببات کو پیچھے پاں باپ کو اُس کے اولاد کو پیچھے فرمادیا، یا صفاً تاکہ انبیاء و اولیاء رکھو درجے و مراتب میں سب سے اُس کے فرمادیا، یا دوسروں کو ان کے پیچھے لگا دیا، یا ہمارے حضور کو اُس کے بھی کر دیا کہ حضور کی کائنات سب سے پہلے پیدا ہوا صلے اللہ علیہ وسلم اور پیچھے بھی فرمادیا کہ آپ کا ظہور بھی ہوا صلے اللہ علیہ وسلم، اُس کے پیچھے کے لذیذ معانی ہماری کتاب شان حبیب الرحمن میں ملاحظہ فرمائیے کہ اس طرح کہ ہمیشہ سے جس کی ابتداء نہیں، لہذا وہ اُس کے ہے اور ہمیشہ تک رہے گا جس کی انتہاء نہیں، لہذا وہ سب کچھ بھی ہے، یا وجود میں اول ہے سلوک میں آخر یا سب کی ابتداء بھی اسی سے ہے لہذا اول ہے، اور سب کی انتہاء بھی اس پر لہذا وہ آخر ہے سب اسی کی طرف لوٹیں گے۔ استعمر۔

الْمُنْقِمُ الْعَفْوُ الدُّوْفُ مَالِكُ الْمَلِكِ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْدَامُ الْمُنْقِطُ الْجَامِعُ الْغَنِيُّ الْمَغْنِيُّ الْمُعْطَى
الْمَانِعُ الضَّارُّ النَّافِعُ الثَّوْرُ الْهَادِي الْبَدِيعُ الْبَاقِي الْوَارِثُ الرَّشِيدُ الصَّبُورُ رَوَاهُ الزَّمَذَنِيُّ

بدیع و الامعانی دینے والا ملکہ رافت والا ملکہ کامک ملکہ غضب و کرم والا ملکہ انصاف والا جامع فرمایا الہی پر وہ اور ہے پر وہ اور ہے کریم والا ملکہ دینے والا ملکہ
دینے والا نفع نقصان کا ملکہ شہ رشتن کریم والا بدایت دینے والا ملکہ بے مثال ہمیشہ باقی وارث کہ بدایت دینے والا صبر والا ملکہ ذر مذی

رنگ چمن میں رہے گلستانہ گل میں بو باقی : مٹیں گے سارے تجھی پر رہے گا تو باقی

نہ صفات، رحمت، عطائے سب پر کھلا ذات سب سے چھپی شہرہ :-

بے حجابی میں یہ کہ ہرزہ میں جلوہ آشکار : اس پر یہ پردہ کی صورت آج تک نا دیدہ ہے

یاد تیرے حسن کو تشبیہ دوں کس چیز سے : ایک تو ہی دیدہ ہے تیرے سوا نا دیدہ ہے

اللہ یعنی سب کا والی وارث سب کے خیال و وہم سے بالا تمام عیوب سے منزہ سب پر احسان فرمانے والا کہ جسے جو دیا اپنے کرم سے دیانہ کہ اس کے استحقاق سے
برے بڑے گنہگاروں کی توبہ قبول فرما کر انہیں بخشے والا بلا بار توبہ کی توفیق دینے والا ملکہ گنہگاروں کو پکار پکار کر بلا والا کہ لا تقنظوا من رحمة الله ان الله
يعفو الذنوب جنت : جبکہ توبہ کی توفیق دیتا ہے توبہ توبہ کرنا ہے فرماتا ہے ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ فَيَتُوبُوا، توبہ بندے کی بھی صفت ہے یعنی گناہوں
سے رجوع کرنا، اور رب کی صفت ہے یعنی ارادہ عذاب سے رجوع فرمالینا :-

اللہ یعنی تقار قدر سے بدیع و الامعانی دینے والا وہ عادل ہے یہ فضل، بخور سے عفو زیادہ مبالغہ ہے کہ عفو کے معنی میں چھپانا، عفو
کے معنی میں مٹانا، عفو و عیب کے عیب چھپانے والا عفو عیوبوں کو مٹانے والا ملکہ رؤف راقم سے بنا یعنی بے حد رحمت جس کی اتہاء نہ ہو بعض عشاق
نے فرمایا کہ بندے کی حاجت کی بنا پر احسان کرنا رحمت ہے اور اپنی عادت کی بنا پر احسان فرمانا رافہ : ملکہ ظاہر خلق ہے اور ملکوت باطنی خلق، اللہ تعالیٰ ہمارے
جسموں کا مالک ہماری روح کا مالک، لہذا وہ مالک الملک بھی اور مالک ملکوت بھی ملکہ ذوالجلال رب کی صفت ذاتیہ ہے اور اکرام اس کی صفت فعلیہ
یعنی جلال اس کی ذات میں ہے اور اکرام مخلوق پر ہے بعض نے فرمایا کہ یہ اسم اعظم ہے لکھ قسط کے معنی ظلم بھی ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے واما القاسطون
فكانوا لجهنم خطبا، اور معنی عدل و انصاف بھی رب تعالیٰ فرماتا ہے واقفوا اوزن بالقسط مگر جب یہ باب افعال میں آئے تو عدل و انصاف ہی کے
معنی میں ہوتا ہے یعنی عدل قائم کرنا، یا ظلم رائل کرنا مقسط کے معنی ہوئے مظلوموں سے ظالموں کا ظلم دور فرماتے والا رب تعالیٰ فرماتا ہے إِنَّ اللَّهَ
يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ جامع کے معنی خود تمام صفات کمالیہ کا جامع ہے کہ تمام خوبیاں اس میں جمع ہیں یا تمام بکھری خلق کو قیامت میں جمع فرمائے گا رب تعالیٰ فرما
ہے اذلجامع الناس یوم لا یدیب فیہ یقام کھڑے اس وقت کو بذریعہ اسلام، قرآن نمایان میں جمع فرمائے والا خود عملے کر کے کسی کی حاجت نہیں اور معنی بھی
ہے کہ جسے چاہے اپنے ماسوا سے غنی دے نیاز کر دے اور اسے رب کے سوا کسی کی حاجت نہ رہے وہ یعنی جسے جو چاہے دے جسے جو چاہے دے مے پر وہ
جو ہوا، یا لائق کو دینے والا نالائق کو نہ دینے والا، یا اسباب خیر دینے والا اور اسباب شر نہ دینے والا کہ بندہ مانگتا ہے مگر وہ اپنے کرم سے نہیں دیتا اور نفع
و نقصان سب اسی کی ملک ہے کسی کو نفع دیتا ہے تاکہ وہ شاکرین کو قرب حاصل کرے کسی کو نقصان دیتا ہے کہ وہ صبر کر کے قریب ہو لکھ نور دہ جو نبات خود
: اور دوسروں کو ظاہر کرے رب تعالیٰ خود نور ہے کفار بھی ہے، اور اس نے اپنے محبوبوں کو خلق نظر بھی کر دیا، یا رب تعالیٰ نور مجتبیٰ والا نے

اللہ تعالیٰ کے نام

وَالْبَيْهَقِيُّ فِي الدَّعَوَاتِ الْكَبِيرِ وَقَالَ لِتَرْمِذِي هَذَا أَحَدُ بَيِّنَاتِ غَدِيبٍ وَعَنْ بُرَيْدَةَ أَنَّ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ رَجُلًا يَقُولُ لِلَّهِمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِأَنَّكَ أَنْتَ اللَّهُ لَا إِلَهَ
إِلَّا أَنْتَ الْوَاحِدُ الْقَهْمُ الَّذِي لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ فَقَالَ دَعِيَ اللَّهُ بِاسْمِهِ
الْأَعْظَمُ الَّذِي إِذَا سُئِلَ بِهِ أُعْطِيَ إِذَا دُعِيَ بِهِ أَجَابَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَعَنْ أَنَسٍ

عظیم الدیاد اس میں ہے کہ روایت ہے حضرت بریدہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو کہتے سنا کہ انہی میں سے مانگا ہوں اس لئے کہ تو معبود ہے تیرے مولا کوئی معبود نہیں ایک لائق بھروسہ ہے جس نے دنیا کیا اور نہ کوئی اسکا ہمسر ہے تو حضور انور نے فرمایا اس نے اپنے رب کے اسم اعظم کے ساتھ دعا کی ہے جبکہ اسم اعظم سے مانگا جائے تو دنیا ہے اور جب اس نام سے دعا کی جائے تو قبول کرتا ہے کہ تیرے ابو داؤد روایت ہے حضرت انس سے

وعلیٰ ہے کہ جب اسم اسم سے ملا جائے تو دیکھ کر اس کا حال معلوم ہو جائے گا۔

محبوبوں کو نور نیا دیا ہے فرماتا ہے اللہ نور السموات والارض اور فرماتا ہے قد جاءکم من اللہ نور . ہدایت کے معنی راہ دکھانا بھی ہیں اور مقصود پر پہنچنا تا

جی اللہ تعالیٰ دونوں معنی سے بادی ہے کہ بدیع کے معنی ہیں خود بے مثال کہ کوئی ذات صفات میں اس کا مثل نہیں، فرماتا ہے لیس کمثلہ شیء

یا غیر مثال عالم بنانے والا یعنی موجد فرماتا ہے بدیع السموات والارض یا اپنے بندوں میں سے بعض کو بے مثال کرنے والا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو بے

مثال پیدا فرمایا باقی کے معنی ہیں دائم الوجود کہ کبھی فنا نہ ہو وراثت کے معنی ہیں بندوں کی فنا کے بعد باقی رہنے والا جب کوئی دعویٰ دائر نہ رہے تو بھی وہ رہے، فرماتا ہے

اَنَا نَحْنُ فِیْهِ ثَابِتٌ وَفِیْهِ نَحْنُ عَالِمٌ . وراثت کے دوسرے معنی ترقی کے بعد وہ پاک ہے یعنی مخلوق کے بعد وہ پاک ہو چکے نہ ہو معاذ اللہ رشید و بادی دونوں

کے معنی ہیں ہدایت دینے والا۔ مگر ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ الہامی فطری ہدایت کو رشد کہتے ہیں اور اختیاری ہدایت کو ہدایت سارے انسان

بلکہ تمام جانور کھانے اور نہ کھانے کی چیزوں کو پہنچاتے ہیں یہ رشد ہے اور بذریعہ انبیاء کرام بعض کو ایمان ملتا ہے یہ رب کی ہدایت ہے رشد کا مقابل غواغیہ

ہے اور ہدایت کا مقابل ضلالت ہے، رشید یعنی، اور مستدی، ضال آپس میں مقابل ہیں، صبور صبر سے بنا یعنی روکنا، ٹھہرنا، اگر یہ صبر سے کی صفت ہو تو

اس کے معنی ہوتے ہیں گھبراہٹ سے اپنے کو روکنا، اگر ترقی کی صفت ہو تو معنی ہوتے ہیں مجرموں کے عذاب میں جلدی نہ فرمانا وقت سے پہلے کوئی کام نہ کرنا صبور

وہ جو جلدی نہیں مگر دیر سے صبر دے کر صبر دے رہا ہے اور کفار کے لئے صبور ہے اور گنہگار مومن کے لئے حلیم ہے کہ یہ ہے، رحیم ہے :

لے یہاں مرقاٹ نے فرمایا کہ تمام اسماء الہیہ آیات و دیگر احادیث میں بھی آئے ہیں مگر صبور اس روایت کے سوا نہ کسی حدیث میں آیت میں، ان ایک حدیث میں یہ

ہے مَا أَحَدٌ أَصْبَرَ عَلَیْ أَذَى مِنْهُ مِنَ اللَّهِ . یعنی مولائے ناموں کے نسل و نسل سے تجھ سے دعا مانگے، رہا ہوں، ان ناموں کے صدقہ سے میری سس لے

یہ دعا مانگنے والے حضرت ابو موسیٰ اشعری تھے، اس سے معلوم ہوا کہ وسیلہ کے ساتھ دعا کرنا بہتر ہے وسیلہ خواہ اسمائے الہیہ کا ہو خواہ اس کے کسی محبوب بندے کا

اسے بعض علما نے فرمایا کہ اللہ اکم اعظم ہے کیونکہ یہ اسم ذات ہے جو سوائے خدا تعالیٰ کے کسی پر نہیں بولا جاتا بعض نے فرمایا کہ لا الہ الا انت اسم اعظم ہے، بعض

کے خیال میں رب تعالیٰ کے بعض نام بعض کے مقابلہ میں اسم اعظم ہیں جیسے رحمن بقا رحیم کے اسم اعظم ہے، لے اس حدیث سے چند مسائل معلوم ہوئے، ایک

یہ کہ دعا میں اللہ کہنا بہت بہتر ہے کہ اللہ اسم ذات ہے اور رحیم میں تمام ان ناموں کی طرف اشارہ ہے جن کے اول میں رحیم ہے جیسے ملک، مالک، منان، وغیرہ

ترے یہ کہ دعا کے آداب سے یہ ہے کہ پہلے حمد الہی کرے، پھر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف، پھر اپنے گناہوں کا اعتراف، پھر عرض حاجات تیرے

کہ اللہ یا اللہم یا لا الہ الا انت اسم اعظم ہے ملہ حسان کے معنی بہت ہر بان، متان کے معنی ہیں بہت احسان کرنے والا اس میں اشارۃً عرصن کیا گیا کہ تو نے مجھے جو
بڑے کے امتحان سے نہ دیا ہے کرم سے دیا خیال رہے کہ بندے کا بندے کو احسان جتنا ناگرم طعن زنی کیلئے ہو تو برا ہے اگر مطیع کرنے کے لئے ہو تو اچھا اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت
سنگین امتحانوں کے احسان بخشائے ہیں تاکہ بندے کی اطاعت کریں اس کا احسان مانیں یہ اسی کا کرم ہے متان کے ایک معنی یہ بھی ہیں یعنی احسان جتنا ہے والا لے تیرے سوا کوئی سے نہیں مانگا تاکہ
تو ہی میرا رب ہے میں تیرا ہی بندہ ہوں خیال رہے کہ انبیاء اولیاء، افضیاء، اطلباء سے کچھ مانگنا یا لانا سطر رب تعالیٰ ہی سے مانگنا ہے صحابہ کرام نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے جنت
مانگی ہے سہ ان دونوں حدیثوں میں اللہ اور لا الہ الا انت مشترک طور پر موجود ہیں، اسی لئے بعض علماء نے فرمایا کہ ان دونوں میں کوئی نام اسم اعظم ہے۔
بعض نے فرمایا کہ جمعہ کی ساعت قبولیت دعا اور شب قدر کی طرح اسم اعظم بھی مخفی ہے تاکہ بندے اس کی تلاش میں رہیں، یہ تلاش بھی عبادت ہے لکھ اسکا حمد
ابن حبان، ہاکم، ابن ابی شیبہ نے کچھ فرق سے روایت فرمایا درمقات، لکھ اس حدیث کی بناء پر بعض علماء نے فرمایا کہ رب تعالیٰ کا اسم اعظم لا الہ الا هو
ہے کیونکہ اللہ دونوں آیتوں میں ہی مشترک ہے امام فخر الدین رازی نے فرمایا کہ اسم اعظم الحی القيوم ہے امام جزیری نے فرمایا کہ اسم اعظم لا الہ الا هو
الحی القيوم ہے ہاکم نے حضرت عبداللہ بن عباس و ابو الدرداء رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ اسم اعظم رب ہے حضرت امام زین العابدین نے خواب
میں دیکھا کہ کوئی کہنے والا کہتا ہے کہ اسم اعظم اللہ الذی لا الہ الا هو رب العرش العظیم ہے، بعض نے فرمایا کہ طیبہ اسم اعظم ہے غرض کہ اسم

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعْوَةُ ذِي النُّونِ إِذَا دَعَا رَبَّهُ وَهُوَ فِي بَطْنِ الْحُوتِ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ لَمْ يَدْعُ بِهِمَا رَجُلٌ مَسْلُومٌ فِي شَيْءٍ إِلَّا اسْتَجَابَ لَهُ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالدَّيْمِذِيُّ: الْفَصْلُ الثَّلَاثُ عَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ دَخَلْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ دنے پیغمبر کی دعا جب انہوں نے کچھ بیٹ میں اپنے رب کی دعا یہ ہے نیز سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے میں ظالموں سے ہوں تھ کوئی مسلمان کوئی کی حاجت میں یہ دعا مانگے گا مگر قبول ہوگی کہ الحمد للہ قرنی تیسری فصل روایت ہے حضرت بریدہ سے فرماتے ہیں رسول اللہ :

اعظم میں بہت روایات ہیں جنہیں امام جلال الدین سیوطی نے اپنے رسالہ میں اور مولانا علی قاری نے مرقات میں جمع فرمایا خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ کے سارے ہی نام عظیم ہیں کوئی ناقص نہیں، مگر بعض نام اعظم یعنی بہت بڑے ثواب و تاثیر دے ہیں۔ بعض صوفیاء نے فرمایا کہ جو نام قلوب میں دل اور عشق و محبت سے لیا جائے وہ ہی اسم اعظم ہے یہی اسم جعفر صادق کا قول ہے کہ ذوالنون حضرت یونس علیہ السلام کا لقب ہے کیونکہ آپ کچھ روز کچھ کے پیٹ میں رہے تھے، مگر اس کی غذا بن کر نہیں، کہ نبی کا جسم تو قبر کی مٹی بھی نہیں کھاتی، چہ جائیکہ کھائے بلکہ امانت ایسی بن کر اسی لئے قرآن کریم نے فرمایا خالقتہ المحدث ابنہ کچھ نے نکل لیا جیسے سوئی کو نکل لیتی ہے یہ نہ فرمایا کہ فرمایا کچھ نے انہیں کھا دیا عطا فرماتے ہیں کہ اس کچھ کا پیٹ عرش اعظم ہے افضل ہے کہ ایک پیغمبر کا کچھ دن کچھ کا رہا جب کچھ کا پیٹ عرش اعظم سے افضل ہو گیا، تو حضرت آمنہ خاتون رضی اللہ عنہا کا وہ شکم پاک جس میں سید الانبیاء انوارناہ تک جلوہ افروز رہے، وہ تو عرش سے کہیں افضل ہے اس کی تحقیق ہماری تفسیر نفی جلد اول ملاحظہ فرمائیے، قیمتی موتی قیمتی ڈبی میں رکھا جاتا ہے تھ اس سے بھی درشارہ معلوم ہوا کہ لا الہ الا انت اسم اعظم ہے اور یہ دعا حضرت یونس علیہ السلام کو رب تعالیٰ کی طرف سے العاف ہوئی، اسی دعا کی برکت سے اُن کی آفتیں حل جاتی ہیں، اُسی مشکلیں حل ہو جاتی ہیں خیال رہے کہ ظلم کے نین مٹے ہیں، کفر و شرک رب تعالیٰ فرماتا ہے ان الشراک لظلم عظیم گناہ، خطا، بھول چوک یہاں تیسرے معنی مراد ہیں، کیونکہ حضرات انبیاء و عقیدگی و بدعملی سے معصوم و معصون ہیں نیز حضرت یونس علیہ السلام سے اس موقع پر صرف خطا، ہی سرزد ہوئی تھی جیسا کہ ان کے واقعے معلوم ہوتا ہے کہ رب تعالیٰ نے آپ کو مقام نینوی موصول کا نبی کیا جب قوم نے آپ کی اطاعت نہ کی، تو آپ نے حکم پر دو گار انہیں خبر دی کہ تین دن بعد تم پر عذاب آجائے گا اور آپ نینوی سے جو موصول کا ایک شہر ہے بغیر حکم الہی آئے بروانہ ہو گئے، یہ سمجھ کر کہ عذاب کی جگہ سے پیغمبر کو چلا جانا چاہیے پھر عذاب کا بادل نینوی پر چھا گیا، وہاں کے باشندوں نے سچی توہر کر لی اور آیا ہوا عذاب ٹل گیا نینوی کے بعد آپ نے دُور سے اس شہر کو دیکھا تو آباد تھا آپ شہر میں اس لئے نہ آئے کہ میں نے تو انہیں عذاب کی خبر دی تھی اور عذاب آیا انہیں اب میری وہاں بڑی بے سزائی ہوگی اور دوسری جگہ چلے گئے، جہاں سے آئے دریا سامنے آیا کشتی میں بیٹھے، درمیان سمندر میں کشتی ٹھہر گئی، ملاحوں کہا کہ شاید اس کشتی میں کوئی سمجھا گا ہوا غلام ہے جس کے کشتی آگے نہیں چلتی آپ نے فرمایا وہ میں ہی ہوں اور دریا میں چھلانگ لگا دی ایک کچھل پھار بیٹھی تھی وہ اپنے نکل گئی اور دریا میں چھوڑ دیا میں ہوتی ہوئی شام کے علاقہ میں جان نکل دی وہاں دریا آپ کو زمین پر اُگل دیا پھر کدو کی بیل نے آپ پر سایہ کیا بہرہی آپ کو دودھ پلاتی رہی مرقات وغیرہ اسلئے کیونکہ رب تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ فرمایا خَاسِعِينَ لَا وَنَجِّنَا مِنْ آلَمِ الْيَمِينِ وَكَذَٰلِكَ نَنْجِي الْمُؤْمِنِينَ۔ یعنی اس دعا کی برکت سے ہم نے انہیں بھی غم سے نجات دی اور تاقیامت مسلمانوں کو بھی اس کی برکت سے نجات دیا کریں گے، مرقات، معلوم ہوا کہ بزرگوں کی زبان سے نکلنے ہوئی دعا،

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَسْجِدَ عِشَاءً فَإِذَا رَجُلٌ يَقْدِرُ وَيُدْفَعُ صَوْتَهُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ
 أَتَقُولُ هَذَا أَمْرًا قَالَ بَلْ مُؤْمِنٌ مُنِيبٌ قَالَ وَأَبُو مُوسَى الْأَشْعَرِيُّ يَقْدِرُ وَيُدْفَعُ صَوْتَهُ
 فَجَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْسَمِعُ لِقَدْرَتِهِ ثُمَّ جَلَسَ أَبُو مُوسَى يَدْعُوًا فَقَالَ
 اللَّهُمَّ إِنِّي أَشْهَدُ إِنَّكَ أَنْتَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ أَحَدٌ أَحْمَدٌ الْمُرَكَّبُ لَهُ كُفُوًا أَحَدًا فَقَالَ
 رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ سَأَلَ اللَّهُ بِاسْمِهِ الَّذِي إِذَا سُئِلَ بِهِ أُعْطِيَ وَإِذَا
 دُعِيَ بِهِ أَجَابَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَخْبِرْنِي بِمَا سَمِعْتُ مِنْكَ قَالَ نَعَمْ فَأَخْبَرْتُهُ بِقَوْلِ رَسُولِ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِي أَنْتَ الْيَوْمَ لِي أَخٌ صَدِيقٌ حَدَّثْتَنِي بِحَدِيثِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى

صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشاء کے وقت مسجد میں گیا تو وہاں ایک شخص بلند آواز سے تلاوت کر رہا تھا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا حضور فرماتے ہیں
 کہ یہ ریاکار ہے کہ فرمایا بلکہ جو رجوع الی اللہ الائمہ ہے اسے فرمایا اور ابو موسیٰ اشعری تو ب بلند آواز سے تلاوت کر رہے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انکی قرأت
 غور سے سننے لگے کہ پھر ابو موسیٰ بیٹھ کر دعا مانگنے لگے یوں کہا اے میں گو کہ میں کہ تو اللہ ہے نبی سوا کوئی معبود نہیں اکیلا لائی ہر در سب سے کہ جسکا کوئی ہم نہیں
 تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انہوں نے اللہ کے اس نام سے دعا مانگی کہ جب اس نام سے کچھ مانگا جائے تو رب دیندے جب اس نام سے دعا کی جائے تو
 قبول کرتا ہے یہ میں عرض کیا میں انہیں وہ بتا دوں جو میں آپ سے سنا فرمایا یاں میں نے انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی خبر دی
 انہوں نے مجھ سے فرمایا تم آج سے میرے بھائی ہو کیونکہ تم نے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پہنچائی کہ

بہت تاثیر والی ہوتی ہے کیونکہ یہ وہاں کہ الفاظ دعا کوئی زبان راقل جب دونوں توفیق جمع ہو جائیں تو شکار یقینی ہے کہ یعنی یا رسول اللہ یہ شخص آپکی مسجد شریف میں حج کر کے
 و نماز کر رہے کیا حضور عالی قوت نے دیتے ہیں کہ یہ ریاکار ہے اگر شخص ہوتا تو اسے مقدر صحیح کی کمزورت یعنی یہ لوگوں کو دکھا سنا رہا ہے اسے دوسلے معلوم ہوئے ایک یہ
 کہ یہ پر بگمائی بلا وجہ دینی چاہیے مومن کا ہر عمل حق الا مکان اخلاص پر محمول کرنا چاہیے دوسرے یہ ذکر بالجہر سنت صحابہ ہے اسے حرام کہنا سخت غلطی ہے کہ بعض یہ صاحب
 حضرت ابو موسیٰ اشعری تھے آپ پر طے ہی خوش الحان تھے حضرت بریدہ آپ کو سچاں دے کے اس نے آپ پر ریاکار ہونے کا احتمال کیا اور آپ حبیل القدر صحابی ہیں آپ پر ریاکاری کا
 الزام بہت بعید ہے و مرقا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی قرأت سے بہت ہی خوش ہوتے تھے کہ اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم خوش الحانی سے پڑھا جائیے یہ بھی معلوم ہوا کہ
 دوسرے کی تلاوت سنا سنت ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ تلاوت کے بعد دعا مانگنا سنت صحابہ ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ دعا سے پہلے رب تعالیٰ کے اچھے اچھے نام لینا اور
 ان کے وسیلے سے دعا کرنا سنت ہے کہ یعنی ان ناموں میں رب تعالیٰ کا اسم اعظم ہے اور اسم اعظم کی یہ تاثیر ہے کہ اس کی برکت سے دعائیں قبول ہوتی ہیں
 رب تعالیٰ کی جناب سے جیک مٹتی ہے اس بنا پر بعض نے فرمایا کہ لا الہ الا انت اسم اعظم ہے کیونکہ اس میں یہ نام شریف موجود ہے کہ یعنی چونکہ تم نے
 مجھے میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک پہنچائی لہذا تم آج سے میرے محسن بھائی ہو اور چونکہ تم نے مجھے ایک خوشخبری بھی سنائی لہذا آج سے تم
 میرے دوست بھی ہو اس سے معلوم ہوا کہ محدثین و فقہاء سے محبت کرنا چاہیے کیونکہ یہ حضرات ہمارے محسن ہیں کہ ہم تک حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم

اللَّهُ عَلَيْهِ سَلَامٌ رَوَاهُ رَزِيٌّ: بَابُ ثَوَابِ التَّسْبِيحِ وَالتَّحْمِيدِ وَالتَّهْلِيلِ وَالتَّكْبِيرِ
 الْفَصْلُ الْأَوَّلُ: كُنْ سَمْدَةً بِنِ جُنْدَبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 أَفْضَلُ الْكَلَامِ أَرْبَعٌ سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ وَفِي رِوَايَةٍ أُخْرَى
 الْكَلَامُ إِلَى اللَّهِ أَرْبَعٌ سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ لَا يَضُرُّكَ بِأَيِّ هَيْئَةٍ
 بَدَأْتَ رَوَاهُ مُسْلِمٌ: وَكُنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَأَنْ أَقُولَ
 سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

(رزیں) سبحان اللہ، الحمد للہ، لا الہ الا اللہ، اللہ اکبر کہنے کا باب پہلی فصل روایت ہے حضرت سمرہ بن جندب سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے افضل کلمات چار ہیں سبحان اللہ، الحمد للہ اور لا الہ الا اللہ، اللہ اکبر اور ایک روایت میں یوں ہے کہ اللہ کو پیار سے کلمات چار ہیں سبحان اللہ، الحمد للہ اور لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر جس کلمہ سے ابتدا کرو مضر نہیں دمسلم: دوسری روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا سبحان، الحمد للہ اور لا الہ الا اللہ، اللہ اکبر کہنا مجھے اس سے پیارا ہے جس پر سورج طلوع ہو رہا ہے (مسلم)۔

کے فرمان پہنچاتے ہیں مُنْت ہے، بڑے بدنصیب ہیں وہ جو محمد بن یا عمار سے نفرت یا عداوت رکھیں: ۱۰ یہ تعیم کے بعد تخصیص ہے کیونکہ پہلے باب میں ذکر اللہ کے فضائل ہوئے، ذکر اللہ میں یہ تسبیح وغیرہ بھی داخل تھی، مگر چونکہ دیگر اذکار سے یہ ذکر افضل ہیں، اسی لئے ان کے ثواب کے لئے علیحدہ باب بنادھا: خیال ہے کہ تسبیح کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ کو تمام نقصان و عیوب سے پاک جانتا یا پاک بیان کرنا، اسمائے الہیہ ورد کرنے والے پر اس نام کی تحمیل وارد ہوتی ہے، تو جو سبحان اللہ کا ورد کیا کرے تو انشاء اللہ خود یہ بندہ برائیوں سے پاک ہو جائیگا، تسبیح بہت اعلیٰ ذکر ہے اسی لئے نماز شروع کرتے ہیں سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ سے، رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ، سجدہ میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَىٰ خیر عجیب پر سُبْحَانَكَ اللَّهُ کہتے ہیں، ۱۱ یعنی انسانی کلمات یا دوسرے ورد و طے فوول سے یہ چار کلمے بہت ثواب کا باعث ہیں، کیونکہ ان کلمات میں اللہ تعالیٰ کی بے شمار حمدیں مذکور ہیں: سبحان اللہ کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ کو سارے عیوب سے پاک مانتا ہوں: الحمد للہ کے معنی ہوئے تمام ہی تعریفیں اللہ تعالیٰ کی ہیں کہ وہ تمام صفاتِ کاملہ کا جامع ہے۔ لا الہ الا اللہ وہ کلمہ ہے جسے پڑھ کر بندہ مسلمان بنتا ہے اور اللہ اکبر میں اس کی کبریائی اور تمام مخلوق سے بڑے ہونے کا اعتراف ہے، لہذا یہ کلمات تعالیٰ کی جامع صفات ہیں: اب حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ سب سے افضل تو قرآن شریف ہے پھر یہ کلمات کیسے افضل ہو گئے: خیال ہے کہ یہ چاروں کلمات قرآن شریف میں موجود ہیں: لکھتے ہیں تو صرف جوتھا کلمہ اشارہ و معنی، دوسری روایت میں ہے کہ یہ کلمات باقیات صالحات سے ہیں: یہ بھی خیال ہے کہ ان کلمات کو کلام فرمانا لغت ہے نہ کہ اصطلاحاً لہذا اگر کوئی شخص کلام نہ کرنے کی قسم کھائے، وہ ان کلمات کے پڑھنے سے صحت نہ ہوگا، کہ قسم میں کلام سے مراد انسان کا کلام ہے جسے اصطلاح میں کلام کہا جاتا ہے: ۱۲ اللہ اکبر کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہماری حمد و ثنا بلکہ ہمارے خیال و دہم سے بڑا ہے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے لَا أَحْصِي ثَنَاءَ عَلَيْكَ يَنْبِيَّ تَعَالَىٰ میں تیری ثنا کا حقد نہیں کر سکتا: ۱۳ مرقا میں فرمایا کہ یہ ترتیب عزیمت ہے، اس کے خلاف نسخہ:

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ فِي يَوْمٍ مِائَةً مَرَّةً حُطَّتْ خَطَايَاهُ وَلَنْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدٍ الْبَحْرِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ حِينَ يُصْبِحُ وَحِينَ يُمَسِي سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ مِائَةً مَرَّةً لَمْ يَأْتِ أَحَدٌ يَوْمَ الْقِيَمَةِ بِأَفْضَلٍ مِمَّا جَاءَ بِهِ إِلَّا أَحَدٌ قَالَ مِثْلَ مَا قَالَ أَوْ نَزَادَ عَلَيْهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلِمَتَانِ خَفِيفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ثَقِيلَتَانِ

روایت سے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دن میں سو بار سبحان اللہ و بحمدہ پڑھے تو اس کی تمام خطائیں بخش دی جائیں گی اگرچہ کفہ ریاحین یعنی ہند کے جھاگ برابر رسول (مسلم بخاری) روایت سے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو صبح و شام کے وقت سبحان اللہ و بحمدہ سو بار پڑھ لیا کرے تو قیامت تک کوئی شخص اس سے بہتر عمل نہ لائے گا اسکے سوا جو اس طرح یا اس سے زیادہ پڑھا کرے (مسلم بخاری) روایت سے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو کلمے زبان پر ہلکے ہیں ترانہ میں بھارے

یعنی بہتر ہے کہ اس ترتیب سے ان ورد کرے، اگر اس کے خلاف بھی کیا تو حرج نہیں ہے۔ یعنی یہ کلمات مجھے ساری دنیا سے پیارے ہیں کیونکہ دنیا فانی ہے اور ان کا ثواب باقی، نیز دنیا رب تعالیٰ سے غافل کرنے والی ہے اور یہ رب تعالیٰ کی یاد دلانے والے، خیال رہے کہ ما طلعت علیہ الشمس سے مراد ساری دنیا ہے زمین یا زمین کی چیزیں ہوں یا آسمان اور آسمان کی چیزیں، رہا قرآن و حدیث ہماری عبادات وغیرہ اس سے علیحدہ ہیں کہ یہ چیزیں اگرچہ دنیا میں ہیں مگر دنیا نہیں نہ ان میں دنیا ہے، لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ یہ کلمات اور ان کے پڑھنے پر بھی تو سورج طلوع ہوتا ہے، اور یہ بھی تو دنیا میں ہیں، صوفیاء فرماتے ہیں کہ دل دنیا میں کھو کر دل میں نہ رکھو نہ ہلاک ہو جاؤ گے کشتی دریا میں ہے تو خبر ہے لیکن اگر دریا کشتی میں آ جائے تو ہلاکت ہے، لہذا خواہ بیک وقت یا مختلف اوقات میں صبح کے وقت پڑھے یا شام کو یا کسی اور وقت میں، غرض کہ کوئی پابندی نہیں، اگرچہ بہتر یہ ہے کہ صبح یا شام پڑھے جیسا کہ دوسری روایات میں ہے، لہذا بے حد و بے شمار مگر خطاؤں سے مراد گناہ معینہ ہیں جو حقوق اللہ کے متعلق ہوں، حقوق شرعیہ اور حقوق العباد اس سے علیحدہ ہیں، لہذا فوت شدہ نماز روزے، بندوں کے قرض اس وظیفہ سے معاف نہ ہو جائیں گے وہ تو ادا ہی کئے ہوں گے، لہذا حدیث پر کوئی اعتراض نہیں، لہذا اس طرح کہ کچھ تو صبح کے وقت پڑھ لیا کرے کچھ شام کے وقت یا اس طرح کہ صبح کو سو بار پڑھے اور شام کو بھی یعنی روزانہ دو سو بار، یہ ہی بہتر ہے، صبح سے مراد پچھٹنے سے زوال تک کا وقت ہے اور شام سے مراد زوال سے لیکر صبح صادق تک ہے، صوفیاء کی اصطلاح میں شام و سیر سے کہ یہ ہی منہ ہوتے ہیں، اگر عالمین کا طریقہ یہ ہے کہ بعد از فجر اور بعد نماز مغرب پڑھا کرتے ہیں، لہذا یہ ہی افضل ہے، لہذا اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن نہ تو کوئی اسکے برابر نیکیاں لائے گا نہ اس سے زیادہ، ہاں جو کوئی اس کے برابر یہ کلمات پڑھ لیا کرے وہ تو اسکے برابر نیکیاں لائیگا یا جو اس شخص سے زیادہ یہ کلمات پڑھ لیا کرے وہ اس سے زیادہ نیکیاں لائیگا، مثلاً یہ شخص روزانہ دو سو بار یہ کلمات پڑھتا ہے اور دوسرا چار سو بار پڑھ لیا کرے یا یہاں یہ نغذا دینے والا ہے یعنی جو شخص اس شخص کے برابر بھی پڑھے اور اس سے زیادہ بھی، لہذا حدیث پر نہ تو یہ اعتراض ہے کہ برابر پڑھنے والا اس شخص سے زیادہ نیکیوں گیا، اور نہ یہ اعتراض ہے کہ وظیفوں کی تعداد میں زیادتی کمی نہ چاہیے جس قدر مشغول ہوں اتنی ہی پڑھے جائیں، جیسے فرض نماز کی رکعات

فِي الْمِيزَانِ حَبِيبَتَانِ إِلَى الرَّحْمَنِ سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ
وَعَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَاصٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَيْعِزُّ أَحَدُكُمْ
أَنْ يَكْسِبَ كُلَّ يَوْمٍ أَلْفَ حَسَنَةٍ فَسَأَلَ سَائِلٌ مِنْ جُلَسَائِهِ كَيْفَ يَكْسِبُ أَحَدُنَا أَلْفَ
حَسَنَةٍ قَالَ يُسَلِّمُ مِائَةَ تَسْلِيمَةٍ فَيَكْتُبُ لَهُ أَلْفَ حَسَنَةٍ أَوْ يَحْطِ عَنْهُ أَلْفَ خَطِيئَةٍ رَوَاهُ مُسْلِمٌ
وَفِي كِتَابِهِ فِي جَمِيعِ الرِّوَايَاتِ عَنْ مُوسَى الْجَهْدِيِّ أَوْ يَحْطِ قَالَ أَبُو بَكْرٍ الْبَرْقَانِيُّ وَرَأَاهُ شُعْبَةُ وَ

رحمن کو پیارے ہیں سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم (مسلم بخاری) روایت سے حضرت سعد بن ابی وقاص فرماتے ہیں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے تو حضور نے فرمایا کیا تم میں سے کوئی اس سے عاجز ہے کہ روزانہ ایک ہزار نیکیاں کر لیا کرے ہنشینوں میں سے کسی نے پوچھا کہ کوئی روزانہ ہزار نیکیاں کیسے کر سکتا ہے فرمایا ایک سو دفعہ سبحان اللہ پڑھ لیا کرے اس کیلئے ہزار نیکیاں بھی جائیں گی اور اس کی ہزار خطائیں معاف کی جائیں گی و مسلم اس کتاب میں ابو موسیٰ جعفی سے تمام روایات میں یوں ہے کہ یا معاف کی جائیں گی البکر برقانی فرماتے ہیں کہ اسے شجرہ و

اور زکوٰۃ کی مقدار: خیال رہے کہ اس حدیث کا مقصد یہ ہے کہ جو باندی سے یہ پڑھا لیا کرے، اُسے اللہ تعالیٰ اس قدر نیکیوں کی توفیق بخشے گا کہ قیامت میں وہ دوسرے سے زیادہ نیکیاں لے کر آئے گا: یہ مطلب نہیں کہ صرف یہ کلمات پڑھنے والا حاجیوں، غازیوں، شہیدوں، علماء، مجتہدین، محدثین سے بڑھ جائیگا لہذا حدیث واضح ہے: ۱۔ سبحان اللہ کی پیاری فصیح و بلیغ زبان ہے اس پیارے محبوب کی صلے اللہ علیہ وسلم: خیفان، ثقیلان یعنی جوارے بلکہ اس میں متضادین کا اجتماع ہے: لسان و زبان اس میں متناسیل کا اجتماع ہے کیونکہ لسان انسانی زبان کو بھی کہتے ہیں اور تر ازو کی زبان کو بھی، جو ہاتھ کی مٹھی میں بروقت ٹوٹنے کے ہستی ہے: حبیبان و رحمن اس میں ایسی مناسبت ہے کہ سبحان اللہ محبت و رحمت میں بہت ہی تعلق ہے یعنی یہ دونوں کلمے پڑھنے میں زبان پر بہت آسان ہیں، مگر کل قیامت میں ان کا وزن بہت زیادہ ہوگا کیونکہ ہمارے کام سے رب تعالیٰ کا نام و زنی ہے، پھر خوبی یہ کہ رب تعالیٰ کو یہ کلمات بڑے پیارے ہیں، تو جو ان کا ورد کریگا، وہ بھی پیارا ہوگا اس کی زبان پیاری ہوگی: ۲۔ یہ دو کلمے رب تعالیٰ کی دونوں قسم کی حمدوں کو علی و جلال کا جامع ہے، عورت پاک کا مکمل بیان سبحان اللہ میں ہے اور صفات کمالیہ سے موصوف ہونے کا کامل بیان و بحمدہ میں ہے: اسی لئے یہ کلمات بہت جامع ہیں اور رب تعالیٰ کو پیارے ہیں: ۳۔ یعنی مسلسل روزانہ ایک ہزار نیکیاں کرتے رہنا طاقت انسانی سے باہر ہے: یہ عام انسانوں کا حال ہے، ورنہ بعض مخصوص بندے تو ہر سانس میں نیکی کرتے ہیں: ۴۔ ظاہر یہ ہے کہ یہاں اُو یعنی واؤ ہے یعنی سوار سبحان اللہ پڑھ لینے سے پڑھنے والوں کو ہزار نیکیاں بھی ملیں گی اور اس سے ہزار گنا بھی معاف ہونگے اور اگر اُو اپنے ہی معنی میں ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ یہ رب تعالیٰ کے کرم پر موقوف ہے چاہے تو اسے ہزار نیکیاں دے، چاہے اس کے ہزار گنا معاف کر دے، خطیئہ سے معلوم ہوا کہ گناہ صغیرہ معاف ہونگے، حقوق العباد اور گناہ کبیرہ کی معافی اس سے نہ ہوگی: ۵۔ یعنی مسلم شریف میں حضرت موسیٰ جعفی سے بہت سی روایات منقول ہیں ان سب میں اُو ہے: یہ موسیٰ جعفی ابن عبد اللہ ہیں قبیلہ جنہیہ سے ہیں، کوئی ہیں، انہوں نے حضرت مجاہد، مصعب ابن سعد سے روایت لیں، اور ان سے شجرہ، یحییٰ ابن میسران نے اُمادیت نقل کی: ۶۔ آپ ابو بکر احمد ابن محمد بخاری فرماتے ہیں: برقان خوارزم کی ایک لبتی کا نام ہے:

أَبُو عَوَانَةَ وَيَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ لَقِطَانٌ عَنْ مُوسَى فَقَالَ وَبِحَظِّ الْغَيْثِ هَكَذَا فِي كِتَابِ الْحَمِيدِيِّ: وَكَهْنُ أَبِي ذَرٍّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَى الْكَلَامِ أَفْضَلُ قَالَ مَا أَصْطَفَى اللَّهُ الْمَلَائِكَةَ سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ جُوَيْرِيَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَدِمَ مِنْ عِنْدِهَا بَكَّةً حِينَ صَلَّى الصُّبْحَ وَهِيَ فِي مَسْجِدِهَا ثُمَّ رَجَعَ بَعْدَ أَنْ أَضَلَّ وَهِيَ جَالِسَةٌ قَالَ مَا زِلْتُ عَلَى الْحَالِ الَّتِي فَارَقْتُكِ عَلَيْهَا قَالَتْ نَعَمْ قَالَ النَّبِيُّ

ابو عوانہ اور یحییٰ ابن سعید قطان نے حضرت موسیٰ سے روایت کی ان سب نے و ب ح ظ فی الغیث کے بغیر کتاب حمیدی میں اسی طرح ہے روایت ہے حضرت ابو ذر سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کونسا کلام افضل ہے فرمایا جو اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں کے لئے منتخب فرمایا سبحان اللہ و بحمدہ (مسلم) روایت ہے حضرت جویریہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس سے گزے جبکہ نماز فجر پڑھ رہے تھے اپنی مسجد میں تھیں پھر واپس گئے وہ وہاں ہی بیٹھی تھیں فرمایا کیا تم اسی طرح بیٹھی ہو جیسے میں نہیں بیٹھ رہی تھیں کیا تم نے ہاں تب نبی کریم

یعنی ان روایات میں تو نہیں بلکہ واد ہے یعنی اس کو ہزار نیکیاں بھی ملی ہیں، اور اسکے ہزار گنا بھی معاف ہوتے ہیں، لیکن اگر پہلی روایت میں اُو یعنی واؤ ہو یا یہاں واؤ متواریع یعنی بیان نوعیت کے لئے ہو تو دونوں روایتوں میں کوئی فرق نہیں، اور ہو سکتا ہے کہ پہلی روایت میں رب تعالیٰ کے قانون کا ذکر ہو اور اس روایت میں اس کے فضل و کرم کا: رب تعالیٰ فرماتا ہے مَنْ جَاءَنَا بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ مِثَالِهَا: دوسرے مقام پر فرماتا ہے وَاللَّهُ يَضَاعِفُ لِمَنْ يَشَاءُ ۖ ۱۰ یعنی سائے فرشتے ہمیشہ یہ پڑھانے سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ: اسی لئے فرشتوں نے عرض کیا تَحْمِيحُ مَسِيحُ يَحْمِدُ لَكَ وَلَقَدْ مَسَّ لَكَ: فرشتوں کا ہمیشہ یہ پڑھنا اللہ تعالیٰ کی تعظیم سے ہے ذکر اپنی رائے سے: قرآن کریم میں ہے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ عَالِمُ الْغُيُوبِ: یعنی یہ کلمات بہت افضل ہیں، کیونکہ یہ فرشتوں کا ذکر ہے: اس سے وہ مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ان فرشتوں کی عبادات کو بھی جانتے ہیں اور ان کے حالات سے بھی خبر دے سکیں جو آسمانوں میں رہتے ہیں عرش ہوں یا کرسی ہوں، لہذا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرش والے انسانوں کے اعمال کی بھی یقیناً خبر ہے: دوسرے یہ کہ وہ دو ظیفے بزرگوں سے منقول ہوں، دوسرے وظیفوں سے افضل ہیں، دیکھو فرشتوں کے وظیفے افضل قرار دیا گیا: ایک امتہا سے فرشتے عام انسانوں سے افضل ہیں، اگرچہ انسانیت بہت فرشتے سے افضل ہے: جب فرماتا ہے وَلَقَدْ كَذَّبْنَا بِنَبِيِّ أَدَمَ: ۱۰ حضرت جویریہ بنت حارث حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ ہیں، مسلمانوں کی اللہ آپ کا نام بڑھ تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدل کر جویریہ رکھا آپ ۱۰ سال غزوہ مدینہ میں گرفتار ہو کر حضرت ثابت بن قیس کے حصہ میں آئے، انہوں نے آپ کو مکات کر دیا ان کا بدل کتابت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا کیا اور انہیں آزاد کر کے ان سے نکاح کیا: ۱۵ سال عرش شریف ہوئی: ریح الاول ۱۰ سال میں فات پائی رضی اللہ عنہا: ۱۰ یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بعد نماز فجر آپ کے دولت خانہ سے باہر تشریف لے گئے: اس وقت آپ اپنے حصے پر جمی ہوئی ذکر اللہ اور وظیفہ پڑھ رہی تھیں، مسجد سے مراد مصطلے ہے یعنی مسجد گاہ یا وہ جگہ جو گھر میں نماز کے لئے خاص کر لی جائے:

یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نماز چاشت کے وقت (دوپہر کو) آپ کے پاس واپس آئے تو انہیں اسی مصطلے پر اسی طرف کھڑا کیا: اللہ اکبر یہ ہے ازواج پاک کا شوق عبادت: ۱۰ خیال ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی نیکیاں ظاہر کرنا ریا نہیں

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ قُلْتُ بَعْدَكَ أَدِيعُ كَلِمَاتٍ ثَلَاثٌ مَدَاتٍ لَوْ زِدَتْ بِمَا قُلْتُ مِنْذَ الْيَوْمِ
لَوْ زِدَتْهُنَّ سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ عَدَدَ خَلْقٍ وَرِضَا نَفْسٍ وَزِينَةَ عَرْشِهِ وَمِدَادَ كَلِمَاتِهِ رَوَاهُ
مُسْلِمٌ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْخَلْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ فِي يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ كَانَتْ
لَهُ عِدَلُ عَشْرِ رِقَابٍ وَكَتَبَتْ لَهُ مِائَةُ حَسَنَةٍ وَهَبَتْ عَنْهُ مِائَةُ سَيِّئَةٍ وَكَانَتْ لَهُ حِزْبًا
مِنَ الشَّيْطَانِ يَوْمَ ذَلِكَ حَتَّى يُمِيسِيَ لَمْ يَأْتِ أَحَدٌ بِأَفْضَلَ مِمَّا جَاءَ بِهِ إِلَّا الرَّجُلُ عَمِلَ كَثْرًا
مِنْهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے تمہارے پیچھے چار کلمے تین دفعہ پڑھ لئے اگر انہیں تمہارے تمام وظیفوں سے تو لاجائے جو تم نے سانسوں
میں پڑھے تو ان پر بھاری ہو جائیں سب ان اللہ وجمہ عداد خلق ورضا نفس زینۃ عرشہ مداد کلمات (مسلم) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے
ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ایک دن میں سو بار کہے اللہ کے اکیلے کے سوا کوئی معبود نہیں اس کا کوئی شریک نہیں اس کا ملک
اسی کی تعریف ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے اس کے لئے دس غلام آزاد کرنے کے برابر ہوگا اور اسکے لئے سو نیکیاں لکھی جائیں گی اور اسکے سو گناہ
معاف کئے جائیں گے اور اس دن دن بھر اس کی شیطان سے حفاظت ہوگی حتیٰ کہ شام پائے اور کوئی شخص اس سے بہتر افضل عمل نہ کر سکیگا
اس کے سوا جو اس سے زیادہ یہ پڑھ لے۔ (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ

بلکہ ذریعہ قبولیت ہے، اسی طرح حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے گناہ عرض کرنا پردہ دری نہیں بلکہ معافی کا ذریعہ ہے۔ لہٰذا جی ہاں ہم نے تمہارے پاس
سے جانے کے بعد یہ وظیفہ پڑھ لیا جو عمل میں بہت ہلکا اور آسان ہے۔ لہٰذا جی ہاں اگر کل قیامت میں رب تعالیٰ میزان کے ایک پلے میں تمہارا آج کا سانس
دن کا یہ وظیفہ رکھے اور دوسرے پلے میں ہمارے یہ کلمات رکھے۔ تو وہاں یہ کلمات بڑھ جائیں گے۔ لہٰذا اس کا مطلب یہ ہے کہ میں رب تعالیٰ کی ایسی
تبسم کرتا ہوں جو تمام مخلوق کے برابر ہو، اس کی رضا کا باعث ہو، اس کی عرش کی زینت ہو، اور کلمات الہیہ کی جو روشنائی ہے اس کے برابر ہو۔
اس جامع الفاظ میں ساری چیزیں آگئیں، کوئی چیز باقی نہ رہی، لہٰذا یہ جامع وظیفہ ہے، اس لئے اس کا اجر بھی زیادہ ہے۔ لہٰذا خواہ ایک دم ایک ہی
مجلس میں سو بار کہے یا مختلف اوقات اور مختلف مجلسوں میں غرض کہ جو ہیں گھنٹے میں یہ شمار پوری کرے (ملاقات)۔ لہٰذا یہاں مرقاۃ فرمایا کہ یہ وہ
کلمہ توحید ہے جس کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے مِثْلَ كَلِمَةِ طَيْبَةٍ كَتَبَتْهُ طَيْبَةً يَصْلُهَا قَائِلٌ وَقَدْ عَهَا فِي السَّمَاءِ۔ لہٰذا اس سے اشارۃ معلوم ہو
ہو رہا ہے کہ اگر ہندو رات میں یہ پڑھ لیا کرے، تو صبح تک شیطان سے محفوظ رہے مگر چونکہ ہندو دن میں جاگتا ہے اور جلتے ہی میں شیطان زیادہ گناہ کرتا ہے
اس لئے دن کا ذکر فرمایا، اگرچہ یہ کلمات ایک دم یا علیحدہ علیحدہ ہر وقت پڑھنا درست ہے لیکن صبح کے وقت ایک دم پڑھنا افضل ہے تاکہ دن بھر
شیطان سے محفوظ رہے، یہ تاثیر تو سو بار پڑھنے کی ہے اگر اس سے زیادہ پڑھے تو زیادہ فائدہ ہوگا، غرض کہ یہ عمل بہت ہی پُر تاثیر ہے (مرقات)
لہٰذا اس کی شرح پہلے گزر چکی ہے جی کوئی ورد وظیفہ پڑھنے والا اس جہاں وظیفہ پڑھ سکے گا نہ اس جیسا ثواب وظیفہ پاسکے گا کیفیت جو یقیناً ہے

فِي سَفَرٍ فَجَعَلَ لِنَاسٍ يَجْمَعُونَ بِالْتَّكْبِيرِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ
ارْبَعُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ أَنْتُمْ لَا تَدْعُونَ أَحَدًا وَلَا غَائِبًا أَنْتُمْ تَدْعُونَ سَمِيعًا بَصِيرًا وَهُوَ مَعَكُمْ
وَالَّذِي تَدْعُونَ أَقْدَبُ إِلَيَّ أَحَدَكُمْ مِنْ عُنْتِي رَأَيْتَنِي قَالَ أَبُو مُوسَى وَأَنَا خَلْفُ أَقُولُ
لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ فِي نَفْسِي فَقَالَ يَا عَبْدَ اللَّهِ بْنِ قَيْسٍ لَا أَدُلُّكَ عَلَى كَذِبٍ مِنْ كُنُوزِ
الْجَنَّةِ فَقُلْتُ بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۝ الْفَصْلُ

ایک سفر میں تھے تو لوگ بلند آواز سے تکبیر کہنے لگے اس پر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے لوگو اپنی جانوں پر نرمی کرو تم
لوگ نہ ہرے کو پکارتے ہو نہ غائب کو تم تو سچ بھیہر کہہ رہے ہو جو تمہارے ساتھ ہے جسے تم پکار رہے ہو وہ تم میں سے ہر ایک کی
سواری کی گردن سے بھی زیادہ قریب ہے ابو موسیٰ فرماتے ہیں کہ میں حضور کے پیچھے تھا اپنے دل میں کہہ رہا تھا لا حول ولا قوۃ الا باللہ تو
حضور نے فرمایا اے عبد اللہ ابن قیس کیا میں تم کو جنت کے خزانوں میں ایک خزانہ پر رہبری نہ کروں میں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ فرمایا لا

حول ولا قوۃ الا باللہ (مسلم بخاری) ۵: فصل

۱۔ اس طرح کہ جوش کے ساتھ تعمیر کے نعرے لگاتے لگے نعرۃ تکبیر اللہ اکبر، یہ نعرے برکت کیلئے تھے نہ کہ کسی خوشی کی وجہ سے، جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے: یہ سفر
غزوہ خیبر کا تھا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کے خیر فتح فرماتے تشریف لے جا رہے تھے، جیسا کہ دوسرے مقامات پر اس کی تصریح ہے: ۲۔ یہاں شیخ نے لغات
اور اشعار اللغات میں فرمایا کہ اس نعرۃ تکبیر سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا منع فرمانا اس لئے نہ تھا کہ ذکر بالجہر منع ہے بلکہ اسلئے تھا کہ صحابہ پر سفر کئے ہوئے یہ نعرۃ تکلیف
کا باعث تھے، اسی لئے فرمایا اپنی جانوں پر نرمی کرو، در نہایت موقع پر صحابہ کرام بلکہ خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم خوب بلند آواز سے ذکر الہی کرتے تھے، چنانچہ
جماعت نماز کے بعد صبح کر ذکر کرتے تھے، صحابہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے وعظ کے دوران نعرۃ تکبیر لگاتے تھے: نیز اس سفر میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ
یہ تھا کہ خیبر پر ہم اچانک جا پڑیں، لوگوں کو اس حملہ کی خبر بھی نہ ہو سکے، تاکہ کفار تیاری نہ کر سکیں، درہیت کم خون خرابہ ہو اور خیبر فتح ہو جائے: اس نعرے سے یہ مقصد تو
ہو جاتا: ہر حال ذکر بالجہر مسخ کر نبیوں کی یہ حدیث دلیل نہیں ہو سکتی ذکر بالجہر کی پوری تحقیق ہماری کتاب الحقیقہ اول میں ملاحظہ فرمائیے: ۳۔ یہاں ذکر بالجہر
منع نہیں، رتبائی تو آہستہ ذکر بھی مستحب ہے، بلکہ ہمیں نقصان دہ ہے کہ تم اس وقت ذکر سے خشک جا لگے اور تمہارا دشمن تمہاری آمد پر مطلع ہو جائے گا: اسلئے آہستہ ذکر کرو: ۴۔
اس سے معلوم ہوا کہ اس لئے صبح کر اشرک ذکر کرنا خدا نے آہستہ ذکر نہیں سکنا منع ہے بلکہ بدعتیہ کی ہے: ذکر بالجہر تو اپنے نفس اور دوسرے فاعلوں کو جگائے شیطان
کو جھگانے درود دیوار کو اپنے ایمان کا گواہ بنانے کیلئے ہوتا ہے، مگر اس منزل پر ضرر ہے، خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہماری شررگ سے زیادہ قریب ہونے
کے معنی یہ ہیں کہ اس کا علم، قدرت، رحمت قریب و نہ حق تعالیٰ قرب مکانی سے پاک ہے، اس کی تفسیر وہ آیت ہے إِنَّ لَدُنْهُ اللَّهُ قَدِيرٌ مِنَ
الْمُحْسِنِينَ ۵۔ یعنی تم جو اپنے دل میں لا حول شریف پڑھ رہے ہو ہم اس پر مطلع ہیں، اس کے فضائل سے تم کو اطلاع دیتے ہیں، خیال ہے کہ لا
حول شریف میں انسان اپنی انتہائی بے بسی کا اقرار اور رب تعالیٰ کی انتہائی قدرت کا اعتراف کرتا ہے، یہ ہی بندگی کا عار ہے، اسی لئے یہ جنت کا خزانہ ہے
حول کے معنی ہیں ظاہری طاقت، قوۃ کے معنی ہیں باطنی قدرت: یا حول سے مراد ہے دفع شر کا جلد، اور قوت سے مراد ہے خیر حاصل کرنے کا ذریعہ جتنی بند ہے

الثانی عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ وَ
يَحْمَدُهُ غُرِسَتْ لَهُ نَخْلَةٌ فِي الْجَنَّةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَكَانَ الذَّبِيرُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ صَبَاحٍ يُصْبِحُ الْعِبَادُ فَيُتَبَادَى سَبْحُ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ رَوَاهُ
التِّرْمِذِيُّ وَكَانَ جَابِرٌ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْضَلُ الذِّكْرِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

دوسری روایت سے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو سبحان اللہ العظیم وحمدہ پڑھے اس کے لئے
جنت میں رخت بربا جائیگا (ترمذی) روایت سے حضرت زبیر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسی کوئی صبح نہیں جسے
بندے پائیں مگر ایک پکاسنے والا پکا زنا ہے کہ پاک بادشاہ کی تسبیح پڑھے (ترمذی) روایت سے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بزرگ ترین ذکر لا الہ الا اللہ ہے

یہ بغیر رب تعالیٰ کی مدد کے ظاہری طاقت ہے نہ اندرونی قوت، اس کے بغیر کرم بندہ نیکوں سے بچ سکتا ہے، نہ نیکیاں کر سکتا ہے، اس سے معلوم
ہو کہ اللہ کی دین اس کے کرم سے بندہ میں ظاہری باطنی طاقتیں آسکتی ہیں، جیسا کہ اولیاء و انبیاء کے کرامات و معجزات سے معلوم ہوتا ہے، حضرت میلان نے
تین میل دوسے چوبیس کی آواز سن کر کچھ لی، حضرت آصف برخیا پل بھر میں من سے تخت بلقیس لے آئے، یہ ربانی طاقتیں رحمانی عطا سے تھیں، بجلی کے بلب
پنکھے مشین وغیرہ بغیر پاور محض بیکار ہیں، پاور آجائے تو بہت طاقتور ہو جاتے ہیں، بجلی کا تار ادی کیا ہوتی تو ہلاک کر دیتا ہے، قرآن کریم میں جو من دون اللہ کی
برائیاں آتی ہیں، یہ وہی ہیں جو خدا سے الگ و دور ہیں، رب تعالیٰ نے فرمایا وَجَدَ مَنْ دُونِهِمْ فَعَدَانِینَ تَذَوُّدَانِ یعنی موسیٰ علیہ السلام نے مردوں
سے الگ و دور دوروں کو دیکھا تو اپنے جانور پکڑے کھڑی تھیں، دیکھو دون کے معنی الگ یا دور ہیں، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کلموں کو خزانہ اسی
فرمایا کہ یہ کلمے جتنی نعمتوں کے خزانے ملنے کے سبب ہیں، یا اللہ تعالیٰ نے دوسری قوموں کے کلمات ایسے چھپائے تھے، جیسے خزانے غیر من سے چھپائے جاتے ہیں، بلکہ
جنت کی بعض زمین تو زمیں سے پھولوں کے درختوں سے بھری ہے بعض زمین خالی، اس خالی زمین میں ہمارے نیک اعمال شل درختوں کے نمودار ہوتے ہیں، یہاں اس خالی
زمین کا ذکر ہے، جنت میں باغات تو ہیں مگر کھیت نہیں، کیونکہ کھیت میں ملنے ہوتے ہیں جو خدا کے کام آتے ہیں وہاں نہ بھوک ہے نہ خدا کی ضرورت، باغوں میں پھول
ہستے ہیں جن سے لذت لی جاتی ہے، تمام درختوں میں کھجور کا درخت بہت ہی مفید و لذیذ ہے اسلئے لا حول شریف نے رخت کھجور بتا ہے، بلکہ یعنی ہر صبح کو فرشتہ یاد دلا
دیتا ہے کہ اس وقت تسبیح پڑھو یا آج دن بھر بڑھتے رہنا، چونکہ صبح کے وقت ہر مخلوق تسبیح کرتی ہے، اسلئے خصوصیت سے انسانوں میں یہ ملان ہوتا ہے کہ تم شرف المخلوق ہو دوسری
مخلوق سے پیچھے نہ رہو، نیز چونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بندہ ہم کو پہنچا دی، اسلئے فرشتہ کا پکارنا زائر الیہاں نہ گیا، لہذا حدیث پر اعتراض نہیں کہ جب ہم فرشتے کی آواز
سننے ہی نہیں تو اس کے پکاسنے سے کیا فائدہ، بادشاہ کے فرمان عوام تک اخبارات، حکام وغیرہ کے ذریعے پہنچا کرتے ہیں، تسبیح کرنے سے مراد یا تو مطلقاً
کوئی سی تسبیح پڑھ لینا ہے یا یہ پڑھنا ہے سبحان الملك القدوس یا یہ پڑھنا ہے سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالذُّرُجِ یا
یہ پڑھنا ہے سبحان اللہ وحمدہ سبحان اللہ العظیم (مرقات) بلکہ لا الہ الا اللہ سے مراد پورا کلمہ شریف ہے یعنی مع محمد رسول اللہ کے، درہ صرف لا الہ
الا اللہ تو بہت سے موحّد کفار بلکہ ابلیس بھی پڑھتا ہے، وہ مشرک نہیں موحّد ہے، جس چیز سے مومن بنتے ہیں وہ محمد رسول اللہ، چونکہ کلمہ شریف سے کفر کی گندگی دور

وَأَفْضَلُ لِدُعَاءِ الْحَمْدِ لِلَّهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحَمْدُ رَأْسُ الشُّكْرِ مَا شَكَرَ اللَّهُ عَبْدًا لَا يَحْمِدُهُ؛ وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَّلُ مَنْ يُدْعَى إِلَى الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الَّذِينَ يَحْمِدُونَ اللَّهَ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ رَوَاهُمَا الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعْبِ الْإِيمَانِ؛ وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ يَا رَبِّ عَلِّمْنِي شَيْئًا أَذْكُرُكَ بِهِ أَوْ أَدْعُوكَ بِهِ فَقَالَ يَا مُوسَى قُلْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَقَالَ يَا رَبِّ كُلُّ عِبَادِكَ

اور بزرگ ترین دعا الحمد للہ ہے (ترمذی وابن ماجہ)؛ روایت ہے حضرت عبد اللہ بن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حمد شکر کا سر ہے جس نغمے نے خدا کی حمد کی اس نے رب کا شکر ہی نہ کیا؛ روایت ہے حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنہیں قیامت کے دن سب سے پہلے جنت کی طرف بلایا جائیگا وہ ہونگے جو خوشی و غم میں شکر کی حمد کرتے ہیں یہ دونوں حدیثیں بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیں؛ روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا تھا یا رب مجھے وہ چیز سکھا جس تجھے یاد کیا کروں یا جس کے ذریعہ تجھے دعا کروں رب نے فرمایا اے موسیٰ کہو لا الہ الا اللہ پھر عرض کیا یا رب یہ تو میرے سارے بندے ہی

ہوتے ہیں، اسے بڑھ کر ازمنہ ہوتا ہے، اس سے دل کی رنگ دور ہوتی ہے، اس سے غفلت جاتی ہے، دل میں بیداری آتی ہے، یہ حمد الہی و نعم مصطفویٰ کا مجموعہ ہے، اس سلسلے پر افضل الذکر ہوا، موصیائے کرام فرماتے ہیں کہ صفائی دل کے لئے مکمل طیبہ اکبر ہے؛ ۱۔ دعائیں کریم کی تعریف اور اپنی عرض حاجت ہوتی ہے، الحمد للہ میں یہ دونوں چیزیں موجود، اسی سلسلے الحمد کو بہترین دعا فرمایا گیا؛ جب ممکن سخی کے دروازے پر کھڑے ہو کر اس کی تعریف کرنے لگے تو سمجھو کچھ مانگ رہا ہے؛ ۲۔ دل ہی جب ہم فقیر رب کریم کے دروازے پر اس کی حمد و ثنا کریں، تو درپردہ اس سے مانگتے ہی ہیں؛ سورہ فاتحہ کو ام القرآن کہتے ہیں، کیونکہ یہ الحمد اللہ سے شروع ہوتی ہے؛ ۳۔ لہذا جو شکر حمد کے بغیر ہو وہ شکر صحیح نہیں جیسے بغیر سر کے جسم درحقیقت جسم ہی نہیں؛ ۴۔ بعض صوفیاء فرماتے ہیں کہ شکر کی اصل جگر دل و اعضاء ظاہری ہیں، دل سے رب کی نعمتوں کا اقرار، اعضاء سے عبادت شکر ہے؛ اور حمد کی اصل جگر زبان ہے؛ اور دل و غیرہ لوگوں سے مخفی ہیں، زبان لوگوں پر ظاہر اور شکر میں اہلہار اصل مقصود ہے؛ اسی لئے حمد کو شکر کا مترادف دیا گیا کہ مقصد شکر حمد سے ادا ہوتا ہے (مرقات) سہمان اللہ نہایت نفیس تحقیق ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ اپنے رب کی نعمتوں کا خوب چرچا کرو، یہ ہے کامل شکر، اور چرچہ زبان سے ہوتا ہے؛ ۵۔ اس طرح کہ ہر حال میں رب کی حمد کرتے رہتے ہیں، تبدیلی حالات ان کو نہیں بدلتی، راضی برضا رہتے ہیں، چونکہ یہ لوگ سب راضی رہے لہذا رب بھی ان سے راضی رہا، وہ رب کے مخلوق سے رزق سے راضی، نور رب ان کی تھوڑی عبادت سے راضی وہ رب کے پیچھے ہوئے رنج و غم پر راضی تو رب ان سے گناہ سرزد ہونے پر بھی راضی؛ فرماتا ہے رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ اللہ تعالیٰ یہ درجہ نصیب کرے؛ ۶۔ یعنی اے مولیٰ مجھے خصوصی ذکر و دعا بذریعہ وحی یا الہام سکھا، عمومی ذکر و دعائیں تو تو نے مجھے بہت عطا فرمائی ہیں، لہذا حدیث پر یہ سوال نہیں ہو سکتا کہ کیا اب تک موسیٰ علیہ السلام کو ذکر و دعا بھی معلوم نہ تھی، اس کی ناامیدانگہ مضمون سے ہورہی ہے؛

يَقُولُ هَذَا اِنَّمَا اَرِيدُ شَيْئًا تَخْصُنِي بِهِ قَالَ يَا مُوسَى كَوْنَنَّ السَّمَوَاتِ السَّبْعَ وَعَامِرَهُنَّ
غَيْرِي وَالْاَرْضَيْنِ السَّبْعَ وَضَعْنِ فِي كَفِّهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللَّهُ فِي كَفِّهِ مَا لَتَ بِهِمْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللَّهُ
رَوَاهُ فِي شَرْحِ السُّنَنِ وَعَنْ ابْنِ سَعِيدٍ وَابْنِ هُرَيْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ صَدَّقَ رَبُّهُ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا وَاَنَا أَكْبَرُ اِذَا قَالَ لَا اِلٰهَ
اِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ يَقُولُ اللَّهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا وَحْدِي لَا شَرِيكَ لِي وَاِذَا قَالَ لَا

کہتے ہیں میں تو کوئی ایسی خاص چیز چاہتا ہوں جس سے تو مجھے خاص کئے فرمایا ہے موسیٰ اگر ساتوں آسمان اور میرے سوا ان کی آبادی
اور ساتوں زمینیں ایک پلڑے میں رکھ دی جائیں اور لا الہ الا اللہ دوسرے پلڑے میں تو ان سب پر لا الہ الا اللہ شریعت جاری ہوگا (شرح سنہ) روایت
ہے حضرت ابو سعید حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کہتا ہے لا الہ الا اللہ اللہ اکبر تو رب تعالیٰ اس کی تصدیق
کرتا ہے کہ واقعی میرے سوا کوئی معبود نہیں اور میں بہت بڑا ہوں اور جب بندہ کہتا ہے کہ اکیلا اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اسکا کوئی شریک
نہیں تو رب فرماتا ہے واقعی میرے سوا کوئی معبود نہیں میں اکیلا ہوں میں کوئی شریک نہیں اور جب کہتا ہے۔

۱۔ چونکہ فطرت بشری ہے کہ عام نعمت کے مقابل میں خاص نعمت سے زیادہ خوش ہوتے ہیں اگرچہ عام نعمت کا نفع زیادہ ہی ہو، دیکھو سوا بپائی، ہمک وغیرہ کے مقابل سونے
چاندی جو اہر سے زیادہ خوش ہوتے ہیں، غازیچکا گاند سے زیادہ غازیچکا خوش مناتے ہیں، اسی لئے آپ نے یہ سوال فرمایا: لہذا احیث پر یہ اعتراض نہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ
السلام کلمہ سے خوش نہ بنے بلکہ اللہ تعالیٰ نے یہ سوال موسیٰ علیہ السلام کے دل میں خود ہی ڈالا تھا تاکہ اس کے جواب سے لوگوں کو کلمہ طیبہ کے مسائل کا پتہ چلے۔ خیال ہے
کہ یہاں لا الہ الا اللہ سے مراد صرف یہی الفاظ ہیں کیونکہ شریعت موسیٰ میں کلمہ میں محمد رسول اللہ داخل نہ ہوا تھا یہ جزو تودین محمدی کی خصوصیات سے ہے؛
۲۔ غلامہ جواب یہ ہے کہ لے موسیٰ تم کوئی خاص عمل و وظیفہ ایسا چاہتے ہو جو لا الہ الا اللہ سے افضل ہو، ایسا کوئی وظیفہ نہیں، نام سے بہتر افضل یہی کلمہ ہے: ساتوں زمین
و آسمان اور ان کے باشندوں میں انسان حیوانات اور ان کے سامنے عمل افضل ہیں لہذا تمام وظیفے، اوراد عبادت سے کلمہ طیبہ افضل ہوا کیونکہ ربکا نام حقوق سے افضل
و بہتر ہے: ہاں اس کلمہ سے مختلف لوگ مختلف فائدے اٹھاتے ہیں جہاں تک اس کی فہم و عمل زیادہ وہاں تک اس کا فیض زیادہ: ہمارے کلمہ طیبہ سے حضور انور صلی اللہ علیہ
وسلم کا کلمہ پڑھنا کہیں افضل و بہتر ہے: یہ ہی حال ساری عبادات کا ہے (ازمورات) ۳۔ یعنی اس کلمہ کا مغنون اور اسکا قیام حقوق سے زیادہ قدرتی ہے بشرطیکہ غلام
سے پڑھا جائے ورنہ منافقین بھی کلمہ پڑھتے تھے، اب بھی بعض مشرکین کلمہ پڑھ لیتے ہیں انکے کلمہ کا وزن ہے نہ ثواب، وزن صرف الفاظ کا نہیں، اسکا مغنون کیلئے، اللہ تعالیٰ
و عدائیت پر تمام صفات الہیہ سے اعلیٰ منفستہ و یقیناً ساری خلق سے اعلیٰ ہے: فقیر اس تقریر سے یہ اعتراض اٹھ گیا کہ انبیائے کرام حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تو شرق الخلق افضل
الخلق ہیں، اور یہ الفاظ لا الہ الا اللہ بھی خلق میں داخل ہیں، تو نبی ان سے بھی افضل سمجھے جائیں، کیونکہ یہ الفاظ خلق ہیں مگر انکا مغنون یعنی رب کی وحدانیت خلق نہیں رب
کی صفات، جیسے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کے الفاظ سے افضل ہیں مگر قرآن کلام الہی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہے کہ وہ صفت الہی ہے
اسی طرح الفاظ قرآن حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم عربی ہیں تو قرآن بھی عربی، جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کئی
تھے تو آیات آؤں کہہ ہوئیں، جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مدنی ہو گئے تو آیات قرآن بھی مدنیہ ہو گئیں، مگر مغنون قرآن کی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم

إِلَّا إِلَهَ اللَّهِ الْمَلِكُ وَلِلَّهِ الْحَمْدُ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا إِلَى الْمَلَائِكَةِ وَبِالْحَمْدِ وَإِذْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ وَكَانَ يَقُولُ مَنْ قَالَهَا فِي
مَرَضٍ ثُمَّ مَاتَ لَمْ تَطْعَمِ النَّارُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَكَانَ سَعِيدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ أَنَّهُ
دَخَلَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى امْرَأَةٍ وَبَيْنَ يَدَيْهَا نَوَى وَحَصَى تُسَبِّحُ بِهِ فَقَالَ

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اسی کا ملک ہے اسی کی تعریف ہے تو رب فرماتا ہے واقعی میرے سوا کوئی معبود نہیں میرا ہی ملک ہے میری ہی
تعریف ہے جب بندہ کہتا ہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اللہ کے بغیر نہ طاقت ہے نہ قوت تو رب فرماتا ہے واقعی میرے سوا کوئی معبود نہیں
میرے بغیر نہ قوت ہے نہ طاقت حضور فرماتے تھے کہ جو یہ کلمات اپنے مرض میں کہے پھر مر جائے تو اسے ایک نہ بولائے گی (ترمذی، ابن ماجہ، ابوداؤد)
ہے حضرت سعد بن ابی وقاص سے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک بی بی کے پاس گئے جن کے سامنے گٹھلیاں یا کنکریاں تھیں
تھیں جن پر وہ تسبیح پڑھ رہی تھیں تب حضور نے فرمایا

اتباع کہتے ہیں اے یعنی رب تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے کہ میرا فلاں بندہ یہ پڑھ رہا ہے اور وہ سچا ہے سچ کہہ رہا ہے سبحان اللہ بندے کی خوش نصیبی ہے کہ اسی کی تحویلی
سی لب کی حرکت سے اس کا ذکر بارگاہ رب العالمین میں فرشتوں کے سامنے آجائے اور ساتھ میں خود رب تعالیٰ تصدیق بھی فرمادے۔ اے یعنی یہ بندہ وہ گواہی دے رہا ہے
جس کی میں اور میرے فرشتے اور میری تمام خلق گواہی دیتے ہیں: خیال ہے کہ ساری نیکیاں صرف بندے کے لئے ہیں مگر گواہی تو حیدر حضور پر درود دھلے اللہ علیہ وسلم حضور
انور صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت افزائی، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی میلاد غزالی وہ اعمال میں جو رب تعالیٰ فرشتوں اور تمام مخلوق کے عمل ہیں: رب تعالیٰ فرماتا ہے اے
اللہ و ملائکتہ یصلون علی النبی، اللہ تعالیٰ نے کسی نیکی کے حکم میں پنا اور اپنے فرشتوں کا ذکر نہ فرمایا سوا درود شریف کے سبحان اللہ کلمہ توحید ایسی پاکیزہ نعمت ہے
کہ رب تعالیٰ بھی اس میں شرکت فرماتا ہے: اے ملک و ملکوت کا فرق پہلے بیان ہو چکا ہے، ملک تو عازار بادشاہ کا بھی ہو جاتا ہے، مگر ملکوت وہ چیز ہے جو رب تعالیٰ
کے سوا کسی کے قبضہ میں نہیں: یا مائی الملائکۃ میں حضرت خدیجہ کے لحاظ سے ہے یعنی حقیقتہً ملک میرا ہی ہے عارضی طور پر مجازاً جسے ملک ملا وہ میری عطارد سے ملا شعور۔

در حقیقت مالک ہر شے خدا است ایں مانت چند روزہ زود است

اے حول و قوت کے نفیس فرق ابھی کچھ پہلے بیان ہو چکے، اور لا حول شریف کے فوائد عرض کئے جا چکے بندہ رب سے کٹ کر کچھ نہیں نہ اس میں حول رہتی ہے نہ
قوت مگر رب سے حاصل ہو کر سب کچھ بن جاتا ہے کہ اس میں حول بھی آجاتی ہے اور قوت بھی، فطرہ دیا سے الگ ہو تو کچھ نہیں مگر دریا میں جاتے ہی اس میں مانی
طغیانی، فراوانی سب کچھ آجاتی ہے، شیشہ سایہ میں ہے تو کچھ نہیں مگر آفتاب کے مقابل ہو کر اس میں شعاعیں، روشنی، تیزی، دھوپ سب کچھ آجاتی
ہے: الا بالشری ب الصافی کی ہے یعنی اللہ سے مل کر بندے میں حول و قوت سب کچھ آجاتی ہے۔ اے یعنی اسے ہر خیر اور خیر سے ناسع ہونے کے بعد
کبھی آگ کا عذاب ہوگا، اور جب پہلے ملو سے گذر گیا تو آگ کا اس پر اثر نہ ہوگا، سبحان اللہ یہ کلمات ایسا روحانی معالجہ ہیں جس کے لگ جانے سے جہنم کی
آگ اثر نہیں کرتی۔ اے یہ بی بی ماجرا تو حضرت سعد کی محرمات میں سے ہیں دیکھو یہ واقعہ پڑھ فرض چھنے سے پہلے کا ہے یا جانے سے مراد صرف ان کے پاس
ہی تھا ہے ذکر انہیں بے پردہ دیکھنا شیخ نے لمعات اور اشعار میں فرمایا کہ یہ بی بی صاحبہ جناب ام المؤمنین جو یہ تھیں رضی اللہ تعالیٰ عنہا: اے یعنی تسبیحیں
ان دانوں پر شمار کر رہی تھیں: یہ حدیث مروجہ دعا گروالی تسبیح کی اصل ہے کہ کمرے والوں اور دعا گئے میں ہونے والوں میں کوئی فسق نہیں

أَلَا أُخْبِرُكَ بِمَا هُوَ أَيْسَرُ عَلَيْكَ مِنْ هَذَا وَأَفْضَلُ سُبْحَانَ اللَّهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِي السَّمَاءِ وَسُبْحَانَ اللَّهِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِي الْأَرْضِ سُبْحَانَ اللَّهِ عَدَدَ مَا بَيْنَ ذَلِكَ وَسُبْحَانَ اللَّهِ عَدَدَ مَا هُوَ خَالِقٌ وَاللَّهُ أَكْبَرُ مِنْ ذَلِكَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ مِثْلَ ذَلِكَ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مِثْلَ ذَلِكَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ مِثْلَ ذَلِكَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا أَحَدُ اثْنَيْ عَشَرَ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِي عَن جَدِّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَبَّحَ اللَّهَ مِائَةً بِالْخَدَاةِ وَمِائَةً بِالْعُنْتِي كَانَ كَمَنْ حَجَّ مِائَةَ حَجَّةٍ وَمَنْ حَمَدَ اللَّهَ مِائَةً بِالْخَدَاةِ وَ

کیا میں تمہیں یہ چیز نہ بتاؤں جو تم پر اس سے آسان بھی ہو اور تمہیں بھی آسان کی ہوگی ہول س کی برابر جسے آسان میں پیدا فرمایا اور اللہ کی پاکی ہول س کی برابر جسے زمین میں پیدا فرمایا اور اللہ کی پاکی ہول س کی برابر جو آسمان کے درمیان ہے اور اللہ کی پاکی ہول س کی برابر جسے پیدا فرمایا اور اللہ کی پاکی ہول س کی برابر جسے تمام مخلوق اللہ کی ہیں (اسی قدر) اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں (اسی قدر) اور اللہ کے بغیر قوت (اسی قدر) (ترمذی، ابو داؤد) ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریبہ ہے روایت ہے حضرت عمر و ابن شعیب سے وہ اپنے دادا سے راوی فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اللہ کے لئے صبح کو سب بار سبحان اللہ پڑھے اور سو بار شام کو تو اس کی طرح ہوگا جو سو حج کرے اور جو صبح کو سو بار الحمد للہ پڑھے اور

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسع بھی استعمال نہ کی، آپ ہمیشہ بطریق معتد ان اہل انجلیوں پر شمار فرماتے تھے مگر ایک صحابیہ کہ یہ کرتے دیکھا منہ نہ فرمایا لہذا تیسع صحابی کی سنت علی بن ابی طالب اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت معلوم، مرقاۃ نے فرمایا جن لوگوں نے اس تیسع کو بدعت کہا غلط کہا، مشائخ فرماتے ہیں کہ تیسع شیطان پر کڑوہ ہے حضرت جنید دلابی کی انتہا پر پہنچ کر بھی تیسع پڑھا کرتے تھے کسی نے اس کی وجہ پوچھی جواب پاکہ اسی کے ذریعہ ہم خدا تک پہنچے ہیں اسے ہم کیسے چھوڑیں (مرقات) بعض بزرگ ختم آیت کریمہ کے لئے تصدیق و درجہ یوں میں بادام یا گٹھلیاں جمع کر لیتے ہیں ان کی اصل بھی یہ حدیث ہے لہٰذا یہ آؤ یعنی واؤ ہے مطلب ہے کہ اس دعا میں تمہارا وقت بھی کم خرچ ہوگا اور تمہیں ان تکلفات کی ضرورت بھی نہ پڑے گی اور ان کلمات کا ثواب تمہاری ان سے زیادہ ہوگا یا آؤ یعنی بلی ہے تب تو مطلب ظاہر ہے لہٰذا غلام مطلب یہ ہے کہ رب کی تیسع میری گنتی شمار سے وراؤ ہے، کیونکہ آسمان و زمین کی یہ چیزیں میرے علم و ادراک سے خارج ہیں، رب کی عطائیں ہمارے شمار سے باہر ہیں، تو اس کی تیسع بھی ہماری شمار سے باہر ہونا چاہئے لہٰذا یعنی گدشتہ اور آئندہ مخلوقات کی بقدر اللہ اگر بھی کہتا ہوں اور اسی قدر الحمد للہ بھی اور اسی قدر لا الہ الا اللہ بھی، اور اسی قدر لا حول الا باللہ بھی، اس طرح یہ کلمات میرے پڑھنے میں تو ایک ہیں لیکن رب کے فضل سے ثواب میں ان چیزوں کی تعداد کے برابر ہے یعنی شروع دن میں سو بار سبحان اللہ کہے اور شروع رات میں بھی سو بار تو اسے نفلی سو حجوں کی برابر ثواب ملیگا یہاں مرقاۃ نے فرمایا کہ تیسع سے ہر حضور کے ساتھ تیسع پڑھنا ہے اور حج سے مراد وہ حج ہیں جو غفلت سے کئے جائیں مطلب یہ ہے حضور نبی کریم کے ساتھ آسان کی غفلت کے مشکل اعمال سے انفضال ہوتی ہے، خیال یہ ہے کہ حج کا ثواب ملنا اور ہے حج کی اونچے اور، یہاں ثواب ذکر ہے نہ کہ ادائے حج کا، جیسے ظاہر کہتے ہیں ایک گرم کے پوٹے مٹھ میں ایک روٹی کی طاقت ہے، مگر پٹ روٹی ہی سے بھرتا ہے کوئی شخص دو دفعہ تین تین منٹے کھا کر زندگی نہیں گزار سکتا، واقعی ان سیبوں میں اتنا ہی ثواب ہے، مگر حج ادا کرنے ہی سے ہونگے حوا

مِائَةً بِالْعَشِيِّ كَانَ كَمَنْ جَمَلَ عَلَى مِائَةٍ فَدَسَّ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَمَنْ هَلَّلَ اللَّهُ يَأْتِ بِالْغَدَاةِ
وَمِائَةً بِالْعَشِيِّ كَانَ كَمَنْ أَعْتَقَ مِائَةَ رَقَبَةٍ مِنْ وَلَدِ اسْمَاعِيلَ وَمَنْ كَبَّرَ اللَّهُ يَأْتِ بِالْغَدَاةِ
وَمِائَةً بِالْعَشِيِّ لَوِيَاتٍ فِي ذَلِكَ الْيَوْمِ أَحَدًا بِأَكْثَرِ مَا أَتَى بِهِ إِلَّا مَنْ قَالَ مِثْلَ ذَلِكَ أَوْ
نَادَى عَلَى مَا قَالَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ وَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ
عَمْرِو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التَّسْبِيحُ نِصْفُ الْمِيزَانِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ يَمْلَأُهُ
وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ كَيْسَ لَهَا حِجَابٌ دُونَ اللَّهِ حَتَّى تَخْلُصَ إِلَيْهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هَذَا

سوارشام کو تو اس جیسا ہوگا جو اللہ کی راہ میں سو گھوڑے خیرات کرے اور جو صبح کو سوار لاله الا اللہ پڑھے اور سوار شام کو تو اسکی
طرح ہوگا جو اولاد حضرت اسماعیل سے سو غلام آزاد کرے اور جو صبح کو سوار اللہ اکبر پڑھے اور سوار شام کو تو کوئی اسکی زیادہ نیکیاں
اس دن نہ کر سکے گا بجز اس کے جو اتنی ہی باریہ کلمات کہے لے یا اس سے زیادہ (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن بھی ہے
غریب بھی: روایت سے حضرت عبداللہ ابن عمر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سبحان اللہ اسی میزان ہے اور الحمد
اللہ اسے بھرے گی اور لاله الا اللہ کیلئے رب سے کوئی اور نہیں سیدھا اس تک پہنچتا ہے (ترمذی) اور ترمذی نے منسب فرمایا یہ

باجرے کے ایک اند سے پانچ سات بایاں دے سکتا ہے جن کے لئے ہماری شمار میں نہیں ہوتے وہ سب تسبیحوں پر اتنا ثواب بھی دے سکتا ہے، اس قسم کے ثوابوں
کا وعدہ قرآن کریم میں بھی کیا گیا ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے مَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَوْ كَأَنَّهُمْ لَوَاحِشٌ عَلَى عُرُوشٍ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرًا كَثِيرًا
کے خیر کی مثال اس اند کی طرح ہے جس سے سات بایاں پہل ہوں ہر بانی سے سو دلے اور اللہ سے چاہے اس سے بھی کہیں زیادہ عطا فرمائے گا: اس قسم کی احادیث
اور آیتوں کو مبالغہ یا جھوٹ سمجھنا بے دینی ہے، رب تعالیٰ مومن ہمارے خیال سے دراز ہے، اسے روکنے والا کون ہے؟ یعنی سوافادوں کو جہاد کرنے
کے لئے سو گھوڑے دے جو ان پر سوار ہو کر جہاد کریں: خیال ہے کہ جہاد وغیرہ کا اصلی مقصد ذکر اللہ کی اشاعت ہے مومن: ملک گیری کے لئے نہیں لڑتا بلکہ ذکر کے
رکاوٹیں دور کرنے کے لئے لڑتا ہے اور حمد الہی یقیناً سو جہادوں سے افضل ہے کہ جہاد مقصود وغیرہ اور یہ مقصود یعنی اللہ کے دیگر فلاںوں سے اولاد
اسماعیل علیہ السلام کا آزاد کرنا افضل ہے: مرقات نے فرمایا کہ اولاد اسماعیل سے مراد اہل عرب ہیں کہ وہ سبحان کی اولاد ہیں، چونکہ عرب حضور انور صلی
اللہ علیہ وسلم سے قرب رکھتے ہیں اس لئے ان پر احسان کرنا افضل، اس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کی اولاد خصوصاً سادات کرام سے سلوک کرنا بہتر ہے۔ یہ حدیث
تیسرے قادری کی اصل ہے، سلسلہ قادریہ میں روزانہ صبح شام سبحان اللہ سوار، الحمد للہ سوار، لاله الا اللہ سوار، اللہ اکبر سوار پڑھا جاتا ہے: یہ
وہی حدیث سے لیا گیا: اللہ یعنی میزان کی نیکی کا پلہ آدھا سبحان اللہ سے بھرے گا اور آدھا الحمد للہ سے، یہ دونوں کلمے ملکر اسے پورا بھر دیں گے، کیونکہ اللہ
کے ذکر و قسم کے ہیں تنزیہ و تنجید: سبحان اللہ میں تنزیہ ہے یعنی رب تعالیٰ کو سارے عیوب سے پاک جانا: اور الحمد للہ میں تنجید یعنی اسے تمام کمالات سے موصوف
ماننا: میزان تو ان دونوں سے ہی بھر گئی، باقی نیکیاں زیادہ ہیں جن کا ثواب علاوہ ہوگا: خلاصہ یہ ہے کہ ان دونوں کلموں نے سارے گناہوں کو
تو ختم کر دیا کہ سب گناہوں کے مقابل میں تو یہ دو کلمے ہی کافی ہو گئے باقی نیکیاں نفع میں ہیں: اللہ اس میں اشارہ فرمایا کہ لاله الا اللہ ان دونوں

حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَلَيْسَ سَنَادُهُ بِالْقَوِيِّ: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا قَالَ عَبْدٌ إِلَّا لِلَّهِ مُخْلِصًا قَطْرًا لَا فُتِحَتْ لَهُ أَبْوَابُ السَّمَاءِ حَتَّى يُفَضِّيَ إِلَى الْعَرْشِ مَا اجْتَنَبَ الْكِبَايِدَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ: وَعَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِيتُ إِبْرَاهِيمَ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِي فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ أَقْدَأُ أُمْتِكَ مِنِّي السَّلَامَ وَأَخْلَدُهُمْ أَنَّ الْجَنَّةَ طَيِّبَةُ التُّرْبَةِ عَذَابُ الْمَلَكُوتِ وَأَنَّهُمَا قَبِيحَانِ وَلَئِنْ

حدیث غریب ہے اس کی اسناد قوی نہیں ہے: روایت سے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بندہ کبھی غلوں سے لالہ الا اللہ نہیں کہتا مگر اس کے لئے آسمانوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں حتیٰ کہ وہ کلمہ عرش تک پہنچ جاتا ہے جب تک کہ بندہ کبیرہ گناہوں سے بچا رہے (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریبہ ہے: روایت سے حضرت ابن مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ شب معراج میں ہماری ملاقات ابراہیم علیہ السلام سے ہوئی کہ انہوں نے فرمایا یا رسول اللہ اپنی امت کو میرا سلام فرمادیں اور انہیں بتادیں کہ جنت کی زمین بہت زرخیز ہے وہاں کاپانی بہت شیریں جنت میں سفیدہ زمین بہت ہے وہاں کے

کلموں سے بھی افضل ہے، کیوں نہ ہو کہ یہ ساری تہذیب و تمدن کو شامل ہے: مطلب یہ ہے کہ کلمہ طیبہ بہت جلد قبول ہوتا ہے، براہ راست اللہ تعالیٰ تک پہنچتا ہے جس قدر ہمارا اخلاص زیادہ اسی قدر کلمے کی قبولیت اعلیٰ لہذا حدیث پر اعتراض نہیں کہ کلمہ ترمذی نہیں بھی پڑھتے تھے تو کیا وہ مقبول بارگاہ تھے: لے مرقاۃ نے فرمایا کہ اس حدیث کی اسناد واقعی ضعیف ہے مگر چونکہ اس میں حرام و ملال کے احکام مذکور نہیں، صرف کلمہ طیبہ کے فضائل کا بیان ہے، اس لئے مقبول ہے: لے گناہ کبیرہ سے بچنے کی شرط کمال ثواب اور کمال قبولیت کے لئے یعنی متقی مسلمان کا کلمہ اعلیٰ درجہ کا مقبول ہوتا ہے، اور فاسق و فاجر کا کلمہ قبول تو ہوتا ہے لیکن اس درجہ کا نہیں، تمام ذکر و شغل کا رتوس ہیں، اور مذاکر کی زبان مثل رائفل کے کشکار واقعی کا رتوس کرتا ہے، مگر رائفل کی طاقت سے قلب کا اخلاص گویا بارود ہے کہ کشکار گولی سے ہوگا مگر بارود کی امداد سے، لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ گناہ نیکی کو نہیں مٹاتا بلکہ نیکی گناہوں کو مٹا دیتی ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ الْيُسْرَاتِ یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں، متقی کی نیکی فاسق کی نیکی سے افضل ہے بلکہ جیسا عامل کا درجہ ویسا ہی اسکے عمل کا ثواب، صحابہ کا ساڑھے چار سیر جو خیرات کرنا ہمارے پہاڑ بھر سونا خیرات کرنے سے افضل، کیوں؟ اس لئے کہ وہ عامل افضل ہیں: لے خصوصی ملاقات چھٹے آسمان پر وہاں ہی گفتگو ہوئی، عمومی ملاقات کو سائے انبیاء سے بیت المقدس میں ہو چکی تھی، مگر وہاں یہ گفتگو نہ ہوئی، وہاں کی گفتگو کچھ اور تھی جو انشا اللہ حدیث معراج کی شرح میں عرض کی جائے گی: لے اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ اللہ کے مقبول بندے بعد وفات میں ایک دوسرے سے بھی ملتے ہیں، اور زندہ مقبول بندوں سے بھی: دوسرے یہ کہ وہ حضرات زندوں کا سلام سننے بھی پہلے در انہیں سلام کہلاتے بھی ہیں: تیسرے یہ کہ وفات یا فتنہ بندوں کو اور جو ابھی پیدا نہ ہوئے ہوں ان کو بھی سلام کہلوانا جائز ہے جبکہ ان کو پہنچ سکے: ابراہیم علیہ السلام نے قیامت تک کے مسلمانوں کو سلام کہلوا یا جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہم لوگوں تک پہنچ گیا، سلطان العارفین بایزید بسطامی خرقان پہنچے تو لوگوں کو خبر دی کہ اس سرزمین میں سو برس کے بعد خواجہ ابوالحسن خرقانی پیدا ہونگے جو انہیں پائے میرا سلام پہنچائے، مولانا فرماتے ہیں شہد

آں شندی دستان با یزید کہ از حال ابوالحسن از پیش دید

ورفت یہ کلمات ہیں! شرپاک ہے اسی کی تعریف ہے! اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں! اللہ بہت بڑا ہے! (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث اسناد سے حسن و غریب ہے؛ روایت ہے حضرت عیسیٰؑ سے آپ مہاجر یہودیوں میں سے ہیں فرماتی ہیں ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے عیسیٰؑ تیسرے و پہلے اللہ رب کی پاکی بولنے کو لازم کرنا انگیلوں پر گنا کرنا وعدہ نالہ کہ انگیلوں سے سوال ہوگا انہیں گناہی بخشی جائے گی اور کبھی غافل نہ ہونا ورنہ تم رحمت سے بجلادی جاؤ گی! (ترمذی و ابوداؤد)؛ تیسری فصل؛ روایت ہے حضرت سعد ابن ابی وقاص سے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بدوی

آخر میں مولانا فرماتے ہیں: **شعد** بلکہ قبل از زادن تو سہا ہا : ہ مرتزا داند مجملہ حالہا

صحابہ کرام قریباً لوفاات صحابہ سے فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارا سلام عرض کرنا۔ چوتھے یہ کہ ہم کو بھی چاہئے کہ ابراہیم علیہ السلام کو بھی سلام کیا کریں کہ سلام کا جواب دینا ضروری ہے: ۱۵ یعنی جنت کی بعض زمین درختوں سے بھری ہوئی ہے، اور وہ درخت پھلوں سے لدے ہوئے ہیں، اسی حصہ پر دم میلہ لصلوۃ والسلام کو رکھا گیا تھا اور بعض زمین سفید ہے جس میں تمہارے وظیفوں و اعمال سے رخت لگیں گے، جب تم یہاں آؤ گے تو دونوں قسم کے باغ پاؤ گے: لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ اگر وہاں کی زمین سفید ہے تو اسے جنت کیوں کہتے ہیں، جنت کے معنی تو ہیں باغ، اور نہ یہ اعتراض ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج میں وہاں باغ اور پھل سب کچھ ملاحظہ فرمائے: ۱۶ آپ کا نام یسیرہ بنت یاسر مشہور صحابیہ ہیں: ۱۷ اس طرح کہ کسی حال میں سہوۃ قدوسیٰ بینا ووب الملائکۃ والدورج یا سبحان الملك القدوس یا دیگر تسبیحیں اسی قسم کی کبھی نہ چھوڑو۔ اپنا منہ ان ذکروں سے ترک کرو: ۱۸ اس طرح کہ ان کی شمار انگلیوں کے پرروں پر کیا کرو، یا عقدا نال کے ذریعہ پوری انگلیوں پر کیا کرو: معلوم ہوتا ہے کہ وہ بیبیاں عقدا نال جانتی ہوں گی، اسی لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں عقدا نال کا حکم تو دیا مگر اس کا طریقہ نہ بتایا: ۱۹ اس کی تائید قرآن کریم کی اس آیت سے ہے یَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ جَنَّتِ السَّعْتِمْ وَاَیَّدِیْہُمْ وَاَرْجُلُہُمْ اِلٰہِ اور اس آیت سے ہے وَمَا کُنْتُمْ تَسْتَرْشِدُوْنَ اَنْ یَّشْہَدَ عَلَیْکُمْ وَتَسْمِعُکُمْ وَالْاَبْصَارُ کُفُّ وَاَلْجُنُودُ کُفُّ: اس سے معلوم ہوا کہ مقابلہ دانوں پر شمار کرنے کے انگلیوں پر شمار کرنا افضل ہے، اور یہ کہ اعضاء کو اچھے کاموں میں لگانا چاہئے، ورنہ یہ ہمارے خلاف گواہی دیں گے: ۲۰ یعنی اگر تم خدا کو بھول گئیں، تو رب تعالیٰ تمہیں اپنی رحمت سے دودھ کرے گا، اگر اس کی رحمت چاہتی ہو تو اسے یاد رکھو، رب تعالیٰ بھول چوک سے پاک ہے، اس لئے بھلائی جاؤ گی، وہ ہی معنی ہیں جو عرض کئے گئے یعنی رحمت سے دوری: رب تعالیٰ فرماتا ہے فاذکر فی الذکر ذکرہ تم مجھے یاد کرو میرے ذکر سے میں تمہیں یاد کروں لگا اپنی رحمت سے، مولانا فرماتے ہیں شعوگر تو خواہی رستن با آبرو: ذکر اذکر ذکر اذکر اذکر: ۲۱

اللَّهُ عَلَيْهِ سَلَامٌ فَقَالَ عَلَيَّ كَلَامًا أَقُولُهُ قَالَ قُلْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ اللَّهُ
أَكْبَرُ كَيْدًا وَالْحَمْدُ لِلَّهِ كَثِيرًا وَسُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَزِيزِ
الْحَكِيمِ فَقَالَ قَهْوُلًا لِعَلِّي قَمَالِي فَقَالَ قُلْ أَللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي وَارْحَمْنِي وَاهْدِنِي وَارْزُقْنِي وَ
عَافِنِي شَكَتِي الدَّارِ فِي عَافِي رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مَرَّ عَلَى شَجَرَةٍ يَابِسَةٍ الْوَرَقِ فَضَرَبَهَا بِعَصَاهُ فَتَنَادَى الْوَرَقُ فَقَالَ إِنَّ الْحَمْدُ لِلَّهِ وَسُبْحَانَ اللَّهِ
وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ تَسَاقَطَ ذُنُوبُ الْعِبَادِ كَمَا يَتَسَاقَطُ وَرَقُ هَذِهِ الشَّجَرَةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ

حاضر بنے ہوئے مجھے کوئی وظیفہ سکھائیے جو میں پڑھ لیا کروں فرمایا کہو کیلئے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اس کا کوئی شریک نہیں اللہ بہت ہی
بڑا ہے اللہ کی بہت حمد ہے اللہ پاک ہے جہانوں کا پالنے والا اللہ غالب حکمت والے کے بغیر نہ طاقت ہے نہ قوت وہ بوسے یہ تو رکے لئے
ہوئے میرے لئے کیا ہے فرمایا یوں کہو الہی مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما مجھے ہدایت دے مجھے روزی دے مجھے امن نصیب کر راوی
کو عافیت میں کچھ شک ہے (مسلم) بروایت ہے حضرت انس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک خشک پتوں والے درخت سے گذرے
تو اس میں اپنی لاشیٰ شریف ماری پتے جھڑکے فرمایا الحمد للہ سبحان اللہ اور لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر بندے کے گناہ یوں بھارت دیتے ہیں۔
جیسے اس درخت کے پتے جھڑکے شے (ترمذی)

۱۔ بطور وظیفہ نمازوں کے بعد یا ایسے ہی اوقات مقرر میں معلوم ہوا کہ شائع سے وظیفہ پوچھا اور اکی اجازت حاصل کرنا سنت ہے کہ اجازت سے خاص تاثیر پیدا ہو جاتی ہے ثواب حاصل
کرنے کیلئے کسی اجازت وغیرہ کی ضرورت نہیں: یہی معلوم ہوا کہ ملاوۃ نماز و تلاوت قرآن کے اور درووظیفہ بھی کہنے چاہئیں: نماز و تلاوت نور و حانی غذا میں ہیں اور یہ وظیفہ روحانی
بیگ: غذا اور میوے دونوں ہی فائدہ مند ہیں: ۲۔ سبحان اللہ کیسے مزے کا سوال ہے یعنی یا حبیب اللہ ان الفاظ میں رب تعالیٰ کی حمد تو ہوگی، کچھ دعائیں سکھائے آئے
میں اس کی حمد بھی کرنی چاہتا ہوں اور اس سے بھی یک مانگی بھی: ۳۔ یعنی میرے گناہ بخش دے مغفرت فرما، مجھ پر رحم کر کہ مجھے طاعتوں کی توفیق دے اچھی زندگی گزارنے
کی توفیق دے: ہدایت دے، مجھے حلال روزی مطافرا: ۴۔ یعنی مجھے ایسی مصیبت میں گرفتار نہ کر جس کا انجام میرے لئے برا ہو (مراقاة) عافیت کے یہ معنی نہایت نفیس ہیں
اصل عافیت مصیبت سے امن ہے: ۵۔ غالباً راوی سے مراد صحابی ہوں یعنی اسناد کے آخری راوی ہو سکتا ہے کہ کوئی اور راوی مرد ہوں انہیں یہ شک ہوا کہ حضور
صلی اللہ علیہ وسلم نے عافیت فرمایا یا نہیں، بہتر یہ ہے کہ عافیت بھی پڑھا جائے، ممکن ہے کہ یہ بھی دعا کا جز ہو، عافیت میں دین و دنیا کی ساری امیتیں داخل ہیں۔
یوسف علیہ السلام نے مصیبت کے مقابل مصیبت اختیار فرمائی کہ عرض کیا دَبَّ السَّيْحَانُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا يَدْعُونَنِي إِلَيْهِ، کیونکہ مصیبت کے مقابلے
میں مصیبت عافیت ہے: ۶۔ ظاہر ہے کہ وہ درخت، جنگلی تھا جس کا کوئی مالک نہیں، اس کے پھل پھول پتے ہر شخص لے سکتا ہے اور ممکن ہے
کسی کے گھر یا باغ کا درخت ہو، چونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کی جان و مال کے مالک ہیں اسلئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بغیر اجازت درخت
کے پتے جھاڑ دیئے، ورنہ کسی کے ملک درخت پر چڑھ چکنا، لاشیٰ سے اس کے پتے جھاڑنا ہمارے واسطے منوع ہے کہ یہ دوسرے کی ملک میں تصرف ہے۔
۷۔ سبحان اللہ کا نفیس تشبیہ یعنی گناہوں میں گرفتار انسان سوکھے ہوئے درخت کی طرح ہے اور اس کے گناہ مثل پتوں کے، اور یہ کلمات گویا

وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ: وَعَنْ مَكْحُولٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْثَرُ مِنْ قَوْلِ لَحَوْلٍ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ فَإِنَّمَا مِنْ كَنْزِ الْجَنَّةِ قَالَ مَكْحُولٌ فَمَنْ قَالَ لَحَوْلٍ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ وَمَنْجَا مِنْ اللَّهِ إِلَّا إِلَهُ الْيَمِينِ كَشَفَ اللَّهُ عَنْهُ سَبْعِينَ بَابًا مِنَ الْغُرِّ أَدْنَاهَا الْفَقْرُ وَآهُ التَّوَمِدِ وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ لَيْسَ إِسْنَادُهُ بِمُتَّصِلٍ وَمَكْحُولٌ لَمْ يَسْمَعْ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ دَوَاءٌ مِنْ تِسْعَةِ وَتِسْعِينَ دَاءً أَيْسَرُهَا أَلْهَمُ: وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى

ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے، روایت ہے حضرت مکحول سے وہ حضرت ابو ہریرہ سے راوی فرماتے ہیں مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ زیادہ پڑھا کر دیکھ کر یہ جنت کے خزانہ سے ہے مکحول فرماتے ہیں کہ جو کوئی پڑھا کہے لا حول ولا قوۃ الا باللہ اور لا منجا من اللہ الا الیہ تو اللہ تعالیٰ اس سے ستر معیبتوں کے در بند کر دیکھا جن میں سے ادنیٰ معیبت فقیری ہے (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا کہ اس حدیث کی اسناد متصل نہیں مکحول نے حضرت ابو ہریرہ سے سنا نہیں ہے، روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ ننانوے بیماریوں کی دوا ہے جن میں ادنیٰ بیماری غم ہے روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی

حصائے مجبوری ہیں جس سے وہ گناہ جھڑکتے رہتے ہیں: اس میں موفیانہ اشارہ اس جانب بھی ہے کہ یہ کلمات گناہوں سے اس وقت پاک کرینگے جب یہ کسی کامل کے ذریعہ کہے جائیں گے، کیونکہ اگرچہ رخت میں لگی لاکھی ہی تھی مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک سے: ۱۔ آپ حبیل القدر تابعی ہیں، حبشی النسل ہیں، شام کے مفتی ہیں: امام نہ ہری فرماتے ہیں کہ چار علماء بڑے کامل ہیں مدینہ منورہ میں ابن مسیبہ در کوفہ میں امام شعبی، بصرہ میں خواجہ حسن بصری، شام میں مکحول: ۲۔ اس کی شرح پہلے گذر چکی یعنی یہ جنت کی نفیس نعمتوں میں سے ہے جو اس دن کام آئیں گی جب مال والا کچھ کام نہ آئیں، کہ محفوظ خزانے خاص ضرورت کے وقت ہی کھولے جاتے ہیں: ۳۔ مرقات نے فرمایا کہ یہاں فقیری سے مراد دل اور مال دونوں کی فقیری ہے، یعنی اس کا عالم مال کا بھی غنی ہوگا اور دل کا بھی، کیونکہ جو اپنے کو رب کے سپرد کر دے وہ یقیناً غمرے مستغنی ہوتا ہے، اس شخص پر اگر کبھی مال کی غریبی آجی گئی، تو وہ دل کا فقیر نہ بنے گا: ۴۔ کیونکہ جناب مکحول نے حضرت انس ابن مالک اشلہ ابن اسحق اور ہندوزان صحابہ سے ملاقات کی ہے لیکن اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ مکحول حبیل القدر تابعی کا ایک اوی کا چھوڑ دینا کوئی ضرر نہیں، جب ہم بشاری کی تعلیق مستتر ہے میں ایک اوی کا ذکر بھی نہیں ہوتا، تو ایک حضرت مکحول کا ایک اوی چھوڑ دینا کیوں ضرر ہوگا: ۵۔ بیماریوں سے مراد جسمانی، روحانی، دنیاوی، اخروی بیماریاں ہیں کہ لا حول شریف ان سب کا کل علاج ہے: ۶۔ غم دنیاوی ہو یا دینی و اخروی لا حول شریف کی برکت سے ہر طرح کا غم دور ہوتا ہے، معاش و معاد کی فکر سے بندہ آزاد ہوتا ہے، اور ظاہر ہے کہ غم سے آزادی حق تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے کہ حق تعالیٰ نے یونس علیہ السلام پر بڑا کرم یہ فرمایا کہ مچھلی کے شکم سے انہیں غم سے نجات دی، فرماتا ہے فَاَسْتَجِبْنَا لَهُ وَجَجْنَاهُ مِنْ الْغَمِّ، خیال ہے کہ غم آخرت رحمت بھی اور عذاب بھی، یہاں غم سے مراد دوسری قسم کا غم ہے شیطان کو بھی رب سے خوف ہے وہ کہتا ہے اِنِّیْ اَخَافُ اللّٰهَ دَبَّ الْعَالَمِیْنَ۔ اور میں کو بھی مگر شیطان

اللَّهُ عَلَيْهِ سَلَّمَ الْأَدْلُكَ عَلَى كَلِمَةٍ مِنْ تَحْتِ الْعَرْشِ مِنْ كُنْزِ الْجَنَّةِ لِأَحْوَلٍ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ
يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى أَسْلَمَ عَبْدِي وَأَسْتَسْلِمَ رَوَاهُمَا الْبَيْهَقِيُّ فِي دَعَوَاتِ الْكَبِيرِ وَعَنْ ابْنِ
عُمَرَ أَنَّهُ قَالَ سُبْحَانَ اللَّهِ هِيَ صَلَوةُ الْخَلَائِقِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ كَلِمَةُ الشُّكْرِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ كَلِمَةُ
الْإِخْلَاصِ وَاللَّهُ أَكْبَرُ تَعْلَامَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَإِذَا قَالَ الْعَبْدُ لِأَحْوَلٍ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ
قَالَ اللَّهُ تَعَالَى أَسْلَمَ وَأَسْتَسْلِمَ رَوَاهُ تَارِيزٌ : بَابُ الْإِسْتِغْفَارِ : الْفَصْلُ الْأَوَّلُ :

اللہ علیہ وسلم نے کیا میں نہیں وہ کلمہ بتا دوں جو عرش کے نیچے سے آیا جن کے خزانوں سے ہے وہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے
میرا بندہ فرما رہا ہو گیا اور اس نے اپنے کو میرے سپرد کر دیا یہ دونوں حدیثیں بیہقی نے دعوات کبیر میں نقل کیں : روایت ہے حضرت ابن عمر
کو اپنے فرمایا سبحان اللہ ساری مخلوق کی عبادت ہے اور الحمد للہ کلمہ شکر ہے اور لا الہ الا اللہ اخلاص کا کلمہ ہے اور اللہ اکبر آسمان و زمین کے
درمیان کی فضا بھر دیتا ہے اور جب بندہ کہتا ہے لا حول ولا قوۃ الا باللہ تو رب تعالیٰ فرماتا ہے میرا بندہ مطیع ہو گیا اور اپنے کو میرے
سپرد کر دیا (تاریز) : بخشش مانگنے اور توبہ کرنے کا باب پہلی فصل :

کا خوف عذاب ہے جیسے مجرم کو حاکم سے ڈر لگتا ہے اور مومن کا یہ غم رحمت جیسے مطیع غلام کو آقا سے ہے : ۱۔ یہ ترجمہ بہت بہتر ہے کیونکہ میں تَحْتِ
الْعَرْشِ میں لفظ مِنْ ابتدا شیعہ ہے ، روزی کے خزانے آسمان میں ہیں ، رب تعالیٰ فرماتا ہے وَفِي السَّمَاءِ ذِكْرُهُمْ ، مگر خاص رحمت کا خزانہ عرش اعظم کے نیچے ہے ،
اسی خزانہ سے سورہ بقرہ کی آخری آیات آئیں اور اسی خزانہ سے لا حول شریف آئی ، معلوم ہوا کہ حضورؐ اور صلے اللہ علیہ وسلم کو رب تعالیٰ کے تمام خزانوں کی خبر ہے تب
ہی تو فرماتے ہیں کہ یہ فلاں خزانہ کاموتی ہے : ۲۔ یعنی لا حول شریف نبی عرش کے نیچے ہی ، جن کے خزانہ میں اس کا خزانہ کھوئی و تخلیقی زیر عرش ہے خزانہ امانت جنت ہے
جیسے حضورؐ اور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نزل و فرات جنت کی نہریں ہیں : ۳۔ یعنی جو بندہ لا حول شریف کی کثرت کرے تو رب تعالیٰ اس کے متعلق فرشتوں فرماتا ہے کہ اس بندے نے
اپنے کو باکل میرے سپرد کر دیا ، اب میں اس کی ہر بات کا والی وارث ہو گیا ، بلا تشبیہ جیسے بچہ اپنے کو ماں کے حوالے کر دیتا ہے ، تو اس کی ساری فکریں ماں اٹھا لیتی ہے اور بچہ
ہر فکر سے آزاد ہو جاتا ہے یہ رب تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے کسی کو میرے ہوتی ہے : ۴۔ یعنی ہر مخلوق رب تعالیٰ کی تسبیح و زبان قال کرتی ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے وَمَنْ شِئْنَا لَا يَسْتَعِزُّ
بِشَيْءٍ دُوسری جگہ فرماتا ہے كُلُّ قَدَمٍ صَلَوةٌ وَتَسْبِيحٌ حق یہ ہے کہ ہر چیز کو رب تعالیٰ کی معرفت چل ہے اور وہ زبان قال ذکر فقط حال سے تسبیح کرتی ہیں اور بار اللہ ان سے
کو سنتے ہیں محابہ کرام کھاتے وقت فقہ کی تسبیح سنتے تھے ، حتی کہ سبزہ کی تسبیح کی برکت سے عذاب قبر میں تخفیف ہوتی ہے : ۵۔ یعنی حکم کا ستون ہے یا شکر کی چوٹی ہے جس کے
بغیر شکر مکمل نہیں ہوتا (ازمقات) : ۶۔ لا الہ الا اللہ سے مراد پورا کلمہ ہے ، اخلاص سے مراد ہے چسکا را اور ہائی یعنی اس کلمہ طیبہ کی برکت سے بندہ دنیا میں
کفر سے اور آخرت میں دوزخ سے رہائی پاتا ہے ، یا اخلاص زیادہ کا مقابل ہے یعنی خلوص نیت یعنی یہ کلمہ اگر خلوص نیت سے پڑھا جائے تو مفید ہے : ۷۔ کہ
اس کا ثواب و اس کی عظمت ان تمام چیزوں کو مجبڑتی ہے یہ میں سمجھانے کے لئے ہے کہ ہماری کوتاہ نظر ان آسمان زمین تک ہی محدود ہیں ورنہ رب تعالیٰ کی
کبریا کی مقابل آسمان و زمین کی کیا حقیقت ہے یہ ایسے ہے جیسے رب تعالیٰ نے فرمایا اَلَمْ نَعْمَلْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالَمًا لَكُمْ اس کی ملکیت آسمان زمین
محدود نہیں : ۸۔ استغفار کے معنی ہیں گذشتہ گناہوں کی معافی مانگنا ، اور توبہ کی حقیقت ہے اُمذہ گناہ نہ کرنے کا عہد کر لینا یا زبان سے گھر

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ إِذَا اسْتَغْفِرَ اللَّهُ وَاتَّوَبَ إِلَيْهِ فِي الْيَوْمِ أَكْثَرُ مِنْ سَبْعِينَ مَرَّةً رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنْ الْأَعْدَاءِ الْمَذْنِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهُ كَيْفَانُ عَلَى قَلْبِي وَإِنِّي لَا اسْتَغْفِرُ اللَّهُ فِي الْيَوْمِ مِائَةً مَرَّةً رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ تَوَبُّوا إِلَى اللَّهِ فَإِنِّي أَتُوبُ إِلَيْهِ فِي الْيَوْمِ مِائَةً مَرَّةً رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رب کی قسم میں ایک دن میں ستر بار سے زیادہ رب سے مغفرت مانگتا ہوں اور اسکی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں (بخاری)؛ روایت ہے حضرت اغر زنی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میرے دل پر پردہ آتا رہتا ہے حالانکہ میں ان میں سو بار استغفار پڑھتا ہوں مسلم؛ روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اے لوگو! اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرو دیکھو میں ان میں بار توبہ کرتا ہوں مسلم؛ روایت ہے حضرت ابو ذر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نہ کرنے کا بعد استغفار ہے اور دل سے عہد توبہ استغفار غفر سے بنا جسے چھپا یا چھلکا و پرست، چونکہ استغفار کی برکت سے گناہ ٹھیک جلتے ہیں اس لئے اسے استغفار کہتے ہیں: توبہ کے معنی رجوع کرنا، اگر یہ حق تعالیٰ کی صفت ہو تو اس کے معنی ہوتے ہیں ارادۂ عذاب سے رجوع فرمالینا، اور اگر یہ بندے کی صفت ہو تو اس کے معنی ہوتے ہیں گناہ سے اطاعت کی طرف، غفلت سے ذکر کی طرف، غیبت سے حضور کی طرف لوٹ جانا: توبہ جمع ہے کہ بندہ گنہگار گناہوں پر نام ہو، آئندہ نہ کرنے کا عہد کرے، اور جس قدر ہو سکے اسی قدر گنہگار ہو کر عفو اور بدلہ کرے، عافیت ہوں تو قضا کرے، کسی کا فرض رو گیا ہے تو ادا کرے، حضرت جنید بغدادی فرماتے ہیں کہ توبہ کا کمال یہ ہے کہ دل لذت گناہ بلکہ گناہ بھول جائے؛

لے توبہ و استغفار دونوں سے نماز کی طرح عبادت بھی ہے، اسی لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس پر عامل تھے یا یہ عمل ہم گنہگاروں کی تعلیم کے لئے ہے ورنہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم معصوم ہیں گناہ آپ کے قریب بھی نہیں آتا، موصیاً فرماتے ہیں کہ ہم دگ گناہ کر کے توبہ کرتے ہیں اور وہ حضرات عبادت کر کے توبہ کرتے ہیں: شہد زراہل از گناہ توبہ کنند عارفان از عبادت استغفار

سیدنا علی مرتضیٰ فرماتے ہیں کہ ہم لوگوں کے لئے دنیا میں دو امین ہیں، ایک نے پردہ فرمایا اور دوسری قیامت تک ہمارے پاس ہے یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور استغفار سے یگانہ غین سے بنا بعضی پردہ، اسی لئے مفید بادل کو غین کہا جاتا ہے: اس پردے کے متعلق شارحین نے بہت خام فرسائی کی ہے۔ بعض کے نزدیک اس سے مراد حضور کی دنیا میں مشغولیت ہے، بعض نے فرمایا کہ اس سے سونا مراد ہے، بعض کے خیال میں اس سے مراد اجتہادی خطائیں ہیں، مگر حق یہ ہے کہ یہاں غین سے مراد اپنی امت کے گناہوں کو دیکھ کر غم فرمانا ہے: اور استغفار سے مراد ان گنہگاروں کے لئے استغفار کرنا ہے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تا قیامت اپنی امت کے سائے حالات پر مطلع ہیں، ان گناہوں کو دیکھتے ہیں، دل کو صدمہ ہوتا ہے، اس صدمہ کے جوش میں انہیں دعائیں دیتے ہیں (لغات مرقات، اشع و غیر) اس کی تائید قرآن کریم کی اس آیت سے ہوتی ہے عَزَّوَجَلَّ مَا حِذَّبْتُمْ لے مسلمانو تمہاری تکلیفیں ان پر گراں ہیں: شہد آنچسہ ز کردی کے باخود نہ کرد + روح پاک مصطفیٰ آمد بدرد

دو آیت
۶۷
استغفار

وَسَأَلَنِي مَا يَدْرِي عَنِ اللَّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى أَنَّهُ قَالَ يَا عَبْدَیْ اِنِّیْ حَرَمْتُ الظُّلْمَ عَلٰی نَفْسِیْ
وَجَعَلْتُكَ بَيْنَکُمْ وَحَدِّیْ مَا فَلَا تَنْظُرُوا يَا عَبْدَیْ کُلُّکُمْ ضَالٌّ اِلَّا اَمِنْ هَدَیْتُکُمْ فَاسْتَمِدُّوْنِیْ
اِهْدِیْکُمْ يَا عَبْدَیْ کُلُّکُمْ جَائِعٌ اِلَّا اَمِنْ اَطْعَمْتُکُمْ فَاسْتَطْعِمُوْنِیْ اُطْعِمْکُمْ يَا عَبْدَیْ کُلُّکُمْ عَارٍ
اِلَّا اَمِنْ کَسُوْنِیْ فَاسْتَکْسُوْنِیْ اَکْسِکُمْ يَا عَبْدَیْ اَنْتُمْ تَخْطُوْنُ بِاللَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَاَنَا اَغْفِرُ الذُّنُوْبَ

وہم نے ان روایتوں میں جو حضور اپنے رب تبارک و تعالیٰ سے روایت فرماتے ہیں کہ رب نے فرمایا ہے میرے بندوں نے ظلم کیلئے نفس پر حرام فرمایا ہے اور تمہارے آپس میں بھی ظلم کو حرام فرمایا ہے لہذا ظلم نہ کرو اسے میرے بندوں میں سب گمراہ ہو جائیں گے جسے میں ہدایت دے دوں لہذا تم مجھ سے ہدایت مانگو ہدایت دوں گا اسے میرے بندوں میں سب بھوکے ہو جائیں گے جسے میں فدی دوں لہذا تم مجھ سے کھانا مانگو تمہیں دوں گا اسے میرے بندوں میں سب ننگے ہو جائیں گے جسے میں پہناؤں لہذا تم مجھ سے لباس مانگو میں دوں گا اسے میرے بندوں میں سب غلاموں میں سارے گناہ بخشا رہتا ہوں۔

بد نہیں تم ان کی خاطر : رات بھر رو کر اہو

بد کریں ہر دم برائی : تم کہو ان کا بھلا ہو

۱۔ ظاہر یہ ہے کہ لوگ سے مراد مسلمان ہیں: رب تعالیٰ فرماتا ہے تَوَجَّوْا اِلَی اللّٰهِ جَمِیْعًا اَیُّهَا الْمُؤْمِنُوْنَ اور ہر مسلمان ہے کہ سارے انسانوں سے خطاب ہو یعنی اے کافر و کفر سے توبہ کرو اے گنہگار روگن ہوں سے باز آ جاؤ، اے نیک کار واپسی کی کو کم جانو اور توبہ کرو: معلوم ہوا کہ ہر شخص توبہ کا حاجت مند ہے ۲۔ جو پہلے عرض کیا گیا تھا اس کی تائید اس جملے سے ہو گئی، یعنی حضور زور مضطرب علیہ وسلم ہماری تعلیم کے لئے توبہ کرنے تھے، مطلب یہ ہے کہ جب ہم معصوم ہو کر روزانہ سوا بار توبہ کرتے ہیں تو تم کو چاہیے کہ تم ہزاروں بار توبہ کیا کرو: ۳۔ یہاں حمت سے مراد شرعی حمت نہیں: کیونکہ حق تعالیٰ پر نہ کوئی حاکم ہے اور نہ اس پر شرعی احکام جاری ہیں بلکہ اس سے مراد ہے بزرگوار، منزہ ہونا، پاک ہونا، رب تعالیٰ کے لئے کوئی شے، ظلم ہو سکتی ہی نہیں، کیونکہ ظلم کے معنی ہیں دوسرے کی ملک میں زیادتی کرنا، یا کسی چیز کو بے عمل استعمال کرنا ان دونوں سے پروردگار پاک ہے، کیونکہ ہر چیز اس کی ملک ہے اور جس کے استعمال کے لئے جو جگہ مقرر فرمادے وہی اس کا صحیح مصرف ہے اس کے افعال یا عدل ہیں یا فضل، اس کے معنی یہ ہیں کہ میں ظلم سے منزہ اور پاک ہوں، بلکہ کوئی کام ظلم نہیں ہو سکتا، بعض نے فرمایا کہ یہاں ظلم سے مراد بے تصور کو سزا دینا ہے و اشرا علم: ۴۔ لہذا تم کسی پر جانی، مالی یا آبروریزی کا ظلم نہ کرو یہ تمام چیزوں سے بڑا جرم ہے کہ یہ حق العباد ہے توبہ سے بھی معاف نہیں ہوتا: ۵۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہماری بیدار کش تائید کی ہوئی، پھر ہم پر نور کا چھینٹا دیا گیا، اگر ہم کو ہمارے نفس پر چھوڑ دیا جائے تو ہم عقیدہ عملا بدی ہی کرینگے اگر وہ اپنا فضل کر تو ہم نیکی کریں، ہم بول کا درخت ہیں، ہمارے پاس سوا گنا ہونے کے کانٹوں کے اور کیا ہے، ہماری صفات، اِنَّکُمْ کَانَ ظُلُوْمًا جَعَلُوْا لِهٰذِیْ حٰدِیْثِ اس کے خلاف نہیں کہ پتھر فطرت یعنی توحید پر پیدا ہوتا ہے کہ وہاں دنیا میں آنے کا ذکر ہے اور یہاں ہماری اصل پیدائش کا، خیال رہے کہ حضرات انبیاء و اولیاء بھی رقبے ہی کی ہدایت سے ہدایت یافتہ ہیں، مگر وہ ہمارے لئے ہدایت کا مرکز ہیں کہ ہم ان سے ہی ہدایت لے سکتے ہیں، جیسے سورج کو نور رب تعالیٰ نے دیا ہے، مگر چاند تارے اور زمین اس سے ہی نور لیتے ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّکُمْ لَتَهْدِیْ اِلَی صِرَاطٍ مُسْتَقِیْمٍ: ۶۔ یعنی تم روحانی و جسمانی غذاؤں میں میرے محتاج ہو اسی طرح قلب قالب، روح کے لباس میں میرے حاجت مند ہو، غذا کا ہر حیوان حاجت مند ہے اور لباس کا صرف انسان، خیال

جَمِيعًا فَاسْتَغْفِرُوْنِيْ اَغْفِرْ لَكُمْ يَا عِبَادِىْ اَنْتُمْ لَنْ تَبْلُغُوْا ضَرِّىْ فَتَضُرُّنِىْ وَلَنْ تَبْلُغُوْا نَفْعِىْ
فَتَنْفَعُوْنِىْ يَا عِبَادِىْ لَوْ اَنْ اَوْ لَكُمْ وَاِخْرَكُمْ وَاَنْسَكُمْ وَاِجْنَكُمْ كَانُوْا عَلٰى اَنْفِىْ قَلْبِ
رَجُلٍ وَّاحِدٍ مِنْكُمْ مَا زَادَ ذٰلِكَ فِىْ مُلْكِىْ شَيْئًا يَا عِبَادِىْ لَوْ اَنْ اَوْ لَكُمْ وَاِخْرَكُمْ وَاَنْسَكُمْ
وَاِجْنَكُمْ كَانُوْا عَلٰى اَفْجَدِ قَلْبِ رَجُلٍ وَّاحِدٍ مِنْكُمْ مَا نَقَصَ ذٰلِكَ مِنْ مُلْكِىْ شَيْئًا يَا عِبَادِىْ
لَوْ اَنْ اَوْ لَكُمْ وَاِخْرَكُمْ وَاَنْسَكُمْ وَاِجْنَكُمْ قَامُوْا فِىْ صَعِيْدٍ وَّاحِدٍ فَاَنْتُوْنِىْ فَاَعْطَيْتُ كُلَّ
اِنْسَانٍ مَّسْأَلَتَهُ مَا نَقَصَ ذٰلِكَ مِمَّا عِنْدِىْ اِلَّا كَمَا يَنْقُصُ الْخَيْطُ اِذَا دُخِلَ الْبَحْرُ يَا عِبَادِىْ

مجھ سے مغفرت مانگو میں تمہیں بخش دوں گا میرے بندو تم میرے نقصان کو پہنچاؤ اور نہ میرے نفع تک پہنچاؤ
رسائی ہے کہ مجھے نفع دے میرے بندو اگر تمہارے اگلے پچھلے انسان و جن اپنے کسی بڑے پرہیزگار کے دل پر متفق ہو جائیں تو تمہارا یہ متفقہ
تقویٰ میرے ملک میں کچھ بڑھائیگا انہیں اے میرے بندو اگر تمہارے اگلے پچھلے انسان و جن اپنے میں سے کسی بڑے بدکار کے دل پر متفق ہو
جائیں تو تمہاری یہ متفقہ بدکاری میرے ملک میں کچھ کمی نہ کرے گی اے میرے بندو اگر تمہارے اگلے پچھلے انسان و جن ایک میدان میں
کھڑے ہو کر مجھ سے بھیڑا لگیں پھر میں انسان کا سوال پورا کر دوں یہ سب خزانوں کا مقابلہ ایسا حقیر ہو گا جیسے سوئی کی تری جب دیا میں بونی جائے میرے بندو

ہے کہ تمام انبیاء اولیاء اور بادشاہ رب تعالیٰ کے عاجز بند ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے اللہ غنی و انتم الفقراء اگر اس کے محبوب بندے مخلوق کے حاجت روا ہیں
باذن پروردگار رب تعالیٰ فرماتا ہے اَخْلَقْنَاهُمْ وَرَزَقْنَاهُمْ وَنَسُوْنَهُمْ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ بِالْإِسْلَامِ الَّذِیْ رَزَقْنَاهُ فَاِنْ لَمْ يَنْصُرْكُم بِذٰلِكَ فَاَنْصُرْكُمْ بِالْإِسْلَامِ الَّذِیْ رَزَقْنَاهُ فَاِنْ لَمْ يَنْصُرْكُم بِذٰلِكَ فَاَنْصُرْكُمْ بِالْإِسْلَامِ الَّذِیْ رَزَقْنَاهُ
زمین کو بادل کی ضرورت ہے بلکہ خطا کے معنی ہیں غلط راستہ پر چلنا بھول کر ہو یا جان بوجھ کر لہذا اس میں خطائیں، بھول چوک، عموماً گناہ سب داخل ہیں
علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ یہاں سنی سخن عام بندوں سے ہے، مصروفین حضرات جیسے فرشتے، انبیاء اس حکم سے خارج ہیں کہ اگرچہ بعض انبیاء سے خطائیں
سرزد ہوئیں مگر عمر بھر میں ایک نہ کر دوں رات اور ہر وقت: نیز ان کی وہ خطائیں بھی ان کی شان کے لائق ہیں ہماری عبادتوں سے افضل ہیں، سارے عالم
کا ظہور حضرت آدم کی ایک خطا کی برکت سے ہے، لہذا اس سے عصمت انبیاء پر اعتراض نہیں ہو سکتا: ۱۰ اس کی شرح اگلے حصے سے ہو رہی ہے کہ تمہاری عبادتوں
سے میرا نفع نہیں اور تمہارے گناہوں سے میرا نقصان نہیں بلکہ ان میں نفع نقصان خرد تمہارا ہے: ۱۱ یعنی دنیا کے کسی بڑے پرہیزگار کے لیے جو پھر سوچو کہ اگر تمام
جہان کا دل اس پر ہیزگار کا سا ہو جائے اور ساری دنیا اس نیک صالح کی طرح نیکیاں ہمیشہ کیا کرے: اس ترجمہ سے یہ جملہ بالکل واضح ہو گیا، اس پر کوئی
اعتراض نہ رہا: ۱۲ لہذا کوئی شخص یہ سمجھ کر عبادت نہ کرے کہ میری عبادت سے رب تعالیٰ کے خزانے بڑھ جائیں گے بلکہ اس کا احسان مانے کہ اس نے اپنے استاد
پر بلایا: ۱۳ اس کا مطلب بھی وہی ہے جو پہلے جملہ میں عرض کیا گیا کہ دنیا کے بادشاہوں کا رعایا کے بگڑ جانے سے نقصان ہوتا ہے، آدمی میں کمی ہو جاتی ہے
خزانہ خالی رہ جاتا ہے مگر قبل ازیں وہ بے نیاز ہے کہ ساری خلق کی بدکاری سے اس کا کوئی نقصان نہیں، خیال ہے کہ یہ مضمون ایسا ہی ہے جیسے رب تعالیٰ
فرماتا ہے کہ اگر تمہیں کسا اولاد ہوئی، تو پیسے میں ہی اسے پوختا، نہ رتبہ کے اولاد ممکن ہے نہ حضور اور صلے اللہ علیہ وسلم کا اسے پوچنا ممکن ایسے ہی تمام بندو کا گناہ
ہو جانا غیر ممکن ہے فرشتے انبیاء معصومین اور اولیاء محضین بفضلہ تعالیٰ گناہ کرتے ہی نہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ عِبَادِىْ لَیْسَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ

مستغفر سرگشتہ

عمر بن عبد العزیز

إِنَّمَا هِيَ أَعْمَالُكُمْ أُخْصِيَهُ بِأَعْلَانِكُمْ ثُمَّ أَوْفَيْكُمْ أَيَا هَافِنٌ وَجَدَا خَيْرًا فَلْيَحْمِدِ اللَّهَ وَمَنْ وَجَدَا
غَيْرَ ذَلِكَ فَلَا يَكُومَنَّ إِلَّا نَفْسَهُ دَوَاهُ مُسْلِمٍ وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ رَجُلٌ قَتَلَ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ إِنْسَانًا ثُمَّ جَرَحَ
يَسْأَلُ فَإِنِّي رَأَيْتُ رَجُلًا فَقَالَ أَلَمْ تَتُوبْ قَالَ لَا فَقَتَلَهُ وَجَعَلَ يَسْأَلُ فَقَالَ لَهُ

میں تمہارے اعمال شمار میں رکھ رہا ہوں پھر ان کا بدلہ تمہیں پورا پورا دے گا لہذا جو نیکی پائے تو وہ اللہ کی حمد کرے اور جو اس کے علاوہ
پائے وہ صرف اپنے کو ہی ملائمت کرے (مسلم) روایت ہے حضرت ابوسعید خدری سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جس نے ننانوے آدمی مار ڈالے تھے پھر مشد پوچھنے نکلا تو ایک پادری کے پاس پہنچا
اس سے پوچھا کہ کیا اس کی توبہ ہو سکتی ہے وہ بولا نہیں اس نے اسے بھی مار دیا اور مسئلہ پوچھتا پھر اسے کسی نے

غرض کہ اس جملے سے عصمتِ انبیاء کے خلاف دلیل نہیں کی جاسکتی: ۱۵ اس جملے کا یہی ترجمہ درست ہے، اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ میری یہ عطا میر
خزانوں کو موتی کی تری کی بقدر کم کر دیں گے، وہاں کی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا: سوچ ہزار ہا سال سے دنیا کو روشنی دے رہا ہے، مگر اس کی روشنی میں مطلقاً
کمی نہ ہوئی، جب رب تعالیٰ کی تخلیق کا یہ حال ہے، تو اس کے خزانوں کا کیا حال ہوگا: اور یہ نسبت بھی فقط سمجھانے کے لئے ہے، ورنہ رب تعالیٰ کے
خزانے غیر محدود ہیں، اور اس کی عطا میں محدود، کیونکہ لینے والے محدود، اور محدود کی غیر محدود سے نسبت کیسی؟

۱۵ اس طرح کہ نیک کاری جزا میں کمی نہ کرونگا، اور بد کاری سزا میں زیادتی نہ کرونگا: اس کا مطلب یہ نہیں کہ نیک کار کو زیادہ نہ دوں اور گنہگار کو معاف نہ
کردوں: یہاں عدل کا ذکر ہے، عدل فضل کے خلاف نہیں، لہذا حدیث واضح ہے، نہ آیات قرآنی کے خلاف ہے اور نہ دیگر احادیث کے مخالف: ۱۵ خلاصہ
یہ ہے کہ بندہ نیکوں کو رب تعالیٰ کی توفیق سے سمجھے، اور گناہوں کو اپنی شامتِ نفس سے جانے، بلکہ ہر نقص کو اپنی طرف منسوب کرے، اور کمال کو رب تعالیٰ کی طرف
ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا قَدْ أَفْرَأَدَا مَوْضِعْتُ قَهْوَتِي فِيهِ، بیار میں مبتلا ہوں، شفا دہ دیتا ہے: ورنہ ہر خبر و شر کا خالق و مالک رب تعالیٰ ہی ہے،
لہذا یہ حدیث اس کے خلاف نہیں وَالْقَدْ يُخَيِّرُهُمْ وَشَرُّهُ مِنَ اللَّهِ تَعَالَى: ۱۵ ظلماً و کبتی سے یا کسی اور طرح: ۱۵ یعنی جب اس کی موت قریب
آئی، تو رحمتِ خداوندی نے دستگیری کی، اپنے کئے پر پشیمان ہوا، اور اس گنہگاروں کے شہر سے نکل کھڑا ہوا، مسئلہ پوچھنے عالمِ وقت کے پاس گیا راہب راہب
یعنی خوفِ اصطلاح میں راہب وہ پادری جوگی کہلاتے تھے، جو خوفِ خدا میں تارکِ دنیا ہو جاتے تھے، گوشہ میں بیٹھ کر اللہ شری کرنے تھے انہیں سے
اکثر عالم بھی ہوتے تھے، یہود و نصاریٰ کے ہاں ترکِ دنیا بہترین عبادت تھی، ہمارے اسلام میں منور ہے: ۱۵ یا تو وہ راہب توبہ کے مسئلے سے جاہل
تھا، اور یا اس کا مطلب یہ تھا، کہ قتل حقِ العباد ہے، مقتول کے ورثہ سے اس میں معافی مانگنا ضروری ہے، اتنے بیت سے مقتولوں کے وارثوں کے
پاس یہ کیسے پہنچے گا اور انہیں کیسے راضی کرے گا: بہر حال اس راہب نے مسئلہ غلط بتایا:

۱۵ بخشش سے یا دوسری وجہ سے وہ گناہ پر دلیر ہو گیا: یا دوسری وجہ سے بڑے بڑے عزم کو بھی بخشش سے یا دوسری وجہ سے
پچھانسی والے عزم کو تمام قیدیوں سے الگ کال کوٹھری میں رکھتے ہیں کیونکہ وہ اپنی زندگی سے یا دوسری وجہ سے بڑے بڑے عزم کو بھی بخشش سے یا دوسری وجہ سے
ان کے ذریعے گناہ پر دلیر کیا ہے:

رَجُلٌ آيَتْ قَدِيَّةً كَذَا وَكَذَا فَأَدْرَكَهُ الْمَوْتُ فَنَاءَ بِصَدْرِهِ لَحْوَهَا فَاخْتَصَمَتْ فِيهِ مَلَائِكَةُ
الْزُّمَّةِ وَمَلَائِكَةُ الْعَذَابِ فَأَوْحَى اللَّهُ إِلَى هَذِهِ أَنْ تَقْدَرِي وَإِلَى هَذِهِ أَنْ تَبَاعِدِي فَقَالَ
قِيْسُوا مَا بَيْنَهُمَا فَوُجِدَ إِلَى هَذِهِ أَقْرَبُ بِشَبْرٍ فُغْفِرَ لَهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ لَمْ تُذْنِبُوا لَذَهَبَ اللَّهُ بِكُمْ وَ
لَجَاءَ بِقَوْمٍ يُذْنِبُونَ فَيَسْتَغْفِرُونَ فَيَغْفِرُ لَهُمْ رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَعَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ قَالَ

بنیاد کہ فلاں بستی میں باسی حال میں اسے موت آگئی تو اس نے اپنا سینہ اس بستی کی طرف کر دیا اس کے متعلق رحمت و عذاب کے فرشتوں نے جھگڑا کیا رب نے
اس بستی کی طرف مکہ بھیجا کہ قریب جا اور اس بستی کی طرف کہ دور ہو جا پھر فرمایا ان دونوں بستیوں کے درمیان نا پوچھو وہ اس بستی کی طرف ایک بالشت قریب
پایا گیا چنانچہ اس کی مغفرت کر دی گئی (مسلم بخاری) یہ روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی قسم جیسے قبضہ میری ہاتھ ہے اگر
تم گناہ نہ کرو تو اللہ تمہیں ایسا ملے گا کہ وہی قوم آئے جو گناہ کریں پھر معافی مانگیں تو اللہ انہیں بخشے گا (مسلم) روایت ہے حضرت ابو موسیٰ سے فرماتے ہیں فرمایا

لے پہلا کہ انام بتانے کے لئے ہے، اور دوسرا کہ ایمان اوصاف کے لئے یعنی فلاں نام کی بستی جو فلاں طرف ہے جس میں اللہ کے بیت ایک بندے رہتے ہیں تو وہاں جا اور
فلاں سے مسئلہ پوچھ لے، یعنی اس طری کر کر کہ اس کا چہرہ اور سینہ تو اس عالم کی بستی کی طرف تھا، جہاں جا رہا تھا اور پیٹھ اس گناہوں کی بستی کی طرف جہاں سے آ رہا
تھا اللہ تعالیٰ کو اس کی یہ ادا پسند آگئی، اس سے معلوم ہوا کہ مسئلہ پوچھنے کے لئے عالموں کے پاس جانا عبادت ہے، نیز عالم کے شہر کی تعظیم اور اس
طرف منہ کر کے سونا یا مرنا بھی رب تعالیٰ کو پسند ہے، سنت یہ ہے کہ مومن کعبہ کو منہ اور سینہ کر کے سوسے، میت کو کعبہ کے رخ دفن کرو، بعض عشاق
مدینہ منورہ یا بغداد شریف کی طرف منہ کر کے دعائیں مانگتے ہیں، نماز غزنیہ میں بعد نماز گیارہ قدم بغداد شریف کی طرف منہ کر کے چلتے ہیں اور ادھر ہی منہ کر کے
دعا مانگتے ہیں، ان سب کی اصل یہ حدیث ہے، دیکھو اس شہر میں کعبہ یا بیت المقدس نہ تھا۔ صرف ایک عالم کی بستی تھی جس کے ادب کی برکت سے عشا
گیا، رب تعالیٰ نے توبہ کرنے والے نبی اسرائیل سے فرمایا تھا اَدْخُلُوا الْبَابَ مَجْدًا اَدْخُلُوْهُ حَيَّةً اس بیوں کے شہر میں سجدہ کرتے جاؤ اور وہاں
ہم سے معافی مانگو، یعنی یہ شخص باکل بیخ میں تھا کہ اسے موت آگئی، اس کی روح کو لینے کے لئے رحمت کے فرشتے بھی آگئے اور عذاب کے بھی، عذاب والے
فرشتے کہتے تھے کہ یہ ہمارا ہے، بڑے گناہ کر کے آیا تھا، رحمت کے فرشتے کہتے تھے کہ یہ ہمارا ہے توبہ کرنے جا رہا تھا، اس سے معلوم ہوا کہ فرشتوں کے لئے رب تعالیٰ
کی طرف سے قانون مقرر کر دیا گیا ہے، کس قسم کی میت کو عذاب کے فرشتے لیں اور کس کو رحمت کے، وہ اسی قانون کے تحت ہر میت تک پہنچ جاتے ہیں، لہذا اس حدیث
پر یہ اعتراض نہیں کہ فرشتے تو خدا کے حکم سے آتے ہیں، یہاں رب تعالیٰ نے دونوں قسم کے فرشتے بھیجے ہی کیوں، لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں وَمَا
تَعْتَذِلُوا بِالْمَدْيَنَةِ كَيْدُكُمْ دَٰلٍ اِنَّكُمْ كُنْتُمْ اَعْمٰی اِسْرَے مراد کئی امر ہے جیسے رب تعالیٰ نے ہم کو نازوں وغیرہ کا کئی امر سے رکھا ہے، یعنی اس کی موت باکل
درمیان میں واقع ہوئی تھی، رب تعالیٰ نے ارادہ توبہ کی وجہ سے اس کا اتنا احترام فرمایا کہ اس کی لاش کو اس بستی کی طرف نہ سرکا یا بلکہ دونوں بستیوں کو حرکت
دی کہ اس کو پیچھے ہٹایا اس کو آگے بڑھایا، خیال ہے کہ رب تعالیٰ جب بندے سے راضی ہو جائے تو اپنے حقوق تو خود معاف کر دیتا ہے اور بندوں کے حقوق
حق والوں سے معاف کر دیتا ہے، اس موقع پر بھی رب تعالیٰ نے مقتولوں کو کچھ سے کر معاف کر دیا لہذا حدیث پر نہ توبہ اعتراض ہے کہ ظلم قتل حق العباد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ اللہ تعالیٰ اپنا دستِ کرم رات کو پھیلاتا ہے تاکہ دن کا گنہگار توبہ کرے اور دن کو پھیلاتا ہے کہ رات کا گنہگار توبہ کرے یہ کرم نوازی اس وقت تک ہوگی جبکہ سوچ بچم سے نکلے (مسلم)؛ روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بندہ جب اقرارِ گناہ کر لیتا ہے پھر توبہ کرتا ہے تو اللہ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو سوچ کے مغرب کے نکلنے سے پہلے توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرے گا (مسلم)؛ روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی

تھے غیر بندوں کے معاف کئے، اس کی بخشش کیسے ہوگی، اور نہ یہ کہ دو بیٹیوں کو کیوں ہٹایا، لاش کو ہی کیوں نہ سرکا دیا؟ ۱۵ اس حدیث کا مقصد لوگوں کو گناہ پر دلیر کرنا نہیں بلکہ توبہ کی طرف مائل کرنا ہے یعنی اے انسانو اگر تم بھی فرشتوں کی طرح سائے ہی محصور گناہ متھے، تو کوئی قوم ایسی پیدا کی جاتی جو غلطی و خطا سے گناہ کر لیا کرتی پھر توبہ کرتی، اے رب تعالیٰ معاف کرنا کیونکہ خلقت رب تعالیٰ کی صفات کا منظر ہے اور جیسے سب کی صفت رزاق ہے ایسے ہی اس کی صفت عفا بھی ہے رزاقیت کا ظہور رزق و مرزوق سے ہوتا ہے، عفا ربیت کی جلوہ گری گناہ اور گناہگار سے ہوتی ہے، جو یہ حدیث دیکھ کر گناہ پر دلیر ہو اور پھر گناہ کئے تو کافر ہوا، اور یہاں ذکر گناہ کا ہے نہ کہ کفر کا، خلاصہ یہ ہے کہ گناہگار رب کی رحمت سے یا اوس نہ ہو بلکہ توبہ کر لے وہ غفور رحیم تجھ سے گناہ کا عہد و رفاقتاے حکمت الہی ہے تم سے کوئی گناہ نہ ہو یہ ناممکن ہے یہاں سے جانے سے مراد ہلاک کرنا نہیں ہے بلکہ انہل آمانوں پر پہنچا دینا، فرشتہ کیسا تھکھٹا اور زمین پر دوسری قوم قابل گناہ کو بسانا مارے؟ ۱۶ ہاتھ پھیلانے سے مراد خود کم کا کہیں کر دینا، پھیلا دینا ہے مقصد یہ ہے کہ رب کا کم بیت دینے سے گناہگار کو ہرقت کم میں لینے کو طیب ہے کوئی آنے والا ہو۔ ۱۷ اس وقت توبہ کا دروازہ بند ہو جائیگا، رب تعالیٰ فرماتا ہے یَوْمَ یَاقِیْ بُحْضُ اَیَّاتِ لَا یَنْفَعُ نَفْسًا اِیْمَانُهَا اِلَّا مَرَقَاتُ یَہَاں فرمایا کہ اس وقت سے ان لوگوں کی توبہ قبول نہ ہوگی جو سوچ کو کچھم سے نکلتے دیکھیں لیکن جو لوگ اس افعہ کے بعد پیدا ہوں ان کی توبہ کفر بھی قبول ہوگی اور توبہ گناہ بھی، کلاہرنے یہ علامات قیامت کی بھی ہیں، حضراتِ اقدس و مرشد صدق الاناضل مرد آبادی قدس سرہ فرماتے تھے کہ اس وقت کے بعد انسان کی پیدائش ہی بند ہو جائیگی، غرض کہ آیات و حدیث میں ان لوگوں کا ذکر ہے جو پہلے گناہ کرتے تھے توبہ نہ کی، یہ علامت دیکھ کر توبہ کرنے لگے، ان کی توبہ قبول نہیں کر فیہ کھل جانے کے بعد توبہ کیسی؟ ۱۸ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قبول توبہ کی دو شرطیں ہیں، ایک اپنے گناہ کا اقرار دوسرے توبہ یعنی ائندہ نہ کرنے کا عہد اور کئے ہوئے گناہ کے بدلہ کی کوشش، اعتراف اور توبہ میں یہ فرق ہے؟ ۱۹ شاید یہاں توبہ سے مراد کفر سے توبہ ہے یعنی آفتاب کے سچم سے نکلنے پر سائے کفار ایمان قبول کر لیں گے مگر اس وقت کا ایمان قبول نہ ہوگا کیونکہ ایمان بالیقین نہ رہا، گناہوں سے توبہ اس وقت بھی قبول ہوگی، جیسے عرعرہ کی حالت میں توبہ قبول نہیں

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَشَدَّ فَرَحًا بِتَوْبَةِ عَبْدٍ حِينَ يَتُوبُ إِلَيْهِ مِنْ أَحَدِكُمْ كَانَ رَاحِلَتُهُ بِأَمْرِ خِدْ
فَلَاةٍ فَأَنْفَلَتْ مِنْهُ وَعَلَيْهَا طَعَامٌ وَشَرَابٌ فَأَيَسَ مِنْهَا فَاتَى شَجَرَةً فَأَضْطَجَعَ فِي ظِلِّهَا
قَدْ أَيْسَ مِنْ رَاحِلَتِهِ فَبَيْنَمَا هُوَ كَذَلِكَ إِذْ هُوَ بِهَا قَائِمَةً عِنْدَهُ فَأَخَذَ بِخَطَامِهَا ثُمَّ
قَالَ مِنْ شِدَّةِ الْفَرَحِ أَلَلَّكُمْ أَنْتَ عَبْدِي وَأَنَا رَبُّكَ أَخْطَأُ مِنْ شِدَّةِ الْفَرَحِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ
وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ عَبْدًا أَذْنَبَ ذَنْبًا فَقَالَ رَبِّ

اللہ علیہ وسلم نے کہ جب بندہ توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ سے اس شخص سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے جس کی سواری بیٹھ زمین
میں ہو وہ سواری بھاگ جائے اس پر اس کا کھانا پانی ہو یہ اس سواری سے یا اس ہو کہ کسی رخت تک پہنچے اپنی سواری سے یا اس ہو کہ
درخت کے سایہ میں لیٹ بیٹھ اس مال میں ہو کہ ناگاہ اس کی سواری اس کے پاس اکھڑی ہو وہ اس کی جہار پکڑے پھر انتہائی خوشی
میں یوں کہ بیٹھے الہی تو میرا بندہ اور میں تیرا رب میت خوشی سے بندہ خطا کر گیا تہ (مسلم)؛ روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے
ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بندہ جب کوئی گناہ کر لیتا ہے پھر کہتا ہے مولیٰ

گناہوں سے توبہ قبول ہے؛ بعض کے ہاں حبشہ اپنے اطلاق پر ہے کہ اس وقت نہ کفر سے توبہ قبول ہے نہ گناہوں سے؛ وہ فرماتے ہیں کہ اس وقت کا ایمان
قبول نہ ہوتا تو قرآن کریم سے ثابت ہے؛ اور توبہ قبول نہ ہونا حدیث سے ثابت؛ دونوں برحق ہیں واللہ ورسولہ اعلم (لمعات ورفات)؛ ۱۵
ایسے مقامات پر خوشی سے مراد رضا ہوتی ہے؛ کیونکہ اصطلاحی فرحت و خوشی سے سب تعالیٰ پاک ہے؛ خیال ہے کہ رضا اور ہے امر اور؛ مگر ارادہ کچھ اور؛
اللہ تعالیٰ ہر بندے کے ایمان و شکر سے ارضی ہے؛ فرماتا ہے اِنْ تَشْكُرُوا يَزِدْكُمْ مِنْ فَضْلِي لَكُمْ؛ اور ہر شخص کو اس نے ایمان کا حکم بھی دیا ہے؛ کہ فرمایا اَمِنُوا
بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ؛ لیکن ہر شخص کے ایمان کا ارادہ نہیں کیا؛ ورنہ دنیا میں کوئی کافر نہ ہوتا؛ بعض کے کفر کا ارادہ کیا ہے اور بعض کے ایمان کا؛ ان ارادوں
میں صراحت حکمتیں ہیں جو علم کلام میں مذکور ہیں؛ دیکھو ذریعہ اسمعیل (مدیر الصلوٰۃ والسلام) کا حکم تھا ارادہ نہ تھا؛ یہاں اس کی رضا کا ذکر ہے نہ کہ
ارادے کا؛ ۱۶ یعنی جیسے اس شخص کو یاس کے بعد اس سے انتہائی خوشی ہوتی ہے جو بیان میں نہیں آسکتی؛ کیونکہ اس بندے کو یاس بھی انا امید ی
جان سے ہو چکی تھی؛ ایسے ہی رب تعالیٰ کی یہ رضا ہم بیان نہیں کر سکتے؛ یہ تشبیہ مرکب ہے؛ جس میں پورے واقعہ کو پورے واقعہ سے تشبیہ دی جاتی ہے
نہ کہ ہر حال کو ہر حال سے؛ لہذا اس سے یہ لازم نہیں آتا؛ کہ رب تعالیٰ مایوس بھی ہوا ہو؛ اور بعد میں اس کی اس بندگی ہو؛ متعصب یہ ہے کہ رب تعالیٰ ہم پر
خود ہم سے زیادہ مہربان ہے؛ جتنی خوشی ہم کو اپنی جان بچنے سے ہوتی ہے؛ اس سے زیادہ خوشی اللہ تعالیٰ کو بندے کے ایمان بچنے سے ہوتی ہے؛ ۱۷
یہ کلام بھی انتہائی خوشی بیان فرمانے کے لئے ہے؛ نہ کہ تشبیہ کے لئے؛ کیونکہ رب تعالیٰ غلطیوں اور خطا سے پاک ہے؛ یعنی بندہ کی خوشی سے مت کٹ
گئی؛ وہ کہنا چاہتا تھا یا رب میں تیرا بندہ تو میرا رب؛ لیکن اُن کا کہہ گیا؛ اس سے معلوم ہوا کہ خطا و منہ سے کفر نکل جانے پر بندہ کافر نہیں ہوتا نہ اس سے اس
خطا کا رکی جوی کل سے خارج ہو؛ کیونکہ حضور اور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر حکم کفر نہ فرمایا؛ مگر یہ جب ہے؛ جبکہ بندے کو اس خطا پر اطلاع نہ ہو اطلاع ہونے پر فوراً توبہ کرے؛
اطلاق کا حکم نہیں؛ لہذا اس حدیث سے وہ حضرات لیل نہیں کر سکتے؛ جو حکم یوں پڑھ لیتے ہیں لا الہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ؛ اور پھر بے اختیار زبان کا بہانہ کرتے ہیں؛

یہ یعنی زبان سے بھی کہتا ہے اور عمل سے بھی، کہ گذشتہ پر نام ہوتا ہے اور اُنہ کے لئے بچنے کا ہند کرنا ہے اور بقدر طاقت گذشتہ گناہ کا کفارہ بھی ادا کرنا ہے لہذا حدیث پر یہ قیاس نہیں کہ لوگوں کو مال مار کر فقط کھردھانی ہوگئی: ۱۰۰۰ یہ کلام فرشتوں سے ہوتا ہے اظہار کرم کے لئے، مقصد یہ ہے کہ چونکہ بندے نے اپنے کو گنہگار اور مجھ غفار مجھ اسیر درود اللہ پر معافی مانگنا ہوا، میں نے اسے معاف کر دیا: ۱۰۰۰ یعنی توبہ کے وقت تو اس کا ارادہ یہی تھا کہ کبھی گناہ نہ کر دیکھا، مگر پھر کر بیٹھا، لہذا حدیث قرآن کریم کی اس آیت کے خلاف نہیں و کبر صبر و اعطى افاقا فلولاً: گناہ پر اصرار اور ہے اور بار بار گناہ ہو جانا اور توبہ کئے نہ ہنا کچھ اور ہے ۱۰۰۰ یعنی گناہ کئے کا عادی رہیں بجھنے کا عادی نہ ہوں گے بلکہ ہمیں آنا۔ قرآن اپنے جسے کی عادت کیوں چھڑوں، تو کرتا جا میں بخشا جاؤں: یہ فرمان گناہوں کی اجازت دینے کیلئے نہیں بلکہ وسعت مغفرت کے اظہار کے لئے ہے، یعنی اس طرح بندہ اگر لاکھوں بار گناہ کر لیا میں بخش دوں گا کہ ہر توبہ کے وقت اُنہ گناہ نہ کریں گا ہی جہد ہو، مگر پھر کر بیٹھے، لہذا حدیث باطل ظاہر ہے توبہ کے ارشاد سے گناہ کرنا کفر ہے کہ چلو گناہ میں حرج ہی کیلئے، کل توبہ کر لیں گے یہ توبہ نہیں، بلکہ شریعت کا مذاق اڑانا ہے اور غصے تعالیٰ پر اس، یہ دونوں باتیں کفر ہیں: یا یہ طلب ہے کہ ایسے توبہ کئے والے کو رب تعالیٰ اپنی اس میں سے لیتا ہے کہ پھر اُس سے گناہ ہوتے ہی نہیں: پھر فرمایا جاتا ہے کہ جو چاہے کہ جسے پرندے کے پر کاٹ کر اس سے کہو کہ جاؤ نا پھر: ۱۰۰۰ جناب حضرت ابوذر غفاریؓ کا نام بھی ہے جو شہید صحابی ہیں، اور دوسرے صحابہ کا بھی، یہاں غالباً دوسرے کوئی صحابی مراد ہیں، کیونکہ محدثین حضرت ابوذر کو جناب کے نام سے بیان نہیں کیا کرتے اور ہو سکتا ہے کہ ابوذر غفاریؓ ہی مراد ہیں مرقاۃ دوسری توجیہ کو ترجیح دی: ۱۰۰۰ یا اس لئے نہ بجھنے گا کہ اس گناہ بہت ہی بڑا کیا یا اس لئے کہ اس نے پھر پر یاد لی کی ہے اور میں بڑا مقبول خدا ہوں، مجھ پر ظلم کرنا لائق بخشش نہیں: پہلی صورت میں یہ کلام صرف غیبت ہے دوسری صورت میں غیبت بھی ہے اور اپنی شہنشی بھی:

يَتَأْتِي عَلَى أَنِّي لَا أَخْفِرُ لِفُلَانٍ فَإِنِّي قَدْ عَفَرْتُ لِفُلَانٍ وَاحْبَطْتُ عَمَلَكَ أَوْ كَمَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ
وَكُنْ شَدِيدًا بَيْنَ أَوْسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَيْكَ وَسَامٌ سَيِّدُ الْإِسْتِخْفَارِ أَنْ تَقُولَ
اللَّهُمَّ أَنْتَ رَبِّي لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ خَلَقْتَنِي وَأَنَا عَبْدُكَ وَأَنَا عَلَى عَهْدِكَ وَدَعَاكَ مَا اسْتَطَعْتُ
أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ أَبُو لَيْسَ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ وَأَبُوءُ بِذَنْبِي فَاخْفِرْ لِي فَإِنَّهُ لَا يَخْفِرُ

جو مجھ پر تم کھاتا ہے کہ میں فلاں کو نہ بخشوں لہذا میں نے فلاں کو بخش دیا اور تیرے عمل ضبط کرنے یا جیسے حضور انور نے فرمایا (مسلم) اور تیرے حضرت
شداد ابن اوس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے استغفار کا سرور یہ ہے کہ تم کہو اے رب تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو نے
مجھے پیدا کیا میں تیرا بندہ ہوں اور بقدر طاقت تیرے عہد و پیمان پر قائم ہوں میں اپنے گناہ کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں تیری نعمت کا جو مجھ پر
ہے اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا اقرار ہی ہوں مجھے بخش دے تیرے سوا

۱۔ یَتَأْتِي عَلَى أَنِّي لَا أَخْفِرُ لِفُلَانٍ سے بنا بعض قسم کھانا، اسی سے انکلا وہ ہے: یہ دونوں شخص مصر کے باشندے تھے، پہلا فاسق تھا اور دوسرا سنی، مگر اپنے کو گنہگار جانتا تھا اور یہ
عابد اپنے زہد و تقویٰ پر نازاں تھا اور ادا شاعر اس بارگاہے نیاز میں کسی کو ناز کرنے کا حق ہی نہیں، وہاں نیاز دیکھا جاتا ہے۔ شاعر
او گنہگار یا عجز دکھا کماؤں قرب حضوری پاؤں
علاؤں والیاں ناز دکھاؤں دور نکالیاں جاؤں

۲۔ یعنی اس شخص کی شہنی کی وجہ سے میری فیرت کا دریا جوش میں آ گیا، اس فاسق کو میں نے نیک بننے کی توفیق دے دی جس سے اسکے سارے گناہ بخش گئے اور اس تکبر زائد کی توفیق ملے
کر لی جس سے یہ کافر مہر مرا اور اس کی تمام نیکیاں ضبط ہو گئیں، اس شرح کی بنا پر حدیث بالکل واضح ہو گئی، نہ آیات قرآنہ کے خلاف ہی نہ دیگر احادیث کے مضبوطی مل کفر سے ہوتی ہے نہ کہ
معمولی گناہ سے، مرقا نے فرمایا کہ یہاں زاہد کے عمل ضبط ہونے سے مراد اس کی اس قسم کا چھوڑ کر دینا ہے کہ فاسق کو بخش دیا، اہل بدیہ قسم کو چھوڑا کر دیا، اس صورت میں بھی یہ شدت مذہب اہلسنت کے
خلاف نہیں، اس معلوم ہوا کہ کوئی شخص کسی کے انجام کے متعلق اپنی لٹ سے فیصلہ نہیں کر سکتا کہ فلاں ضعیف ہے فلاں دوزخی، اللہ تعالیٰ انجام بخیر کرے، آمین، ہر شخص داتا ہے۔ شاعر
پانی بھر پناہاں رنگ برنگے گھرے
بھرا اس کا جانیے جس کا توڑ چڑھے

۳۔ یہ شک لوی کی طرف سے ہے یعنی الفاظ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہی تھے یا کچھ اور، مگر مضمون یہی تھا: معلوم ہوا روایت بالمعنی جائز ہے بلکہ عربی میں سید وہ ہے
جس کی طرف لوگ اپنی ماحول میں جمع کریں یعنی استغفار کے الفاظ بہت ہیں مگر یہ استغفار ان تمام کی جامع ہے، کیونکہ اس میں گذشتہ پرندامت آمین کے لئے عہد، رب تعالیٰ
کے انعامات اپنی احسان فراموشی، بے وفائی سب کچھ ہی ہے: ۴۔ معلوم ہوا کہ استغفار توبہ بلکہ تمام دعاؤں میں اللہ تعالیٰ کی حمد، اپنی بے بسی یا گناہ، ہر گناہ پر چھ جیسی عا ہوا،
وہی ہی حمد چاہئے، دیکھو یہاں توبہ کرنے سے پہلے اللہ کی رویت اور اپنی بندگی کا اقرار کیا یعنی توبہ پلنے والے، اللہ ہم پلنے والے، پلنے والے قصہ کیا ہی کرتے ہیں، پلنے والے غشاہی کرتے ہیں
کچھ پکڑے اور بستر گدے کیا ہی کہتے ہیں ماں انہیں پاک صاف کیا ہی کرتی ہے حالانکہ وہ رب نہیں بلکہ ربی ہے: ۵۔ یعنی جہانک مجھ سے بن پڑیگا میں نہ ہمد پورا کروں گا جو مشاق
دن تجھ سے کیلے یا اسلام لائے وقت تجھے پیلے جیسے کیا، یا بارش ہونے وقت تجھے کمی ملی سے کیا، کیونکہ یہ سارے عہد تجھ سے ہی ہیں بقدر طاقت کی اسلئے قید لگائی کہ طاقت سے
زیادہ کی پروردگار بھی تکلف نہیں کرتا۔ ۶۔ شیخ نے اشعار میں فرمایا کہ گناہ کی شرط یہ ہے کہ اس سے توبہ کی توفیق نہ ملے

الذُّنُوبِ لَا أَنْتَ قَالَ وَمَنْ قَالَ هَا مِنْ النَّهَارِ مُوقِنًا بِهَا فَمَاتَ مِنْ يَوْمِهِ قَبْلَ أَنْ يُمْسِيَ فَهُوَ
مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَمَنْ قَالَ هَا مِنْ اللَّيْلِ وَهُوَ مُوقِنٌ بِهَا فَمَاتَ قَبْلَ أَنْ يُصْبِحَ فَهُوَ مِنْ أَهْلِ
الْجَنَّةِ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ: الْفَصْلُ الثَّانِي: عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى يَا ابْنَ آدَمَ إِنَّكَ مَا دَعَوْتَنِي وَرَجَوْتَنِي غَفَرْتُ لَكَ عَلَى مَا كَانَ فِيكَ وَ
لَا أَبَالِي يَا ابْنَ آدَمَ نُوْبَلِّغُكَ ذُنُوبَكَ عَنْكَ اللَّهُ ثُمَّ اسْتَغْفَرْتَنِي غَفَرْتُ لَكَ وَلَا أَبَالِي
يَا ابْنَ آدَمَ إِنَّكَ نُوْلَقِيْتَنِي بِقَرَابِ الْأَرْضِ خَطَايَا ثُمَّ لَقِيْتَنِي لَا تُشْرِكُ بِي شَيْئًا لَا تَبْتَكَ

گناہ کوئی نہیں بخش سکتا نہ حضور نے فرمایا کہ جو یقین قلبی کے ساتھ دن میں یہ کہہ لے پھر اسی دن شام سے پہلے مر جائے تو وہ
جنتی ہوگا اور جو یقین دل کے ساتھ رات میں یہ کہہ لے پھر صبح سے پہلے مر جائے تو وہ جنتی ہوگا (بخاری) دوسری فصل: روایت ہے
حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے اے اولادِ آدم جب تک تو مجھ سے دعا مانگے اور
مجھ سے اُس بگائے تو میں تجھے تیرے عیوب کے باوجود بخشتا رہوں گا میں بے پرواہ ہوں اے ابنِ آدم اگر تیرے گناہ کنارا آسمان تک پہنچ جائیں
پھر تو مجھ سے معافی مانگے تو میں تجھے بخش دوں گا کچھ پرواہ نہ کرونگا اے اولادِ آدم اگر تو زمین بھر کر خطاؤں کے ساتھ ملے مگر ایسے ملے
کہ کسی کو میرا شریک نہ ٹھہرانا ہو تو میں زمین بھر

اور نیکی کی شرط یہ ہے کہ اس پر تکبر و غرور نہ ہو جائے: خیال رہے کہ وہ گناہ جس کے بعد گریہ و زاری، عجز و نیاز و توبہ نصیب ہو، اس نیکی سے بہتر ہے جس کے
بعد تکبر و غرور ہو: حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خطا و گندم کھا لینا شیطان کے سببوں سے فضل تھا: اے سبحان اللہ کیسی پیاری عرض و معروض ہے یعنی میں
اقرار ہی ہوں کہ گنہگار ہوں میرے پاس ہیں پھول تیرے پاس خطائیں میری طرف سے عطا ہیں تیری طرف سے، بحکم قرآن پاک ظہول و دھول میں ہوں، غفور رحیم تو
ہے جس لائق میں تھا وہ میں نے کر لیا، جو تیری شان کے لائق ہے وہ تو کر دے گا میں نے کر لی، ستاری تو کر، گنہگاری میں نے کر لی غفاری تو کر: تیرا ایک جیسے
ہمارا بیڑا پایا ہے۔ شعر
ما ايم پر گناہ تو دریا ئے رحمتی آجھا کہ فضل تست چہ ہا شد گناہ ما

اے یقین کی قدر گناہی تاکہ معلوم ہو کہ بندہ دعا اور توبہ کے وقت اس کے فضل کا یقین کئے یہ سمجھے کہ مجھے رب تعالیٰ نے اپنے دروازے پر بلا پایا ہے تو آیا ہوں اپنے آپ
بہنہ یا اور کریم بھکاری کو بلا کر دیا ہی کرتے ہیں، خالی ہیں پھرتے، جسے یہ یقین ہوگا انشاء اللہ بخشا ہی جائے گا: اے علمائے کرام علیٰ ما کے معنی (باوجود)
کرتے ہیں یعنی تیرے کیسے ہی گناہ ہوں میں بخش دوں گا میں آنے والے کو نہیں دیکھتا بلکہ اپنے دروازے کو دیکھتا ہوں کہ کس دروازے پر آیا: صوفیائے
کرام اس کے معنی کرتے ہیں مطابق یعنی تجھے تیرے گناہ کے مطابق بخشوں گا، چھوٹے گناہ کی چھوٹی بخشش، بڑے گناہ کی بڑی بخشش: لاکھوں گناہوں کی
لاکھوں بخششیں، بلکہ حقیقتِ توبہ ہے۔ شعر

گنہ رخصا کا حساب کیا وہ اگر چہ لاکھوں سے ہیں مگر اے کریم تیرے عفو کا نہ حساب ہے نہ شمار ہے

اے عارفانِ عین کے فتح سے مجھے ہادل: اور عین کے زیر سے مجھے ظاہر: اور عارفانِ عین کی جمع یعنی کتارہ، بعض نسخوں میں اعتنا بھی ہے: مطلب یہ

بخشش کے ساتھ تیرے پاس آؤنگا (ترمذی احمد داری من ابی ذر) ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن ہے غریب ہے؛ روایت ہے حضرت ابن عباس سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی فرماتے ہیں فرمایا اللہ تعالیٰ نے جو جانے کہ میں گناہ بخش دینے پر قادر ہوں تو میں اسے بخش دوں گا کچھ پرواہ نہ کروں گا جب تک کہ وہ میرا کسی کو شریک ٹھہرائے (شرح مشرق)؛ روایت ہے ان ہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو استغفار کو اپنے پر لازم کرے تو اللہ اس کے لئے ہر شے سے چھٹکارا اور ہر غم سے نجات دے گا اور وہ ان سے اُسے روزی دے گا جہاں سے اس کا گمان بھی نہ ہو سکتا

ہے کہ اگر تو گناہوں میں ایسا گھر جائے جیسے زمین آسمان سے گھری ہوئی ہے کہ ہر طرف تیرے گناہ ہوں، بیچ میں تو ہو، پھر تجھ سے معافی مانگے، تو میں تیرے ساتھ، گناہ بخش دوں گا، بلکہ آسمان زمین کی چٹکی سب کو پسینتی ہے، اس کے سوا جو رب سے لگ جائے، کسی ہندی شاعر نے کیا خوب کہا: شعر

چکیا چکیا سب کہیں اور کھیا کھے نہ کوئے جو کھیا سے لاگا اس کا بال نہ بیکا ہوئے

۱۔ قربان کے ذریعہ یا پیش سے یعنی قرب المقدار مشرق میں فرمایا کہ قرب کمرہ سے تلوار کی میان اور سوار کا ہلکا گوشہ، اور دستہ سے یعنی قرب بطلت ہے کہ جسے رازق ہر روز ق کو بقدر حاجت روٹی دیتا ہے، باقی کو کون اور جو نیکی کو کن دیتا ہے، ایسے ہی وہ غفار بقدر رغفہ مغفرت عطا فرمائیگا، مگر شرط یہ ہے کہ گنہگار ہر قدر نہ ہو اسی لئے شرط لگائی گئی کہ میرا خریک ٹھہراتا ہو: خیال ہے کہ جیسے مقامات پر شرک یعنی کفر ہوتا ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يَعْظُمُ اَنْ يُّسْتَفْزَمَ بِهٖۤ اَوْرُبٰی یَا کَتٰبُ یَا اِصْلٰہی احکام میں سے کسی کا انکار و حقیقت رب تعالیٰ کا ہی انکار ہے: لہذا حدیث باطل واضح ہے۔ اور اس میں کفار کی مغفرت کا وعدہ نہیں، کفر و مغفرت میں تضاد ہے: ۲۔ سبحان اللہ بہت ایدہ افزا حدیث ہے یعنی جو مومن رب تعالیٰ کو عذاب مغفرت پر قادر بنائے، پھر اس سے گناہ سرزد ہو جائے، رب تعالیٰ اپنے فضل سے اُسے بخش دے گا، مالوہ بشر پہلے جملہ کی ناکید ہے، کیونکہ جو رب تعالیٰ کو نبی کہتے ہیں وہ سب ہی ہوگا حدیث سے معلوم ہوا کہ گناہ کبیرہ کی بخشش ذریعہ پر موقوف نہیں: اسی طرح حقوق العباد کی معافی خود حق والے سے معاف کرانے پر موقوف نہیں، کہ نبی تعالیٰ اسکے بغیر بخش ہی نہ سکے قانون اور بے قدرت کچھ اور: قانون کے ہم پابند ہیں تعالیٰ یا پابند نہیں: اس حدیث میں تعالیٰ کی قدرت کا ذکر ہے و حقوق العباد والی حدیث میں قانون کا ذکر۔ لہذا احادیث آپس میں متعارض نہیں اور نہ اس میں بندوں کو گناہ بردہ کرنا ہے ۳۔ اس طرح کہ روزانہ استغفار کے کھلے زبان سے ادا کیا کہے گناہ کے یہ نہ کرے بہتر یہ ہے کہ نامہ فجر کے وقت سنت فجر کے بعد فرض سے پہلے ستر بار پڑھا کہ کی ذیقت استغفار کیلئے بہت ہی موزوں ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَ بِالْاَسْحٰہِ لَہُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ ۴۔ ۵۔ یہ عمل بہت ہی مجرب ہے: روزی سے مراد مال، اولاد اعزت سب ہی ہے: استغفار کرنے والے کو رب تعالیٰ یہ تمام نعمتیں فیبی خزانہ سے بخش دیتا ہے۔

أَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَعَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَصْرَمَ مِنْ أَسْتَعْفَدَ وَإِنْ عَادَ فِي الْيَوْمِ سَبْعِينَ مَرَّةً رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ بَنِي آدَمَ خَطَّاءٌ وَخَيْرُ الْخَطَّائِينَ التَّوَّابُونَ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ الْمُؤْمِنُ إِذَا أَذْنَبَ كَانَتْ نَكْتَةً سَوْدَاءَ فِي قَلْبِهِ فَإِنْ تَابَ وَاسْتَغْفَرَ صَقِلَ قَلْبُهُ وَإِنْ نَادَى نَادَتْ حَتَّى تَعْلُقَ قَلْبَهُ فَذَا لَكُمْ الدَّرَانُ الَّذِي ذَكَرَ اللَّهُ تَعَالَى كَلَامًا

داحمد، ابوداؤد، ابن ماجہ اور ابوبکر صدیق سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ معافی مانگ لینے والا گناہ پر اڑیل نہیں اگرچہ دن میں ستر بار گناہ کرے (ترمذی، ابوداؤد) روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر انسان خطا کار ہیں بہترین خطا دار رجوع کر لینے والے ہیں (ترمذی، ابن ماجہ، دارمی) روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مومن جب گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں سیاہ داغ لگ جاتا ہے اگر توبہ کرے اور معافی مانگے تو اس کے دل صیقل ہو جاتا ہے ورنہ اگر گناہ زیادہ کرے تو سیاہی زیادہ ہوتی ہے حتیٰ کہ دل پر چھا جاتی ہے یہ بھی زنگ ہے جس کا رب تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ ان کے

قرآن کریم فرماتا ہے فَخَلَّتْ أَسْتَعْفَدَ وَأَرْبَعًا أَنْ كَانَ عَقْفَارًا وَيُرْسِلُ اللَّهُ عَلَيْكُمْ مِدَادًا، قرآن کریم میں استغفار پر پانچ نعمتوں کا ذکر فرمایا، اور اس حدیث نے تین نعمتوں کا، مگر ہماری اس شرح سے وہ پانچوں نعمتیں ان میں آگئیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ: یہ حدیث اس آیت کی شرح ہے: یعنی وہ جو قرآن شریف میں فرمایا گیا وَلْيُفَضِّرْهُ وَأَخْلَعْ مَا فَعَلُوا، کہ وہ اپنے گناہ پر اصرار نہیں کرتے اڑنے نہیں، وہاں اڑنے سے مراد یہ ہے کہ گناہ بار بار کرے اور توبہ کبھی نہ کرے جو توبہ کرتا ہے وہ اڑیل نہیں: توبہ کے معنی پہلے عرض کئے جا چکے ہیں کہ بوقت توبہ گناہ سے باز رہنے کا پورا ارادہ ہو، اور اگر توبہ کے وقت ہی یہ خیال ہے کہ گناہ کرتا ہی رہوں گا، توبہ توبہ نہیں بلکہ اسلام کا مذاق ہے: لے یہاں کل مجموعی ہے نہ کہ کل افرادی یعنی تمام انسان گنہگار ہیں نہ کہ ہر انسان، کیونکہ حضرات انبیاء گناہوں سے معصوم ہیں گناہ کر سکتے ہی نہیں، اور بعض اولیاء محفوظ کہ گناہ کرتے نہیں اور اگر یہ کل افرادی ہو تو خطا میں الغرض میں بھی داخل ہوں گی یا یہ عام مخصوص بعض ہے جس سے وہ پاک حضرات مستثنیٰ ہیں لہذا یہ حدیث نہ تو قرآنی آیات کے خلاف ہے نہ ان احادیث کے جن میں ان مقبولوں کی عصمت کا ذکر ہے اور نہ اس حدیث کی بنا پر حضرات انبیاء کو گنہگار کہا جا سکتا ہے عصمت انبیاء کی تحقیق ہماری کتاب جوار الحق کے تحت میں ملاحظہ کیجئے: لے یعنی لوٹنے والے گناہ سے نیکی کی طرف، خطا سے معافی کی طرف غفلت سے بیداری کی طرف، خلق سے خالق کی طرف، نیبو سے حضور کی طرف، افس سے رب غفور کی طرف غرض کہ جیسی خطا ویسی توبہ: یہ حدیث توبہ کی تمام اقسام کو جامع ہے: رب تعالیٰ توبہ کی توفیق دے: لے خیال ہے کہ انسان کا دل صاف شفاف آئینہ کی طرح ہے، ذرا سے غما سے دھنلا ہوا جاتا ہے: گناہ دل کے غبار ہیں اور کفر دل کا زنگ، قلب کا لب سے گہرا غلبہ ہے جیسے جڑ کا شاخوں سے، اس لئے گناہ جسم کرتا ہے اور سیاہ دل ہوتا، دیکھو غم و فکر دل کو ہوتا ہے اور یہ دھواں پڑ جاتا ہے، جسم کو صاف رکھنے، غسل کرنے، اچھی ہوا لینے سے دل کو شفا ہوتی ہے: یہ بھی خیال رہے کہ جیسے گناہ بہت آہستگی سے

رَأَى عَلَى قُلُوبِهِمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ
هَذَا أَحَدُ بَيِّنَاتِ حَسَنِ حُجَّتِهِ وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ
اللَّهَ يَقْبَلُ تَوْبَةَ الْعَبْدِ مَا لَمْ يُغْخَرْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الشَّيْطَانَ قَالَ وَعِذَّتْكَ يَا رَبِّ لَا أَبْذُرُ أَخُوِي عَبَادَكَ
مَا دَامَتْ أَرْوَاحُهُمْ فِي أَجْسَادِهِمْ فَقَالَ الرَّبُّ عَزَّ وَجَلَّ وَعِذَّتِي وَجَلَالِي لَا تُرْتَفَعُ مَكَانِي

اعمال نے ان کے دلوں پر رنگ لگا دی (احمد ترمذی، ابن ماجہ) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن ہے صحیح ہے روایت ہے حضرت ابن
عمر سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ بندہ کی توبہ قبول فرماتا ہے غرغره سے پہلے (ترمذی، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت ابو
سعید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ شیطان نے عرض کیا یا رب تیری عزت کی قسم میں تیرے بندوں کو اس وقت تک بہکاؤں گا
جب تک ان کی جانیں ان کے جسموں میں رہیں رب عزوجل نے فرمایا مجھے اپنی عزت و جلالت اور بندگی درجات کی قسم

دل کو میلا کرتے ہیں، ایسے ہی توبہ اور نیک اعمال بہت آہستگی سے پہلے دل کو صاف کرنے ہیں مگر نبی کی عداوت یکدم شفاف دل کو میلا نہیں بلکہ رنگ آلود کر
دیتی ہے جیسے شیطان کا حال ہوا کہ لاکھوں سال کی عبادت ایک سیکنڈ میں برباد ہو کر اس کا دل ناقابل علاج رنگ آلود ہو گیا، اور مقبول بندے
کی نگاہ کرم ایک آن میں رنگ آلود دل کو صاف کر کے اس پر پالش کر دیتی ہے، موسیٰ علیہ السلام کی نظر سے برسوں کے مجرم جادوگر، مومن، صحابی،
صابرا اور شہید ہو گئے، حضور غوث پاک کی ایک نظر سے چور قطب ہو گئے، اسی لئے صوفیاد فرماتے ہیں شعر

یکے نہ صیغے با اولیاء بہتر از صد سالہ طاعت بے یابا یکے نہ صیغے با انبیاء بہتر از ہزار سالہ طاعت بے یابا یکے نہ صیغے با مصطفیٰ بہتر از لکھ سالہ طاعت بے یابا
اسے مسلسل گناہیں توبہ کی وجہ سے لیں رنگ بلکہ کچھ لگ جاتی ہے جو چھوٹے نیکوں سے صاف نہیں ہوتی بلکہ نگاہ کامل سے صاف ہوتی ہے، اسی لئے وہ
تعالیٰ نے عرب جیسے کچھ لگے ہوئے ملک میں ایسے شاندار رسول کو بھیجا، اندھے شیعوں میں کوئی غاصب چمک والا ہی چمکتا ہے، وہاں چمکنا ہر ایک کا کام نہیں
ان رین سے بنا جیسے کچھ یا بہت موٹی تیرا لا پر وہ، اسے نزع کی حالت کو جبکہ موت کے فرشتے نظر آجائیں غرغره کہتے ہیں، اس وقت کفر سے توبہ قبول نہیں
کیونکہ ایمان کے لئے ایمان بالغیب ضروری ہے، اب غیب مشاہدہ میں آگیا، اسی لئے دوسرے وقت فرعون کی توبہ قبول نہ ہوئی، مگر گناہوں سے توبہ اس
وقت بھی قبول ہے، اگر توبہ کا خیال آجائے اور الفاظ توبہ بن پڑیں، اسی لئے مرقاۃ نے یہاں فرمایا کہ عید سے مراد بندہ کا فرہے، کہ غرغره کے وقت
اس کی توبہ قبول نہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے حَتَّىٰ إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ (قَالَ) تَبَتُّ الْآنَ الخ: بعض علماء نے فرمایا کہ ملک الموت ہر رن
والے کو نظر کرتے ہیں مومن ہو یا کافر، خیال ہے کہ قبض روح پاؤں کی طرف سے شروع ہوتا ہے، تاکہ بندہ کی اس حالت میں دل و زبان چلتے رہیں
گنہگار توبہ کر لیں۔ کہا سنا معاف کر کر الیں، کوئی وصیت کرنی ہو تو کریں، یہ بھی خیال ہے کہ غرغره کے وقت گناہوں سے توبہ کے معنی میں گذشتہ گناہوں پر
شرمندہ ہو جانا، اب آئندہ گناہ نہ کرنے کا عہد بیکار ہے، کہ اب تو دنیا سے جا رہا ہے، گناہ کا وقت ہی نہ پاسکے گا، مگر یہ توبہ اس وقت کی قبول ہے کہ رب
تعالیٰ غفار ہے، شیطان سے مراد ابلیس ہے اور بیکار ہے مراد اچھے عقیدوں یا اچھے اعمال سے الگ کر دینا ہے، یعنی میں بندوں کے مرتے وقت

لَا تَزَلْ أَخْفُدُ لَهُمْ مَا اسْتَغْفَرُوا فِي رَوَاةِ أَحْمَدَ وَعَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَسَّالٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى جَعَلَ بِالْمَغْرِبِ بَابًا عَرْضُهُ مَسِيرَةُ سَبْعِينَ عَامًا
لِلنُّفُوسِ لَا يُغْلَقُ مَا لَمْ تَطْلُعِ الشَّمْسُ مِنْ قَبْلِهِ وَذَلِكَ قَوْلُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ
آيَاتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ أَمِنَتْ مِنْ قَبْلِ رَوَاةِ التِّرْمِذِيِّ وَابْنِ مَاجَةَ

میں انہیں بخشا ہی رہو نہ کا جب تک کہ مجھ سے معافی مانگتے رہیں (احمد)؛ روایت ہے حضرت صفوان بن عسال سے فرماتے ہیں فرمایا رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ نے توبہ کیلئے مغرب میں ایک دروازہ بنایا ہے جس کی چوڑائی ستر سال کی راہ ہے وہ اس وقت تک بند نہ ہوگا جب
تک کہ سورج مغرب سے طلوع نہ ہو یہ ہی عزوجل کا فرمان عالی شان ہے جس دن تمہارے رب کی بعض نشانیاں آئیں گی تو کسی ایسے نفس
کو ایمان مفید نہ ہوگا جو پہلے سے ایمان نہ لایا ہو (ترمذی، ابن ماجہ)

تک کوشش کرو نہ کہ وہ بدعت ہو جائیں، اگر یہ نہ کر سکا تو کم از کم ان سے گناہ ہی کرو نہ کہ ان کا، اگر یہ بھی نہ ہو سکا تو انہیں نیکی سے روک دو نہ کہ، اگر یہ بھی نہ ہو سکا تو
بڑی نیکی سے روک کر چھوٹی نیکی میں مشغول کرو نہ کہ؛ ابلیس کی یہ کوشش بندے کے مرنے وقت تک ہوتی ہے؛ بعد موت یہ کوشش تو ختم ہو جاتی ہے اب قبر کے سوالات
ہو بات میں پہکا تا ہے؛ اسی لئے بعد دفن میت کو تلقین کرنے کا حکم ہے؛ ہذا یہ حدیث نہ تو اس حدیث کے خلاف ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد
دفن میت کے لئے شیطان سے حفاظت کی دعا فرمائی؛ اور نہ اس آیت کے خلاف ہے کہ ان حیادی یس لان علیہم سلطان؛ بہر حال کوئی شخص کسی
حال میں اپنے کو شیطان سے محفوظ نہ جانے اللہ کی پناہ مانگے؛ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام معصوم تھے، اور جنت میں تھے جو جگہ محفوظ تھی، مگر پھر بھی شیطان
نے وہاں اپنا دائرہ چلا دیا تو ہم نہ معصوم ہیں نہ دنیا جگہ محفوظ، پھر ہم کس چیز پر شکی ماریں، یا اللہ تیری پناہ؛ ۱۰ یعنی اگر جان نکلے نکلے زندہ
توبہ کرے تو معافی ہو جائے گی؛ معلوم ہوا کہ مغرورہ کی توبہ گناہ قبول ہے جیسا پہلے عرض کیا گیا؛ ۱۱ آپ مشہور صحابی ہیں کو ذہن قیام رہا، دس غزوات
میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود نے آپ سے احادیث روایت کیں؛ ۱۲ یعنی آسمانوں میں بہت دروازے ہیں۔ بعض
دروازے فرشتوں کے اترنے کیلئے بعض رزق عبادنازل ہونے کے لئے، بعض اعمال عباد چڑھنے کے لئے، ایک دروازہ وہ ہے جس سے بندوں کی توبہ جاتی
ہے دربار گاہ الہی میں پیش ہوتی ہے، یہ دروازہ مدینہ منورہ سے جانب مغرب آسمان میں واقع ہے اس کی چوڑائی ستر سال کی راہ ہے، تو اس کی لمبائی اور اونچائی
کتنی ہوگی یہ ہی جانے؛ حدیث بالکل اپنے ظاہری معنی پر ہے کسی قسم کی تاویل یا توجیہ کی ضرورت نہیں، آسمان کے دروازے قرآن کریم سے ثابت ہیں و فُتِحَتْ
السَّمَاءُ فَكَانَتْ أَبْوَابًا ۱۳ یعنی آسمان کے اور دروازے تو محض اوقات میں بند ہو جاتے ہیں جیسے زندہ کے مرجانے پر اس کی روزی اعمال
کا دروازہ بند ہو جاتا ہے، مگر توبہ کا دروازہ قرب قیامت ہی بند ہوگا؛ ۱۴ اس کی تحقیق پہلے ہو چکی کہ شخص پہلے دنیا میں موجود ہو اور کافر؛ اور اب سورج کو
پچھم سے نکلنے دیکھ کر ایمان لائے، تو اس کا ایمان قبول نہ ہوگا کیونکہ ایمان میں غیب پر ایمان مجرب ہے، اور آج ایمان بالہدایہ ہو گیا جیسے کہ مغرورہ کی حالت میں یا رب عالمی
عذاب دیکھ کر ایمان لانا قبول نہیں، جو اس کے بعد پیدا ہوا اس کا ایمان معتبر ہوگا؛ یوہی گنہگار مسلمان کی توبہ قبول ہوگی، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آیت میں بعض آیات سے
مرد آفتاب پچھم سے نکلنا ہے؛ بعض علماء فرماتے ہیں کہ اس کے بعد گناہوں سے توبہ بھی قبول نہ ہوگی، کیونکہ یہاں فرمایا أَوْ كُفِبَتْ فِي إِيْمَانِهَا

وَعَنْ مُعَاوِيَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَنْقُطُ الرِّجَّةُ حَتَّى تَنْقُطَ
التَّوْبَةُ وَلَا تَنْقُطَ التَّوْبَةُ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُدَ وَالدَّارِمِيُّ
وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ رَجُلَيْنِ كَانَا فِي بَنِي إِسْرَائِيلَ
مُتَحَابِّينِ أَحَدُهُمَا يُجَاهِدُ فِي الْعِبَادَةِ وَالْآخَرُ يَقُولُ مُذْنِبٌ فَيُحْلِلُ يَقُولُ أَقْصِرْ عَمَّا أَنْتَ
فِيهِ فَيَقُولُ خَلِّني وَرَبِّي حَتَّى وَجَدَكَ يَوْمًا عَلَى ذَنْبٍ اسْتَعْظَمَ فَقَالَ أَقْصِرْ فَقَالَ
خَلِّني وَرَبِّي أَبْعَثْ عَلَيَّ رَقِيبًا فَقَالَ وَاللَّهِ لَا يَعْفِدُ اللَّهُ لَكَ أَبَدًا وَلَا يُدْخِلُكَ الْجَنَّةَ

روایت سے حضرت معاویہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت بندہ ہو گئی تھی کہ توبہ بندہ ہو اور توبہ بندہ ہو گئی تھی کہ
سورج اپنے مغرب کی طرف سے نکلے (احمد، ابوداؤد، دارمی) یہ روایت سے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
کہ نبی اسرائیل میں دو محبت والے دوست تھے جن میں سے ایک توبہ بات میں کر شاں تھا اور دوسرا کہتے ہیں گنہگار تھا عابد کہنے لگا کہ ان کاموں
سے باز آجن میں تو چھپسا ہے وہ کہنے لگا مجھے میرے رب پر چھوڑ دے ایک دن عابد نے اسے ایسے گناہ پر پایا جسے اس نے بہت ہی بڑا
جانا تو بولا باز آ جا وہ بولا مجھے میرے رب پر چھوڑ کیا تو میرا روزہ مقرر ہوا ہے یہ بولا اللہ کی قسم تجھے بے توکمی بخشے اور نہ جنت میں داخل کرے

خیراً، مگر یہ قول کچھ گزرا ہے: خَيْرٌ فِي الْإِيمَانِ كَچھ اور ہی ہے: ۱۔ ہجرت کے معنی ہیں چھوڑنا یا منتقل ہونا: یہاں اس سے مراد کفر سے ایمان کی طرف
دارِ شرک سے دارِ اسلام کی طرف، گناہوں سے توبہ کی طرف، غفلت سے بیداری کی طرف، کفران سے غفران کی طرف منتقل ہونا ہے: یہ ہجرتیں قریب قیامت
تک ہوتی رہیں گی، مگر مغلطہ سے ہجرت غلبہ کفر کی بنا پر ختم ہو چکی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن فرمایا لَا تُجْرُوا بَعْدَ الْيَوْمِ: اور حضرت عباس کو
خاتم المہاجرین قرار دیا گیا یعنی مکہ مغلطہ سے آخری مہاجر، لہذا احادیث میں تعارض نہیں: ۲۔ غلامیہ ہے کہ توبہ اور ہجرتوں کا سلسلہ قریب قیامت تک
قائم رہے گا: خیال رہے کہ اسلام میں نہ زمین گھومتی ہے نہ آسمان بلکہ چاند سورج اور ستارے آسمان پر تیر رہے ہیں جیسے سمندر میں کشتیاں، رب تعالیٰ
فرماتا ہے كُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ، تو جہاں ہمیں ہمیشہ مشرق سے مغرب کی طرف تیرانے پر قادر ہے وہ اس کے برعکس بھی تیرا سکتا ہے: ۳۔ جن کی محبت رشتہ
داری یا شرکت کا رویہ کی وجہ سے تھی نہ کہ دین و تقویٰ کی بنا پر، کیونکہ محض کافر متقی فاجر میں یہ محبت نہیں ہو سکتی، رب تعالیٰ فرماتا ہے لَا يَجْعَلُ قَوْمًا
يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ الْآلِفِينَ حَتَّى يَسْأَلَ كَافِرًا فَتَقُولُ مَا فاعل یا تو خود وہ بندہ ہے یعنی وہ بندہ کہتا تھا میں گنہگار ہوں یا اس زمانہ کے لوگ
ہیں یعنی کہنے والے کہتے تھے کہ وہ گنہگار ہے، اس کے فاعل حضور نہیں کیونکہ حضور کو تو ان دونوں کے انجام کی خبر تھی کہ گنہگار سجدہ ہے اور وہ عابد تھی اسی
لئے حضور اور نے اس عابد کو صلح نہ فرمایا بلکہ محمد فی العبادت فرمایا یعنی عبادت میں کوشاں (مرقات) بعض کے خیال میں يَقُولُ مَا فاعل حضور ہی ہیں
یہ مطلب یہ ہو گا کہ حضور فرماتے ہیں اس وقت وہ گنہگار تھا: ۴۔ یعنی تو میری فکر نہ کر، اپنی کر، میرا معاملہ میرے رب کے ساتھ ہے، اس کا یہ کلام رب تم
سے امید کی بنا پر ہے نہ کہ بے خوفی سے، ورنہ کفر ہو جاتا: ۵۔ غالباً عابد نے اسے بہت شکر کا ہو گا اور ذلیل و خوار اور لوگوں میں بدنام کیا ہو گا: اس لئے
نے جل کر یہ کہا: خیال رہے کہ تبلیغ بہت اچھی چیز ہے مگر دوسرے میں منہ پید کر دینا اور اسے بدنام کرنا بڑا کڑا اس سے سامنے والا گناہ چھوڑ بیگا نہیں بندہ

فَبَعَثَ اللَّهُ إِلَيْهِمَا مَلَكًا فَقَبْضًا رَوَّاحُهُمَا فَاجْتَمَعَا عِنْدَهُ فَقَالَ لِلْمَذْنُوبِ أَدْخِلِ الْجَنَّةَ بِرَحْمَتِي وَقَالَ لِالْخَدَّاءِ تَسْتَطِيعُ أَنْ تَخْطُرَ عَلَى عَبْدِي رَحْمَتِي فَقَالَ لَا يَا رَبِّ قَالَ إِذْ هَبُوا بِهِ إِلَى النَّارِ رَوَّاهُ أَحْمَدُ وَعَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيدَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَى أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذَّنُوبَ جَمِيعًا وَلَا يَبَالِي رَوَّاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ وَفِي

اللہ نے ان دونوں کے پاس فرشتہ بھیجا جس نے ان دونوں کی رو میں قبض کر لیا یہ دونوں کے پاس جمع ہوئے توبہ کرنے والے سے فرمایا تو میری جنت میں داخل ہو جا اور دوسرے سے فرمایا تو میرے بندے پر میری رحمت روک سکتا ہے عرض کیا نہیں یا رب فرمایا اے جاؤ اے اگ میں (احمد) روات ہے حضرت اسماء بنت یزید سے فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ آیت پڑھتے سنا کہ اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کر لیا اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو اللہ تم سے گناہ بخش دینگا اور بے پروا بھی نہ کرے گا (احمد ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن غریب ہے، اور

ضد میں اگر زیادہ گناہ کر لیا، رب تعالیٰ فرماتا ہے وَجَادِلْهُمْ يَا لَيْتِي هِيَ اَحْسَنُ۔ لہذا اس کا یہ جواب بھی کفر نہ ہو گا کہ یہ وہ کلام ہے جو اس عابد پر عتاب کا باعث ہوا یعنی کسی گناہگار کے متعلق دائمی جہنمی ہونے کا فیصلہ، کیونکہ مغفرت یا عذاب اللہ کے قبضہ میں ہے: نیز کوئی گناہگار دائمی جہنمی نہیں، اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ تجھے خدا نہ بخشے گا مجھے ضرور بخشے گا، کہ میں نیک کار ہوں، مگر خدا اس کلام میں دو جرم ہوئے: ۱۔ یہ فرشتہ حضرت عزرائیل علیہ السلام ہیں، جو ہر روز والے کے پاس اپنے خدام کے پہنچتے ہیں: ظاہر یہ ہے کہ ان دونوں کی ایک وقت رو میں قبض کی گئی، گناہگار اپنی خطاؤں پر نادم ہو کر مراد اور عابد اس پرانے تکبر پر، کہ میں بڑا عابد ہوں، میری ضرورت بخشش ہو گی: ۲۔ عرش اعظم کے نیچے (مرقات) رب تعالیٰ بعض بندوں سے رتے ہی کلام فرماتا ہے یہاں بھی ایسا ہی ہوا: ۳۔ اس طرح کہ میں نے اپنے فضل سے تجھے زندگی میں توبہ کی توفیق بخشی اور تیری توبہ قبول کی اور اگر بغیر توبہ بھی مر گیا تھا، تو تیرے گناہ محض اپنے فضل سے معاف کر دیئے، خیال رہے کہ جنت میں داخلہ بغیر نیک اعمال ہو سکتا ہے، مسلمانوں کے بچے، دیوانے جنہی ہیں بغیر عمل مگر دوزخ میں داخلہ بغیر جرم نہ ہو گا: اسی لئے دیوانہ کفار اور کفار کی ناجائز اولاد جہنمی نہیں: ۴۔ یہ اقرار اس وقت کر رہا ہے جب اقرار کرنا مفید نہیں ہوتا، اس کی جگہ دنیا حتیٰ اس لئے قبول نہ ہوا اور سزا دی گئی: ۵۔ یعنی اسے کچھ روز کے لئے دوزخ میں لے جاؤ، تاکہ یہ اپنے غرور و تکبر کی سزا بھگتے، پیشخص کافر نہ تھا، تکبر تھا، صرفیاد فرماتے ہیں کہ وہ گناہ جو انسان میں ندامت بخیز و انکسار پیدا کر دے، اس عبادت سے بہتر ہے جو عابد میں تکبر و غرور پیدا کر دے، اس کا ماخذ یہ حدیث ہے (مرقات) دیکھو حضرت آدم علیہ السلام کا خطاؤں کا گندم کھا لینا شیطان کی ہزار ہا سال کی عبادت سے افضل ہوا کہ اس خطا سے آپ بیت عرصہ تک توبہ کرتے رہے اور شیطان اس عبادت سے مغرور ہو گیا، اسی لئے حضرت آدم کے سر پر خلافت کا تاج رکھا گیا اور شیطان کے گٹھے میں لعنت کا طوق پڑا:

۱۔ آپ مشہور صحابہ انصاریہ ہیں، یزید ابن سکن کی بیٹی ہیں، بڑی عاتقہ بیادہ تھیں غزوہ تبوک میں حاضر تھیں، چوب خیمہ سے نو کفار کو قتل کیا، آپ کے حالات زندگی پہلی جلد میں بیان ہوئے (اشع) ۲۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ قول حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا ہے اور عباد سے مراد غلام، مسلمان ہیں (اشع) یعنی اے میرے غلام اب تو جنہوں نے گناہ کر لئے رب کی رحمت سے ناامید نہ ہو رب تمام گناہ بخش دے گا کیونکہ تم مسلمان ہو: یہاں یقیناً یقیناً بقول ہے جیسا کہ شراح

شرح السنۃ یقول بَدَل یَقْدَرُ وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى إِلَّا اللَّعْمُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ تَعْفُداً لَكُمْ تَغْفِرُ جَمِيعاً وَإِنِّي عَبْدٌ لَكَ لَا مَتَارَ وَاهُ الْبُزْمَانِ وَقَالَ هَذَا أَحَدُ بَيِّنَاتٍ حَسَنٍ صَحِيحَةٍ غَرِيبَةٍ وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى يَا عِبَادِي كُلُّكُمْ ضَالٌّ إِلَّا مَنْ هَدَيْتُ فَاسْتَكُونِي فَأَسْتَكُونِي الْهُدَى أَهْدِيكُمْ وَكُلُّكُمْ فَقَرُّ إِلَّا مَنْ أَغْنَيْتُ فَاسْتَكُونِي أَمْرُكُمْ وَمُذْنِبٌ إِلَّا مَنْ عَافَيْتُ

شرح سنن میں پڑھتے تھے کہ بجا فرماتے تھے ہے روایت ہے حضرت ابن عباس سے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے متعلق کہ الا لعمم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الہی اگر تو بخشے تو مجھے گناہ بخش دے گا وہ صغیر کس بندے نے نہیں کئے (ترمذی) اور ترمذی نے فرمایا یہ حدیث سن صحیح، غریب ہے روایت ہے حضرت ابو ذر سے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے میرے بندوں سب گمراہ ہو سوا اسکے جسے میں ہدایت دل لہذا مجھ سے ہدایت مانگو نہیں ہدایت و نجات اور تم سب غمزدہ ہو سوا اس کے جسے میں غنی کر دوں لہذا مجھ سے مانگو میں تمہیں روزی دوں گا اے آدم سب مجرم ہو سوا اسکے جسے میں سلامت

سنن کی روایت سے ثابت ہے کہ وہاں یقول ہے: آیت کریمہ قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ آمَنُوا اَلَمْ يَكُنْ لَكُمْ يَوْمَ الْاٰلِ الْاٰثِمِ حَسْبٌ اَلَمْ يَكُنْ لَكُمْ يَوْمَ الْاٰلِ الْاٰثِمِ حَسْبٌ کہ وہاں بھی عبادی سے حضور کے بندے و غلام مراد ہیں، کیونکہ کفار کے گناہ ناقابل معافی ہیں اور وہ رحمت الہی سے ناامید کر دیئے گئے ہیں ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہا مولانا فرماتے ہیں شعر

بندہ خود خواندا احمد در رشتاد جملہ عالم را حوال قتل یا مباد

اس سے معلوم ہوا کہ عبد الرسول، عبد البنی کہہ سکتے ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے مِنْ عِبَادِي كُفُّوا عَمَّا كُفُّوا شَہ لا یبالی سے بھی معلوم ہو رہا ہے کہ یہ کلام حدیث ہے قرآنی آیت نہیں، قرآن کریم میں لایا ہی نہیں ہے (مرقات) یعنی تمام گنہگار مسلمانوں کو بخش دینے میں رب کو پرواہ بھی نہیں، اس سے معلوم ہوا کہ گناہ کبیرہ و حقوق العباد بھی لائق بخشش ہیں بجز کفر مرگناہ کی مغفرت ہو سکتی ہے:

سَلَّ آیت کریمہ یہ ہے وَالَّذِينَ يَحْتَبِثُونَ كِبَاً قَدَرًا اِلٰیہِمْ وَالْفَوَاحِشُ اِلَّا اللَّعْمُ یعنی جو لوگ گناہ کبیرہ اور بے حیائیوں سے بچے رہتے ہیں بجز چھوٹے گناہوں کے: علماء فرماتے ہیں کہ جن گناہوں پر حد شرعی مقرر ہے وہ کبیرہ ہیں اور جن پر کوئی حد نہ نازل ہوئی وہ فاحشہ ہے، اور جن پر ان دونوں میں سے کچھ نہیں وارد ہوا صرف ممانعت ہے وہ لم یعنی گناہ صغیرہ ہے: یہ شعر امیر ابن ابی الصلت کا ہے اگرچہ امیر زمانہ جاہلیت کے شعراء میں سے ہے، مگر اس کے اشعار بہت مکت و معرفت کے ہیں، اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے اشعار سننے بھی تھے اور خود پڑھتے بھی تھے چنانچہ یہ شعر حضور انور نے بطور دعا پڑھا: مطلب یہ ہے کہ اے مولیٰ تو تو کریم ہے، اپنی بخشش میں گناہ صغیرہ کی قید نہ لگا، تو مجھے توبہ سے پڑے گناہ بھی بخش دے، گناہ صغیرہ تو سارے ہی لوگ کرتے رہتے ہیں مولیٰ صغیرہ بھی بخش اور کبیرہ بھی، تاکہ گناہ کبیرہ والے کس دروازہ پر جائیں، ان کا ٹھکانہ بھی تیرا ہی دروازہ ہے:

سَلَّ یعنی یہ حدیث بہت سی اسنادوں سے مروی ہے جن میں سے بعض اسنادیں صحیح ہیں، بعض غریب، لہذا تین حدیث صحیح بھی ہے جن بھی وغریب بھی: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم شعر سننے اور پسند کرنے بھی تھے اور خود بھی پڑھتے تھے: جب جو فرماتا ہے وَعَاظَهُنَّ نَاهِ التَّوَعُّدِ وہاں شعر بنانا اور شعر کا کہنا مراد ہے (مرقات) یا شعر سے مراد جھوٹا کلام ہے اس کی بحث ہماری کتاب جلال الحق میں ملاحظہ فرمائیے

فَمَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ إِنِّي ذُو قُدْرَةٍ عَلَى الْمَغْفِرَةِ فَاَسْتَغْفِرْ لِيْ غَفْرَتِيْ وَلَوْلَا اَبَايَ وَلَوْلَا اَنْ اَوْ لَكُمْ
وَآخِرُكُمْ وَحَيِّكُمْ وَمَيِّتُكُمْ وَرَطْبُكُمْ وَيَا بَسْمُكُمْ اَجْتَمَعُوا عَلَيَّ اَتَقِيْ قَلْبَ عَبْدٍ مِنْ عِبَادِيْ
مَا زَادَ ذَلِكَ فِيْ مُلْكِيْ جَنَاحَ بَعُوْضَةٍ وَلَوْلَا اَنْ اَوْ لَكُمْ وَآخِرُكُمْ وَحَيِّكُمْ وَمَيِّتُكُمْ وَرَطْبُكُمْ
وَيَا بَسْمُكُمْ اَجْتَمَعُوا عَلَيَّ اَشَقِيْ قَلْبَ عَبْدٍ مِنْ عِبَادِيْ مَا نَقَصَ ذَلِكَ مِنْ مُلْكِيْ جَنَاحَ
بَعُوْضَةٍ وَلَوْلَا اَنْ اَوْ لَكُمْ وَآخِرُكُمْ وَحَيِّكُمْ وَمَيِّتُكُمْ وَرَطْبُكُمْ وَيَا بَسْمُكُمْ اَجْتَمَعُوا فِيْ صَعِيدٍ
وَاحِدٍ فَسَأَلَ كُلُّ لِنْسَانٍ مِنْكُمْ مَا بَلَغَتْ اُمْنِيَّتُهُ فَاَعْطِيْتُ كُلَّ سَائِلٍ مِنْكُمْ مَا نَقَصَ

رکھوں تو تم میں سے جو یہ جان لے کہ میں بخش دینے پر قادر ہوں پھر مجھ سے معافی مانگے تو میں اسے بخش دوں گا اور پرواہ بھی نہ کروں گا اور اگر تمہارا گلے
پچھلے زندے مرے ترو خشک میرے بندوں میں نیک ترین نسلے کے دل پر ہو جائیں تو یہ ان کی نیکی میرے ملک میں پچھلے کے برابر بڑھائے گی نہیں اور
اگر تمہارے اگلے پچھلے زندے مرے ترو خشک میرے بندوں میں سے بدبخت ترین دل پر متفق ہو جائیں تو ان کے یہ جرم میرے ملک سے
پچھلے کے برابر کم کر دیں گے اور اگر تمہارے پچھلے زندے مرے ترو خشک ایک میدان میں جمع ہوں اور پھر تم میں سے ہر شخص اپنی انتہائی تمنا
و آرزو مجھ سے مانگے پھر میں ہر نیکیت کو دے دوں تو یہ میرے ملک کے

لے یہ حدیث قدسی اس آیت کی شرح ہے وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَكُنْتُمْ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ ۝۱۰ اس حدیث میں بتایا گیا کہ رب تعالیٰ کی بڑی
نعمت ہدایت ہے جسے میرا ہوا، انسان کو چاہیے کہ ہدایت کی دعا ضرور مانگے، ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ انبیاء و اولیاء نے بھی رب تعالیٰ ہی سے ہدایت لی ہے
مگر وہ حضرات حکم الہی ہیں ہدایت دیتے ہیں، سورج نے رب ہی سے نور لیا، مگر زمین کو نور دیتا ہے، لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں اِنَّكَ نَتَهْدِيْ
اِلٰى صِرَاطٍ مُسْتَقِيْمٍ ۝۱۱ ہے محبوب تم میرے راہ کی ہدایت دیتے ہو، ۱۰ معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ نے بعض بندوں کو غنی فرمایا، ایسا غنی کہ وہ دوسروں کو
بھی حکم پروردگار غنی کر دیتے ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے اَغْنَاهُمْ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ ۝۱۲ فَضْلِهِ ۝۱۳

۱۰ سبحان اللہ کی ہمت افزہ امید افزا کلام ہے، بندہ اپنے گناہ سے رب کی رحمت کو زیادہ جانے اور اپنے آپ کو، اپنے اعمال کو رب کی قدرت میں مانے
افتخار اللہ بخشا جائیگا ۱۱ کسی نہایت نیک پرہیزگار متقی بندے کو چن لو پھر غور کرو کہ اگر سارے انسان اس نیک آدمی کی طرح ہو جائیں کہ کوئی شخص
کوئی گناہ ہی نہ کرے، تو اس سے میرے خزانے بڑھتے ہیں، ۱۲ یعنی دنیاوی بادشاہوں کے خزانے رعایا کی نیکی سے بھرتے ہیں، اگر رعایا
باغی ہو کر ٹیکس دینے سے انکاری ہو جائے، تو بادشاہ کے خزانے خالی رہ جائیں، ہمارے خزانوں کا یہ حال نہیں، تمام جہان کی نیکیوں سے ہمارے خزانے
میں پچھلے کے برابر بڑھتا رہتا ہے، مخلوق کی نیکی سے خود ان کا اپنا جھلا ہے، ہم بے پرواہ ہیں، ۱۳ یعنی تم کسی بدترین شخص کو سوجھ جیسے اہلیس اور
غور کرو کہ اگر تمام مخلوق اس فاسق اہلیس کی طرح فاسق و فاجر و گنہگار ہو جائے، تو ان کے گناہوں سے میرا کچھ بگڑتا نہیں خود ان کا اپنا بگڑتا ہے، خیال
رہے کہ یہ تمام فرضی صورتیں ہیں جو سمجھانے کے لئے پیش کی گئی ہیں، ورنہ فرشتے انبیاء اور بعض اولیاء وہ ہیں جن سے گناہ سرزد ہو سکتے ہی نہیں، لہذا
حدیث عصمت انبیاء کے خلاف نہیں جیسے رب تعالیٰ نے فرماتا ہے کہ اے محبوب فرما دو اگر خدا کے بیٹا ہوتا تو پہلے اسے میں پوجتا، نہ خدا کے بیٹا ہو سکتا

ذَلِكَ مِنْ مُلْكِي الْأَكْمَالِ إِنَّ أَحَدَكُمْ مَرَّ بِالْبَحْرِ فَعَسَى فِيهِ إِبْنَةٌ ثُمَّ رَفَعَهَا ذَلِكَ بَانِي جَوَادٍ
مَا جَدَّ أَفْعَلُ مَا أَرِيدُ عَطَانِي كَلَامٌ وَعَدَانِي كَلَامٌ إِنَّمَا أَمْرِي لِشَيْءٍ إِذَا أَبَدْتُ أَنْ
أَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَعَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهُ قَدَّاهُوا أَهْلُ التَّقْوَى وَأَهْلُ الْمُخْفِرَةِ قَالَ قَالَ رَبُّكُمْ أَنَا أَهْلُ أَنْتَقَى
فَمَنْ اتَّقَانِي فَأَنَا أَهْلُ أَنْ أَخْفِرَ لَهُ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ

مقابل ایسا ہی کم و خور ہو گا جیسے تم میں سے کوئی دریا پر گزرے اس میں سوئی ڈوبے پھر اسے اٹھائے یہ اس لئے ہے کہ میں آتا ہوں نہ
بہت دینے والا جو چاہتا ہوں کرتا ہوں میری عطا صرف فرما دینا ہے اور میرا عذاب صرف فرما دینا ہے میرا حکم کسی شے کے متعلق یہ ہے کہ جب کچھ
چاہتا ہوں فرما دیتا ہوں ہر جا وہ ہو جاتی ہے (احمد ترمذی، ابن ماجہ، دارمی) حضرت انس سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ
حضور انور نے تلاوت فرمایا وہ تقویٰ اور بخشش والا ہے حضور نے فرمایا کہ تبارک ارب فرماتا ہے کہ میں اس لائق ہوں کہ مجھ سے ڈرا جائے
تو جو مجھ سے ڈرے گا تو میں اس لائق ہوں کہ اسے بخش دوں (ترمذی، ابن ماجہ، دارمی) روایت ہے حضرت ابن عمر سے

ہے نہ حضور اس کی پوجا کر سکتے ہیں ۵۵ اُمْنِيَّتُهُ ہمزہ کے پیش اور ی کے شد سے ہے معنی خواہش و آرزو اس کی جمع معنی یا امانی ہے یہاں ممکن و جائز آرزو
مراد ہے کبھی ناجائز و نفسانی خواہش کو منہ سے کہتے ہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ أَطِيعُوا الرَّسُولَ یہاں نفی معنی کہ مہنا ہے نہ کہ معنی کہ کرنا یہ ترجمہ
نہایت صحیح ہے، یعنی اگر تمام مخلوق کی خواہشات پوری کر دی جائیں اور ان کی تمناؤں سے دی جائیں تو یہ عظیم ہمارے خزانوں کے سامنے ایسا ہو گا جیسے ہیکل سوئی کی تری
سمندر کے مقابل، رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہر چیز کے خزانے ہمارے پاس ہیں ہم اندازے سے ہی اتانتے ہیں یہ نسبت بھی سمجھانے کیلئے و در حدود و تناسلی کو غیر
محدود و لاتنا ہی سے نسبت ہی کسی ۵۶ خیال ہے کہ سخی وہ جو خود بھی کھائے دوسرے کو بھی کھلائے مگر جو آدمی ہے جو دوسروں کو کھلائے خود نہ کھائے، سخی کا
مقابل بخل ہے اور جو آدمی کا مقابل مسک: ماجہ مجید سے بنا معنی وسیع الحظ جس کی عطا مخلوق کی وہم و گمان سے دراد ہو ۵۷ یعنی جو میں چاہتا ہوں وہ کرتا ہوں
جو مخلوق چاہتی ہے وہ نہیں کرتا، کیونکہ مخلوق میرے تابع ہے نہ میں مخلوق کے تابع (مرقات) خیال ہے کہ جن بندوں نے اپنی مرضی رب کی مرضی میں گم کر دی پھر جو وہ چاہتے
ہیں وہ رب کرتا ہے، کیونکہ وہ چاہتے ہی وہ ہیں جو رب چاہے اور رب چاہتا وہ ہے جو بند چاہے، لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں ولسوف
يُحِيطُونَ بِذَلِكَ فَتَرْضَى، رب تعالیٰ حدیث کی فہم صحیح نصیب کسے ۵۸ یہاں ہو جا فرمانے سے مراد ہے اس کا ارادہ کر لینا یعنی جس چیز کا ارادہ فرمایا ہوتا ہے
وہ ہو جاتی ہے، ارادہ کے سوا کسی اور عمل کی مجھے ضرورت نہیں، لہذا اس پر آریوں کا یہ اعتراض نہیں کہ معدوم چیز سے کہنا کہ ہو جا عقل کے خلاف ہے
معدوم چیز سننے کے قابل نہیں پھر ہو جا کس سے فرمایا جاتا ہے ۵۹ یعنی تقویٰ معدوم ہو جاتا ہے اور اپنے مفعول کی طرف منسوب، معنی یہ ہیں کہ میں
اس لائق ہوں کہ ساری خلق مجھ سے ڈرے، خیال ہے کہ خدا یعنی ہیت ماری مخلوق کو ہے، انبیائے کرام اولیاء اللہ عام مومنین خاص صالحین کے دل
میں رب تعالیٰ کی ہیت بقدر قربت جس قدر رب سے قربت زیادہ اسی قدر اس کی ہیت زیادہ مگر خوف عذاب صرف گنہگاروں کو ہے۔ اور خوف
اب کفار کو، لہذا یہ حدیث اس آیت کے خلاف نہیں کہ لَاخَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ کہ وہاں خوف عذاب کی نفی ہے اور یہاں ہیت الہی

قَالَ إِنَّ كُنَّا لَنَعُدُّ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَجْلِسِ يَقُولُ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَتُبْ عَلَيَّ إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الْغَفُورُ مَا تَمُدُّ رِوَاةُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَابْنُ يَلَاءِ بْنِ يَسَارٍ وَابْنُ زَيْدٍ وَمَوْلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي أَنَّ سَمْعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ قَالَ اسْتَغْفِرَ اللَّهُ الَّذِي لَكَ لَا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ وَاتُوبَ إِلَيْهِ غُفِرَ لَهُ وَإِنْ كَانَ قَدْ خَذَرَ مِنَ الذُّخْرِ رِوَاةُ التِّرْمِذِيِّ وَأَبُو دَاوُدَ وَلَكِنَّهُ

فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کو ایک مجلس میں سوا بار بار کر لیتے تھے کہ عرض کرتے تھے یا رب مجھے بخش دے میری توبہ قبول فرما یقیناً تو توبہ قبول فرمائے والا بخشے والا ہے (احمد ترمذی، ابو داؤد، ابن ماجہ) روایت ہے حضرت بلال بن یسار ابن زید سے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ہیں فرماتے ہیں کہ مجھے میرے والد نے میرے دادا سے روایت کی کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو یہ پڑھا کرے میں نے مانگا ہوں اس اللہ سے جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ زندہ ہے قائم رکھنے والا ہے اور اس کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں تو اس کی بخشش کوئی جائے گی اگرچہ وہ جہاد سے بھاگا ہو (ترمذی، ابو داؤد) لیکن

کا ثبوت مسلمہ غلام میرے کہ خوف خدا بہت بڑی نیکی ہے جس سے گناہ معاف ہوتے ہیں ان الحسنات یدھبن الصیئات لہذا بڑے سے بڑا عزم بھی میرے خوف کی وجہ سے بخش دیا جائے گا مسلمہ یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی جگہ کام کے لئے تشریف فرما ہوتے تو مختصر سے مختصر یہ کلمات پڑھتے تھے اور اس کثرت سے پڑھتے تھے کہ اٹھنے سے پہلے سوا بار تک فرمادیتے تھے یہ تو عام محاسن پاک کا ذکر ہے، خصوصی عبادات کی مجلسوں کا کیا پرچہنا، مغفرت و توبہ کا فرق پہلے عرض کیا گیا، نیز یہ بھی کہ یہ کلمات ہماری تعلیم کے لئے ہیں، نیز ان کا پڑھنا عبادت، اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اعلیٰ درجہ کے عابد ہیں لہذا یہ حدیث عصمت انبیاء کے خلاف نہیں: مسلمہ غلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زید کی صفت ہے نہ کہ بلال کی، اور یہ زید ابن حارث نہیں ہیں بلکہ یہ زید ابن ابی نول ہیں جن کی کینت ابو سارہ ہے، زید تو صحابی ہیں مگر ان کے بیٹے بیسار اور پوتے بلال و طبرہ تابعی ہیں: ان بلال سے صرف یہ ہی ایک حدیث مروی ہے جیسا کہ ابن حجر نے تقریب میں اور ملا علی قاری نے مرقات میں فرمایا:

۳۷۲ یعنی جہاد میں دشمن کے مقابلہ سے بزدلی کی بنا پر بھاگ جانا بزدلی گناہ ہے مگر اس استغفار کی برکت سے انشاء اللہ وہ بھی معاف ہو جائیگا جیسے واؤں کی جڑ یا بڑیاں مختلف تاثیر رکھتی ہیں، کوئی معمولی بیماری مفید ہوتی ہے کوئی سخت خطرناک بیماری میں ایسے روحانی بیماریوں کے لئے دعاؤں کے الفاظ مختلف تاثیر رکھتے ہیں، یہ استغفار بزدلی گناہوں کی بخشش کے لئے مفید ہے، مگر وہ تاثیریں طیب کو معلوم ہوتی ہیں، اور یہ تاثیریں حبیب کو معلوم ہیں ہم ان سے بے خبر ہیں مگر علماء فرماتے ہیں کہ توبہ سے پہلے دل سے ہوتی اس کی یہ تاثیریں ہیں، کہ توبہ کے وقت گناہ سے بچنے کا پورا ارادہ ہو گا، پورا قائم رہے جو سے مزے سے توبہ تو بول دینا ایک طرح کا مذاق ہے درمقات اخیال ہے کہ شخص وقت جہاد سے بھاگ جانا جائز بھی ہو تا ہے جبکہ کفار کی یلغار بہت ہی زیادہ ہو جائے اور اب شہر ہذا ہلاکت ہی ہو اس صورت میں ٹوٹنا ہنا جان دے دینا بہت ثواب ہے مگر بھاگ جانا بھی گناہ نہیں، اور کبھی بھاگنا جنگی چال ہوتی ہے، کہ یہاں سے ہٹ کر مضبوط مرکز پر پہنچیں، پھر وہاں جم کر جنگ کریں: رب تعالیٰ فرماتا ہے الامتحنوا لقتال: یہ بھاگنا ثواب ہے نہ بھاگنا گناہ اور

عَبْدُ أَبِي دَاوُدَ هَلَالُ بْنُ يَسَارٍ وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ: **الفصل الثالث** عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ لَا يَفْعُمُ الدَّارَ جَنَّةَ الْعَبْدِ الصَّالِحِ فِي الْجَنَّةِ فَيَقُولُ يَا رَبِّ أَنْتَ لِي هَذَا فَيَقُولُ يَا سَتِغْفَارُ وَلَكَ لَكَ رَوَاهُ أَحْمَدُ: وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَمَلَيْتُ فِي الْقَبْرِ إِلَّا كَالْغُرْبَقِ الْمُنْعَوِثِ يَنْتَظِرُ دَعْوَةَ تَلْحَقُهُ مِنْ أَبِي أَوْ أُمِّ أَوْ أَخٍ أَوْ

ابو داؤد کے نزدیک اوی ہلال ابن یسار ہریل و ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے: فصل تیسری: روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ نیک بندے کے جنت میں جیسے بلند فرماتا ہے توبہ عرض کرتا ہے الہی مجھے یہ بدرجہ کہاں سے ملی رہ فرماتا ہے میرے بچے کے تیرے لئے دعائے مغفرت کرنے کی وجہ سے (احمد) روایت ہے حضرت عبد اللہ ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میت قبر میں ڈوبتے ہوئے فریادی کی طرح ہی ہوتی ہے کہ ماں باپ بھائی یا دوست کی دعا کے بغیر کے پیچھے کی منتظر رہتی ہے۔

بلادہ بزدلی سے چھوڑ کر بھاگ جانا سخت گناہ، وہ ہی یہاں مر رہے، لہذا یہ حدیث بالکل واضح ہے، اس پر کوئی اعتراض نہیں بلکہ یعنی ہلال کے نام میں غلط ہو گیا، بعض محدثین ہلال سے فرماتے ہیں بعض ہلال ب سے، مگر ب سے ہی زیادہ مشہور ہے: حافظہ سذری نے فرمایا کہ یہ حدیث بہت جید ہے، اس کی اسناد متصل ہے اور اس میں کوئی راوی ضعیف نہیں اور بہت طرق سے مروی ہے و اللہ اعلم: اس طرح کہ پہلے تو اس کی قبر میں معمولی درجے کی جنت کی کٹھن کھتی ہے پھر اعلیٰ درجہ کی، پھر اس سے اعلیٰ کی: یا اس طرح کہ اسے فردی جاتی ہے کہ تیرا درجہ بلند ہو رہا ہے: لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ جنت توقیامت کے بعد ملے گی، درجے قبر میں کیسے بلند ہو رہے ہیں: مرقات نے فرمایا کہ یہاں عبد صالح سے مراد گنہگار مسلمان ہے جو بخشش کی صلاحیت و قابلیت رکھتا ہے پہلے وہ عذاب قبر میں گرفتار ہوتا ہے کہ اچانک عذاب موقوف ہو کر جنت کی کٹھن کی قبر میں کھل جاتی ہے، لہذا یہ حدیث صرف نیکوں سے مخصوص نہیں: ۱۰ میں تو قبر میں سو رہا ہوں اعمال کرنے کی طاقت نہیں رکھتا، پھر یہ تبدیلی مال بغیر اعمال کیسے ہو رہی ہے، سبحان اللہ رب کی عطائیں بندے کے وہم سے دے رہی ہیں: ۱۱ اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے، ایک یہ کہ نیک اولاد جو ماں باپ کو ان کے مرے بعد دعائے ایصال ثواب، استغفار وغیرہ سے یاد رکھے صدقہ جاریہ ہے اور رب تعالیٰ کی رحمت ہے جس کے ذریعہ مردہ کو قبر میں فائدہ پہنچتا رہتا ہے دوسرے یہ کہ شفاعت مومنین برحق ہے جس کا فائدہ میت کو پہنچتا ہے، پھر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا تو کہنا ہی کیا، تیسرے یہ کہ اولاد کو چاہئے کہ ماں باپ کو دعائے خیر میں یاد رکھے، حتیٰ کہ نماز میں سلام پھرتے وقت دُعا غفر لی و لا والدی پڑھے، ایسا پھر نیکو کاروں میں شمار ہوگا، خیال ہے کہ ولدا یعنی بچہ میں بیٹا بیٹی اور ان کی اولاد در اولاد متنازل ہے کبھی ساتویں پشت کی اولاد ساتویں دادا کو کام آجاتی ہے، ۱۲ عام گنہگار مسلمان تو اپنے گناہوں کی وجہ سے خاص نیک مسلمان کی پشت پناہی کی وجہ سے کہہ سکتے ہیں اور زیادہ نیکو کیوں نہ کریں مخصوص محبوبین اپنے چھوٹے بچے یا والد کی وجہ سے ایسے ہوتے ہیں آنازیت برزخ میں ایسی ہوتی ہے جیسے نئی دہن سسرال میں کہ اگرچہ وہاں لے کر ہر طرح کا بخش و کرم ہوتا ہے مگر اس کا دل میکہ میں پڑا رہتا ہے جب کوئی سوغات یا کوئی آدمی جسکے سے پہنچتا ہے تو اس کی خوشی کی حد نہیں رہتی، پھر دل لگتے

صَدِيقٍ فَاِذَا الْحَقُّ كَانَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا وَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى لَيَدُخُلُ عَلَى
أَهْلِ الْقُبُورِ مِنْ دُعَاءِ أَهْلِ الْأَرْضِ أَمْثَالَ الْجِبَالِ وَإِنْ هَدِيَّةَ الْأَحْبَاءِ إِلَى الْأَمْوَاتِ
الْإِسْتِغْفَارُ لَهُمْ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي شُعْبِ الْإِيمَانِ : وَكَنَّ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بُسْرِ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طُوبَى لِمَنْ وَجَدَ فِي صَحِيفَتِهِ إِسْتِغْفَارًا كَثِيرًا رَوَاهُ ابْنُ مَاجَنَّا
وَرَوَى النَّسَائِيُّ فِي عَمَلِ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ : وَعَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ

پھر جب اسے دعا پہنچ جاتی ہے تو اسے یہ دعا دنیا اور دنیا کی تمام نعمتوں سے زیادہ پیاری ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ زمین والوں کی دعا سے
قبر والوں کو ثواب کے پہاڑ دیتا ہے اور یقیناً زندہ کامردوں کے لئے تحفہ ان کے لئے دعائے مغفرت ہے، (بیہقی شعب الایمان) : روایت ہے
حضرت عبداللہ ابن بسر سے فرماتے ہیں غریبا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے بہت خوبیاں ہیں جو اپنے نامہ اعمال میں بہت
استغفار پائے، ابن ماجہ و نسائی نے احمدیہ کو دن رات کے عمل میں روایت کیا : روایت ہے حضرت عائشہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یوں

لگتے لگ جاتا ہے : ظاہر یہ ہے کہ یہاں میت سے تازہ میت مراد ہے کہ اُسے زندوں کے تحفہ کا بہت انتظار رہتا ہے۔ اسی لئے نئی میت کو جلد
از جلد نیاز، تیجا، دسواں، بیسواں، چالیسواں وغیرہ سے یاد کرتے ہیں، فقیر کی اس شرح سے معلوم ہو گیا کہ یہ فقط گنگنا کر کا ہی مال نہیں۔ ۱۵
دوست سے مراد خاص دوست بھی ہے اور عام دوست یعنی ہر مسلمان بھی، زندوں کو چاہئے کہ مردوں کو اپنی دعاؤں وغیرہ میں یاد رکھیں تاکہ کل انہیں
دوسرے مسلمان یاد کریں : اس حدیث سے ان لوگوں کو عبرت پکڑنی چاہئے، جو نیاز فاتحہ ایصال ثواب سے لوگوں کو طرح طرح کے بہانوں سے روکتے ہیں
کل انہیں بھی مرنا ہے شعد : نام نیک روزگال ضائع ممکن : نابا اند نام نیکت برقرار

۱۵ اس لئے کہ یہ مدد بہت سخت حاجت کے وقت پہنچتی ہے : نیز یہ پرانے وطن کا تحفہ و ہدیہ ہوتا ہے : پردیس میں دیں کا خط بھی پیارا معلوم ہوتا
ہے : ۱۶ سو فیاد فرماتے ہیں کہ ہر نیک عمل کا ثواب اسی شکل میں پہاڑ بن کر میت کو پہنچتا ہے : اگر روٹی خیرات کی گئی، تو وہ روٹی کی شکل میں اس کا
ثواب میت کو ملے گا، اور کپڑے کی خیرات کا ثواب کپڑے کی شکل میں، مگر اس میں رب کی طرف سے بہت برکت ہوتی ہے : ۱۷ خواہ دعائے مغفرت
مراحتہ ہو جیسے دب اغضلی ولوالدی ولجميع المسلمين : خواہ مناجائے ان کی طرف سے صدقہ و خیرات، کہ یہ چیزیں میت کی بخشش کا
ذریعہ ہیں، مگر حکم یہ حدیث قولی و عملی دونوں استثناء اصول کو شامل ہے : خیال رہے کہ یہ احادیث ان آیات کے خلاف نہیں ہیں
للانسان الاماعسی اور لہما ما کسبت وغیرہ کہ ان آیتوں میں بدنی عمل مراد ہیں یعنی کوئی کسی کی طرف سے فرض نماز روزہ نہیں رکھ سکتا،
اپنا فرض اپنے ہی کرنے سے ادا ہوگا، اور یہ احادیث ثواب پہنچانے کے متعلق ہیں، ثواب پہنچانا اور ہے ادا لے فرض اور : یا آیت میں ملکیت کی نفی
ہے اور حدیث میں بخشش کا ثبوت یعنی انسان کی ملک صرف اپنے ہی اعمال میں دوسروں کا کیا بھروسہ کوئی دے یا نہ دے، بغل میں تو شر منزل کا بھروسہ

توبہ اعمال اپنا ساتھ لے جاؤ اجمی
کون پیچھے قبر میں بھیجے گا سوچو تو یہی
توبہ کرنے کے نہیں اپنا پر لیا بھول جائے
فاتحہ کو قبر پر بھر کوئی لئے یا نہ آئے

شعد :

يَقُولُ اللَّهُ اجْعَلْنِي مِنَ الَّذِينَ إِذَا أَحْسَنُوا اسْتَبْشَرُوا وَإِذَا أَسَاءُوا اسْتَغْفَرُوا رَوَاهُ ابْنُ
مَاجَةَ وَابْنُ هُبَيْرٍ فِي الدَّعَوَاتِ الْكَبِيرَةِ وَعَنِ الْحَارِثِ بْنِ سُوَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ
بْنُ مَسْعُودٍ حَدِيثَيْنِ أَحَدُهُمَا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْآخَرُ عَنْ نَفْسِهِ قَالَ
إِنَّ الْمُؤْمِنَ يَدْرِي ذُنُوبَهُ كَأَنَّهُ قَاعِدٌ تَحْتَ جَبَلٍ يَخَافُ أَنْ يَقَعَ عَلَيْهِ وَإِنَّ الْفَاجِرَ يَدْرِي
ذُنُوبَهُ كَذَّبَابٍ مَرَّ عَلَى أَنْفِهِ فَقَالَ بِهِ هَكَذَا أَيْ يَبِيدُهُ فَذَابَتْ عَنْهُ ثُمَّ قَالَ سَمِعْتُ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اللَّهُ أَقْدَرُ بِتُوبَةِ عَبْدِهِ الْمُؤْمِنِ مِنْ بَعْثِ نَذْلٍ فِي الْأَرْضِ

عرض کرتے تھے الہی مجھے ان لوگوں میں سے بنا جو نیکیاں کریں اور خوش ہو جائیں اور گناہ کریں تو معافی مانگ لیں (ابن ماجہ اور بیہقی نے
دعوات کبیر میں: روایت ہے حضرت حارث بن سہید سے فرماتے ہیں کہ میں عبد اللہ ابن مسعود نے دو پیش سنائیں ایک تو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اور دوسری اپنی طرف سے فرمایا کہ مومن اپنے گناہوں کو یوں سمجھتا ہے گویا کہ وہ پہاڑ کے نیچے بیٹھا ہے
ڈر رہا ہے کہ اس پر گر جائے اور بدکار اپنے گناہوں کو اس کبھی کی طرح سمجھتا ہے جو اس کی ناک پر گدے تو یوں کرتے جیسی اپنے ہاتھ سے
اسے اڑا دے پھر فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندے کی توبہ سے اس شخص سے
بھی زیادہ خوش ہوتا ہے نہ جو کسی

۳۷۵ یعنی اس نے مقبول استغفار بہت کئے ہوں جو اس کے نام اعمال میں کچھ چاکے ہوں اسی لئے یہاں بہت استغفار کرنے کا ذکر فرمایا بلکہ نام اعمال میں پانے کا
ذکر کیا مقبول استغفار وہ ہے جو دل کے دروازوں کے انوار اور اخلاص سے کھلے، صرف اخلاص بھی کافی ہے: اے سبحان اللہ کیسی پیاری عابہ یعنی مجھے اس
جماعت سے بنا جو اپنی نیکی پر فخر نہیں کرتے بلکہ توفیق خیر ملنے پر تیرا شکر کرتے ہیں اور گناہوں پر پلہ رواہی نہیں کرتے بلکہ اس جبر کو فوراً توبہ کے پانی سے دھو لیتے ہیں اور
تعالیٰ حضور کے مدد سے یہ مصیبتیں ہم کو بھی نصیب کرے آمین، فخر کی خوشی گناہ سے بچاؤ ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے لا تَقْرَحُ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَاسِقِينَ اور شکر کی خوشی عبادت سے
رب تعالیٰ فرماتا ہے فَاِذَا لَكَ خَلِيفٌ فَرَحُوا، بیان شکر کی خوشی مراد ہے ۳۷۵ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اے اللہ کو تم سے ہیں کسی نے حضور نام احمد ابن حنبل سے آپ کے متعلق پوچھا
تو آپ نے فرمایا: ان کی خرمیاں بیان سے بالا ہیں: حضرت عبد اللہ بن زبیر کے زمانہ میں فوت ہوئے ۳۷۵ یعنی ایک حدیث مرفوعہ اور دوسری حدیث موقوف بیان فرمائی
جو خود ان کا اپنا قول ہے: ۳۷۵ یعنی مومن کی پہچان یہ ہے کہ وہ گناہ صغیرہ کو بھی ہلکا نہیں جانتا وہ سمجھتا ہے کہ چھوٹی چنگاری بھی گھر جلا سکتی ہے
اس لئے وہ ان کے کر لینے پر بھی جرات نہیں کرتا، اور اگر ہو جائیں تو فوراً توبہ کر لیتا ہے، گناہوں سے خوف کمال ایمان کی علامت ہے: ۳۷۵ یعنی
چھوٹے یا بڑے گناہوں کو بھی ہلکا جانتا ہے، کہتا ہے کہ میں نے گناہ کر لیا تو کیا موارب غفور رحیم ہے بخش دے گا یہ خیال امید نہیں بلکہ خدا تعالیٰ
سے بے خوفی ہے جو کفر تک پہنچا دیتی ہے، انسان پہلے چھوٹے گناہ کو ہلکا جانتا ہے پھر بڑے گناہوں کو، پھر کفر و شرک کو بھی معمولی چیز سمجھنے لگتا ہے
۳۷۵ یہاں خوشی سے مراد رضا ہے جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا حضرت ابن مسعود نے پہلے تو گناہ کو ہلکا جاننے کی برائی بیان فرمائی پھر یہ حدیث سنائی تا کہ بندہ
ہر چھوٹے گناہ پر بھی توبہ کرے اسے حقیر نہ جانے، رب تعالیٰ ہندسے کی ہر توبہ خواہ گناہ صغیرہ سے ہو یا کبیرہ بہت ہی راضی و خوش ہوتا ہے رب

وَوَيْتَهُ مَهْلِكَةً مَعَهُ رَاحِلَتُهُ عَلَيْهِا طَعَامُهُ وَشَرَابُهُ فَوَضَعَ رَأْسَهُ فَنَامَ نَوْمَةً خَاسِتِيْقَطَ وَقَدْ ذَهَبَتْ رَاحِلَتُهُ فَطَلَبَهَا حَتَّى إِذَا اشْتَدَّ عَلَيْهِ الْحَرُّ وَالْعَطَشُ أَوْ مَا شَاءَ اللَّهُ قَالَ أَرْجِعْ إِلَى مَكَانِي الَّذِي كُنْتُ فِيهِ فَإِنَّا مَرَحَتِي أَمُوتَ فَوَضَعَ رَأْسَهُ عَلَى سَاعِدِهِ لِيَمُوتَ خَاسِتِيْقَطَ فَإِذَا رَاحِلَتُهُ عِنْدَكَ عَلَيْهَا زَادَهُ وَشَرَابُهُ فَاللَّهُ اشْتَدَّ فَدَحَا بِتَوْبَةِ الْعَبْدِ الْمُؤْمِنِ مِنْ هَذَا إِذَا رَاحِلَتِهِ وَزَادَهُ رَوَى مُسْلِمٌ الْمَرْفُوعَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُ

جانوروں والی ہلاکت کی زمین میں اترے اس کے ساتھ سواری ہے جس پر اس کا کھانا پانی ہے اس نے سر رکھ کچھ سو گیا جاگا تو اس کی سواری جاچکی تھی اسے بیت ڈھونڈ رہا تھا جتنے کہ جب اس پر دھوپ یا پیاس یا جراثیم نے چاہا غالب آگئی تھی تو بولا کہ میں اپنی اس ہی جگہ لوٹ جاؤں جہاں تھا وہاں سو جاؤں حتیٰ کہ میر جاؤں اپنے بازوؤں پر مرنے کے لئے سر رکھ دیا پھر جاگا۔ تو اس کی سواری اس کے پاس تھی جس پر اس کا توشہ پانی تھا اللہ تعالیٰ مومن بندے کی توبہ سے اس شخص سے زیادہ خوش ہوتا ہے جو یہ سواری سے خوش ہو یا مسلم نے صرف وہی روایت نقل کی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک ابن مسعود سے مرفوع ہے اور

کو راضی کرنا عبادت ہے، توبہ کرنا دے توبہ کرنا بھی اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے؛ لہٰذا یعنی بہت معمولی سا مویا، سواری کی بھی نکر تھی اور جنگلی مردوں کا بھی اندیشہ، دنیا و دندوں والا جنگل ہے نفس سواری جس پر بہار ہر طرح کا روحانی سامان ہے، یہاں غافل ہو کر سونا خطرناک ہے یہ بعض تمثیل ہے؛ لہٰذا اوما شاء اللہ یا تو راوی کا قول اور آورد و در شک کے لئے ہے یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یا تو گری و پیاس کا ذکر فرمایا اور یا ما شاء اللہ فرمایا اور یا خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے اور آدمی کو نصیحت ہو کر پیاس ہی غالب نہ آئی بلکہ تمام وہ معصیتیں، فکریں، خوف و غم بھی غالب آ گئے جو رب نے چاہے؛ لہٰذا شاید وہاں سواری لوٹ آئی ہو یا لوٹ آئے، کیونکہ وہ جگہ اس نے جانی پہچانی بنے، اگر نہ آئی تو موت تو آ ہی جائے گی خلاصہ یہ کہ یا سواری پاؤں لٹکا یا میر جاؤں لٹکا؛ لہٰذا اب بھی اہل عرب جب ریگستان میں چمنس جائیں، تو زندگی سے ناامید ہو کر اس طرح موت کی انتظار میں بیٹھ جاتے ہیں اور وہاں ہی جان نکل جاتی ہے، یہاں وہ ہی نقشہ کھینچا جا رہا ہے؛ لہٰذا یہاں جاگنے سے مراد سراٹھا کر دیکھنا ہے ورنہ ایسی حالت میں نیند کمال آتی ہے اور ممکن ہے کہ جاگنے سے حقیقتہً جاگا ہی مراد ہو اور اتفاقاً اونگھ آگئی ہو، بہر حال یہ ایک تمثیل ہے جس میں پیاس کے بولکس کا نہایت بہتر نقشہ کھینچ کر پیش کیا گیا ہے؛ لہٰذا یعنی جیسی خوشی اس مایوس بندے کو اس آس پوری ہونے پر ہو سکتی ہے جس نے جان و مال سب کچھ کھو کر سب کچھ پالیا، اس سے زیادہ خوشی رب تعالیٰ کو اپنے کھوئے ہوئے بندے کے واپس آنے پر ہوتی ہے، صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ روح انسان مسافر ہے بدن اس کی سواری جس پر اس کے اعمال کا سامان ہے، دنیا خطرناک جنگل ہے، یہاں کی غفلت اس مسافر کا سو جاتا ہے جب روح غافل ہو کر جاگی تو دیکھا کہ بدن نفسانی خواہشات میں گم ہو چکا تھا، روح کے قبضہ سے نکل چکا تھا، روح نے بہت مشقت سے اسے واپس کرنا چاہا مگر وہ نہ لوٹا مایوس ہو کر روح کو اپنی موت کا یقین ہوگا، اور اس نے سمجھ لیا کہ اب میں عذاب الہی میں گرفتار ہوتی ہوں کہ اچانک حمت الہی نے دستگیری کی اور گم شدہ جسم، نفس کی توفیق خداوندی نے دستگیری کی روح نے اپنا مقصد پالیا، یا اس کے بعد اس کی آس پوری ہو گئی، ایسی روح بہت مبارک ہے (مرقات)

مَحْسَبٌ وَرَوَى الْبُخَارِيُّ الْمَوْقُوفُ عَلَى ابْنِ مَسْعُودٍ أَيُّضًا، وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْعَبْدَ الْمُؤْمِنَ الْمُفْتَنَ الثَّوَابَ، وَعَنْ ثَوْبَانَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَا أَحَبُّ إِلَيَّ لِدُنْيَا هَذِهِ الْآيَةُ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَى أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا الْآيَةَ فَقَالَ رَجُلٌ فَمَنْ أَشْرَكَ فَسَكَتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ الْآوَمِنْ أَشْرَكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، وَعَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى

اور بخاری نے ابن مسعود پر موقوف حدیث بھی روایت کی روایت ہم حضرت علی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ اس مومن کو پسند فرماتا ہے جو فتنوں میں گھرا ہوا توبہ کرتا ہو، روایت ہم حضرت ثوبان سے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ مجھے یہ پسند نہیں کہ مجھے اس آیت کے عوض ساری دنیا مل جاتی تھے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ناپید نہ ہو ورنہ ایک شخص بولا تو جو شرک کئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے پھر فرمایا یقیناً جو شرک کئے تین بار فرمایا یعنی اس کی توبہ بھی قبول ہوگی، روایت ہے حضرت ابو ذر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم اس حدیث کا جزو موقوف موقوفات بخاری سے ہے، پوری حدیث صحیح ہے، لے گناہ و غفلتیں اس پر طاری ہوتی رہتی ہیں، ہمیشہ نیکیاں ہی نہ کرتا ہو، کیونکہ ہمیشہ نیکیاں کرنے والا کبھی تکبر و شیخی میں پھنس جاتا ہے اور گناہوں میں پھنسا ہوا اکثر شرمند رہتا ہے، اس شرع سے معلوم ہوا کہ اس قاعدے سے زیادہ حضرات انبیاء و صالحین و اولیاء علیہم السلام کیونکہ ان میں کبھی غرور پیدا ہوتا ہی نہیں، لہذا حدیث سے یہ لازم نہیں آتا کہ گنہگار بندے انبیاء و اولیاء سے زیادہ پیارے ہوں، یہاں ان سے مقابلہ ہے جو نیکیوں پر اتر جائیں، عجز پیدا کرنے والا گناہ، فخر پیدا کرنے والی نیکی سے افضل ہے، لے ہر طرح کی توبہ گناہ سے اٹھانے کی طرف، غفلت سے بیداری کی طرف، غیبت سے حضور کی طرف اور مصیبت سے مصیبت کی طرف لوٹنا ہے، موصیاء فرماتے ہیں کہ رب تعالیٰ گناہوں سے ناراض ہے نہ گنہگار سے، گنہگار سے توبہ کرنے پر بہت راضی ہو جاتا ہے، عشاق کہتے ہیں کہ بقا بلکہ نیکیوں کے بڑوں پر زیادہ کرم ہے، ماں بیمار لاچار بچہ پر زیادہ مہربان ہوتا ہے، منکے بیٹے کے لئے کھاؤ بیٹے سے لیتی رہتی ہے اور کھاؤ سے نکلتے کو دلاتی رہتی ہے، ہم کچھ بندے ہیں ہمارے لئے اپنے حبیب فرماتا ہے واما السائل فلا تہدر لے محبوب اپنی کمائی سے ان نکلوں کو کچھ دیتے رہو، انہیں جھڑکو نہیں، لے پھر میں اس دنیا سے لذات و خیرات سب کچھ حاصل کرتا، لے اس آیت میں عبادی سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بندے غلام ہیں اور زیادتی سے مراد گناہ کرنے رہنا ہے، انہیں سے مغفرت کا وعدہ ہے کہ شرک و کفر کی معافی نہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے ان اللہ لا یغفدون یثملہ، لے یعنی شرک و کفر بھی بخش دیا جائیگا بشرطیکہ بندہ اس سے توبہ کر کے مسلمان ہو جائے، جو کفر پر مگر اس کی مغفرت نہیں، مگر مومن گنہگار اگر بغیر توبہ بھی مر جائے، تب بھی بخشا جاسکتا ہے، لہذا یہ حدیث مذکورہ آیت کے خلاف نہیں۔ حکایت، حضرت وحشی نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا کہ اسلام میں شرک، قتل، زنا بہت بڑے بڑے گناہ ہیں اور میں نے یہ تینوں کئے ہیں، میری بخشش کیسے ہوگی، تب یہ آیت کریمہ آئی (الْأَمِنْ تَابَ وَأَمِنَ وَهَمَلٌ عَمَلًا صَالِحًا، وحشی بولے کہ مغفرت کی یہ شرطیں بہت سخت ہیں، توبہ نیک اعمال وغیرہ مجھ سے کیسے ہوں گے تب یہ آیت سنائی گئی وَیَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَن یَشَاءُ، وحشی بولے اب بھی میری تسلی نہیں ہوا، از معلوم

میری بخشش ہوگی یا نہیں تب یہ آیت نازل ہوئی قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ آمَنُوا اتقوا الله ربكم وحيى بولے بس مجھے کافی ہے کافی ہے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا یہ بشارتیں صرف وحشی کے لئے ہیں، فرمایا نہیں بلکہ میری ساری امت کے لئے دفعیہ معالم التنزیل و مرقات) غرض کہ یہ آیت بہت ہی امید افزا ہے۔ ﷻ یعنی وہ واقعہ ہو جائے جو نبیہ اور رب تعالیٰ کی رحمت کے درمیان آرہے ووٹی کی آڑ، رب تعالیٰ فرماتا ہے لَا تَسْتَكْبِرُوا وَلَا الْكُفْرَانِ انْتَبِهُوا إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا

ﷻ شرک سے مراد کفر ہے کہ کفر پر موت واقع ہو جانا رحمت الہی سے بڑی مضبوط آٹھ ہے: اس سے معلوم ہوا کہ کافر کی ہر توبہ موقوف بنتی ہے، اگر ایمان لا کر مرنا تمام گزشتہ توبہ قبول ہو گئیں، اگر کفر پر ہی مر گیا تو ساری توبہ بیکار گئیں، حتیٰ کہ یہ ہے کہ کفار کی بعض عا میں قبول ہو جاتی ہیں، شیطان نے درازی عمر کی وجوہ ترسیم سے قبول ہو گئی: ﷻ یعنی اس حال میں مرے، یہاں اللہ سے ملنے سے مراد دنیا سے جانا ہے نہ کہ قیامت میں اٹھنا کہ مرتے ہی سب ایمان لے آتے ہیں، پھر قیامت میں مشرک کون ہوگا، چونکہ بعد موت دنیا کے سارے تعلقات ختم ہو جاتے ہیں بندہ کا تعلق صرف رب تعالیٰ سے رہ جاتا ہے، اسی لئے موت کو اللہ سے ملنا فرمایا گیا: ﷻ اس طرح کہ کسی کو خدا کا شریک نہ ماننا ہو، چونکہ عرب میں عام طور پر کفار و شرکین ہی تھے، اس لئے شرک کا ذکر فرمایا ورنہ موصوفہ کافر کا بھی یہی حال ہے: خیال ہے کہ مشرک اپنے معبودوں کو خدا کے برابر ضرور مانتے ہیں کسی کو خدا کی اولاد کہی کسی کو خدا کا مددگار کسی کو خدا کے مقابل اپنا کارساز مانتے ہیں، اسی لئے وہ قیامت میں اپنے شرکاؤں سے کہیں گے اذْهُبْنِي مَعَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اس کی تحقیق یہ کہ اگر کسی کتاب علم القرآن میں ملاحظہ فرمائیے، رب تعالیٰ فرماتا ہے بدہم یعدون: ﷻ اگر چاہے تو بخش دے یا تو باطل ہی بخش دے یا کچھ تنبیہ فرما کر یا کچھ سزا دے کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے وَيَخْفَوْنَ مِنْهُ ذُوْنُ الذَّلٰلِۃِ لَمَّا يَنْظُرُوْنَ اِلَیْہِ فَاِذَا هُوَ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ تَوْفَرٰنِ آیات کے مخالف ہے نہ عذاب کی حدیثوں کے اور نہ اس میں

سنان کو گناہ پر دلیر کیا گیا ہے: ﷻ توبہ سے مراد یہی اور مقبول توبہ ہے جس میں تمام شرائط جواز و ضرائط قبول جمع ہوں کہ حقوق العباد اور حقوق

وَقَالَ تَقَدَّبَ إِلَيَّ النَّهْرَانِ وَهُوَ جَهْلٌ وَفِي شَرْحِ السُّنَنِ رَوَى عَنْهُ مَوْقُوفًا قَالَ أَلَدَّامُ تَوْبَةٍ
وَالثَّائِبُ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ: بَابُ الْفَصْلِ الْأَوَّلِ: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا قَضَى اللَّهُ الْخَلْقَ كَتَبَ كِتَابًا فَمَوْعِدُهُ فَوْقَ عَرْشِهِ
إِنْ رَحِمْتِي سَبَقَتْ غَضَبِي فِي رِوَايَةٍ غَلَبَتْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ: وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ

اور یہ بتی نے فرمایا کہ اس حدیث میں نہرانی ایک لہجہ ہے اور وہ جہول الحال ہے اور شرح سنن میں ابن مودیسے موقوفہ روایت کی آپ نے فرمایا
نادم ہونا توبہ ہے اور توبہ والا ایسا ہے کہ گویا گناہ کیا ہی نہیں: بابت پہلی فصل: یہ روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب اللہ نے مخلوق پیدا فرمانے کا فیصلہ کیا تو ایک تحریر بھی جو رکے پاس عرش کے اوپر ہے کہ میری رحمت میرے
غضب پر غالب ہے اور ایک روایت میں غلبت ہے کہ (مسلم بخاری) روایت ہے انہی سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ

شریعت ادا کر دیے جائیں، پھر گزشتہ کوتاہی پر ندامت ہو اور آئندہ نہ کرنے کا عہد، اس توبہ سے گناہ پر مطلقاً پکڑ نہ ہوگی بلکہ بعض صورتوں میں تو گناہ
نیکوں سے بدل جائیں گے: حضرت رابعہ مصری، سفیان ثوری اور فضیل ابن عیاض سے فرمایا کرتی تھیں کہ میرے گناہ ہماری نیکیوں سے کہیں زیادہ ہیں، اگر
میری توبہ سے یہ گناہ نیکیاں بن گئے، تو پھر میری نیکیاں ہماری نیکیوں سے بہت بڑھ جائیں گی (مرقات) خیال رہے کہ یہاں کَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ
سے انبیاء اولیاء، ملائکہ خارج نہیں ہیں، کیونکہ گناہگار توبہ کر کے ان جیسا نہیں ہو جاتا، اگر اسے عذاب بھی نہ ہو مگر نجات و شرمندگی تو ہوگی وہ حضرت
ان سے بھی پاک ہیں: یہاں وہ لوگ مراد ہیں جو نہ معصوم ہوں نہ محفوظ مگر گناہ نہ کریں، جیسے چھوٹے بچے اور دیوانہ مسلمان، کہ تاب گناہگار توبہ کی برکت
سے ان بے گناہوں کی طرح ہو جاتا ہے بے گناہی میں:

۱۷ یعنی نہرانی کا پتہ نہ لگا کہ کف تھا یا ضعیف، لہذا یہ حدیث درجہ صحت کو نہ پہنچی، امام ابن حجر اور ملا علی قاری نے فرمایا کہ چونکہ یہ حدیث فضائل دعا و
توبہ میں ہے، لہذا اگر ضعیف بھی ہو تب بھی قبول ہے (مرقات) ۱۸ چونکہ گزشتہ پندامت توبہ کا رکن اعلیٰ ہے کہ اس پر باقی سارے ارکان مبنی ہیں
اس لئے صحت ندامت کا ذکر فرمایا جو کسی کا حق مارنے پر نادم ہوگا تو حق ادا بھی کرے گا جو بے غامری ہونے پر شرمندہ ہوگا وہ گزشتہ چھوٹی نماز میں نضا بھی
کرے گا لہذا حدیث باطل و واضح ہے اس پر کوئی اعتراض نہیں، اگرچہ یہ حدیث موقوفہ ہے مگر مرفوع کے حکم میں ہے کہ یہ بات محض قیاس سے نہیں کہی جا
سکتی: ۱۹ یعنی گزشتہ بابوں کے تمام لواحق کا باب جس میں مختلف مضامین کی احادیث ہیں اکثر حدیثیں اللہ کی رحمت اور بندے کے مایوس نہ
ہونے کے متعلق ہیں: ۲۰ اس طرح کہ مخلوق کو پیدا فرمایا یا پیدا فرمانے کی ابتدا کی یا موجودات کے ظہور کا ارادہ قریب کیا یا جب یشاق کے دن تمام
روحوں کو پیدا کیا: ۲۱ کتاب سے مراد لوح محفوظ ہے اور لکھنے سے مراد لکھنے کا حکم دینا ہے فرشتوں کو یا قلم کو، عرش کے اوپر سے مراد درجہ و مرتبہ ملکی ہے
ہے نہ کہ جگہ میں، کیونکہ لوح محفوظ عرش کے نیچے ہے نہ کہ اس کے اوپر بعض علماء نے فرمایا کہ لوح محفوظ حضرت اسرافیل علیہ السلام کی پیشانی ہے کہ اس
میں سارے حالات درج ہیں، اور حضرت اسرافیل علیہ السلام فرشتوں کے سردار ہیں اس کے متعلق اور بہت سے قول ہیں (مرقات وغیرہ)

۲۲ اس طرح کہ آثار غضب پر آثار رحمت غالب بھی ہیں اور زیادہ بھی، اور نہ خود رحمت و غضب رب تعالیٰ کی صفیتیں ہیں، وہاں زیادتی کمی اور
غالبیت مغلوبیت ناممکن ہے: مطلب یہ ہے کہ میری رحمت کا ظہور بقابلہ غضب بہت زیادہ ہوگا، چنانچہ رب تعالیٰ کی رحمت تمام مخلوق کو پہنچتی

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ لِلَّهِ مِائَةَ رَحْمَةٍ أَنْزَلَ مِنْهَا رَحْمَةً وَاحِدَةً بَيْنَ الْجَنِّ وَالْإِنْسِ وَالْبَهَائِمِ
وَالْهَوَافِّ فِيهَا يَتَعَاطَفُونَ فِيهَا يَتَرَاحَمُونَ فِيهَا تَعُطِفُ الْوُحُشُ عَلَى وَلَدِهَا وَآخَرُ اللَّهِ
تَسْعًا وَتَسْعِينَ رَحْمَةً يَرَحِمُ بِهَا عِبَادَهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِي رِوَايَةٍ مُسْلِمٍ عَنْ
سَلْمَانَ نَحْوُهُ وَفِي أُخْرَى قَالَ فَإِذَا كَانَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ أَكْمَلَهَا بِهَذِهِ الرَّحْمَةِ وَعَنْهُ قَالَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَلَّيْتُكُمْ الْمُؤْمِنِينَ مَا عِنْدَ اللَّهِ مِنَ الْعُقُوبَةِ مَا طِيعَ
يَجَنَّتْ أَحَدًا وَتَوَلَّيْتُكُمْ الْكَافِرَ مَا عِنْدَ اللَّهِ مِنَ الرَّحْمَةِ مَا قَنِطُ مِنْ جَنَّتِهِ أَحَدًا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ کی سو رحمتیں ہیں جن میں سے ایک رحمت جن، انسان، جانوروں و درکھڑے پکڑوں کے درمیان تاری
جس سے آپس میں ایک دوسرے پر مہربانی اور رحم کرنے ہیں اس رحمت سے وحشی جانور اپنے بچے پر مہربان ہوتے ہیں اور زنانے رحمتیں
محفوظ رکھ چھوڑی ہیں جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے بندوں پر رحم فرمائیگا (مسلم بخاری) اور مسلم کی روایت میں حضرت سلمان
سے اسی کی مثل ہے اس کے آخر میں ہے کہ فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ اس رحمت کو اس سے کمال فرمادیگا، روایت ہے، ابھی
فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اگر مومن جان لیتا کہ اللہ کے پاس کتنا عذاب ہے، تو کوئی بھی اس کی جنت کی امید نہ
رکھتا اور اگر کافر جان لیتا کہ اللہ کے پاس کتنی رحمت ہے تو اس کی جنت سے کوئی نا امید نہ ہوتا ہے (مسلم بخاری)

ہے اور غضب کسی کسی کو کفار بھی اب کی رحمت ہی سے فدی پاتے ہیں، بلاؤں سے محفوظ رہتے ہیں، چنانچہ رحمت کے بارے میں خود فرماتا ہے وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ اور غلام
کے بارے میں فرماتا ہے عَذَابِي أُصِيبُ بِهِ مَنْ أَشَاءُ اور (زلزلات مع زیادت) ۱۰ یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت تقسیم کی ہے یا سینکڑوں قسم کی جن میں سے ہر قسم کے ماتحت
ہزار ہا انواع ہیں ہر نوع کے نیچے ہزاروں سفینیں ہیں اور ہر صنف کے تحت ہزار ہا افراد، غرض کہ یہ حدیث حدیث (تحدید) کے لئے بلکہ تفسیر و زیارت کے لئے ہے
۱۱ یعنی ان سینکڑوں اقسام میں سے ایک قسم یا کروڑوں افراد میں سے ایک فرد دنیا میں بندوں میں بانٹ دی گئی ہے جس کے حصے ہو کر ماں باپ بہن بھائی قرابت
دوستوں کو ملے، ۱۲ وحشی جانوروں کا ذکر خصوصیت سے اس لئے فرمایا کہ ان میں لغت و محبت کم ہے، نفرت و غضب زیادہ یعنی وحشی درشت بھی اس رحمت کے حصے سے
اپنے بچوں پر مہربان ہیں اگر رب تعالیٰ ماں کے دل میں محبت پیدا نہ کرے تو وہ اپنے بچوں پر ہرگز مہربان نہ ہو جیسے ناگن اور مچھلی، کہ ناگن تو اپنے بچوں کو کھا جاتی ہے
مچھلی اپنے بچوں کو پھانسی بھی نہیں، اور اگر رب محبت پیدا فرمائے تو چھرا اور درخت محبت کرنے لگیں، دیکھو اور یہاں حضور سے محبت کرتا ہے، رحمت
گھاس پوس حضور پرشار ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) ۱۳ بندوں سے مراد مومن نہیں ہیں ورنہ ان سے کاد و تحدید کے لئے بلکہ زیادتی کیلئے ہے یا یہ مقصد ہے
کہ ایک قسم کی رحمت کا ٹھکانہ تو دنیا میں ہو رہا ہے اور زنانہ قسم کی رحمت کی جلوه گری آخرت میں ہوگی، لہذا یہ حدیث اس روایت کے خلاف نہیں جس میں ارشاد
ہوا کہ روزانہ کعبہ منظم پر ایک سو بیس رحمتیں نازل ہوتی ہیں جن سے ساٹھ طواف کرنے والوں پر چالیس وہاں نماز پڑھنے والوں پر، اور بیس
رحمتیں کعبہ کو دیکھنے والوں پر (انہرقات) ۱۴ یعنی قیامت کے دن ان زنانہ رحمتوں کو اس دنیا کی ایک رحمت سے ملا کر پورے سو فرمائیگا، معلوم
ہوا کہ وہاں دیوی رحمت بھی ہوگی مگر صرف مسلمانوں میں کفار تو عذاب کچھ کر ابھی اولاد ماں باپ سے بھی بیزار ہوں گے ۱۵ اہل رب تعالیٰ کی انتہا

وَعَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجَنَّةُ أَقْدَبُ إِلَى أَحَدِكُمْ مِنْ شِرَارِكِ نَحْلِهِ وَالنَّارُ مِثْلُ ذَلِكَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَجُلٌ لِيَعْمَلْ خَيْرًا قَطُّ لِأَهْلِيهِ وَفِي رِوَايَةٍ أُسْرَفَ رَجُلٌ عَلَى نَفْسِهِ فَلَمَّا حَضَرَهُ الْمَوْتُ أَوْصَى بِنَبِيٍّ إِذَا مَاتَ فَحَرِّقُوهُ ثُمَّ اذْروْهُ نِصْفًا فِي الْبَرِّ وَنِصْفًا فِي الْبَحْرِ فَوَاللَّهِ لَكُنَّ قَدَرًا لِلَّهِ عَلَيْهِ لِيُعَذِّبَ بِهِ عَذَابًا لِّلْعَذَابِ أَحَدًا مِنَ الْعَالَمِينَ فَلَمَّا مَاتَ فَعَلُوا مَا أَمَرَهُمْ

روایت سے حضرت مسعود سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جنت تم سے تمہارے جوتے کے تسمے سے بھی زیادہ قریب ہے اور آگ بھی ایسی ہی ہے (بخاری) روایت سے حضرت ابو ہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص جس نے کبھی کوئی نیکی نہ کی تھی اس نے اپنے گھروالوں سے کہا اور ایک روایت میں یوں ہے کہ ایک شخص نے اپنی جان پر زیادتی کی تھی جب اسے موت آئی تو اس نے اپنی اولاد کو وصیت کی کہ جب وہ مرے تو اسے جلادو پھر اس کو آدھا جھگڑا میں ڈراؤ اور آدھا دیا میں اڑاؤ لے رب کی قسم اگر اللہ نے اس پر نیکی کی تو اسے وہ عذاب دیگا جو جہانوں میں کسی کو نہ دے پھر جب وہ مر گیا جو اس نے کہا تھا وہ ان لوگوں نے کیا

رحمت و عذاب کا ذکر ہے یعنی اس قدر بیان کرنے کے باوجود اللہ تعالیٰ کی وسعت و عذاب کسی کے خیال میں نہیں آسکتی، اگر ان کی حقیقت معلوم ہو جائے تو عذاب بیکھ کر مومن کی آس ٹوٹ جائے اور اس کی رحمت میں غور کیے کا فرقے پاس جاتی ہے، غلام یہ ہے کہ نیک کار کو بھولنا نہ چاہیے، کیونکہ اللہ تعالیٰ روبرو ہے اور گنہگار کو بایں نہرنا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ روبرو ہے، حضرت عمر فرماتے ہیں کہ قیامت میں بل علان فرطے کہ صرف ایک ہی بندہ جنتی ہے تو مجھے امید ہو کہ شاید میں ہی ہوں گا اور اگر اعلان ہوگا کہ صرف ایک ہی بندہ دوزخی ہے تو مجھے خطر ہوگا کہ وہ میں ہی ہوں، سو فیاد فرماتے ہیں کہ بندہ پر زندگی میں خوف غالب چاہئے اور مرتے وقت امید و اسطرار کہ کبھی مرے سے ایک بُری بات نکل جاتی ہے، تو ساری عمر کی نیکیاں برباد ہو جاتی ہیں اور بندہ دوزخی ہو جاتا ہے اور کبھی مرے سے ایک بات اچھی نکل جاتی ہے جو رب کو پسند ہو اس سے بندہ کے عمر بھر کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور وہ جنتی ہو جاتا ہے، مگر منکر ایک لفظ میں جنت و دوزخ ہے، چونکہ جنت و دوزخ اپنے عمل سے ملتی ہیں اور ان کے لئے عمل کے قدموں سے طے ہوتے ہیں، اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قرب کو جوتے کے تسمے سے تشبیہ دی یعنی ایک قدم میں جنت ہے اور ایک قدم میں دوزخ، غالب یہ ہے کہ شخص کوئی اسرائیلی تھا کیونکہ نبی اسرائیل نے بارہا خوف الہی میں بڑی بڑی شفقتیں جمیلی ہیں، اور یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب انبیاء کرام کی تعلیم دنیا سے کم ہو چکی تھی لگ رہا تھا کہ رب تعالیٰ کی صفات سے بے خبر ہو گئے تھے، لہذا اگلے واقعہ پر کوئی اعتراض نہیں: ۳۷ اگرچہ اس زمانہ میں دفن کا رواج تھا مگر اس نا سمجھ نے خیال نہ کیا کہ دفن ہونے کی صورت میں میری لاش ایک ہی جگہ ہوگی جسے رب دوبارہ زندگی بخش دے گا اور اگر میری مٹی کے ذرے دریا اور خشکی میں بکھر گئے تو رب اسے جمع نہ کر سیکے گا، اس کا یہ خیال قدرت الہی سے بے خبری کی بنا پر تھا، اور یہ بے خبری نور نبوت نہ پہنچنے کی وجہ سے تھی، لہذا یہ بندہ معذور تھا اور اسے اس بنا پر کافر نہیں کہہ سکتے، کیونکہ ایسے زمانہ میں نجات کے لئے صرف عقیدہ توحید کافی ہوتا ہے، ۳۸ یہ سنی بہت نفیس ہیں کہ قَدَّرَ قَدَّرَ سے بنا نہ کہ قَدَّرَ سے، رب تعالیٰ فرماتا ہے اَمَّا مَنْ قَدَّرَ عَلَيَّ ذِقًا اور یونس علیہ السلام کے باپ سے میں فرماتا ہے وَطَنَ اَنْ لَّنْ نَعْدَّ رَعِيَّتَهُ، اگر یہ قَدَّرَ سے بنتا تو اس میں خدا کی قدرت کا انکار ہوتا جو کفر ہے، یہی معنی مرثات نے کئے ہیں

فَأَمَرَ اللَّهُ الْبَحْرَ فَجَمَعَ مَا فِيهِ وَأَمَرَ الْبَرَّ فَجَمَعَ مَا فِيهِ ثُمَّ قَالَ لَمْ تَفْعَلْتُ لِهَذَا قَالَ مِنْ خَشْيَتِكَ يَا رَبِّ وَأَنْتَ أَعْلَمُ فَغَفَرَ لَهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ قَدِمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْيٌ فَأَذَا أَمْدَاةً مِنَ السَّبْيِ قَدْ تَحَلَّبَ نَذِيرُهَا تَسْعَى إِذَا وَجَدَتْ صَبِيًّا فِي السَّبْيِ أَخَذَتْهُ فَالْصَّقَتْ بِبَطْنِهَا وَأَرْضَعَتْ فَقَالَ لَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَدْرُونَ هَذِهِ طَارِحَةٌ وَلَدَهَا فِي النَّارِ فَقُلْنَا لَا وَهِيَ تَقْدِيرُ عَلَيْنَا أَنْ لَا تَطْرَحَهُ فَقَالَ اللَّهُ أَرْحَمُ بِعِبَادِهِ مِنْ هَذِهِ بَوْلَدِهَا مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ

اللہ نے دریا کو حکم دیا تو اس نے اپنے اندر کا سب جمع کر دیا اور جنگل کو حکم دیا تو اس نے اپنے اندر کا جمع کر دیا پھر اس سے فرمایا کہ تو نے یہ حرکت کیوں کی وہ بولا یا رب تیرے در سے تجھے تو خود خبر ہے اسے رب نے بخش دیا (مسلم بخاری) روایت ہے حضرت عمر ابن خطابؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ پر کچھ قیدی آئے تو قیدیوں میں ایک عورت کی چھائیاں دودھ سے چھلک رہی تھیں وہ دوڑ رہی تھی جب قیدیوں میں کوئی بچہ پائی اسے بچھڑاتی اپنے پیٹ سے چٹا لیتی اور اسے دودھ پلا دیتی تب ہم سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کیا تم یہ خیال کر سکتے ہو کہ یہ عورت اپنے بچہ کو آگ میں پھینک دے ہم نے عرض کیا اگر وہ پھینکنے پر قادر ہو تو کبھی نہ پھینکے فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس سے زیادہ مہربان ہے جتنی یہ اپنے بچے پر ہے (مسلم بخاری) اب روایت ہے حضرت ابو ہریرہؓ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ اگر رب نے مجھ پر تنگی کی اور میرا حساب یا تو مجھے عذاب دیجئے، فلاصلہ یہ ہے کہ تم میری میت کو خود یہ عذاب دے دینا دجلا کر اٹا کر تاکہ رب تعالیٰ مجھ پر عذاب نہ کرے اور اگر قدرت سے ہو جیسا کہ بعض شارحین نے فرمایا تو یہی کہا جائیگا کہ یہ بندہ صفات الہی سے خبردار نہ تھا اب اسے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ مردہ کو جلا ڈالنے اور اس کی مٹی کو اڑا دینے سے مردہ حساب و مذاب سے نہیں بچ سکتا، رب تعالیٰ ایک آن میں اس کے تمام ذرے جمع فرما کر حساب بھی لے لیتا ہے اور عذاب و ثواب بھی دے دیتا ہے، جیسا کہ عذاب قبر کے باب میں عرض کر چکے ہیں، دوسرے یہ کہ زمانہ فترت کے لوگ صرف کرب حساب بھی لے لیتا ہے اور عذاب و ثواب بھی دے دیتا ہے، جیسا کہ عذاب قبر کے باب میں عرض کر چکے ہیں، دوسرے یہ کہ زمانہ فترت کے لوگ صرف عقیدہ توحید پر بخشے جائیں گے، صفات الہی سے غفلت اور گناہوں پر ان کی پکڑ نہ ہوگی سوائے حقوق العباد اور ظلم کے، کہ ظلم کی سزا تو جانوروں کو بھی ملے گی، تیسرے یہ کہ خوف خدا رب تعالیٰ کی بڑی ہی نعمت ہے جس سے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، دیکھو یہ بندہ عمر بھر کا گنہگار تھا محض فلہ خوف الہی سے بخشا گیا، چوتھے یہ کہ عذاب و ثواب کا حکم تو مرتے ہی ہو جاتا ہے، اس کا ظور قیامت میں ہوگا، لے لے کیونکہ اس کا بچا اس سے جدا ہو چکا تھا اور بیٹی والدہ تھی، تنخلب حلب سے بنا جس کے معنی ہیں دودھ دوہنا، یہاں دودھ کی وہ کثرت مر رہے جسے پستان نہ سنبھال سکیں درود دے ٹپکنے لگے، لے لے تاکہ دودھ کا جوش کچھ کم ہو جائے، نیز وہ اپنے بچہ کو بارہ کر کے دوسرے بچوں پر مہربانی کرتی تھی (مغفرتات) اب لے لے جیسے ماں نہیں چاہتی کہ میرا بچہ آگ میں جلے، ایسے ہی رب تعالیٰ نہیں چاہتا کہ میرا بندہ آگ میں جلے، وہ تو ماں سے زیادہ مہربان ہے، خیال ہے کہ یہاں چاہنا بمعنی راضی ہونا ہے نہ کہ معنی ارادہ کرنا، رب تعالیٰ نہ کفر سے راضی ہے نہ فسق سے دنیا کا ہر کم نیکی کے ارادے سے ہے ذکر اس کی رضا سے لوگ اپنی حرکتوں سے دوزخ میں جاتے ہیں قبل لی انکے اس جانے سے راضی نہیں لہذا حدیث صاف ہے اس پر مسئلہ تقدیر کے اعتراضات نہیں پڑ سکتے۔

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَنْ يُنْجِيَ أَحَدًا مِنْكُمْ عَمَلُهُ قَالُوا وَلَا أَنْتَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ وَلَا أَنَا إِلَّا
 أَنْ يَتَخَذَنِي اللَّهُ مِنْهُ بِرَحْمَتِهِ فَسَدِّدُوا وَقَارِبُوا وَأَعِدُّوا وَأَوْحُوا وَشَيْءٌ مِنَ الدُّلْجَةِ وَ
 الْقَصْدِ الْقَصْدُ تَبْلَعُوا مَتَّفِقٌ عَلَيْهِ وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ
 سَلَّمَ لَا يَدْخُلُ أَحَدًا مِنْكُمْ عَمَلُهُ الْجَنَّةَ وَلَا يُجِيبُهُ مِنَ النَّارِ وَلَا أَنَا إِلَّا بِرَحْمَةِ اللَّهِ رَوَاهُ مُسْلِمٌ
 وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَسْكَمَ الْعَبْدُ فَحَسَنَ إِسْلَامُهُ

صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو اسکا عمل نجات نہیں دے سکے گا لوگوں نے عرض کیا نہ آپ کو یا رسول اللہ فرمایا نہ مجھے مگر یہ کہ اللہ مجھے مہربانی
 سے اپنی رحمت میں چھپائے لہذا ٹھیک ہومیانہ روز ہو اور صبح شام اور کچھ اندھیری رات میں نیکیاں کر لیا کرو میانہ روز ہومیانہ روز ہو
 پہنچ جاؤ مسلم بخاری ہذا روایت ہے حضرت جابر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم میں سے کسی کو اس کا عمل نہ تو جنت میں پہنچا
 سکے گا نہ آگ سے بچا سکے گا اور نہ مجھے مگر اللہ کی رحمت سے (مسلم) ہذا روایت ہے حضرت ابوسعید سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی
 اللہ علیہ وسلم نے جب بندہ مسلمان ہو اور اس کا اسلام اچھا ہو لے

لہ یعنی نیک اعمال دونوں سے بچنے، جنت میں داخل ہونے کے اسباب تو ہیں مگر علت تامہ نہیں بہت سے لوگ بغیر نیک عمل جنتی ہیں جیسے مسلمانوں کے ناجائز بچے یا
 دیوانے یا وہ جو مسلمان ہوتے ہی قوت ہو جائیں اور بعض لوگ نیکیوں کے باوجود دوزخی ہیں جیسے نیکیاں کرنے والے کفار یا جن کی نیکیاں مردود ہو گئیں، جنت ملنے
 کی علت تامہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، محض تخم درخت کی علت تامہ نہیں، بیت بار تخم ضائع ہو جاتا ہے، اس فرمان کا مقصد لوگوں کو نیکیوں سے روکنا نہیں ہے بلکہ
 نیکیوں کو اپنے اعمال پر ناز کرنے سے بچانا ہے کہ اسے پرہیزگار رو اپنے اعمال پر غرور نہ کرو، رب تعالیٰ کا فضل مانگو شیطان کے اعمال سے اس کے انجام سے
 سبق لو لے یعنی آپ کی نیکیاں تو قبولیت کی انتہائی منزل پر ہیں، کیا یہ بھی حصول جنت کے لئے کافی وافی نہیں، کیا آپ کو بھی اللہ کی رحمت درکار ہے،
 صحابہ سمجھے یہ تھے کہ ایسے موقع پر منکمل متھے ہوتا ہے، شاید حضور یہ ہائے لئے فرماتے ہیں اس لئے یہ سوال کیا، اس سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ عمومی حکام
 پر حضور کو داخل نہ مانتے تھے بلکہ یہ متخذ فی، غلہ سے بنا یعنی غلاف تلوار جو ہر طرف سے تلوار کو چھپائے ہوتا ہے، یعنی میں بھی محض عمل سے بلا فضل الہی جنت
 کا حقدار نہیں، ہاں رب تعالیٰ کی رحمت ہر طرف سے مجھے گھیرے تو جنت میری ہے خیال ہے کہ تمام دنیا کے لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم رحمت ہیں، نبیائے
 فرماتا ہے وَقَدْ أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا حَمْدًا لِلْعَالَمِينَ، اور رحمت الہی جنت ملنے کا ذریعہ ہے، تو ہماری جنت کا وسیلہ عظمیٰ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اور حضور
 انور صلی اللہ علیہ وسلم پر خود رب تعالیٰ کا فضل بانی ہے وہاں فضل اللہ علیہ عظیماً لہذا ہم اور رحمت سے جنتی ہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے دوسری رحمت سے ہوسج و چاند
 دونوں کو نور بننے دیا مگر چاند کو سوج کے ذریعہ اور سوج کو بلا واسطہ اپنی طرف سے لہذا اس حدیث سے حضور ہماری مثل ہونا ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس طرح کہ عقائد درست رکھو
 عبادات میں درمیانی روش چلو کہ بقدر طاقت نوافل شروع کرو پھر ہمیشہ نجا دو اور صرف فرائض پر کفایت نہ کرو بلکہ نوافل بھی ادا کیا کرو خصوصاً آخری رات میں
 عبادت کیا کرو کہ یہ چیزیں رحمت الہی حاصل کرنے کا ذریعہ ہے، خلاصہ یہ کہ جنت کا ذریعہ رحمت الہی ہے اور رحمت کا ذریعہ نیک اعمال ہیں لہذا اعمال سے
 غافل نہ ہو، منزل قریب ہے، خیال ہے کہ رات میں سفر زیادہ طے ہو جاتا ہے ایسے مسافر آخر رات کے لئے رات کی عبادت سے جلد منزل

يُكَفِّرُ اللَّهُ عَنْ كُلِّ سَيِّئَةٍ كَانَ زَلْفَهَا وَكَانَ بَعْدَ الْقِصَاصِ الْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا إِلَى سَبْعِ مِائَةٍ ضَعْفٍ إِلَى أَضْعَافٍ كَثِيرَةٍ وَالسَّيِّئَةُ بِمِثْلِهَا إِلَّا أَنْ يَتَجَاوَزَ اللَّهُ عَنْهَا سَرَّوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ كَتَبَ الْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ فَمَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللَّهُ لَهُ عِنْدَهُ حَسَنَةً كَامِلَةً فَإِنْ هَمَّ بِهَا فَعَمَلَهَا كَتَبَهَا اللَّهُ لَهُ عِنْدَهُ عَشْرَ حَسَنَاتٍ إِلَى سَبْعِ مِائَةٍ ضَعْفٍ إِلَى أَضْعَافٍ كَثِيرَةٍ وَمَنْ هَمَّ بِسَيِّئَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللَّهُ لَهُ عِنْدَهُ حَسَنَةً كَامِلَةً فَإِنْ هَمَّ بِهَا

تو اللہ تعالیٰ اسکے سارے گنہگاروں کے ساتھ دیتا ہے اسکے بعد قصاص ہوتا رہتا ہے کہ نیکی تو دس گنے سے لیکر سات سو گنا تک بہت زیادہ گنا تک ہے اور گناہ اسکے برابر مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ معافی دیدے (بخاری)؛ روایتیں حضرت ابن عباس سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ نے نیکیاں اور گناہ تحریر فرمائیے ہیں تو جو نیکی کا ارادہ کرے مگر کئے نہیں تو اسے اللہ تعالیٰ اپنے ہاں ایک پوری نیکی لکھتا ہے پھر اگر قصد کئے اور نیکی کئے تو اسے ہاں دس سے سات سو گنا تک بلکہ بہت زیادہ گنا تک لکھ لیتا ہے اور جو گناہ کا ارادہ کرے پھر کرے نہیں تو اس کے لئے بھی اللہ تعالیٰ ایک پوری نیکی لکھ لیتا ہے پھر اگر گناہ کا ارادہ کرے

مقصود پڑ پڑ جاتا ہے: ۱۔ علماء فرماتے ہیں کہ دخول جنت اللہ کے فضل سے ہے اور وہاں کے درجات کا حصول اعمال کے وسیلہ سے ہے خواہ خود اپنے عمل ہوں یا اپنے مال باپ یا اولاد کے عمل، اس حدیث کا یہ ہی مطلب ہے: جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال اللہ کے فضل سے جنت کا باعث بنے اپنے عمل ہوں یا اپنے مال باپ یا اولاد کے عمل، اس حدیث کا یہ ہی مطلب ہے: جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال اللہ کے فضل سے جنت کا باعث بنے تو شمس شمار میں ہیں: ۲۔ اس طرح کہ اخلاص کے ساتھ دل سے مسلمان ہونا نفقہ سے کلمہ نہ پڑھے: ۳۔ زمانہ کفر کے سارے گناہ اسلام سے ختم ہو جیتے ہیں حقوق العباد معاف نہیں ہوتے، لہذا زمانہ کفر کے قرض ظلم قتل وغیرہ اس کے ذمہ رہیں گے اسی لئے سیئہ فرمایا گیا: معلوم ہوا کہ زمانہ کفر کی ختم ہو جیتے ہیں حقوق العباد معاف نہیں ہوتے، لہذا زمانہ کفر کے قرض ظلم قتل وغیرہ اس کے ذمہ رہیں گے اسی لئے سیئہ فرمایا گیا: معلوم ہوا کہ زمانہ کفر کی نیکیاں برباد نہیں ہوتیں بلکہ اسلام کے بعد وہ قبول ہو جاتی ہیں: ۴۔ یعنی مسلمان ہو چکنے کے بعد بدلہ ہوا کر نیکیاں، اس بدلہ کی تفصیل آگے آرہی ہے: ۵۔ یہ حدیث اس آیت کی تفسیر ہے مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ مِثَالِهَا أَوْ مِثْلُهَا أَلَا إِنَّ الَّذِينَ يَنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَنْفِقُونَ بِغَيْرِ حَسَنَةٍ يَنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَنْفِقُونَ بِغَيْرِ حَسَنَةٍ یہ رب تعالیٰ کا فضل ہے کہ ایک نیکی پر سات سو بلکہ اس سے زیادہ تک جزا اور ایک گناہ کی جزا صرف ایک، مگر خیال رہے کہ جیسا گناہ ویسی جزا بعض گناہ وہ ہیں جن سے نیکی پر سات سو بلکہ اس سے زیادہ تک جزا اور ایک گناہ کی جزا صرف ایک، مگر خیال رہے کہ جیسا گناہ ویسی جزا بعض گناہ وہ ہیں جن سے نیکیاں برباد ہو جاتی ہیں غرض کہ گناہ کی سزا مقدار میں نہ بڑھے گی، رہی کیفیت اس میں فرق ہوگا: پھر رب کی معافی کی دو صورتیں ہیں، یا تو بندوں کو توبہ کی توفیق دے دی جائے یا بغیر توبہ ویسے ہی بخش دیا جائے: ۶۔ اس طرح کہ رب کے حکم سے فرشتوں نے لوح محفوظ میں یا بندے کی تقدیر میں تحریر فرما دے یا نامہ اعمال لکھنے والا فرشتہ لکھتا رہتا ہے، خیال رہے کہ نیکی بردہ عمل ہے جو ثواب کا باعث ہوا اور گناہ ہر وہ عمل ہے جو عذاب کا سبب ہیں لہذا ممنوعہ و مقہور میں نام نہ پڑھنا گناہ ہے اور حضور پر نمازیں یا جان خدا کر دینا ثواب ہے کبھی تقاضی کی ہر جاتی ہے اور امانت۔

۷۔ معلوم ہوا کہ نیکی کا ارادہ بھی نیکی ہے اس پر بھی ثواب ہے، مگر ثواب اور چیز ہے ادا فرض اور چیز۔ لہذا صرف ارادہ سے فرض ادا نہ ہوگا: ۸۔ یہ ثوابوں کا فرق کہ کسی کو ایک نیکی کا ثواب دس گنا کسی کو سات سو گنا کسی کو اس سے بھی زیادہ عطا کی نیت عمل کے موقع

فَعَمَلُهَا كَتَبَهَا اللَّهُ لَهَيْئَةٍ وَاحِدَةٍ مُتَّفِقٍ عَلَيْهِ ۖ الْفَصْلُ الثَّانِي ۚ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مَثَلَ الذَّانِي يَعْمَلُ السَّيِّئَاتِ ثُمَّ يَعْمَلُ
الْحَسَنَاتِ كَمَثَلِ رَجُلٍ كَانَتْ عَلَيْهِ دُرٌّ ضَيِّقَةٌ قَدْ اخْتَقَتْهُ ثُمَّ عَمِلَ حَسَنَةً فَأَنْفَكَتْ
حَلَقَةً ثُمَّ عَمِلَ أُخْرَى فَأَنْفَكَتْ أُخْرَى حَتَّى تَخْرُجَ إِلَى الْأَرْضِ رَوَاهُ فِي تَرْغِيبِ السُّنَّةِ ۚ وَعَنْ
أَبِي الدَّرْدَاءِ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُصُّ عَلَى الْمُنْبَرِ وَهُوَ يَقُولُ وَلِمَنْ خَافَ
مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّاتٍ قُلْتُ وَإِنْ زَنَى وَإِنْ سَارَقَ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ الثَّانِيَةُ وَلِمَنْ خَافَ

پھر کر بھی لے تو اسے اللہ تعالیٰ ایک گناہ لکھتا ہے (مسلم بخاری) یہ دوسری فصل در روایت حضرت عقبہ ابن عامر سے فرماتے ہیں فرمایا رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کی مثال جو پہلے گناہ کرتا ہو پھر نیکیاں کرنے لگے اس کی مہی ہے جس پر تنگ ضروری جو اس کا گلا گھونٹ رہی
تھی پھر اس نے ایک نیکی کی تو ایک جھلا کھل گیا پھر دوسری نیکی کی تو دوسرا کھل گیا حتیٰ کہ وہ ذرہ زمین پر گر گئی (شرح سنن ابی داؤد) روایت ہے حضرت
ابی الدرداء سے انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو برابر منبر و غلط فرماتے منا کہ حضور فرماتے تھے کہ اسے جو اپنے رب کے سامنے ٹھہرے ہوئے
سے دوسرے دو غنیمتیں ہیں میں نے کہا کہ اگرچہ زنا کر لے اگرچہ چوری کر لے یا رسول اللہ حضور نے پھر دوبارہ یہی فرمایا کہ اس کے لئے جو

و عمل سے ہے، اکیلے ناز کا اور ثواب ہے باجماعت ناز کا کچھ اور ہے خیال ہے کہ خیال گناہ اور ہے اور گناہ کا پکا ارادہ کچھ اور نیت ارادہ کر لینے پر انسان گنہگار ہو
جاتا ہے: یہاں خیال گناہ کا ذکر ہے، لہذا یہ حدیث اس حدیث کے خلاف نہیں کہ جب دو مسلمان لڑیں اور ایک مارا جائے تو قاتل و مقتول دونوں جہنمی کیونکہ
مقتول نے بھی قتل کا ارادہ کیا تھا اگرچہ پورا نہ کر سکا کہ وہاں گناہ کا عزم بالجرم مراد ہے، ایسے ہی جو چوری کرنے کا پورا ارادہ کرے مگر موقع نہ پائے وہ بھی گنہگار
ہو گیا، جو کفر کا ارادہ کرے وہ کافر ہو گیا، لہذا حدیث واضح ہے خیال گناہ گناہ نہیں بلکہ بعد میں اس خیال سے توبہ کر لینا نیکی ہے۔

۱۰ اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ بغیر ارادہ گناہ صادر ہو جانا گناہ نہیں۔ گناہ میں قصد و ارادہ غلاب کا باعث ہے، اسی لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے
عمل اور ارادہ دونوں کا ذکر فرمایا، ۱۱ گناہ چھوڑ کر یا گناہ کے ساتھ ساتھ بعض لوگ پہلے صرف گناہ کرتے ہیں بعد میں گناہ چھوڑ کر صرف نیکیاں کرنے
لگتے ہیں یہ تو اعلیٰ درجہ کے ہیں اور بعض لوگ پھر بعد میں اگرچہ گناہ کرتے رہیں مگر نیکیاں بھی کرنے لگتے ہیں یہ بھی غنیمت ہیں، غالب یہ ہے کہ یہاں پہلی
جماعت مراد ہے: ۱۲ یہ بہت نفیس مثال ہے کہ جیسے ذرہ سارے جسم کو گھیر لیتی ہے، اور اگر تنگ ہو تو تمام بدن کو تکلیف دیتی ہے ایسے ہی
گناہوں میں گھرا ہوا ہر طرح برا ہوتا ہے، اللہ کے نزدیک بھی اور بندوں کی نگاہ میں بھی اس کو قبیحی کوفت بھی رہتی ہے، نیکی سے دل کو خوشی ہوتی ہے،
گناہ سے دل کو رنج اگرچہ کبھی یہ خوشی و غم بعض اوقات محسوس نہ ہوں: ۱۳ اس میں اشارہ فرمایا گیا کہ نیکیوں کی برکت سے گناہ معاف ہوتے ہیں
رب فرماتا ہے إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُكَفِّرْنَ بِالسَّيِّئَاتِ۔ یہ بھی پتہ لگا اولا انسان بتکلف نیکی کرتا ہے پھر آہستہ آہستہ اس کا عادی بن جاتا ہے اور قدرتی
طور پر گناہوں سے نفرت ہو جاتی ہے قرآن کریم فرماتا ہے إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ۔ رب تعالیٰ ایسی نیکیاں نصیب فرمائے
مطلب یہ کہ نیکیوں کے ذریعے آخر کار گناہوں کی ذرہ باطل کھل کر زمین پر گر جاتی ہے ہم سے دور ہو جاتی ہے ۱۴ یعنی جو کوئی اس خوف سے گناہ

مَقَامِ رَبِّهِ جَنَّاتٍ فَقُلْتُ الثَّانِيَةَ وَإِنْ زَنِي وَإِنْ سَرَقَ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ الثَّلَاثَةَ وَلَيْسَ خَافَ مَقَامِ رَبِّهِ جَنَّاتٍ فَقُلْتُ الثَّلَاثَةَ وَإِنْ زَنِي وَإِنْ سَرَقَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ وَإِنْ رَغِمَ أَلْفُ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَعَنْ عَامِرِ الدَّامِغِيِّ قَالَ بَيْنَا نَحْنُ عِنْدَكَ يَعْزِي عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَبَلَ رَجُلٌ عَلَيْهِ كَسَاءٌ فِي يَدِهِ شَيْءٌ قَدِ انْتَفَعَ عَلَيْهِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَرَرْتُ بِغَيْضَةٍ فَجَرَسَتْ فِيهَا أَصْوَاتٌ فِدَاخِ طَرَفًا خَنَتُهُنَّ فَوَضَعَهُنَّ

اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرے دو جنیتیں ہیں نہ دوبارہ کہا یا رسول اللہ اگرچہ زنا کے اور چوری کے حصوں نے پھر تباہ فرمایا کہ اسے چرانے رب کے سامنے ہونے سے ڈرے دو جنیتیں ہیں تیسری بار عرض کیا گیا کہ اگرچہ زنا و چوری کے یا رسول اللہ تشریف فرمایا اگرچہ ابوالدرداء کی ناگ گرد جائے (احمد) روایت سے حضرت عامر الرامی نے فرماتے ہیں کہ ہم ان کے یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھے کہ ناگہاں ایک شخص آیا جس پر کھل تھا اسکے ہاتھ میں کوئی چیز تھی جس پر کھل پھٹا تھا عرض کیا یا رسول اللہ میں ایک مسخت کی جھاڑی پر گھڑا تو میں نے اس جھاڑی میں چڑھ کر اس کے چوڑوں کی آواز سنی تھی میں نے انہیں پکڑ لیا اور اپنے کھل میں رکھ لیا کہ

چھوڑ دے یا تو یہ کرتا ہے کہ کھل مجھے رب کے سامنے حاضر ہونا ہے اور اعمال کا حساب بنانا ہے اسے دو جنیتیں عطا ہوں گی، ایک جنت خوف خدا کے عوض اور دوسری گناہ چھوڑ دینے کے عوض یا ایک جنت مدلل کی دوسری جنت رب کے فضل کی یا ایک جنت جہانی، دوسری جنت جنائی و روحانی یا ایک جنت دنیا میں کہ اسے ہمیشہ قرب الہی میسر ہوگا جس سے وہ خوش و خرم رہے گا۔ دوسری جنت آخرت میں ان دو جنیتوں کی بہت تفسیریں ہیں مگر صرف زباناً طور پر طوف الہی کا محض دعویٰ نہ ہو بلکہ عمل بھی ہو، رب تعالیٰ ہم کو اپنا وہ خوف نصیب کرے جو گناہ چھوڑائے آئیں۔ یہ وہ گمراہ ہے جو بادشاہوں کے خزانوں میں نہیں ملتا ہے یعنی اس سے پہلے اگرچہ چوری و زنا کر چکا ہو اگرچہ اس خوف کے بعد زنا و چوری کر بیٹھے تب بھی دو جنیتوں کا مستحق ہے۔ یعنی اسے ابوالدرداء اگر تم سوال کئے کہ اپنے ناگ بھی رگڑ دیتا ہے حکم بھی رہ گیا، کہ اس سے ڈرنے والا دو جنیتوں کا مستحق ہے، خواہ اس سے قبل کتنے ہی بڑے گناہ کیوں نہ کر چکا ہو، اور اگرچہ اس کے بعد بھی غلطی سے گناہ کر بیٹھے خوف الہی وہ عابن ہے جو دل کے سائے میں دھو ڈالتا ہے یا وہ سوچ ہے جس کی کوئی گندی سے گندی زمین کو خشک کی جاتی ہے حتیٰ کہ اگر مومن کو مرتے وقت بھی خوف خدا نصیب ہو جائے اور اسی حال میں مر جائے تو انشاء اللہ وہ بھی اس کیلئے ماتحت داخل ہیں۔ مرقات نے یہاں فرمایا کہ خائف سے مراد مومن ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مومن کتنا ہی بڑا گنہگار کیوں نہ ہو مگر آخر کار دو جنیتوں کا مستحق ہوگا، ایک اپنے ایمان کی جنت دوسرے رب کی عطا یا کافر کی میراث کی، معافی پا کر وہاں پہنچے یا سزا پا کر۔ اے رام اصل میں رامی تھا بمعنی تیر انداز، چونکہ یہ فن تیر اندازی میں یکتا تھے اس لئے ان کا نام عام رام پڑ گیا۔ اے غیضہ وہ جنگل ہے جہاں بہت گھنے درخت ہوں جسے ارد میں جھاڑی کہتے ہیں، کبھی اس درخت کو بھی غیضہ کہہ دیتے ہیں جس کی جڑ ایک ہوتی ہے اور شاخیں بہت ہوں اور گھنی ہوں جن سے دھوپ نہ چھین سکے، یہاں دوسرے معنی ظاہر ہیں: یہ حضرت چرواہے تھے جو جانوروں کو چرانے کے لئے دودھ دوز نکل جاتے ہیں: ایسے واقعات ان کو زیادہ درپیش آتے ہیں: فراخ جمع فراخ کی ہے: فراخ چڑیا کا وہ بچہ ہے جو ابھی اڑنے کے اور اس کی ماں اسے داند دے، اے معلوم ہوا کہ جنگل کی جڑیاں اور ان کے پتے کسی کی بلک نہیں ہر شخص انہیں پکڑ سکتا ہے، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فعل پر انہیں تنبیہ نہ فرمائی، وہاں ایسے بچوں کو

فِي كَسَائِي فَجَاءَتْ أُمُّهُنَّ فَاسْتَدَارَتْ عَلَى رَأْسِي فَكَشَفْتُ لَهَا عَنْهُنَّ فَوَقَعَتْ عَلَيْهِنَّ
وَلَفَفَتْهُنَّ بِكَسَائِي فَهُنَّ أُولَئِكَ مَعِيَ قَالَ ضَعْنَهُنَّ فَوَضَعْتُهُنَّ وَابَتْ أُمُّهُنَّ إِلَّا لَذُوْمُهُنَّ فَقَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلْعَجِبُونَ لِرَحْمِ أُمِّ الْأَفْدَاخِ فِدَاخَهَا فَوَالَّذِي بَعَثَنِي بِالْحَقِّ
اللَّهُ أَحْمَرُ بِعِبَادِهِ مِنْ أُمِّ الْأَفْدَاخِ بِفِدَاخَهَا أَرْجِعْ بِهِنَّ حَتَّى تَضَعَهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَخَذَهُنَّ
وَأُمُّهُنَّ مَعَهُنَّ فَدَجَّعَ بِهِنَّ سَوَادُهُ أَبُو دَاوُدَ: الْفَصْلُ الثَّالِثُ عَنْ عَبْدِ
اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ كَتَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ غَزَاوَاتِهِ فَمَكَرَ بِقَوْمٍ فَقَالَ

استغفر میں ان کی ماں آگئی وہ میرے سر پر چڑھ گئی میں نے اس کے سامنے وہ بچے کھول دیئے وہ ان پر گر پڑی میں نے ان سب کو اپنے کپڑوں میں لپیٹ لیا وہ سب میرے ساتھ ہیں فرمایا انہیں کھڑے دو میں نے انہیں کھڑے کیا ان کی ماں انہیں چھٹی رہی تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم ان چوزوں کی ماں کی اپنے بچوں سے اتنی ممتا پر تعجب کرتے ہو اس کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس سے زیادہ مہربان ہے غرضی بچوں کی ماں چوزوں پر انہیں واپس لے جاؤ حتیٰ کہ انہیں ہاں ہی رکھو اور جہان سے پکڑا ہے اور ان کی ماں ان کے ساتھ رہی وہ انہیں واپس لے گیا (ابو داؤد) بدتمیزی فصل روایت سے حضرت عبداللہ ابن عمر سے فرماتے ہیں ہم بعض جہادوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے حضور زور اور ایک قوم پر گزرتے ہوئے پوچھا ماں سے جدا نہ کیا جائے بلکہ انہیں مع ماں کے اپنے گھر میں پال لے یا ان کی جگہ بیٹا لے، مگر کسی کا پالتو جانور اور اس کے بچے دوسرا آدمی نہیں پکڑ سکتا اگر پکڑے گا تو مجرم ہوگا: ۱۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ عشق بے غری پیدا کرتا ہے، اسی عشق سے دل میں قوت، بدن میں طاقت، طبیعت میں ہمت و جرأت پیدا ہوتی ہے دیکھو چڑیا انسان سے ڈرتی ہے مگر بچوں کے عشق نے اس کے دل سے ڈر، نفرت سب نکال دیا، بلکہ کبھی ایسی چڑیا انسان پر حملہ کر دیتی ہے جبے نیا کے عشق کا یہ حال ہے تو جسے اللہ تعالیٰ عشق مصطفیٰ نصب کرے اس میں دلیری کیوں نہ پیدا ہو جائے: کہ بلا میں حسینی قافلہ بہتر آدمیوں پر مشتمل تھا اور مقابلہ میں بائیس ہزار زیدی مگر حسینی قافلہ کی ہمت، شجاعت، دلیری آج تک شہو ہے، یہ دلیری کہاں سے آئی انہی حضرت عشق کی کرشمہ سازی تھی ۲۔ یعنی اپنا کپڑا زمین پر رکھ کر انہیں کھول دو تاکہ یہ نظارہ ہم سب بھی دیکھیں، معلوم ہوا کہ جانوروں کی حرکات کا قماشہ دیکھنا اگر لہو و لعب کی نیت سے نہ ہو بلکہ عبرت حاصل کرنے کی نیت سے ہو تو جائز ہے: حرکتوں سے مراد ان کا ناپرح و کود نہیں، بلکہ وہ تو محض کھیل کود ہی ہے ۳۔ یعنی لوگوں کا اجتماع دیکھ کر بھی اپنے بچوں سے نہ بھاگی بلکہ اپنی جان پر کھیل کر انہیں اپنے پروں میں چھپائے رہی ۴۔ گھنڈوں سے مراد سائے بننے سے ہیں مرن ہوں یا کافر متی ہوں یا فاجر پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ بارگاہ الہی میں گنہگاروں کو نفرت سے نہ گنہگار سے اسی محبت کی بنا پر تبتالی نے بندوں میں نبیاء و اولیاء بھیجے کافر یا مجرم خود اپنے کو مستحق کر لیتے ہیں: تبتالی انکے جہنم میں جانے سے راضی نہیں مولانا عطار فرماتے ہیں بشعر
خلق تر مبدانہ تو من تو من ز خود کر تو نیکی دیوہ ام و ز خویش

۵۔ اس عبارت کی دو تفرات ہیں اُمُّہُنَّ کا لفظ اور زہر مغفقات اور اشعر اللغات سے پہلی تفرات اختیار کی اور اس جملہ کو حال قرار دیا یعنی ان چوزوں کی ماں ان چوزوں کے ساتھ رہی، دوسری تفرات کی بنا پر معنی یہ ہوں گے کہ ان بچوں کے ساتھ ان کی ماں کو بھی رکھ آؤ: اس سے معلوم ہوا کہ جانوروں کے

مِنْ الْقَوْمِ قَالُوا الْحُنُ الْمُسَاهُونَ وَإِمْرَأَةٌ تَحْصِبُ بِقَدْرِهَا وَمَعَهَا ابْنٌ لَهَا فَإِذَا ارْتَفَعَهُ وَهَجَرَ
تَنَحَّتْ بِهِ فَأَنْتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ أَنْتَ رَسُولُ اللَّهِ قَالَ نَعَمْ قَالَتْ يَا بَنِي
أَنْتَ وَأُمِّي أَلَيْسَ لِلَّهِ أَرْحَمُ الدَّارِجِينَ قَالَ بَلَى قَالَتْ أَلَيْسَ لِلَّهِ أَرْحَمُ بَعْبَادِهِ مِنَ الْأُمِّ
يَوْلِدُهَا قَالَ بَلَى قَالَتْ إِنَّ الْأُمَّ لَا تُنْقَلِي وَلَكِنَّهَا فِي النَّارِ فَكَتَبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
بِئْسَ كُنْتُ رَفَعْتُ رَأْسِي إِلَيْهَا فَقَالَ إِنَّ اللَّهَ لَا يُعَذِّبُ مِنْ عِبَادِهِ إِلَّا الْمَارِدَ الْمُتَمَرِّدَ الْكَذِبِي
يَتَمَدَّدُ عَلَى اللَّهِ وَابْنِي أَنْ يَقُولَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ رَوَاهُ ابْنُ بَاجَةَ وَعَنْ ثَوْبَانَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى

تم کون قوم ہمو وہ بولے ہم لوگ مسلمان ہیں ایک عورت ہانڈی کے نیچے آگ جلا رہی تھی جس کے ساتھ اسکا بچہ تھا جب آگ بجھ کر اوجھی ہوئی
تو عورت بچہ کو دور ہٹا دیتی وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی بولی کیا آپ رسول اللہ ہیں؟ فرمایا ہاں بولی میرے ماں باپ آپ
پر خدا ہوں کیا اللہ تمام رحم والوں سے بڑھ کر رحیم نہیں؟ فرمایا ہاں بولی کیا اللہ اپنے بندوں پر ماں کے اپنے بچہ سے زیادہ مہربان نہیں؟ فرمایا
ہاں تو بولی کہ ماں تو اپنے بچہ کو آگ میں نہیں ڈالتی اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسرہکا لیا بہت روتے پھر سر مبارک اس کی طرف اٹھا
کر فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں صرف سرکش متکبر ہی کو عذاب دے گا جو اللہ تعالیٰ پر سرکشی کرے اور لا الہ الا اللہ کہنے سے انکاری ہوئے
(ابن ماجہ) : روایت ہے حضرت ثوبان سے وہ نبی کریم صلی

چھوٹے بچوں کو ان کی ماں سے الگ نہ کیا جائے: اسلام نے جانوروں پر بھی رحم کرنے کا حکم دیا: ملے مسلمان ہو یا کفار غالباً ان پر کوئی علامت موجود نہ تھی،
اسی لئے ان لوگوں نے جواب میں یسٹون فرمایا: یہ نہ کہا کہ ہم قریشی یا انصاری ہیں: خیال ہے کہ پوچھنا بے فہمی کی دلیل نہیں، اس پر پچھنے میں درہمت سی مصلحتیں ہوتی
ہیں رتبائی نے موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا تھا کہ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے؟ ملے تھقب تھقب سے بنا، حصب گ وشن کہنے کو بھی کہتے ہیں دران تیلیوں و
ایند من کو بھی جس سے آگ سلگائی جائے: رب تعالیٰ فرماتا ہے اَنْكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ حَصْبُ جَهَنَّمَ تم اور تمہارے چھوٹے معبود و نوح کا ایند من
ہیں: ملے یعنی اس عورت کا ایک بچہ جو گھٹنوں پر ملتا تھا بار بار آگ کو کھٹونا کچھ کر دیکھی کے پاس جاتا اور آگ کو کپڑا ناچاتا مگر عورت بار بار بٹھا آتی: ملے معلوم
ہوتا ہے کہ اس نے اس سے پہلے بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نہ کی تھی اور آج حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار خوشبو وغیرہ دیکھ کر آپ کو پہچان گئی،
اسی لئے کسی دوسرے سے اس نے یہ سوال نہ کیا: ملے یعنی مخلوق میں بہت رحم کرنے والے ہیں ماں باپ، استاد، سلاطین، مگر رب تعالیٰ تمام سے زیادہ مہربان ہے
یہ عرض آئندہ سوال کی تمہید ہے: ملے چونکہ ماں سب سے زیادہ مہربان ہے، اسی لئے اس ماں کے متعلق خصوصیت سے سوال کیا ورنہ یہ سوال بھی پچھلے سوال میں لگایا تھا
اور راجعین میں ماں بھی شامل تھی: ملے چنانچہ ملاحظہ فرمائیے کہ میں بچہ کی وجہ سے بار بار چو لہا چھوڑتی ہوں اور بچے کو دودھ بٹھا آتی ہوں پھر رب تعالیٰ اپنے بندوں
کو دوزخ میں کیوں بھیجے گا سبحان اللہ کیسا پیارا سوال ہے: ملے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ رونا اس عورت کی مانت دیکھ کر اور پھر رب کی رحمت
یاد فرما کر تھا، رونا کبھی غم سے ہوتا ہے کبھی شوق سے کبھی ذوق سے کبھی جوش یہ رونا جوش سے تھا جو اللہ کی رحمت یاد آکر پیدا ہوا اور اس بار کی
وجہ عورت کے مال کا ملاحظہ فرمانا تھا، لہذا حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ یہ رونا کیوں تھا: ملے غلام یہ ہے کہ عذاب صرف کفار کو ہوگا وہ بھی ان

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْعَبْدَ لَيَبْتَغِي مَرْضَاةَ اللَّهِ فَلَا يَزَالُ بِذَلِكَ يَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لِيَجْزِيَهُ إِنْ فَلَانًا عَبْدِي يَبْتَغِي أَنْ يُرْضِيَ بَنِي الْأَوَّلِ رَحِمَتِي عَلَيْهِ فَيَقُولُ جِبْرِيلُ رَحِمَهُ اللَّهُ عَلَى فَلَانٍ وَيَقُولُهَا حَمَلَةُ الْعَرْشِ وَيَقُولُهَا مَنْ حَوْلَهُمْ حَتَّى يَقُولَهَا أَهْلُ السَّمَوَاتِ السَّبْعِ ثُمَّ يَقْبِطُ لَهُ إِلَى الْأَرْضِ زَوَاهُ أَحْمَدُ وَكَانَ أَسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي قَوْلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فِيهِمْ ظَالِمٌ لِنَفْسِهِ وَمِنْهُمْ

اللہ علیہ وسلم سے راوی کہ حضور نے فرمایا بندہ اللہ کی رضا تلاش کرتا رہتا ہے حتیٰ تجویز ہوتا ہے اللہ تعالیٰ حضرت جبریل سے فرماتا ہے کہ فلاں میرا بندہ راضی کرنا چاہتا ہے مطلع رہو کہ اس پر میری رحمت ہے تب حضرت جبریل کہتے ہیں فلاں پر اللہ کی رحمت ہے یہی بات عالمین عرض فرشتے کہتے ہیں یہی ان کے اکلے اور دگر کے فرشتے کہتے ہیں حتیٰ کہ ساتویں آسمان والے یہ کہنے لگتے ہیں پھر یہ امت اس کیلئے زمین پر نازل ہوتی ہے (احمد)؛ روایت ہے حضرت امام ابن زید سے وہی کرم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی اللہ عزوجل کے اس فرمان کے متعلق کہ بعض لوگ اپنی جانوں پر ظالم ہیں اور بعض

کے اپنے قصور و سرکشی سے جیسے ہر ماں نالائق و سرکش بیٹے کو عاق کر کے نکال دیتی ہے، وہی گنہگار مسلمان، انہیں دوزخ میں کچھ روز کے لئے ڈالتا ہے تعزیر نہیں بلکہ تہذیب ہے۔ یعنی ان کی صفائی کر کے انہیں جنت کے لائق بنانا، جیسے سونے کو آگ میں تپا کر زبردہ کرنا کہ محبوب کے گلے کے لائق بنایا جاتا ہے، تو یہ آگ گویا نالائق کے لیے رحمت ہوگی، ماں گندگی میں بھرے ہوئے بچے کو سخت سردی میں نہلاتی دھلاتی ہے جس سے بچے کو تکلیف ہوتی ہے مگر اس سے اسے صفائی میسر ہو جاتی ہے، اسی طرح کہ اپنے ہر دینی و دنیاوی کاموں سے رب تعالیٰ کی رضا چاہتا ہے کہ کھاتا پیتا، سوتا جاگتا بھی ہے تو رمضان المبارک کے لئے نماز و روزہ تو بہت ہی دور رہے، خدا تعالیٰ اس کی توفیق نصیب دے، یعنی اس پر میری کامل رحمت ہے اس طرح کہ میں اس سے راضی ہو گیا، خیال رہے کہ اللہ کی رضا تمام نعمتوں سے اعلیٰ نعمت ہے، جب رب تعالیٰ بندے سے راضی ہو گیا، تو کوئی بندے کے ہو گئے، رب تعالیٰ فرماتا ہے رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ پھر بندے پر وہ وقت آتا ہے کہ رب تعالیٰ بندے کو راضی کرتا ہے، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے متعلق فرماتا ہے وَسَوْفَ يُرْضِيهِ، اللہ تعالیٰ صدیق کو اتنا دے گا کہ وہ راضی ہو جائے گا، اسی غرض کہ آسمانوں میں اس کے نام کی دعوت پرج جاتی شور مچ جاتا ہے کہ رحمت اللہ علیہ یہ کلمہ دعائیر ہے یعنی اللہ تعالیٰ اس پر رحمت کرے، یہ دعایا تو فرشتوں کی محبت کی وجہ سے ہوتی ہے یا خود وہ فرشتے اپنا قرب الہی بڑھانے کے لئے یہ دعائیں دیتے ہیں، انہوں کی دعائیں دینا قرب الہی کا فدیہ ہے جیسے ہمارا درود شریف پڑھنا شہد قلب کی حالت خیمہ بستہ، اس کو کم سے کم دو خشکستہ سے دعائیں حافظہ خستہ، صلی اللہ علیہ وسلم

اس طرح کہ تقدی طور پر انسانوں کے منہ سے اس کے لئے نکلنے لگتا ہے رحمت اللہ علیہ یا رضی اللہ عنہ اور لوگوں کے دل خود بخود اس کی طرف کھینچے لگتے ہیں، دلوں کی قدرتی کشش مجربیت الہی کی دلیل ہے، دیکھئے حضور عیسیٰ علیہ السلام کو ہم لوگوں نے دیکھا نہیں مگر سب کو ان سے دلی محبت ہے، مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو حضرت جبریل سے ہے، میں فلاں سے محبت کرتا ہوں تم بھی اس سے محبت کرو، حضرت جبریل آسمانوں میں اعلان کر دیتے ہیں کہ فلاں سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے۔

میانہ رو ہیں اور بعض کھلائیوں میں سبقت لے جانے والے اے حضور نے فرمایا یہ سب جنتی ہیں اے (یعنی کتاب البعث والشفوع) ❖

کلمات شرح مشکوٰۃ جلد سوم ۱۶ جمادی الاول ۱۲۴۹ھ مطابق ۱۶ نومبر

۱۹۵۹ء یوم دوشنبہ کو شروع ہو کر آج ۲۲ ربیع الاول ۱۳۸۰ھ مطابق ۱۵ ستمبر ۱۹۶۰ء

پنجشنبہ کو ختم ہوئی، جو اس سے فائدہ اٹھائے۔ وہ مجھ گنہگار کے لئے دعائے مغفرت و قبولیت فرمائے رب اے جزاء خیر دے گا۔
ناچیز احمد یار خاں نعیمی شرفی مقیم گجرات پاکستان

چند بہترین دینی کتابیں

جن کا آپ کے گھر میں ہونا نفايت ضروری ہے

تفسیر نعیمی :- نہایت سلیس اردو زبان میں تفسیر ہے۔ آیات کا ربط و نشان نزول تفسیر قواعد اور اعتراضات کے جوابات ۔
 پارہ اول ... دوم ... سوئم ... چہارم ... پنجم ... ششم ... ہفتم ... ہشتم
 احسن القصص : امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے سورہ یوسف کی جو تفسیر کی ہے اس کا اردو ترجمہ ہے ۔
 مرآۃ جلد چہارم

ناشر: صاحبزادہ افتخار احمد خان نعیمی بدایونی۔

ملنے کا پتہ: نعیمی کتب خانہ مفتی احمد یار خاں راولپنڈی پاکستان

فہرست مضامین مرات جلد سوم

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۲	کان میں پانچواں حصہ لیا جائے گا اور اس کے احکام	۱۹	عالم ہادق مجاہد ہے	۳	کتاب الزکوٰۃ
۰	مستغنیوں اور شافعیوں کا اختلاف	۰	عالم کو اجرت و ثواب دونوں ملتے ہیں	۰	فضل اول
۳۲	چاندی دھونے کی زکوٰۃ و نصاب کے مسائل	۲۰	زکوٰۃ گھر کا مال دیکھ کر وصول کی جائے سال	۰	زکوٰۃ کی تعداد و شرائط
۰	گھر کا استعمال سامان اور جانوروں میں زکوٰۃ نہیں	۰	گزرنے پر زکوٰۃ واجب ہے	۴	زکوٰۃ دوسری جگہ منتقل کرنا جائز ہے
۳۳	بکری، گائے، بھینس اور اونٹ کا نصاب	۰	سال پورا ہونے سے پہلے زکوٰۃ دے سکتے ہیں	۰	زکوٰۃ میں درمیانی مال لیا جائے
۳۵	زکوٰۃ	۲۱	حضرت صدیق کا زکوٰۃ نہ دینے والوں پر لشکر کشی و جنگ	۰	خاتم اور رب کے درمیان کوئی اثر پروردہ نہیں
۰	زکوٰۃ میں مال مثول یا ناقص مال دینے والا	۲۳	مال گنجا ساپ بن کر مالک کی نگیاں چھپائے گا	۰	غیر زکوٰۃ مالوں کو گدہ گم کر کے ان کے مالک کی پیشانی یا غمی جانے کی
۳۶	نہ دینے والے کی طرح ہے	۰	مال بشکل سانپ لگا کر مارنے کا	۰	جن آدمیوں سے زکوٰۃ ادا نہ کی، تو وہ اپنے مالوں کو قیامت میں روئیں گے
۰	پیداوار گندم جو کھجور اور کشمش میں زکوٰۃ ہے	۰	عالم و صوفی جو علم فیض میں بخل کرے وہ مالی	۰	بہ زکوٰۃ کائے بکری اپنے مالوں کو سیدنگوں سے ماریں گی
۳۸	شہد کی زکوٰۃ کے مسائل	۲۴	سنبیل سے زیادہ مجرم ہے	۰	گھوڑا باعث ثواب
۰	سونے چاندی کے زیورات میں بشرط نصاب	۰	مال حرام حلال کو بھی برباد کر دیتا ہے	۰	گھوڑے کی زکوٰۃ کا حکم
۳۹	زکوٰۃ فرض ہے	۲۵	باب صایح فید الزکوٰۃ	۰	آلات جہاد جمع کرنا موجب ثواب ہے
۰	زیورات کی زکوٰۃ نہ دینے والی کو جہنم میں آگ کے زیور پہننے پڑیں گے	۰	کس چیز میں زکوٰۃ واجب ہے	۰	قیامت میں ہر پیرے اور بھلے کو دیکھے گا
۴۰	زکوٰۃ ادا کرنے سے مال حکم کنز میں نہیں	۰	جانور سونا چاندی اور تجارتی مال میں زکوٰۃ	۰	بہ زکوٰۃ مال گننے سانپ کی شکل میں ظاہر ہو کر اپنے مالک کو کاٹے گا
۰	تجارتی مال واسباب میں زکوٰۃ لازمی ادا کرنا	۰	ہے	۰	قیامت میں جن و انس کی طرح جانور بھی زندہ ہوں گے
۰	ہے	۲۶	دسوق، صاع، رطل کی صحیح تحقیق	۰	عالم سے مال چھپا کر زکوٰۃ بچانا حرام ہے
۴۱	زکوٰۃ واجب نہ ہونے کی صورت	۰	اختلاف و دلائل امام و شوافع و بارہ عشر	۰	صحابہ صدقہ حضور علیہ السلام کے ہاتھ سے
۴۲	باب صدقہ فطر	۰	ادقیہ و دہم اور شقال کا وزن	۰	دولت اور حضور دعائیں دیتے
۰	صاع کے شرح وزن کی تحقیق	۲۷	اپنے خدمتی غلام و جانور میں زکوٰۃ نہیں	۰	اشد رسول مالدار غمی کرتے ہیں
۴۳	صدقہ فطر کس پر واجب ہے	۰	غلام کا صدقہ فطر دیا جائیگا، نوکر کا نہیں	۰	مسئلہ وقف
۰	صدقہ کس وقت اور کتنا نکالے	۲۸	خاتم حکم کی اطاعت واجب نہیں	۰	حکام کو رشوت وغیرہ لینا حرام ہے
۰	جو، حار صاع، گندم نصف صاع، باقی اناج	۰	ادنیوں کی زکوٰۃ کے تفصیلی مسائل	۰	عالم کا بطور بدیہ سوئی لینا بھی حرام ہے
۴۵	ان کی قیمت کے برابر	۳۰	بکریوں کی زکوٰۃ کے تفصیلی مسائل	۰	ذخیرہ کرنا حرام ہے
۰	باب کس کو صدقہ حلال نہیں	۰	زکوٰۃ میں بے عیب درمیانی حالت کا جانور	۰	سب بہتر ذخیرہ نیک اور فرماں بردار بیوی ہے
۴۶	صدقہ، بدیہ، نذائہ، عطیہ وغیرہ کا فرق	۳۱	دیا جائے گا	۰	عالموں کو راضی کر دینا غلط ہے کہ وہ خود زوار ہوں گے
۰	سادات و آل ہاشم کو زکوٰۃ و صدقہ لینا	۰	نہ عالم زیادہ وصول کرنے کی کوشش کرے	۰	
۴۷	حرام ہے	۰	اور نہ مالک ادائیگی میں حجت کرے	۰	
۰	صدقہ مال کا میل ہے	۳۲	چاندی میں چالیسواں حصہ ہے	۰	
۰	حضور علیہ السلام بدیہ استعمال اور صدقہ	۰	غلوں وغیرہ میں دسواں اور بیسواں کے احکام	۰	
۰		۰	جانور کے زخمی کرنے یا کنوئیں یا کان میں گر کر مرے تو مالک پر قصاص نہیں	۰	

۸۸	جواز شرک کے نام پر نہ دے وہ بدترین انسان ہے	۲۷	تقسیم فرمادیتے
۸۹	آدمی مرتے وقت کچھ نہ چھوڑے، پہلے ہی تقسیم کر دے	۳۹	حیلہ کا جواز صدقہ لینے والے پر ختم جو دے
۹۰	جو چیز اللہ کی راہ میں حاصل ہو اس کو فوراً دوہ کرنا چاہیے	۵۱	بدیہ ہے
۹۱	خرچ کر دو، جمع نہ کرو، اللہ دے گا	۵۳	بہی اٹھم کے غلاموں کو زکوٰۃ لینا حرام ہے
۹۲	سخاوت جنت میں درخت ہے	۵۴	آٹھ قسم کے لوگ زکوٰۃ لے سکتے ہیں
۹۳	صدقے سے بلا توقع ہوتی ہے	۵۵	صدقہ کے بارے میں حضرت عمر کی احتیاط
۹۴	باب فضیلت صدقہ	۵۶	باب، مانگنا کھے حلال نہیں
۹۵	خیرات حلال کمائی سے کرنی چاہیے، وہی قبول ہوتی ہے	۵۷	حرف تین شخص سوال کر سکتے ہیں، اور دس کو حرام ہے
۹۶	صدقہ کی اللہ پر روش کرتا ہے اور پرہیز جیسا ہو جاتا ہے	۵۸	بلا ضرورت شدید سوال کرنا دوزخ میں لے جاتیگا
۹۷	خیرات سے مال کم نہیں ہوتا	۵۹	قیامت کے دن بھکاری کے منہ پر گوشت نہ ہوگا
۹۸	معافی دینے اور انکاری کرنے والے کو اللہ سر بلند کرتا ہے	۶۰	سوال میں ضد کرنا اور جوئے فیہ حرام ہے
۹۹	جنتی جنت میں ان دروازوں سے داخل ہوں گے جس عمل کی کثرت کریں	۶۱	معمولی سے معمولی کلام عزت اور سوال سبب لعنت ہے
۱۰۰	حضرت صدیق کو تمام دروازوں سے جنت کے دربان پکار دیں گے	۶۲	اور پکارا جائے نیچے والے سے بہتر ہے
۱۰۱	حضرت صدیق تمام غریبوں کے مالک ہیں اپنے پڑوسی کے تھوڑے ہدیہ کو حقیر سمجھو ہر نیکی صدقہ ہے	۶۳	قول حکیم حضور آپ کے سوا کسی سے سوال نہ کروں گا
۱۰۲	چھوٹی نیکی حقیر سمجھ کر نہ چھوڑو امداد ظلم، نیکی کی ترغیب، بدی کی تردید صدقہ ہے	۶۴	اوپنچا لاٹھ دینے والا نیچا لینے والا ہے
۱۰۳	تین سو ماٹھ جوڑ ہیں، اور ہر جوڑ کا صدقہ ایک نیکی ہے	۶۵	جو سوال سے بچنا چاہے اللہ اسے سوال سے بچاتا ہے، صبر سب سے بہتر
۱۰۴	انصاف، گھوڑے پر سوار، اچھی بات نماز کی طرف ہر قدم، راستہ سے تکلیف وہ اشیاء کا مٹانا وغیرہ صدقہ ہے	۶۶	غنا عمر رضی اللہ عنہ
۱۰۵	حمد، تکبیر، تسبیح، صدقہ ہے صحبت علال، ثواب و صدقہ ہے باغ، کھیت سے آدمی یا جانور، پرندے کچھ کھالیں، صدقہ ہے	۶۷	جو بغیر سوال و طلب ملے لے لو
۱۰۶	کے کی جان بچانے سے ایک زانیہ کی مغفرت	۶۸	مجبور آ سوال جائز ہے
۱۰۷		۶۹	بھکاریوں کے منہ قیامت میں گھڑے اور زخمی ہوں گے
۱۰۸		۷۰	آدمی غنی کتنی رقم سے بنتا ہے
۱۰۹		۷۱	غنا صبح شام کا کھانا ہے
۱۱۰		۷۲	غریب انصاری کو طریقہ تجارت کی تعلیم و سمانعت سوال
۱۱۱		۷۳	اظہار عزت سے عزت دور نہ ہوگی
۱۱۲		۷۴	اظہار غنا سے اللہ اسے غنی کر دے گا
۱۱۳		۷۵	جو بغیر مانگے ملے لو، اعمال علما و قاضی بدین کا اقتراہ لینا جائز
۱۱۴		۷۶	حضرت علی نے عوفات میں ایک بھکاری کو کوڑے لگائے
۱۱۵		۷۷	
۱۱۶		۷۸	
۱۱۷		۷۹	
۱۱۸		۸۰	
۱۱۹		۸۱	
۱۲۰		۸۲	
۱۲۱		۸۳	
۱۲۲		۸۴	
۱۲۳		۸۵	
۱۲۴		۸۶	
۱۲۵		۸۷	
۱۲۶		۸۸	
۱۲۷		۸۹	
۱۲۸		۹۰	
۱۲۹		۹۱	
۱۳۰		۹۲	
۱۳۱		۹۳	
۱۳۲		۹۴	
۱۳۳		۹۵	
۱۳۴		۹۶	
۱۳۵		۹۷	
۱۳۶		۹۸	
۱۳۷		۹۹	
۱۳۸		۱۰۰	
۱۳۹		۱۰۱	
۱۴۰		۱۰۲	
۱۴۱		۱۰۳	
۱۴۲		۱۰۴	
۱۴۳		۱۰۵	
۱۴۴		۱۰۶	
۱۴۵		۱۰۷	
۱۴۶		۱۰۸	
۱۴۷		۱۰۹	
۱۴۸		۱۱۰	
۱۴۹		۱۱۱	
۱۵۰		۱۱۲	
۱۵۱		۱۱۳	
۱۵۲		۱۱۴	
۱۵۳		۱۱۵	
۱۵۴		۱۱۶	
۱۵۵		۱۱۷	
۱۵۶		۱۱۸	
۱۵۷		۱۱۹	
۱۵۸		۱۲۰	
۱۵۹		۱۲۱	
۱۶۰		۱۲۲	
۱۶۱		۱۲۳	
۱۶۲		۱۲۴	
۱۶۳		۱۲۵	
۱۶۴		۱۲۶	
۱۶۵		۱۲۷	
۱۶۶		۱۲۸	
۱۶۷		۱۲۹	
۱۶۸		۱۳۰	
۱۶۹		۱۳۱	
۱۷۰		۱۳۲	
۱۷۱		۱۳۳	
۱۷۲		۱۳۴	
۱۷۳		۱۳۵	
۱۷۴		۱۳۶	
۱۷۵		۱۳۷	
۱۷۶		۱۳۸	
۱۷۷		۱۳۹	
۱۷۸		۱۴۰	
۱۷۹		۱۴۱	
۱۸۰		۱۴۲	
۱۸۱		۱۴۳	
۱۸۲		۱۴۴	
۱۸۳		۱۴۵	
۱۸۴		۱۴۶	
۱۸۵		۱۴۷	
۱۸۶		۱۴۸	
۱۸۷		۱۴۹	
۱۸۸		۱۵۰	
۱۸۹		۱۵۱	
۱۹۰		۱۵۲	
۱۹۱		۱۵۳	
۱۹۲		۱۵۴	
۱۹۳		۱۵۵	
۱۹۴		۱۵۶	
۱۹۵		۱۵۷	
۱۹۶		۱۵۸	
۱۹۷		۱۵۹	
۱۹۸		۱۶۰	
۱۹۹		۱۶۱	
۲۰۰		۱۶۲	
۲۰۱		۱۶۳	
۲۰۲		۱۶۴	
۲۰۳		۱۶۵	
۲۰۴		۱۶۶	
۲۰۵		۱۶۷	
۲۰۶		۱۶۸	
۲۰۷		۱۶۹	
۲۰۸		۱۷۰	
۲۰۹		۱۷۱	
۲۱۰		۱۷۲	
۲۱۱		۱۷۳	
۲۱۲		۱۷۴	
۲۱۳		۱۷۵	
۲۱۴		۱۷۶	
۲۱۵		۱۷۷	
۲۱۶		۱۷۸	
۲۱۷		۱۷۹	
۲۱۸		۱۸۰	
۲۱۹		۱۸۱	
۲۲۰		۱۸۲	
۲۲۱		۱۸۳	
۲۲۲		۱۸۴	
۲۲۳		۱۸۵	
۲۲۴		۱۸۶	
۲۲۵		۱۸۷	
۲۲۶		۱۸۸	
۲۲۷		۱۸۹	
۲۲۸		۱۹۰	
۲۲۹		۱۹۱	
۲۳۰		۱۹۲	
۲۳۱		۱۹۳	
۲۳۲		۱۹۴	
۲۳۳		۱۹۵	
۲۳۴		۱۹۶	
۲۳۵		۱۹۷	
۲۳۶		۱۹۸	
۲۳۷		۱۹۹	
۲۳۸		۲۰۰	
۲۳۹		۲۰۱	
۲۴۰		۲۰۲	
۲۴۱		۲۰۳	
۲۴۲		۲۰۴	
۲۴۳		۲۰۵	
۲۴۴		۲۰۶	
۲۴۵		۲۰۷	
۲۴۶		۲۰۸	
۲۴۷		۲۰۹	
۲۴۸		۲۱۰	
۲۴۹		۲۱۱	
۲۵۰		۲۱۲	
۲۵۱		۲۱۳	
۲۵۲		۲۱۴	
۲۵۳		۲۱۵	
۲۵۴		۲۱۶	
۲۵۵		۲۱۷	
۲۵۶		۲۱۸	
۲۵۷		۲۱۹	
۲۵۸		۲۲۰	
۲۵۹		۲۲۱	
۲۶۰		۲۲۲	
۲۶۱		۲۲۳	
۲۶۲		۲۲۴	
۲۶۳		۲۲۵	
۲۶۴		۲۲۶	
۲۶۵		۲۲۷	
۲۶۶		۲۲۸	
۲۶۷		۲۲۹	
۲۶۸		۲۳۰	
۲۶۹		۲۳۱	
۲۷۰		۲۳۲	
۲۷۱		۲۳۳	
۲۷۲		۲۳۴	
۲۷۳		۲۳۵	
۲۷۴		۲۳۶	
۲۷۵		۲۳۷	
۲۷۶		۲۳۸	
۲۷۷		۲۳۹	
۲۷۸		۲۴۰	
۲۷۹		۲۴۱	
۲۸۰		۲۴۲	
۲۸۱		۲۴۳	
۲۸۲		۲۴۴	
۲۸۳		۲۴۵	
۲۸۴		۲۴۶	
۲۸۵		۲۴۷	
۲۸۶		۲۴۸	
۲۸۷		۲۴۹	
۲۸۸		۲۵۰	
۲۸۹		۲۵۱	
۲۹۰		۲۵۲	
۲۹۱		۲۵۳	
۲۹۲		۲۵۴	
۲۹۳		۲۵۵	
۲۹۴		۲۵۶	
۲۹۵		۲۵۷	
۲۹۶		۲۵۸	
۲۹۷		۲۵۹	
۲۹۸		۲۶۰	
۲۹۹		۲۶۱	
۳۰۰		۲۶۲	
۳۰۱		۲۶۳	
۳۰۲		۲۶۴	
۳۰۳		۲۶۵	
۳۰۴		۲۶۶	
۳۰۵		۲۶۷	
۳۰۶		۲۶۸	
۳۰۷		۲۶۹	
۳۰۸		۲۷۰	
۳۰۹		۲۷۱	
۳۱۰		۲۷۲	
۳۱۱		۲۷۳	
۳۱۲		۲۷۴	
۳۱۳		۲۷۵	

۱۲۹	۱۱۵	۱۰۱	ایک عورت بچی ماننے کی وجہ سے عذاب میں گرفتار ہوئی
۱۳۰	۱۱۶	۱۰۲	راستے کی لکڑی بٹانے سے جنتی خدمت خلق موجب جنت ہے
۱۳۱	۱۱۷	۱۰۳	عبداللہ ابن سلام سرکار کا چہرہ دیکھ کر ایمان لائے
۱۳۲	۱۱۸	۱۰۴	سلام کرو اور شے جوڑ دو اور تہجد پڑھو اور جنتی بنو
۱۳۳	۱۱۹	۱۰۵	ہر بھلائی صدقہ ہے، رب کے غضب اور برائی موت سے بچانا ہے
۱۳۴	۱۲۰	۱۰۶	بھائی کو دیکھ کر مسکانا صدقہ ہے راستہ بنانا، پانی پلانا صدقہ ہے
۱۳۵	۱۲۱	۱۰۷	بیسرا تم سعد و سعد کی ماں کا کنواں (عزیز اللہ کی طرف منسوب کرنے سے حلال حرام نہیں ہوتا)
۱۳۶	۱۲۲	۱۰۸	مسلمان کو کپڑا پہنانے سے جنتی لباس اور کھلانے سے کھانا ملے گا
۱۳۷	۱۲۳	۱۰۹	مسلمان کو پانی پلانے سے جنت میں شراب ملے گی
۱۳۸	۱۲۴	۱۱۰	مال میں علاوہ زکوٰۃ دوسرے حقوق بھی ہیں پانی و نمک کو منع کرنا سخت ہے مردی ہے
۱۳۹	۱۲۵	۱۱۱	ہجر زین کو آباد کرنا ثواب ہے قرض دینا غلام آزاد کرنے کے برابر ہے
۱۴۰	۱۲۶	۱۱۲	صحیح سلام کا جواب دینا واجب حضور کی دعا سے معائب و دوسرے ہیں
۱۴۱	۱۲۷	۱۱۳	انسان بلکہ جانوروں کو بھی کبھی گالی نہ دی اپنا سجامہ، تہبند شخصوں سے اونچا عیب جوئی نہ کرو
۱۴۲	۱۲۸	۱۱۴	صدقہ باقی رہتا ہے جو دھڑکے کو کپڑا دیتا ہے، اللہ اس کی حفاظت اور عیب چھپاتا ہے
۱۴۳	۱۲۹	۱۱۵	تین شخص اللہ کو محبوب ہیں صدقہ چھپا کر دینا افضل ہے
۱۴۴	۱۳۰	۱۱۶	تین شخص اللہ کو محبوب و مبغوض ہیں خیرات کرنے والا تمام عالم پر بھاری ہے
۱۴۵	۱۳۱	۱۱۷	سخاوت مال سے سخاوت حال و کمال بہتر ہے
۱۴۶	۱۳۲	۱۱۸	ایک قسم کی دو چیزیں لینے جو زیادہ بہتر ہے صدقہ قیامت کے دن دینے والے پر سایہ فگن ہوگا
۱۴۷	۱۳۳	۱۱۹	دسویں محرم کا صدقہ پور سال فراخی کر دیتا ہے باب افضل الصدقہ (بہترین صدقہ) بہ نیت ثواب اپنے گھر کا خرچ بھی موجب اجر ہے
۱۴۸	۱۳۴	۱۲۰	صلو رحمی میں دو گنا ثواب ہے حضور کی قدرتی ہیبت قلوب پر صدقہ نافذ خداوند اولاد کو دینے میں دو گنا ثواب ہیں
۱۴۹	۱۳۵	۱۲۱	میل بیوی ایک دوسرے کو آپس میں زکوٰۃ نہیں دے سکتے غلام آزاد کرنے سے صلورحمی افضل ہے
۱۵۰	۱۳۶	۱۲۲	بدیہ کا زیادہ مستحق قریب کے دروازے والا ہے پردوں کا خیال بہت ضروری ہے
۱۵۱	۱۳۷	۱۲۳	کن لوگوں کو دینا بہتر ہے کی تفصیل جس سے اللہ کے نام پر نا لگا جائے اور نہ دے وہ بدتر ہے
۱۵۲	۱۳۸	۱۲۴	سائل کو کچھ دو جا ہے جلا ہوا کھڑ ہو پناہ مانگنے والے کو پناہ اور داعی کی دعوت قبول کرو
۱۵۳	۱۳۹	۱۲۵	بھلائی کا بدلہ بھلائی و دعا اللہ کے نام صرف جنت مانگو
۱۵۴	۱۴۰	۱۲۶	اللہ سے اللہ کو مانگو حضرت طلحہ انصاری کے باغ کا قصہ (لن تنالوا البر)
۱۵۵	۱۴۱	۱۲۷	وقف کا اعلان ضروری ہے وقف کو واقف و مزارع اور مستحق استعمال کر سکتے ہیں
۱۵۶	۱۴۲	۱۲۸	بہتر صدقہ بھوکے جاندار کو کھلانا ہے باب خداوند کے مال سے بیوی کو خیرات بہ نیت خیر خیرات کا ثواب مرد و عورت اور خزانچی کو ہے
۱۵۷	۱۴۳	۱۲۹	عورت کو خداوند کے مال کی خیرات کرنے سے نصف ثواب ملتا ہے
۱۵۸	۱۴۴	۱۳۰	مسلمان امین خزانچی بھی ثواب کا مستحق ہے
۱۵۹	۱۴۵	۱۳۱	زندوں کی خیرات سے مردوں کو ثواب ملتا ہے بدنی عبادت کا ثواب بھی مردوں کو پہنچتا ہے
۱۶۰	۱۴۶	۱۳۲	خیرات میں عورت کو مرد کی اجازت ضروری ہے ہر وقت علیحدہ اجازت لینے کی ضرورت نہیں
۱۶۱	۱۴۷	۱۳۳	غلام آقا کے مال سے خیرات کر سکتا ہے باب من لا یعود فی الصدقہ
۱۶۲	۱۴۸	۱۳۴	صدقہ دے کر واپس لینا اپنی تے چاٹنے کے برابر ہے
۱۶۳	۱۴۹	۱۳۵	عبادت بدنی و مالی میں نیابت کی انغیس تحریر کتاب الصوم رمضان کے معنی و فوائد
۱۶۴	۱۵۰	۱۳۶	رمضان میں دوزخ کے دروازے بند اور شیاطین مقید ہوتے ہیں
۱۶۵	۱۵۱	۱۳۷	باب الوہاب کے معنی روزہ میں عشق کا غلبہ ہے
۱۶۶	۱۵۲	۱۳۸	روزہ کا بدلہ خود رب ہے اجزی اجزی کا فرق
۱۶۷	۱۵۳	۱۳۹	روزہ دار کے متذکرے کی بڑی شکر ہے روزہ دار جنگ و جہاد نہ کرے
۱۶۸	۱۵۴	۱۴۰	رمضان میں شیاطین کو مقید کر دیا جاتا ہے شب قدر ستائیسویں رات ہے
۱۶۹	۱۵۵	۱۴۱	روزے اور قرآن شفیع ہوں گے شب قدر سے بد نصیب ہی محروم رہتا ہے
۱۷۰	۱۵۶	۱۴۲	رمضان میں نفل فرض کے برابر اور فرض ستر فرضوں کے مثل
۱۷۱	۱۵۷	۱۴۳	ماہ رمضان کے نام روزہ دار کو افطار کرانے سے آزادی نادر
۱۷۲	۱۵۸	۱۴۴	اور روزہ کا ثواب ملتا ہے اول عشر و رحمت، دوم مغفرت، سوم آزادی دوزخ
۱۷۳	۱۵۹	۱۴۵	رمضان میں قیدی آزاد کرنے کا حکم تیس روزہ داروں سے نکاح کی تمتا کرتی ہیں
۱۷۴	۱۶۰	۱۴۶	رمضان کی آخری رات کو بخشش ہوتی ہے باب دویۃ الہلال
۱۷۵	۱۶۱	۱۴۷	چاند کے اسماء اور کون سے ماہ کے چاند التزام سے دیکھنے چاہئیں

۱۴۸	کوئی شخص کسی کی طرف سے بدنامی عبادت ادا نہیں کر سکتا	۱۴۱	بھول کر کھانے پینے وغیرہ سے روزہ نہیں ٹوٹتا	۱۴۵	شریعت میں چاند کا اعتبار ہے، جنسری کا حساب غیر معتبر ہے
۱۴۹	باب صیام القطوع	۱۴۲	قصداً روزہ توڑنے پر کفار، غلام آزاد یا دو ماہ کے روزے یا ساڑھے مسکینوں کو کھانا دینا ہے	۱۴۶	چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور دیکھ کر کھو لو رویت ہلال کا اعلان
۱۵۰	حضور علیہ السلام ماہ شعبان میں اکثر روزے رکھتے تھے	۱۴۳	حیلہ شرعی درست ہے	۱۴۷	ماہ رمضان و بقرہ عید دونوں اُنٹیس تیس کے ہونے کی تحقیق
۱۵۱	حضور علیہ السلام ہر ماہ کچھ دنوں کے روزے رکھتے تھے	۱۴۴	اس کا کفارہ اسی کو جائز فرما دیا	۱۴۸	اُنٹیس شعبان کے روزے کا حکم شعبان کا چاند دیکھنا ضروری ہے
۱۵۲	عاشورہ کا روزہ اور اس کے خصوصیات	۱۴۵	بوڑھا اور متقی جو اپنے نفس پر قادر ہو جو بس و کنا کر سکتا ہے حرام کو جائز نہیں	۱۴۹	شک کے دن روزہ نہ رکھے رمضان کے لئے ایک مسلمان گواہ کافی ہے
۱۵۳	نماز تہجد کے فضائل	۱۴۶	بلا ارادہ تھے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، عمدہ تھے سے جاتا رہتا ہے	۱۵۰	مطلع صاف نہ ہو تو دو گواہ ضروری ہیں چاند کے چھوٹا بڑا ہونے کا اعتبار نہیں سحری کھانے میں برکت اور اہل کتاب سے فرق ہے
۱۵۴	عاشورہ کے روزہ کی افضلیت	۱۴۷	مسواک روزہ میں بلا کراہت جائز ہے	۱۵۱	افطار میں جلدی کرنا بہتر ہے
۱۵۵	بخوف مشابہت دسویں کے ساتھ نویں محرم کا روزہ بھی رکھیں	۱۴۸	بحالت روزہ آنکھ میں دوا دوسرے مرد ڈالنا جائز ہے	۱۵۲	صوم وصال منع ہے
۱۵۶	برابر ہے	۱۴۹	سر پر تیل کی مالش یا پانی بہانا بلا کراہت درست ہے	۱۵۳	تم میں میرا مثل کون ہے میرا رب کھانا پلانے روزہ کی نیت کب کرنی چاہیے
۱۵۷	طریقہ سوال	۱۵۰	رمضان کے ایک روزہ کا بدلہ عمر بھر کے روزے نہیں ہو سکتے	۱۵۴	افطار میں جلدی کرنے والا شکر کا محبوب کھجور سے روزہ افطار کرنے میں برکت ہے
۱۵۸	صوم دوام و صوم داودی	۱۵۱	جو لوگ روزہ اور شب بیداری میں احتیاط نہیں کرتے وہ ثواب سے محروم رہتے ہیں	۱۵۵	افطار قبل نماز سنت ہے
۱۵۹	ہر ماہ میں بین دینی کے روزے ہمیشہ کے مثل ہیں	۱۵۲	متوکل نکلنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا	۱۵۶	روزہ دار کو افطار، غازی کو سامان دینے میں ان کے مثل ثواب ہے
۱۶۰	عزیز کا روزہ سال گزشتہ و آئندہ کا کفارہ ہے	۱۵۳	نمک اور مصلک چبانے کا حکم	۱۵۷	روزہ افطار سے دین غالب رہیگا
۱۶۱	پیر کے دن کا روزہ	۱۵۴	باب صوم المسافر	۱۵۸	اسلام کا استحکام کفار کی مخالفت ہے سحری و افطار میں چھوٹے کھانا سنت ہے
۱۶۲	ولادت خلیل و نزول قرآن	۱۵۵	سفر میں روزہ کھانا بہتر، نہ کھانے کی اجازت ہے	۱۵۹	باب تنزیل الصوم
۱۶۳	رمضان و سوال کے چھ روزے پورے سال کے برابر ہیں	۱۵۶	بحالت سفر بے سروسامانی کا روزہ بڑا ہے	۱۶۰	جو برائی نہ چھوڑے، تو اس کو اس کا کھانا پینا چھوڑنے کی پرواہ نہیں
۱۶۴	سال میں پانچ دن روزے حرام ہیں	۱۵۷	موجب ہلاکت ہے	۱۶۱	روزہ ہر عضو کا ہوتا ہے روزہ کے بعض حصہ میں جنبی رہنے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا
۱۶۵	صرف جمعہ کے دن روزہ نہ رکھے، آٹھ چھپے کا دن ملائے	۱۵۸	سافر دودھ پلانے والی حاملہ کو روزہ رکھنے کی اجازت ہے	۱۶۲	استحکام سے روزہ فاسد نہیں فصل سے روزہ نہیں ٹوٹتا
۱۶۶	ایک دن کا روزہ دوزخ سے ستر سال کی دوری کا موجب ہے	۱۵۹	باب القضاء		
۱۶۷	ہمیشہ روزوں کی بجائے ہر ماہ تین روزوں کا پابندی	۱۶۰	حضور کی خدمت دیگر عبادات سے افضل ہے		
۱۶۸	تیس یا پانچ دن روزے حرام ہیں	۱۶۱	عورت کو اپنے خاوند سے اجازت لے کر روزہ رکھنا چاہیے		
۱۶۹	پیشی اعمال بحالت روزہ پر وجوہات کو بہتر ہے	۱۶۲	رمضان کے روزوں کی قضاء دوسرا رمضان آنے سے پہلے کرے		
۱۷۰	ہفتہ و سال کی ابتداء کی تحقیق	۱۶۳	دوران حیض کے روزہ وقفہ کرنا مکہبب		
۱۷۱	تیرہ چودھ پندرہ کا روزہ	۱۶۴	میت کے روزوں کا فدیہ اس کے ولی و دارث دیں		
۱۷۲	جمعہ کے دن روزے کا حکم	۱۶۵	روزہ کے فدیہ کا حکم		

۱۸۸	کتاب باب فضائل قرآن	شب قدر کی صبح سورج بغیر شمع طلوع ہوتا ہے	۱۹۱	ایک ماہ ہفتہ اتوار پیر، دوسرے ماہ منگل بدھ جمعرات کا روزہ
۱۸۹	قرآن کے معنی کی لغتی تحقیق	ستائیس کی مناسبت ابن عباس کی زبان سے	۱۹۳	روزہ رکھنے والے اور روزہ کے درمیان زمین و آسمان کے بعد کے شل خندق ہوگی
۲۲۰	قرآن سیکھنے سکھانے والا افضل ہے	حضور رمضان کے آخری عشرہ میں شب بیداری و عبادت زیادہ فرماتے	۱۹۵	سودی کے روزے غنیمت بلا مشقت ہیں
۲۲۱	عالم قرآن فرشتوں اور جنوں کے ساتھ ہرگز دو شخصوں پر غلبہ رکھ کر اہل زہد ہے	شب قدر کو اگر پالے، تو اس کی دعا و جھگڑے کی وجہ سے شب قدر کی تاریخ تعین بھلا دی گئی	۱۹۶	اسلامی یادگار میں منائے کا ثبوت تین قسم کے روزے حضور ہمیشہ رکھتے تھے
۲۲۲	قرآن پڑھنے اور نہ پڑھنے والے کا فرق و شل	شب قدر میں جبریل امین کا زودل ذکرین کو دھائیں	۱۹۸	ایام بیض کے روزوں سے آدم علیہ السلام کا جسم نورانی ہوا
۲۲۳	بذریعہ قرآن قوموں کو سر بلند یا ذلیل کیا جاتا ہے	شب قدر کے دن فرشتوں کے سامنے اپنے نیک عابد بندوں پر فخر کرتا ہے	۱۹۹	روزہ جسم کی زکوٰۃ ہے
۲۲۴	حضرت اُسید کا قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہوئے فرشتوں کو دیکھنا	روزہ، جہاد، اشاعت دین، شہادت صرف انسانوں کے ساتھ خاص ہے	۲۰۰	پیر و جمعرات کے روزوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو بخش دیتا ہے
۲۲۵	ایک صحابی پر سورہ کف کی تلاوت کے وقت سکینہ رحمت کا سایہ کرنا	نماز عید کے بعد دعا قبول ہوتی ہے، اور گناہوں کی جگہ نیکیاں لکھی جاتی ہیں	۲۰۱	باب متفرقات
۲۲۶	حضور علیہ السلام کے پاس حاضر ہونے سے نماز نہیں ٹوٹتی	روزہ دار نماز عید پڑھ کر بخشش شدہ واپس ہوتے ہیں	۲۰۲	حسین و مرثیہ کی ترکیب و تحقیق
۲۲۷	سورہ فاتحہ والحمد اعظم سورہ ہے جس گھر میں سورہ بقرہ پڑھی جائے، وہاں سے شیطان بھاگتا ہے	اعتکاف کے دنوں کی تعداد اور سنت و مکلف کفار	۲۰۳	لفظی روزہ رکھ کر توڑنے سے قصود واجب ہے۔
۲۲۸	قرآن قیامت میں اپنے پڑھنے والوں کی شفاعت کریگا	رمضان میں سرکار بیت سخاوت فرماتے تھے	۲۰۴	مہمان کو لفظی روزہ نہ توڑنا افضل ہے
۲۲۹	سورہ بقرہ آل عمران رب تعالیٰ سے اپنے پڑھنے والوں کی طرف سے جھگڑیں گی	حضور علیہ السلام جبریل کو پورا قرآن کریم سناتے تھے	۲۰۵	توڑنا جائز، قضاء واجب
۲۳۰	سورہ بقرہ آل عمران اپنے پڑھنے والوں پر سایہ کریں گی	وفات کے سال و درتبہ قرآن کریم کا دور بیس دن کا اعتکاف	۲۰۶	تقسیم دامنہ طرف سے ہونی چاہیے
۲۳۱	اعظم آیت آیت الکرسی ہے	اعتکاف میں قضاے حاجت کیسے جانا	۲۰۷	اگر مہمان ناراض نہ ہو تو لفظی روزہ نہ توڑے
۲۳۲	حضرت ابوہریرہ کا شیطان کو چوری کرتے پکڑنا	حضرت عمر کو نذر کے پورا کرنے کا حکم	۲۰۸	لفظی روزہ دار کو دکھا کر کھانا، اس کا ثواب بڑھانا اور فرشتوں کی دعا کا موجب ہے
۲۳۳	حضور کا علم غیب سے فرمایا کہ وہ آج پھر آئے گا	اعتکاف کو عصر کی نماز سے شروع کیا جاتا ہے	۲۰۹	کھاتے وقت کھانے کے لئے بلانا سنت ہے
۲۳۴	ابوہریرہ کو شیطان نے آیت الکرسی اور اس کے فوائد بتائے	اعتکاف کے روزہ اور جامع مسجد شرط ہے	۲۱۰	روزہ دار کی سترین روزی جنت میں ہے
۲۳۵	حدیث ابوہریرہ پر اعتراضات و جوابات	اعتکاف کے لئے روزہ اور جامع مسجد شرط ہے	۲۱۱	کسی کو کھانا نہ بھیج کر روزہ دار کی ہر ہڈی و جوڑ قبیح کرتے ہیں
۲۳۶	اعظم سورہ بقرہ کی آخری آیات بہت افضل ہیں	اعتکاف میں قضاے حاجت کیسے جانا	۲۱۲	باب لیلۃ القدر (شب قدر)
۲۳۷	سورہ کف کے شروع کی دس آیتوں پر روزہ کرنا	اعتکاف کو عصر کی نماز سے شروع کیا جاتا ہے	۲۱۳	شب قدر کی خصوصیت و معنی اور تاریخ کی تحقیق
۲۳۸	سورہ احلاس دس پاروں کی شل ہے	اعتکاف کے روزہ اور جامع مسجد شرط ہے	۲۱۴	شب قدر رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں ہے
۲۳۹	سورہ احلاس کا دس پاروں کی شل ہونے کا سبب	اعتکاف کے روزہ اور جامع مسجد شرط ہے	۲۱۵	صحابہ کا شب قدر کو خواب میں دیکھنا
۲۴۰		اعتکاف کے روزہ اور جامع مسجد شرط ہے	۲۱۶	شب قدر کی تلاش میں سرکار کا اعتکاف کرنا
۲۴۱		اعتکاف کے روزہ اور جامع مسجد شرط ہے	۲۱۷	سرکار کا شب قدر کو دیکھ کر بھولنے کی حکمتیں
۲۴۲		اعتکاف کے روزہ اور جامع مسجد شرط ہے	۲۱۸	حضرت الی ابن کعب نے قسم کھائی کہ شب قدر صائیں اٹھتے ہیں

۲۵۳	دافع آندھی ہے	۲۳۵	صبح و شام ستم اور آیت انکرسی کا پڑھنے والا	۲۳۳	پیر و استاد و سلطان سے شکایت غیبت نہیں
۲۵۳	اخلاص و معوذتین ہر چیز کے لئے کافی ہیں	۲۳۵	تمام آفات سے محفوظ رہے گا	۲۳۵	قل ھو اللہ کو ہمیشہ پڑھے اور پسند کرنے والے کو اللہ دوست رکھتا ہے
۲۵۳	قرآن کریم کا پرچار اور فرائض و نکات کا اظہار کرو۔	۲۳۶	سورۃ کھف کے شروع کی آیات پڑھنے والا	۲۳۶	معوذتین کے مثل تعوذ پناہ کی کوئی سورۃ نہیں
۲۵۳	نماز میں قرآن پڑھنا علاوہ نماز سے بہتر ہے	۲۳۶	سورۃ یس قرآن کا دل، اور دس بار قرآن	۲۳۶	سوئے وقت اخلاص و معوذتین کو پڑھ کر
۲۵۳	تلاوت قرآن تسبیح و تکبیر سے بہتر ہے	۲۳۶	ختم کرنے کا ثواب	۲۳۶	ہاتھوں پر پتھر تک کر جسم پر ملنا سنت ہے
۲۵۳	تسبیح خیرات سے خیرات روزہ سے، روزہ آگ سے ڈھال ہے	۲۳۶	طلحہ اور یس کو سن کر فرشتے بولے، خوب ہیں وہ سیلے اور زبان اور اُمت	۲۳۶	اور آسیب سے حفاظت
۲۵۵	غیر دیکھے تلاوت ہزار درجہ اور دیکھے کر دیکھا	۲۳۶	سورۃ دخان پڑھنے والے کے لئے ستر ہزار	۲۳۶	قرآن کریم ارحم اور امانت شفیع ہونگے
۲۵۵	کن چیزوں کا دیکھنا عبادت ہے	۲۳۶	فرشتے دعا و مغفرت کرتے ہیں	۲۳۶	جنت کے درجہ قرآن کی آیات کے برابر ہر
۲۵۶	قرآن پاک کی تلاوت اور موت کی یاد دل کی صفائی کا موجب ہے	۲۳۶	جمعہ کی رات میں دخان پڑھنے والے کی	۲۳۶	آیت کی تلاوت پر ایک درجہ
۲۵۶	دورانہ موت کے یاد کرنے والے کو شہادت کا درجہ ملے گا۔	۲۳۶	مغفرت یقینی ہے	۲۳۶	جسے بائبل قرآن یاد نہ ہو اس کا دل دیران
۲۵۶	اعظم سورۃ اخلاص و آیت انکرسی ہے	۲۳۶	تسبیح والی آیات غیر تسبیح والی ہزار آیتوں سے بہتر ہیں	۲۳۶	گھر کی طرح ہے
۲۵۶	سورۃ بقرہ کی آخری آیات اللہ کی رحمت کے نزلنے ہیں اور کل بھلائی کو جامع	۲۳۶	سورۃ تبارک الذی بیدہ الملک اپنے پڑھنے والے کی شفاعت کرتی ہے	۲۳۶	سلام الہی مثل ذات الہی تمام مخلوق کے کلاموں پر افضل ہے
۲۵۶	سورۃ فاتحہ تمام بیماریوں کا علاج ہے	۲۳۶	ایک صاحب قبر کا قبر میں سورۃ تبارک پڑھنا	۲۳۶	قرآن کریم کے ہر حرف کی تلاوت پر دس نیکیوں کا ثواب ہے
۲۵۶	آخر سورۃ آل عمران کی تلاوت سے تمام رات عبادت کا ثواب اور جمعہ کے دن پڑھنے پر فرشتے دعا میں کرتے ہیں	۲۳۶	قبر پر چھنا پھرنا اور دیکھنا منع ہے	۲۳۶	دنیوی گفتگو مسجد میں حرام ہے
۲۵۶	بقرہ کی مدد آخری آیتیں سیکھو مرنے والوں کو کھانا	۲۳۶	سورۃ تبارک کا پڑھنے والا آخری غامد اور تنگی گور و عذاب آخرت سے محفوظ رہے گا	۲۳۶	قرآن کریم فیصلہ کن کتاب ہے
۲۵۶	جمعہ کے دن سورۃ ہود پڑھنا باعث برکت	۲۳۶	حسن و جہد سے پڑھنے والا اور	۲۳۶	جو قرآن پاک کے خلاف چپکے، اللہ تعالیٰ اسے گمراہ کر دے گا
۲۵۶	کھف و دفع بلا اور ایمان کو منور کرنی والی	۲۳۶	تبارک تلاوت فرماتے	۲۳۶	قرآن کریم دافع اولم اور بے مثل ہے اس سے سیری نہیں ہوتی نہ پرانا نہ نیا ہے
۲۵۶	اللہ تعالیٰ نجات دینے والی ہے	۲۳۶	اذا زلزلت نصف، قل ھو اللہ تبارک اور قل یا ایہا الکفرون چھوٹی قرآن کے برابر ہے	۲۳۶	قاری، عامل، مصنف، داعی قرآن کی فضیلت
۲۵۶	اللہ تعالیٰ کی مدد سے نجات دینے والی ہے	۲۳۶	سورۃ وقت سورۃ کافرون پڑھنے والے کا	۲۳۶	عالم باعمل کے والدین کو ذرا فی تاج پہنایا جائیگا
۲۵۶	حضرت عطاء اللہ کے متعلق اہم اعظم کا فرمان	۲۳۶	خاتمہ ایمان پر ہوگا	۲۳۶	قرآن پاک کے آگ میں نہ جلنے کی بہترین وجہ
۲۵۶	آپ کے دن میں تلاوت یس سے قضاے حاجات و سختی گناہ	۲۳۶	صبح شام الحمد باری اور سورۃ حشر کی آخری	۲۳۶	عالم قرآن اپنے گھر کے دس آدمیوں کی شفاعت کریں گے۔
۲۵۶	مرنے والے کے پاس یس پڑھنے کا حکم	۲۳۶	تین آیات پڑھنے والے کو شہید کا درجہ و ستر ہزار فرشتے دعا گو۔	۲۳۶	الحمد کا مثل توبت، انجیل، زبور بلکہ قرآن میں بھی نہیں
۲۵۶	سورۃ الرحمن عروس قرآن، اور جنت میں اللہ اس کو پڑھ کر سنائے گا	۲۳۶	دوسو بار سورۃ اخلاص پڑھنے سے قرض کے سوا ہر سچا سال کے گناہ معاف	۲۳۶	بعد ضرورت قرآن پاک یاد کرنا فرض، اور پورا یاد کرنا فرض کفایہ
۲۵۶	سورۃ واقعہ پڑھنے والا کبھی فاقہ کش نہ ہوگا	۲۳۶	سوئے کا طریقہ	۲۳۶	عالم فقاری کا سینہ شک کے تشدید کی طرح ہے
۲۵۶	سرکار کو سبب اسم ربی الاعلیٰ بہت محبوب	۲۳۶	سوئے وقت سوا بار سورۃ اخلاص پڑھنے والے کو اللہ قیامت میں اسکو دہننی طرف سے جنت میں داخل کریگا	۲۳۶	جو عالم وقاری عمل و تلاوت نہ کرے وہ سرخبر تخیل ہے
۲۵۶	سورۃ اذا زلزلت کے پڑھنے سے دین و دنیا میں کامیابی، اور ایک فقہی کا قصہ	۲۳۶	سورۃ قیامت میں اسکو دہننی طرف سے جنت میں داخل کریگا	۲۳۶	
۲۵۶	دینا میں کامیابی، اور ایک فقہی کا قصہ	۲۳۶	سورۃ قیامت میں اسکو دہننی طرف سے جنت میں داخل کریگا	۲۳۶	

۳۹۸	بوقت ابتلا و دعا و غرضی، ہر وقت دعا و عبادت سے	سات قرأت کے لئے میں مجھ کو امت کو پہلے لوگ ہی	الکرم انشا ثواب میں ہزار آیتوں کی مثل ہے اس
۳۹۹	لا یردہ و غافل دل کی دعا قبول نہیں	ایوں ہی ہلاک ہو گئے۔	کی مختصر تشریح
"	دعا میں ہاتھ کس طرح اٹھائے اور کہاں تک	۳۹۳ مختلف قرأت میں حضرت اُبی کا تروید اور حضور کا	ہر دس بار اخص پڑھنے میں ایک جنتی محل بیگا
"	اٹھائے، پھر منہ پر پھیرے	۳۹۸ اُن کے سینہ پر ہاتھ مارنا، اور پورا قصہ بیان فرمایا	معرض غم و غم، پھر تروید کا کافی محل تیار کرالیں گے
"	اشتر خالی ہاتھ تو مانے سے جیسا فرماتا ہے	۳۹۴ اور صوفیاء کا اختلاف	روانہ انداز کی تلاوت کا ثواب
۳۰۰	حضور دعا کے بعد ہاتھ منہ پر ضرور پھیرتے تھے	" قرآن شکر سوال کرنا منع ہے، قیامت میں اُنکے	باب احادیث تلاوت
"	غائب کی دعا غائب کیلئے بہت جلد قبول ہوتی ہے	۳۹۵ شتر پر گوشت نہ ہوگا	قرآن کی نگرانی عالم حافظ قاری صاحب کھیں
۳۰۱	حجاج سے دعا کو کہنا، انکار دعا کرنا سنت ہے	" بسم اللہ فصل سورہ کیلئے اداس کے دیگر مسائل	در نہ قبول جائیں گے
"	دعا بوقت افطار حکم عادل و مظلوم کی دعا دے	۳۹۶ ایک شرابی کا ایک قرأت سے انکار اور اُس کو حد لگانا	قرآن کو نہیں بھولتے بلکہ وہ بھلا دیا جاتا ہے
۳۰۱	نہیں ہوتی	" قرآن کتابی شکل میں جمع کرنا و اعتقاد شرح بدعت حس	خاصی کو کتب بینی کے لئے چھٹی دینی جائے
"	اشتر قسم کے ساتھ فرماتا ہے اے مظلوم تیرے گھر خود	۳۹۷ کتاب حق حضرت کے نام پاک	تلاوت قرآن دل لگا کر کرو اور دل لگے ہو کر
"	کرونگا	" قرآن تین بائیس ہر اس کو وصیق دشمنان کے وقت میں	حضور علیہ السلام کی تلاوت کیسی تھی
۳۰۲	تین دعائیں بلاشبہ مقبول، باب ہمارے مظلوم کی	۳۹۸ حضرت عثمان کے قرآن جمع کرنا کیا واقعہ	قرآن خوش الحانی سے پڑھا جائے
"	ہر بڑی ہوتی ہے حقیر سے حقیر جزا شتر سے مانگو	۳۹۹ حضرت ابن عباس کا حضرت عثمان سے سورہ توبہ	جو قرآن خوش الحانی سے پڑھے وہ ہم سے نہیں
"	حضور دعائیں ہاتھ کہاں کہاں اٹھاتے تھے	" میں بسم اللہ نہ لکھنے کے متعلق سوال	قرآن سننا، سننا، سننا دونوں سنت
۳۰۳	طریقہ دعا و استغفار عاجزی و اقبال و ذاری	۳۹۹ آیات کی ترتیب تو قیسی ہے عقل نہیں	قرآن پڑھنے یا سننے دونوں سنت ہے
۳۰۳	اجابت دعایا ذخیرہ آخرت یا دفع بلا	" جمع صدیق و عثمان کا فرق	سرکار کا خصوصیت سے الی ابن کعب کو لے
"	پانچ دعائیں بہت مقبول ہوتی ہیں	" باب ادعاؤں کا بیان	یکن کا سننا
۳۰۵	باب ذکر اللہ	" دعا بہتر ہے یا رضاء بالقضاء دونوں پر عمل کی صورت	قرآن کے دشمن سے قرآن کی حفاظت کرو
"	ذاکرین کو بوقت ذکر رشتہ و رحمت ڈھانپتی ہے	۳۹۲ سب نبیوں نے دنیا میں اپنی دعائیں استعمال کر	حضور کو دیکھ کر تعظیماً کھڑا ہونا سنت صحابہ
"	اُن پر سکینہ اُترتا ہے، اشتر اُن کا ذکر کرتا ہے	۳۹۲ لیں میں نے شفاعت کے لئے محفوظ رکھی ہے	علاوہ نماز و صف جہاد و حلقہ باذنا بہتر اور
۳۰۷	جس جگہ ذکر کیا جائے وہ جگہ گواہ ہے اور محفوظ	" میری بدعا کو بھی اُمت کے حق میں رحمت کر	سنت ہے
"	تقریر طوط نے دینا سے دودھ ذکر اشتر اس کا مونس	۳۹۳ ہر عالم و ہر دم دایمہ نام سے مانگو، وہ سب کچھ دے سکتا ہے	قرآن کو اپنی آوازوں سے مزین کرو
۳۰۷	ذاکر زندہ غافل مردہ	" جائز دعا ضرور قبول ہوتی ہے جلد بازی نہ کرے ماکرنا ہے	حضرت عبداللہ اس مسودہ اور ایک گویے کی حکایت
۳۰۷	سحی کا ذکر حیات ابدی بخشنا ہے	" دوست کیلئے اسکی عدم موجودگی ہیں، دعا پھر شتر	جو قرآن کو پڑھ کر بھگتا ہے وہ قیامت میں کوڑھی
"	اللہ کے بندے کے گمان کے نزدیک جیسا گمان	" آئین کتاب ہے، اس کا مثل اسے بھی لے گا	اُٹھے گا۔
"	کرے بوقت یا د بندے کے ساتھ	" اپنی جان مال اولاد و دوست و غیرہ کے حق میں بدعا	قرآن عوام کو کتنے دن میں ختم کرنا چاہیے اور
"	بندہ اگر ذکر شتر کرتا ہے تو اشتر بھی تنہائی میں سے	" نہ کرو، ممکن ہے وقت اجابت ہو	بزرگوں نے کس طریقہ سے ختم کئے
"	یاد کرتا ہے	" دعا مانگو میں قبول کرونگا	آہستہ اور بلند آواز سے پڑھنے کے احکام و
"	اگر بندہ مجلس میں بلند آواز سے اُٹھے یا ذکر کرے تو	" دعا عبادت کا مغرب ہے	ثواب اور محال و حرام پر ایمان
"	وہ محفل میں اُس کا ذکر کرتا ہے	" اشتر کو دعا بہت پیاری ہے	دکھانے دیکھنے کیلئے قرآن و تجویز سے آخرت میں ہر گز
۳۰۸	شیخ کا بددس گنا، گناہ ایک کا ایک، یا وہ	" دعا قصداً کو مال دیتی ہے اچھا سوکھ مر رہا دیتا ہے	قرآن دل لیا لہجہ آوازوں سے پڑھو راگ موسیقی کے
"	بھی معاف	" دعا کو مضبوطی سے پکڑو	ساتھ نہ پڑھو
"	جب بندہ نزدیک جیسا ہے تو اشتر اس سے بہت	" دعا کرو، سننا مانگی دیتا ہے، ورنہ کوئی آفت مانا ہے	قرآن کا ٹیکہ نہ بناؤ لیکن عمل و تلاوت میں مستی نہ کرو
"	نزدیک ہو جاتا ہے	" اشتر سے فضل مانگو، مانگنا اسکو پسند ہے مہر کی سیر کھٹے	قرآن کا ٹیکہ لگانا، اسکی طرف پاؤں کرنا، دوسری
"	علاوہ شکر سب کچھ بخشا جائے گا	" دعا نہ کرنے سے اشتر ناراض ہوتا ہے	کتاب اس پر کھانا، فال و غیرہ کا حکم
"	ولی سے دشمنی کرنے والے کو اشتر تعالیٰ اعلان	" جب اشتر نے دینا ہوتا ہے تو دعا کی توفیق دیتا ہے	تہنرات تلاوت
۳۰۹	جنگ فرماتا ہے	" اشتر سے دین و دنیا کی عاقبت مانگو	تہنرات اور اس کے احکام و فوائد
"	ولی سے علاوہ اختلاف رائے کا فرق و حکم	۳۹۸	

۳۲۸	گناہ معاف اگر پرستار کے جھگڑا ہوں	۳۲۳	شیطان دل کو چھتا ہے ذکر سے ہٹ جاتا ہے	۳۰۹	بغیر اوائے فرائض نوافل مقبول نہیں
۳۲۸	دو کلمے زبان پر رکھے، میزان میں بھاری	۳۲۳	کا ذکر کا دل نہیں کاٹھڑے	۳۰۹	کثرت نوافل سے بندہ اللہ کا محبوب ہو جاتا ہے
۳۲۸	اللہ کو پیار ہے	۳۲۳	ذکر اللہ سو سووں کا علاج ہے	۳۰۹	جب بندہ محبوب ہو جاتا ہے تو اس کے کان
۳۲۸	سومرتہ سبحان اللہ پڑھنے سے ہزار نیکیاں	۳۲۳	ذکر نور و روشنی ہے	۳۰۹	آنکھ کھلے پادوں خشیت ایزدی کی خلاف عمل نہیں کرتے
۳۲۹	ثبت اور نزار گناہ معاف	۳۲۳	خافوں میں ذکر اللہ میرے گھر میں چراغ کی طرح ہے	۳۰۹	اللہ اس کے ہر سوال کو پورا کرتا ہے
۳۲۹	سومرتہ کلمہ توحید کے مفاد و فضائل	۳۲۳	بوقت موت ذکر جنت و عاقبت رویت کرتے ہیں	۳۱۰	ناری اور نوری طاقات کا فرق
۳۲۹	ذکر الجہر کے فوائد و جواز	۳۲۳	ذکر کو غافل و جانوروں کا تعدد کے برابر ثواب ملتا ہے	۳۱۰	اللہ مومن کو موت پر راضی کر کے اس کی روح قبض کرتا ہے
۳۲۹	لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم	۳۲۳	ذکر عذاب کو دفع فرماتا ہے	۳۱۰	فرشتے و اکبرین کی صفوں کو تلاش کرتے ہیں
۳۲۹	جنتی خزانوں میں کا ایک خزانہ ہے	۳۲۳	بارہ ہزار بار کلمہ طیبہ پڑھ کر بچنے سے مر دے	۳۱۱	محفل ذکر کو فرشتے آسمان اول تک حاضری لیتے ہیں
۳۲۹	خدا کی دین و کرم سے ظاہری باطنی طاقتیں نکلتی ہیں	۳۲۳	کو عذاب سے رہائی ملتی ہے	۳۱۱	اللہ تعالیٰ کا فرشتوں سے سوال و جواب
۳۲۹	ہر صبح ایک نرشد تیس پڑھنے کا اعلان کرتا ہے	۳۲۳	بوقت ذکر اللہ ذکر کے ساتھ ہوتا ہے	۳۱۲	اللہ کا فرشتوں کو گواہ بنا کر اعلان بخشش کرنا
۳۲۹	لا الہ الا اللہ افضل اذکار ہے اور دل	۳۲۳	ذکر کی مصاحبت خدا کی مصاحبت ہے	۳۱۲	ذکر پڑھنے والے بھی بخشے جاتے ہیں
۳۲۹	کی جلائے کے لئے اکیر ہے	۳۲۳	دل کی مصیبتیں درگاہ اللہ کا ذکر ہے	۳۱۳	فوائد ہم نشینی
۳۲۹	دعاؤں میں افضل دعا اللہ ہے احمد و شکر	۳۲۳	غازی و شہید بھی ذکر کے مرتبہ کو نہیں پاتا	۳۱۳	دلیل ذکر الجہر
۳۲۹	کرنے والے جنت میں سب سے پہلے داخل ہوں گے	۳۲۳	باب اسماء اللہ تعالیٰ	۳۱۳	ذکر کرن کے متعلق خدا نے عرض و معروض
۳۲۹	دعاؤں میں سب سے اول و دنیا و دنیا سے	۳۲۳	تناویذ نام چنے والا جنتی ہے	۳۱۳	ذکر کے طفیل گنہگاروں کی بخشش
۳۲۹	افضل ہے اور سب سے بھاری	۳۲۳	اللہ طاق ہے طاق کو پسند کرتا ہے	۳۱۵	اقرار گناہ خوف خدا میں تقویٰ ہے
۳۲۹	کلمہ طیبہ اور لا حول پڑھنے والے کو جہنم کی آگ	۳۲۳	فصل ثانی رد و سری فصل	۳۱۵	حضور کی محبت سے علم میں یقین نصیب ہوتا ہے
۳۲۹	نہیں جلاتی	۳۲۳	جتنے نام اللہ کے، اتنے ہی حضور کے ہیں	۳۱۵	حال ہمیشہ یکساں نہیں رہتا
۳۲۹	تسبیح و تہلیل شمار کے لئے استعمال کرنا بھاری	۳۲۳	تناویذ اسمائے الہی کے مطالب و معانی	۳۱۶	دوسری فصل
۳۲۹	وہ کلمے جو تمام مخلوق کی شمار کے برابر ثواب کھتے	۳۲۳	بے شل و بے شال	۳۱۶	سونا باندی کی خیرات و جہاد سے ذکر بہتر ہے
۳۲۹	ہیں	۳۲۳	اسم اعظم کیا ہے، اس کے وسیلے سے جب دعا کی جائے	۳۱۶	حدیث قدسی ہیں اپنے ذکر کا ہم نشین ہوں
۳۲۹	جو چار کلمے سو بار پڑھے، اُسے سو حج اور گھوڑے	۳۲۳	تو قبول ہوئی ہے	۳۱۶	ذکر اللہ جہاد اکبر ہے
۳۲۹	اور غلام آزاد کرنے کا ثواب ہے	۳۲۳	اسم اعظم اللہ لا الہ الا اللہ الہی القیوم یا	۳۱۸	مرنے وقت زبان ذکر سے تر ہونی چاہیے
۳۲۹	دو کلمے میزان کا پتہ بھرنے والے ہیں	۳۲۳	اللہ الہی لا الہ الا اللہ العرش	۳۱۸	ذکر کے علم جنت کی کیا ریاں ہیں
۳۲۹	کلمہ طیبہ براہ راست خدا تک پہنچاتا ہے	۳۲۳	العظیم ہے	۳۱۸	محفل بغیر ذکر کے عزت اور بغیر ذکر کے سونا مذمت ہے
۳۲۹	محفل کا کلمہ عرش تک پہنچتا ہے	۳۲۳	اللہ کا جہنم خلوص دل سے لیا جائے وہ ہی اسم	۳۱۸	محفل بغیر ذکر کے اور گناہ کھانے والوں کی مجلس ہے
۳۲۹	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا آیت کو سلام	۳۲۳	اعظم ہے	۳۱۹	کوئی مجلس بغیر ذکر و درود و حسرت ہے
۳۲۹	اور جنت میں بارگاہ نگاہ کے لئے کلموں کی تلقین	۳۲۳	قصہ یونس علیہ السلام، آیت کریمہ اسم اعظم ہے	۳۱۹	علاوہ امروزی و ذکر ہر گفتگو و مال ہے
۳۲۹	انگلیوں پر شمار کرنا، اور وہ گواہ ہوں گی	۳۲۳	اور باعث نجات ہے	۳۲۰	دیوئی گفتگو سے دل سخت ہوتا ہے
۳۲۹	خدا کو یاد نہ کرنے والا اس کی رحمت سے محروم ہے	۳۲۳	ہر ادب پڑھنے والا ریا کار نہیں	۳۲۰	زیادہ مننے سے دل سخت ہوتا ہے
۳۲۹	وظائف کی عبادت حاصل کرنا سنت ہے یہ	۳۲۳	ذکر بالجہر سنت ہے	۳۲۰	سخت دل والا اللہ سے دور نہ مومن کامل
۳۲۹	روحانی میوے ہیں	۳۲۳	لا الہ الا انت احد صمد اسم اعظم ہے	۳۲۰	نہ عارف و متقی ہو سکتا ہے
۳۲۹	وظائف کے بعد رحم و کرم اور فضل و مغفرت	۳۲۳	اس کے توسل سے دعا قبول ہے	۳۲۰	بہتر مال، فائدہ زبان شاکر دل امر نہ جوی ہے
۳۲۹	بھی طلب کیجئے	۳۲۳	محمد بنی و علماء سے محبت بہتر و نفرت لعنت	۳۲۲	عالم ملنا فرض کفایہ سے
۳۲۹	اسم خزاں میں پڑوں کی طرح چار کلمے گناہ	۳۲۳	باب تسبیح و تہلیل	۳۲۲	جو شخص عالم دین نہ ہو گئے وہ ہمیشہ ذکر کرے
۳۲۹	حجاز دیتے ہیں	۳۲۳	چار کلمے بامثل ثواب عظیم ہیں اور اللہ کو پیار ہے	۳۲۲	قیامت کے دن ذکر کا مرتبہ بہت بلند ہوگا
۳۲۹	سر مصیبتوں کو مٹانے والی دعا	۳۲۳	سومرتہ سبحان اللہ و محمد پڑھنے سے	۳۲۲	غازی و شہید سے ذکر اور درجہ میں بلند ہے

۳۷۸	معروض کا ایک قصہ	۳۵۲	لاحول تناہی بیماروں کا علاج ہے
۳۷۹	شرک بندے اور رب کے درمیان آرٹ ہے	۳۵۳	لاحول پڑھنے والے کا اللہ والی وارث ہے
۳۸۰	گناہ سے سچی توبہ کرنے والا بے گناہ کے مثل ہے۔۔	۳۵۴	تمام مخلوق کی عبادت تسبیح ہے
۳۸۱	گناہ پر مذمت بھی توبہ ہے	۳۵۵	باب توبہ کرنا اور بخشش مانگنا
۳۸۲	باب، متفقہ قات استغفار	۳۵۶	توبہ واستغفار کے لغوی معنی
۳۸۳	روح محفوظ کے متعلق مختلف روایات رحمت	۳۵۷	توبہ واستغفار کے متعلق قرآن حضرت علی رض
۳۸۴	غضب پر غالب ہے	۳۵۸	یقین، یقین کی بہترین شرح
۳۸۵	اللہ نے اپنی ایک رحمت سکان دینا پر آماری	۳۵۹	میں روزانہ سو بار توبہ کرتا ہوں، اے لوگو تم
۳۸۶	باقی قیامت کے لئے رکھی ہیں	۳۶۰	بھی توبہ کیا کرو
۳۸۷	ایک لفظ قدم میں جنت و دوزخ ہے	۳۶۱	اللہ تعالیٰ ظلم نہیں کرتا، تم بھی آپس میں ظلم
۳۸۸	ایک گنہگار کی اپنی اولاد کو وصیت جلائے	۳۶۲	نہ کرو
۳۸۹	کا قصہ	۳۶۳	مجھ سے ہدایت، کھانا، لباس اور بخشش مانگو
۳۹۰	اللہ اپنے بندوں پر شفق ماں سے زیادہ	۳۶۴	میں دوں گا
۳۹۱	مہربان ہے	۳۶۵	نیکی و بدی سے ہمارا ہی فائدہ و نقصان ہے
۳۹۲	جنت اللہ کے فضل سے ہے عمل سے نہیں	۳۶۶	رب کے خزانے غیر محدود ہیں، کوئی کمی نہیں ہوتی
۳۹۳	ٹھیک رہو، پچھلی رات زیادہ نیکی کرو	۳۶۷	نیکی پر حمد و شکر و بدی پر اپنے نفس کو ملامت کرو
۳۹۴	نیکی کے ارادے پر ایک نیکی کرنے کے بعد دس	۳۶۸	تناوے قتل کرنے والے بھی اسرائیل کی حکایت
۳۹۵	سے سات سو گئے تک	۳۶۹	بزرگ مقام و بزرگان دین کی طرف منہ کرنے و
۳۹۶	گناہ کا ارادہ ترک کرنے پر ایک نیکی اور گناہ	۳۷۰	متوجہ ہونے سے مغفرت ہوتی ہے اور عبادت ہے
۳۹۷	کرنے پر ایک گناہ لکھا جاتا ہے	۳۷۱	اگر تم گناہ بائبل نہ کرو تو تم کو اٹھا کر دوسری
۳۹۸	جو گنہگار اللہ سے خوف کرے وہ جنتی ہے	۳۷۲	گناہ کے معافی مانگنے والی قوم کی تہذیب و
۳۹۹	چڑیا کے بچوں کی حکایت	۳۷۳	دو توبہ بند ہونے سے پہلے جب بھی توبہ کی جائے
۴۰۰	مشق ستر یا ہمت و جرات اور شجاعت	۳۷۴	اللہ قبول فرماتا ہے
۴۰۱	ہے	۳۷۵	پیشانی و توبہ و عذر و اجتناب شرائط قبولیت ہیں
۴۰۲	ایک عورت کا سرکار کی خدمت میں حاضر ہونا	۳۷۶	گنہگار کی حقیقی توبہ سے اللہ خوش ہوتا ہے
۴۰۳	اس کے سوال پر ردنا اور فرمانا، اللہ تعالیٰ	۳۷۷	بار بار گناہ و توبہ کرنے والے کو اللہ اپنی امان
۴۰۴	صرف مشرک کو جہنم میں بھیجے گا	۳۷۸	میں لے کر اس کا محافظ ہو جاتا ہے
۴۰۵	جو بندہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرتا	۳۷۹	اس سید الاستغفار کا پڑھنے والا جنتی ہے
۴۰۶	ہے، تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کا اعلان	۳۸۰	بندہ جب اس لگا کر تائب ہوتا ہے، تو وہ
۴۰۷	فرماتا ہے۔	۳۸۱	ستار و عذاب ہے
۴۰۸	آسمان و زمین کے فرشتے دعائیں دیتے ہیں	۳۸۲	شرک کے سوا تمام گناہ توبہ سے معاف ہو جاتے ہیں
۴۰۹	انسانوں میں اس کی بزرگی کا چرچا ہوتا ہے	۳۸۳	فران خدا، جو مجھے عطا فرمائے میں سے ضرور
۴۱۰	تمام مسلمان جنتی ہیں	۳۸۴	بخشوں گا
۴۱۱	فہرست مضامین	۳۸۵	بوقت فجر استغفار کرنے والے کو تنگی و غم سے
۴۱۲		۳۸۶	نجات اور روزی بے حساب دیگا